سسپنس ڈائجسٹ کا مشہور سلسلہ

دیوتا

حصہ چہارم

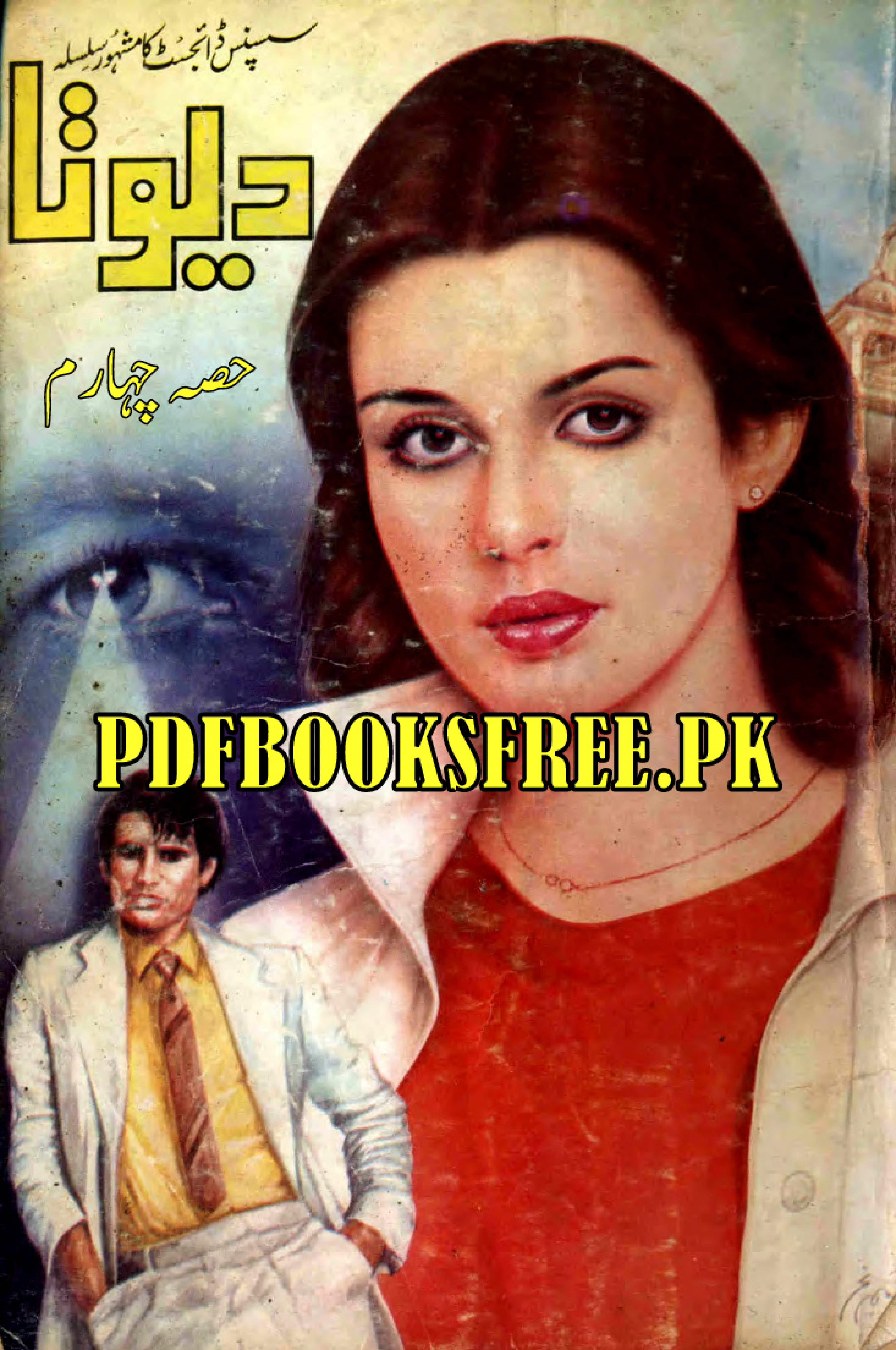

PDFBOOKSFREE.PK

سسپنس ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی
سوچ نگر کے شہزادے فرہاد علی تیمور کی سرگزشت

دیوتا

چوتھا حصہ

راوی :۔ فرہاد علی تیمور

مصنف :۔ محی الدین نواب

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ۔ کراچی ۔ ۱

www.pdfbooksfree.pk

وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑی ہوئی تھیں۔ اُن کے درمیان تقریباً چھ فٹ کا فاصلہ تھا۔ سونیا نے اُلٹی ہتھیلی سے اپنی ناک سے بہتے ہوئے لہو کو پونچھا، پھر ریوالور کی جانب دیکھا، جو رومانہ کے قدموں میں پڑا تھا۔ اُسے ماننا پڑا کہ رومانہ بجلی ہے۔ اُسے ریوالور تک پہنچنے کا موقع نہیں دے گی۔

رومانہ مسکرائی، پھر اُس نے ریوالور کو ہلکی سی ٹھوکر مار کر اُسے سونیا کے پاس پہنچا دیا۔ "تم چاہو تو ریوالور اُٹھا سکتی ہو۔"

سونیا اُسے بے یقینی سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "تم اپنا ریوالور مجھے دے رہی ہو۔ شاید اِس خوش فہمی میں ہو کہ میں اِسے اُٹھا کر تم پر گولی نہیں چلا سکوں گی۔ اس سے پہلے ہی تم جمناسٹک کے کرتب دکھاؤ گی۔"

رومانہ بولی۔ "آؤ آج ہم اپنی اپنی تیز طراری آزما لیں۔ اُن کھنڈرات میں جب ہمارا مقابلہ ہوا تھا تو میں نہیں جانتی تھی کہ تم سونگھنے کی حیرت انگیز صلاحیت رکھتی ہو۔ اِس لیے میں دھوکہ کھا گئی تھی۔ آج ہم کھلی کتاب کی طرح آمنے سامنے ہیں۔ تم اپنی تمام صلاحیتیں آزما لو۔ میں تمھیں ٹھوکروں سے اُڑاتی رہوں گی۔"

سونیا نے دانت پر دانت جما کر اُسے دیکھا۔ پھر کیبن کی دیوار سے لگ کر آہستہ آہستہ بیٹھنے لگی۔ اپنے قدموں کے پاس پڑے ہوئے ریوالور کو اُٹھانے کا ارادہ تھا۔ دوسری طرف سے رومانہ کسی بھی لمحہ منہ توڑ حملہ کر سکتی تھی۔ اِس لیے وہ رومانہ کو مسلسل گھورتی جارہی تھی اور اپنا ہاتھ ریوالور کی جانب بڑھاتی جارہی تھی۔

بڑی ہی سنسنی خیز سچویشن تھی۔ اُس خاموش کیبن میں اچانک ہی قیامت کا ٹکراؤ ہونے والا تھا۔ چند لمحے بعد سونیا نے اپنا ایک گھٹنا فرش پر ٹیک دیا۔ رومانہ نے پھر بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔ اُس کی خاموشی نے اور زیادہ سسپنس اور دہشت پیدا کر دی تھی کہ پتہ نہیں کس لمحہ وہ بجلی لپکے گی۔

سونیا کا ایک ہاتھ ریوالور تک پہنچ گیا۔ رومانہ پہلے پتھر کے مجسمہ کی طرح ساکت تھی۔ پھر اُس میں ہلکی سی جنبش پیدا ہوئی۔ وہ ذرا سی تن گئی جیسے کرتب دکھانے سے پہلے بدن کو کھینچ رہی ہو۔ سونیا کی ساری توجہ اُس پر تھی۔ اُس نے ریوالور کی نال کو چٹکی سے پکڑ کر اُٹھا لیا۔

ریوالور کو کبھی نال کی طرف سے پکڑ کر فائرنگ نہیں کی جاتی لہٰذا ابھی گولی نہیں چل سکتی تھی۔ سونیا اچانک ہی فرش پر سے اُچھل کر بستر پر بیٹھ گئی۔ اِس دوران ریوالور سیدھا ہو کر اُس کی گرفت میں آگیا تھا۔

وہ غرّا کر بولی۔ "اب تمھاری پھرتی کام نہ آسکے گی۔"

رومانہ نے پوچھا۔ "کیا مجھے گولی مار دو گی؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "مارنا ہوتا تو تمھیں اُن کھنڈرات میں ہی ہمیشہ کے لیے سلا دیتی لیکن فرہاد کسی نہ کسی دن مجھ سے تمھاری زندگی کا حساب طلب کرے گا۔"

رومانہ نے کہا۔ "مجھے بھی اِسی بات کا ڈر ہے۔ تم نے کھنڈرات میں ریوالور سے فائرنگ کر کے دہشت زدہ کیا تھی۔ آج میں نے اُس کا بدلہ لے لیا۔ میں بھی اب تک تمھارے دل پر دہشت طاری کر رہی تھی۔ ریوالور پھینک دو۔ وہ خالی ہے۔"

سونیا نے تیزی سے ٹریگر دباتے ہوئے ریوالور کھینچ کر مارا۔ "سوّر کی بچی! ابھی تک مجھے بے وقوف بنا رہی تھی۔"

رومانہ ایک طرف ہٹ گئی تھی۔ ریوالور دوسری طرف چلا گیا تھا۔ وہ بولی۔ "اِس میں ایک گولی تھی۔ میں نے عرشہ پر ایک پرندے کا نشانہ لیا تھا۔ پھر اِسے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تمھیں بارود کی بو مل رہی تھی۔"

سونیا اُسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ پھر اچانک ہی مسکرانے لگی۔ آہستگی سے بولی۔ "مجھے غصہ نہیں کرنا چاہیے۔ واقعی میں نے تمھیں دھمکی دی تھی۔ آج تم نے بدلہ لے لیا۔ چلو حساب برابر ہو گیا۔"

"ارے تم تو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہو۔ اتنی جلدی مسکرانے بھی لگیں۔ حساب بھی برابر سمجھ لیا۔"

"اِس کے سوا چارہ بھی کیا ہے۔ ہم ایک دوسرے کو قتل نہیں کر
.صرف نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"
نقصان یہی کہ ہم میں سے کوئی کسی کو فرہاد کے راستے سے ہٹا
دے گی۔"

"ہاں یہی بات ہے۔ دیکھو رومانہ میں نے چپ چاپ اپنی
سے لہو پونچھ لیا۔ تم پر جوابی حملہ نہیں کر رہی ہوں۔ جانتی ہو کیوں؟"
رومانہ اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ سونیا نے کہا۔ "اِس لیے
کہ اس فرہاد کے لیے ہماری جنگ جاری ہے۔ وہ خود کو بھلا بیٹھا ہے۔ بسپر
کے آدمی کسی وقت بھی یہاں پہنچ کر اُس کی جان کے دشمن بن سکتے
ایسے وقت ہم دونوں کا فرض ہے کہ اُس کی حفاظت کی تدبیر کریں۔"
رومانہ اُس سے لڑنے کے انداز میں بحث کر سکتی تھی مگر یہ صُلح
کا اچھا موقعہ تھا۔ وہ سونیا کو فرہاد کی راہ سے ہٹا کر عازم کی راہ پر
تی تھی۔ اُس نے نرمی سے کہا۔ "تم معقول بات کہہ رہی ہو۔ فرہاد ہم
کی خواہشات سے زیادہ اہم ہے۔"
"شاباش!" سونیا نے کہا۔ "اِس وقت ہمیں اپنی خود غرضی کو بالائے
رکھ کر صرف اپنا فرض ادا کرنا ہوگا۔ مجھے بتاؤ کہ فرہاد تمھیں کہاں ملا تھا؟"
"پہلے تم بتاؤ۔ تم نے مجھے کھنڈرات سے بھگا دیا تھا۔ کیا وہاں
تمہیں مل گیا تھا؟"
"ہاں۔ میں اُسے لے کر استنبول گئی تھی۔ وہاں ہم کمال پاشا کی دوستی
سے ہیں آ گئے۔ اُس نے ہمیں خواب آور کافی پلا دی۔ اس سے پہلے
تن نے پتہ نہیں کیسی جڑی بوٹیوں کا عرق پلایا تھا۔ اُس کا دماغ پہلے
ور جرکا تھا۔ خواب آور کافی نے بھی اپنا کچھ اثر دکھایا ہے۔ اسی لیے
یادداشت گُم ہو گئی ہے۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس کے بدن کی بُو
بدل گئی ہے؟"
رومانہ بُو کے موضوع پر بحث کر کے سونیا کے شُبہ کو تقویت نہیں
دینا چاہتی تھی۔ اُس نے موضوع بدلنے کے لیے پوچھا۔
"مجھے یہ بتاؤ۔ جب تم پرنس آئی لینڈ سے فرہاد کو لے کر آئیں تو
اُس نے میرے متعلق کچھ نہیں پوچھا تھا؟"
سونیا ذرا ہچکچائی۔ پھر بولی۔ "پوچھا تھا۔ میں نے کہہ دیا کہ تم اندھے
کنویں میں گر پڑی ہو۔"
"کیا فرہاد نے یقین کر لیا تھا؟"
"ہاں۔ وہ کنویں میں جھانک کر تمھیں آوازیں دیتا رہا لیکن اُس کی
گہرائی میں گرنے والے نہ تو نظر آتے ہیں اور نہ آوازیں دینے کے
قابل رہتے ہیں۔ میں بڑی مشکلوں سے اُسے سمجھا بجھا کر وہاں سے لے آئی۔
وہ یہ شبہ کر رہا تھا کہ میں نے تمھیں مار ڈالا ہے۔ بہرحال اب اِس
سے کیا فائدہ؟"
"بہت فائدہ ہے۔ میں تمھاری مکاریوں کو سمجھ رہی ہوں۔ تم نے یہ
نہیں سوچا کہ وہ دوبارہ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرے گا تو تمھارے جھوٹ اور
فریب سے نفرت کرے گا۔"
"میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اُسے یہ علم دوبارہ حاصل نہیں کرنے دوں
گی۔ اِسی علم کے باعث وہ بار بار میرے ہاتھوں سے نکل جاتا ہے۔"
"تم بہت ہی خود غرض ہو۔"
"ہر عورت اپنے مرد کو اپنی ذات تک محدود رکھنے کے لیے خود غرض
بن جاتی ہے۔"
"خواہ اس مرد کی جان پر کیوں نہ بن آئے۔ اگر تم ٹیلی پیتھی کا علم
حاصل کرنے کے مواقع فراہم کرتیں تو آج فرہاد اپنی یادداشت کھو کر ایسا
بےدست و پا نظر نہ آتا۔"
سونیا چپ رہی۔ وہ اپنی غلطی محسوس کر رہی تھی مگر اس بحث
کو طول نہیں دینا چاہتی تھی۔ اُس نے کہا۔ "جو ہونا تھا۔ وہ ہو چکا۔ تم یہ بتاؤ
کہ فرہاد تمھیں کہاں ملا تھا؟"
وہ بولی۔ "استنبول کے باہر کچھ لوگ اُسے مار ڈالنے کے لیے ویران
علاقہ کی طرف لے جا رہے تھے۔ میں نے ایک کار کی پچھلی سیٹ پر اُسے
دشمنوں کے نرغہ میں دیکھ لیا۔ اُس کے بعد اُن کا تعاقب کیا۔"
رومانہ یہاں تک درست کہنے کے بعد جھوٹی رُوداد سُنانے لگی کہ
کس طرح اُس نے دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ ریوالور سے دو کو ہلاک کیا۔ باقی
فرار ہو گئے۔ وہ فرہاد کو لے کر یہاں آ گئی۔ ڈراگون اُس کے باپ کا دوست
ہے۔ اُس نے بیٹی بنا کر اُسے اور فرہاد کو جہاز میں پناہ دی ہے۔
سونیا نے کہا۔ "تمھارے بیان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ فرہاد ماسٹر لالا
کی تنظیم تک نہیں پہنچا تھا۔ اُسے ویرانے کی طرف لے جانے والے پتہ نہیں کون
تھے۔ بسپر ماسٹر کے آدمی تو اُسے دیکھتے ہی شوٹ کر دیتے۔ کیونکہ فرہاد کے
ایٹمی دھماکے سے اُنھیں جو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اُس کے پیشِ نظر
وہ فرہاد کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اِسی لیے اُنھوں نے مجھے زندہ رکھا ہے
تاکہ میرے ذریعے اُسے گرفتار کر سکیں۔"
اتنا کہہ کر وہ مسکرائی۔ پھر بولی۔ "اِن حالات سے تم سمجھ سکتی ہو کہ
میری اور فرہاد کی جوڑی کتنی مشہور ہے۔"
رومانہ چڑ کر بولی۔ "چور بدمعاشوں میں شہرت ہے۔ بہرحال میں اُسے
یہاں لائی ہوں۔ اب وہ میرا ہی رہے گا۔"
سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ فی الحال
ہمارے جھگڑوں سے فرہاد کو نقصان پہنچے گا۔ وہ اپنی صلاحیتیں کھو چکا ہے۔
اب ہم دونوں ہی اُس کی حفاظت کر سکتے ہیں۔"
"میں تمھاری محتاج نہیں ہوں۔ فرہاد کو صرف میرا رہنے دو۔ میں تنہا
اُسے دشمنوں سے دور لے جاؤں گی۔"
"ایسا تو میں بھی کر سکتی ہوں۔"
رومانہ نے کہا۔ "ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔ چلو ہم

یہ فیصلہ فرہاد پر چھوڑیں کہ وہ کس کے ساتھ رہنا پسند کرے گا۔"
سونیا بولی۔ "مگر ابھی وہ اِس قابل نہیں ہے کہ ہماری شناخت کر
سکے اور سمجھ سکے کہ ماضی میں ہم دونوں میں سے کس نے اُسے زیادہ متاثر کیا ہے۔"
"ہاں۔ اسی طرح فیصلہ غیر جانب داری سے ہوگا۔ وہ تمھیں سونیا
اور مجھے رومانہ کی حیثیت سے نہیں پہچانتا ہے۔ ہم دونوں اُس کے لیے نئی
ہیں۔ وہ اپنی پسند سے کسی کو بھی جیون ساتھی بنا لے گا۔"
سونیا کچھ سوچ کر بولی۔ "ہوں۔ ایک طرح سے یہ اچھا موقعہ ہے فرہاد
شادی کے نام سے بھاگتا رہا۔ اب وہ سدا کنوارا رہنے کا نظریہ بھول چکا ہو
گا۔ اگر وہ مجھے پسند کر لے تو میں اُس سے فوراً ہی شادی کرنے کے لیے کہوں گی۔
لیکن اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ مجھے پسند کرے گا تو تم میرے راستے
سے ہٹ جاؤ گی؟"
"یہ شُبہ تو تم پر بھی ہے کہ وہ مجھے پسند کرے گا تو پھر کوئی مکاری
دکھاؤ گی۔"
دروازے پر سے عازم کی آواز آئی۔ "میں بہت دیر سے تم
دونوں کی باتیں سُن رہا ہوں۔ ارے یہ بھی تو سوچو کہ میں نے تم دونوں ہی کو
پسند نہ کیا تو پھر جھگڑا ہی کیا رہے گا۔"
سونیا اُسے گھور کر بولی۔ "کیا میری برسوں کی محبت اور وفاداری
کا یہی صلہ ہے کہ تم مجھے بھول جاؤ۔"
رومانہ نے کہا۔ "تم دو میں سے کسی ایک کو پسند کرو گے۔ ورنہ تمھیں
اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا جائے گا۔"
سونیا آگے بڑھ کر بولی۔ "نہیں۔ اِسے محبت نہیں کہتے۔ فرہاد مجھے
پسند نہ کرے۔ تب بھی میں چاہوں گی کہ یہ تمھارے ساتھ فرار ہو کر دشمنوں سے
نجات حاصل کر لے۔ یہ زندہ رہے گا تو میں اِس کا نام سُن سُن کر جیتی رہوں گی۔"
یہ کہہ کر سونیا نے اپنی بانہیں عازم کی گردن میں ڈال دیں۔ عازم
نے رومانہ کو دیکھا تو رومانہ نے آنکھ مار دی۔ عازم نے اشارہ پا کر سونیا سے
عشق شروع کر دیا۔ اُس نے کہا۔ "سونیا! تمھاری اِن باتوں نے میرا دل جیت
لیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ماضی میں ہمارے تعلقات کیسے رہے ہیں۔ ہاں لیکن
ڈراگون سے جو باتیں میں نے سُنی ہیں۔ اُس سے پتہ چلا کہ ہم دونوں ناگ
اور ناگن کے نام سے مشہور ہیں۔"
سونیا خوش ہو کر بولی۔ "سچی محبت رنگ لاتی ہے۔ تھینکس گاڈ
تم سب کچھ بھول کر بھی میری قدر کر رہے ہو۔"
رومانہ نے پھر ایک بار آنکھ مار کر ناراضگی ظاہر کی۔ سخت لہجے میں
بولی۔ "فرہاد! یاد کرو تم نے مجھے بھی محبت کے سبز باغ دکھائے ہیں۔ تم پر
میرا بھی حق ہے۔"
سونیا نے کہا۔ "رومانہ تم اپنی زبان سے پھر رہی ہو۔ ابھی تم نے کہا
تھا کہ فرہاد اگر مجھے پسند کر لے تو تم راستے سے ہٹ جاؤ گی۔"
وہ بولی۔ "لیکن اتنی جلدی فرہاد نے فیصلہ کیسے کر لیا۔ مجھے بھی
اپنی محبت اور وفاداری ثابت کرنے کا موقعہ ملنا چاہیے۔"
عازم نے کہا۔ "اِس وقت مجھے اپنی زندگی سے زیادہ کوئی عزیز
نہیں ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ کوئی آبدوز آنے والی ہے۔ اگر تم لوگوں کے
کہنے کے مطابق میں فرہاد ہوں تو وہ مجھے اور سونیا کو پکڑ کر لے جائیں
گے۔ انسانی ہمدردی کا تقاضہ ہے کہ تم مجھے اور سونیا کو یہاں سے جانے دو۔"
رومانہ دونوں مٹھیاں بھینچ کر غصہ سے بولی۔ "تم ہرجائی ہو۔ خود غرض
ہو۔ تمھیں صرف اپنی زندگی سے پیار ہے۔ دُور ہو جاؤ میری نظروں سے۔
گیٹ آؤٹ......"
سونیا عازم کا ہاتھ پکڑ کر کیبن سے باہر لے آئی۔ اُن کے جاتے ہی رومانہ
نے غصے سے دروازہ بند کیا۔ پھر بے اختیار مسکرانے لگی۔ سونیا کو نقلی فرہاد کے
ساتھ بھگانے کا منصوبہ کامیاب ہو رہا تھا۔
کیبن کے باہر سونیا نے راہداری سے گزرتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! تمھاری
یادداشت گم ہونے کے باوجود تم نے بڑی ذہانت سے مجھ پر اعتماد کیا ہے۔
اور ناگ اور ناگن کے حوالے سے میری محبت کو پہچانا ہے۔"
عازم نے پریشان ہو کر کہا۔ "پتہ نہیں میں کتنا ذہین ہوں۔ خدا
کے لیے پہلے یہاں سے فرار ہونے کا بندوبست کرو۔ ورنہ وہ آبدوز والے
مجھے فرہاد سمجھ کر اُٹھا لے جائیں گے۔"

موسیقی کی ا، ب، ت کا قاعدہ
گانا سیکھنے کے لیے نہایت موزوں کتاب
ابجدِ موسیقی
برصغیر کے نامور گلوکار مہدی حسن کہتے ہیں کہ:
یہ کتاب لوگوں کے لیے بہت بہتر ثابت ہوگی۔ یہ کتاب بہت آسان [illegible]
[illegible]
موسیقی کے اُستاد نظام الدین خان کہتے ہیں کہ،
[illegible]
معروف ادیب و صحافی شکیل عادل زادہ کہتے ہیں کہ،
یہ کتاب موسیقی کی [illegible]
[illegible]
جوان نسل معروف شاعر جمال احسانی کہتے ہیں کہ:
[illegible]
ان حضرات کا تفصیلی [illegible] کتاب میں شائع کیا گیا ہے۔
کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۳ سعید منشن بنوریہ اسٹیٹ
آئی آئی چندریگر روڈ۔ کراچی ۷۴۲۰۰

"تم تو فرہاد ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ خود کو نہیں پہچان رہے ہو۔ بہرحال میں ابھی ڈراگون سے بات کرتی ہوں۔"

وہ دونوں ڈراگون کے پاس پہنچ گئے۔ سونیا نے کہا "مسٹر! میں فرہاد کے ساتھ یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔"

ڈراگون نے حیرانی سے کہا "یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا جہاز سے باہر جا کر سمندر میں ڈوبنا چاہتی ہو؟"

"نہیں۔ تم جیسے گھاگ اسمگلر کے پاس فرار ہونے کے لیے موٹر بوٹ یا لائف بوٹ ضرور ہوگی۔"

"نہیں ہے۔"

"ہے۔ مجھ سے ضد نہ کرو۔ اُس پُراسرار پارٹی کی ہدایت یاد کرو۔ وہ تمھیں وارننگ دے چکے ہیں کہ مجھے کسی معاملہ میں چھیڑا نہ جائے۔ دوستانہ رویّہ اختیار کیا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اب بھی تمھارا دوست ہوں لیکن دوستی میں اپنے کاروبار کا نقصان نہیں کر سکتا۔ تم میرے جہاز میں ایک پُراسرار پارٹی کی امانت ہو۔ جب وہ تمھیں لینے آئیں گے تو میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم فرار ہو گئیں اور میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہا۔"

"درست کہتے ہو مسٹر ڈراگون! اگر تمھارے جہاز میں تباہی پھیل جائے تو تم خاموش بیٹھے نہیں رہو گے۔"

"کیا مطلب؟" ڈراگون نے ناگواری سے پوچھا "کیا تم یہاں تباہی پھیلاؤ گی؟"

وہ بولی "مرتے کیا نہ کرتے والی بات ہے۔ میں کوئی بکی بکائی ہانڈی نہیں ہوں کہ تم مجھے آبدوز والوں کے حوالے کر دو گے۔ جب میں دیکھوں گی کہ ڈوبنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے تو فرہاد کی قسم اِس جہاز کو ڈبو دوں گی۔"

وہ تیزی سے پلٹ گئی۔ عازم کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چلی گئی۔ ڈراگون کے ماتھے پر شکنیں پھیل گئی تھیں۔ وہ تیزی سے سوچ رہا تھا کہ سونیا کے خلاف محاذ آرائی کرنی ہوگی۔ آبدوز کے آنے تک اُسے زنجیروں میں جکڑ کر رکھنا ہوگا۔

اُس نے اپنے ایک ماتحت کو بلا کر کہا "اپنے دو آدمیوں سے کہو کہ اُس ناگن پر کڑی نظر رکھیں اور تم لیڈی سارا کو بلا کر یہاں لے آؤ۔"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد رومانہ آگئی۔ ڈراگون نے اُسے دیکھتے ہی کہا "تمھارا منصوبہ میرے لیے مصیبت بن گیا ہے۔ وہ عازم کو فرہاد سمجھ کر اُس کے ساتھ فرار ہونا چاہتی ہے۔"

وہ کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی "اُسے فرار ہونے دو۔ تمھارا کیا جاتا ہے؟"

"کیسی باتیں کرتی ہو؟ آبدوز والے کہیں گے کہ میں نے اُسے بھگایا ہے۔ وہ کبھی یقین نہیں کریں گے کہ میرے اتنے آدمیوں کو وہ مار پیٹ کر یہاں سے نکل گئی ہے۔"

"پاپا! وہ یقین کر لیں گے کیونکہ جس تنظیم کے لوگ پکڑنے آ رہے ہیں۔ اُن کے اہم ترین آدمی سونیا اور فرہاد کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ وہ یقین کر لیں گے۔"

"نہیں سارا! تم سونیا کو اصل فرہاد کے راستے سے دُور بھگانے کے لیے ایسا کہہ رہی ہو۔"

"میں اِس لیے بھی کہہ رہی ہوں کہ یہ جہاز سونیا کے ہاتھوں تباہی سے محفوظ رہے گا۔"

وہ دانت پیس کر بولا "میں اچھے اچھے بدمعاشوں کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک چکا ہوں۔ تم سونیا کو راستے سے ہٹانا ہی چاہتی ہو تو وہ ہمارے ہاتھوں سمندر کی تہہ میں جائے گی۔"

"پاپا! میری دلی خواہش ہے کہ سونیا مر جائے اور فرہاد صرف میرا ہو جائے لیکن کسی دن بھی فرہاد ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرے گا تو مجھے سونیا کی قاتلہ کی حیثیت سے پہچان لے گا۔ لہٰذا فرہاد کا دل جیتنے کے لیے میں سونیا کو مرنے نہیں دوں گی۔"

"اور اگر کبھی فرہاد نے پوچھا کہ تم نے سونیا کو نقلی فرہاد کی آغوش میں کیوں پہنچا دیا تو؟"

"تو میں جواب دوں گی کہ مکاری کی ابتدا سونیا سے ہوئی تھی۔ نقلی فرہاد میرے سامنے بھی آیا لیکن میں نے اصلیت جان لی۔ عورت اپنی ذہانت سے مرد کے فریب سے بچتی ہے۔ اگر سونیا اُس کی اصلیت نہ جان سکے تو اِس میں میرا کیا قصور ہے؟"

"نہیں سارا! جس طرح تم اُسے موت سے بچا سکتی ہو اسی طرح غلطی سے بھی بچا سکتی ہو۔ فرہاد سونیا کی اِس غلطی کا حساب تم سے لے گا۔"

وہ کوئی جواب نہ دے سکی۔ تذبذب میں پڑ گئی۔ وہ چشمِ تصور میں دیکھ رہی تھی کہ فرہاد اُس کے سامنے آگیا ہے اور اُس سے کہہ رہا ہے "رومانہ! جس طرح تم نے اپنے حُسن و شباب کو میری امانت سمجھ کر سنبھال رکھا تھا۔ اسی طرح سونیا کو بھی تم سنبھال سکتی تھیں۔ جواب دو کہ تم نے اُسے نقلی فرہاد کی تنہائی میں کیوں بھیج دیا۔ جواب دو؟"

رومانہ پریشان ہو کر ڈراگون کو دیکھنے لگی "پاپا! میں کیا کروں؟ سونیا گلے میں ہڈی کی طرح اٹک گئی ہے۔ اُس نے مجھے فرہاد کے راستے سے ہٹانا مگر میں اُسے ہٹا نہیں سکتی۔ میں لیوِن کے سلسلہ میں ایک بار اُسے ناراض کر چکی ہوں۔ اب ایسا کروں گی تو مجھے کبھی اُس کا پیار نہیں ملے گا۔"

"تم خواہ مخواہ اب تک پریشان ہوتی رہیں۔ سونیا کو اُس کے حال پر چھوڑ دو۔ میں اُس سے نمٹ لوں گا۔"

"یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ آپ اُس کے خلاف کوئی قدم اٹھائیں گے اُس چڑیل کی سلامتی کے لیے میں آپ کے خلاف ہو جاؤں گی۔"

ڈراگون نے اُٹھتے ہوئے کہا "اِس کی نوبت نہیں آئے گی۔ میں سو

کو نرمی سے سمجھا لوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ رومانہ بھی وہاں سے اُٹھنا چاہتی تھی۔ اتنے میں سونیا اور عازم آگئے۔ وہ بولی "سونیا! یہاں بیٹھو۔ میں ایک اہم بات کہنا چاہتی ہوں۔"

سونیا اور عازم بیٹھ گئے۔ سونیا نے کہا "بات کرو مگر مکاری کی نہیں۔"

"میں اب تک مکاری سے پیش آ رہی تھی مگر اب سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں کہ یہ فرہاد نہیں ہے اُس کا نام عازم ہے۔"

سونیا نے ایک زور کا قہقہہ لگایا "میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تم کوئی نئی چال چلو گی۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ کیا تم بُو سے نہیں پہچان سکتیں؟"

"بے شک! مجھے کسی حد تک شبہ ہے لیکن بُو وقتی طور پر بدلتی ہے۔ بہت پہلے کی بات ہے۔ میں ماسٹر لوشے کے ساتھ فرہاد کو شکار کرنے کے لیے پاکستان گئی تھی۔ میں اُس کی بُو پا کر ماسٹر لوشے کو اُس کی راہ پر لگانا چاہتی تھی لیکن اُس نے اپنے بچاؤ کا عجیب طریقہ اختیار کیا۔ اپنے بدن پر خوشبو چھڑکنے لگا۔ تیز خوشبو کے باعث اُس کی اپنی مخصوص بُو چھپ گئی تھی۔ میں اُسے تلاش کرنے میں ناکام رہی۔

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بعض حالات میں انسان کے آس پاس ایسی خوشبو یا بدبُو ہوتی ہے کہ اُس کی اپنی مخصوص بُو وقتی طور پر دب جاتی ہے۔ کیا تمھیں معلوم ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی جنس تبدیل کرے یعنی قدرتی طور پر رفتہ رفتہ مرد سے عورت بنتا جائے تو ہارمونز کی کمی یا بیشی کے باعث اُس کے جسم کی بُو تبدیل ہو جاتی ہے۔"

عازم نے دیدے پھاڑ کر پوچھا "تمھارا کیا مطلب ہے۔ کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں مرد سے عورت بن رہا ہوں؟"

سونیا نے کہا "ہاں۔ میں سنجیدگی سے سوچ رہی ہوں کہیں بدمعاشوں نے ہارمونز کی تبدیلی کا انجکشن تمھیں نہ لگایا ہو۔"

"نہیں میں مرد ہوں۔ مرد ہی رہوں گا۔"

رومانہ نے کہا "عازم! اب اِس ڈرامہ کو ختم کرو۔ سونیا کو بتا دو کہ میں نے اصل فرہاد کے راستے سے اِسے ہٹانے کے لیے تمھارے ساتھ لگا دیا ہے۔"

عازم کو اپنی جان کی پڑی تھی۔ وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ آبدوز والے بھی اُس کی شکل دیکھ کر اُسے فرہاد سمجھیں گے۔ اُس کے بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ فرہاد بن کر سونیا کی محبت اور دیوانگی سے فائدہ اٹھائے اور آبدوز کے آنے سے پہلے وہاں سے فرار ہو جائے۔ لہٰذا اُس نے رومانہ کو تعجب سے دیکھ کر پوچھا "ڈرامہ! تم کون سا ڈرامہ ختم کرنے کو کہہ رہی ہو؟ مجھے یہ یاد ہے کہ تم سونیا کو میرے راستے سے ہٹانے کی تدبیر سوچ رہی تھیں۔"

رومانہ غصہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی "عازم! تم چالاک بننے کی کوشش کرو گے تو میں تمھارا سر توڑ دوں گی۔"

سونیا اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی بولی "جو شخص اپنا سب کچھ بھول چکا ہو اور ایک معصوم بچے کی طرح سہارے کا محتاج ہو۔ اُس پر ہاتھ اٹھانا دانش مندی یا دلیری نہیں ہے۔"

"تو پھر یہ مجھے غصہ کیوں دلا رہا ہے؟"

"یہ مجھے بھی اکثر غصہ دلایا کرتا تھا۔ یہ لاشعوری طور پر اپنی حرکتوں سے خود کو فرہاد ثابت کر رہا ہے۔"

"سونیا! یہ فرہاد نہ ہوا تو بعد میں تم پچھتاؤ گی۔"

"تم میری ہمدرد کیوں بن گئی ہو؟"

"اس لیے کہ میں اپنے فرہاد کو شکایت کا موقع نہیں دینا چاہتی۔ ایک دن وہ مجھ سے کہے گا کہ میں نے تمھیں اتنی بڑی غلطی سے باز کیوں نہ رکھا؟"

"اچھا تو تم نے مجھے غلطی سے باز رکھنے کا فرض ادا کر دیا۔ اب میں باز نہ آؤں تو یہ میری غلطی ہو گی۔ کیوں فرہاد! ٹھیک ہے نا؟ تم رومانہ کو کبھی الزام نہ دینا۔ چلو یہاں بیٹھنا مناسب نہیں ہے۔"

وہ عازم کے بازو میں بازو ڈال کر وہاں سے جانا چاہتی تھی۔ پھر دُور سے ڈراگون کو آتے دیکھ کر رُک گئی۔ رومانہ ایزی چیئر پر بیٹھتی ہوئی بولی "پاپا! اِدھر آؤ۔ دیکھو میں نے سونیا کو حقیقت بتا دی ہے لیکن پھر بھی یہ عازم کو فرہاد سمجھنے پر مُصر ہے۔"

ڈراگون نے قریب آ کر کہا "ٹھیک ہے سارا! تم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب سونیا اپنی مرضی سے دھوکہ کھانا چاہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

سونیا نے کہا "میں خوب سمجھتی ہوں۔ تم چاہتے ہو کہ میں اِسے فرہاد کی نقل سمجھوں اور کسی خیالی فرہاد کے انتظار میں فرار ہونے کا ارادہ ترک کر دوں۔ نہیں مسٹر ڈراگون! میں پھر ایک بار سمجھاتی ہوں کہ اپنی موٹر بوٹ میرے حوالے کر دو۔ آیندہ زندگی کے کسی موڑ پر میں بھی تمھارے کسی کام آؤں گی۔"

ڈراگون نے کہا "سونیا! تمھاری جیسی عورت سے دوستی قائم رکھتے ہوئے مجھے بے حد خوشی ہو گی لیکن تم ہی بتاؤ کہ تمھارے فرار ہونے کے بعد وہ لوگ مجھ سے کس بُری طرح پیش آئیں گے۔"

"تم کہہ سکتے ہو کہ فرہاد یہاں پہنچ گیا تھا اور ٹیلی پیتھی کے ذریعہ تمھیں ذہنی اذیتیں پہنچا رہا تھا۔ لہٰذا تم سونیا اور فرہاد کو فرار ہونے سے نہ روک سکے۔"

رومانہ نے کہا "پاپا! میں سونیا کی حمایت کروں گی۔ پلیز آپ موٹر بوٹ اِن کے حوالے کر دیں۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اُس نے اپنے ایک ماتحت کو بُلا کر کہا "چابیاں لے کر ایمرجنسی روم میں آؤ۔"

ماتحت ایک طرف چلا گیا۔ ڈراگون، سونیا، رومانہ اور عازم جہاز کے نچلے حصّہ کی طرف جانے لگے۔ ڈراگون نے کہا "اس موٹر بوٹ میں زیادہ

سے زیادہ ایک ہفتہ کا راشن اور پانی رکھا جا سکتا ہے۔ اتنا ہی ڈیزل اور پٹرول ہوگا۔ موٹر بوٹ میں قطب نما اور نقشہ موجود ہے۔ اگر ایک ہفتہ کے اندر تم دونوں خشکی تک نہ پہنچ سکو گے تو پھر اس سمندر میں بھوکے پیاسے مرنے کی نوبت آجائے گی۔"

سونیا نے کہا: "کوئی بات نہیں۔ ہم ایک ہفتہ تک تو زندہ رہیں گے۔"

وہ جہاز کے بڑے بڑے انجنوں کی طرف سے گزرتے ہوئے ایک دروازے کے سامنے پہنچے، جس پر ایمرجنسی ایگزٹ لکھا ہوا تھا، ڈراگون کا ماتحت چابیاں لے کر آگیا۔ ڈراگون نے دروازے کے لاک میں ایک چابی ڈالی۔ پھر حیرانی سے بولا: "ارے یہ تو کھلا ہوا ہے۔ اندر کون ہے؟"

اندر سے آواز آئی: "یہ تمھاری موت۔ دروازہ کھولنے والا جہنم میں پہنچ جائے گا۔"

وہ لوگ دروازے کے دونوں طرف دیوار سے لگ کر کھڑے ہوگئے۔ سونیا نے ڈراگون کو گھورتے ہوئے پوچھا: "مجھے روکنے کے لیے تم کوئی چال تو نہیں چل رہے ہو؟"

وہ ناگواری سے بولا: "تمھارے شک و شبہ کا میرے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔"

سونیا نے چیخ کر کہا: "میں اندر والوں کو وارننگ دیتی ہوں کہ باہر آجاؤ، ورنہ اس ایمرجنسی ایگزٹ کو ہینڈ گرینیڈ سے اُڑا دیا جائے گا۔"

اندر سے آواز آئی: "اس سے پہلے ہی ہم نے ایگزٹ کا دروازہ کھول رکھا ہے اور ہم موٹر بوٹ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ دروازہ کھلتے ہی ہم فائرنگ کریں گے اور موٹر بوٹ کو لے کر کھلے سمندر میں چلے جائیں گے۔"

"آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

"فرہاد کو تمھارے ساتھ دیکھ لینے کے بعد اور کیا چاہیں گے؟ صرف یہ کہ تم دونوں آبدوز کے آنے تک شرافت سے جہاز میں رہو۔ سپر ماسٹر کوئی نادان بچہ نہیں ہے۔ وہ سمجھتا تھا کہ بیچ سمندر میں فرار ہونے کا یہی ایک راستہ ہے جسے اب بند کر دیا گیا ہے۔"

سونیا نے آہستگی سے پوچھا: "مسٹر ڈراگون! کیا سمندر کی طرف کھلنے والا دروازہ کسی طرح بند نہیں کیا جا سکتا؟"

"نہیں، اس دروازے کو کھولنے اور بند کرنے والی کل اسی کمرے میں ہے۔ ہم باہر سے کچھ نہیں کر سکتے۔"

وہ جھنجلا کر بولی: "جب ہم کچھ نہیں کر سکتے ہیں تو پھر میں انھیں بھی آرام سے نہیں بیٹھنے دوں گی۔ انھیں یہاں سے بھگاؤں گی تاکہ وہ کھلے سمندر میں دن کے وقت دھوپ میں جلیں اور رات کو سردی سے ٹھٹھرتے رہیں۔ کیا تمھارے پاس ریوالور ہے؟"

ڈراگون نے کہا: "نہیں ہے۔ تم کیا کرنا چاہتی ہو۔ پلیز انھیں یہاں سے بھاگنے پر مجبور نہ کرنا۔ میری تیس ہزار ڈالر کی موٹر بوٹ چلی جائے گی۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی سونیا نے گھوم کر دروازے پر ایک لات ماری۔ پھر بڑی پھرتی سے ایک طرف ہوگئی۔ دروازہ ایک جھٹکے سے کھلتے ہی ٹھائیں ٹھائیں کی آواز گونجی۔ موٹر بوٹ کا انجن غرّایا۔ سونیا نے پرس میں سے آئینہ نکال کر دیکھا۔ اندرونی منظر دکھائی دے رہا تھا۔ موٹر بوٹ تیزی سے پھسلتی ہوئی ایگزٹ سے نکل رہی تھی۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھنے والے نے آئینہ کی طرف فائر کیا۔ سونیا نے ہاتھ ہٹا لیا۔ یہ سب کچھ جیسے چشم زدن میں ہوا۔ پھر سناٹا چھا گیا۔

وہ سب دوڑتے ہوئے اندر آئے۔ ایگزٹ ڈور کے باہر دور سمندر میں وہ موٹر بوٹ تیزی سے جاتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ ڈراگون نے سونیا کو گھونسہ دکھاتے ہوئے کہا: "میں تمھارا منہ توڑ دوں گا۔ وہ میری موٹر بوٹ لے گئے۔ تم نے انھیں بھگا کر کیا پا لیا؟"

"وہ اطمینان جو دشمنوں کو میدان سے بھگا کر حاصل ہوتا ہے۔ اب میں دیکھوں گی کہ اس جہاز میں اور کتنے دشمن ہیں؟"

"ارے تو کیا مجھے اور نقصان پہنچاؤ گی؟ دیکھو سونیا! اب تو فرار کا راستہ نہیں رہا۔ وہ آبدوز والے ضرور آئیں گے اور تمھیں ضرور پکڑ کر لے جائیں گے۔ تم اُن کا غصہ مجھ پر کیوں اُتار رہی ہو۔"

وہ کوئی جواب دیے بغیر چلی گئی۔ عازم اُس کے پیچھے پیچھے تھا۔ رومانہ ناگواری سے بولی: "یہ تو اس کی دُم کی طرح پیچھے لگ گیا ہے نان سنس۔"

ڈراگون نے ایگزٹ ڈور کو بند کرتے ہوئے کہا: "آؤ میلینا! اور میرے آدمیوں کو محتاط رہنا ہوگا۔ یہ عورت کسی وقت بھی ہنگامہ کر سکتی ہے۔"

رومانہ نے اُس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا: "پپا! مجھے ایک اسٹین گن اور کچھ ہینڈ گرینیڈ کی ضرورت ہے۔"

"کیا اب تمھارا دماغ خراب ہو رہا ہے؟"

"آپ جو بھی سمجھیں۔ میں سونیا کو دشمنوں کے ہتھے نہیں چڑھنے دوں گی۔"

"تم عورتوں کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ کچھ دیر پہلے سونیا کو راستے سے ہٹانا چاہتی تھیں۔ اُس کی موت کی تمنا کر رہی تھیں۔"

"اب بھی یہی تمنا ہے لیکن آنکھوں کے سامنے مرتے یا مصیبت میں گرفتار ہوتے دیکھوں گی اور اُس کی سلامتی کے لیے جدوجہد نہیں کروں گی تو فرہاد کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا۔"

وہ جھلا کر بولا: "تم سب جہنم میں جاؤ، میرا سکون برباد ہو گیا ہے۔"

"پپا! میرے اور سونیا کے جہنم میں جانے کا تماشہ یہاں کے تمام

مسافر ڈوبتے ڈوبتے دیکھیں گے۔ اُن مسافروں میں تم بھی شامل ہو۔"

وہ زینے پر چڑھتے ہوئے اوپر آئے۔ ڈراگون نے کہا: "اچھا جاؤ۔ ابھی میرا دماغ نہ کھاؤ۔ میں سوچوں گا کہ تمھیں اسٹین گن وغیرہ دینا چاہیے یا نہیں؟"

وہ اپنے کیبن کی طرف چلا گیا۔ رومانہ نے دوپہر کا کھانا نہیں کھایا تھا۔ اب شام ہو رہی تھی۔ وہ ڈائننگ ہال کی جانب بڑھ گئی۔ وہاں ایک میز کے اطراف سونیا اور عازم کھانے میں مصروف تھے۔ عازم نے کہا: "تم ایسے اطمینان سے کھا رہی ہو جیسے برسوں زندہ رہنا ہے۔ خدا کے لیے کچھ سوچو۔"

وہ لقمہ چباتی ہوئی بولی: "جو لوگ موت کے ڈر سے سوچتے ہیں وہ احمق ہیں۔ ارے موت تو آئے گی ہی۔ ہمیں اچھی طرح کھا پی کر موت کے خلاف جینے کی تیاری کرنا چاہیئے۔ تعجب ہے کہ یادداشت گم ہوتے ہی تم اتنے بزدل کیوں بن گئے ہو؟"

وہ میز پر گھونسہ مارتے ہوئے بولا: "کس کی یادداشت گم ہوئی ہے؟ جہنم میں گیا تمھارا فرہاد۔ میں سمجھ رہا تھا کہ فرہاد بن کر رہوں گا تو تم میرے بچاؤ کی تدبیر کرو گی۔ اب کیا خاک کرو گی؟ موٹر بوٹ تو وہ لے گئے۔ لعنت ہے تمھارے کھانے پر۔ حلق تک ٹھونسے جا رہی ہو۔"

وہ حیرانی سے بولی: "تمھیں کیا ہو گیا ہے؟"

"مجھے فرہاد ہو گیا ہے۔ نہیں پہلے فرہاد ہوا تھا۔ اب عازم ہو گیا ہے۔ میں پینا چاہتا ہوں۔ مرنے سے پہلے اتنی شراب پیئوں گا کہ موت کا چہرہ نظر نہیں آئے گا۔"

وہ ہمدردی سے اُس کا ہاتھ تھام کر بولی: "اُس حرام زادی رس نتی سے نے تمھیں ذہنی طور پر مار ڈالا ہے۔ پتہ نہیں اس کی پلائی ہوئی دوائیں کیا کیا اثر دکھائیں گی۔ مجھے ڈر ہے کہ تم پاگل نہ ہو جاؤ۔"

وہ ہاتھ جھٹک کر کھڑا ہو گیا: "ہاں میں پاگل ہوں۔ مجھے تو اُسی وقت پاگل ہو جانا تھا جب میں یہ صورت لے کر پیدا ہوا تھا۔ یہاں تو کوئی مجھے عازم نہیں سمجھے گا۔ ہائے شبانہ! دیکھو میں تم سے بچھڑ کر کیسے موت کے منہ میں جانے والا ہوں۔"

"یہ تم کس شبانہ کو پکار رہے ہو؟"

"اپنی بیوی کو۔ تم کون ہوتی ہو پوچھنے والی۔ شبانہ... شبانہ..."

سونیا اُٹھ کر کھڑی ہو گئی: "ارے کیا تم سچ مچ پاگل ہو گئے ہو؟"

اتنے میں رومانہ وہاں پہنچ گئی۔ اُس نے کہا: "یہ پاگل نہیں ہے۔ اُس نے مجھے بتایا تھا کہ اس کا نام عازم ہے اور یہ استنبول میں اپنی بیوی شبانہ سے بچھڑ گیا ہے۔"

سونیا نے ناگواری سے پوچھا: "کیا تم فرہاد کے پاگل پن سے فائدہ اُٹھا کر مجھے احمق بنانا چاہتی ہو؟"

"یہ فرہاد ہے یا نہیں۔ ابھی پتہ چل جائے گا۔"

رومانہ نے پتلون کی جیب سے چند ڈالر نکال کر عازم کو دیتے ہوئے کہا: "جاؤ پیو اور موج کرو۔"

عازم وہ چند نوٹ لے کر دوڑتا ہوا کاؤنٹر پر گیا۔ سونیا حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ کاؤنٹر پر پیالہ پیگ ملتے ہی عازم نے ایک عادی شرابی کی طرح ایک ہی سانس میں ساری وہسکی حلق سے اُتار لی۔ پھر وہ کاؤنٹر پر شیشے کے جام کو پٹخ کر بولا: "کیا مجھے بچہ سمجھ کر ایک بوند پلاتے ہو۔ بوتل لاؤ۔ میں سالی سونیا کو بتاؤں گا کہ فرہاد کے باپ نے بھی کبھی اتنی نہ پی ہوگی۔"

سونیا ایک گہری سانس لے کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ رومانہ نے اُس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا: "اب یقین آیا؟"

"ہاں۔ بہت پہلے فرہاد کا برین واش کیا گیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو بھول گیا تھا۔ اُس کے باوجود اُس نے شراب نہیں پی تھی۔ یہ تو پی رہا ہے۔"

رومانہ نے کہا: "شکر ہے کہ تمھیں عقل آگئی۔"

سونیا عازم کو دیکھے جا رہی تھی: "تعجب ہے۔ میں نے آج تک کسی انسان کی ایسی مکمل کاربن کاپی نہیں دیکھی۔ اب بھی فرہاد سمجھ کر دل اُس کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔"

"تو پھر چلی جاؤ اُس کی آغوش میں۔"

سونیا ہنستی ہوئی بولی: "میں کیا اس کی آغوش میں جاؤں گی؟ یہ خود ہی جہنم میں جائے گا۔ بے چارہ چیختا چلاتا ہی رہے گا مگر سپر ماسٹر کے آدمی اِسے فرہاد سمجھ کر لے جائیں گے۔"

رومانہ مسکراتی ہوئی بولی: "مجھے بھی اس بات کی خوشی ہے کہ دشمن دھوکا کھا جائیں گے اور ہمارے فرہاد سے اُن کی توجہ ہٹ جائے گی۔"

رومانہ نے ہمارا فرہاد کہا تو سونیا جل کر اُسے دیکھنے لگی۔ وہ فرہاد کو صرف اپنی جاگیر سمجھتی تھی لیکن اُس وقت رومانہ سے اُلجھنا مناسب نہ تھا۔ وہ صبر کرتی ہوئی بولی: "دشمن کو مزید فریب دینے کے لیے ہمیں عازم سے دلچسپی لینی ہوگی۔"

رومانہ نے تائید کی: "ہاں مگر مجھے اُس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم کیا سمجھتی ہو کہ مجھے اُس سے کوئی لگاؤ ہے؟"

"تم تو ناراض ہو گئیں میری کالی مینا! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ دشمن تمھارے حوالے سے فرہاد تک پہنچنا چاہتے تھے۔ اُن کی یہ خواہش اس طرح پوری ہوگی کہ تم عازم کو فرہاد کہہ کر اُس سے عشق کرتی رہو۔"

"کیا مصیبت ہے۔" سونیا ناگواری سے اُٹھ گئی۔ کاؤنٹر کے پاس جا کر بولی: "فرہاد! ٹھیک ہے کہ تم نے پینا سیکھ لیا ہے مگر میں تمھیں زیادہ پینے نہیں دوں گی۔"

"ایں۔" وہ نشہ میں جھومتے ہوئے بولا: "تم... تم اب بھی مجھے فرہاد کہہ رہی ہو؟"

"اگر بچے کی عادت بگڑ جائے اور وہ نشہ شروع کردے تو اُس کا نام نہیں بدل۔۔۔ جاناں۔ آؤ میرے لال میرے ساتھ چلو۔"

وہ لڑکھڑاتا ہوا رومانہ کی طرف بڑھا۔ "رومانہ! تم اِس کالی بلا کو سمجھا دو کہ میں سالا فرہاد نہیں ہوں۔"

رومانہ نے کہا۔ "میں جھوٹ کیسے بولوں؟ تم سالے فرہاد ہو۔"

"ابے رے تم نے بھی پٹری بدل دی۔ میں تم دونوں کا خون پی جاؤں گا۔"

"جتنی شراب پی لی ہے اتنا ہی کافی ہے۔ اِسے اچھی طرح یاد رکھو۔ تم کتنے ہی رنگ بدلو گے۔ ہم تمھیں فرہاد ہی ثابت کریں گے۔ اگر تمھاری زندگی رہی تو آئندہ اِس دُنیا کو دیکھتے رہو گے۔ ورنہ فرہاد کی جگہ لازماً جان دو گے۔"

سونیا دونوں بانہیں پھیلا کر اُس کی طرف بڑھی۔ "میری جان! میرے فرہاد!"

دوسری طرف سے رومانہ نے عاشقانہ حملہ کیا۔ "نہیں میری جان! تم میرے فرہاد ہو۔"

وہ چکرا کر دھم سے فرش پر گر پڑا۔ تقدیر اٹل فیصلہ سنا رہی تھی۔ اُسے ہر حال میں قربانی کا بکرا بننا ہی تھا۔

○

میں فرہاد علی تیمور زخمی حالت میں بستر پر پڑا ہوا تھا۔ ملایا کے جنگل کی آدھی رات گزر چلی تھی۔ کھڑکی کے باہر چاندنی میں ہرا بھرا جنگل نظر آ رہا تھا۔ میرا ایک وفادار "سے تو" نامی شخص اپنے چند آدمیوں کے ساتھ شبانہ اور ونود شرما کو دُور جنگل سے لانے گیا تھا اور میں کاٹج کی تنہائی اور خاموشی میں سونیا، رومانہ اور عازم کی سوچیں پڑھ رہا تھا۔

قربانی کا بکرا بننے والا عازم نشہ میں چُور تھا۔ سونیا اور رومانہ نے تھوڑی سی کوشش کے بعد اُسے ایک کیبن میں لے جا کر سُلا دیا۔ وہ دونوں عورتیں ایک دوسرے کی دشمن تھیں لیکن رومانہ میری خاطر سونیا کو پیش آنے والے خطرات سے محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔ اِس لیے وقتی طور پر دونوں کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا تھا اور وہ اِس موضوع پر بحث کر رہی تھیں کہ آبدوز کب تک آئے گی اور انھیں دشمنوں کے استقبال کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

میں نے اُن دونوں کو اپنے طور پر سوچنے سمجھنے کے لیے اُن کے حال پر چھوڑ دیا۔ مجھے اطمینان تھا کہ آبدوز کی آمد سے پہلے میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ سُپر ماسٹر کا یہ اندازہ دُرست ہو گا کہ ناگ اپنی ناگن کے پاس فوراً پہنچا ہے۔

میں شبانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک برگد کے سائے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ جنگل میں دہشت کے مارے نیند نہیں آ رہی تھی۔ اُس کے سامنے ونود شرما گھاس پر اوندھا لیٹا ہوا تھا۔ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ایک پاؤں میں کانٹا چُبھا ہوا تھا اور وہ چاروں شانے چت لیٹ نہیں سکتا تھا کیونکہ بیٹھنے کی جگہ میں بھی ایک کانٹا گھسا ہوا تھا۔ وہ دونوں کانٹے اس نوعیت کے تھے کہ آپریشن یا معقول دواؤں کے انتظام کے بغیر نکالے نہیں جا سکتے تھے۔ ان کانٹوں کے چبھنے کا اثر یہ ہوتا تھا کہ بار بار کھجلی ہوتی تھی اور وہ بار بار اپنی ٹانگ کو اور بیٹھنے کی جگہ کو ہلاتے ہوئے ہی ہی ہی ہی کرتا تھا۔

"ہی ہی ہی ہی۔ یہ کھجلی مجھے مار ڈالے گی۔ کوئی ہے۔ میری مدد کرو۔ میں مر جاؤں گا۔۔۔"

شبانہ نے کہا "کیوں چیخ رہے ہو۔ تمہاری آواز پر انسانوں کی بجائے درندے آگئے تو کیا ہو گا؟"

"آنے دو۔ کھجلی بھری زندگی سے تو موت اچھی ہے۔"

"وہ سامنے دلدل ہے۔ وہاں جا کر مر جاؤ۔"

وہ بظاہر ایک دلدل تھی مگر حقیقتاً مجرموں کے خفیہ اڈے کا چور راستہ تھا۔ میں ایک بار اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ چاندنی رات میں ایک جیپ کار اُس دلدل میں جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ جیپ کار دلدل کے ساتھ زمین میں دھنسنے لگی۔ میں نے قریب پہنچ کر دیکھا۔ وہ دلدل کے نیچے گہرائی میں جا کر تھم گئی تھی۔ پھر اُس گہرائی کی ایک دیوار دروازے کی طرح کُھل گئی اور جیپ اُس دروازے سے گزرتی ہوئی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ دروازہ بند ہوا۔ اُس کے بعد وہ دلدل آہستہ آہستہ بلند ہوتی ہوئی اپنی جگہ واپس آگئی۔ اُس دلدل سے دبیز کیچڑ کے بُلبلے اُٹھ رہے تھے۔ ہلکا ہلکا سا دُھواں پھیل رہا تھا۔ وہاں سے گزرنے والے اُسے سچ مچ دلدل سمجھ کر کتراتے تھے کہ کہیں اس میں گر کر دھنستے نہ چلے جائیں۔

ونود شرما دلدل کو دیکھ کر گھٹنوں کے بل اُٹھ گیا۔ تکلیف کی شدت سے چیخ کر بولا۔ "میں زندہ نہیں رہوں گا۔ ہی ہی ہی۔ یہ کھجلی مجھے موت سے بھی زیادہ مار رہی ہے۔ اب مجھے اس دلدل میں ہی سکون ملے گا۔"

وہ ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل رینگتے ہوئے دلدل کی جانب بڑھنے لگا۔ شبانہ راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔ "کیا پاگل ہو گئے ہو؟ تکلیف برداشت کرو۔"

"نہیں کر سکتا۔ میں برداشت نہیں ہی ہی ہی کر سکتا۔ ہٹ جاؤ رات سے۔۔۔"

وہ ایک ہاتھ اُٹھا کر اُسے مارنے لگا۔ شبانہ نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ جیسے سچ مچ رینگنے والا جانور بن گیا تھا۔ گھگھیا کر دانتوں سے کاٹنے کے لیے آگے بڑھا۔ شبانہ چیخ کر دُور ہو گئی۔ میں چاہتا تو سوچ کے ذریعہ اُسے روک سکتا تھا لیکن ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ تو معلوم ہی تھا کہ وہ دلدل میں نہیں دھنسے گا۔ مایوس ہو کر اُسے واپس آنا پڑے گا۔

مسلسل کھجلی نے اُسے جنون میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ تیزی سے رینگتا ہوا دلدل کے کنارے پہنچ گیا۔ شبانہ نے پیچھے سے اُس کی زخمی ٹانگ پکڑ لی۔ "رُک جاؤ شرما! تم خودکشی کرو گے تو میں تنہا رہ جاؤں گی۔"

شرما نے گدھے کی طرح دوسری ٹانگ چلائی۔ جو شبانہ کے مُنہ پر لگی۔ وہ پیچھے کی طرف اُلٹ گئی۔ آگے کی طرف وہ دیوانہ وار رینگتا ہوا

دلدل میں چلا گیا۔ وہاں بُلبلے اُٹھ رہے تھے۔ وہ دھوئیں میں دُھندلا رہا تھا لیکن دلدل اُسے اپنے اندر جذب نہیں کر رہی تھی۔ وہ اپنے ہاتھوں کی کہنیوں اور رانوں تک دھنسا ہوا تھا۔ اُس کے بعد اُسے تہہ میں زمین ٹھوس لگ رہی تھی۔

اُس نے سوچا آگے دلدل گہری ہو گی۔ وہ آگے بڑھتا ہوا درمیانی حصہ میں پہنچ گیا لیکن دلدل کو بھی اُس سے دشمنی تھی۔ اُسے اپنے اندر نہیں کھینچ رہی تھی۔ وہ جھنجلا کر کیچڑ میں ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔ "بھگوان کو بھی مجھ سے دشمنی ہو گئی ہے۔ ہی ہی ہی ہی کھجلی۔۔۔"

شبانہ نے کنارے سے آواز دی۔ "شرما! خُدا کے لیے باہر آ جاؤ۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ یہ جنگل مجھے کھا جائے گا۔"

"میں نہیں آؤں گا۔" وہ کیچڑ پر ہاتھ مارنے لگا۔ "میں باہر نہیں آؤں گا۔" اُس کا گھونسہ دلدل کی تہہ میں ٹھوس سطح پر پڑ رہا تھا۔ "میں یہاں مر جاؤں گا۔۔۔"

اچانک زمین لرزنے لگی۔ شبانہ گھاس پر گر پڑی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے زلزلہ شروع ہو گیا ہو۔ چند لمحوں بعد ہلکی سی گڑگڑاہٹ سُنائی دی۔ پھر شبانہ کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے دلدل زمین میں دھنس رہی تھی۔ شرما نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اُسے یقین ہو گیا تھا کہ خودکشی کی تکمیل ہو رہی ہے۔

"نکل آؤ شرما!" شبانہ نے آواز دی۔ اس وقت تک وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ زمین کے اندر ڈوب گیا۔ وہ سہم سہم کر آگے بڑھتی ہوئی کنارے پر آئی۔ نیچے جھانک کر دیکھا تو وہ دلدل بدستور نیچے جا رہی تھی۔ پھر کافی گہرائی میں جا کر تھم گئی۔ پھر اُس نے دوسرا حیران کُن تماشا دیکھا۔ اُس گہرائی کی ایک دیوار ایک جانب سرک رہی تھی۔ گڑگڑاہٹ کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ اُس تماشے کو آگے نہ دیکھ سکی۔ وہ طلسم اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ زمین پھر لرزنے لگی۔ وہ دوڑ کر برگد کے تنے سے جا کر لگ گئی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُس گڑھے کی جانب دیکھنے لگی۔ چند لمحوں کے بعد وہ گڑھا پُر ہو چکا تھا۔ دلدل اپنی جگہ واپس آ کر تھم گئی تھی مگر اب وہاں ونود شرما نظر نہیں آ رہا تھا۔

اُس کی سمجھ میں یہی آیا کہ آخر اُس بے چارے کو دلدل نے نگل ہی لیا ہے۔ وہ رونے لگی۔ حالانکہ شرما نے کبھی اُس کی عزت کا دشمن بننے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن بعض حالات میں دشمن کی موت پر بھی دل پسیج جاتا ہے۔ میں نے شبانہ کو اُس کے حال پر چھوڑ دیا۔ کیونکہ وہاں "سے تو" اُسے لینے آنے ہی والا تھا۔ میں ونود شرما کے دماغ میں پہنچ گیا۔

ہی ہی ہی ہی۔ کھجلی اُسے گدگدا رہی تھی اور وہ دہشت زدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ دلدل نے اُسے ایک بہت بڑے گیراج میں پہنچا دیا تھا۔ وہاں ایک ٹرک ایک جیپ اور دو ویگن کاریں نظر آ رہی تھیں۔ دُور کہیں سے جنریٹر کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ جس کے ذریعہ بجلی کے قمقمے روشن تھے۔ اس روشنی میں کچھ لوگ اسٹین گن اور رائفلیں لیے نظر آ رہے تھے۔

ایک نے پوچھا "کون ہو تم؟"

"ونود شرما۔ مجھے نہ مارو۔ میں ہندوستان کا ایک ارب پتی بزنس مین ہوں۔ ہی ہی ہی ہی۔ میری مدد کرو۔ میں اپنی ساری دولت تمھیں دے دوں گا۔"

ایک شخص نے دیوار سے لگے ہوئے مائیکروفون کو آن کرتے ہوئے کہا۔ "ہیلو! ملیا آرے سے لائے ہوئے سامان میں ونود شرما کا سامان الگ کرواور دیکھو اُس میں چیک بک موجود ہے یا نہیں؟"

پھر اُس نے مائیکروفون کو آف کرنے کے بعد شرما کو حکم دیا۔ "کھڑے ہو جاؤ۔ تم جانوروں کی طرح کیوں رینگ رہے ہو؟"

"میرے پاؤں میں اور۔۔۔ میں کانٹے چُبھ گئے ہیں۔ یہ وہی کھجلی والے ہی ہی ہی کانٹے ہیں۔ آپریشن اور دواؤں کے بغیر نکالے نہیں جا سکتے۔ فلاد گا ڈیک ستبتی جلدی ہو سکے۔ مجھے اِن کانٹوں سے نجات دلاؤ۔"

اُس شخص نے آگے بڑھ کر کانٹوں کو دیکھا۔ پھر سر ہلا کر بولا۔ "کم آن۔" شرما اس کے پیچھے پیچھے گھٹنوں کے بل چلتا ہوا گیراج کے پچھلے دروازے پر آیا۔ دوسری طرف ایک بہت بڑے ہال میں ایسی جگمگاتی ہوئی روشنی تھی کہ اُس کی آنکھیں چُندھیا گئیں۔ اُس نے آنکھیں میچ کر آہستہ آہستہ کھولنے کے بعد دیکھا بے شمار ہیرے جگمگا رہے تھے۔ ہال کے مختلف حصوں میں چھوٹی چھوٹی مشینوں کے پاس بیٹھے ہوئے کاریگر شاید ہیرے تراش رہے تھے اور اُنھیں مخصوص شکل میں ڈھال رہے تھے۔

شرما مسلسل کھجلی کے باعث ایسی ذہنی اذیت میں مبتلا تھا کہ وہ ہیرے اُسے کانچ کے ٹکڑے لگ رہے تھے۔ وہ اپنے راہنما کے پیچھے گھٹنوں کے بل چلتا جا رہا تھا۔ وہاں کے لوگ اُسے تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ بڑے ہال سے گزرنے کے بعد وہ ایک بڑے سے حوض کے پاس پہنچے۔ اُس حوض کے درمیان سے ایک راستہ دوسرے کنارے گیا تھا۔ وہ دوسرے کنارے پہنچا تو سامنے ایک دروازہ کُھل گیا۔ اندر۔۔۔ خوب صورتی سے سجا ہوا ڈرائنگ روم تھا۔ وہاں تین آدمی بیٹھے وہسکی سے شغل کر رہے تھے۔

شرما کی راہنمائی کرنے والا وہاں سے بھی گزرتا جا رہا تھا۔ شرما نے رونے کے انداز میں پوچھا۔ "میں کب تک رینگتا رہوں گا۔ پلیز مجھے تھوڑی سی وہسکی پلا دو۔"

ایک پینے والے نے شرما کے راہنما سے پوچھا۔ "ایڈی! اِس جانور کو کہاں سے پکڑ لائے ہو۔ کیا یہ دو پاؤں سے نہیں چل سکتا؟"

ایڈی نے جواب دیا۔ "یہ کھجلی والے کانٹے کا شکار ہے۔ آ تُو تُو تُو۔۔۔"

وہ چٹکی بجا کر شرما کو کتے کی طرح بلاتا ہوا ڈرائنگ روم سے نکل گیا۔ شرما رینگتا ہوا اُس کے پیچھے ایک کھلے صحن میں آیا۔ صحن کے بعد ایک بہت ہی خوب صورت خواب گاہ کا دروازہ کھلا۔ اُس کا فرش اتنا چکنا اور ٹھنڈا تھا کہ شرما آرام سے اوندھا لیٹ گیا۔ ہی ہی ہی ہی وہ ہنسنے کے انداز میں رونے لگا۔ لیٹے ہی لیٹے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ایک طرف دیوار پر بڑا سا شیشے کا اسکرین تھا۔ اسکرین کی جانب دیکھتے ہی وہ روشن ہوگیا۔ وہاں وہی دلدل نظر آرہی تھی۔ بلبلے اُٹھ رہے تھے۔ دھوئیں کی دھند پھیل رہی تھی۔ پھر اسکرین سادہ ہوگیا۔

کسی نے بٹن آن اور آف کرکے شرما کو یہ دکھایا تھا کہ اُسے کس طرح دلدل میں دیکھا گیا تھا۔ اُس نے سر گھما کر بٹن آف آن کرنے والے کو دیکھنا چاہا۔ دوسری جانب ایک آرام دہ پلنگ بچھا ہوا تھا۔ اُس پلنگ پر جو ہستیاں نیم دراز تھیں انھیں دیکھ کر شرما تھوڑی دیر کے لیے اپنی تکلیف بھول گیا۔

دو حسین عورتیں نرم کے ملائم بستر پر آدھی لیٹی ہوئی آدھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ دونوں کی صورت ایک جیسی تھی، ایک جیسا لباس تھا۔ لیٹنے کا انداز بھی ایک جیسا تھا۔ پھر وہ ایک ساتھ بولنے لگیں: "مسٹر شرما! تم کانٹوں سے نجات پانے کے لیے کتنی رقم ضائع کرسکتے ہو؟"

شرما حیرانی سے اُن دونوں عورتوں کا منہ تک رہا تھا کیونکہ دونوں کے ہونٹ ایک ساتھ ہل رہے تھے۔ الفاظ بھی ایک ساتھ ادا ہو رہے تھے۔ پھر وہ دونوں اُٹھ کر بیٹھیں اور پلنگ سے اُتر کر کھڑی ہوئیں تو شرما حیرت سے اُچھل کر گھٹنے کے بل چوپایہ بن گیا۔ وہ یقیناً حیرت انگیز تماشا تھا۔ دونوں کے اُٹھنے، بیٹھنے اور کھڑے ہونے میں ایک ساعت کا بھی فرق نہ تھا۔ وہ جیسے دو جسم اور ایک روح تھیں اور ایک ہی دماغ اور ایک ہی سوچ کے تحت حرکت میں آتی تھیں۔

وہ ایک ساتھ مسکراتی ہوئی بولیں: "مجھ پر بعد میں حیران ہوتے رہنا۔ میرے سوال کا جواب دو؟"

شرما نے کہا: "میرے پاس نقد رقم نہیں ہے جتنے کا چاہو چیک لکھوالو۔"

دونوں نے ایڈی کو مخاطب کیا: "ایڈی! شرما کی چیک بک اور قلم اُدھر رکھا ہے۔ اُٹھاؤ۔"

دونوں نے اپنا دایاں ہاتھ اُٹھا کر اُدھر اشارہ کیا۔ جدھر چیک بک اور قلم رکھا ہوا تھا۔ میں جو اتنی دیر سے شرما کے دماغ میں بیٹھا تماشا دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے برداشت نہ ہوسکا۔ اُن حسیناؤں کی آواز اور لہجے کی ڈور کو تھام کر اُن کے دماغ تک پہنچ گیا۔

لیکن دو میں سے کس حسینہ کے دماغ تک پہنچا؟

میں ذرا دیر کے لیے اُلجھ گیا۔ جب دونوں کا لب و لہجہ ایک تھا تو دماغی سوچ کا لہجہ بھی وہی ہوگا لیکن دماغ تو ایک نہیں ہوسکتا۔ جب جسم الگ الگ ہوتے ہیں۔ سر الگ الگ ہوتا ہے تو ہر سر میں اُس کا اپنا الگ دماغ ہوتا ہے۔ اُن دونوں کے دماغ یقیناً مختلف تھے لیکن یہ ثابت ہو رہا تھا کہ دونوں دماغوں کی ایک سوچ ہے۔ تب ہی وہ ایک سوچ کے تحت ایک ساتھ بولتی اور حرکت کرتی تھیں۔

بہرحال میں اُس وقت سمجھ نہ سکا کہ میں اُن دونوں میں سے کس کے دماغ میں ہوں۔ یا بیک وقت دونوں کے دماغ میں پہنچ گیا ہوں۔ وہ سوچ رہی تھیں۔ پتہ نہیں ملایا کے بنک میں شرما کی کتنی رقم ہوگی؟ یہ سوچتے ہی دونوں نے پوچھا: "مسٹر شرما! تمھارے سوٹ کیس میں بہت سے ممالک کی چیک بکس ہیں۔ یہ بتاؤ ملایا میں کتنی رقم ہے؟"

اُس نے جواب دیا: "میرے پاس حساب نہیں ہوتا کہ کس ملک میں میری کتنی دولت ہے۔ میرا سیکریٹری حساب رکھتا ہے۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ ہر ملک میں پانچ لاکھ ڈالر تک خرچ کرسکتا ہوں اور ایک وقت میں ایک چیک کے ذریعہ صرف پچاس ہزار ڈالر حاصل کرسکتا ہوں۔"

"تو پھر پچاس ہزار کا چیک لکھ دو۔"

میں نے فوراً ہی شرما کے دماغ میں پہنچ کر اُس کے ذریعہ سوال کیا: "میں لکھ دیتا ہوں پہلے اپنا نام بتاؤ۔"

"میرا نام پوچھ کر کیا کروگے؟"

"بس یونہی بتادو۔"

"دشمن مجھے ڈبل ایج کہتے ہیں یعنی دو دھاری تلوار، جو جدھر سے آئے، اُدھر سے اُسے کاٹ سکتی ہوں۔ دوست مجھے ڈبل جوئیل یعنی ہیروں کا جوڑا کہتے ہیں۔"

"تمھارا الگ الگ کیا نام ہے؟"

"الگ الگ کا کیا مطلب ہوا؟ اچھا سمجھی۔ میں دو نظر آرہی ہوں اِس لیے پوچھ رہے ہو لیکن میں دو نہیں ایک ہوں۔"

"یعنی تم دونوں کو جوئیل کہا جائے گا؟"

"جو چاہو کہہ لو۔ پہلے چیک پر دستخط کرو۔"

اُس نے پچاس ہزار ڈالر کا چیک لکھ کر دستخط کر دیے۔ اُس کی سوچ کے ذریعہ میں نے سوال کیا: "طیارے کے گم ہونے کے بعد اُس طیارے کے مسافروں کی فہرست تمام دُنیا کے اخباروں میں شائع ہوچکی ہوگی۔ جو بھی میرا چیک کیش کرانے جائے گا۔ اُس سے بنک کے افسران پوچھیں گے کہ وِنود شرما کہاں ہے؟"

وہ دو بدن کہنے لگیں: "تم پرواہ نہ کرو۔ یہ ہماری دردِ سری ہے۔ ایڈی اِسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔ یہ میرا خاص مہمان ہے۔ اِسے زندہ رہنا چاہیے۔"

ایڈی نے شرما کا لکھا ہوا چیک اُٹھا کر پلنگ کے سرہانے والی میز پر رکھ دیا۔ پھر شرما کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ چوپائے کی طرح چلتا ہوا خواب گاہ سے باہر چلا گیا۔ اب میں جوئیل کے دماغ میں تھا۔ جوئیل

بس یونہی سا نام ہے۔ میں اُسے دو بدن ہی کہوں گا۔ وہ دو بدن ساتھ چلتی ہوئی ایک کال بیل کے بٹن کے پاس گئیں۔ پھر دونوں نے ایک ساتھ دائیں ہاتھ کی انگلیاں بڑھا کر بٹن پر رکھ دیں۔ کسی کو کال کیا جارہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہی تین شخص آئے۔ جو ڈرائنگ روم میں بیٹھے وہسکی پی رہے تھے۔ دو بدن نے اپنے دونوں دائیں ہاتھوں کو بڑھا کر پوچھا۔ "آئیڈنٹیٹی۔ اپنی شناخت کراؤ؟"

ایک نے اپنے جیب سے ایک تصویر نکال کر دکھاتے ہوئے کہا: "میں فاسٹر ہوں اور اب پیرس کے ایک بہت بڑے صنعت کار ڈان سومرد کے میک اپ میں ہوں۔"

"پروگریس بتاؤ۔"

"میں نے سومرد کی تحریر اور دستخط کی اچھی طرح مشق کی ہے۔ اِس وقت اُسی کے لہجے میں بول رہا ہوں۔ ڈان سومرد کی ذاتی دلچسپیوں اور خاندانی حالات کے متعلق تمام معلومات حاصل کرچکا ہوں۔"

دو بدن نے دونوں سر گھما کر دوسرے شخص کو دیکھا۔ اُس نے جیب سے تصویر نکال کر دکھاتے ہوئے کہا: "میرا نام جانی وارڈ ہے۔ میں انٹرنیشنل سی ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے ڈائریکٹر جنرل ہیری ہڈسن کے روپ میں ہوں۔ آزمائش کے وقت ثابت کرسکتا ہوں کہ میں مکمل ہیری ہڈسن ہوں۔ کوئی مجھ پر شبہ نہیں کرسکتا۔"

دو بدن نے تیسرے شخص کو دیکھتے ہوئے کہا: "اور تم عمر سعید تم ہندوستان کی زبان بول لیتے ہو۔ تم وِنود شرما کا رول ادا کروگے۔ وہاں سے چیک اُٹھا لو۔ اُس کی تحریر اور دستخط کی مشق کرو اور دو دن کے اندر اُس کے کاروبار، اُس کی ذاتی زندگی اور خاندانی افراد کے متعلق مکمل معلومات حاصل کرو۔ تیسرے دن تم سب کو اپنے اپنے مشن پر روانہ کیا جائے گا۔ پے فانگ پہنچ کر تم تینوں کا بیان یکساں ہوگا۔ یعنی چند نامعلوم افراد نے طیارے کو اغوا کرکے یہاں کے جنگل میں چھپا دیا تھا اور چشم دید گواہی کو ختم کرنے کے لیے مسافروں کو ہلاک کر رہے تھے۔ تم تینوں بڑی مشکلوں سے جان بچا کر جنگل میں بھوکے پیاسے بھٹکتے ہوئے وہاں پہنچے ہو۔ طیارے کے کچھ مسافر مرد عورتوں کو اسی لیے چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ بھی بھٹکتے ہوئے اس جنگل سے نکل جائیں۔ اُن کے بیانات بھی یقیناً ایسے ہی ہوں گے۔ لہٰذا تم لوگوں پر شبہ نہیں کیا جائے گا۔ دیٹس آل ..."

وِنود شرما کا رول ادا کرنے والے عمر سعید نے وہ چیک اُٹھا لیا پھر وہ تینوں خواب گاہ سے چلے گئے۔ اُن کے جانے کے بعد دو بدن نے ایک ساتھ چاروں ہاتھ اُٹھا کر انگڑائی لی۔ ایک بدن اور دو ہاتھوں کی انگڑائی پر بے شمار شاعروں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ کاش کہ کوئی شاعر دو بدن اور چار ہاتھوں کی انگڑائی بھی دیکھ لیتا۔ وہاں ایک دماغ سے دو بدن بول رہے تھے۔ ایک کمان سے دو تیر چھوٹ رہے تھے۔

انگڑائی لینے کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑی ہوگئیں۔ پہلے انھوں نے ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر اپنا لباس اِدھر اُدھر سے دُرست کیا۔ پھر شانوں پر بکھرے ہوئے بالوں کو ٹھیک کیا۔ اُس کے بعد اپنے اپنے دائیں ہاتھ سے چہرے کو چھو کر اپنے حسن کا جائزہ لینے لگیں۔ گویا انھیں آئینے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ خود آئینہ تھیں۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنے آپ کو سنوار لیتی تھیں۔

میں شدید حیرانی سے اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ ایسے عجوبے دیکھے تھے نہ سُنے تھے۔ اگر میں سوچ کی راہوں کا مسافر نہ ہوتا تو یہی سمجھتا کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور دوسروں کو خواہ مخواہ متحیر کرنے کے لیے ایک ساتھ ایک تال پر اداکاری کے جوہر دکھا رہی ہیں لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ جسمانی طور پر دو الگ ہستیاں ہونے کے باوجود ذہنی طور پر ایک تھیں۔ میں اتنی دیر سے اُن کے دماغ کو پڑھتے ہوئے اِسی نتیجہ پر پہنچا تھا کہ جس طرح وہ ایک ساتھ بولتی اور حرکتیں کرتی تھیں۔ اُسی طرح اُن کا دماغ ایک سُر میں سوچتا تھا اور اپنی ایک سوچ کے مطابق اُن سے ایک ہی طرح کا عمل کراتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میں فرداً فرداً اُن کے دماغ کو نہ پڑھ سکا تھا۔

میں ابھی تک اُن کی آواز اور لہجے کے ذریعہ انھیں سمجھتا رہا۔ فی الوقت یہ نہیں بتا سکتا کہ جب کبھی دو بدن سے سامنا ہوگا اور میں اُن کی الگ الگ آنکھوں کے راستے اُن کے دماغوں تک پہنچوں گا تو اس وقت بھی اُن کے الگ الگ دماغ کو پاسکوں گا یا نہیں؟

اُس وقت مجھے دو بدن سے دماغی رابطہ ختم کرنا پڑا کیونکہ دروازے

ٹیلی پیتھی — اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے اور دوسروں کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ
آسان اُردو زبان میں
ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات
قیمت ۲۰ روپے
[illegible]
جس میں ٹیلی پیتھی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے
تمام تازہ ترین تحقیقات اور مشقیں اس میں شامل ہیں
شمع بینی کے بارے میں ایک مفصل باب
مع سوال و جواب۔
ٹیلی پیتھی کے بارے میں بے شمار قارئین کے سوالوں کے جواب اس میں موجود ہیں۔
اس طرح یہ ٹیلی پیتھی پر مکمل اور جدید ترین کتاب بن گئی ہے
ٹیلی پیتھی و شمع بینی
○ اردو زبان کی ٹیلی پیتھی پر سب سے پہلی کتاب
○ ٹیلی پیتھی کی مفصل مشقیں
○ ٹیلی پیتھی کی ماہیت، اس کے فوائد
○ ٹیلی پیتھی کی آٹھ مشقیں، ان کے فوائد و نقصانات
ٹیلی پیتھی کیسے سیکھیں
شمع بینی کیسے کی جاتی ہے
قیمت ۲۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
مکتبہ نفسیات ○ پوسٹ بکس ۹۴۴۴ کراچی ۱

پردستک ہو رہی تھی۔ میں بستر سے اٹھ کر دروازے پر گیا۔ سے "تو" واپس آ گیا تھا۔ میں نے دروازہ کھولا تو اس نے کہا "صاحب! ابرٹامبن کے اور بھی بہت سے مسافروں کو ہم پکڑ کے لایا ہے۔ وہ لوگ جنگل میں سوتا پڑا تھا۔"

میں کاٹج کے باہر آیا۔ وہاں مشعلیں روشن تھیں۔ طیارے کے مسافر جن میں مرد عورتیں اور بچے بھی تھے، بہت ہی بدحال نظر آ رہے تھے۔ ان کے لباس پھٹے ہوئے تھے۔ چہروں اور جسموں پر گرد جمی ہوئی تھی۔ وہ سب بھوکے بھی تھے اور موت کے ڈر سے سہمے ہوئے بھی تھے۔

شبانہ مجھے دیکھتے ہی چیختی ہوئی آئی اور فرہاد کہہ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کے بعد دل کھول کر رونے لگی۔ ان جنگلیوں کی بستی میں مجھ جیسے مہذب آدمی کو دیکھ کر مسافروں کو ذرا اطمینان ہوا۔ وہ مجھے رحم طلب نظروں سے دیکھنے لگے۔ میں نے "تو" سے کہا "ان سب کے لیے کھانے پینے اور سونے کا بندوبست کرو۔ میں صبح ان سے باتیں کروں گا۔"

میں شبانہ کو لے کر کاٹج کے اندر آ گیا۔ "تو" کو آواز دے کر کہا کہ وہ شبانہ کے لیے رونزی کا کوئی سا لباس لے آئے اور کھانا بھی جلد پہنچا دے۔ میں نے کمرے کا دروازہ بند کیا تو وہ لپٹ کر بولی "تم سے بچھڑ کر میں نے بہت دکھ اٹھائے ہیں۔ مجھے اپنے بازوؤں میں چھپا لو۔ مجھے پیار کرو۔"

میں نے کہا "شبانہ! اب تم مجھے فرہاد کہہ رہی ہو یعنی تمھیں حقیقت معلوم ہو گئی ہے کہ میں تمھارا شوہر عازم نہیں ہوں۔"

"ہاں۔ اب تم ہی میرے سب کچھ ہو۔"

"نہیں۔ تمھارا سب کچھ تمھارا شوہر ہے۔ میں تمھیں اُس سے ملاؤں گا۔"

"نہیں۔" وہ چیخ کر بولی "اب میں اس سے نہیں ملوں گی۔ تم میرے جسم سے کھیلنے کے بعد اب مجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دینا چاہتے ہو۔"

"مجھے الزام نہ دو شبانہ! میں تمھیں استنبول سے انقرہ اور انقرہ سے اس جنگل بیابان تک سمجھاتا آیا ہوں کہ میں عازم نہیں فرہاد ہوں میرے قریب نہ آؤ۔ میں بہکنا نہیں چاہتا مگر تم نے میری ایک نہ سنی گڑھے میں گرنے کے بعد بھی تمھاری ضد سے مجبور ہو کر میں نے پہلی بار چومنے سے پہلے کہہ دیا تھا کہ تمھیں میری اصلیت معلوم ہو گی تو پچھتاؤ گی اور اس پچھتاوے کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہو گی۔"

وہ سر جھکا کر آہستگی سے بولی "تب تک میں نے تمھیں عازم سمجھ کر اپنایا تھا مگر سچ بتاؤ ہمارے تعلقات کے بعد کیا تمھارے دل میں میری چاہت اور تمنا نہیں رہی۔ کچھ تو لگاؤ ہو گا؟"

"لگاؤ تو یقیناً رہتا ہے۔ تم نے میری آغوش میں حسن و شباب کے جو خزانے لٹائے ہیں۔ میں انھیں نہیں بھول سکتا۔ میں تمھاری قدر کرتا ہوں مگر تمھارا شوہر نہیں بن سکتا۔ میں عورتوں سے اسی لیے کتراتا ہوں کہ شادی کے مرحلے سے نہ گزرنا پڑے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اب مجھ سے کبھی نہیں ملو گے؟"

"صرف دوست کی طرح ملیں گے۔ میاں بیوی کی طرح نہیں۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم اتنے سنگ دل ہو۔"

میں نے اُس کا شانہ تھپک کر کہا "تم بہت تھک گئی ہو۔ جاؤ باتھ روم میں غسل کرو۔ تمھارا کھانا آ رہا ہے۔"

میں نے اُسے باتھ روم کا راستہ بتایا۔ وہ بوجھل قدموں سے سر جھکائے چلی گئی۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی "مرد دکھاوے کے سنگ دل ہوتے ہیں۔ عورت کی قربت کو بھولتے نہیں۔ بس بے رخی ظاہر کرتے ہیں۔ فرہاد مجھے بھول نہیں سکتا۔ میں اُسے اپنی آغوش میں پگھلا دوں گی۔"

میں بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ باتھ روم سے شبانہ نے پوچھا "فرہاد! تم اس قدر زخمی کیسے ہو گئے۔ کیا طیارہ اغوا کرنے والے مجرموں سے لڑائی ہوئی تھی؟"

میں نے کہا "ہاں۔ میں نے لڑائی کے دوران کچھ شعبدے بازی کا مظاہرہ کیا تھا۔ یہاں کے باشندے مجھے دیوتا سمجھ کر میری عزت کر رہے ہیں۔"

"دیوتا تو تم ہو میرے دل سے پوچھو۔"

میں خاموش رہا۔ اُس نے پوچھا "وہ شعبدہ بازی کس قسم کی تھی؟"

"میں نے عورتوں سے بیزار ہو کر کچھ معمولی سے جادوئی کمالات سیکھے ہیں۔ جو عورتیں زیادہ بولتی ہیں۔ میں اُن کی بولتی بند کر دیتا ہوں۔"

"جھوٹے کہیں کے۔"

"یقین نہ ہو تو اب کچھ بولنا چاہو۔ نہیں بول سکو گی۔"

میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُس نے بولنے کا ارادہ کیا۔ میں نے اُس کے دماغ کو ہدایت دی "ہونٹ بند۔ چپ۔"

اُس کے دونوں ہونٹ بند ہو گئے۔ وہ بولتے بولتے رک گئی۔ پھر حیرانی سے اُس کے ہونٹ کھلے۔ اُس نے دوبارہ بولنے کی کوشش کی۔ میں نے پھر وہی عمل کیا۔ میں نے اُس سے پوچھا "کہو کیسا کمال دکھایا۔ کیا بول سکو گی؟"

اُس نے جواب دینا چاہا۔ پھر ہونٹ بند ہو گئے۔ اُوں اُوں کی آوازیں آنے لگیں۔ میں نے کہا "اچھا اب اجازت ہے۔"

وہ حیرانی سے چیخ پڑی "ارے تم تو واقعی باکمال ہو۔ میں بولنا چاہتی تھی مگر بول نہ سکی۔ تم نے یہ جادو کیسے سیکھا؟"

"کنوارہ رہ کر۔ شادی کے بعد عورت کے سامنے یہ جادو اثر نہیں کرتا۔"

اُس کی ہنسی سنائی دی۔ سے "تو" اُس کے لیے لباس اور کھانا لے کر آیا۔ پھر انھیں ایک میز پر رکھ کر چلا گیا۔ اُس کے جاتے ہی شبانہ صرف ایک تولیہ لپیٹ کر آ گئی۔ بھیگے بدن پر پانی کی بوندیں پھیلی ہوئی تھیں۔ تولیہ لپیٹنے کے انداز میں بڑی تحریک تھی۔

میں نے کہا "تم بے حد حسین ہو۔ تم نے اپنے شباب کا جو سرمایہ پیش کیا تھا۔ وہ ایک ایک کر کے یاد آ رہا ہے۔ جی چاہتا ہے پھر سے اُس سرمائے کو گننے بیٹھ جاؤں لیکن تم دیکھ رہی ہو کہ میں کس قدر زخمی ہوں۔ خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو اور دوسرے کمرے میں جا کر لباس پہن لو۔"

وہ ہنستی ہوئی لباس پہننے لگی۔ اُسے اپنی جیت کا یقین ہو گیا تھا کہ میں اُسے بھلا سکوں گا نہ کبھی چھوڑ سکوں گا لیکن اُس نے لباس پہننے کے بعد مجھے دیکھا تو اُسے مایوسی ہوئی۔ میں آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا اور دماغی آنکھوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اونہہ کہہ کر سر جھٹکتی ہوئی کھانے کے لیے بیٹھ گئی۔

میں نے اُس کی سوچ میں کہا "مجھے ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ یہ واقعی زخمی پڑا ہوا ہے۔ اسے آرام پہنچانا میرا فرض ہے۔"

وہ اپنے طور پر سوچنے لگی "میں نے نرسنگ کورس کیا ہے، یہی تو موقع ہے۔ میں تیمارداری کروں گی۔ دن رات خدمت کروں گی تو یہ مجھ سے دُور ہونے کا تصور بھی نہیں کرے گا۔"

کھانے کے بعد اُس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر آ کر لیٹ گئی۔ میں آنکھیں بند کیے خراٹے لے رہا تھا۔ اُس نے میری طرف کروٹ لی۔ اُس کا خیال تھا کہ میں نیند میں اُس کی جانب کروٹ لوں گا تو شاید بجلی کا جھٹکا مجھے بیدار کر دے گا۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا "ہائے۔ میں کتنی تھک گئی ہوں۔"

میں نے انگڑائی کی خواہش پیدا کی۔ وہ چاروں شانے چت ہو کر انگڑائی لینے لگی۔ بدن ٹوٹنے اور چٹخنے لگا۔ اُس نے سکون سے آنکھیں بند کیں۔ پھر میں نے اُسے آنکھیں کھولنے کا موقع نہیں دیا۔ سوچ کی ملائم ہتھیلیوں سے تھپک تھپک کر اُسے سلا دیا۔ وہ ایک رات اور دو دن سے جنگل میں بھٹکتی رہی تھی۔ تھکن سے چور تھی۔ لہٰذا بڑی آسانی سے ٹرانس میں آ کر سو گئی۔

اب تو شاید ساری دنیا ہی سو گئی تھی۔ جنگل کی گہری رات کہہ رہی تھی کہ یہ سونے کا ہی وقت ہے۔ سو جاؤ۔ ورنہ صبح ہو جائے گی لیکن ابھی دو ہستیوں کے سلسلے میں ایسا تجسس تھا کہ میں اُن کے متعلق معلومات حاصل کیے بغیر سو نہیں سکتا تھا۔ ایک تو رس ونتی کے بارے میں معلوم کرنا تھا کہ اُس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے شکار کیوں نہیں کیا؟ مجھ پر مہربان کیوں ہے؟ دوسرا تجسس وہ بدن کے سلسلے میں تھا۔ میں اُس تجربہ کو سمجھنا چاہتا تھا۔

میں نے آنکھیں بند کیں۔ یہ معلوم تھا کہ رس ونتی کے دماغ کو چھوتے ہی وہ سانس روک لے گی۔ اپنے دماغ کے دروازے بند کر کے میری سوچ کو دھتکار دے گی لیکن یا حیرت! کہ ایسا نہیں ہوا۔ میں بڑی آسانی سے اُس کی سوچ نگری میں پہنچ گیا۔

وہ ایک بستر پہ بیمار پڑی ہوئی تھی۔ اِس قدر کمزور ہو گئی تھی کہ سانس روکنا چاہتی تو دم نکل جاتا۔ جس طرح ایک نو آموز شخص کے لیے یوگا کی مشقیں دشوار نظر آتی ہیں، وہی دشواری رس ونتی محسوس کرتی تھی۔ میں چپ چاپ اُس کے دماغ میں بیٹھا اُس کی مجبوریوں اور کمزوریوں کو سمجھ رہا تھا۔ میں نے جو اُس کے سر پہ ضرب لگائی تھی۔ اُس کے نتیجہ میں بہت زیادہ خون بہہ جانے کے باعث دماغ کمزور ہو گیا تھا۔ پلاج پوری توجہ سے اُس کا علاج کر رہا تھا۔ خون کی کمی پوری کرنے اور طاقت بحال کرنے کے لیے اُسے بہترین غذائیں دی جا رہی تھیں۔ اس کے باوجود اُس کی حالت تشویش ناک تھی۔

جب میں نے اُس کی سوچ میں اپنی یاد کا دیا روشن کیا تو وہ سرد آہ بھر کر سوچنے لگی۔ آہ! میں اُسے نقصان پہنچانے کے بارے میں کبھی سوچتی بھی نہیں تھی مگر وہ دشمن کی طرح مجھے مار کر چلا گیا۔ کیسا کٹھور (سنگدل) ہے۔ جب چلا ہی گیا ہے تو یاد کیوں آ رہا ہے؟

ہائے رام! اس نردئی (ظالم) نے تو جیسے میرے سر کے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ ویداج کہتے ہیں کہ میں چھ گھنٹے تک بے ہوش پڑی رہی۔ بعد میں ہوش آیا۔ جب بھی کمزوری سے بار بار سو جاتی تھی۔ دو دن دو راتیں کیسے گزر گئیں پتہ ہی نہیں چلا۔ جب بھی میری آنکھ کھلتی تو گھو دیر اور سمپت رائے مجھ سے کہتے تھے "دیوی! ذرا ہمت کرو۔ فرہاد کے دماغ کو پکڑو۔ ہمیں بتاؤ کہ وہ کہاں ہے۔ ہم اُس کی بوٹی بوٹی کاٹ کر پھینک دیں گے۔"

اُن کی باتیں سن کر میں آنکھیں بند کر لیتی تھی۔ میرا گلا سوکھنے لگتا تھا۔ اچھا ہوا کہ میں اُس سمے بولنے کے قابل نہیں تھی۔ ورنہ لیٹے ہی لیٹے فرہاد کے دماغ میں جھانکنا مشکل نہ تھا۔ میں اُس کا پتہ بتا دیتی لیکن میرا سر جیسے خالی ہو گیا تھا یا شاید سوچ کے پر کمزور ہو گئے تھے۔ میں نے نقاہت کے باعث اڑان کی کوشش نہیں کی۔

دو دن بعد ذرا طبیعت سنبھلنے لگی تو وہ دشمن بہت یاد آیا۔ میں پریشان ہو گئی۔ جو مجھے مرنے کی حد تک مار کر گیا تھا، وہی یاد آنے کے بہانے میرے دل میں کھلبلی مچا رہا تھا۔ یہ بھگوان نے جانے عورت کو کس مٹی کا بنایا ہے کہ مرد کے ظلم پر بھی پیار سے سوچتی ہے۔ میں یہ سوچ کر گھبرانے لگی کہ پیار سے سوچ رہی ہوں۔ میں دیوتاؤں کی امانت ہوں۔ مجھے ایک آدمی کے لیے ایسا نہیں سوچنا چاہیئے۔

میں اپنے اندر بہت دیر تک لڑتی رہی۔ میرے دل کی کمزوری نے دماغ کی کمزوری کو سمجھایا کہ میں اسی کش مکش میں فرہاد کو اپنا دشمن بنا چکی ہوں۔ وہ مجھے چاہت سے دیکھتا تھا اور میں بے حس اور انجان بن جاتی تھی۔ یہ سوچ کر غصہ آتا تھا کہ ہرجائی بھنورا ہے، پھولوں پر منڈلاتا رہتا ہے۔ پتہ نہیں کتنی حسین عورتوں سے آشنائی ہے۔ مجھے بھی ان عورتوں میں شامل کرنا چاہتا ہے لیکن میں دیوی ہوں۔

دلیوی؟ کیسی دلیوی؟ وہ مجھے زخمی کر کے چلا گیا اور جن دیوتاؤں میں امانت ہوں وہ میری رکھشا (حفاظت) نہ کر سکے۔ یوگا اور ٹیلی پیتھی علم بھی کام نہ آسکا۔ وہ کیسا ضدی اور جابر انسان ہے۔ آہنی دیواروں کو بھی گرا کر چلا جاتا ہے پھر تو وہی دیوتا ہوا نا؟

میں ڈگمگا گئی۔ گھوم پھر کر اُس کے بارے میں سوچتی رہی۔ تیسرے دن میں آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔ مجھے رگھو ویر کی آواز سُنائی دی۔ "دلیوی! آنکھیں کھولو، ہم تمھارے لیے بہت پریشان ہیں۔"

میں سمجھ گئی کہ مجھ سے پھر فرہاد کا پتہ پوچھا جائے گا۔ اچانک میرے دل میں بات آئی کہ پاگل بن جاؤں۔ پھر وہ سمجھیں گے کہ میرا دماغ خیال خوانی کے قابل نہیں رہا لیکن مجھے پاگل پن سے گھبراہٹ سی محسوس ہوئی۔ تب میں نے دوسری بات سوچ کر آنکھیں کھول دیں۔ انھیں اجنبی نظروں سے دیکھنے لگی۔

سمپت رائے نے مجھ پر جھک کر ہمدردی سے پوچھا۔ "دلیوی! تم بولتیں کیوں نہیں؟ کیا ہو گیا ہے تمھیں؟"

"دلیوی؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "کون دلیوی؟ میں۔ میں میرا نام دلیوی ہے کیا؟"

سمپت رائے، رگھو ویر اور ویدراج وغیرہ سب ایک دوسرے کو تشویش بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ ویدراج نے آگے بڑھ کر کہا۔ "بیٹی! تمھارا نام رس ونتی ہے۔ ہم تمھیں دلیوی مانتے ہیں، اپنے کو پہچانو بیٹی۔۔۔"

میں اپنا سر تھام کر پریشانی سے سوچنے لگی۔ ویدراج نے کہا۔ "نہ، نہ اپنے دماغ پر بوجھ نہ ڈالو۔ تمھارے سر سے سیروں خون بہہ چکا ہے۔ میں دوائیں دوں گا۔ تم خوب کھاؤ گی پیو گی تو دھیرے دھیرے سب کچھ یاد آجائے گا۔"

سمپت رائے نے پوچھا۔ "کیا یہ دوسروں کی سوچ نہیں پڑھ سکے گی؟"

ویدراج نے کہا۔ "ابھی آپ لوگ اِسے تنہا چھوڑ دیں۔ کچھ نہ پوچھیں۔ اِس کے دماغ پر بوجھ نہیں پڑنا چاہیے۔"

وہ لوگ مجھے تنہا چھوڑ کر ویدراج کے ساتھ کمرے سے باہر چلے گئے۔ میں نے سمپت رائے کی سوچ پڑھنے کی کوشش کی۔ مجھے کامیابی تو ہوئی مگر سر میں درد کی ٹیسیں اُٹھنے لگیں۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا۔ میں نے خیال خوانی سے باز آکر آنکھیں بند کر لیں۔ فرہاد نے میرا کیا حال کیا تھا اور میں اُسے دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے یادداشت گم ہونے کا بہانہ کر رہی تھی۔ میں اپنے آپ پر حیران تھی کہ میں کیوں ایسا کر رہی ہوں؟

آج پانچواں دن ہے۔ میری طبیعت سنبھل گئی ہے۔ پھر بھی بستر سے نہیں اُٹھ سکتی۔ سر چکرانے لگتا ہے۔ میرے دل میں بے چینی سی ہے۔ میں فرہاد کی سوچ پڑھنا چاہتی تھی۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ دشمن خیریت سے ہے یا نہیں؟ ان پانچ دنوں میں میں نے پہلی بار فرہاد کی سوچ کو گرفت میں لینا چاہا تو میرا سر پھر دکھنے لگا۔ اس کی سوچ عجیب اِدھر سے اُدھر ہو رہی تھی۔ کبھی تیزی سے جنگل کی جھاڑیوں پر سے وہ گزرتا تھا کبھی جھونپڑی کی چھتوں پر سے اُس کی سوچ بہتی چلی جاتی تھی۔ وہ کسی درخت سے اُلٹا لٹک رہا تھا اور دُور دُور تک جھولتا جا رہا تھا۔

اُس کی کھوپڑی میں پہنچ کر مجھے یوں لگا کہ میں اُلٹی لٹک رہی ہوں۔ میرا سر چکرانے لگا تو میں آگے اُس کی سوچ نہ پڑھ سکی۔ اپنا سر تھام کر تکلیف کو برداشت کرنے لگی۔ یہ سمجھ میں آگیا تھا کہ فرہاد کسی جنگل میں ہے اور مصیبت میں گرفتار ہے مگر میں کیا کر سکتی تھی؟

میری کوشش یہی تھی کہ جلد سے جلد اپنی کمزوری پر قابو پا کر دوبارہ فرہاد کے پاس پہنچوں مگر میرے ساتھ یہی ہوتا تھا کہ دماغ پر بوجھ پڑتے ہی سر چکرا جاتا تھا۔ غنودگی طاری ہوتی تھی۔ بے حد نقاہت کے مارے سو جاتی تھی۔ ارے دشمن! تو نے مجھے اس قابل نہ رکھا کہ میں تیرے ہی بُرے وقت میں کام آسکوں۔

دوبارہ میری آنکھ کھلی تو دیوار گھڑی سے پتہ چلا کہ سات گھنٹے گزر چکے ہیں۔ میرا دل دھک سے رہ گیا کہ اس مصیبت زدہ پر جانے کیا بیت چکی ہے؟ میں نے فوراً ہی اُس کی سوچ پڑھی۔۔۔ اونہہ، میں بیکار پریشان ہو رہی تھی۔ وہ تو شیطان کی عمر لے کر آیا ہے۔ رام کرے اُسے میری عمر بھی لگ جائے۔ وہ دشمنوں کو مارنے کے بعد آرام سے بستر پر لیٹا ہوا رس ونتی کی سوچ پڑھ رہا تھا۔

میں زیادہ دیر تک اُس کے دماغ سے چپک کر نہ رہ سکی۔ اپنی بیماری اور کمزوریوں سے مجبور ہو کر اُس کے دماغ سے واپس آگئی۔ میں نے اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو کمزور بنانے کے لیے جڑی بوٹیوں کا رس پلایا تھا۔ اس سمے میں اُس سے اُونچی بن کر رہنا چاہتی تھی۔ اب جانے کیوں اُس ہرجائی کے آگے نیچی بن کر رہنے کو جی چاہتا ہے۔ مجھے اطمینان ہے کہ جو صلاحیتیں میں چھین لینا چاہتی تھی۔ وہ اُسے واپس مل گئیں۔

رس ونتی سوچ رہی تھی اور میں اُسے کھلی کتاب کی طرح پڑھ رہا تھا۔

اب مجھے افسوس ہو رہا تھا کہ میں نے اُسے اس بُری طرح زخمی کیوں کیا۔ بے چاری بستر سے لگی ہوئی تھی۔ سوچنے کے دوران اُس کے دل نے کہا۔ "فرہاد کے پاس جانا چاہیے۔ پتہ نہیں وہ کیا کر رہا ہوگا۔"

میں محتاط ہو گیا کہ اب وہ میرے دماغ میں جھانکے گی لیکن وہ اپنے دِل سے لڑنے لگی۔ "نہیں، اب وہ بے سہارا نہیں ہے۔ اسے اُس کا علم واپس مل گیا ہے۔ اب میں کیوں اُس کی چنتا (فکر) کروں؟"

اُس کی دوسری سوچ نے کہا۔ "وہ میرا کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی اُس سے کوئی ناطہ ہے۔ میں نہ مانوں مگر دل مانتا ہے۔"

وہ پھر دل کی بات سے انکار کرنے لگی۔ "نہیں دِل جلتا ہے جلتا رہے۔ میں ایسے ہرجائی سے دُور ہی رہوں گی۔ جو کلی کلی پھول پھول منڈلاتا رہتا ہے۔ اُس سے کبھی ملنا تو دُور کی بات ہے۔ میں اُس کی سوچ بھی نہیں پڑھوں گی۔ سوچ پڑھنے سے دل کو اور بہکنے کا موقع مل جائے گا۔"

وہ اپنے آپ سے لڑنے لگی۔ اتنے میں دروازے پر دستک سنائی دی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ رس ونتی نے سر گھما کر دیکھا۔ سمپت رائے وہاں کھڑا پوچھ رہا تھا۔ "کیا میں اندر آسکتا ہوں؟"

"آئیے۔" رس ونتی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

وہ اندر آتے ہوئے بولا۔ "نہیں دلیوی جی! آپ لیٹی رہیں۔ میں بس حال پوچھنے آگیا ہوں۔"

"آپ لوگوں کی کرپا (مہربانی) سے میں اب اُٹھنے بیٹھنے لگی ہوں۔"

"بھگوان نے چاہا تو جلد ہی چلنے پھرنے لگیں گی۔ آپ یہ بتائیں۔ اب تو کچھ یاد آرہا ہوگا آپ کو؟"

"مجھے کیا یاد آنا چاہیے؟" رس ونتی نے معصومیت سے پوچھا۔

سمپت رائے نے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ ہماری دلیوی ہیں۔ آپ کا نام رس ونتی ہے۔"

"آپ سب یہی کہتے ہیں تو میرا یہی نام ہوگا مگر میں کیا کروں۔ بار بار سوچنے سے بھی یاد نہیں آتا کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آئی ہوں۔"

"ہوں۔" وہ سر ہلا کر بولا۔ "ویدراج کہتے ہیں کہ آپ کو پچھلی باتیں، یاد دلانے کے لیے ہندوستان بھیجنا ہوگا۔ آپ نے بچپن سے جوانی تک جن مندروں اور شہروں میں زندگی گزاری ہے۔ وہ تمام جگہیں دوبارہ دیکھنے سے آپ کو سب کچھ یاد آجائے گا۔"

"پھر تو میں ضرور وہاں جاؤں گی اور کچھ؟"

وہ ذرا جھجکا پھر بولا۔ "آپ بہت سُندر ہیں، آپ کو یاد نہیں ہے۔ ایک بار آپ نے میری سوچ پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ میں آپ سے پریم کرتا ہوں۔"

"اچھا۔ پھر کیا ہوا؟"

"پھر، پھر آپ ناراض ہو گئی تھیں کیونکہ اُس سمے دلیوی ہونے کے ناطے آپ صرف دیوتاؤں کی امانت تھیں مگر اب میں پھر ہمت کر کے اپنے دل کا حال سُنا رہا ہوں۔"

"رائے صاحب! میرا سر دُکھ رہا ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ میں ابھی چلا جاتا ہوں۔ بس اتنی پرارتھنا (التجا) ہے کہ میرے بارے میں سوچیں۔ میں پھر آؤں گا۔"

وہ اُٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ رس ونتی اُس کی سوچ پڑھ رہی تھی وہ سوچ رہا تھا۔ "یہ سب کچھ بھولنے کے بعد بھی پہلے کی طرح معصوم ہے۔ پیار محبت کی باتیں سمجھتی ہی نہیں۔ کیا یہ اپنی سُندرتا اور جوانی کو سمجھتی نہیں ہے؟"

وہ سوچنے کے دوران ذرا گھبرا سا گیا۔ ایک خوف سا محسوس ہوا کہ رس ونتی اُس کی سوچ نہ پڑھ رہی ہو پھر وہ آپ ہی آپ ہنسنے لگا۔ "اُس کی کھوپڑی کے تو بارہ بج گئے ہیں۔ اب وہ میری سوچ کو کیا پڑھ سکے گی۔ اگر پڑھ سکتی تو اب تک مجھے ضرور سزا دے چکی ہوتی۔"

اُس نے دُور جانے کے بعد پلٹ کر کمرے کی جانب دیکھا پھر گھوم کر جاتے ہوئے سوچنے لگا۔ "ٹیلی پیتھی کے بغیر کیا وہ خاک دلیوی رہے گی۔ میں اب تک اُس کی ٹیلی پیتھی سے ڈرتا رہا اور اُس کی جوانی کے لیے للچاتا رہا مگر اب یہی کوشش کروں گا کہ اُسے پچھلی زندگی یاد نہ آئے۔ اُس کے دماغ تک نہ ٹیلی پیتھی پہنچے گی۔ نہ کبھی وہ مجھ پر بھاری پڑے گی۔ میں میں بھارت پہنچنے سے پہلے ہی اُس کی جوانی سے کھیل جاؤں گا۔۔۔"

رس ونتی غصّہ سے تلملانے لگی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ غصّہ کے باعث اُس کے دماغ پر اور بوجھ پڑے۔ اسی لیے میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "سمپت رائے مورکھ (احمق) ہے۔ میں سُندر ہوں جوان ہوں ایسے کتنے ہی مورکھ میرے لیے جانے کیسی کیسی گندی باتیں سوچتے ہوں گے۔ مجھے غصّہ کو برداشت کرنا چاہیے۔ دھیرج (تحمل) سے کام لینا چاہیے۔"

اس سوچ کے زیرِ اثر وہ رفتہ رفتہ پُرسکون ہو گئی پھر اُس نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ سمپت رائے اُس کے دماغ میں چُھپ رہا تھا لیکن میں دیر تک اُس کی سوچ میں اُس کے دماغ کو تھپکتا رہا۔ جب وہ سکون سے سو گئی تو میں اُس کے دماغ سے واپس آگیا۔

○

دو بدن ہے کیا چیز؟ کیا ہم انسانوں کی دُنیا میں ایسا عجوبہ کسی نے دیکھا ہوگا جس کے بظاہر دو جسم ہوں مگر باطن میں دماغ ایک ہو؟

ایسے عجوبہ کو سمجھنے کے لیے انسانی تاریخ پر سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ پہلے تو رومن دلیوی دیوتاؤں کے ہجوم میں ایک ایسی ہستی کا ذکر ہے۔ جس کا نام ہرما فریڈیٹ تھا۔ وہ بیک وقت مرد بھی تھا اور عورت بھی، اُس کا جسم مردانہ بھی تھا اور زنانہ بھی۔ وہ دیوتا ہرمز (مرکری) اور حسین دلیوی افریڈیٹ (وینس) کی اولاد تھی (تھا)۔

جب عجوبہ کا ذکر ہو اور ایک بدن کے ساتھ چار ہاتھوں کی بات آئے تو ہندو دھرم کی کالی مائی کی تصویر سب ہی نے دیکھی ہوگی۔ جس کے چار ہاتھ ہوتے ہیں۔ ایک گنیش مہاراج ہیں۔ جن کا جسم انسان کا اور سر ہاتھی کا ہے۔ یہ اپنے اپنے دھرم اور مذہبی عقیدے کی بات ہے۔ عقیدہ ہو تو ایسی عجیب ہستیاں قابلِ پرستش بن جاتی ہیں۔ عقیدہ نہ ہو تو یہ ہستیاں عجوبے کہلاتی ہیں یا وراِن کی باتیں محض افسانوی ہوتی ہیں۔

الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔ میں دو بدن کو قابلِ پرستش نہیں بلکہ مضحکہ خیز ہستی کہوں گا۔ چونکہ وہ میری زندگی کے راستے میں آئی تھی اس لیے میں اُسے افسانوی کردار نہیں کہہ سکتا۔ جنھوں نے کبھی عجوبے نہ دیکھے ہوں وہ اِس داستان کو افسانے کی طرح پڑھتے ہوئے گزر جائیں۔

پتہ نہیں کتنی رات گزر گئی ہوگی۔ میری وہ رات تو خیال خوانی میں ہی گزر رہی تھی۔ میں اطمینان سے آنکھیں بند کر کے دو بدن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ سو رہی ہوں گی مگر جاگ رہی تھیں۔ لباس بدل رہی تھیں۔ میں بڑے موقعہ سے وہاں پہنچا تھا۔ چپ چاپ اُن کی

سوچ کو پڑھتے ہوئے اُن کے بدن کے نشیب و فراز کو بھی چٹخارہ سا معلوم ہوا کہ دونوں ہی دوشیزائیں ہیں۔

وہ ایک دوسری کے سامنے کھڑی ہوئی تھیں اگر اُن کے سامنے آئینہ ہوتا تو اُن کی سوچ سے مجھے معلوم ہو جاتا مگر اُن کا دماغ کہتا تھا۔ "میرے سامنے میں ہوں اور میں اپنے آپ کو دیکھ رہی ہوں۔"

میں ایک ہی دماغ کو پڑھ رہا تھا اور اُس دماغ کی ایک سوچ کے مطابق دو مختلف جسم حرکت کر رہے تھے، یہ اُس کو دیکھ کر اور وہ اِس کو دیکھ کر آمنے سامنے لباس پہن رہی تھیں۔ پہلے اُنھوں نے بستر کے سرے پر رکھے ہوئے لباسوں میں سے انڈرویئر ایک ساتھ ایک ہی وقت میں اُٹھا کر پہنی اُس کے بعد اُنھوں نے اپنی اپنی پتلون اُٹھائی کسی وقت بھی اُٹھتے بیٹھتے یا لباس پہنتے وقت کسی ایک سے کوئی غلطی ہو سکتی تھی۔ پتلون پہن کر وہ سائیڈ بٹن لگانے لگیں تو ایک کی پتلون کا بٹن ٹوٹ گیا۔ ٹوٹ کر گرتے ہی اُس کے قدموں کے پاس چلا گیا۔

ایک کا ہاتھ رک گیا۔ جیسے دونوں کا کنکشن ایک ہی ہو۔ دوسری کا ہاتھ بھی رُک گیا تھا جس کا بٹن ٹوٹا تھا۔ اس نے اپنے قدموں کی طرف نظریں جھکائیں تو دوسری کی نظریں بھی اپنے قدموں کی طرف جھک گئیں۔ پھر دونوں نے ایک ساتھ پتلون کو تھامتے ہوئے ایڈی کو پکارا۔ "ایڈی! یو باسٹرڈ کم اوور ہیئر۔۔۔"

ایڈی دوڑتا ہوا خواب گاہ میں داخل ہوا۔ پھر دو بدن کے سامنے پہنچ کر اٹینشن ہو گیا۔ "یس مادام!"

وہ غصے سے بولی۔ "سور کے بچے! میرا بٹن کیسے ٹوٹ گیا؟"

"گ گ۔ کیا دونوں پتلون کے بٹن ٹوٹ گئے ہیں؟"

"نہیں۔ میری پتلون کا بٹن نکل گیا ہے۔ یہ دیکھو۔۔۔"

دونوں نے دونوں پتلونیں آگے بڑھا دیں۔ دُور سے یہ سمجھنا دشوار تھا کہ کس کی پتلون سے بٹن نکل گیا ہے کیونکہ دونوں ہی ایک آواز میں میری پتلون کہتی ہوئی ایک ساتھ دو عدد پتلون بڑھا چکی تھیں۔ ایڈی دو بدن کا خاص خدمت گار تھا۔ ایسی دشواریوں سے گزرنے کا عادی ہو گیا تھا۔ اُس نے دونوں پتلونوں کو لے کر معذرت چاہتے ہوئے کہا۔ "معافی چاہتا ہوں مادام! لباس چیک کرنے میں غلطی ہو گئی۔ کیا آپ دوسرا لباس پسند کریں گی؟"

دو بدن نے دو زبانوں سے کہا۔ "الماری کھولو۔"

وہ الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری کے پٹ پر لگے ہوئے قد آدم آئینے میں دو بدن کے سراپا نظر آ رہے تھے۔ ایڈی متحیر اور متاثر ہو کر ایک ذرا آئینہ کے قریب ٹھٹھک گیا۔ وہ غرا کر بولیں۔ "آنکھیں پھوڑ دوں گی، الماری کھولو۔"

اُس نے جلدی سے الماری کھول دی۔ اُنھوں نے حکم دیا۔ "سیاہ فلیپر اور اورنج کلر کی شرٹ نکالو۔"

اُس نے حکم کی تعمیل کی۔ نظریں جھکا کر پہلے دو عدد فلیپر لایا جب دو عدد دائیں ہاتھوں نے اُنھیں لے لیا تو پھر وہ الماری کے پاس جا کر دو عدد اورنج کلر کی شرٹ لے آیا۔ میں نے ایڈی کی سوچ پڑھی۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ "یہ خدمت گزاری بڑی مہنگی پڑتی ہے۔ دونوں سالیاں دیکھنے کی چیز ہیں۔ پر میں دیکھ نہیں سکتا اور دیکھے بغیر رہ بھی نہیں سکتا۔"

وہ عاجزی سے بولا۔ "مادام! ایک التجا ہے۔ آپ غور کریں۔ آخر میں ایک مرد ہوں۔ نظریں تو بھٹک ہی جاتی ہیں۔ خدا نے آپ کو اِس قدر حسین بنایا ہے کہ۔ کہ۔۔۔"

وہ ہکلانے لگا۔ وہ بولیں۔ "اچھا سمجھ گئی۔ آؤ میرے حسن کو چھو لو۔"

"ن۔ ن۔ نہیں۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ لباس وغیرہ پہنانے کے لیے آپ کسی عورت کو رکھ لیں۔"

"ہوں۔ اگر تمھیں یقین ہو جائے کہ میں ایک کمزور عورت ہوں تو تم التجا کرو گے یا وحشی بن کر جھپٹ پڑو گے؟"

"مادام! میں وحشی نہیں بن سکتا۔ آپ کا وفادار ہوں۔"

"کوئی انسان پیدائشی وفادار نہیں ہوتا۔ اُسے دولت یا طاقت وفادار بننے پر مجبور کر دیتی ہے۔"

"آپ درست کہہ رہی ہیں۔"

"یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ مرد ہر حسین عورت کو دیکھ کر بہک جائے۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو اپنے نفس کو قابو میں رکھو۔"

"جی بہت اچھا۔"

دونوں نے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا۔ پھر گھوم کر ایک دوسری کو دیکھتی ہوئی بولیں۔ "ٹھیک ہے۔ ایک دم پرفیکٹ۔۔۔"

دونوں شانہ بشانہ ہو کر چلتی ہوئی خواب گاہ سے باہر آگئیں پھر وہ خواب گاہ کے پیچھے جانے لگیں۔ پیچھے جیل خانہ تھا۔ مختلف کمروں میں سلاخوں کے پیچھے قیدی بیٹھے ہوئے تھے یا سو رہے تھے۔ مسلح جوان دو بدن کو دیکھتے ہی الرٹ ہو گئے۔ آہنی سلاخوں کے پیچھے ایک کمرے میں ونود شرما فرش پر اوندھا سو رہا تھا۔ عمر سعید نے قریب آ کر کہا۔ "مادام! میں شرما کی تحریر اور دستخط کی مشق کر رہا ہوں۔ اُس کے جسم سے کانٹے نکال دیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اُسے سونے کا موقع دیا جائے۔ جب یہ بیدار ہو گا تو میں اُس کے ذاتی اور خاندانی حالات معلوم کروں گا۔"

وہ آگے بڑھتی ہوئی دوسرے کمرے کے سامنے آئی۔ وہاں پیرس کا ایک بہت بڑا صنعت کار ڈان سومرو قید تھا۔ فاسٹر نامی ایک ماتحت دو بدن کے سامنے حاضر ہوا۔ وہ ڈان سومرو کے میک اپ میں تھا۔ یعنی اُس وقت ایک ڈان سومرو سلاخوں کے پیچھے تھا۔ دوسرا ڈان سومرو سلاخوں کے باہر تھا۔ دو بدن دونوں کو تنقیدی نظروں سے دیکھتی رہی قیدی سومرو نے سلاخوں کو تھام کر پوچھا۔ "مادام! میں چیک پر دستخط کرتا رہتا ہوں

میں اپنی ساری دولت دے رہا ہوں۔ میں آیندہ بھی آپ کے کام آتا رہوں گا۔ پلیز مجھے اس قید خانے میں نہ رکھیں۔"

سلاخوں کے باہر دوسرے ڈان سومرو نے بھی وہی کہا۔ "مادام! میں چیک پر دستخط کرتا رہتا ہوں۔ میں اپنی ساری دولت دے رہا ہوں۔ میں آیندہ بھی آپ کے کام آتا رہوں گا۔ پلیز مجھے اس قید خانے میں نہ رکھیں۔۔۔"

دونوں کی آواز، لہجے اور انداز میں ایک ذرا فرق نہ تھا۔ دو بدن نے خوش ہو کر کہا۔ "ویل ڈن فاسٹر! تم زبردست نقال ہو۔"

وہ آگے بڑھ کر تیسرے کمرے کے سامنے پہنچی۔ وہاں انٹرنیشنل سی ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے ڈائریکٹر جنرل ہیری ہڈسن کو قید کیا گیا تھا۔ سلاخوں کے باہر بھی ایک ہیری ہڈسن موجود تھا۔ جو دراصل دو بدن کا ایک وفادار جانی وارڈ تھا۔ اصل ہیری ہڈسن نے دو بدن کو دیکھتے ہی چیخ کر کہا۔ "یو ڈیول پرائس! میں کچھ نہیں کہوں گا۔ تم سب یہاں دوہری شخصیتوں کا ڈرامہ پلے کرتے ہو۔ تم بھی ایک ہو۔ یہ جو تمھارے ساتھ دوسری ہے۔ یہ تمھارے میک اپ میں ہے۔ تم ایک دوسری کی نقل کرتی ہو اور یہ اُلو کا پٹھا جانی وارڈ میرے بہروپ میں میری نقل کرتا ہے۔ اب میں خاموش رہوں گا۔ اِسے نقالی کا موقع نہیں دوں گا۔"

مگر نقالی جاری تھی۔ جس انداز میں ہیری ہڈسن جھنجلا کر کہہ رہا تھا۔ نقلی ہیری ہڈسن بھی اُسی انداز میں کہتا جا رہا تھا۔ دو بدن قہقہے لگا رہی تھی۔ آخر میں اصل ہیری ہڈسن سلاخوں کو تھام کر اپنا سر ٹکرانے لگا۔ اُس کا نقال خاموش کھڑا تھا۔ دو بدن نے اُسے ایک طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا۔ "خاموش کیوں ہو۔ اُس کی نقل کرو۔"

دو بدن کے ایک طمانچہ کا مطلب دو طمانچے ہوتے تھے جانی وارڈ کی کنپٹی اور گال پر ایک ساتھ دو دائیں ہاتھ پڑے۔ میں نے جانی وارڈ کی کھوپڑی میں پہنچ کر دیکھا۔ اُس کا سر چکرا رہا تھا اور بایاں جبڑا بُری طرح دُکھ رہا تھا۔ کسی عورت کا ہاتھ ایسا فولادی نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی ہاتھ میں سارے وجود کو پھوڑا بنا کر رکھ دے۔ یا تو وہ بڑی محنتوں کے بعد فولاد بنائی گئی تھیں یا پھر قدرتی طور پر ڈبل ہارس پاور رکھتی تھیں۔ ایک ساتھ دو جسمانی قوتیں عمل میں آتی تھیں۔

جانی وارڈ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر جیل خانے کی دیوار سے ٹیک لگا کر بولا۔ "مم۔ مادام! میں نے ہیری ہڈسن کی اس لیے نقل نہیں کی کہ سلاخوں سے سر ٹکرا کر زخمی ہو جاؤں گا تو اُس کا رول ادا کرنے نہیں جا سکوں گا۔"

وہ غرا کر بولیں۔ "جا سکو گے۔ اگر تم زخمی حالت میں اس جنگل کے باہر پے ناگ کے ہوائی اڈے پہنچو گے تو قانون کے محافظوں کو یقین آ جائے گا کہ طیارہ اغوا کرنے والوں نے واقعی ہیری ہڈسن پر ظلم کیا ہے۔ کیا تم بھول گئے کہ میں مکمل نقالی چاہتی ہوں۔"

اصل ہیری ہڈسن نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "ہا ہا ہا ہا۔ پھر تو میں اور زیادہ سر ٹکراؤں گا۔ سالے نقال تمھیں بھی میرے ساتھ سر ٹکراتے ٹکراتے مر جانا پڑے گا۔"

یہ کہتے ہی وہ سلاخوں سے سر ٹکرانے لگا۔ نقلی ہیری ہڈسن کو بھی یہی کرنا پڑا۔ دونوں کے سر ٹکرانے کا انداز بڑا ہی وحشیانہ تھا۔ آہنی سلاخیں جیسے لرز رہی تھیں۔ ایک بار نقال نے سلاخوں سے سر ٹکرانے کے بجائے آہستگی سے سہلایا تاکہ کسی طور نقالی کا عمل جاری رہے لیکن دو بدن نے بیک وقت دو ہاتھوں سے اُس کے سر کے بالوں کو پکڑ کر زور سے سلاخوں پر مارتے ہوئے کہا۔ "اصل ہیری ہڈسن ایسے ٹکرا رہا ہے۔ ایک دم سچی نقالی کرو۔۔۔"

لیکن وہ نقال جانی وارڈ اب اپنی مالکہ کی باتیں سننے کے لیے ہوش میں نہیں تھا۔ وہ بے ہوش ہو کر فرش پر گر پڑا تھا۔ اُس کا چہرہ لہو سے تر بتر تھا۔ اصل کی بھی یہی حالت تھی مگر وہ ہوش میں تھا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دہشت زدہ نظروں سے دو بدن کو دیکھتے ہوئے اٹک اٹک کر بول رہا تھا۔ "لو۔ تم بھی۔ میری نقل کرو۔ میں تمھیں بھی۔ بھی مار ڈالوں اوں۔۔۔"

وہ چکرا کر زمین پر بیٹھ گیا۔ دو بدن فاتحانہ انداز میں چلتی ہوئی جیل خانہ سے باہر آگئیں۔ حوض کے درمیانی راستے سے گزرتی ہوئی بڑے ہال میں پہنچیں۔ وہاں مختلف چھوٹی چھوٹی مشینوں کے پاس بے شمار ہیرے جگمگا رہے تھے۔ دو بدن نے ایک مشین کے پاس آ کر دیکھا۔ وہاں خوب صورت ڈیزائن کے نیکلس تیار کیے جا رہے تھے۔ وہ دو نیکلس اُٹھا کر ایک دوسری کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ پھر اپنے اپنے گلے میں وہ ہار پہن کر دیکھنے لگیں۔ بہت ہی خوب صورت ہار تھا۔ ہیروں کی جگمگاہٹ پر آنکھ نہیں ٹھہرتی تھی۔

وہ خوش ہو کر بولیں۔ "مسٹر مونو! تمھاری فنکاری کا جواب نہیں ہے۔ بولو کیا انعام چاہتے ہو؟"

"مادام! آپ نے مجھے فرش سے اُٹھا کر عرش پر پہنچا دیا ہے۔ مجھے کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ ہاں صرف ایک ہفتہ کے لیے اپنے بیوی بچوں سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کل تمھاری روانگی کا انتظام کر دیا جائے گا۔"

یہ کہہ کر وہ دوسری مشینوں کی طرف گئیں۔ کہیں بریسلٹ کہیں ہیئر کلپ اور کہیں کانوں کے آویزے تیار کیے جا رہے تھے۔ وہ مطمئن ہو کر ہال سے باہر آگئیں۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ ابھی رات کے تین بج رہے ہیں۔ چار بجے اُن کاریگروں کی ڈیوٹی ختم ہو جائے گی پھر وہ آیندہ شام تک آرام کریں گے۔ وہ چلتے چلتے بڑے سے گیراج میں آئیں۔ مسلح افراد اُسے دیکھتے ہی اٹینشن ہو گئے۔ ایک ویگن کار میں چار شخص بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ایڈی نے بتایا کہ وہ چاروں ایک ماہ کی چھٹیاں لے کر اپنے اپنے ملک جا رہے ہیں۔ دو بدن ویگن کار میں آ کر بیٹھ گئیں۔

گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی۔ پھر وہی دلدل والا منظر تھا۔ دیوار ایک طرف سرک رہی تھی۔ گاڑی وہاں سے گزرتی ہوئی دلدل میں

پہنچ کر رک گئی۔ پھر دیوار سرک کر اپنی جگہ آگئی اور دلدل اُوپر کی جانب اُبھرتی ہوئی کھلے جنگل میں برگد کے کنارے پہنچ گئی۔ وہاں سے ویگن کار دوبارہ اسٹارٹ ہو کر دلدلی حصے کو عبور کرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ تقریباً دو میل تک چلتے رہنے کے بعد اُن چاروں کی آنکھوں سے پٹیاں کھول دی گئیں۔

دوبدن نے گاڑی سے اُتر کر کہا: "تم چاروں پہ اعتماد کر کے تمھیں ایک ماہ کی چھٹی دی جا رہی ہے۔ اگر مقررہ وقت پہ پہنچ نا تک واپس نہیں پہنچو گے تو پھر جہاں رہو گے وہاں تمھاری موت پہنچ جائے گی۔ گو آن۔ وِش یو گڈ جرنی..."

ویگن کار آگے چلی گئی۔ دوبدن وہاں اُس وقت تک کھڑی رہیں جب تک کہ گاڑی کی روشنی نظر آتی رہی۔ پھر انھوں نے ایک بھرپور انگڑائی لی۔ سوری! ایک نہیں بیک وقت دو انگڑائیاں لیں۔ آن کے بدن ٹوٹ رہے تھے۔ وہ دونوں کسی راک فیلو نامی شخص کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔ سوچ کا انداز بتا رہا تھا کہ راک فیلو اُس کا محبوب ہے۔

میں اتنی دیر سے دوبدن کے خیالات پڑھتا جا رہا تھا۔ اُن کی ذات سے بنیادی دلچسپی یہ تھی کہ وہ دو ہونے کے باوجود ایک تھیں۔ ایسی مشترک عورتیں جس شخص کو اپنا محبوب بنائیں گی۔ وہ کیسا عجوبہ ہوگا؟ یہ معلوم کرنے کے لیے میری دلچسپی اور بڑھ گئی۔ اُس وقت دوبدن ہری بھری شبنم آلود گھاس پہ لوٹ رہی تھیں۔ دن رات زمین دوز اڈے میں قید رہنے کے بعد وہ ہر رات تین بجے کھلی فضا میں آتی تھیں اور صبح تک آزاد پنچھی کی طرح جنگل میں گھومتی رہتی تھیں۔

لیکن وہ رات راک فیلو سے ملاقات کے لیے مقرر تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ گھاس پر سے اُٹھ گئیں۔ پھر ایک طرف جانے لگیں۔ قریب ہی مقامی باشندوں کی ایک بستی تھی۔ میں اِس خیال سے اُٹھ بیٹھا کہ وہ ہماری بستی کی طرف آرہی ہیں۔ میرے کاٹج کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ باہر چاندنی میں جنگل سو رہا تھا۔ چاروں طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے تسابانہ پر ایک نظر ڈالی۔ پھر آہستگی سے اُٹھ کر کھڑکی کے پاس آگیا۔

دوبدن کی سوچ کہہ رہی تھی کہ بستی نگاہوں کے سامنے ہے۔ کچھ مقامی اور غیر مقامی باشندے ہاتھوں میں مشعلیں لیے اُن کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے ہیں۔ میرا خیال غلط نکلا۔ ہماری بستی میں مشعلیں روشن نہیں تھیں اور نہ ہی کوئی استقبال کے لیے کھڑا ہوا تھا۔ وہ کوئی دوسری بستی تھی۔ وہاں مقامی باشندے دوبدن کے آگے گھٹنے ٹیک رہے تھے اور سر جھکا رہے تھے۔ وہ اُن کے درمیان سے گزرتی ہوئی ایک جھونپڑی میں آئیں۔ سب لوگ باہر رُک گئے۔ دوبدن نے جھونپڑی کے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

اُس کمرے میں مختصر سا رہائشی سامان تھا۔ وہ کمرے سے گزرتی ہوئی پچھلے برآمدے میں آئیں۔ برآمدے کے سامنے اُونچی اُونچی جھاڑیاں تھیں۔ آگے بڑھنے کا راستہ نہیں تھا۔ لیکن وہ آگے بڑھ گئیں۔ جھاڑیوں کو چاروں ہاتھوں سے ہٹاتی اور چاروں قدموں سے بڑھتی ہوئی ایسی جگہ پہنچ گئیں جہاں جھاڑیوں کے بیچ زمین کا تھوڑا سا حصہ ننگا تھا۔ وہاں پتھر کی بڑی سی سِل رکھی ہوئی تھی۔

سِل کے دونوں آہنی کنڈوں کو چاروں ہاتھوں نے تھام کر اُٹھانا شروع کیا۔ سِل اتنی وزنی تھی کہ ایک قوی ہیکل شخص تنہا اُسے ہلا بھی نہیں سکتا تھا لیکن وہاں ڈبل ہارس پاور والی قوت تھی۔ چند لمحوں میں ہی وہ سِل اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ اب سِل کی جگہ گہرائی نظر آرہی تھی۔ ایک زینہ اُس گہرائی میں اُترتا چلا گیا تھا۔ اُس زینے سے بیک وقت ایک آدمی گزر سکتا تھا اور وہ دو تھیں۔

وہ دونوں آگے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ اُن کے دماغ نے آگے والی کے قدموں کو بڑھنے اور پیچھے والی کے قدموں کو رُکنے کی ہدایت کی۔ آگے والی نیچے زینے پر پہنچ گئی۔ پھر چند زینے اُتر کر رُک گئی۔ دماغ کی ہدایت کے مطابق پیچھے والی زینے پہ پہنچ گئی۔ اُس کے بعد اکڑوں بیٹھ کر دونوں ہاتھ اُٹھا کر اُوپر کی سِل کو اُس کی جگہ واپس کھینچنے لگی۔

میں نے پہلی بار اُن کا الگ الگ عمل دیکھا۔ یہ عمل ایسا ہی تھا۔ جیسے ہمارا دماغ ہمیں بیک وقت دونوں ہاتھ اُٹھانے کے لیے کہے تو دونوں ہاتھ اُٹھ جائیں اور صرف ایک ہاتھ کو اُٹھنے کی ہدایت دے تو ایک ہی ہاتھ اُٹھے۔ اُسی طرح اُن کا ایک دماغ چار ہاتھ، چار پاؤں اور دو جسم کو اپنے کنٹرول میں رکھتا تھا۔

اُس وقت صرف دو ہاتھ اُس پتھر کی سِل کو ہٹانے میں ناکام رہے۔ اُس نے مایوس ہو کر خفیہ راستے کو کھلا چھوڑ دیا۔ پھر دونوں ایک دوسری کے آگے پیچھے زینے سے اُترتی ہوئی تہہ خانے کے فرش پر پہنچ گئیں۔ وہاں بجلی کا ایک قمقمہ روشن تھا۔ تین شخص اُن کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ ایک بوڑھے شخص نے کہا: "بیٹی! کتنی بار سمجھایا ہے کہ اِس راستے سے نہ آیا کرو۔ کیا تم اپنی خواب گاہ سے یہاں نہیں آسکتی تھیں؟"

دوبدن نے کہا: "ڈیڈی! میں نے کتنی بار کہا ہے کہ میں سُرنگ کے راستے سے آنا نہیں چاہتی۔ باہر جنگل میں جا کر مجھے بھی کھلی فضا میں سانس لینا چاہیے۔"

"اگر ایک رات تم کھلی فضا میں نہیں جاؤ گی تو کیا فرق پڑ جائے گا؟"

دوبدن نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دونوں منہ گھما کر سامنے والے دروازے سے گزر گئیں۔ دروازے کے دوسری طرف بڑا سا ہال تھا۔ اُس ہال میں کچھ لوگ سونے اور ہیرے کے زیورات خوب صورت ڈبوں میں رکھ کر بڑے بڑے کارٹنوں میں پیک کر رہے تھے۔ وہ بڑے ہال سے گزرتی ہوئی ایک تنگ سی راہداری میں آگئیں۔ اطراف میں بہت سے چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔ وہ وہاں سے گزرتی ہوئی دوسری راہداری میں آئی۔ اُس کے آخری سرے میں ایک بڑا سا آہنی دروازہ تھا۔ وہاں ایک رائفل بردار جوان کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے دوبدن کو دیکھتے ہی سلام کیا۔ پھر آہنی دروازے کے قفل کو کھول دیا۔ وہ دوسری طرف گئیں۔ آہنی دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔ اُس کو دوبارہ مقفل کر دیا گیا۔

وہاں نیم تاریکی تھی۔ وہ شانہ بشانہ آگے بڑھنے لگیں۔ پہلے کمرے کے کھلے ہوئے دروازے سے روشنی باہر آرہی تھی۔ وہ اُس کمرے میں داخل ہو گئیں۔ وہاں ایک ڈاکٹر اور چار صحت مند جوان موجود تھے۔ کمرے کے وسط میں ایک بڑا بلب روشن تھا۔ اُس کے سائے میں ایک بستر بچھا ہوا تھا۔ دوبدن اُس بستر پہ آکر بیٹھ گئیں۔ ڈاکٹر نے کہا: "اگر تھکن محسوس کر رہی ہو تو آرام کرو۔"

"نہیں۔" وہ دونوں بولیں: "میں راک فیلو سے ملنے جاؤں گی۔ اِس ماحول میں میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا: "راک فیلو اسی ماحول میں مل جاتا ہے۔ پھر اِس ماحول سے باہر کہاں جانا چاہتی ہو؟"

"میں دُنیا دیکھنا چاہتی ہوں۔ مجھے لوگوں سے ملنے، اُٹھنے بیٹھنے اور لباس پہننے کے طور طریقے سکھائے گئے ہیں۔ مجھے مہذب دُنیا کی تعلیم دی گئی ہے۔ پھر مجھے اِس جنگل سے باہر کیوں نہیں جانے دیا جاتا؟"

"ہم تمھیں بارہا سمجھا چکے ہیں کہ مہذب دُنیا میں جا کر تم تماشہ بن جاؤ گی۔ پہلے تم اپنے دو الگ وجود کو سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"میں سمجھ رہی ہوں۔"

"تم جھوٹ بولتی ہو۔ اگر الگ الگ ہو تو ایک ساتھ نہ بولو۔"

دوبدن کی سوچ نے کہا: "اب میں اپنی ایک ہی زبان سے بولوں گی۔ دوسری زبان چُپ رہے گی۔"

یہ سوچتے ہی ایک کے لب ہلے۔ ایک زبان نے کہا: "دیکھو میں تنہا بول رہی ہوں۔ دوسری چُپ ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا: "یہ تو آزمائش کے وقت تم ایسا کر لیتی ہو لیکن عام حالات میں اپنی فطرت سے مجبور ہو کر ایک اور ایک دو نہیں ہو، تین ایک ہی بن کر ظاہر ہوتی ہو۔"

"میں رفتہ رفتہ ایک دوسرے سے علیحدہ رہنے کی عادی ہو جاؤں گی۔ میرا وقت ضائع نہ کرو چلو مالش کرو۔"

یہ کہہ کر دونوں اپنا لباس اُتارنے لگیں۔ آس پاس کھڑے ہوئے جوان اُن کا اُتارا ہوا لباس لے کر ایک طرف رکھ رہے تھے۔ پھر وہ دونوں بستر پہ لیٹ گئیں۔ ڈاکٹر دواؤں کے ریک میں سے ایک بوتل اُٹھا کر لایا جس میں سبز رنگ کا سیال مادہ تھا۔ چاروں صحت مند جوان ربر کے دستانے پہنے ہوئے تھے۔ ایک نے سبز سیال کو ایک بڑے سے کٹورے میں انڈیلا پھر چاروں باری باری اُس کٹورے میں ہاتھ ڈبو کر اُس سیال کو دوبدن کے بدن پہ ملا کر رگڑنے اور مالش کرنے لگے۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگیں۔ مالش کرنے والے تگڑے ہاتھ انھیں تکلیف نہیں پہنچا رہے تھے۔ دوبدن کے احساسات سے پتا چل رہا تھا کہ مالش کی دوا میں عجیب سی سوزش ہے۔ دونوں بدن میں جلن کا احساس شدت سے ہو رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے سیسہ پگھلا کر گوشت پوست کے بدن میں مالش کے ذریعہ پہنچایا جا رہا ہے۔

میں دوبدن کو چھوڑ کر ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آخر وہ کس قسم کی مالش ہے اور صرف دوبدن کے بدن کی ہی مالش کیوں کی جا رہی ہے؟ میں نے بہت آہستہ آہستہ ڈاکٹر کے ذہن کو کُریدا تو وہ مالش کا فارمولا اپنی سوچ کے ذریعہ دُہرانے لگا لیکن دواؤں کے نام ایسے ناقابلِ فہم تھے کہ میں انھیں سمجھ سکتا تھا نہ یاد رکھ سکتا تھا۔

اُس کی سوچ کہہ رہی تھی: "اِس مالش کا ایک ایک قطرہ گوشت کے ریشے ریشے میں پہنچ کر جسم کو بیرونی چوٹوں سے بے حس اور ہڈیوں کو فولاد بنا دیتا ہے۔ یہ میری قابلِ فخر ایجاد ہے لیکن عام استعمال کے لیے اِس مالش میں ملاوٹ کرنی ہوگی۔ کیونکہ موجودہ مالش انسانی جسم کے لیے قدرے زہریلی ہے۔ جُڑواں (دوبدن) کو بچپن سے قطرہ قطرہ مالش کا عادی بنایا گیا ہے۔ پھر بھی یہ تکلیف سے کراہتی ہے مگر عادی ہو چکی ہے..."

آدھے گھنٹے بعد مالش کا عمل ختم ہو گیا۔ چاروں نوجوان دستانے اُتارتے ہوئے باتھ روم کی طرف جانے لگے۔ دوبدن تقریباً دس منٹ تک چُپ چاپ لیٹی رہیں۔ جب اپنے اندر جلن کا احساس بالکل ہی ختم ہو گیا تو وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اپنے چاروں ہاتھوں کو ورزش کے انداز میں حرکت دینے کے بعد کھڑی ہو گئیں۔ پھر پنجوں کے بل اسکیپنگ کرتی ہوئی کمرے سے باہر آگئیں۔

راہداری میں آگے اور بھی کمرے تھے۔ ایک کمرے کے سامنے بساند بو پھیلی ہوئی تھی۔ دوبدن نے اُس کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ وہاں ایک کھانے کی میز پر کچے گوشت کی کچھ بوٹیاں اور بہت ساری ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔ دوبدن کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ کچا گوشت کھانے والا درندہ ابھی ڈنر سے فارغ ہو کر وہاں سے گیا ہے...

اُس کی سوچ کے دوران ہی دُور کہیں سے غراہٹ کی آواز سنائی دی۔ وہ غراہٹ تھی یا کوئی درندہ کچا گوشت ہضم کرتے ہوئے ڈکار لے رہا تھا۔ وہ گھوم کر آواز کی سمت جانے لگیں۔ راہداری کے بدبودار اندھیرے میں وہ آگے بڑھتی جا رہی تھیں اور کسی کے سانس لینے کی بھاری بھرکم آواز قریب آتی جا رہی تھی۔ سانس لینے کی ایسی بھیانک آوازیں کسی درندے کے نتھنوں سے ہی نکلتی ہیں۔ وہ بے جھجک آگے بڑھتی ہوئی ایک کمرے کے دروازے کے سامنے ٹھہر گئیں۔

کھلے ہوئے دروازے سے کمرے کے سامنے والی دیوار پہ اُس کا سایہ نظر آرہا تھا۔ سائے کو دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے کوئی گوریلا تخت پر بیٹھا ایک بوتل کو منہ سے لگائے شراب پی رہا ہو۔ دوبدن نے ایک ساتھ آواز دی۔ "راک فیلو..."

"غرر غرر غرر..." غراہٹ کے ساتھ آواز آئی: "مائی سویٹ ڈبل لیڈی کم اِن..."

وہ بڑے سے کمرے میں داخل ہوگئیں۔ پھر انھوں نے گھوم کر راک فیلو کو دیکھا۔ یوں کہنا چاہیئے کہ دوبدن کی دماغی آنکھوں سے میں نے دیکھا۔ راک کے معنی چٹان ہیں۔ وہ سات فٹ کا قد آور چٹان تھا۔ چٹانوں پر گھاس نہیں اُگتی۔ مگر اُس کا تمام جسم بالوں سے چھپا ہوا تھا۔ اُس کے بدن پر لباس نہیں تھا۔ بالوں نے ہی اُسے ڈھانپ رکھا تھا۔ پہلی نظر میں بالکل گوریلا نظر آتا تھا۔ سر کے بال بھی بڑے تھے۔ ڈاڑھی بھی تھی۔ اُس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں سُرخ انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ وہ دوبدن کو دیکھ کر مسکرایا تو بڑے بڑے دانتوں کی نمائش ہوئی۔ وہ ایسے مضبوط دانت اور جبڑے تھے کہ کچے گوشت کو پیس کر قیمہ بنا دیتے تھے۔

وہ مسکراتے ہوئے مگر غراتے ہوئے بولا "تم پھر میرا خانہ خراب کرنے آگئی ہو۔ میں کیسے بتاؤں کہ تمھارے جانے کے بعد میری کیا حالت ہوتی ہے۔ میں دیواروں سے سر ٹکرانے لگتا ہوں۔"

وہ بولیں "قصور تمھارا ہے۔ مجھے اس لیے غصہ آجاتا ہے کہ تم آدھا پیار کرتے ہو۔"

"آدھے پیار کی بچی! میں تم دونوں کو ایک ساتھ کیسے پیار کر سکتا ہوں؟"

وہ جھنجلا کر کھڑا ہوگیا۔ دوبدن نے کہا "تم بھی مجھے دو کہہ رہے ہو۔ وہ ڈاکٹر بھی مجھے ایک سے دو بنانا چاہتا ہے۔ کہتا ہے جب تک میں اپنے دو ٹکڑے نہیں کروں گی مجھے مہذب دُنیا میں نہیں جانے دیا جائے گا۔"

وہ آگے بڑھ کر بولا "تم اپنے دو ٹکڑے کیا کرو گی۔ ایسے تم تو پیدائشی دو عدد ہو۔ کیا تمھیں اپنے چار ہاتھ اور چار پاؤں نظر نہیں آتے۔"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولیں "ہاں کبھی بہت زیادہ سوچ سمجھ کر دیکھنے سے نظر آتے ہیں مگر میں کیا کروں۔ یہ چاروں ہاتھ پاؤں مجھ سے ہی منسلک ہیں میرے ہی دماغ کے تابع فرمان ہیں۔ کیا ایسا تجربہ نہیں کیا گیا کہ مجھے دو حصّوں میں الگ کر کے ایک حصّہ دوسرے کمرے میں بھیج دیا گیا مگر وہاں بھی میرا ہی دماغ بولتا رہا۔ جو کچھ میں اِدھر کرتی رہی۔ وہی وہ بھی اُدھر کرتی رہی۔ پھر میں دو کیسے ہو سکتی ہوں؟"

"تمھاری دو کی ایسی کی تیسی۔ آج میں تم دونوں کو ہی حاصل کر کے رہوں گا۔"

وہ اپنے دونوں بازو پھیلا کر آگے بڑھا۔ وہ بالوں بھرے سخت اور کھُردرے بازو ایسے تھے کہ فولادی بازوؤں کو توڑ کر رکھ دیتے۔ کوئی بھی عورت انھیں دیکھ کر دہشت سے مر جاتی مگر دوبدن جذباتی انداز میں آگے بڑھ کر اُس کے بازوؤں میں سما گئیں۔ راک فیلو کی سانسوں کی آوازیں ایسی تھیں جیسے اژدہا سانس کھینچ رہا ہو جیسے وہ دوبدن کو سانسوں کے ذریعہ کھینچ کر نگل لینا چاہتا ہو۔

وہ بڑے بڑے دانتوں کی نمائش کرتا ہوا ایک چہرے پر جھکا وہ بولیں "مجھے پیار کرو۔"

راک فیلو نے دوسرے چہرے کو دیکھا کیونکہ اُس چہرے نے بھی اُسی وقت پیار کی فرمائش کی تھی۔ وہ اِدھر والے چہرے کی طرف جھکا تو دوسری نے اُس کی ڈاڑھی پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لی۔ چیخ کر بولی "اُدھر کہاں جھک رہے ہو؟"

اُس نے جھلا کر دوبدن کے دونوں سروں کو اپنے دونوں آہنی پنجوں میں داب لیا۔ غصہ سے بولا "اگر تم دونوں نے پھر وہی جھگڑا شروع کیا تو میں ان سروں کے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔"

میں اُس وقت دوبدن کے دماغ میں بیٹھا صحیح طور پر اُن کی فطری مجبوریوں کو سمجھ رہا تھا۔ وہ محض تماشے کے طور پر خواہ مخواہ ایسی باتیں نہیں کر رہی تھیں۔ جب راک فیلو ایک چہرے پر جھکتا تو دوبدن کا دماغ سچ مچ دوسرے چہرے کی تشنگی محسوس کرتا تھا اور وہ بیک وقت بول پڑتی تھیں کہ "مجھے پیار کرو"۔

راک فیلو جھنجلا کر دونوں سروں کو ٹکرا دینا چاہتا تھا لیکن چار ہاتھوں نے اُس کے ایک بازو کو پکڑ کر موڑنا شروع کر دیا۔ راک فیلو نے دوسرے ہاتھ سے ایک طمانچہ رسید کیا۔ طمانچہ ایک چہرے پر پڑا تو ایک سر دوسرے سر سے ٹکرا گیا۔ دوبدن ایک دوسرے سے اُلجھ کر ذرا دور گئیں پھر سنبھل کر کھڑی ہوگئیں۔ اُس درندے کا ہاتھ فولاد کی طرح وزنی تھا مگر دوبدن بھی فولادی مالش سے گزر کر مقابلہ پر آئی تھیں۔

راک فیلو نے دونوں ہاتھ بڑھا کر پھر دونوں کو گرفت میں لینا چاہا۔ مگر وہ دونوں اُچھل کر اُس کے آگے پیچھے پہنچ گئیں۔ پھر دونوں نے ایک ساتھ لاتیں چلائیں۔ راک فیلو نے سامنے والی کے حملے کو روکا مگر پیچھے والی لات نے اُس کے قدم اُکھاڑ دیئے۔ وہ غرّا کر پلٹ گیا۔ اُس وقت چار عدد کرارے ہاتھ چلے۔ وہ مار کھاتا ہوا دور گیا تاکہ وہ دونوں سامنے آجائیں آگے پیچھے سے حملہ نہ کر سکیں۔ پھر وہ غرّا کر بولا "تم دونوں جانتی ہو کہ میں آہنی سلاخوں کی مار برداشت کر لیتا ہوں۔ تم خواہ مخواہ خود کو تھکا رہی ہو"۔

وہ بولیں "تم بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ میری ہڈیاں فولادی ہیں۔ تمھارے جیسا درندہ مجھ پر حملے کرتے کرتے تھک جائے گا۔ میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"ہم دونوں ہی ایک دوسرے کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ بہتر ہے کہ صُلح کر لیں۔ دیکھو میں تمھارا بھوکا ہوں اور تم میری بھوکی ہو۔ تم دونوں کو باری باری پیار کروں گا۔"

"کون دونوں؟"

"دیکھو تم پھر مجھے غصّہ دلا رہی ہو۔"

اُس نے دوسرے کمرے کا دروازہ کھول کر اچانک ہی ایک کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ دوسری بھی کھنچتی ہوئی آئی مگر اُس نے دوسری کو لات مار کر گرا دیا۔ پہلی کو کمرے میں دھکیل کر دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ اب ایک اِس کمرے میں تھی۔ دوسری اُس کمرے میں اور وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ بھی نہیں سکتی تھیں۔

لیکن دماغ کی اپنی آنکھیں اپنی سماعت اور اپنے احساسات ہوتے ہیں۔ دوبدن کے دماغ کی ٹیلی پیتھی اُس کے اپنے ایک بدن سے دوسرے بدن تک پہنچتی تھی۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا "میں آدھی اِدھر اور آدھی اُدھر ہوگئی۔ اب اُدھر والی کچھ نہیں بولے گی۔ کوئی حرکت نہیں کرے گی آدھی مُردہ رہے گی۔"

راک فیلو نے قریب آکر اُسے اپنی آغوش میں کھینچا تو وہ ڈھیلی پڑ گئی۔ اُس نے بازوؤں میں اُسے اُٹھا کر لکڑی کے تخت پر لِٹا دیا۔ پھر کہا "میں جانتا ہوں تم اِن حالات میں مُردہ بن جاتی ہو لیکن میں تمھیں نہیں چھوڑوں گا۔"

"خبردار! دور رہو۔۔۔" ڈاکٹر کی آواز سُنائی دی۔ راک فیلو نے گھوم کر دیکھا۔ ڈاکٹر کے ساتھ چار نوجوان ریوالور لیے کھڑے تھے۔

راک فیلو نے جھنجلا کر کہا "تم سب چلے جاؤ۔ یہ ہاتھ نہیں آئے گی تو میں اِسے مار ڈالوں گا۔"

ایک نوجوان نے فائر کیا۔ وہ اُچھل کر پیچھے چلا گیا۔ ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر کہا "تم تمام عجوبوں کی پرورش اِس لیے نہیں کی جاتی کہ تم ایک دوسرے کو مار ڈالو۔ ایسا کرنے سے پہلے ڈاکٹر فینی تمھیں موت کے گھاٹ اُتار دے گا۔"

وہ گرج کر بولا "کہاں ہے ڈاکٹر فینی؟ میں اُس سے دو ٹوک باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنی مرضی سے ڈبل جوئیل کو حاصل کرنے کا موقع دیا جائے یا پھر ہمیشہ کے لیے انھیں میری نظروں سے دور کر دیا جائے۔"

"تمھاری مرضی نہیں چلے گی۔ ہم جو تجربہ جوئیل پر کرنا چاہتے ہیں اُس کے لیے تمھیں صبر و تحمل سے کام لینا ہوگا۔"

"یہ بھی کوئی تجربہ ہے کہ یہ دو سے ایک بنتی ہے۔ میں اِسے ایک سے دو بنانا چاہتا ہوں اور جھگڑا شروع ہو جاتا ہے یہ کس قسم کا تجربہ ہے؟"

"تجربہ یہ نہیں ہے۔ تم آرام سے بیٹھو میں بتاتا ہوں۔"

وہ بیٹھ گیا۔ دوسرے کمرے کا دروازہ کھُل چکا تھا۔ دوبدن ایک ہوگئی تھیں۔ راک فیلو اُن کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا "سنو! ڈاکٹر فینی تقریباً تیس برس سے ایسے انسانوں کو تلاش کرتا اور اُن کی پرورش کرتا ہے جو کسی نہ کسی طور سے عجوبے کہلائے جا سکتے ہیں۔ تم بظاہر ایک عام انسان ہو مگر حیرت انگیز قوتوں کے مالک ہو۔ تم پتھر کے ستون کو گھونسے مار کر گرا سکتے ہو۔ ایک جھٹکے سے درخت کو جڑوں سے اکھاڑ کر پھینک سکتے ہو۔ عجیب بات یہ ہے کہ کچا گوشت کھا کر اور شراب پی کر زندہ رہتے ہو۔

ڈاکٹر فینی نے تمھیں اپنے عجائب خانہ سے نکال کر یہاں اِس لیے بھیجا ہے کہ تمھارے اور ڈبل جوئیل کے اختلاط سے ۔۔۔ عجوبے پیدا کیے جائیں۔ ہمارا خیال ہے کہ تمھاری اولاد تمھاری طرح حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہوگی۔ اس تجربہ کے سلسلہ میں ہم یہ اہم مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں کہ ڈبل جوئیل بیک وقت حاملہ ہوتی ہیں اور بیک وقت بچے پیدا کرتی ہیں یا نہیں؟

جیسا کہ اِن دونوں کا ہر کام ایک ساتھ ایک ہی وقت میں ہوتا ہے۔ اُسی طرح ایک ہی وقت میں اِن کی اولاد پیدا ہوں گی تو وہ بھی اپنی ماؤں (دوبدن) کی فطری عادات کی حامل ہوں گی۔ اِس مسئلے میں ایک قباحت ہے۔ وہ یہ کہ یہ دو ہیں اور تم ایک ہو۔ فصل کے لیے بیج بونے کا ایک ہی وقت مقرر نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے ڈاکٹر فینی نے خصوصیت سے آپریشن کے انتظامات کر رکھے ہیں۔ ڈبل جوئیل کا طبی معائنہ ہوا کرے گا۔ جب بھی حمل کے آثار پائے جائیں گے، آپریشن کے ذریعہ مادہ تولید کی افزائش اور پیدائش کا ایک ہی وقت مقرر کر دیا جائے گا۔"

دوبدن اور راک فیلو ایک دوسرے کو جذباتی نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ اپنا جھگڑا بھول گئے تھے اور اُن کے اندر فطری خواہشات مچل رہی تھیں۔ ڈاکٹر نے کہا "پچھلے ایک ماہ میں تم دونوں کو تین بار ملنے کے مواقع دیئے گئے۔ بے شک تم آپس میں ایک دوسرے کی قربت چاہتے ہو لیکن عین وقت پر ڈبل جوئیل اپنی ضد اور انانیت کا مظاہرہ کرتی ہیں کہ یہ صرف ایک ہیں مگر انھیں آدھا پیار کیا جا رہا ہے۔

ڈبل جوئیل ہی جھگڑا شروع کرتی ہیں۔ ہم اِس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ دونوں ذہنی اور روحانی طور پر ایک ہیں۔ ایک طرح سوچتی ہیں۔ ایک ساتھ سانسیں لیتی ہیں۔ ایک روٹی ملے تو آدھی آدھی بانٹ کر کھا لیتی ہیں لیکن ایک مرد ملے تو اُسے تقسیم نہیں کرتیں۔ دونوں اُسے اپنی اپنی ذات سے وابستہ کرنا چاہتی ہیں۔ ازل سے عورت کی یہی فطرت ہے کہ وہ اپنا سب کچھ دے دیتی ہے مگر اپنا مرد اپنے سائے کو بھی نہیں دینا چاہتی۔ دراصل یہ حسد، رقابت اور سوتیا جلاپے والی باتیں ہیں جنھیں ڈبل جوئیل کا ذہن سمجھنے سے قاصر ہے۔

میں نے تم دونوں کے متعلق تفصیلی رپورٹ تیار کی ہے اور اِسے ڈاکٹر فینی کے پاس بھیج رہا ہوں۔ وہاں سے احکامات آنے تک میرا فیصلہ یہ ہے کہ اب تم دونوں بلکہ تینوں کو ملنے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ مادام ڈبل جوئیل! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ یہاں سے چلی جائیں۔"

دوبدن اُٹھ کر کھڑی ہوگئیں۔ پھر کہنے لگیں "تم سب ڈاکٹر، راک فیلو جیسے درندے کو میرے سامنے لا کر تجربات کرتے رہو مگر مجھے ایک چاہنے والے کی ضرورت ہے۔ میں یہاں خالی ویران سی زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ میں شہر جاؤں گی اور میرا دل جسے پسند کرے گا۔ میں اُسی کے بچوں کی ماں بنوں گی۔ اپنی رپورٹ میں یہ باتیں ضرور لکھ دینا۔۔۔"

یہ کہہ کر وہ اس کمرے سے باہر آگئیں۔ دور راہداری کا آہنی دروازہ اُن کے لیے کھول دیا گیا۔ ایک نہیں ڈبل جوانی کے تقاضوں اور دوہرے جذبوں کی تشنگی کے باعث وہ بے حد غصے میں تھیں۔ باغیانہ انداز میں وہاں سے فرار ہونے کے متعلق سوچ رہی تھیں۔ اس بار انھوں نے واپس جانے کے لیے اُس بستی کا راستہ اختیار نہیں کیا، جہاں سے وہ آئی تھیں۔ وہ

راستہ بدل کر ایک سُرنگ کے دہانے پر پہنچ گئیں۔ وہاں دیوار سے ایک مشعل لگی تھی۔ اُن کے دماغ نے ہدایت دی کہ صرف ایک ہاتھ مشعل کو تھامے گا۔ وہ ایک ہاتھ سے مشعل اُٹھا کر سُرنگ میں داخل ہوگئیں۔

میں نے اُس کی سوچ میں سوال کیا "کیا ڈاکٹر درست کہہ رہا تھا کہ میں اپنی سوکن آپ ہوں۔ میں اپنے دوسرے بدن سے رقیبوں کی طرح جلتی ہوں"۔

اُس کی سوچ نے کہا "ڈاکٹر! بکواس کرتا ہے۔ دوسرا بدن بھی میرا ہے۔ نہ میں اسے الگ سمجھتی ہوں اور نہ ہی اُس سے جلتی ہوں۔ پتہ نہیں قدرت نے مجھے کیا بنا کر چھوڑ دیا ہے۔ بھوک پیاس کے وقت دونوں بدن میں ایک ساتھ خوراک پہنچتی ہے۔ میں پانی بھی ایک ساتھ پیتی ہوں۔ کپڑے بھی ایک ساتھ پہنتی ہوں اور پیار بھی ایک ہی ساتھ چاہتی ہوں۔ ایک ساتھ پیار نہ ملے تو یوں لگتا ہے جیسے کوئی آدھا لقمہ چھین رہا ہو۔ جس پیار سے تشنگی نہ مٹے، میں اُسے قبول نہیں کر سکتی"۔

وہ سوچ رہی تھیں میں سن رہا تھا۔ میری سمجھ میں یہی بات آئی کہ جس طرح وہ ایک ساتھ ایک وقت میں اپنے پیٹ کی بھوک مٹاتی تھیں۔ اسی طرح ایک ساتھ ایک ہی وقت میں خواہشات کے پیار بھرے عمل سے گزرنا چاہتی تھیں اور یہ تقریباً ناممکن تھا۔

وہ بیس منٹ کے بعد سُرنگ کے دوسرے سرے پر پہنچ گئیں۔ آہنی دروازے پر دستک دینے کے بعد وہ کھل گیا۔ دروازے کے دوسری طرف جیل خانہ تھا۔ وہاں ڈان سومرو، بیری ہڈسن اور دنود شرما اپنے اپنے کمروں میں سو رہے تھے۔ دو بدن وہاں سے گزرتی ہوئی اپنی خواب گاہ میں آگئی۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اب وہ سونے کا ارادہ کر رہی تھی۔ میں تھوڑی دیر بعد اُس کے دماغ سے نکل آیا۔

جنگل اب جاگ رہا تھا۔ کاٹج کی کھڑکی کے باہر صبح ہو رہی تھی۔ میرے بستر پر شبانہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں اب تک جاگ رہا تھا۔ ساری رات خیال خوانی میں گزر گئی تھی۔ اُس کے باوجود میں ابھی سو نہیں سکتا تھا۔ مجھے سونیا اور رومانہ کی فکر تھی۔ آبدوز کے پہنچتے ہی وہاں ہنگامہ شروع ہونے والا تھا۔

میں نے اُن کی خیریت معلوم کی۔ وہ دونوں اپنے اپنے کیبن میں سو رہی تھیں۔ عازم بھی سو رہا تھا مگر آبدوز میں آنے والے انجانے دشمنوں کے متعلق ڈراؤنے خواب دیکھ رہا تھا۔ میں بحری جہاز سے بھی واپس آگیا۔ اُس جہاز میں سونیا اور رومانہ کے چار دن گزر چکے تھے۔ میرا دل کہہ رہا تھا کہ اب کسی لمحے بھی آبدوز وہاں پہنچ سکتی ہے۔

میں سو نہیں سکتا تھا اس لیے غسل کرنے کے لیے باتھ روم میں چلا گیا۔ نیند اور تھکن سے بُرا حال تھا۔ ٹھنڈے پانی سے غسل سے قدرے تازگی محسوس ہوئی۔ میں تولیہ لپیٹ کر باتھ روم سے باہر آگیا۔ میرے کمرے کی کھڑکی بند ہو چکی تھی۔ حالانکہ میں اُسے کھلا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ میں نے شبانہ کی طرف دیکھا۔ وہ نیند سے جھپکتی ہوئی آنکھیں کھولے مسکرا رہی تھی۔ کہنے لگی "روشنی سے آنکھ کھل گئی۔ اس لیے میں نے کھڑکی بند کر دی۔ اب دیکھو صبح کے وقت کمرے کی یہ نیم تاریکی کتنی پُراسرار اور رومان پرور لگ رہی ہے"۔

یہ کہہ کر اُس نے ایک بھرپور سی انگڑائی لی۔ میں اُسے ہمدردی سے دیکھنے لگا۔ کیونکہ جس کے سامنے اُسے انگڑائی لینی تھی۔ وہ اُس سے ہزاروں میل دُور تھا اور پتہ نہیں آیندہ وہ اُسے مل بھی سکے گا یا نہیں؟ اِدھر شبانہ کی آرزوئیں منہ زور آندھی کی طرح تھیں۔ میں نے گہری ہمدردی کے جذبے سے کہا "شبانہ! جتنی جلدی ممکن ہو، کوئی دوسرا ساتھی تلاش کر لو"۔

"اونہہ! ایک شادی کی۔ شوہر بچھڑ گیا۔ تمھیں اپنایا ہے تو تم بھی کترا رہے ہو۔ سارے مرد ہرجائی بھنورے ہوتے ہیں۔ پھر کیوں نہ تم ہی ساتھی بن کر رہو؟"

"میں دیکھتے ہی دیکھتے بچھڑنے والا ہوں۔ تمھیں بہت جلد میری باتوں کا یقین آجائے گا۔ دیکھو شبانہ! تم ایک ارب پتی باپ کی بیٹی ہو۔ اپنے ڈیڈی کے پاس واپس چلی جاؤ۔ وہ تمھیں معاف کر دیں گے"۔

"تمھارے مشورے کا شکریہ"۔ وہ بستر سے اُٹھتی ہوئی بولی "یہاں آرام سے لیٹو۔ میں تمھارے زخموں کی مرہم پٹی کروں گی"۔

وہ ایک بہترین نرس بھی تھی۔ میں بستر پر لیٹ گیا "شبانہ! میں ایک شرط پر دوست بن کر رہ سکتا ہوں"۔

وہ دواؤں کا بکس اُٹھا کر لے آئی "میں تمھاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں"۔

"یہاں سے چلی جاؤ۔ اپنے ڈیڈی سے صلح کر لو"۔

"اچھا تو مجھے یہاں سے بھگانے کی شرط لگا رہے ہو۔ بڑی اچھی دوستی ہے"۔

"اوہ پہلے پُوری بات تو سُنو۔ کچھ دنوں کے بعد میں تمھارے پاس انقرہ پہنچ جاؤں گا۔ تمھارے ڈیڈی مجھے عازم سمجھتے رہیں گے۔ چلو دوا لگاتی جاؤ"۔

"نہیں پہلے یہ بتاؤ کہ تمھاری اِن باتوں میں کہاں تک صداقت ہے"۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں تمھاری قسم"۔

"تو پھر میرے ساتھ چلو۔ ڈیڈی تمھیں عازم! میرا شوہر اور اپنا داماد سمجھیں گے"۔

"ٹھیک ہے مگر وہ مجھے داماد تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ تم پہلے جا کر انھیں یہی تاثر دو کہ میں اُن کی ہٹ دھرمی سے ناراض ہوں۔ وہ مان جائیں گے تو میں واپس آجاؤں گا"۔

"تم باتیں خوب بناتے ہو"۔

"میں جھوٹا ہی سہی۔ جھوٹے کی دوستی ناپائیدار ہوتی ہے"۔

میں نے منہ پھیر لیا۔ وہ پاس آکر مجھ پر جھک گئی "تم تو ناراض ہوگئے"۔

میں نے جواب نہیں دیا۔ وہ چہرے کو میرے اپنے ملائم چہرے سے سہلانے لگی۔ بلاشبہ وہ پھول کی پنکھڑیوں جیسی چکنی اور ملائم تھی۔ نظریں

پھسلنے سے پہلے دِل پھسل جاتا تھا۔ خود کو حوالے کر دینے کا انداز اتنا پیارا تھا کہ بے اختیار پیار آجاتا تھا۔ یہ بعد میں احساس ہوا کہ میں تب بے اختیار ہوتا چلا گیا تھا۔ بعض حسین مجسمے ہوتے ہیں جو بدن کی ٹیلی پیتھی سے ہوش اُڑا دیتے ہیں۔

میں نے پُوری سچائی سے تعریف کی "تم لاجواب ہو"۔

وہ سانسوں کی سرگم میں بولی "تم باکمال ہو"۔

"میں تم سے انقرہ میں ملوں گا۔ اپنے ڈیڈی سے صلح کر لو"۔

"ہش ایسے وقت باپ دادا کو یاد نہیں کیا جاتا"۔

میں نے بڑے پیار سے ظلم کیا۔ وہ بے اختیار چیخ پڑی "ڈارلنگ! باپ رے"۔

"ہش۔ اب کس لیے باپ کو پکار رہی ہو؟"

وہ جھینپ کر ہلکے ہلکے ہاتھوں سے مجھے مارنے لگی۔ پھر ایک دم سے گلے کا ہار بن کر بولی "میں تمھیں بھول نہیں سکتی"۔

"میں بھی نہیں بھول سکتا۔ تم انقرہ پہنچو گی۔ اُس کے دو دن بعد میں بھی پہنچ جاؤں گا"۔

وہ خوش ہوگئی۔ بڑے پیار سے اپنی خوشیاں مجھ پر لُٹانے لگی۔ میں کئی دنوں کا تھکا ہوا تھا۔ مجھ پر نشے کی سی کیفیت طاری ہونے لگی۔ تھوڑی دیر بعد میں جوانی کی دھوپ اور زلفوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں سو گیا۔

نیند کے ایسے ہی وقفے میں میرا دماغ پُرسکون رہتا ہے۔ نہ میں کچھ سوچتا ہوں نہ کسی کی سوچ سے اُلجھتا ہوں۔ مجھے کسی کی فکر نہیں ہوتی۔ کسی کا نہیں کھاتا۔ کسی کو کسی منزل تک پہنچانے کا فرض مجھ پر عائد نہیں ہوتا۔ میں ساری ذمے داریوں سے آزاد ہو جاتا ہوں۔ ایک بات بتا دوں کہ اوّل تو سونے کی فرصت کم ہی ملتی ہے اور جب ملتی ہے تو میری جیسی پُرسکون نیند بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

دوپہر کو شبانہ نے جھنجھوڑ کر اُٹھایا "اب اُٹھ بھی جاؤ۔ رات کو بھی سوتے رہے۔ دن بھی سوتے گزار دو گے کیا؟"

میں نے اُسے یہ نہیں بتایا کہ پچھلی رات خیال خوانی میں گزر گئی تھی۔ میں اُٹھ کر باتھ روم میں گیا۔ وہاں میں نے سونیا اور رومانہ کی خیریت معلوم کی۔ وہ دونوں ڈراگون اور عازم کے ساتھ ایک میز کے اطراف کھانے کے دوران باتیں کر رہی تھیں۔ ڈراگون بہت مجبوری کی حالت میں مدد کر رہا تھا کہ آبدوز نظر آتے ہی وہ سونیا، رومانہ اور عازم کو اسٹین گن اور ہینڈ گرینیڈ وغیرہ دے گا۔ میں مطمئن ہو کر اپنے باتھ روم میں واپس آگیا۔ وہاں سے واپس آکر میں نے لباس پہن لیا۔ میز پر کھانا تیار تھا۔ کھانے کے دوران شبانہ نے کہا "طیارے کے مسافر تم سے ملنے کے لیے بے چین ہیں۔ ان کا کہنا ہے تُو نے انھیں بتایا ہے کہ تم کالا جادو جانتے ہو۔ تم نے جادو کے ذریعے دشمنوں کو ہلاک کیا ہے"۔

"کیا مصیبت ہے۔ اِن لوگوں نے مجھے جادوگر بنا دیا ہے۔ کیا تم بھی یہی سمجھتی ہو؟"

"ہاں۔ یہاں کے مقامی باشندے میری بڑی عزت کر رہے ہیں۔ جانتے ہو کیوں؟"

"بولتی جاؤ۔ سن رہا ہوں"۔

"اِس لیے کہ میں نے دیوتا کے ساتھ رات گزاری ہے اور ہاں تم نے مجھے بتایا نہیں کہ تم نے ایک حسین لڑکی کو قیدی بنا کر رکھا ہے"۔

میں نے کہا "اُس کا نام روزی ہے۔ اُس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر کی عورت بھی ہے۔ پچھلی رات وہ مجھے زہریلا انجکشن دینا چاہتی تھی اور روزی مجھے زہریلا دودھ پلانا چاہتی تھی"۔

"ہاں۔ سے تو کہہ رہا تھا کہ تم نے اپنے علم سے زہریلے دودھ اور انجکشن کا پتہ لگایا تھا۔ سچ سچ بتاؤ۔ تم کیسا علم جانتے ہو؟"

"میں کوئی پُراسرار علم نہیں جانتا۔ اِسے میری ذہانت سمجھو۔ میں نے اُن عورتوں کے ساتھیوں کو بیدسوی سے ہلاک کیا تھا۔ اگر وہ عورتیں مجھے مار ڈالنے میں کامیاب ہو جاتیں تو پھر اس بستی پر اُن کی حکومت قائم ہو جاتی۔ مجھے اُن دونوں پر شبہ تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ ادھیڑ عمر کی عورت انجکشن تیار کرتے وقت گھبرا رہی تھی۔ یہی حال روزی کا تھا۔ دودھ کا گلاس اُس کے ہاتھوں میں لرز رہا تھا۔ میں نے اندازے سے زہر کی نشاندہی کی جو درست ثابت ہوگئی"۔

"تم واقعی ذہین ہو اور یہ مقامی باشندے تمھیں جادوگر اور دیوتا جیسی چیز سمجھ رہے ہیں"۔

میں نے اُسے یقین دلا دیا کہ میری کھوپڑی میں کوئی پُراسرار علم نہیں ہے۔ ہم کھانے سے فارغ ہو کر جھونپڑی سے باہر نکلے۔ طیارے کے مسافر مرد، عورتیں اور بچے جو پچھلی رات بہت ہی تباہ و برباد ہو کر بھوکے پیاسے آئے تھے، وہ لوگ اب صاف ستھرے عمدہ لباس میں اِدھر اُدھر بیٹھے ہوئے تھے یا گھوم رہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی سب کے سب بھاگے چلے آئے۔ وہ میرا شکریہ ادا کر رہے تھے اور میری تعریفیں کر رہے تھے۔

میں نے کہا "تقدیر ہم سب کو ہماری منزل سے دُور اِس جنگل میں لے آئی ہے۔ تین دن تک ہم ایک دوسرے سے دُور بھٹکتے رہے اور مصیبتیں اُٹھاتے رہے۔ میں تمھیں بتا دوں کہ میں کوئی جادوگر نہیں ہوں۔ خُدا کے فضل سے مجھ میں غیر معمولی ذہانت اور دلیری ضرور ہے۔ میں نے محض معمولی شعبدہ بازیوں سے دشمنوں کو ہلاک کیا ہے۔ میں نے تم لوگوں پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ میں تم سے افضل نہیں ہوں۔ تمھارے برابر ہوں۔ ہم یہاں اُس وقت تک اتحاد اور اتفاق رائے سے زندگی گزاریں گے جب تک کہ طیارہ اغوا کرنے والے تمام مجرم گرفتار نہ ہو جائیں یا قانون کے محافظ اُن کا محاسبہ کرنے کے لیے نہ آجائیں۔ انھوں نے طیارے کے کتنے ہی مسافروں کو قتل کیا ہے۔ ہم انھیں ضرور سزا دیں گے"۔

سب میری تائید کرنے لگے۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا "ہم تمھیں اچھی طرح پہچان گئے ہیں۔ تم وہی ہو جس نے ایئر ہوسٹس ریٹا کے پاس وی آئی پی کلاس میں جا کر پہلی بار فائرنگ کی تھی اور طیارہ اغوا کرنے والوں کو دہلا

سے بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔"

"ہاں میں وہی ہوں۔ میرا نام عازم ہے۔"

چونکہ میں عازم کے پاسپورٹ وغیرہ کے مطابق وہاں تک پہنچا تھا۔ اس لیے خود کو عازم کہہ رہا تھا۔ میں نے مانگلا کو حکم دیا کہ وہ روزی اور دوسری عورت کو حاضر کرے۔ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں سے گیا پھر تھوڑی دیر بعد انھیں اپنے ساتھ لے آیا۔ میں نے تمام لوگوں سے کہا "یہ دونوں مجرموں کے ساتھ پائی گئی ہیں۔ تم لوگوں کو یاد ہو گا کہ یہ روزی ہمارے ساتھ طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ اس جنگل میں پہنچ کر جب ہم اپنی اپنی سلامتی کے لیے بھاگنے لگے تو روزی کا باپ ایڈگرواٹن بچھڑ گیا۔ داسنا نامی ایک ہندوستانی عورت اور ایک بچہ روبی جو ابھی یہاں موجود ہے۔ یہ بھی بچھڑ گئے تھے۔ میں ان کی تلاش میں گیا تو پتہ چلا کہ ایڈگرواٹن مجرموں کا ساتھی ہے۔ وہ روبی کو ہلاک کرنا اور داسنا کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے پیالہ چھین کر پھینک دیا۔ وہ بھاگنے لگا۔ اس کی بھاگنے والی مکاری اس وقت میری سمجھ میں آئی جب میں پندرہ فٹ گہرے گڑھے میں گر پڑا۔ ایڈگرواٹن اس جنگل کے چپے چپے سے واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مجھے کس طرح گڑھے میں گرایا جا سکتا ہے۔"

"شیم شیم (لعنت لعنت)" وہ سب روزی پر لعنت بھیجنے لگے۔

روزی رونی صورت بنا کر بولی "میں بے قصور ہوں۔ تم لوگوں کو یاد ہو گا کہ میں تم لوگوں کے ساتھ جھاڑیوں میں چھپی ہوئی تھی۔ جب طیارے کو تلاش کرنے والا ہیلی کوپٹر واپس چلا گیا تو ہمارے ہی درمیان چھپے ہوئے دشمنوں نے ہمیں ہلاک کرنے کے لیے فائرنگ شروع کر دی۔ میں جان بچانے کے لیے بھاگنے لگی۔ وہاں تو سب ہی بھاگ رہے تھے۔ ایک شخص نے مجھے پکڑ لیا۔

اس نے بتایا کہ میرے پاپا اس بستی میں ہیں۔ وہ مجھے یہاں لے آیا۔ یہاں ہماری زبان بولنے والے کئی لوگ تھے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ میرے پاپا مجرموں کے گروہ میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ سن کر میں نے غصے کا اظہار کیا۔ صاف صاف کہہ دیا کہ میں اپنے مجرم باپ کا ساتھ نہیں دوں گی۔"

روزی نے ادھیڑ عمر کی عورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس کا نام کلارا ہے۔ کلارا اور اس کے بھائی نے سختی سے کہا کہ اگر میں پاپا سے ملے بغیر یہاں سے بھاگ جاؤں گی تو دوسرے مسافروں کے ساتھ فائرنگ کی زد میں آ جاؤں گی۔ تمام مسافر طیارے کے اغوا کے چشم دید گواہ ہیں۔ وہ ہمیں صورت شکل سے پہچانتے ہیں۔ لہٰذا ایک ایک کو چن چن کر قتل کر دیا جائے گا اور تمھیں بھی گولی مار دی جائے گی۔ انھوں نے مجھے ایسی دھمکیاں دیں کہ اپنی جان کی سلامتی کے لیے مجھے یہاں رکنا پڑا۔"

میں نے پوچھا "تمھارا باپ ایڈگرواٹن کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں۔ مجھے دو دن سے کہا جا رہا ہے کہ وہ آنے ہی والا ہے لیکن اس کے آنے سے پہلے تم نے بستی پر قبضہ کر لیا۔ میں تم سے خوف زدہ تھی۔ میں نے سوچا تم نے تمام مجرموں کو مار ڈالا ہے۔ اگر میرے پاپا آئیں گے تو انھیں بھی مار ڈالو گے۔ یہ سوچ کر میں نے دودھ میں زہر ملایا تھا مگر تم بہت پُراسرار ہو۔ تمھیں ڈھکی چھپی باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔"

میں نے بلند آواز میں کہنا شروع کیا کہ میں کوئی پُراسرار بندہ نہیں ہوں۔ جو باتیں میں نے شبانہ کو سمجھائی تھیں وہی انھیں بھی سمجھائیں ...سے لوگ قائل ہو گئے کہ میں ایک عام سا آدمی ہوں۔ پھر میں نے لوگوں سے کہا کہ وہ روزی اور کلارا کے متعلق فیصلہ سنائیں۔ وہ لوگ آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ میں باری باری روزی اور کلارا کی سوچیں پڑھ کر ان کی ... کو کریدنے لگا۔ روزی واقعی مجرموں کا ساتھ نہیں دینا چاہتی تھی۔ صرف پاپا کے انتظار میں وہاں رہ گئی تھی اور اپنے باپ کی سلامتی کے لیے مجھے مار ڈالنا چاہتی تھی۔

کلارا تین برس سے مجرموں کے گروہ میں ایک لیڈی ڈاکٹر تھی۔ وہ دو بہن کی خاص معالج تھی۔ وہ اس انتظار میں تھی کہ زمین دوز خفیہ اڈے سے دو بہن کسی ضرورت کے تحت آئے تو بتائے گی یا وہاں کے کچھ لوگ یہاں ملنے آئیں گے تو انھیں بستی کی بدلی ہوئی پوزیشن کا علم ہو جائے گا۔ پھر سب مسافروں کو ہلاک کرنے کے لیے وہاں سے مسلح افراد آئیں گے۔

بستی میں آباد ہونے والے مسافر اپنا فیصلہ سنانے لگے۔ فیصلہ متن یہ تھا کہ روزی مجرموں کی ساتھی نہیں ہے لیکن اس نے دودھ میں زہر ملایا تھا۔ کلارا تو مجرم ہے ہی۔ لہٰذا دونوں کو گولی مار دی جائے۔

یہ فیصلہ سن کر دونوں کے چہرے زرد پڑ گئے۔ وہ موت کے خوف سے رونے لگیں۔ میں نے تمام لوگوں کو مخاطب کیا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! آپ اس بات سے متفق ہیں کہ روزی مجرم نہیں ہے۔ البتہ میری دشمن وہ بھی اس لیے کہ کہیں میں اس کے باپ کو نہ مار ڈالوں۔ اس نے جو کچھ باپ کی محبت سے مجبور ہو کر ... اسے معاف کر ... چند لمحوں کے لیے ... روزی مجھے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔ شبانہ میرے بازو کو جھنجھوڑ کر بولی "تم اسے کیوں معاف کر رہے ہو؟"

"اس لیے کہ ... زندہ رہ کر ... کے ہاتھوں اپنے باپ کو مرتا دیکھے گی۔ اس کے لیے یہ بہت بڑی سزا ہے۔"

بہت سے لوگوں نے تائید کی کہ ایڈگرواٹن کو زندہ گولی مار ...

میں نے کہا "کلارا کو بھی زندہ رکھا جائے گا۔"

لوگوں نے اعتراض کرنا شروع کیا۔ میں نے کہا "پہلے میری بات سمجھ لو۔ اگر کلارا ہمیں یہ بتا دے کہ ان کا خاص اڈا کہاں ہے ... باشندوں کو مختلف بستیوں میں راشن کپڑے اور دوائیں کہاں ... ہیں تو ہم کلارا کو معاف کر دیں گے۔"

تمام ... اور دوائیں سب ہی کی ضرورت ... اس لیے سب سوالیہ نظروں سے کلارا کو دیکھنے لگے۔ وہ تذبذب میں ... خفیہ ... تک کسی کو پہنچانا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے کہا "میں ... کوئی خفیہ اڈا نہیں جانتی ہوں۔" میں نے کئی بار پوچھا۔

یہی بتایا کہ "پے ناٹمک شہر سے یہ تمام چیزیں آتی ہیں۔"

میں نے کہا "یہ سچ نہیں بولے گی۔ اسے شوٹ کر دو۔"

"نہیں نہیں" وہ چیخنے لگی۔ میں نے اپنا ریوالور ایک نوجوان کو دیا۔ تمام مرد عورتیں منتشر ہو کر دور جھونپڑیوں کے سائے میں چلے گئے۔ گلی کے بیچ میں کلارا تنہا کھڑی رہ گئی۔ وہ تیزی سے سوچ رہی تھی کہ اب اسے کوئی بچانے نہیں آئے گا۔ وہ سچ بول کر ہی اپنی جان بچا سکتی ہے۔ نوجوان اس سے چار گز کے فاصلے پر کھڑے ہو کر اس کا نشانہ لینے لگا۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر چیختی ہوئی بولی "میں بتاؤں گی۔ مجھے نہ مارو۔ میں سچ بتاؤں گی۔ ان کا خفیہ اڈا برگد... آہک... آں..."

بولتے بولتے اس کی آواز ختم ہو گئی۔ منہ کھلا رہ گیا۔ دیدے پھیل گئے پھر وہ دھڑام سے گر پڑی۔ اس کی پشت پر ایک زہریلا تیر پیوست نظر آیا۔ ایسے تیر بانس کی نلکی سے پھونک کر نشانے پر پھینکے جاتے ہیں۔ میں نے گڑھے میں رہ کر ایسی تیر اندازی کا تماشہ دیکھا تھا۔ کلارا کے گرتے ہی میں شبانہ کو بازو سے پکڑ کر کھینچتا ہوا جھونپڑی کے اندر گیا۔ باہر بھگدڑ مچ گئی تھی۔ عورتیں چیخ رہی تھیں۔ مرد انھیں کھینچتے ہوئے پناہ لینے بھاگ رہے تھے۔ ذرا سی دیر میں بستی کی گلیاں ویران ہو گئیں۔

سب کا یہی خیال تھا کہ مجرموں کا مسلح گروہ پہنچ گیا ہے۔ میں بھی یہی سمجھ رہا تھا۔ جب دس منٹ تک کہیں سے فائرنگ نہ ہوئی، کہیں سے کوئی تیر نہ آیا تو میں جھونپڑی کے برآمدے میں آ گیا۔ مانگلا اور دوسرے تو کو پکار کر حکم دیا کہ گورے صاحب لوگوں کی بندوقیں اور دوسرے ہتھیار نکال کر لے آئیں۔ آہستہ آہستہ سب باہر آنے لگے۔ تھوڑی دیر میں ریوالور، رائفلیں اور اسٹین گنیں ہم سب کے درمیان تقسیم ہو گئیں۔

میں نے تو سے پوچھا "کیا تم ایسے زہریلے تیر چلا سکتے ہو؟"

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "پورلی بستی کے صرف آدمی ایسے تیر چلاتے ہیں اور ایک گورے صاحب نے بھی ان سے تیر چلانا سیکھا ہے۔"

میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا "کسی مقامی باشندے نے کلارا کو ہلاک نہیں کیا ہے۔ کیونکہ وہ انگریزی نہیں جانتے۔ یہ زبان جاننے والے نے ہی سمجھ لیا تھا کہ وہ خفیہ اڈے کا راز اگلنے والی ہے۔"

تو نے تائید کی "ہاں صاحب! وہ زہریلے تیر چلانے والے انگریزی نہیں جانتے۔ اس کو گورا صاحب نے مارا ہے۔"

مانگلا کے آدمی کلارا کی لاش کو اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ میں نے کہا "ہماری بدحواسی کے باعث کلارا کے قاتل کو فرار ہونے کا موقع مل گیا۔ اب وہ اپنے لوگوں میں جا کر یہ خبر پہنچائے گا کہ اس بستی پر ہمارا قبضہ ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہمیں بستی کے چاروں طرف مورچے بنا لینے چاہئیں۔"

ہم سب ہتھیاروں سے لیس ہو کر بستی کے چاروں طرف اپنی حفاظتی پوزیشن کا اندازہ کرنے لگے۔ شبانہ میرے ساتھ لگی ہوئی تھی۔

اس نے بڑی دیر بعد پھر وہی سوال کیا "تم نے روزی کو کیوں معاف کر دیا ہے؟"

"میں اس کی وجہ بتا چکا ہوں۔"

"میں خوب جانتی ہوں۔ وہ حسین ہے۔ جوان ہے۔ کوئی بدصورت ہوتی تو تم معاف نہ کرتے۔"

"میں انسانی جذبوں کی قدر کرتا ہوں۔ اس نے اپنے باپ کی سلامتی کے لیے مجھ سے دشمنی کی تھی۔ میں نے ایک جوان لڑکی کو نہیں بلکہ ایک باپ کی محبت کرنے والی بیٹی کو معاف کیا ہے۔"

"تم سچ مچ باتیں خوب بناتے ہو مگر یاد رکھو روزی تمھیں نہیں ملے گی۔"

"اللہ روزی دینے والا ہے۔"

اس نے جھنجھلا کر منہ پھیر لیا۔ میں نے ایک درخت سے ٹیک لگا کر سونیا کی خبر لی۔ پھر ایک دم سے چونک گیا۔ قیامت کی وہ گھڑی سر پر آ گئی تھی، جس کا انتظار وہ پانچ دنوں سے کر رہی تھی۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا "میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں آرام کرنے جا رہا ہوں۔ ضرورت کے وقت حاضر ہو جاؤں گا۔"

میں تیزی سے اپنی جھونپڑی کی طرف جانے لگا۔ شبانہ دوڑتی ہوئی آئی۔ میرے ساتھ چلتی ہوئی پوچھنے لگی "کہاں جا رہے ہو؟ روزی تو اِدھر ہے۔"

یہ عورتیں مصیبت بن جاتی ہیں۔ شبانہ ابھی نہیں جانتی تھی کہ میں ایسی مصیبتوں سے پیچھا چھڑانا خوب جانتا ہوں۔ میں نے سختی سے کہا "... تم میری بیوی نہیں ہو۔ آئندہ ... ذاتی معاملات میں بولو گی تو اپنے کاٹیج میں قدم رکھنے کی بھی اجازت نہیں دوں گا۔"

میں اپنی جھونپڑی میں آ گیا۔ وہ بھی اندر آ کر بولی "تم تو ناراض ہو گئے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں یہاں تم سے رومانس کرنے نہیں آیا ہوں۔ میرے زخموں سے ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔ میں یہاں چپ چاپ لیٹنا چاہتا ہوں۔ دروازہ بند کر دو۔"

وہ دروازہ بند کرتی ہوئی بولی "ٹھیک ہے تم آرام سے سو جاؤ۔ میں چپ رہوں گی۔ یہاں کسی کو نہیں آنے دوں گی۔"

میں نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ چشم زدن میں سونیا کے پاس پہنچنے کے باوجود مجھے دیر ہو گئی۔ وہ اپنے کیبن کے اندر تھی اور اس کے دروازے کو لاتیں گھونسے مارتی ہوئی چیخ رہی تھی "ڈراگون! اپنی بھلائی چاہتے ہو تو دروازہ کھول دو۔"

دروازے کے دوسری طرف سے ڈراگون کی آواز آئی "میں اپنی بھلائی چاہتا ہوں۔ اسی لیے دروازہ نہیں کھول سکتا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ آبدوز سمندر کی سطح پر ابھر آئی ہے۔ تم ان کی امانت ہو۔ تھوڑی دیر

میں تمھیں اُن کے حوالے کر کے اپنا کاروباری فرض ادا کردوں گا۔"

"میں کہتی ہوں کاروباری فرض کو بھول جاؤ۔ انسان بنو۔ ورنہ تمھیں کُتّے کی موت ماروں گی۔"

"مرنے سے پہلے بعض لوگ تمھاری طرح بھونکتے ہیں۔" اُس کا قہقہہ سنائی دے رہا تھا۔

میں نے رومانہ کی سوچ پڑھی۔ وہ بھی اپنے کیبن میں ایک قیدی کی طرح دروازہ پیٹ رہی تھی۔ میں نے ڈراگون کو دیکھا۔ اُس کا ماتحت آکر کہہ رہا تھا: "باس! وہ سارا بہت چیخ رہی ہے۔ آپ کو بُلا رہی ہے۔"

ڈراگون تیزی سے چلتا ہوا رومانہ کے کیبن کے دروازے کے سامنے آیا۔ وہ اندر سے چیخ رہی تھی: "پپا! دروازہ کھول دو۔ بیٹی بنا کر دھوکہ نہ دو۔ یہ فریب بہت مہنگا پڑے گا۔"

وہ بولا: "بچّوں کی ہر ضد پوری نہیں کی جاتی۔ میں نے تمھاری بھلائی کے لیے قید کیا ہے۔ کبھی فرہاد سے سامنا ہو تو تم کہہ سکتی ہو کہ مسٹر ڈراگون نے باپ بن کر دھوکہ دیا۔ تمھیں کیبن میں قید کر دیا۔ ورنہ تم سونیا کو دشمنوں کے ہتھے نہ چڑھنے دیتیں۔ بے بی! عقل سے کام لو۔ سونیا کو اپنے اور فرہاد کے راستے سے ہٹانے کا یہ بہترین موقع ہے۔"

"سونیا کو تقدیر ہٹائے گی۔ ہم اور تم سازش نہیں کریں گے۔ پپا! مجھے اپنا فرض ادا کرنے دو۔ ورنہ سونیا یہاں سے جائے گی تو تم بھی دنیا سے جاؤ گے۔"

"چیختی رہو۔ دروازہ نہیں کھلے گا۔"

ایک ماتحت نے آکر کہا: "باس! وہ لوگ آگئے ہیں۔ اُن کی کشتیاں جہاز سے آکر لگ گئی ہیں۔"

ڈراگون تیزی سے چلتا ہوا جہاز کے نچلے حصّے میں آیا۔ سمندر میں چھ عدد کشتیاں نظر آرہی تھیں جن میں بیس مسلّح افراد تھے۔ وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے جہاز میں پہنچ رہے تھے۔ تقریباً ایک میل کے فاصلے پر دھندلی سی آبدوز نظر آرہی تھی۔ وہ آبدوز جسامت میں بحری جہاز سے کچھ بڑی تھی اور اُس کا آدھا حصّہ سمندر کے اوپر تھا۔ آبدوز کے ایک افسر نے جہاز میں پہنچ کر پوچھا: "مسٹر ڈراگون کون ہیں؟"

ڈراگون نے آگے بڑھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "مجھے ڈراگون کہتے ہیں سر! وہ سونیا بہت بڑی مصیبت بن گئی ہے۔ میں نے اُسے ایک کیبن میں بند کر دیا ہے۔"

افسر نے پوچھا: "پہلے یہ بتاؤ۔ اِس جہاز میں اُس کا کوئی مرد دوست دیکھا گیا ہے؟"

"سر! میں سمجھ گیا۔ آپ فرہاد کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ وہ ڈائننگ ہال میں بیٹھا وہسکی سے شغل کر رہا ہے۔"

افسر کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ وہ ناگواری سے بولا: "واٹ نان سنس یو آر ٹاکنگ آباؤٹ؟ ہمارے ریکارڈ میں یہ بات ہے کہ وہ شراب کبھی نہیں پیتا۔ کیا تم نشے میں ہو؟"

"سر! میں ہوش میں ہوں۔ وہ جو فرہاد ہے۔ اُس کے متعلق شبہ [illegible] کہ وہ فرہاد نہیں ہے۔"

"میں خود دیکھوں گا۔ چلو۔۔۔"

وہ سب سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ڈائننگ ہال کی طرف جا[illegible] لگے۔ پھر وہ کیبنوں کے پاس رُک گئے۔ وہاں سے دروازہ پیٹنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ افسر نے کہا: "یہ ناممکن ہے کہ سونیا یہاں قید [illegible] اور فرہاد ڈائننگ ہال میں اطمینان سے بیٹھا رہے۔ انھوں نے ضر[illegible] کوئی زبردست پلاننگ کی ہے۔"

یہ کہہ کر افسر نے آٹھ مسلّح افراد کو حکم دیا کہ ڈائننگ ہال میں جائیں۔ اگر وہ موجود ہو تو اُسے نہ چھیڑیں۔ لیکن ہال سے اُسے باہر نہ جانے د[illegible] وہ لوگ حکم کی تعمیل کے لیے چلے گئے۔ باقی لوگ کیبنوں کے درمیان راہ[illegible] سے گزرنے لگے۔ ایک دروازے پر شور سن کر افسر نے کہا: "اسے کھولو۔"

ڈراگون نے کہا: "یہاں سارا عرف رومانہ نام کی ایک خطرناک لڑکی قید ہے۔ یہ اپنی جان کی بازی لگا کر سونیا اور فرہاد کی حفاظت کرنا چاہتی ہے۔ اگر آپ نے اِسے بھی حراست میں لیا تو بعد میں [illegible] بہت نقصان پہنچائے گی۔"

افسر کے حکم سے دروازہ کھولا گیا۔ قیدی خواہ کتنا ہی خطرناک ہو وہ ہتھیاروں کے سامنے دم نہیں مار سکتا۔ رومانہ کے ساتھ بھی یہی ہو سکتا تھا کہ وہ باہر آکر ذرا بھی حکم کی خلاف ورزی کرتی تو اُسے گولی مار دی جاتی یا اُسے مار مار کر ادھ مُوا کر دیا جاتا یا [illegible] دی جاتی لیکن بند کیبن کے اندر انسان کی بجائے پارہ بھرا ہو تو اُس مچلتے ہوئے پارے کو کون مٹھی میں پکڑ سکتا ہے۔

دروازہ کھلتے ہی جیسے بجلی کوندی ہو۔ سامنے کھڑے ہوئے دو مسلّح افراد کے سینوں پر ٹھوکریں لگیں۔ اُدھر وہ لڑکھڑاتے ہوئے کاریڈور میں آئے اِدھر یہ فرش پر گرتے ہی قلابازی کھا کر کھڑی ہوئی۔ پھر اِس سے پہلے کہ [illegible] میں ایک دوسرے سے ٹکرانے والے ذرا سنبھلتے۔ رومانہ کے ہاتھ میں [illegible] ہاتھ آیا۔ اُسے کھینچ کر اُس نے دروازے کو دوبارہ بند کر دیا۔

ہاتھ آنے والا افسر تھا۔ اُس نے افسری کے زعم میں ہولسٹر سے ریوالور نہیں نکالا تھا۔ کیونکہ اُس کے ساتھ مسلّح ماتحت تھے۔ کیبن میں پہنچ کر اُس نے اپنے ہولسٹر پہ ہاتھ ڈالا مگر بہت دیر ہو چکی تھی۔ سمند[illegible] بیٹی سمندری لہروں کی طرح غضبناک ہو چکی تھی۔ تڑاتڑ حملے کرتی چلی [illegible] افسر بوکھلا گیا۔ وہ صرف فرہاد اور سونیا کا ریکارڈ پڑھ کر آیا تھا۔ کوئی بھی سونیا سے زیادہ پھرتیلی ہوگی وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

جب اُسے سنبھلنے کی مہلت ملی تو رومانہ کے ہاتھ میں اُس کا ر[illegible] آچکا تھا۔ باہر دروازہ پیٹ کر کہا جا رہا تھا: "لڑکی! چپ چاپ با[illegible] جاؤ۔ اگر افسر کو ذرا بھی نقصان پہنچا تو تمھیں اذیت ناک سزائیں د[illegible]

جائے گا۔"

افسر نے کہا: "تم نادانی کر رہی ہو۔ مجھے یہاں مجبور کر کے کیا حاصل [illegible]گی؟"

رومانہ نے کہا: "اپنے آدمیوں سے کہو شور نہ مچائیں۔ میں تم سے کچھ [illegible]ری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

افسر نے اُسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ اتنی حسین فولاد کی دیوار [illegible]نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ چیخ کر بولا: "خاموش رہو۔ میں خیریت سے [illegible] اور کچھ ضروری باتیں کر رہا ہوں۔"

باہر خاموشی چھا گئی۔ رومانہ نے کہا: "تم فرہاد اور سونیا کو گرفتار [illegible]نے آئے ہو مگر میں نے سُنا ہے کہ تم لوگوں کے لیے فرہاد زیادہ اہم ہے۔"

"ہاں۔ اُسی کو گرفتار کرنے کے لیے ہم نے سونیا کو اتنی ڈھیل دی ہے۔"

وہ بولی: "سونیا میری سہیلی ہے۔ میں دوستانہ انداز میں سمجھا رہی [illegible] کہ تمھیں فرہاد کی ضرورت ہے فرہاد کو لے جاؤ۔ میری سہیلی کو چھوڑ دو۔"

افسر گہری سنجیدگی سے سوچتے ہوئے اُسے دیکھنے لگا۔ پھر بولا: "شاید [illegible]سے تمھاری نئی دوستی ہے۔ تم اُسے نہیں جانتیں۔ وہ فرہاد کو کسی صورت [illegible]نا ہمارے ساتھ نہیں جانے دے گی۔"

"تم سونیا کو یہاں بلاؤ۔ ہم اُس سے معاملہ طے کر لیتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" وہ اُٹھ کر دروازے کے پاس آگیا۔ رومانہ کے [illegible]کا رُخ اُس کی جانب تھا۔ وہ بلند آواز سے بولا: "کیپٹن والٹر! سونیا [illegible] یہاں پہنچاؤ۔"

باہر سے آواز آئی: "سوری کرنل! تمھیں اِس وقت اپنی جان [illegible]دے کر سونیا اور فرہاد کو آبدوز میں پہنچانا ہوگا۔ ہم سب کے لیے [illegible]دینے کا حکم ہے۔ ہم سونیا کو ڈائننگ ہال میں لے جا رہے ہیں۔ [illegible]وقوف لڑکی سے نمٹتے رہو۔"

کرنل نے چیخ کر کہا: "ٹھیرو۔ پہلے میری بات سُنو۔ میں سہولت سے [illegible]دوز میں لے جانا چاہتا ہوں۔"

لیکن باہر اب شاید کوئی سننے والا نہ تھا۔ وہ لوگ چلے گئے تھے۔ [illegible]بن میں پڑ گئی۔ کرنل نے پُرسکون انداز میں کہا: "مجھے گولی مار دو۔ [illegible]ل اتنے اہم ہیں کہ ہم اپنی جانیں دے کر انھیں آبدوز میں [illegible] گے۔"

وہ بولی: "مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ لوگ اتنی آسانی سے تمھیں چھوڑ [illegible] ہیں۔ آگے بڑھ کر دروازہ کھولو۔"

وہ آگے بڑھا۔ رومانہ نے اُس کی پشت سے ریوالور کی نال لگا [illegible] دروازہ کھل گیا۔ باہر کاریڈور سنسان تھا۔ وہ محتاط انداز میں [illegible] پیچھے باہر آئی۔ کاریڈور سے گزرنے کے بعد وہ کیبن کے [illegible]ک گئی۔ "چلو آگے بڑھ کر دیکھو کیبن کے اُدھر تمھارے [illegible]سکتے ہیں۔"

اُس نے آگے بڑھ کر اِدھر اُدھر دیکھا پھر انکار میں سر ہلایا۔ [illegible] آگے بڑھ گئی۔ واقعی کوئی نہیں تھا۔ کرنل نے کہا: "کیا بچّوں کی سی ضد کر رہی ہو۔ خواہ مخواہ ایک سہیلی کے لیے پوری ایک فوج کو اپنا دشمن بنا رہی ہو۔"

میں نے رومانہ کی سوچ میں کہا: "واقعی یہ بچّوں کی سی ضد ہے۔ وہ لوگ سونیا کو کیبن سے نکال کر لے گئے ہیں۔ میں ایک ریوالور سے اتنے مسلّح افراد کا مقابلہ نہیں کر سکوں گی۔ یہ ریوالور واپس کر دینا چاہیے۔"

اُس نے بے اختیار ریوالور کرنل کی طرف بڑھا دیا۔ کرنل نے جھپٹ کر ریوالور لیتے ہوئے کہا: "شاباش! اب عقل آئی ہے۔ چلو آگے بڑھو۔"

وہ آگے بڑھتے وقت بے حد مایوس تھی۔ دونوں ریلنگ کے قریب سے گزرتے ہوئے ڈائننگ ہال میں پہنچ گئے۔ وہاں مسافروں سے درخواست کی جا رہی تھی کہ اپنے اپنے کیبنوں میں یا عرشہ پر چلے جائیں اور وہ سب سہمے ہوئے سے جا رہے تھے۔ آبدوز سے آنے والے بلا تکلف پہلی فرصت میں عازم کو فرہاد سمجھ کر سونیا کے ساتھ لے جا سکتے تھے لیکن ابھی شناخت باقی تھی۔ عازم کی شراب نوشی نے انھیں اُلجھا دیا تھا۔

پہلے وہ ڈائننگ ہال کی ایک میز پر تنہا بیٹھا پی رہا تھا۔ اُسے بڑا اطمینان تھا کہ جہاز میں پانچ دن گزر گئے ہیں۔ اب وہ آبدوز والے نہیں آئیں گے۔ خواہ مخواہ دل میں دہشت پیدا کی جا رہی تھی۔

اِس وقت اُس کے اطمینان میں فرق آیا۔ جب اُس نے ڈائننگ ہال میں آٹھ مسلّح افراد کو اِدھر اُدھر ٹہلتے دیکھا۔ [illegible] کچھ اور مسلّح افراد سونیا کو پکڑ کر وہاں لے آئے۔ وہ ڈراگون کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر رومانہ بھی کرنل کے ساتھ وہاں پہنچ گئی۔ عازم کا نشہ ہرن ہو گیا۔ وہ تھر تھر کانپتے ہوئے اپنی کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

کرنل اور کیپٹن دونوں اُس کے قریب آکر اُسے بغور دیکھنے لگے۔ پھر کرنل نے وہسکی کی بوتل اُٹھا کر سونگھتے ہوئے پوچھا: "تم نے کب سے پینا شروع کیا ہے؟ پہلے تو نہیں پیتے تھے؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا: "جنابِ حضورِ عالی! اللہ آپ کے بچّوں کو سلامت رکھے۔ میں فرہاد نہیں ہوں۔ میرا نام عازم ہے۔ میں شروع جوانی سے پیتا چلا آرہا ہوں۔"

کیپٹن نے سونیا کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی: "یہ درست کہہ رہا ہے۔ تم لوگ اِسے فرہاد سمجھ کر دھوکہ کھا سکتے ہو۔"

کیپٹن والٹر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا: "بڑا عمدہ ڈرامہ پیش کیا جا رہا ہے۔ کیوں فرہاد؟ کیا ہم تمھیں ایک تھرڈ پرسن سمجھ کر چھوڑ دیں؟"

"بخدا میں تھرڈ پرسن ہی ہوں۔ میرا نام عازم۔۔۔"

کیپٹن والٹر کا ایک اُلٹا ہاتھ اُس کے منہ پر پڑا۔ عازم لڑکھڑا کر پیچھ

ہٹ گیا۔ پھر دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ "آں۔ آں ساں۔ ہائے والدہ صاحبہ تو نے مجھے فرہاد کی صورت میں کیوں پیدا کیا۔ ابے او فرہاد کے بچے! تو ایک بار میرے سامنے آجا۔ پھر میں تجھے اسی طرح طمانچہ مار کر پوچھوں گا کہ کیسے رونا آتا ہے۔ آں۔ آں۔ آں ساں۔۔۔"

کرنل نے کہا: "بہت عمدہ ایکٹنگ ہے۔ اسے ہتھکڑی لگادو۔"

"یس سر!" ایک ماتحت نے کہا۔ پھر ہتھکڑی لے کر آگے بڑھا۔ عازم نے اپنے ہاتھ پیچھے کر لیے۔ اس نے کہا: "ہاتھ آگے لاؤ۔ ورنہ مار پڑے گی۔"

وہ مار کے ڈر سے ہاتھ سامنے لے آیا۔ ماتحت نے اُسے ہتھکڑی پہنائی۔ پھر کھول دی۔ کرنل نے ڈانٹ کر پوچھا: "یہ کیا کر رہے ہو؟"

ماتحت نے چونک کر ہتھکڑی کو دیکھا۔ گھبرا کر پھر اُسے عازم کے ہاتھوں میں پہنائی لیکن دوسرے لمحے پھر۔۔۔ کھول دی۔ کیپٹن نے پیچھے سے ماتحت کا کالر پکڑ کر کھینچا۔ اُسے گالی دی۔ پھر ہتھکڑی لے کر عازم کو پہنادی مگر اُس کے بعد بڑے آرام سے اُسے کھول دی۔ اب کیپٹن کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔ وہ عازم سے فوراً ایک قدم پیچھے ہٹ کر کرنل سے بولا: "سر! یہ مائنڈ کنٹرول کر رہا ہے۔"

اُس کی بات سنتے ہی ایک سنسنی سی پھیل گئی۔ سب ہی مسلح افراد محتاط اور مستعد ہو کر عازم کو دیکھنے لگے۔ خصوصاً سونیا اور رُومانہ شدید حیرانی سے اُسے دیکھ رہی تھیں۔ جیسے وہ کسی صورت سے فرہاد تسلیم نہیں کر سکتی تھیں۔ وہ خود کو فرہاد ثابت کر رہا تھا۔

بیکم۔ عازم چپ چاپ اسی انتظار میں کھڑا ہوا تھا کہ بار بار کھولی جانے والی ہتھکڑی اُسے پھر پہنائی جائے گی۔ اس بیچارے کے دونوں ہاتھ آگے بڑھے ہوئے تھے۔ میں کرنل کے دماغ میں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "مجھے حکم دینا چاہیے کہ فرہاد کی طرف سے پیش قدمی ہوتے ہی فائرنگ شروع کر دی جائے تاکہ وہ کسی طرف سے نہ بھاگ سکے۔"

اُس نے حکم صادر کرنے کے لیے زبان کھولی مگر میری سوچ کے مطابق بولا: "لسن ٹومی۔ خواہ کچھ ہو جائے یہاں فائرنگ نہ کرنا۔"

کیپٹن والٹر نے چونک کر کرنل کو دیکھا۔ وہ مخالفت کرنا چاہتا تھا۔ میں اُس کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔ اُس نے بے اختیار میری سوچ کے مطابق کہا: "آل رائٹ۔ فائرنگ نہ کی جائے۔ ہم فرہاد کو دوست بنا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی میں عازم کے دماغ میں پہنچ کر بیٹھ گیا۔ اُس نے اچانک قہقہہ لگا کر کہا: "ہا ہا ہا ہا۔ میری یادداشت گم ہو گئی تھی۔ یہ سالی یادداشت بھی کیا چیز ہے۔ جب چاہتی ہے گم ہو جاتی ہے۔ جب چاہتی ہے واپس چلی آتی ہے۔ لو آگئی۔ مجھے اس خوشی میں ناچنا چاہیے۔"

پھر اُس نے ایک ہاتھ سر پر اور دوسرا ہاتھ کمر پر رکھ لیا۔ "تک دِھنا دِھن۔ دِھنا دِھن تک دِھنا دِھن۔"

وہ باقاعدہ ٹھمکے لگاتا ہوا شراب کی بوتل کے پاس پہنچ گیا۔ کرنل نے کہا: "فرہاد! سنجیدگی اختیار کرو۔ یہ کیا کر رہے ہو؟"

"سنجیدگی ہا ہا ہا ہا۔" وہ قہقہے لگانے لگا۔ "اب مجھے فرہاد کہو۔ کیوں رُومانہ تم کیا کہو گی؟"

رُومانہ حیرانی اور پریشانی سے بولی: "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے دھوکا کھا گئی۔ مجھے معاف کر دو فرہاد میں نے تمھیں نہیں پہچانا تھا۔"

"نہیں پہچانا ہا ہا ہا ہا۔ کرنل اینڈ کیپٹن سنو۔ یہ دونوں عورتیں بڑی مکار ہیں۔ مجھے قربانی کا بکرا بنا رہی تھیں۔ اب میں انھیں بکرا بناؤں گا۔ تک دِھنا دِھن۔۔۔"

اُس نے ایک ٹھمکا لگایا۔ پھر شراب کی بوتل منہ سے لگالی۔ گھونٹ پینے کے بعد بولا: "یہ شراب بہت اچھی چیز ہے۔ حلق سے اُترتے ہی سالی ٹیلی پیتھی دماغ میں آجاتی ہے۔"

سونیا غصے میں آگے بڑھی مگر دو مسلح افراد نے اُسے بازوؤں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ چیخ کر بولی: "فرہاد! آدمی بن جاؤ۔ ورنہ حلیہ بگاڑ ڈالوں گی۔"

"خاموش رہو۔" کیپٹن والٹر نے ڈانٹ کر کہا۔ پھر عازم کو مخاطب کیا: "مسٹر فرہاد! ہمیں یہاں بھیجنے سے پہلے سمجھا دیا گیا تھا کہ ہم تمھارے ہاتھوں فنا ہو سکتے ہیں مگر یاد رکھو ہم بیک وقت مسلح جوانوں کے دماغ کنٹرول نہیں کر سکو گے۔ بہتر یہ ہے کہ دوست بن کر ہمارے ساتھ چلو۔"

"دوست؟" میں نے عازم کے دماغ میں قہقہہ لگایا۔ "اس میں تمھاری دوستی کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ بہرحال میں ایک شرط قبول کروں گا یعنی تنہا آبدوز میں جاؤں گا۔ اگر سونیا اور رومانہ کو ساتھ لیا گیا یا انھیں نقصان پہنچایا گیا تو پھر میں یہاں مرنے سے پہلے کا منظر پیش کروں گا۔"

سونیا اور رومانہ دونوں نے تڑپ کر کہا: "نہیں۔ ہم تمھیں تنہا نہیں جانے دیں گے۔ فرہاد ہماری محبت کا امتحان نہ لو۔ تمھارے ساتھ فوراً ہی تم نے فیصلہ نہ بدلا تو ابھی ہنگامہ شروع ہو جائے گا۔"

اُن کی باتیں سنتے ہی مسلح افراد نے چاروں طرف سے انھیں گھیر لیا۔ تمام اسٹین گنوں کا رُخ اُن کی طرف تھا۔ سونیا نے غصے سے کہا: "میں خوب سمجھتی ہوں۔ تم ہمیں سلامت رکھنے کے لیے تنہا جا رہے ہو۔ میں آخری بار سمجھاتی ہوں کہ آؤ ہم تینوں مل کر دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔ زندہ رہیں گے یا ساتھ مر جائیں گے۔"

رُومانہ نے کہا: "فرہاد! یقین کرو۔ ہم تمھیں غیر سمجھ کر آبدوز میں جھونکنا چاہتی تھی مگر اب ممکن نہیں ہے۔ میری آخری سانس تک تمھیں کوئی یہاں سے نہیں لے جا سکے گا۔ سونیا کا مشورہ مان لو۔ ہم ایک جان دے دیں گے۔"

وہ دونوں عورتیں ماننے والی نہیں تھیں۔ میں نے عازم کے دماغ سے نکل کر پہلے سونیا کو ذہنی جھٹکا پہنچایا۔ پھر وہی اذیت رُومانہ کو پہنچائی۔ دونوں تکلیف کی شدت سے چیخنے لگیں۔ میں نے باری باری یہ عمل دہرایا۔ وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ ایسا وقت آیا تھا کہ میں دوست ہو کر دشمنی کر رہا تھا۔ وہ جھنجھلا رہی تھیں۔ اپنے بال نوچ رہی تھیں۔ عازم دیدے پھاڑ کر دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ ابھی وہ خود بخود فرہاد کیسے بن گیا تھا۔ شاید نشے میں ایسی غلطی کر بیٹھا۔ وہ پھر ہاتھ جوڑ کر کرنل سے معافی مانگنا چاہتا تھا۔ میں نے فوراً ہی اُس کی سوچ میں کرنل سے کہا: "فوراً ہی سونیا اور رومانہ کو ہتھکڑیاں لگائی جائیں۔"

عازم اپنی کھوپڑی سہلاتے ہوئے سوچنے لگا: "ہائیں یہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اتنی دیر سے کیا کر رہا ہوں۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔ ہے میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

سونیا اور رُومانہ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں پہنادی گئیں۔ اُن کے دماغ پھوڑے کی طرح دُکھ رہے تھے۔ اُن پر نیم بیہوشی کی کیفیت طاری تھی۔ اِس لیے وہ جدوجہد نہ کر سکیں۔ کرنل نے عازم سے کہا: "مسٹر فرہاد! اب ہمیں چلنا چاہیے۔"

میں عازم کے دماغ میں موجود تھا۔ میں نے اُسے گھبراہٹ ظاہر کرنے کا موقع نہیں دیا۔ ڈراگون نے آگے بڑھ کر کرنل سے کہا: "جناب آپ اِن دو مصیبتوں کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ آپ کے جانے کے بعد یہ دونوں عورتیں میری جان اور اس جہاز کی دشمن بن جائیں گی۔ پلیز انھیں بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔"

کرنل نے جیب سے ایک بند لفافہ نکال کر ڈراگون کو دیتے ہوئے کہا۔ "تم فکر نہ کرو۔ جب ہماری آبدوز سمندر کی لہروں میں چھپ جائے تو یہ لفافہ سونیا کو دے دینا۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ وہ تم سے دشمنی بھول جائے گی مگر یاد رکھو۔ جب تک آبدوز نظروں سے اوجھل نہ ہو جائے۔ یہ لفافہ نہ کھولنا۔ نہ ہی سونیا کے ہاتھوں میں پہنچانا۔ اوکے وِش یو گڈ لک۔۔۔"

وہ لوگ عازم کو لے کر جہاز کے نچلے حصے کی طرف جانے لگے۔ سونیا اور رومانہ اب تک چیخ رہی تھیں۔ فرہاد کو اپنی اپنی محبت کا واسطہ دے کر واپس بلا رہی تھیں۔ مجھے یہ تجسس پیدا ہوا کہ آخر اُس لفافے میں کیا ہے؟ میں نے کرنل کے ذہن کو کریدنا شروع کیا۔ وہ سوچنے لگا: "پتہ نہیں یہ فرہاد کس قدر اہم ہے۔ ہم سے بھی رازداری برتی جا رہی ہے۔ سپر ماسٹر کی جانب سے اس لفافے پر مُہر لگا کر دی گئی ہے اور تاکید کی گئی ہے کہ اسے صرف سونیا ہی کھولے گی۔"

میں اُس کی سوچ پڑھ کر مایوس ہو گیا۔ اب وہ لفافہ اپنے مقررہ وقت پر ہی کھلنے والا تھا۔ میں چاہتا تو ڈراگون کو لفافہ کھولنے پر مجبور کر سکتا تھا لیکن اِس بات کا اندیشہ تھا کہ سپر ماسٹر کے منصوبے کے خلاف ڈراگون قدم اُٹھاتا تو شاید وہ جہاز تباہ کر دیا جاتا جس میں۔۔۔ سونیا اور رومانہ بھی تھیں۔

میں نے صبر کر لیا۔ انتظار کرنے لگا کہ وہ لوگ آبدوز میں پہنچ جائیں۔ میں چونکہ عازم کے ذہن سے نکل چکا تھا۔ اِس لیے وہ بے حد خوف زدہ تھا۔ بار بار کرنل اور کیپٹن سے معافی مانگ کر یقین دلا رہا تھا کہ وہ فرہاد نہیں ہے۔ اب تک محض نشے میں بہک رہا تھا۔

لیکن ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ ہو چکا تھا۔ اب کوئی اُس کی بکواس پر یقین نہ کرتا کہ وہ عازم ہے۔ آدھے گھنٹے بعد وہ لوگ کشتیوں کے ذریعہ آبدوز تک پہنچ گئے۔ پھر آبدوز کے کاک پٹ سے باری باری اندر جانے لگے۔ میں ڈراگون کے دماغ میں تھا۔ اب اُس کی آنکھوں کے سامنے وہ آبدوز سمندر کی سطح سے نیچے جاتی ہوئی ڈوب رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ سمندر نے اُسے نگل لیا۔

ڈراگون ریلنگ کے پاس سے پلٹ کر ڈائننگ ہال کی طرف جانے لگا۔ سونیا اور رُومانہ رہ رہ کر چیخ رہی تھیں کہ انھیں آزاد کر دیا جائے۔ ڈراگون کو دیکھ کر وہ اُسے گالیاں دینے لگیں۔ رُومانہ نے کہا: "تو نے باپ بن کر دھوکا دیا ہے۔ کرنل سے کہہ رہا تھا کہ ہم دونوں کو بھی یہاں سے لے جائے۔ شیطان! تیری موت میرے ہاتھوں سے ہوگی۔"

سونیا نے دانت پیس کر کہا: "جب فرہاد نہیں رہا تو یہ جہاز بھی نہیں رہے گا۔ جب چاروں طرف سے شعلے بلند ہوں گے تو لوگ دیکھیں گے کہ پانی میں آگ کیسے لگتی ہے۔"

ڈراگون نے پریشان ہو کر کہا: "دیکھو۔ اِن ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کی چابیاں میرے پاس ہیں۔ میں اپنی اور جہاز کی حفاظت کا انتظامات کیے بغیر تم دونوں کو آزاد نہیں کروں گا۔"

سونیا نے جلدی سے کہا: "تم ابھی ہمیں آزاد کر دو۔ میں فرہاد کی قسم کھا کر کہتی ہوں تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"فرہاد جا چکا ہے۔ آبدوز سمندر کے اندر چلی گئی ہے۔"

وہ دونوں مایوس ہو کر اُس کا منہ تکنے لگیں۔ ڈراگون نے کہا: "میں تم دونوں سے التجا کرتا ہوں کہ صبر کرو اور مجھ پر رحم کرو۔"

رُومانہ بولی: "ٹھیک ہے۔ تم ہمیں آزاد کر دو۔"

وہ بولا: "نہیں۔ کرنل کا حکم ہے کہ پہلے یہ لفافہ سونیا کو دیا جائے۔"

اُس نے لفافہ آگے بڑھا دیا۔ سونیا نے فرش پر بیٹھے بیٹھے اس لفافہ کو لیا۔ پھر اُس کی مُہر توڑنے لگی۔ رومانہ کھسک کر اُس کے قریب آگئی۔ ڈراگون نے پوچھا: "میں بھی پڑھ سکتا ہوں۔"

"نہیں۔۔۔" وہ غرا کر بولی۔

وہ پیچھے ہٹ گیا۔ سونیا نے لفافے کو کھولا۔ پھر اُس میں سے تہہ کیے ہوئے ایک بڑے سے کاغذ کو نکالا۔ وہ سپر ماسٹر کی جانب سے ایک ٹائپ شدہ خط تھا۔ لکھا تھا۔

● سونیا۔ یُو ڈرٹی لیڈی!

میں ایک نئے سپر ماسٹر کی حیثیت سے پہلی بار تمھیں مخاطب کر رہا ہوں۔ مجھ سے پہلے جو ایس۔ ایم تھا اُس کی غلط پلاننگ کے باعث ہماری تنظیم اور ہمارے ملک کو زبردست نقصان پہنچا ہے۔ فرہاد کے علاوہ ایک اور انڈین عورت جس کا نام رس ونتی ہے وہ بھی ایس۔ ایم کے دماغ تک پہنچ گئی ہے۔ اِس لیے اب میں میدانِ عمل میں آیا ہوں۔

میری آمد سے قبل تمھارے اور فرہاد کے لیے سزائے موت لکھ دی گئی تھی۔ کیونکہ تم دونوں نے ایٹمی دھماکے کے باعث دنیا کی ایک بڑی طاقت کو اربوں ڈالر کا نقصان پہنچایا اور ہماری تنظیم کی کمر توڑ دی۔ تم لوگوں کے لیے سزائے موت لازمی تھی۔

لیکن میرا طریقۂ کار کچھ اور ہے۔ میں نے تم دونوں کی سزائے موت کو سزائے زندگی میں بدل دیا ہے۔ تم محض ایک عورت ہو مگر فرہاد کی پشت پناہی تمھیں خطرناک اور موت کی طرح اٹل بنا دیتی ہے۔ لہٰذا فرہاد کو کمزور، بزدل یا دوسرے لفظوں میں اُسے عورت بنا دیا جائے تو تم کیس کی نذر ہو گی۔

تمھیں اس بحری جہاز میں چھوڑا جا رہا ہے۔ فرہاد کو بھی چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ تمھیں چوبیس گھنٹے کے اندر واپس مِل جائے گا۔ تمھارے فرہاد کی جنس تبدیل کرنے کے لیے آبدوز کے آپریشن تھیٹر میں تمام انتظامات مکمل ہیں۔

وہ فرہاد جس سے دُنیا کی باصلاحیت اور خطرناک ہستیاں اور تخریب کار تنظیمیں خوف زدہ رہتی تھیں۔ اب اُسے ایک مجوبہ کی صورت میں دیکھیں گی۔ وہ تمھارے ساتھ دنیا کے جس حصہ میں جائے گا۔ وہاں لوگ اُسے بے ضرر، کمزور، بزدل اور زنخا فرہاد کہیں گے۔

ہاں۔ انتظار کرو۔ یہ نئے سپر ماسٹر کا کارنامہ ہے وہ دنیا والوں کے سامنے فرہاد کو ہیجڑا بنا کر پیش کر رہا ہے۔ فقط - ایس - ایم ●

کھلی ہوئی بدنصیبی کی طرح وہ خط کھلا ہوا تھا۔ سونیا اور رُمانہ آنکھیں پھاڑے گُم صُم اُس خط کی تحریر کو دیکھے جا رہی تھیں جیسے اُن پر سکتہ طاری ہو گیا تھا لیکن اُن کے دل و دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ جو اُن دونوں کی زندگی کا واحد مرد تھا، وہ عورت بننے والا تھا۔ ایک فولادی محبوب کے بجائے سہیلی بن کر سامنے آنے والا تھا۔

سونیا نے اُس خط کو مٹھی میں یوں بھینچ لیا جیسے سپر ماسٹر کی گردن جکڑ رہی ہو۔ غصہ کی شدت سے رُمانہ دانت پیسنے لگی۔ غصہ اِس بات کا تھا کہ وہ فرہاد کو واپس لانے کے لیے سمندر میں چھلانگ نہیں لگا سکتی تھیں اور نہ ہی آبدوز تک پہنچ سکتی تھیں لیکن غصہ تو کہیں اُتارنا ہی تھا۔ لہٰذا شروع ہو گئیں۔

رُمانہ نے پہل کی۔ جمناسٹک کا مظاہرہ کیا۔ ہتھکڑی سے بندھے ہوئے ہاتھوں کو ٹانگوں کے نیچے سے لے جا کر پشت پر لائی پھر اُنھیں فرش پر ٹیک کر بیڑیوں سے بندھی ہوئی دونوں ٹانگیں چلا دیں۔ ڈراگون خط کا مضمون معلوم کرنے کے لیے جھک رہا تھا۔ اچانک ہی اُس کے سر پر آہنی بیڑیاں لگیں۔ وہ چاروں شانے چت ہو کر سونیا کے پاس پہنچا۔ سونیا نے اپنی ہتھکڑی سے بندھی ہوئی کلائیوں کا ہار اُس کی گردن میں پہنا دیا۔

"خبردار!" وہ بجلی کی طرح کڑک کر بولی۔ "اگر کسی نے فائر کیا تو ڈراگون مُردہ واپس ملے گا۔"

ڈراگون کے حلق پر ہتھکڑی کا دباؤ بڑھ رہا تھا۔ وہ ہاتھ کے اشارے سے اپنے ماتحتوں کو فائرنگ سے منع کرنے لگا۔ سونیا نے ہتھکڑی کے دباؤ میں ذرا کمی کرتے ہوئے حکم دیا۔ "چابی نکالو۔"

اُس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر چابیاں نکالیں۔ رُمانہ نے آگے کھسک کر چابیاں لیں۔ پہلے سونیا کی ہتھکڑی کھولی۔ پھر پاؤں کی بیڑیاں کھول دیں۔ اُس کے بعد سونیا نے ڈراگون کے حلق پر گھٹنا ٹیک کر ہاتھوں کو آزاد کر دیا۔ اس دوران ایک ماتحت نے کہا۔ "باس! اِن کی آزادی خطرناک ثابت ہو گی۔ میں فائر کر رہا ہوں۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے اُسے ذہنی جھٹکا پہنچایا۔ میری سوچ کے مطابق اُس نے بے اختیار۔ ریوالور کو سونیا اور رُمانہ کی جانب اُچھال دیا۔ سونیا نے اُسے کیچ کرتے ہی اُس کی نال ڈراگون کی کنپٹی سے لگا دی۔

رُمانہ نے سونیا سے کہا۔ "دیکھا تم نے فرہاد نے ہماری مدد کی ہے۔"

سونیا نے چڑ کر کہا۔ "بڑی مدد کی ہے۔ خود کو افلاطون سمجھتا ہے۔ کیا وہ ہمارے ساتھ مل کر آبدوز والوں کو زیر نہیں کر سکتا تھا؟"

رُمانہ نے کہا۔ "اب غصہ دکھانے سے کیا ہو گا۔ وہ تو ہمیشہ اپنی من مانی کرتا ہے۔"

سونیا ڈراگون سے بولی۔ "اپنے آدمیوں سے کہو تمام ہتھیار ہماری طرف پھینک دیں۔ چالاکی دکھانے کا نتیجہ وہ دیکھ چکے ہیں۔ فرہاد تم

کو کھوپڑیاں ملا کر رکھ دے گا۔"

ڈراگون کے حکم دینے سے پہلے ہی سب نے ہتھیار پھینک دیے کیونکہ اپنے ایک ساتھی کا حشر دیکھ چکے تھے۔ رُمانہ ہتھیاروں کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی پھر بولی۔ "تم لوگ کتنے عرصہ سے ڈراگون کے ملازم ہو؟"

سب لوگ باری باری جواب دینے لگے۔ کوئی ایک سال سے کوئی دو سال سے اور کوئی پانچ سال سے ڈراگون کی ملازمت کر رہا تھا۔ رُمانہ نے کہا۔ "اگلی بندرگاہ پر ڈراگون کو اسمگلر کی حیثیت سے قانون کے حوالے کیا جائے گا۔ اس کے وفادار بھی اس کے ساتھ جیل میں جائیں گے۔"

ڈراگون نے گڑگڑا کر کہا۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو۔ اگر قانون کی نظروں میں یہ بات آ گئی کہ میں بڑی بڑی ہستیوں کی لاشیں بھی اسمگل کر چکا ہوں تو مجھے پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا۔"

"جو دوست نہ بن سکا۔ جو منہ بولی بیٹی سے باپ کا رشتہ نہ نبھا سکا۔ اُسے پہلی فرصت میں مر جانا چاہیے۔"

سونیا نے کہا۔ "نہیں۔ یہ ابھی نہیں مرے گا اور نہ ہی قانون کے حوالے کیا جائے گا۔ ہمیں فرہاد کی واپسی کا انتظار کرنا چاہیے۔ اگر دشمن اُس کی جنس بدلنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو میں اِس کمینے کو اور اِس کے تمام وفاداروں کو زنخا بنا دوں گی۔"

وہ تیزی سے "نہیں نہیں" کے انداز میں گردن ہلانے لگا۔ "نہیں نہیں۔ یہ بڑے شرم کی بات ہے۔ تمھیں ایسا سوچنا بھی نہیں چاہیے۔"

سونیا ڈانٹ کر بولی۔ "یو شٹ اپ۔ میری بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو دعا مانگتے رہو کہ فرہاد جیسا گیا ہے ویسا ہی واپس آئے۔"

میں نے سونیا کے دماغ میں سرگوشی کی۔ "ڈراگون کے ماتحتوں سے باری باری پوچھو کہ کون تمھارا وفادار بن کر رہنا چاہتا ہے۔ میں اُن کی سوچ پڑھ کر اُن کی سچائی معلوم کر لوں گا۔"

سونیا نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ فرداً فرداً تمام ماتحتوں کی آواز اور لہجے کے ذریعہ میں نے اُن کے دماغوں کو کریدنا شروع کیا۔ اُن میں سے بارہ افراد سچے تھے۔ میں نے اُن کی نشاندہی کرتے ہوئے سونیا سے کہا "انھیں ہتھیار دے کر اُن پر بھروسہ کرے۔ باقی دوسروں کے ساتھ چاہے جو سلوک کرے۔ اب میں آبدوز میں واپس جا رہا ہوں۔"

بے چارہ عازم بے قصور تھا اور میں بھی ایسا ظالم نہیں تھا کہ اُسے دشمنوں کی قربان گاہ میں پہنچا کر اُس کی خبر نہ لیتا۔ میرا فرض تھا کہ میں اُسے اُس آپریشن تھیٹر تک پہنچنے دوں۔ جہاں اُسے زنخا بنایا جانے والا تھا۔ آبدوز کے اندر بحری فوج کی ایک چھوٹی سی بستی آباد تھی۔ سب ہی فوجی وردی میں تھے۔ میں عازم کے دماغ میں بیٹھا اُس کی سہمی ہوئی سوچ کے ذریعہ معلومات حاصل کر رہا تھا۔

وہ ایک کیبن میں بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا۔ "خدایا! میں کہاں آ کر پھنس گیا۔ اگر میں شبانہ سے شادی نہ کرتا تو اُس کے باپ کے غنڈے مجھے رُمانہ تک پہنچاتے اور رُمانہ اور سونیا مجھے دشمنوں کے حوالے نہ کرتیں۔ مگر نہیں قصور تو میرا ہی ہے۔ میں نے فرہاد بن کر حکم دیا تھا کہ دونوں عورتوں کو ہتھکڑیاں پہنا دی جائیں۔ ورنہ وہ بے چاریاں مجھے بچانے کے لیے جان کی بازی لگا دیتیں۔ آہ! مگر میں فرہاد کیسے بن جاتا ہوں؟"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "بے شک میں عازم ہوں مگر میں بھی بہت عرصہ تک شمع بینی کی مشقوں سے گزرتا رہا ہوں۔ اِس شمع بینی کی وجہ سے میری بینائی قدرے کمزور ہو گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب شمع بینی کا خاطر خواہ نتیجہ سامنے آیا ہے۔ اب فرہاد کا نام اختیار کرنے سے ٹیلی پیتھی دماغ میں آ جاتی ہے۔"

عازم کی سوچ نے کہا۔ "ہاں۔ کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔ اب میرے سامنے کوئی آئے گا تو میں فرہاد بن کر اُس کے دماغ سے کھیلنے کی کوشش کروں گا۔"

دماغ سے کھیلنے کے لیے وہاں اُس کے آس پاس کوئی نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد دُور چکنے فرش پر آہنی بوٹوں کی آواز سنائی دی۔ کچھ لوگ آ رہے تھے۔ میں تیار ہو گیا کہ عازم کو اُن لوگوں کے دماغ سے کھیلنے کا موقع دوں گا۔ بہ الفاظِ دیگر میں آنے والوں کا خانہ خراب کروں گا لیکن کیبن کا دروازہ کھلتے ہی مایوسی ہوئی۔ وہ سب نقاب پوش تھے۔ اُن کے چہرے سر سے گردن تک نقاب میں چھپے ہوئے تھے۔

وہ عازم کو فرہاد سمجھ رہے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ وہ اُن کے دماغوں سے کھیل کر آپریشن تھیٹر تک جانے سے انکار کرے اور اُس آبدوز میں خون خرابہ شروع کر دے۔ میں پریشان ہو گیا کہ عازم کو کس طرح بچایا جائے۔ وہ کم بخت کھڑا ہو کر انھیں للکار رہا تھا۔ "خبردار! میں فرہاد ہوں۔ میری ٹیلی پیتھی حکم دے رہی ہے کہ اپنے ہتھیار پھینک دو...."

تمام نقاب پوش ایک ذرا ٹھٹک گئے تھے۔ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ شاید سوچ رہے تھے کہ فرہاد اُن کی نقاب کے باوجود اُن کے دماغوں تک پہنچنے والا ہے۔ ٹیلی پیتھی کی ایک دہشت طاری تھی۔ عازم نے فاتحانہ انداز میں دونوں ہاتھ اپنی کمر پر رکھ کر قہقہہ لگایا۔ پھر آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "دیکھا اسے کہتے ہیں ٹیلی پیتھی۔ جہاں تھے، وہیں رُک گئے۔ اب ہتھیار پھینک دو۔ شاباش...."

ایک نقاب پوش نے آگے بڑھ کر اُس کے سر پر ایک چپت رسید کی۔ دوسرے نے اُس کا بازو پکڑ کر کھینچا۔ پھر وہ اُسے پیچھے سے دھکے دیتے ہوئے کیبن سے باہر لے گئے۔ اب اُس کا فرہاد پن ختم ہو چکا تھا۔ وہ خوف سے کانپ رہا تھا۔ اگرچہ نہیں جانتا تھا کہ اُس کے ساتھ کیسا غیر انسانی سلوک کیا جانے والا ہے۔ یہ تو میں جانتا تھا۔ اِس لیے میری پریشانی بڑھ گئی۔

عازم پھر بزدلوں کی طرح گڑگڑا رہا تھا۔ اُن سے معافی مانگ رہا تھا کہ آئندہ فرہاد نہیں بنے گا۔ میں تیزی سے اُس کے بچاؤ کی تدبیر سوچ رہا

تھا اچانک خیال آیا کہ میں اس آبدوز کے کرنل اور کیپٹن کے دماغوں سے کھیل کر ہنگامے کر سکتا ہوں۔ اِس خیال کے آتے ہی میں نے کرنل کے دماغ میں چھلانگ لگائی پھر کیپٹن کے دماغ میں پہنچا۔ پھر اُن مسلح افراد کے دماغوں کو ٹٹولا، جن کی آوازیں میں بحری جہاز میں سن چکا تھا۔ بڑی حیرانی کی بات تھی کہ سب کے سب بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ ایسا تو ممکن نہ تھا کہ سب پر اچانک بے ہوشی طاری ہو جاتی۔ بات سمجھنے کی تھی۔ انھیں دانستہ بے ہوشی کے انجکشن لگائے گئے تھے تاکہ فرہاد انھیں اپنا آلۂ کار نہ بنا سکے۔

میں بے چینی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ شبانہ سامنے ایک کرسی پر بیٹھی انگریزی رسالہ پڑھ رہی تھی۔ اُس کا رُخ میز کی جانب تھا۔ اُسے میری اضطرابی حالت کا علم نہ ہو سکا۔ میں پھر چپ چاپ لیٹ گیا تاکہ وہ مجھے باتوں میں نہ اُلجھا سکے۔ میں نے پھر آنکھیں بند کر کے عازم کو دیکھا۔ وہ لوگ اُسے آپریشن روم میں لے آئے تھے اور اُسے ایک بیڈ پر سلانا چاہتے تھے۔

مجھے اُس کی بزدلی نے مجبور اور بے بس بنا دیا تھا۔ میں اُس کے دماغ میں بیٹھ کر جوڈو کراٹے کے داؤ بتا سکتا تھا۔ اُس کا دماغ اُسی پر عمل کرتا مگر دماغ پر ذرا سی بھی گرفت ڈھیلی پڑتے ہی وہ پھر بزدل بن جاتا تھا۔ تاہم میں نے یہی آخری کوشش کی۔ آخری بار اُس کے دماغ میں پہنچ کر نقاب پوشوں پر حملہ کیا۔

وہ لوگ اُسے فرہاد سمجھ کر پہلے ہی تیار تھے۔ انھوں نے اُس سے دُور ہٹ کر اپنے اپنے ریوالوروں کا رُخ اُس کی جانب کر دیا۔ میں جانتا تھا کہ سپر ماسٹر کی طرف سے فرہاد کو گولی مارنے کا حکم نہیں ہے۔ اِس لیے بے جگری سے عازم کی کھوپڑی میں بیٹھ کر لات چلائی۔ ایک کے ہاتھ سے ریوالور نکل گیا لیکن اچانک ہی جانے کتنے لوگوں نے ایک ساتھ ہلّہ بول دیا۔ سب کے سب اُس پر ٹوٹ پڑے۔ وہ فرش پر گر پڑا۔ اُسے دوبارہ اُٹھنے کی مہلت نہ ملی۔ سب کے سب اُس پر چڑھ بیٹھے تھے۔ تب میں نے اُس کی دماغی آنکھوں سے انجکشن کی ایک سرنج دیکھی۔

عازم پر اتنے لوگوں کا بوجھ تھا کہ اس میں ہلنے جلنے کی سکت بھی نہ رہی تھی۔ سرنج کی نوک اُس کے بازو سے لگ گئی۔ اُس کے ساتھ ہی اُس کی دماغی سوچیں میری گرفت سے نکل گئیں۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ میری دماغی آنکھوں سے وہ آبدوز گم ہو گئی۔ کیونکہ اب وہاں کوئی ایسا فرد نہ تھا جسے میں اپنا آلۂ کار بنا سکتا۔ افسوس . . . .

میں بہت دیر تک بستر پر آنکھیں بند کیے لیٹا رہا۔ اب سوچنے اور فکر کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوتا۔ میں اپنا محاسبہ کرنے لگا۔ "کیا عازم کی تباہی کا باعث میں ہوں ؟"

بے شک میں نے سونیا اور رومانہ کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے عازم کو قربانی کا بکرا بنا دیا۔ اگر ایسا نہ کرتا تو بحری جہاز میں ہنگامے شروع ہو جاتے۔ بیس عدد اسٹین گنوں کے نرغے میں سونیا، رومانہ اور عازم تینوں سلامت نہ رہتے۔ میں بیک وقت اتنے سارے دشمنوں کے دماغوں سے نہیں کھیل سکتا تھا۔

عازم کو دشمنوں کے حوالے کرتے وقت میرے ذہن میں یہ بات [illegible] کہ میں سپر ماسٹر کو فریب دوں گا۔ اِس بات کا یقین تھا کہ وہ لوگ [illegible] موت کی سزا نہیں دیں گے۔ اُن کی پالیسی میں سمجھتا ہوں۔ وہ اُس [illegible] مقابلے میں مجھے اور میرے مقابلے میں رسل وتی کو استعمال کرنے کی [illegible] کریں گے۔ اگر ایسا نہ بھی کریں تو میں پہلے بھی کئی بار اُن کی گرفت [illegible] نکل چکا ہوں۔ اِس بار بھی عازم کو بحیثیت فرہاد اُن کی گرفت سے نکال [illegible] حوصلہ تھا۔

مگر یہ ہوا کہ میں نے سپر ماسٹر کو فریب دیا۔ اس نے مجھے فریب [illegible] فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ عازم کو تبدیلیٔ جنس کے لیے لے جایا گیا [illegible] میں اپنے ہی دیے ہوئے فریب میں اُلجھ گیا تھا۔ اب میرا فرض تھا کہ [illegible] آئندہ کسی وقت بھی ہوش میں آئے۔ اُس کی سلامتی کے لیے میں [illegible] دماغ سے چپکا رہوں گا۔ اگر انھوں نے وعدے کے مطابق چوبیس [illegible] بعد اُسے سونیا تک پہنچا دیا تو ٹھیک ہی ہے۔ ورنہ وہ آبدوز دوبارہ [illegible] کی سطح پر نہ اُبھر سکے گی۔ ایٹمی دھماکے کے بعد انھیں دوسرا زبردست [illegible] پہنچے گا۔

میں نے سونیا اور رومانہ کی خیریت معلوم کی۔ وہ دونوں خطرے [illegible] دُور تھیں۔ اُن کے بارہ وفادار اُن کا ساتھ دے رہے تھے۔ انھوں نے [illegible] اور اُن کے ساتھیوں کو چار کیبنوں میں نظر بند کر رکھا تھا اور اپنے اپنے [illegible] اولاد آرام کرنے کا وقت مقرر کر لیا تھا۔ اُس وقت سونیا سو رہی تھی۔ [illegible] جہاز میں اِدھر اُدھر وقت گزار رہی تھی۔

سوچ کے اتنے طویل سفر کے بعد یقیناً دماغ تھک جاتا [illegible] سی تفریح لازمی ہوتی ہے۔ میں نے سوچا۔ اب بستر سے اُٹھنا چاہیے [illegible] کو ساتھ لے کر جنگل کی سیر کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر میں نے آنکھیں کھولیں۔ [illegible] شبانہ اب میری طرف دیکھ رہی تھی۔ آنکھ کھلتے ہی بولی "شکر ہے [illegible] گئے۔ میں سمجھ رہی تھی کہ اب دوسری صبح ہی اُٹھو گے۔"

میں نے بستر سے اُٹھ کر کھڑکی کے باہر دیکھا۔ شام ہو چکی [illegible] نے میرے قریب آکر گردن میں بانہیں ڈال دیں "میں تین گھنٹے [illegible] تنہا بیٹھی ہوں۔"

اُس نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔ میں ایسی تفریح کے [illegible] نہیں تھا۔ میری [illegible] جاننے والیاں اپنے طور پر درست [illegible] کہ میری فطرت ہرجائی ہے۔ میں جلد ہی کسی بھی عورت سے اُکتا [illegible] شبانہ سے بھی اُکتا گیا تھا لیکن مجھ سے پوچھا جائے تو میں کہوں گا [illegible] حسن و شباب کے علاوہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھتی ہیں۔ اُن کے لیے [illegible] نہیں ہوں۔ سونیا اور رومانہ کی مثالیں موجود ہیں۔ میں اُن سے محبت [illegible] ہوں۔ اُن کی قدر بھی کرتا ہوں۔ اُن کے دُکھ سکھ کا شریک رہتا ہوں [illegible] جاتا ہے کہ دُور رہنے سے محبت بڑھتی ہے تو یقیناً میری ساری [illegible] توجہ اُن دونوں کے لیے تھی۔ میں کبھی اُن سے بیزار نہیں ہو سکتا تھا۔

شبانہ نے کہا "میں تمھاری سانسوں کے قریب ہوں، تم کہیں اور پہنچے ہوئے ہو۔ کیا سوچ رہے ہو ؟"

"سوچ رہا ہوں کہ تمھارے ڈیڈی کے پاس کس طرح تمھارا پارسل بھیجا جائے۔"

اُس نے ناراض ہو کر پوچھا "کیا تم سچ مچ مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو ؟"

"انسان مصیبت سے پیچھا چھڑاتا ہے۔ میں تمھیں پہلے بھی سمجھا چکا ہوں کہ مصیبت نہ بنو۔ دوست بنو۔ لیکن تم تین گھنٹے سے محض اِس لیے بیٹھی ہو کہ کہیں روزی یہاں نہ آ جائے۔"

وہ ناراض ہو کر کھڑی ہو گئی "تم آدمی نہیں پتھر ہو۔ میں یہاں محبت سے بیٹھی رہی اور تم مجھے مصیبت کہہ رہے ہو۔"

"محبت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی گوشۂ تنہائی میں جا کر مجھے یاد کرتی رہو۔ اُدھر تم یاد کرتی رہو گی اِدھر مجھے ہچکیاں آتی رہیں گی۔"

وہ رُوٹھ کر جانے لگی۔ میں نے اُسے جانے دیا۔ وہ دروازہ کھول کر گئی تو مانگلا کمرے میں آکر بولا "صاحب! گورے صاحب لوگوں کا ایک آدمی آیا ہے۔ ہماری بستی کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔"

میں مانگلا کے ساتھ جھونپڑی سے باہر آیا۔ وہاں ایک نہتا شخص قاصد کی حیثیت سے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا "کیا چاہتے ہو ؟"

وہ بولا "میں قاصد بن کر آیا ہوں۔ اگر مجھے ہلاک کیا گیا تو اِس بستی کا ایک بچہ بھی زندہ نہیں رہے گا۔"

میں نے کہا "میں تمھاری زندگی کی ضمانت دیتا ہوں۔ بتاؤ تم کس کے قاصد ہو ؟"

"میں اُس ہستی کا قاصد ہوں جسے دیکھ کر جنگل کے درندے بھاگ جاتے ہیں۔ بڑے بڑے شہ زور اُس کے آگے سر جھکا دیتے ہیں اور دشمن اُسے دیکھ کر . . . ."

اِس تمہید کے دوران ہی میں اُس کی سوچ پڑھ چکا تھا۔ اِس لیے میں نے بات کاٹ کر کہا "تم ڈبل جوئیل کے قاصد ہو۔"

اُس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اُس وقت ہمارے آس پاس بستی کے لوگ نہیں تھے۔ تمام مرد ہتھیاروں سے لیس ہو کر اپنے اپنے محاذ پر جمے ہوئے تھے۔ صرف مانگلا ہمارے قریب تھا۔ قاصد نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم مادام کو جانتے ہو ؟"

"میری معلومات کے متعلق نہ پوچھو تم قاصد ہو۔ پیغام سناؤ۔"

"پیغام نہیں حکم ہے کہ تمام ہتھیار یہاں چھوڑ کر تم سب خالی ہاتھ بستی سے باہر آجاؤ۔ تم لوگوں کو صرف آدھے گھنٹے کی مہلت دی جائے گی۔ اگر حکم کی تعمیل نہ کی گئی تو . . . ."

میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا "بس آگے نہ کہو۔ مجھے ڈبل اسٹون کہتے ہیں۔ ڈبل جوئیل کو میرا حکم سنا دو کہ وہ اپنے تمام آدمیوں کے ساتھ خود کو قانون کے حوالے کر دے۔ ورنہ میں اُن کے بِل سے انھیں نکال لاؤں گا۔

جاؤ بھاگ جاؤ یہاں سے . . . ."

وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا جانے لگا۔ میں نے مانگلا سے کہا کہ وہ میری اسٹین گن لے آئے۔ وہ چلا گیا۔ میں قاصد کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا "ڈبل اسٹون کا کیا مطلب ہوا ؟ وہ تو سنگل نظر آ رہا تھا۔ جب کہ ڈبل جوئیل دو ہیں اور ہاں یہ شخص مادام کو کیسے جانتا ہے ؟"

میں اُس کی سوچ پڑھنے کے دوران دُور دُور تک دیکھ رہا تھا۔ دُور ایک درخت کے پیچھے کسی کی جھلک نظر آئی۔ اُس ایک جھلک سے پتہ چل گیا کہ حملہ کرنے والے بستی کے چاروں طرف مختلف درختوں کے پیچھے چھپے ہوئے ہیں۔ قاصد ایک درخت کے پیچھے جا کر کہہ رہا تھا "مسٹر عمر سعید! وہ خود کو ڈبل اسٹون کہتا ہے اور مادام ڈبل جوئیل کو جانتا ہے۔"

میں ایک بار روڈ بلو کی خواب گاہ میں عمر سعید کی آواز اور لہجے سے واقف ہو گیا تھا۔ اِس بار پھر اُس کی آواز سنی وہ بے یقینی سے کہہ رہا تھا۔ "یہ کیسے ممکن ہے۔ بیرونی دُنیا کا کوئی شخص ڈبل جوئیل کو نہیں جانتا ہے۔ آخر یہ ڈبل اسٹون ہے کون ؟"

"اُس نے اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ وہ بہت مغرور ہے۔ اُلٹا ہمیں حکم دے رہا تھا کہ ہم سب خود کو قانون کے حوالے کر دیں۔"

"ہوں۔ تو وہ بستی خالی نہیں کریں گے۔ اچھی بات ہے۔"

عمر سعید یہ کہہ کر درخت کے پیچھے رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کو آن کرنے لگا۔ اُس کا دماغ سوچ رہا تھا "بستی کے پیچھے ہمارے دس آدمیوں کا محاذ ہے۔ وہاں فاسٹر کو اطلاع دینی ہو گی۔"

میں فاسٹر کے لب و لہجے سے بھی واقف تھا۔ عمر سعید کی اطلاع سے پہلے میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ فاسٹر کو اُس کے ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہو رہا تھا۔ اُس نے ٹرانسمیٹر کو آن کیا۔ عمر سعید کی آواز آرہی تھی۔ "ہیلو۔ ہیلو۔ عمر سعید کالنگ۔ ہیلو ہیلو۔ عمر سعید کالنگ۔ اوور۔"

"ہیلو۔ فاسٹر اٹینڈنگ۔ اوور۔"

"ہیلو فاسٹر! وہ بستی خالی نہیں کریں گے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں اُس بستی میں چھوٹے بڑے ہتھیار موجود ہیں۔ اب تم فیصلہ کرو کہ کس طرح حملہ کرنا چاہیے۔ میں مادام کے پاس جا رہا ہوں۔ کیا اجازت ہے ؟ اوور . . . ."

"اجازت ہے۔ اوور . . . ."

ٹرانسمیٹر آف ہو گیا۔ فاسٹر سوچ رہا تھا "ہم اُن کی اور وہ ہماری فائرنگ رینج سے باہر ہیں۔ اسٹین گن اور رائفلوں سے کام نہیں چلے گا۔ بہتر ہے کہ غلیل کے ذریعہ گرینیڈ پھینکے جائیں . . . ."

وہ بچوں کے کھیلنے کی غلیل نہیں تھی۔ دو متوازی کھڑے ہوئے درختوں کے تنوں سے الاسٹک کی لمبی چوڑی پٹیاں باندھ کر غلیل بنائی گئی تھی جس میں پتھر، آگ کے گولے یا گرینیڈ رکھ کر کئی فرلانگ کی دُوری تک پھینکے جا سکتے تھے۔ میں نے بستی کے پچھلے حصے کی طرف جاتے ہوئے فاسٹر کی سوچ میں کہا "حملہ چاروں طرف سے ہونا چاہیے۔"

فاسٹر کا دماغ سوچنے لگا: "ہاں۔ ایک ساتھ چاروں طرف سے فائرنگ ہونی چاہیے۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ حملے کا آغاز ہماری طرف سے ہو۔"

یہ سوچتے ہی اُس نے اپنے ایک آدمی کو گرینیڈ پھینکنے کا حکم دیا۔ وہ شخص چپ چاپ حکم کی تعمیل کرنا چاہتا تھا۔ اُس کی آواز سنائی نہیں دی۔ میں نے فوراً ہی فاسٹر کی سوچ میں کہا: "ٹھہرو! میں گرینیڈ پھینکوں گا۔"

اُس شخص کی آواز آئی: "فاسٹر! میں اناڑی نہیں ہوں۔ ذرا دیکھتے رہو کہ ابھی بستی میں کیسے دھماکے ہوتے ہیں۔"

اُس نے ایک گرینیڈ کو غلیل میں سیٹ کیا۔ پھر لاسٹک کی پٹیاں کھینچ کر پھینکنے سے پہلے اپنے دانتوں سے گرینیڈ کی "کی" ہٹائی لیکن وہ الاسٹک کو صحیح وقت پر نہ کھینچ سکا۔ میں نے ایک ذہنی جھٹکا پہنچایا تو وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ فاسٹر کے حلق سے چیخ نکل گئی: "نان سنس! بھاگو یہاں سے . . . ."

مگر بھاگنے سے پہلے ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ کئی انسانی چیخیں بلند ہوئیں۔ محاذ پر رکھی ہوئی بارود کی پیٹی میں آگ لگ گئی تھی جس کے باعث مسلسل دھماکے ہو رہے تھے۔ اُس محاذ سے صرف دو آدمی بھاگتے ہوئے بدحواسی میں بستی کی طرف آنے لگے۔ اُن کے کپڑوں میں آگ لگی ہوئی تھی اور وہ چیخ رہے تھے۔ میں نے حکم دیا: "فائر . . . ."

تڑ تڑ اتڑ کی مسلسل آوازوں کے دوران وہ دونوں آتش زدہ اچھل کر زمین بوس ہو گئے۔ اُن کے محاذ سے شعلے بلند ہو رہے تھے موت نے دیکھتے ہی دیکھتے دس مسلح افراد کو نگل لیا تھا۔ ہمارے دوسرے ساتھی دوسرے محاذ سے فائرنگ کر رہے تھے۔ میں دوڑتا ہوا دوسری طرف گیا۔ بہت دُور چار مسلح افراد بھاگتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ ہمارے ایک ساتھی نے کہا: "مسٹر عازم! وہ ہماری فائرنگ رینج سے دُور ہیں۔ پھر بھی بھاگے جا رہے ہیں۔"

میں نے کہا: "تم لوگوں کے لیے خوش خبری ہے کہ اُن کا سب سے اہم محاذ شعلوں کی نذر ہو چکا ہے۔ وہاں کے سب لوگ مارے گئے ہیں اِسی لیے یہ چاروں بھاگ رہے ہیں۔"

تمام ساتھی خوشی سے نعرے لگانے لگے۔ یہ پہلی اور بہت بڑی فتح تھی ہم چاروں طرف سے گھیرے جانے کے باوجود جیت گئے تھے میں چپ چاپ کھڑا مسکرا رہا تھا۔ وہ لوگ آپس میں بحث کر رہے تھے کہ دشمنوں کی غلطی سے اُن کے اہم محاذ میں بم پھٹ گیا۔ تقدیر نے ہمارا ساتھ دیا۔ اِس لیے ہم جیت گئے۔

میں عمر سعید کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ وہ دلدل کے راستے دوبدن کے پاس پہنچ گیا تھا اور اُنھیں یہ بتا چکا تھا کہ ڈبل اسٹون نامی کوئی شخص دوبدن کو جانتا ہے۔ دوبدن نے بھی یقین نہیں کیا کہ کوئی اجنبی اُسے جانتا ہے اُنھیں اِس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ ہم نے بستی خالی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھیں: "بستی پر قبضہ ہوتے ہی اُس مغرور شخص کو میرے سامنے حاضر کرو۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ وہ مجھے کیسے جانتا ہے۔"

ابھی دوبدن کے پاس شکست کی اطلاع نہیں پہنچی تھی۔ میں کی شکست اور غصّے سے محظوظ ہونا چاہتا تھا لیکن میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اچانک ہی کئی ہیلی کوپٹروں کی آوازیں سنائی دیں میں نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ چار ہیلی کوپٹر ایک دوسرے سے طویل فاصلہ پر پرواز کرتے ہوئے ہماری بستی کی طرف آ رہے تھے۔ اُنھوں نے جلنے والے محاذ سے اُٹھتے ہوئے شعلوں کو دیکھ لیا تھا۔ میں نے چیخ کر اپنے ساتھیوں سے کہا: "ہتھیار پھینک دو۔ اُنھیں سگنل دو۔"

یہ کہتے ہی میں اپنی قمیص اُتار کر فضا میں لہرانے لگا۔ سب نے میری تقلید کی۔ ایک ساتھ ہمارے لباس کے کئی جھنڈے لہرانے لگے۔ چاروں ہیلی کوپٹر بستی کے اطراف پرواز کرتے ہوئے نیچے آ رہے تھے۔ میں نے رُو کا ہاتھ تھام کر اپنی جھونپڑی میں آ گیا۔ شبانہ دوسرے ساتھیوں کے ساتھ بھیڑ میں کھڑی ہوئی تھی۔ اُس نے مجھے نہیں دیکھا۔ میں نے رُو سے کہا: "میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ اِس لیے کہ ابھی کچھ روز اِس جنگل میں رہنے کا ارادہ ہے اور تم اِس جنگل میں میری رہنمائی کرو گے۔"

"صاحب! شہر کی پولیس آ گئی ہے۔ وہ ہم دونوں کو تلاش کریں گے۔"

"کیا اِس جنگل میں چھپنے کی جگہ نہیں ہے؟"

"ہے۔ میں اپنا ایک آدمی تمھارے ساتھ بھیجتا ہوں، اُسے کوئی تلاش نہیں کرے گا۔"

"ٹھیک ہے جلدی کرو۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے دیکھا چاروں ہیلی کوپٹر بستی سے دُور ایک کھلی زمین پر اُتر رہے تھے۔ رُو تو پانچ منٹ میں ایک آدمی کے ساتھ آیا "صاحب! آپ بے فکر ہو کے جائیں۔ میں بعد میں آ جاؤں گا۔"

میں اپنے نئے رہنما کے ساتھ اسٹین گن لے کر جھونپڑی کے پچھلے راستے سے نکل گیا۔ ہم جھاڑیوں کے پیچھے چھپتے ہوئے بستی سے دُور نکل آئے۔ لوگ اپنی مصیبتوں میں مجھے یاد کرتے اور میرا احسان کرتے رہے لیکن خوشیوں میں مجھے بھول گئے۔ سب ہی یہ سوچ کر خوشی سے جھوم رہے تھے کہ سرکاری امداد آ پہنچی ہے اور اب وہ اپنے اپنے گھروں کو بخیریت جا سکیں گے۔

ہم تیزی سے ایک سمت جا رہے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ رہنما مجھے کہاں لیے جا رہا ہے لیکن رُو کی سوچ پڑھ کر مطمئن تھا۔ وہ مقامی باشندے مجھ سے خوف زدہ تھے اور مجھے دھوکا دینے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ اپنے سفر کے دوران میں نے شبانہ کے دماغ میں بیٹھ کر وہاں کے حالات معلوم کیے۔ چار ہیلی کوپٹر والے اٹھارہ فوجی بستی کی طرف آ رہے تھے۔ بستی کے باہر کھڑے ہو کر ایک نے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ پوچھا: "تم لوگ کون ہو؟ اپنے ہاتھ اُٹھا کر یہاں آ جاؤ . . . ."

سب لوگوں نے حکم کی تعمیل کی۔ شبانہ نے بھی اُن کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے اپنے ساتھ والے سے پوچھا: "عازم کہاں ہے؟ نظر نہیں آ رہا ہے؟"

اُس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا: "اتنی بھیڑ میں نظر نہیں آ رہا ہے۔ یہیں کہیں ہو گا۔"

وہ لوگ بستی سے باہر آ گئے۔ اُنھیں حکم دیا گیا کہ سب ایک ساتھ زمین پر بیٹھ جائیں۔ وہ لوگ گھاس پر بیٹھ گئے۔ مسلح فوجی اُن کے چاروں طرف اسٹین گنیں سیدھی کر کے کھڑے ہو گئے۔ پھر ایک نے پوچھا: "کون ہو تم لوگ؟"

ایک نے کھڑے ہو کر کہا: "ہم اُسی طیارے کے مسافر ہیں جسے اغوا کر کے یہاں لایا گیا ہے۔"

فوج کے افسر نے ایک فوجی جوان سے کہا: "مسافروں کی فہرست تیار کرو۔" پھر وہ مسافروں سے بولا: "تمھارے دو ساتھی اِس جنگل سے نکل کر پے نانگ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ان کے بیانات سے معلوم ہوا کہ طیارے کو درختوں کے پتوں اور جھاڑیوں سے چھپایا گیا ہے۔ کتنے ہی مسافروں کو چشم دید گواہ ہونے کے باعث ہلاک کیا گیا ہے اور بہت سے مسافر اپنی جانیں بچانے کے لیے جنگل میں بھٹک رہے ہیں۔"

مسافروں کی فہرست آ گئی۔ افسر نے کہا: "تم سب باری باری اپنا نام اور پتہ بتاؤ۔"

ایک نے اپنا نام اور پتہ بتایا۔ افسر نے فہرست میں اُس نام اور پتے کو پڑھنے کے بعد ایک نشان لگا کر اُس شخص کو دوسری جگہ جا کر بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر باری باری سب اپنا نام اور پتہ بتانے لگے۔ وہ سب فہرست کے مطابق درست تھے۔ شبانہ کی باری آئی تو اُس نے اُٹھ کر کہا: "میں مسز شبانہ عازم ہوں مگر میرا شوہر عازم نظر نہیں آ رہا ہے۔"

افسر نے کہا: "تمھارے شوہر کو تلاش کیا جائے گا۔ تم اُدھر جاؤ۔"

وہ بولی: "آپ اُسے کہاں تلاش کریں گے۔ وہ تو ابھی ہمارے درمیان تھا۔"

دوسروں نے تائید کی کہ عازم ہمارا لیڈر تھا۔ اُسی نے دشمنوں کو ہلاک کر کے ہمیں بستی میں پناہ دی تھی۔ افسر نے کہا: "ایسے دلیر شخص کی ہم قدر کرتے ہیں۔ شاید وہ بستی میں ہو۔ مسز عازم! جاؤ اُسے بُلا کر لاؤ۔"

شبانہ ایک فوجی جوان کے ساتھ بستی میں آئی۔ مجھے آوازیں دیتی مختلف جھونپڑیوں میں جا کر دیکھا تمام کاٹیج خالی پڑے تھے تب اُسے غصہ آیا کہ شاید میں روزی کو لے کر بھاگ گیا ہوں۔ وہ واپس آئی تو اُس کے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ فہرست کے مطابق ستر مسافروں میں سے بیس مسافر وہاں موجود تھے۔ دو مسافر پہلے ہی پے نانگ پہنچ گئے تھے اور دو مسافر یعنی عازم اور روزی غائب تھے۔ ایک مسافر آفیسر کے سامنے روزی کی ہسٹری بیان کر رہا تھا۔

افسر نے کہا: "تعجب ہے تم لوگوں کے بیانات سے عازم کے لیے محبت اور عقیدت ظاہر ہوتی ہے اور روزی بھی مجرموں کی ساتھی نہیں ہے۔ پھر یہ دونوں اچانک کیوں غائب ہو گئے؟"

شبانہ چڑ کر بولی: "دونوں کا یارانہ ہے۔ اِس لیے بھاگ گئے ہیں۔"

کئی مسافروں نے شبانہ کی مخالفت کی۔ ایک نے کہا: "تم جھوٹ کہتی ہو۔ اپنے شوہر پر الزام لگاتی ہو۔"

دوسرے نے کہا: "یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ روزی عازم کی دشمن تھی۔ اپنے باپ کی سلامتی کے لیے اُسے ہلاک کرنا چاہتی تھی۔"

شبانہ نے پوچھا: "پھر وہ دونوں ساتھ کیسے گئے؟"

"ہو سکتا ہے کہ وہ ساتھ نہ گئے ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ حملے کے دوران روزی کو یہاں سے بھاگنے کا موقع مل گیا ہو۔ وہ اپنے باپ کے لیے بہت فکرمند تھی۔ اُسی کی تلاش میں گئی ہو گی اور عازم کب گیا؟ کیوں گیا؟ یہ تم ہی سمجھ سکتی ہو۔ وہ تمھارا شوہر ہے۔"

وہ غصہ سے بولنا چاہتی تھی کہ وہ میرا شوہر نہیں ہے۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "نہیں۔ ایسا کہوں گی تو میری ہی بے عزتی ہو گی کیونکہ میں نے خود ہی اُسے اپنی عزت سے کھیلنے کا موقع دیا تھا۔ یہ تمام مسافر جانتے ہیں کہ میں اُس کے ساتھ ایک رات ایک دن ایک ہی کاٹیج میں گزار چکی ہوں۔"

یہ بات اُس کی سمجھ میں آ گئی۔ وہ چپ رہی۔ افسر نے کہا: "جو مسافر گم ہیں ہم اُنھیں تلاش کریں گے لیکن تم لوگوں کو پہلے پے نانگ پہنچایا جائے گا۔ اگر تمھارا کوئی ضروری سامان رہ گیا ہو تو اُسے لے کر ہیلی کوپٹر میں سوار ہو جاؤ۔"

سامان کسی کے پاس نہیں تھا۔ وہ سب ہیلی کوپٹروں میں سوار ہو گئے۔ بیک وقت پینتالیس مسافر نہیں جا سکتے تھے۔ بیس مسافروں کو اگلی فلائٹ کے انتظار میں رُکنا پڑا۔ شبانہ بھی اِس خیال سے رُک گئی کہ شاید اُس وقت تک مجھے تلاش کر لیا جائے گا یا میں خود واپس آ جاؤں گا۔ رُکنے والے تمام مسافر فوجیوں کے ساتھ بستی میں واپس آ گئے۔ فوجی افسر وہاں آرام سے بیٹھنے کے بعد مانگلا اور رے تو سے اُن مجرموں کے متعلق سوالات کر رہا تھا۔

میں بہت پہلے ہی مانگلا اور رے تو کے دماغوں کو کھنگال چکا تھا۔ وہ بے چارے جنگل کے غیر مہذب اور بزدل قسم کے باشندے بڑی طاقت کے سامنے جھک جاتے تھے۔ اُن کی خدمت کرتے تھے لیکن اُن کی پُراسرار سرگرمیوں کو نہ تو سمجھتے تھے اور نہ ہی اُن کے کسی راز سے واقف ہوتے تھے۔ ویسے یہ حیرانی کی بات تھی کہ وہ زمین دوز خفیہ اڈا جو دوبدن اور راک فیلو کا مسکن تھا، ایک دو دن میں تیار نہیں ہوا ہو گا۔ اُس خفیہ اڈے کی

تعمیر میں مہینے یا برسوں لگ گئے ہوں گے۔ پھر وہاں کے مقامی باشندوں کو اس تعمیر کا علم کیوں نہ ہوا؟

وہ سچ مچ اس خفیہ اڈے سے بے خبر تھے۔ یہ میں کسی وقت دو بدن کی سوچ سے ہی معلوم کر سکتا تھا کہ وہ اڈا مقامی باشندوں کی لاعلمی میں کیسے بنایا گیا تھا؟ اس وقت میں بستی سے واپس آگیا۔ اب اندھیرا پھیل چکا تھا۔ درختوں کے جھنڈ میں ایک چھوٹا سا کاٹج تھا۔ میں اس جنگل میں اتنے خوب صورت کاٹج کی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اپنے رہنما سے پوچھا "یہاں کون رہتا ہے؟"

وہ میرا منہ تکنے لگا۔ انگریزی زبان اس کے پلے نہیں پڑی۔ وہ لکڑی کے تختوں سے بنایا ہوا مضبوط کاٹج تھا۔ اس کی کھڑکیاں اور دروازے بھی مضبوط اور مقفل تھے۔ میں نے اشاروں کی زبان سے پوچھا "دروازے کیسے کھلیں گے؟"

اس نے اشارے سے مجھے ٹھہرنے کے لیے کہا۔ پھر کاٹج کے قریب ایک درخت پر چڑھنے لگا۔ میں اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ درخت کی ایک شاخ پر سے گزرتا ہوا کاٹج کی چھت پر پہنچ گیا۔ چند لمحوں تک میری نظروں سے اوجھل رہا۔ پھر اس نے نیچے جھانکتے ہوئے چابیوں کا ایک گچھا میری طرف پھینک دیا۔

میں انھیں اٹھا کر دروازے پر آیا۔ دو چار چابیاں آزمائیں تو ایک چابی سے دروازہ کھل گیا۔ اندر گہری تاریکی تھی۔ میں نے جیب سے لائٹر نکال کر سلگانا چاہا تو پتہ چلا، لائٹر کی گیس ختم ہوگئی ہے۔ میرے ساتھ آنے والا میرے قریب سے گزرتا ہوا کمرے کی تاریکی میں گم ہوگیا۔ میں اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ گہری خاموشی میں اس کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ کمرے کے کسی سامان سے ٹکرا جاتا تھا۔ ایک بار کسی دروازے کی چٹخنی گرنے کی آواز آئی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ میں نے بیزار ہو کر پوچھا۔ "کیا کر رہے ہو؟"

پھر خیال آیا کہ میں بھینس کے سامنے بین بجا رہا ہوں۔ وہ میرے سوال کو نہ سمجھ سکے گا، نہ جواب دے سکے گا۔ تھوڑی دیر بعد اچانک ایک ٹارچ روشن ہوگئی۔ وہ دوسرے کمرے میں ٹارچ روشن کیے کچھ تلاش کر رہا تھا۔ اس کمرے کے کھلے ہوئے دروازے سے ایک دیوار پر اس کا متحرک سایہ نظر آ رہا تھا۔ پھر ٹارچ بجھ گئی اور دیا سلائی کی تیلی روشن ہوئی۔ میں اس طرف بڑھنے لگا۔ دوسرے کمرے میں پہنچنے تک ایک کیروسین لیمپ روشن ہو گیا تھا۔ میں تعجب سے اس کمرے کی سجاوٹ کو دیکھنے لگا۔ وہ اتنی خوب صورت خواب گاہ تھی کہ شاید خواب ہی میں کسی کو نصیب ہو۔ فوم کا آرام دہ بستر تھا۔ جدید ڈیزائن کے فرنیچر تھے۔ قالین اتنا خوب صورت اور دبیز تھا کہ چلتے وقت پاؤں دھنستے تھے اور اس کے ملائم روئیں پاؤں کو گدگداتے تھے۔ ایک بڑی آہنی الماری، قد آدم آئینہ، سنگھار میز، ریڈیو گرام اور کتابوں کے ریک، سب ہی کچھ وہاں موجود تھا۔

میں کیروسین لیمپ اٹھا کر پہلے کمرے میں آیا۔ وہ کمرہ ڈرائنگ روم کے لوازمات سے سجا ہوا تھا۔ میں کچن میں آگیا۔ وہاں ٹین کے ڈبوں میں کھانے کی چیزیں تھیں۔ دودھ کے ڈبے اور چائے کا سامان تھا۔ میں نے اس مقامی باشندے کو اشاروں سے کہا کہ وہ چائے تیار کرے۔ وہ موم بتی سلگا کر حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ میں نے باہر کے دروازے کو بند کیا۔ پھر کاٹج کے اندرونی حصوں کو اچھی طرح دیکھتا ہوا خواب گاہ میں آگیا۔ میرا کافی وقت ضائع ہو رہا تھا۔ مجھے دو بدن کے دماغ تک پہنچنا تھا۔ سونیا اور ریحانہ کی خیریت معلوم کرنی تھی۔ پھر اپنی ذہنی بیمار تھی، اس کا خیال رکھنا میرا فرض تھا لیکن ان تمام فرائض کی ادائیگی سے پہلے اپنی حفاظت لازمی تھی۔ جہاں میں پناہ لینے پہنچا تھا، اس پناہ گاہ کو سمجھنا ضروری تھا۔ میں چابیوں کا گچھا لے کر اس آہنی الماری کو کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک چابی سے وہ الماری کھل گئی۔ وہاں کئی جوڑے کپڑے تھے، چہرے کا ایک ماسک، بالوں کی وگ، میک اپ کا سامان، پاسپورٹ اور بہت ساری دستاویزات اور جعلی مہریں رکھی ہوئی تھیں۔

میں نے پاسپورٹ کو کھول کر دیکھا۔ اس میں وہی تصویر تھی جو ماسک وہاں رکھا ہوا تھا۔ پاسپورٹ پر ڈاکٹر فینی لوگارڈ کا نام تھا۔ وہی ڈاکٹر فینی جو ساری دنیا میں انسانی عجوبے تلاش کرتا تھا اور ان کی پرورش کرتا تھا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کے چہرے کا ماسک اور میک اپ کا سامان وہاں کیوں رکھا گیا ہے؟

میرے لیے چائے آگئی۔ میں پاسپورٹ اور لیمپ لے کر سینٹر ٹیبل کے پاس آیا۔ چائے کا ایک گھونٹ پی کر مقامی باشندے کو اشارے سے سمجھایا کہ وہ دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھے۔ پھر میں پاسپورٹ کی تصویر کو لیمپ کی روشنی میں دیکھنے لگا۔ اس تصویر کا چہرہ نقلی تھا لیکن آنکھیں نقلی نہیں تھیں۔ میں ان آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

یوں تو انسان کی حرکات و سکنات سے بھی اس کی سوچ کا پتہ چلتا ہے۔ قیافہ شناس چہرہ دیکھ کر اس کے کردار کو پڑھ لیتے ہیں لیکن آنکھیں سب سے اہم ہوتی ہیں۔ ہر انسان کی آنکھیں اس کی سوچ کو ظاہر کرتی ہیں اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہی آنکھیں اس کی سوچ تک پہنچاتی ہیں۔ تصویر کی ان آنکھوں نے مجھے ڈاکٹر فینی کے دماغ تک پہنچا دیا۔

وہ ایک کرسی پر بیٹھا میز پر جھکا ہوا، دنیا کے عجائبات کی کتاب پڑھ رہا تھا۔ میں چند لمحوں تک اس کی سوچ کے ذریعے اس کو پڑھتا رہا۔ پھر میں نے اس کے خیال میں دو بدن کی یاد دلائی۔ وہ اس طرح کہنے لگا "دنیا میں بہتیرے عجوبے ہوتے ہیں مگر ڈبل جوئیل کا جواب نہیں ہے۔۔۔"

وہ اس سوچ کے تسلسل سے دو بدن کے متعلق سوچنے لگا۔ اس کے تصور میں امریکہ کا ایک ریڈ انڈین قبیلہ ابھر رہا تھا۔ اُن کی آبادی کے سامنے تین برس کی دو ننھی بچیاں کھیل رہی تھیں۔ ڈاکٹر فینی انھیں حیرانی سے دیکھنے لگا کیونکہ وہ دونوں بچیاں ایک ساتھ ایک وقت میں ایک ہی جیسی حرکتیں کر رہی تھیں۔ ڈاکٹر نے اس قبیلے کے سردار سے پوچھا۔ "یہ کیسی لڑکیاں ہیں؟ کیا یہ پیدائشی طور پر ایسی ہیں؟"

سردار نے کہا "ہاں۔ یہ ایک ہی وقت میں ایک ساتھ پیدا ہوئی تھیں۔ ان کی ماں انھیں جنم دیتے ہی مرگئی۔ ان کا باپ انھیں پال رہا تھا۔ وہ چار ماہ بعد مرگیا۔ پھر اُن کی دادی نے ایک سال تک پرورش کی۔ وہ بھی مرگئی۔ اُس کے بعد اُن کے ماموں نے اُن کی ذمہ داری سنبھالی۔ ایک سال بعد وہ بھی مرگیا۔ یہ دونوں بچیاں منحوس ہیں۔ اب ان کی جھونپڑی میں کوئی نہیں جاتا۔ انھیں ضرورت کے مطابق کھانا اور کپڑا پہنچا دیا جاتا ہے۔"

ڈاکٹر فینی نے پوچھا "کیا بچیاں مجھے مل سکتی ہیں؟ میں ان کی پرورش کروں گا۔ تمھیں ان کی منہ مانگی قیمت ادا کروں گا۔"

دو ہزار ڈالر، دو تھان کپڑے، دو کارٹن چائے اور تمباکو کے عوض سردار نے وہ بچیاں ڈاکٹر کے حوالے کر دیں۔ وہ اُن دونوں کو واشنگٹن لے آیا۔ وہاں کیپٹل ہل میں اس کا بہت بڑا عجائب گھر، لیبارٹری اور رہائش گاہ تھی۔ وہ ڈاکٹر فینی کی جوانی کا دور تھا۔ عجائبات جمع کرنے کے سلسلے میں حکومت کے ادارے اس سے تعاون کرتے تھے۔ اُس کی صرف ایک کمزوری تھی کہ وہ ہوس کا غلام تھا۔ اِسی غلامی میں اس سے ایک ایسا گناہ سرزد ہوگیا۔ جو منظر عام پر آتا تو اس جیسے مشہور عالم ڈاکٹر کا کیریئر تباہ ہو جاتا۔ اُس گناہ کو سماج، قانون، مذہب کوئی معاف نہیں کر سکتا تھا اور اس کی یہ غلطی صرف اس شرط پر دنیا والوں کے سامنے نہ آتی کہ وہ ایک بلیک میلر کے اشارے پر چلتا رہتا اور اب وہ اشاروں پر چل رہا تھا۔

صرف عجائبات جمع کرنے کے مشغلے میں مگن رہنے والا ڈاکٹر فینی مجرموں کے ہتھے چڑھ گیا۔ بلیک میلر کی فرمائش پر ڈاکٹر نے حکومت سے خصوصی اجازت نامہ حاصل کیا کہ وہ ڈبل جوئیل کی پرورش ملایا کے جنگل میں کرے گا کیونکہ انسانی بستیوں میں دو بدن تماشہ بن کر رہ جاتی ہیں۔ اُسے خصوصی اجازت مل گئی۔ اس کے بعد ایک کاٹج وہاں بنایا گیا۔ ڈبل جوئیل دس برس کی عمر میں وہاں لائی گئی تھیں۔

بلیک میلر کے آدمی دو بدن کو مقامی باشندوں کی بستیوں میں لے گئے۔ انھیں ایک ساتھ بولتے اور ایک ساتھ حرکتیں کرتے دیکھ کر ان جنگلیوں نے اسے آسمان کی دیوی سمجھا۔ بلکہ انھیں یہی سمجھایا گیا کہ اس دیوی کا حکم نہ مانا گیا تو ان لوگوں پر قہر نازل ہوگا۔ حکم یہ تھا کہ جنگل کے تین مربع میل کی مقرر کردہ حدود میں کوئی داخل نہ ہو اور نہ ہی اُدھر کا کوئی رخ کرے۔ جس علاقہ میں اُن لوگوں کا داخلہ ممنوع تھا وہیں اس زمین دوز خفیہ اڈے کی تعمیر شروع ہوئی۔ ڈاکٹر فینی نہیں جانتا تھا کہ تعمیری سامان کیسے آتا ہے اور کہاں سے آتا ہے۔ وہ دس ماہ تک وہاں کاٹج میں دو بدن کے ساتھ رہا۔ آخر ایک دن اس نے بلیک میلر کے خاص آدمی سے کہا۔ "مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دی جائے۔ ورنہ ہماری حکومت کے افسران میں سے کوئی مجھ سے یہاں ملنے آئے گا تو اس جنگل میں اتنے وسیع پیمانے پر تعمیری کام ہوتے دیکھ کر تم سب کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دے گا۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر! تم یہاں سے جا سکتے ہو مگر ڈبل جوئیل یہیں رہے گی۔"

"ایسا نہ کہو۔ میں انھیں دو الگ شخصیتوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ وہ میرے لاڈ پیار کی عادی ہوگئی ہے۔ یہاں میرے بغیر نہیں رہ سکے گی۔"

"وہ یہاں تمھاری ڈمی کے ساتھ رہے گی۔ اُدھر دیکھو۔"

ڈاکٹر فینی نے سر گھما کر دروازے کی جانب دیکھا۔ پھر چونک گیا۔ وہاں دوسرا ڈاکٹر فینی کھڑا ہوا تھا۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا "ہیلو ڈاکٹر! میں تمھارا ہمزاد ہوں۔ آج ہی اس دنیا میں آیا ہوں۔ یہ دیکھو میرا پاسپورٹ۔۔۔"

ڈاکٹر فینی نے اس جعلی پاسپورٹ کو دیکھا۔ جو کسی طرح جعلی نظر نہیں آتا تھا۔ نقال نے کہا "ڈبل جوئیل مجھے ڈاکٹر سمجھ کر بخوشی میرے ساتھ رہے گی۔ اب ہم ان دونوں لڑکیوں کو اپنی راہ پر لگائیں گے۔"

ڈاکٹر فینی ان سے التجائیں کرنے اور گڑگڑا کر فریاد کرنے لگا۔ اس کی برسوں کی محنت برباد ہو رہی تھی۔ وہ لوگ ڈبل جوئیل کو اپنی طرح مجرمانہ ہتھکنڈے سکھانے والے تھے۔ وہ زندگی میں پہلی بار رونے لگا۔ ایک روز وہ خود اُن کے ہاتھوں مجرم بن گیا تھا۔ دوسرے جن عجوبوں کو اولاد کی طرح پالا تھا۔ وہ بھی اُسی راہ پر لگنے والے تھے۔

اس کے رونے گڑگڑانے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ نقال نے کہا "یہ کاٹج اور یہاں رہائش کا اجازت نامہ تمھارے نام سے جاری ہوا ہے۔ لہٰذا کسی وقت بھی اگر ہم یہ دیکھیں گے کہ قانون کے ہاتھ ہماری طرف بڑھ رہے ہیں تو ہم اس زمین دوز اڈے کو بند کر دیں گے۔ میں ڈاکٹر فینی بن کر ڈبل جوئیل اور دو ملازموں کے ساتھ اس کاٹج میں آجاؤں گا۔ یہاں قانونی طور پر ہماری رہائش ہوگی۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ کیسے ممکن ہے کہ میں امریکہ میں رہوں اور میری طرح دوسرا ڈاکٹر فینی یہاں رہے؟"

"ممکن ہے۔ چند ماہ تک ڈبل جوئیل کو ہینڈل کرنے کے لیے میں اسی میک اپ میں رہوں گا۔ پھر یہ ماسک اور میک اپ اتار دوں گا۔ میں نے کہا نا کہ صرف ناگہانی خطرات کے وقت ڈاکٹر فینی کا رول ادا کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ ایسے وقت تمھیں اطلاع پہنچ جائے گی۔ تاکہ تم اپنے پاسپورٹ پر سفر نہ کرو۔ ہماری طرف سے دوسری اطلاع ملنے تک تم اپنی لیبارٹری تک محدود رہو گے۔ انڈر اسٹینڈ؟"

ڈاکٹر فینی سمجھ گیا۔ اُن کی باتیں سمجھنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ بڑی مجبوری کی حالت میں اپنا قیمتی سرمایہ ڈبل جوئیل کو چھوڑ کر امریکہ واپس آگیا۔ اب ایک ماہ قبل اُسے اطلاع دی گئی کہ ڈبل جوئیل کو سات سال کے عرصہ میں نوالہ بنا دیا گیا ہے اور وہ بلیک میلر اب یہ تجربہ کرنا چاہتا ہے کہ ڈبل جوئیل سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ بھی ڈبل ہوگی یا سنگل؟

حقیقتاً یہ غور کرنے کا مقام تھا کہ دو بدن ایک ساتھ ایک وقت میں ایک ہی جیسی حرکتیں کرتی تھیں۔ اب یہ بھی دیکھنا تھا کہ وہ دونوں ایک ہی وقت میں حاملہ ہوتی ہیں اور ایک ہی وقت میں اپنے بچوں کی مائیں بنتی ہیں یا نہیں؟ ڈاکٹر فینی اگرچہ دو بدن سے دُور تھا لیکن دو بدن سے اُس کی محبت اور دلچسپی برقرار تھی۔ وہ خود ایسا تجربہ کرنا چاہتا تھا لیکن اُس سے پہلے وہ دو بدن کو شہری زندگی اور سماجی حیثیت دینا چاہتا تھا۔ باقاعدہ اُن کی شادی کر کے اُن کا گھر بسانا چاہتا تھا۔

لیکن بلیک میلر نے کہا: ”دو بدن کو ایسا فولادی بنا یا گیا ہے کہ عام مردوں میں کوئی اُس کا جیون ساتھی بن کر نہیں رہ سکتا۔ ان دونوں پر کئی تجربات ہو چکے ہیں۔ پہلے ایک صحت مند شخص کو اُس کا دوست بنایا گیا لیکن رُومانس کے وقت دو بدن اعتراض کرتی تھی کہ اُس سے ادھورا پیار کیا جا رہا ہے جس طرح وہ ایک ساتھ ایک ہی روٹی کھاتی تھیں اسی طرح ایک ہی وقت میں ایک مرد کا پیار چاہتی تھیں اور یہ بات ناممکن تھی۔

دوسرا تجربہ یہ ہوا کہ دو ہٹے کٹے جوانوں کو دو بدن کی خواب گاہ میں بھیجا گیا۔ تھوڑی سی دیر میں دونوں جوانوں کا حلیہ بگڑ گیا۔ وہ خواب گاہ سے بھاگتے چلے گئے۔ وہ غصّے سے چیخ رہی تھیں کہ اُسے ایک مال سمجھا گیا ہے کوئی سستی عورت سمجھا گیا ہے۔ اب کوئی اِدھر کا رُخ کرے گا تو زندہ واپس نہیں جائے گا۔“

بلیک میلر کی باتیں سن کر ڈاکٹر فینی نے کہا: ”تم لوگوں نے ڈبل جوئیل کو آگ اور بارود کا مجسمہ بنا دیا ہے۔ اب تو وہ ہر مرد کے سامنے دھماکے سے پھٹے گی۔“

بلیک میلر نے کہا: ”تمہارے عجائبات کے ذخیرے میں لاک نیلو ایسا انسان زندہ ہے جو ڈبل جوئیل کے بچّوں کا باپ بن سکے گا۔ اُسے کچھ عرصہ کے لیے ملایا بھیج دو۔“

ڈاکٹر فینی غلام بن کر رہ گیا تھا۔ اُسے یہ حکم بھی ماننا پڑا۔ اُس نے لاک نیلو کو بھیج دیا۔ اُسے ملایا کے جنگل سے رپورٹ ملتی رہتی تھی کہ لاک نیلو بھی ناکام ہو رہا ہے۔ آخری فائنل رپورٹ ایک ماہ بعد بھیجی جائے گی اور اب ڈاکٹر اس فائنل رپورٹ کا منتظر تھا۔ اُس وقت ایک میز پر جھکا ہوا، ایک کتاب کھولے سوچ کی لہروں میں بہہ رہا تھا۔

میں ٹیبل کے پاس بیٹھا کیروسین لیمپ کی روشنی میں ڈاکٹر فینی کی تصویر کو دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں کے راستے اُس کے دماغ کو کرید رہا تھا۔ میز پر رکھی ہوئی چائے ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ میں نے اُس مقامی باشندے کو بُلا کر دوسری چائے لانے کا حکم دیا۔ اُس کے جانے کے بعد میں نے ڈاکٹر فینی کی سوچ میں کہا: ”اب وہ بلیک میلر میرے سامنے آئے گا تو میں اُس سے کہوں گا کہ ۔ ۔ ۔“

ڈاکٹر فینی کی سوچ نے کہا: ”وہ ستور کا بچّہ سامنے کب آتا ہے کبھی ٹیلیفون اور کبھی ٹرانسمیٹر سے گفتگو کرتا ہے۔ پتہ نہیں وہ دوبارہ کب مجھ سے رابطہ قائم کرے گا۔“

میں نے اُس کی سوچ میں سوچنا شروع کیا: ”میرے گناہ کا ثبوت کس صورت میں اُس کے پاس موجود ہے ہُوں۔ اُوں ۔ ۔ ۔“

اس سوچ کے تسلسل سے اُس کی سوچ نے کہا: ”چند تصویریں اور ایک ٹیپ اسپول میں میری آواز ہے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ چیزیں کہاں رکھی ہیں۔ میں اپنی جان دے کر بھی انھیں حاصل کرتا، اس کے بعد بدنامی تو نہ ہوگی۔“

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اُس کے بعد الماری سے تمام میک اپ کا سامان نکال کر سنگھار میز کے سامنے آگیا۔ میرے لیے گرم چائے آگئی۔ میں نے کہا کہ دوسرا لیمپ ہو تو اُسے بھی روشن کر کے لے آئے۔ جب وہ لیمپ بھی لے آیا تو میک اپ کے لیے کافی روشنی ہو گئی۔ میں نے باشندے کو وہاں سے رخصت کر کے کاٹیج کے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر بیڈ روم میں آکر چائے پیتے ہوئے دو بدن کے دماغ میں جھانکنے لگا۔

وہ اپنی خواب گاہ میں تنہا نہیں تھی۔ وہاں زیمن رونالڈ ڈاکٹر تھا۔ ایڈی، عمر سعید اور مزید دس آدمی بھی تھے۔ وہاں اب تک ساری اطلاعات پہنچ گئی تھیں مثلاً یہ کہ بستی پر حملہ کرنے سے پہلے بلیو اپنے نو آدمیوں سمیت ہلاک ہو چکا ہے۔ پسپا ہو کر بھاگنے والے اُس وقت دو بدن کے سامنے فرش پر بیٹھے تھے۔ انھوں نے اطلاع دی تھی کہ شہر کے فوجی وہاں پہنچ گئے ہیں۔ یہ اطلاع ملتے ہی بڑے جنریٹر کو بند کر دیا گیا تھا تاکہ اُوپر جنگل کی زمینی سطح پر ہلکی سی آواز بھی نہ سنائی دے۔

دو بدن کی خواب گاہ میں لیمپ روشن تھے۔ دو بدن نے جھنجھلا کر کہا: ”اس بیمار سی روشنی میں میرا جی گھبرا رہا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے کال کوٹھری میں بیٹھی ہوئی ہوں۔ میں اُوپر کاٹیج میں جاؤں گی۔“

ڈاکٹر نے کہا: ”ذرا صبر کرو۔ ہم فوجی سرگرمیوں سے بالکل بے خبر ہیں۔ پتہ نہیں وہ لوگ اُوپر کتنے علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تھک ہار کر اور گزر جائے تو وہ ہمیں تلاش کرنے کے لیے اس جنگل میں نہیں بلکہ شہر میں دوسری صبح تلاشی شروع کریں گے۔ ایک گھنٹے بعد پہلے میں جاؤں گا اس کے ایک گھنٹے بعد تم ایڈی اور عمر سعید کے ساتھ چلی آنا ۔ ۔ ۔“

میں نے چائے ختم کی، پھر میک اپ میں مصروف ہو گیا۔ وہ ایک گھنٹے بعد یہاں آنے والا تھا لیکن وہ کس راستے سے آئے گا یہ معلوم کرنے کے لیے میں ڈاکٹر کی کھوپڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔ وہ خاموش بیٹھا سوچ رہا تھا: ”کہیں ایسا نہ ہو کہ فوجیوں کی کوئی ٹیم اس کاٹیج کی طرف پہنچ جائے اور وہاں اندھیرا اور دروازوں کو مقفّل دیکھ کر پوچھا جائے گا کہ پہلے ہم کہاں تھے اب وہاں کس وقت آئے ہیں؟“

ڈاکٹر کی سوچ نے خود ہی اپنے سوالوں کا جواب دیا: ”یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ ڈبل جوئیل کبھی کبھی رات کو چہل قدمی کرتی ہے۔ ہم سب اُس کے ساتھ باہر گئے ہوئے تھے۔ اونہہ! پرواہ نہیں کوئی بھی معقول جواب دیا جا سکتا ہے بس پریشانی یہ ہے کہ ڈاکٹر فینی کا میک اپ کرنے میں میرا بہت وقت لگ جاتا ہے۔“

اچھا اب مجھے معلوم ہوا کہ یہ دوسرا ڈاکٹر یہاں آکر ڈاکٹر فینی بن جاتا ہے۔ وہ اپنے طور پر سوچنے کے بعد اپنے آدمیوں سے کہہ رہا تھا۔ ”لاک نیلو کے پاس آج رات کی خوراک پہنچا دی گئی ہے۔ جب تک مسلح فوجی اُوپر گھومتے رہیں اس وقت تک لاک نیلو کے کھانے پینے کا خاص خیال رکھا جائے۔ اُسے یہ معلوم نہ ہو کہ ہم یہ جگہ چھوڑ کر اُوپر کاٹیج میں چلے گئے ہیں۔ ورنہ وہ پاگل کا بچّہ یہاں ہنگامہ شروع کر دے گا ویسے میں کبھی کبھی آکر اُس سے مل لیا کروں گا۔“

دو بدن نے حسبِ عادت ہم آواز ہو کر کہا: ”ڈاکٹر! تم بے کار یہاں بیٹھے مجھے بور کر رہے ہو۔ میں کہتی ہوں مجھے اُوپر لے چلو۔ یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے۔“

”جوئیل جلدی نہ کرو۔ تمہاری جلد بازی ہم سب کو لے ڈوبے گی۔“

دو بدن نے پوچھا: ”اگر فوجیوں نے مجھ سے پوچھا کہ ڈاکٹر فینی کہاں ہے تو میں کیا جواب دوں گی؟“

”ڈاکٹر فینی خود کاٹیج میں موجود ہوگا۔“

”ایں:“ دو بدن نے چونک کر پوچھا: ”کل تو تم کہہ رہے تھے کہ ڈاکٹر فینی کے پاس میری اور لاک نیلو کی رپورٹ بھیجو گے۔ پھر آج وہ یہاں کیسے آگیا؟“

”جوئیل! میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ ڈاکٹر فینی ہم سے ہزاروں میل دُور ہے۔ جبکہ وہ کوالالمپور میں تھا۔ ہمیں اطلاع ملی تھی کہ شام کو وہ یہاں پہنچ جائے گا۔ اسی لیے میں پہلے کاٹیج میں جا کر دیکھوں گا کہ وہ یہاں آچکا ہے یا نہیں؟“

”میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی۔“

”نہیں، اِس وقت آٹھ بجے ہیں تم دس بجے وہاں جاؤ گی۔“

”کیا میں تمہارے حکم کی پابند ہوں؟“

”یہ بات نہیں ہے جوئیل۔ تم جانتی ہو کہ ڈاکٹر فینی کی عدم موجودگی میں یہاں کی تمام ذمہ داریاں مجھ پر ہوتی ہیں، میں باہر کے معاملات کو تم سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اِس لیے تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ تم دس بجے۔۔“

دو بدن جھنجھلاتی ہوئی کھڑی ہو گئی: ”نان سنس! میں کہہ رہی ہوں کہ یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے اور تم باتیں بنا رہے ہو۔ میں جاؤں گی اور ابھی جاؤں گی۔“

وہ جانے کے لیے آگے بڑھ گئی۔ ڈاکٹر نے وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کو اشارہ کیا۔ وہ سب اسٹین گنیں سیدھی کر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ دو بدن نے غصّے سے پلٹ کر ڈاکٹر کو دیکھا۔ وہ لاپرواہی سے چلتا ہوا دروازے تک آیا۔ پھر بولا: ”میں یہاں کا انچارج ہوں۔ میری مرضی کے خلاف تم کوئی قدم نہیں اُٹھاؤ گی۔ تم ڈاکٹر فینی سے میرے اس رویّے کی شکایت کر سکتی ہو۔“

یہ کہہ کر وہ خواب گاہ سے باہر آگیا۔ پھر وہاں سے ایڈی اور عمر سعید کو آواز دی۔ جب وہ دونوں حاضر ہو گئے تو اُس نے کہا: ”تم دونوں کاٹیج میں اپنا رول ادا کرنے کے لیے لباس بدل لو۔ ٹھیک دس بجے ڈبل جوئیل کے ساتھ وہاں پہنچ جانا ۔ ۔ ۔“

وہ گھوم کر جیل خانہ کی طرف گیا۔ وہاں اندھیرا تھا۔ وہ ٹارچ روشن کر کے آگے بڑھنے لگا۔ روشنی ہوتے ہی دلو دشرما، ڈان سومرو اور بیری ہڈسن سلاخوں کو تھام کر چیخنے لگے: ”یہ جنریٹر کیوں بند کر دیا گیا؟ تاریکی اور گرمی سے ہمارا دم گھٹتا جا رہا ہے۔ فار گاڈ سیک ہمیں یہاں سے نکالو۔۔“

ڈاکٹر نے اُن کی طرف دیکھا تک نہیں، تیزی سے چلتا ہوا آہنی دروازے کے پاس آیا۔ پھر اُس دروازے سے گزر کر سُرنگ میں داخل ہو گیا۔ اُس کی سوچ نے بتا دیا کہ وہ میری طرف اس کاٹیج میں آرہا ہے۔

میں نے آئینے میں دیکھا۔ ابھی میک اپ مکمل نہیں ہوا تھا۔ میں آہستہ آہستہ ادھیڑ عمر کا ڈاکٹر فینی بنتا جا رہا تھا۔ جلد بازی سے میک اپ خراب ہو سکتا تھا۔ میں اطمینان سے اپنے کام میں مصروف رہا۔ ڈاکٹر اس سُرنگ میں دس منٹ تک چلتا رہا۔ پھر ایک دوراہے پر پہنچ گیا۔ وہاں سے ایک سُرنگ اُدھر جاتی تھی جدھر لاک نیلو کی رہائش تھی، وہ دوسری سُرنگ میں داخل ہو گیا۔ وہ راستہ اس کاٹیج کی طرف آتا تھا۔

میں نے آئینے میں ایک بار اپنے ادھورے میک اپ کو دیکھا پھر دونوں لیمپ بجھا دیے۔ کیونکہ وہ سُرنگ کے آخری سرے پر پہنچ کر اب ایک زینے پر دبے قدموں اُوپر چڑھ رہا تھا۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ جس خواب گاہ میں، میں بیٹھا ہوا تھا۔ اُسی کی دیوار کے پیچھے اُس زینے کا آخری اور اُوپری حصّہ تھا۔ وہ کتابوں کے ریک کے پیچھے سے آنے والا تھا۔

میں اُس طرف رُخ کر کے بیٹھ گیا۔ وہ دیوار کے پیچھے پہنچ گیا تھا اور کان لگا کر سن رہا تھا کہ کاٹیج بدستور خالی ہے یا فوجی جوان پہنچ گئے ہیں۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا: ”بالکل خالی ہے۔ کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ فوجی ہوتے تو اُن کے بھاری بھرکم بوٹوں کی آواز ضرور سنائی دیتی۔“

اُس کی سوچ نے کہا: ”ہاں۔ چابیاں تو کاٹیج کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چھت پر رہتی ہیں۔ بھلا فوجی اندر کیسے آسکتے ہیں۔“

اُس نے مطمئن ہو کر ایک کل کو تھام لیا۔ پھر اُسے آہستہ آہستہ دبانے لگا۔ آہستہ آہستہ کتابوں کے ریک اپنی جگہ سے دروازے کی طرح کھل رہے تھے۔ میں گہری تاریکی میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ ڈاکٹر سوچ رہا تھا کہ ریک نما دروازہ کس طرح کھل رہا ہے۔

اُس نے کمرے میں قدم رکھتے ہی ٹارچ روشن کی۔ پھر مجھے دیکھ کر ایک دم سے بوکھلا گیا۔ بوکھلاہٹ میں اُس کی ٹارچ بجھ گئی۔ میں نے اپنی

ٹارچ روشن کی۔ وہ اپنی جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے پوچھ رہا تھا: "کک کون ہو تم؟"

"میں ڈاکٹر فینی ابھی مکمل ہو رہا ہوں تم ذرا جلدی آ گئے۔"

وہ ریوالور کا رُخ میری جانب کرتے ہوئے بولا: "اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ گولی مار دوں گا۔"

میں نے اُسے پچکارتے ہوئے کہا: "بیٹے! ریوالور جیب میں رکھ لو۔ ورنہ فائرنگ کی آواز سنتے ہی فوجی اِدھر آ جائیں گے۔"

وہ پریشان ہو گیا۔ یہ حقیقت تھی کہ وہ فوجیوں کے ڈر سے فائر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ صرف مجھے دھمکی دے رہا تھا۔ وہ میرے منہ پر ٹارچ کی روشنی پھینکتے ہوئے بولا: "تم ڈاکٹر فینی کا میک اپ کر رہے ہو۔ آخر کون ہو تم؟"

"میں نے تم سے نہیں پوچھا کہ تم کون ہو؟ دیکھو یہاں صرف ایک ہی ڈاکٹر فینی لو گارڈ کا اجازت نامہ ہے۔ اِس لیے ہم دونوں میں سے کوئی ایک ہی ڈاکٹر فینی بن سکتا ہے اور میں تو تقریباً بن ہی چکا ہوں۔ ہاں وہ خفیہ دروازہ تو بند کر دو۔"

اُس نے ایک نما دروازے کو ایک ٹھوکر ماری۔ وہ خود بخود بند ہونے لگا۔ اُس کے بند ہوتے ہی ڈاکٹر نے ریوالور کو جیب میں رکھ کر ایک چاقو نکال لیا۔ پھر اُسے کھولتے ہوئے بولا: "یہ چاقو شور نہیں مچائے گا۔ مرنے سے پہلے اپنے متعلق سب کچھ بتا دو تو بہتر ہے۔"

میں نے کہا: "میں ڈاکٹر فینی کا پرائیویٹ جاسوس ہوں۔ یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ ڈاکٹر کو بلیک میل کرنے والا تمام مواد کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

وہ غصے میں بولا: "تمہارا باپ بھی . . . . اونک۔ آہ۔ آہ . . . ."

دماغی جھٹکے نے اُس کے غصے کو دھو ڈالا۔ اُس کے ہاتھ سے چاقو گر گیا تھا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اُٹھنے لگا۔ میں نے پھر ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ قالین پر گر کر تڑپنے لگا۔ "ہاں تو بیٹے اپنا نام بتاؤ؟"

"وہ ڈا۔ ڈاکٹر موزائل . . . ."

میں نے کہا: "بیٹھ جاؤ۔" وہ بیٹھ گیا۔ دماغ کو پہنچنے والی اذیتوں نے اُس کے چہرے کا رنگ بدل ڈالا تھا۔ وہ بیمار اور بوڑھا نظر آ رہا تھا۔ میں نے کہا: "تمہاری قوتِ برداشت بہت کمزور ہے۔ اِس سے پہلے کہ تمہارا دماغ پھر پھوڑا بنے میرے سوالوں کا جواب دیتے جاؤ۔"

"تمہارا باس کون ہے؟"

"بائی گاڈ میں اُسے نہیں جانتا۔ وہ کبھی سامنے نہیں آتا ہے۔ مجھ سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو کرتا ہے۔"

"ٹرانسمیٹر کہاں ہے؟"

اُس نے ریڈیو گرام کی طرف اشارہ کیا: "یہ ریڈیو گرام، ٹرانسمیٹر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔"

"تم لوگ اپنے زمین دوز اڈّے میں قید ہو کر رہ گئے ہو۔ اُوپر فوجی گشت کر رہے ہیں تم نے اپنے باس کو اِس صورتِ حال کی اطلاع کیوں نہیں دی؟"

"میں اِن حالات میں ٹرانسمیٹر استعمال نہیں کر سکتا۔ اِس بات کا اندیشہ رہتا ہے کہ فوجیوں کا ٹرانسمیٹر ہماری فریکوئنسی تک پہنچ سکتا ہے۔"

میں نے ڈانٹ کر کہا: "بکواس مت کرو۔ کوئی بھی ٹرانسمیٹر پر ہونے والی گفتگو کی سمت معلوم نہیں کر سکتا اور نہ ہی گفتگو کو سمجھ سکتا ہے کیونکہ کوڈ ورڈز میں باتیں ہوتی ہیں۔"

وہ بے بسی سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا: "تم کون ہو؟ آخر تم نے ہمارے متعلق یہ ساری معلومات کیسے حاصل کر لیں؟"

"مجھ سے کوئی سوال نہ کرو، چلو اُٹھو۔ وہ ٹرانسمیٹر استعمال کرو۔ اپنے باس کو موجودہ حالات سے آگاہ کرو۔"

اُس نے قالین پر سے اُٹھنے کے دوران اچانک ہی چاقو اُٹھا کر حملہ کرنا چاہا۔ چاقو کا رُخ میری طرف کرتے ہوئے دوڑتے ہوئے آیا۔ پھر میری کرسی کے پاس سے گزرتا ہوا دوڑتا ہوا دروازے کی طرف چلا گیا۔ وہاں سے پلٹ کر پھر دوڑتا ہوا میرے سامنے آیا۔ چاقو کو بند کیا۔ پھر اُسے میرے حوالے کر دیا۔ جب میں نے اُس کے دماغ کو اپنی گرفت سے آزاد کیا تو وہ پریشان ہو کر دیکھنے لگا کہ اُس کے ہاتھ کا چاقو میرے ہاتھ میں کیسے پہنچ گیا۔

میں نے کہا: "ٹرانسمیٹر کے پاس جاؤ اور میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

وہ چپ چاپ ریڈیو گرام کے پاس چلا گیا۔ پھر اُسے کھول کر اُس کے آلات میں کچھ تبدیلی کرنے لگا۔ اِس دوران وہ سوچ رہا تھا: "یہ شخص ہمارے کوڈ ورڈ کو نہیں سمجھتا ہے۔ میں باس کو بتاؤں گا کہ ڈاکٹر فینی باغی ہو گیا ہے۔ اُس نے بلیک میلنگ کا مواد حاصل کرنے کے لیے ایک پرائیویٹ جاسوس کو یہاں بھیجا ہے جو کسی پُراسرار علم کے ذریعے مجھے زیر کر چکا ہے۔"

میں نے کہا: "ڈاکٹر موزائل! میں تمہارے کوڈ ورڈز کو سمجھتا ہوں۔ جب بھی تم ڈاکٹر فینی اور میرے متعلق کوڈ ورڈز میں کچھ کہنا چاہو گے، میں تمہارے دماغ کی دھجیاں اُڑا دوں گا۔"

اب وہ شدید حیرانی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا: "وقت ضائع نہ کرو۔"

وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے لگا: "ہیلو ہیلو۔ ڈاکٹر کالنگ ہز ہینیٹ۔ ہیلو ہیلو۔ ڈاکٹر کالنگ ہز ہینیٹ۔ ہیلو۔ ہیلو۔ اوور!"

ڈاکٹر موزائل کے کانوں میں ایئر فون لگے ہوئے تھے۔ صرف وہی دوسری طرف کی آواز سن سکتا تھا لیکن میں دُور بیٹھا اُس کے دماغی فون سے دوسری آواز سن رہا تھا۔ جواباً آواز آئی: "ہیلو ہینیٹ اٹینڈنگ۔ مریض حاضر ہے اوور . . . ."

ڈاکٹر موزائل نے کہا: "ہسپتال کے پاس پاگل مریض گھوم رہے ہیں

اُن کے پاگل پن سے محفوظ رہنے کے لیے ہم نے اپنے مریضوں کو ہسپتال کی چار دیواری میں بند کر دیا ہے۔ اوور . . . ."

"یقیناً پریشانی کی بات ہے۔ پروا نہ کرو۔ اپنا ہسپتال بند رکھو۔ وہ تمام پاگل تھک ہار کر چلے جائیں گے۔ اوور۔"

ڈاکٹر موزائل نے پلٹ کر میری جانب دیکھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ میرے خلاف کوڈ ورڈز میں کچھ کہے یا نہ کہے؟ میں نے اشارے سے منع کیا۔ اُس نے کہا: "ہم ہسپتال کی اُوپری منزل (کاٹیج) میں آ گئے ہیں۔ اگر کوئی پاگل اِدھر آئے گا تو میں دوبارہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کروں گا۔ اوور اینڈ آل . . . ."

رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ اُس ٹرانسمیٹر کو دوبارہ ریڈیو گرام میں تبدیل کر رہا تھا اور میں اُس کے باس کی آواز اور لہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کر رہا تھا۔ ریڈیو گرام درست کرنے کے بعد ڈاکٹر موزائل نے میری جانب دیکھا۔ میں نے کہا: "میں ڈاکٹر فینی بن چکا ہوں اس لیے اب یہاں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ تم کاٹیج سے باہر چلے جاؤ۔"

وہ تہہ خانہ کی طرف جانا چاہتا تھا لیکن میں اُس کی کھوپڑی میں بیٹھ گیا۔ اب اُس کھوپڑی میں میرا دماغ میرے خیالات تھے۔ پھر میرے خیالات کو پر لگ گئے۔ میری سوچ نے دوڑ لگائی۔ ڈاکٹر کا جسم دوڑتا ہوا کاٹیج سے باہر گیا۔ پھر وہاں بھی وہ ٹھہر نہ سکا۔ تیزی سے ایک سمت دوڑتا چلا گیا۔ ایک فرلانگ۔ دو فرلانگ۔ پھر تین فرلانگ کے فاصلے طے کرتا چلا گیا۔ اب وہ ہانپ رہا تھا۔ دوڑنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ اِس لیے میری سوچ نے اُسے دوڑانے کے بجائے چلانا شروع کیا۔ وہ تھکے ہوئے انداز میں ڈگمگاتے ڈولتے ہوئے آگے بڑھتا چلا گیا۔ جب اُس کی سانسیں ذرا درست ہوئیں تو میں نے پھر اُسے دوڑایا۔ یہ دوڑنے اور چلنے کا سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ وہ تقریباً دو میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد گر پڑا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ اُس کی دونوں ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ اُس نے اپنے ایک کانپتے ہوئے ہاتھ کو جیب میں ڈالا۔ پھر ریوالور نکال کر اُس کی نال اپنی کنپٹی سے لگا لی۔ اُس کاٹیج میں ایک ہی نقلی ڈاکٹر فینی رہ سکتا تھا۔ اِس لیے ٹھائیں کی ایک آواز کے ساتھ ہی میں اُس کے مُردہ دماغ سے نکل کر کاٹیج میں واپس آ گیا۔

میں اُٹھ کر کاٹیج کے سامنے والے دروازے کے پاس آیا۔ پھر اُسے اندر سے بند کرنے کے بعد خواب گاہ میں واپس آ گیا۔ اُس کے بعد دوبارہ دونوں لیمپوں کو روشن کر کے میک اپ کے آخری مرحلے سے گزرنے لگا۔ زمین دوز اڈّے میں رہنے والے سب ہی مجرم اُس باس کو نہیں جانتے تھے جس سے تھوڑی دیر پہلے ڈاکٹر موزائل بات کر چکا تھا۔ اب اُسے باس کے طور پر جاننے والے دو ہی فرد رہ گئے تھے، ایک ایڈی اور دوسرا عمر سعید تھا۔ ڈاکٹر فینی اُس باس کو بلیک میلر کہتا تھا۔ وہ بدن اور دوسرے تمام لوگ ڈاکٹر فینی کو اپنے گروہ کا سرغنہ سمجھتے تھے۔

میں اُس بلیک میلر کے دماغ میں کسی وقت بھی پہنچ کر اُس کے متعلق معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ ابھی میرے پاس وقت نہیں تھا اس لیے میں نے بلیک میلر کو ڈھیل دے دی۔ میک اپ ختم ہوتے ہی دروازے پر دستک سُنائی دی۔ میں نے فوراً ہی تمام سامان سمیٹ کر الماری میں رکھا۔ پھر اُسے لاک کرنے کے بعد ایک لیمپ اُٹھا کر سامنے والے کمرے میں آ کر پوچھا: "کون ہے؟"

سے تو کی آواز سُنائی دی۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی چونک گیا۔ میں نے کہا: "اندر آ جاؤ۔ میں وہی عازم ہوں۔ اپنے علم کے زور سے میں نے اپنا روپ بدل لیا ہے۔"

وہ بے حد مرعوب تھا کہ پتہ نہیں میں کیسے کیسے پُراسرار علوم جانتا ہوں۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ وہ میرے لیے کھانے کا سامان لایا تھا۔ میں ڈائننگ ٹیبل کی ایک کرسی پہ بیٹھ گیا۔ وہ کچن سے پلیٹیں لے آیا۔ پھر ایک گٹھری سے سلائس مکھن اور بھونے ہوئے مُرغ نکالتے ہوئے بولا: "صاحب! وہ سب مسافر لوگ چلے گئے۔ شبانہ تم کو بہت ڈھونڈتی رہی۔"

"کیا وہ نہیں گئی؟"

"چلی گئی۔ ہم کو روزی کا افسوس ہے معلوم نہیں جنگل میں کدھر ہو گی۔"

میں روزی کو تو بھول ہی گیا تھا۔ میں نے سے تو سے کہا: "یہاں ابھی اُن عورتوں کا جوڑا آئے گا جسے تم لوگ بلوی سمجھتے ہو تمہارا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے میرے کھانے کے بعد تم یہ بچا ہوا کھانا سمیٹ کر چلے جانا . . . ."

اُسے سمجھانے کے بعد میں کھانے لگا۔ اِس دوران میں نے روزی کے خیالات پڑھے۔ وہ جنگل میں کسی جگہ بیٹھی رو رہی تھی۔ چاند نکل آیا۔ پھر بھی وہ چاند کی روشنی میں اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتی تھی اِس لیے کہ اُسے اپنی منزل کا پتہ نہیں تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اُس کا باپ ایڈگر واٹن کہاں ملے گا؟

میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "میں نے بڑی بھول کی۔ مجھے ہیلی کوپٹر میں بیٹھ کر چلے جانا چاہیے تھا۔ شاید پاپا (باپ)، مجھے پے نانگ شہر میں مل جاتے۔"

"نہیں۔" اُس کی سوچ نے کہا: "پاپا مجھے اِسی جنگل میں ملیں گے۔ میں یہاں سے جاؤں گی تو عازم انھیں مار ڈالے گا۔ میں۔ میں۔۔۔ اپنے پاپا کو بچاؤں گی۔ اُس ظالم کے سامنے سینہ تان کر کھڑی ہو جاؤں گی۔ میرے پاپا کو بھاگنے کا موقع مل جائے گا مگر کہاں ہیں پاپا۔ پاپا تم کہاں ہو؟ پاپا۔ پاپا . . . ."

اُس کی آواز جنگل کے سناٹے میں گونجنے لگی۔ پھر یہ سوچ کر ایک دم سے چپ ہو گئی۔ اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ لیا کہ کہیں فوج کے آدمی اُس کی

آواز سن کر وہاں نہ آجائیں۔ وہ پھر رونے لگی۔ اس لڑکی کو چاروں طرف سے اذیتوں نے گھیر لیا تھا۔ اپنے لیے خوف تھا کہ فوجی اسے پکڑ کے نہ لے جائیں گے۔ یا پھر ایک بار مجرموں کے ہتھے چڑھ جائے گی۔ باپ کے لیے خوف تھا کہ مجرم کی حیثیت سے وہ کہیں قانون کی گرفت میں نہ آجائے۔ اور اگر قانون سے بچے تو عاصم کے ہاتھوں نہ مارا جائے۔

اس جنگل میں وہ تنہا سسک سسک کر رو رہی تھی۔ میں نے اُس کی روتی ہوئی سوچ میں پوچھا: "میں کہاں ہوں؟"

وہ آنسو بھری آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اُس کے آس پاس دور تک ناریل کے درخت نظر آرہے تھے۔ میں نے سے تو سے پوچھا: "تم لوگ جنگل میں اپنی منزل کے راستے کس طرح پہچان لیتے ہو؟"

"صاحب! بچپن سے عادت ہے۔ ہم ایک ایک درخت اور ایک ایک پگڈنڈی کو پہچانتے ہیں۔"

میں نے کہا: "روزی اِس وقت اِسی جگہ ہے جہاں چاروں طرف ناریل کے درخت ہیں۔"

اُس نے کہا: "ایسے درخت سمندر کے ساحل پر اور دریا کے کنارے ہیں۔"

"وہ گورے صاحب لوگ کس طرح راستہ پہچانتے ہیں؟"

"اُن لوگوں نے درختوں پر بہت سارے نشانات لگا رکھے ہیں۔"

میں نے روزی کی سوچ میں کہا: "مجھے سامنے والے درخت کے تنے پر کوئی نشان لگانا چاہیے۔ پھر آگے بھی میں جہاں جاؤں گی۔ راستہ پہچاننے کے لیے ایسے ہی نشانات لگاتی جاؤں گی۔ تاکہ بار بار بھٹک کر ایک ہی جگہ نہ آؤں۔"

وہ اُٹھ کر سامنے والے درخت کے قریب گئی تو اُسے نشان لگانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ اُس درخت کے تنے پر کراس کا نشان تھا۔ میں نے سے تو سے پوچھا: "جن درختوں پر کراس کے نشانات ہوں۔ وہ کس علاقہ کی نشاندہی کرتے ہیں؟"

"صاحب! ایسے نشانوں کو دیکھ کر پورب کی طرف جانے سے مان تو کی بستی آتی ہے۔ مان تو بانس کی نلکی سے زہریلے تیر چلانا جانتا ہے۔ وہ علاقہ یہاں سے سات میل کے فاصلے پر ہے۔"

میں نے کہا: "اب تم یہ کھانا سمیٹ کر یہاں سے سیدھے انھی درختوں کے پاس جاؤ، جن پر کراس کے نشانات ہیں۔ اپنے ساتھ کچھ آدمی لے جاؤ۔ وہاں تمھیں روزی ملے گی۔ اگر وہ کسی دوسری جگہ جائے گی۔ تو میں اپنے علم سے تمھاری رہنمائی کروں گا۔"

وہ برتن دھونے کے بعد بچا ہوا کھانا لے کر چلا گیا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ خواب گاہ میں آکر الماری کھولی۔ جعلی مہر نکال کر پاسپورٹ پر لگائیں۔ جعلی تاریخ لکھی۔ جعلی دستخط کیے۔ اب اس پاسپورٹ کے مطابق میں ایک ہفتے سے اس کاٹج میں رہ رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے الماری سے رات کو سونے کا لباس نکال کر پہنا۔ سگریٹ کے کارٹن سے ڈاکٹر فینی کے برانڈ کا سگریٹ نکالا۔ پھر ایک سگریٹ سلگا کر آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔

دو بہن آرہی تھیں۔ میں نے عمر سعید کی سوچ سے معلوم کرلیا تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں ایڈگر والٹن سے دماغی رابطہ قائم کرکے اُسے اُس کی بیٹی روزی تک پہنچا دوں لیکن اب وقت نہیں تھا۔ دو بہن، ایڈی اور عمر سعید سُرنگ سے گزرتے ہوئے اِدھر چلے آرہے تھے۔ انھیں اس خواب گاہ میں پہنچنے کے لیے دس منٹ ضرور لگ جاتے۔ میں نے سوچا کم از کم یہ معلوم تو کرلوں کہ ایڈگر والٹن زندہ بھی ہے یا نہیں؟ ایسا نہ ہو کہ وہ مر چکا ہو اور روزی اُس کے لیے جنگل میں بھٹکتی ہی رہے۔

میری سوچ نے پرواز کی۔ پتہ چلا کہ وہ زندہ ہے۔ اُس کے دماغ کے ذریعے میں فائرنگ کی آوازیں سن رہا تھا۔ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ کسی بستی میں تھا۔ کسی فوجی افسر کی آواز آرہی تھی۔ وہ حکم دے رہا تھا کہ تمام مجرم ہتھیار پھینک کر بستی کے باہر آجائیں لیکن وہ سب لڑنے مرنے پر آمادہ تھے۔ فوجی جوان بے دھڑک فائرنگ نہیں کرسکتے تھے کیونکہ بے گناہ مقامی باشندوں کی جان کا خطرہ تھا۔ اِس لیے دونوں طرف سے ٹھہر ٹھہر کر فائرنگ ہو رہی تھی۔

ایڈگر والٹن نے اپنے ساتھی سے کہا: "ہمیں یہاں سے بھاگنے کی فکر کرنا چاہیے۔ ہمارے پاس اتنے کارتوس نہیں ہیں کہ صبح تک ان کا مقابلہ کرسکیں۔"

اُس کے ساتھی نے کہا: "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ ابھی ہم تھوڑی دیر تک اس طرح ٹھہر ٹھہر کر فائرنگ کرتے رہیں گے تاکہ وہ یہ سمجھتے رہیں کہ یہ سلسلہ صبح تک چلتا رہے گا۔ پھر ہم ایک ایک کرکے یہاں سے نکل جائیں گے۔ چلو فائر کرو......"

میں ایڈگر کے دماغ سے نکل آیا۔ مجبوری تھی۔ تہہ خانے سے آنے والے ریک کے پیچھے پہنچ گئے تھے۔ میں سگریٹ کی راکھ کو ایش ٹرے میں جھٹک کر بستر پر نیم دراز ہوگیا۔ اُسی وقت ریک نما دیوار دروازے کی طرح کھلنے لگی۔ پہلے عمر سعید... کمرے میں داخل ہوکر مجھے دیکھتے ہوئے مسکرایا۔ بیچارہ مجھے ڈاکٹر موزائل سمجھ رہا تھا۔ اُس نے چور دروازے کی طرف گھوم کر کہا: "مادام تشریف لے آئیں......"

وہ دونوں ایک ساتھ چلتی ہوئی کمرے میں داخل ہوگئیں۔ میں اب تک سوچ کی نظروں سے انھیں دیکھتا رہا تھا۔ اب پہلی بار اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ دونوں کے چہروں پر غضب کا رُعب اور دبدبہ تھا۔ وہ جتنی حسین تھیں، اتنی ہی سنگین بھی تھیں۔ ایک عام سا آدمی اُن سے اظہارِ عشق کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ حالانکہ دونوں کے شبابی بدن کے نشیب و فراز ہنگامہ پرور تھے دیکھنے والوں کی کھوپڑی میں شور مچاتے تھے اور صنفِ نازک کے معاملے میں میری کھوپڑی بڑی نازک تھی۔ اِس لیے میرے اندر بھی ہلچل مچ گئی تھی،

دو بہن نے مجھے دیکھتے ہی حیرانی سے پوچھا: "ڈاکٹر فینی تم؟ تم کب آئے؟"

میں نے بستر سے اُٹھتے ہوئے کہا: "آج ہی آیا ہوں لیکن پاسپورٹ میں پچھلے ایک ہفتہ کی تاریخ ہے۔ کوئی فوجی افسر سوال کرے تو کہنا کہ میں چھ ستمبر کو یہاں آیا تھا۔"

ایڈی نے ریک نما دروازے کو بند کردیا۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ کر دوسرا سگریٹ سلگانے لگا۔ دو بہن میرے سامنے آکر کھڑی ہوگئی۔ پھر غصے سے بولی: "وہ سور کا بچہ ڈاکٹر موزائل یہاں ہم سے پہلے آیا ہے۔ اُسے بلاؤ۔ اُس نے میری انسلٹ کی ہے۔ میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"تو پھر اُسے مردہ چھوڑ دو۔ اب وہ زندہ نہیں ہے۔"

"کیا سچ؟" دو بہن نے بے یقینی سے پوچھا۔ ایڈی اور عمر سعید زیرِ لب مسکرا رہے تھے۔ اُن کے خیال میں تو ڈاکٹر موزائل زندہ بیٹھا ہوا تھا۔

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا: "یہ سچ ہے۔ وہ یہاں آیا تھا تمھارے خلاف باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اُسے سختی سے ڈانٹ دیا کہ میں اپنی جوئیل کے خلاف کچھ نہیں سننا چاہتا۔ پھر میں نے اُس سے کہا کہ مجھے حاصل ہونے والے اجازت نامے کے مطابق اس کاٹج میں میرے اور جوئیل کے علاوہ صرف ایڈی اور عمر سعید رہ سکتے ہیں۔ اِس لیے تم کسی قریبی بستی میں چلے جاؤ۔ وہ چلا گیا۔"

"لیکن تم ابھی کہہ رہے تھے کہ وہ مر چکا ہے۔"

"ہاں۔ آدھ گھنٹہ بعد ایک مقامی باشندہ یہاں سے گزر رہا تھا۔ کاٹج میں روشنی دیکھ کر میرے پاس آیا اور مجھے بتایا کہ یہاں سے بہت دور ایک گورا صاحب مارا گیا ہے۔ میں اُس کے ساتھ اُس مقام پر پہنچا تو واقعی ڈاکٹر مردہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے اُس آدمی کو وہاں سے چلے جانے کے لیے کہا اور اُسے تاکید کی کہ اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرے۔ ایڈی اور عمر سعید میں تم لوگوں سے بھی کہتا ہوں کہ اگر فوجی ڈاکٹر موزائل کی لاش سامنے لائیں تو اُسے پہچاننے سے انکار کردینا۔"

اب ایڈی اور عمر سعید مجھے گھور کر دیکھنے لگے۔ ایک نے پوچھا: "ڈاکٹر! کیا تم سنجیدہ ہو؟"

میں نے ناگواری سے پوچھا: "کیا میں غیر سنجیدہ اور دروغ گو ہوں؟ میں نے اپنی آنکھوں سے ڈاکٹر موزائل کی لاش دیکھی ہے۔"

وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوگئے کہ اُن کے سامنے اصل ڈاکٹر فینی بیٹھا ہوا ہے۔ ڈاکٹر موزائل کی اچانک موت نے اُن کے اندر کھلبلی سی مچا دی تھی۔ عمر سعید نے جبراً مسکراتے ہوئے کہا: "مادام ڈبل جوئیل تھک گئی ہیں۔ یہاں آرام کریں گی۔ آئیے ڈاکٹر ہم ڈرائنگ روم میں چلیں۔ آپ یہاں پیش آنے والے واقعات کی تفصیلی رپورٹ سننا پسند کریں گے۔"

"نہیں۔" دو بہن نے ایک ساتھ کہا: "میں کھلی فضا میں سانس لینا چاہتی ہوں۔ ڈاکٹر ہم باہر چلیں گے۔"

"بے شک۔ میں جوئیل کی بات کبھی نہیں ٹالتا۔ ہم باہر چلیں گے مگر پہلے ایک ایک کپ چائے پی لی جائے۔"

میری بات مان کر وہ دونوں ایک ساتھ بستر پر بیٹھ گئیں۔ اُن کے ایک ساتھ لیٹنے کا منظر بڑا ہی ہیجان انگیز ہوتا۔ اس منظر کو دیکھنے سے پہلے ہی میں خواب گاہ سے باہر آگیا۔ اُس کاٹج میں عمر سعید دو بہن کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے رہتا تھا اور ایڈی کی حیثیت ایک باورچی کی تھی۔ کچن میں پہنچتے ہی عمر سعید نے میرا گریبان پکڑ کر پوچھا: "تم کب آئے؟"

میں نے سہم کر کہا: "آج ہی۔ یہ بات کرنے کا طریقہ نہیں ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ کیا باس نے تمھیں آنے کی اجازت دی ہے؟"

میں نے کہا: "میں اجازت کے بغیر آنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔"

"کیا واقعی ڈاکٹر مارا گیا ہے؟"

"ہاں۔ میں نے اُس کی لاش دیکھی ہے۔"

"ڈاکٹر فینی! تم ضرور کوئی چکر چلا رہے ہو۔ چائے پینے کے بعد تم ڈبل جوئیل کے ساتھ باہر جاؤ گے۔ ہم یہاں ٹرانسمیٹر کے ذریعے باس سے رابطہ قائم کریں گے۔ اگر یہ معلوم ہوا کہ تم بغیر اجازت آئے ہو تو پھر یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گے۔"

"نہیں جاؤں گا۔ گریبان تو چھوڑ دو۔"

اُس نے گریبان چھوڑ دیا۔ میری بزدلی کے باعث انھیں پورا یقین تھا کہ میں ڈاکٹر فینی ہوں۔ کیونکہ وہ مشہور و معروف دولت مند ڈاکٹر اُن کے ماتحتوں سے اسی طرح ذلتیں اٹھاتا رہتا تھا۔ ایڈی نے کہا: "مجھے یقین نہیں آتا کہ ڈاکٹر موزائل اِس کے کہنے سے دوسری بستی کی طرف گیا ہو۔ ڈاکٹر احمق نہیں تھا۔ وہ چھپنے کے لیے تہہ خانے میں واپس جاسکتا تھا۔"

عمر سعید نے کہا: "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

میں نے کہا: "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ وہ تہہ خانے میں واپس کیوں نہیں......"

"بکواس مت کرو۔" عمر سعید نے ڈانٹ کر کہا: "جوئیل کے پاس جاؤ۔"

"تم نے تو کہا تھا کہ یہاں کے حالات بتاؤ گے۔ فوجی افسران یہ پوچھ سکتے ہیں کہ طیارے کے مسافر اِس کاٹج کی طرف آئے تھے یا نہیں؟"

عمر سعید نے چونک کر کہا: "تم آج یہاں آئے ہو۔ تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ طیارہ اغوا کیا گیا ہے اور مسافر جنگل میں بھٹک رہے ہیں؟"

میں نے جواب دیا: "جس مقامی باشندے نے ڈاکٹر موزائل کی لاش مجھے دکھائی تھی اُسی سے یہاں کے کچھ حالات معلوم ہوگئے۔"

وہ دونوں پھر مطمئن ہوگئے۔ عمر سعید ہاتھ کے اشارے سے مجھے کچن سے باہر جانے کا حکم دینا چاہتا تھا مگر دروازے پر دو بہن کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ دونوں آگے پیچھے کھڑی ہوئی تھیں۔ دونوں نے اپنی اپنی کمر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا: "یہ کیا چکر ہے؟ ڈاکٹر فینی ہمارا باس کہلاتا ہے مگر تم لوگ بڑی آسانی سے اس کا گریبان پکڑ لیتے ہو۔ کیا اتنے منظم گروہ کا

باس اتنا ہی بزدل ہوتا ہے کہ اپنا گریبان تک نہ چھڑا سکے ؟"

عمر سعید نے فوراً ہی اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر کہا: "مادام! اس سے پہلے کہ تم صورتِ حال کو سمجھنے کے بجائے ہمیں نقصان پہنچاؤ۔ میں نے اپنی حفاظت کے لیے یہ ریوالور نکال لیا ہے۔ ویسے میں اب بھی یہاں تمہارا باڈی گارڈ اور وفادار ہوں۔ کیا تم سہولت سے میری باتیں سننا پسند کرو گی؟"

"ہاں۔ سہولت سے سنوں گی۔ میری خواب گاہ میں چلو۔ ڈاکٹر پہلے تم..."

دوبدن نے مجھے پہلے جانے کے لیے کہا۔ میں اُن کے قریب سے گزرتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ پھر وہ دونوں میرے پیچھے آنے کے لیے شانہ بشانہ ہو گئیں۔ اُن کے پیچھے عمر سعید ریوالور تان کر آگے بڑھا۔ میں دوبدن کے ارادوں کو سمجھ رہا تھا۔ خواب گاہ میں پہنچتے ہی وہ دونوں اچانک دو حصوں میں تقسیم ہو کر گھوم گئیں۔ بیک وقت اُن کی دو ٹانگیں چلیں۔ دونوں لاتوں کا نشانہ درست تھا۔ وہ ریوالور ہاتھ سے نکل جاتا۔ لیکن عمر سعید ہوشیار تھا۔ اُس نے اُچھل کر پیچھے جانا چاہا۔ میں نے اُس کی کھوپڑی کو تھوڑا زیادہ ہی اُچھال دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کے قدم واپس فرش پر آ کر جم نہ سکے۔ وہ گر پڑا — اُسے دوبارہ اُٹھنے کی مہلت نہ ملی۔ دوبدن کے دونوں پاؤں ریوالور والے ہاتھ پر آ گئے۔ میں عمر سعید کے دماغ میں بیٹھا دوبدن کے پیروں کی سختی کو محسوس کر رہا تھا۔ بچپن سے ستر سال کی جو مالش دونوں بدن پر ہوتی رہی تھی۔ یہ اُسی مالش کا اثر تھا کہ وہ فولاد بن گئی تھی۔ پہاڑ جیسے ڈیل ڈول والا دند ماک فیلو بھی اُن سے ہاتھا پائی کے دوران پسینہ پسینہ ہو جاتا تھا۔ بیچارہ عمر سعید اُن کے قدموں تلے سے اپنا ہاتھ نکالنے کے لیے پوری قوت صرف کر رہا تھا۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "یہاں قوت سے نہیں داؤ پیچ سے کام چلے گا۔"

میرا مقصد دوبدن کی مخالفت نہیں تھا۔ میں اُن کی صلاحیتیں آزمانا چاہتا تھا۔ عمر سعید نے اس سوچ کے ساتھ ہی اپنی کمر کی پوری قوت سے اُٹھ کر دوبدن کی کمر پر ایک زبردست ٹھوکر ماری مگر اُس کی ٹھوکر ایک تھی اور دوبدن کے پاس دو عدد کمریں تھیں۔ جب تک دونوں پر برابر کی ٹھوکر نہ پڑتی، وہ اپنی جگہ سے ذرا بھی نہ ہل سکتی تھیں۔

وہ ٹس سے مس نہ ہوئیں۔ غرّا کر بولیں: "ذلیل کتو! تم سب بظاہر میرے وفادار بن کر مجھے بیوقوف بناتے رہے۔ آج تہہ خانے میں ڈاکٹر کے حکم پر مجھے اسٹین گنوں کے نرغے میں رکھا گیا۔ اُسی لمحہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ تم سب کو کتوں کی موت ماروں گی۔"

انھوں نے جھک کر ریوالور کو اُٹھا لیا۔ ریوالور اُن کے ایک بائیں ہاتھ میں تھا مگر دوسرے دائیں ہاتھ کی مٹھی بھی ریوالور پکڑنے کے انداز میں بندھی ہوئی تھی۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "مجھے ایسی یکسانیت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ میں دوسری مٹھی کھول دوں۔"

اُن کی دوسری مٹھی کھل گئی۔ ریوالور بدستور ایک ہاتھ میں رہا۔ وہ دونوں بستر کے سرے پر بیٹھتی ہوئی بولیں: "چلو اُٹھو اور اب تم سہولت سے بتاؤ کہ یہاں کس قسم کا ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے۔"

عمر سعید قالین پر بیٹھ کر اپنی کلائی سہلانے لگا۔ پھر کہنے لگا: "اصل باس کوئی اور ہے۔ ہم نے کبھی اُسے نہیں دیکھا۔ صرف ٹرانسمیٹر کے ذریعہ اُس کے احکامات سنتے ہیں۔"

"اور یہ ڈاکٹر فینی لوگارڈ ؟"

"تم دس برس کی عمر میں ڈاکٹر فینی کے ساتھ یہاں آئی تھیں۔ تم ... سے اس قدر مانوس تھیں کہ اسے چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں۔ اس لیے ... موڈائل بھالے ڈاکٹر فینی کے میک اپ میں تمہاری دلجوئی کرنے لگا ... تمہارے ساتھ رہتا تھا اور کبھی ایک آدھ ہفتہ کے لیے کسی اہم کام ... بہانے تم سے رخصت ہو جاتا تھا۔ تم رفتہ رفتہ اُس کے بغیر یہاں رہنے کی عادی ہو گئیں۔ پھر بھی یہاں ایک نقلی ڈاکٹر فینی کی ضرورت پڑتی ... کیونکہ اُسی کے نام سے یہاں رہنے کا اجازت نامہ حاصل ہوا تھا۔"

دوبدن نے پوچھا: "اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ یہاں موجود ... یہی اصل ڈاکٹر فینی ہے اور سات برس بعد آج مجھ سے سامنا ہو رہا ..."

"ہاں۔ ہم نے کبھی اسے تمہارے پاس آنے نہیں دیا۔ پتہ نہیں اچانک کیسے پہنچ گیا؟"

دوبدن نے مجھے دیکھا۔ پھر عمر سعید سے پوچھا: "ٹرانسمیٹر کہا... میں اس منہ چھپانے والے باس سے باتیں کروں گی۔"

وہ جھوٹ بولنا چاہتا تھا کہ وہاں ٹرانسمیٹر نہیں ہے لیکن ... سوچ کے زیرِ اثر بول پڑا: "وہ ریڈیو گرام دراصل ٹرانسمیٹر ہے۔ یہ... باس سے رابطہ قائم کر سکتا ہوں۔"

میں نے اُس کے دماغ پر اپنی گرفت ڈھیلی کی۔ وہ گڑبڑا...

"نن۔ نہیں یہاں ٹرانسمیٹر نہیں ہے۔"

دوبدن نے پوچھا: "کیا میں تمہاری پٹائی کرنے کے لیے اُٹھ... یا تم اپنے باس کو بلانے اُٹھو گے؟"

اُسے اُٹھ کر ریڈیو گرام کے پاس جانا پڑا۔ اتنے میں ایڈ... ٹرے میں چائے لے آیا۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد اُسے ... سچویشن کا پتہ چلا۔ دوبدن نے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا: "باورچی... اولاد! چپ چاپ وہاں بیٹھ کر چائے بناؤ۔"

وہ سینٹر ٹیبل کے پاس چلا گیا۔ چونکہ پہلے اُسے دوبدن ... خطرہ نہیں تھا۔ اس لیے اُس نے چائے میں کسی قسم کی نقصان دہ ... نہیں کی تھی۔ چائے پیالیوں میں تقسیم ہونے تک ٹرانسمیٹر کے ذریعے ... قائم ہو گیا۔ عمر سعید کہہ رہا تھا: "باس! ہم تباہی کے دہانہ پر پہنچ گئے۔ ڈبل جوئیل آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہیں۔ اوور۔"

عمر سعید کے ایئر فون سے آنے والی آواز میں بھی سن ر... باس کی غراہٹ سنائی دی: "نونان سنس۔ تم کوڈ ورڈز میں باتیں...

نہیں کر رہے ہو۔ اوور۔"

"جناب! کوڈ ورڈز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ڈبل جوئیل کوڈ ورڈز نہیں جانتیں۔ اس وقت وہ موت بن کر سر پر سوار ہیں اور وہ تو کھلی گفتگو ہی کریں گی۔ اوور۔"

دوسری طرف سے حکم دیا گیا کہ دوبدن کو ایئر فون دیا جائے۔ عمر سنبھل کر انکار میں سر ہلایا۔ میں نے پھر ناں کے انداز میں اُس کی کھوپڑی ہلا دی۔ دوبدن نے آگے بڑھ کر ایک طمانچہ رسید کیا۔ عملاً دو طمانچے بیک وقت لگے۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ اُس کا جبڑا ہل گیا تھا۔ وہ بولیں: "ذلیل! کبھی ہاں اور کبھی نہیں کہتا ہے۔ سیدھی طرح بولے گا یا نہیں؟"

میں نے اُسی کی سوچ میں بولنا شروع کیا تو وہ بولنے لگا: "ہاں ڈاکٹر فینی کا کوئی گہرا راز باس کے پاس ثبوت کے ساتھ موجود ہے۔ اُس نے ڈاکٹر کو دھمکی دی کہ اگر جوئیل کو اس جنگل میں نہ لایا گیا تو اُسے سارے زمانے میں بدنام کر دیا جائے گا۔"

دوبدن نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا: "اچھا تو تم نے خود کو بدنامی سے بچانے کے لیے مجھے اِس جہنم میں جھونک دیا تھا؟"

میں نے کہا: "ہاں مگر ابھی گولی نہ چلانا۔ ابھی پیالی میں چائے باقی ہے۔"

وہ غرّا کر بولیں: "کیا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ میں تمہیں ریوالور سے نہیں۔ اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ کر ماروں گی۔"

"یہی بہتر ہوگا۔ گولی چلنے کی آواز فوجیوں کے کانوں تک پہنچے گی۔ تم ہمیں باری باری خاموشی سے مار ڈالنا مگر اُس کے بعد فوجی افسران آ کر پوچھیں گے کہ تم اِس کاٹیج میں تنہا کیسے ہو؟ ڈاکٹر فینی، تمہارا باورچی اور تمہارا باڈی گارڈ عمر سعید کہاں ہیں تو کیا جواب دو گی؟"

وہ سوچ میں پڑ گئیں۔ ایڈی نے کہا: "ڈاکٹر! تم نے بڑی اچھی بات کہی۔ ڈبل جوئیل گولی چلا کر یا ہمیں مار کر خود مصیبت میں پھنس جائے گی۔"

دوبدن نے کھڑکی کھولی۔ پھر ریوالور کے چیمبر سے گولیاں نکال کر باہر پھینکنے کے بعد کھڑکی بند کرتی ہوئی بولی: "اب میں نہتی ہوں۔ تم تینوں کو مار کر تہہ خانے میں پھینکوں گی اور فوجی افسران سے کہوں گی کہ طیارے کو اغوا کرنے والوں نے اِس کاٹیج میں دو دن جبراً قیام کیا۔ تم تینوں کو کہیں لے جا کر مار ڈالا۔ پھر وہ لوگ یہاں سے یہ کہہ کر گئے کہ شام کو واپس آئیں گے لیکن اُن سے پہلے فوج آ گئی۔"

اُس کی باتوں کے دوران عمر سعید اور ایڈی میرے قریب آ گئے۔ پھر عمر سعید نے کہا: "جوئیل! بے شک تمہیں فولاد بنایا گیا ہے۔ اس کے باوجود تم عورت ہو اور ہم تین مرد ہیں۔ ہم تمہیں..."

میں نے بات کاٹ کر کہا: "تین نہیں دو ہیں مرد نہیں ہوں۔"

سعید نے انھیں ٹرانسمیٹر کے پاس بلایا۔ لیکن ایئر فون ایک تھا اور دو کانوں تک پہنچتا تھا لیکن ادھر چار کان تھے۔ اُن کے لیے دو ایئر فون کی ضرورت تھی۔ وہ اُلجھن میں پڑ گئیں۔ میں نے کہا: "جوئیل! ایک کان سے بھی باتیں سنی جاتی ہیں۔ جیسا کہ ہم ٹیلیفون کے ریسیور کو ایک ہی کان سے لگاتے ہیں۔ تم ایئر فون کو صرف ایک طرف پہن سکتی ہو۔"

دوبدن نے ریوالور کے اشارے سے عمر سعید کو دور ہٹا کر نشانہ پر رکھا۔ پھر اُن کے مشترکہ دماغ نے ہدایت دی۔ ایک ہاتھ میں ریوالور رہے گا۔ دو ہاتھ ایئر فون پہنائیں گے اور چوتھے ہاتھ کو وہ ریڈیو گرام پر رکھے کھڑی رہیں گی۔ بصدِ اہتمام آخر ٹرانسمیٹر پر گفتگو شروع ہو گئی۔ عمر سعید دور کھڑا ہو کر بتا رہا تھا کہ کون سا بٹن آن کرنا اور کون سا بٹن آف کرنا چاہیے۔

وہ بولیں: "ہیلو۔ کیا تم ہماری تنظیم کے باس ہو؟ ہیلو جواب دو۔"

عمر سعید نے بتایا کہ اُسے "اوور" کہہ کر فلاں بٹن آف کرنا چاہیے اور اُس کے ساتھ والے بٹن کو آن کرنا چاہیے۔ اُس نے یہی کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی: "ہاں۔ میں دوسروں کا باس ہوں مگر تمہارا محافظ اور سرپرست ہوں۔ مجھے یہ رپورٹ مل چکی ہے کہ تم شہری زندگی گزارنا چاہتی ہو۔ میں تمہیں جلد ہی بلا رہا ہوں۔ تم عمر سعید وغیرہ کو پریشان نہ کرو۔ میں تمہیں اپنی تنظیم کی ملکہ بنانے والا ہوں۔ بولو منظور ہے ناں؟ اوور۔"

دوبدن نے حقارت سے پوچھا: "اُلو کے پٹھے! تو آخر ہے کون؟ اب تک چوہے کی بل میں چھپا رہا۔ یہ لوگ بظاہر میرے مطیع اور فرمانبردار رہ کر یہاں مجھے بیوقوف بناتے رہے لیکن آج مجھے اپنی اور تیری اصلیت معلوم ہو گئی ہے۔ آج میں تیری پوری تنظیم کو نیست و نابود کر دوں گی۔ اور اس ٹرانسمیٹر کو تیرے آدمی کے سر پر دے ماروں گی۔"

عمر سعید نے گڑگڑا کر کہا: "پلیز پہلے اوور کہہ کر باس کی بات سن لو۔"

"تیرے اوور کی ایسی کی تیسی......"

دوبدن نے ٹرانسمیٹر اُٹھا کر عمر سعید پر پھینکا۔ وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ ٹرانسمیٹر دیوار سے ٹکرا کر فرش پر اپنے پرزے بکھیرنے لگا۔ عمر سعید جوابی حملہ نہ کر سکا۔ کیونکہ دوبدن کے ایک ہاتھ میں بدستور ریوالور تھا۔ میں اطمینان سے بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ دوبدن نے مجھے غصے سے دیکھ کر پوچھا: "اور تم ڈاکٹر فینی! تم نے مجھے کٹھ پتلی بنانے کے لیے اِن لوگوں کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ میں تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے کہا: "مجھے مرنے سے پہلے چائے پینے کی مہلت دو اور اتنی دیر میں عمر سعید سے پوچھ لو کہ تمہاری طرح مجھے بھی کس طرح کٹھ پتلی بنایا گیا ہے۔ تمہیں دھوکا دیا گیا اور مجھے بلیک میل کیا جا رہا ہے۔"

دوبدن نے عمر سعید سے پوچھا: "بتاؤ کیا سچ مچ ڈاکٹر کو بلیک میل کیا جا رہا ہے؟"

وہ انکار کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اقرار میں اُس کا سر ہلا دیا۔ اُس نے

عمر سعید نے غصے سے تلملاتے ہوئے میرا گریبان پکڑ کر اُٹھایا۔ میں اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ مجھے جھنجھوڑتے ہوئے بولا: "عورت کے ہاتھوں مرتے ہوئے شرم نہیں آئے گی؟"

میں نے سہمے ہوئے انداز میں کہا، "بھائی گریبان چھوڑو۔ مجھے ایک عورت نے پیدا کیا۔ دوسری مار ڈالے گی۔ اِس میں شرم کی کیا بات ہے؟"

وہ غصے سے پاگل ہو کر مجھے مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اِس سے پہلے ہی چار ہاتھوں نے اُسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ ایڈی اُس کی مدد کے لیے آگے بڑھا مگر اُس کی سمجھ نہیں آیا کہ دو بدن کا کون سا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھی کو آزاد کرائے۔ عمر سعید چار ہاتھوں کی گرفت سے آزاد ہونے کی جدوجہد کر رہا تھا۔ دو ہاتھوں نے اُس کی گردن میں قینچی ڈال دی تھی۔ باقی دو ہاتھ اُس کا گلا گھونٹ رہے تھے۔ ایڈی گھونسہ مارنے کے لیے بڑھا تو دو بدن نے عمر سعید کی گردن چھوڑ کر اُسے پکڑ لیا۔ ایڈی نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی لیکن اُس کی گردن میں بھی قینچی پڑ گئی۔ دونوں ساتھیوں کے چہرے ایک دوسرے کے سامنے آ گئے۔ اُن کے پیچھے دو بدن دو طرف سے قینچی ڈالے اُن کے سروں کو ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں۔ وہ دونوں تڑپ رہے تھے اور چیخ رہے تھے۔

میں نے سینٹر ٹیبل کے پاس آ کر چائے کی دوسری پیالی سے ایک گھونٹ پیا۔ پھر ایک سگریٹ سلگانے لگا۔ عورت ایسی شہ زور نہیں ہوتی کہ مرد کو بے بس کر دے۔ یہ ہم مرد ہوتے ہیں جو عورت کو شہ زور بنا دیتے ہیں۔ جتنے خطرناک قسم کے تجربات ہوتے ہیں۔ وہ جانوروں پر یا عورتوں پر کیے جاتے ہیں۔ جانوروں کی سونگھنے والی حس کا تجربہ سونیا پر کیا گیا۔ وہ شکاری کتوں سے زیادہ خطرناک بن گئی۔ حسین لڑکیوں کے لچکتے ہوئے جسموں کا فائدہ کرنے کے لیے انھیں جمناسٹک کے کرتب سکھائے گئے۔ اُن میں سے رومانہ جیسی لڑکی موت کے کرتب دکھانے لگی۔ ڈاکٹر موزائل نے انسانی جسم کو فولاد بنانے کے لیے ایک سیر سیال بنایا۔ وہ سیال انسانی جسم کو یا تو فولاد بنا دیتا یا اُس جسم کو پھاڑ کر رکھ دیتا۔ اس سیال کو بھی دو بدن جیسی دس سالہ لڑکیوں پر [illegible] کر کے آزمایا گیا۔ دو بدن کے مقدر میں زندگی تھی اس لیے وہ فولاد بن کر جی رہی تھی اور فولادی ہتھیار بن کر تجربہ کرنے والوں کو چیونٹی کی طرح مسل رہی تھی۔

یہ تو خطرناک تجربات کی باتیں ہیں۔ عشقیہ تجربات بھی یہی ثابت کرتے ہیں۔ مرد ایک حسین عورت کی چاپلوسی کرتے کرتے خود کمزور بن جاتا ہے اور اُس کے حسن کی تعریفیں کرتے کرتے اُسے شہ زور بنا دیتا ہے۔

عجیب بات ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے دانا مرد عورت کے ہاتھوں یا عورت کے لیے مرتے آئے ہیں اور مرتے جائیں گے۔ شکر ہے کہ میں عورتوں پر احتیاطاً مزار رہتا ہوں اور اُن سے ہزاروں میل دور رہ کر جیتا بھی رہتا ہوں۔

میری پیالی کی چائے ختم ہونے سے پہلے ہی ایڈی اور عمر سعید کی سانسیں ختم ہو گئیں۔ اُن کے چہروں پر اس قدر لہو پھیلا ہوا تھا کہ صورت پہچانی نہیں جاتی تھی۔ قینچی ڈالی ہوئی گردنیں آگے کو جھول گئی تھیں۔ دو بدن نے مجھے حکم دیا، "اُٹھو اور چور دروازہ کھولو۔"

میں نے حکم کی تعمیل کی۔ دو بدن کی سوچ سے معلوم کیا کہ کمرے کے اندر سے وہ دروازہ کیسے کھلتا ہے۔ پھر میں نے اسی طرح اُسے کھول دیا۔ اُس کے بعد دونوں لاشیں تہہ خانے میں منتقل ہو گئیں۔ دو بدن نے پھر ح[کم] دیا، "اِس ٹرانسمیٹر کے تمام پرزے سمیٹ کر تہہ خانے میں پھینک دو۔ فوراً اِس کمرے کی صفائی کرو۔"

میں نے بکھرے ہوئے ٹرانسمیٹر کو سمیٹ کر تہہ خانے میں پھینکا۔ دروازے کو بند کیا۔ اِس دوران میں دو بدن کی سوچ میں کہتا رہا، "ڈاکٹر فینی بزدل ہے۔ اِس پر ہاتھ اُٹھانا بھی میں اپنی توہین سمجھتی ہوں۔ پھ[ر] کہ اس نے دس برس تک میری پرستش کی ہے۔ اسے معاف کر دینا چا[ہیے]"

اِس سوچ کے دوران وہ مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ میں ک[...] پر بیٹھ کر سگریٹ کا کش لگانے لگا۔ وہ بولیں، "ابھی کمرے کی صف[ائی] باقی ہے۔"

میں نے دھواں چھوڑنے کے بعد کہا، "عورتیں گھر کی صفا[ئی] کرتی اچھی لگتی ہیں۔"

وہ غصے میں میری طرف بڑھنے کا ارادہ کر رہی تھیں۔ میری سو[چ] نے انھیں بستر پر بٹھا دیا۔ وہ حیران ہو کر خود کو دیکھنے لگیں۔ میں نے ک[ہا]، "جو بیل! ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ اِس جنگل سے نکل کر مہذب دنیا [میں] جانے کے لیے تمھیں ایک سچے ساتھی کی ضرورت پیش آئے گی اور [...] سے اچھا ساتھی تمھیں نہیں ملے گا۔"

وہ مجھے دیکھتے ہوئے سوچنے لگیں۔ میں نے کہا، "میرے پاس [...] ہے تمھارے پاس طاقت ہے یعنی میرے پاس طاقت نہیں [...] تمھارے پاس عقل نہیں ہے۔"

اُنھوں نے غصے سے چاروں مٹھیاں بھینچ لیں۔ میں نے جل[دی] سے کہا، "برا ماننے کی بات نہیں ہے۔ آخر میں بھی تو بزدل ہوں۔ [...] نہیں مانتا۔ میرا دل بڑا کمزور ہے۔ تمھیں ہاتھ سے مارنے کی ضرورت [...] پڑے گی۔ صرف آنکھ مارو گی تو مر جاؤں گا۔"

وہ دونوں اپنے اپنے دانت پیسنے لگیں۔ دونوں کی نظر[یں ...] پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر وہ بولیں، "تمھارا قد اور تمھاری صحت دیکھ کر [...] نہیں آتا کہ تم بوڑھے ہو۔"

"جب تم میرے ساتھ مہذب دنیا میں چلو گی تو وہاں مجھ[...] کشتہ کھا کر جوان رہنے والے بے شمار بوڑھے نظر آئیں گے۔"

"اچھا تو تم بھی عاشق مزاج ہو۔ آنکھ مارنے سے ہی مر جاتے ہو۔"

دونوں نے اچانک ایک ساتھ مسکرا کر آنکھیں ماریں۔ میں ہا[...] کہتے ہوئے اُچھل کر کھڑا ہوا۔ پھر اپنے سینے پر ہاتھ مار کر پیٹ کے بل [...] گرتے ہی مر گیا۔ وہ سوچ رہی تھیں، "میرا مذاق اُڑانے والے کو [...] میں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ یہ مرنے کی ایکٹنگ کر رہا ہے۔ میں ا[...] ہی ڈالوں گی۔"

وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ دونوں میرے دائیں طرف تھیں اور [...]

کہ میرے سینے پر دو جسم اور چار پاؤں کا بوجھ ڈالنا چاہتی تھیں تاکہ اُس کے فولادی وزن سے میرے دل کی دھڑکنیں بند ہو جائیں۔ اس ارادے کے ساتھ ہی وہ اچھل کر دائیں طرف سے آئیں مگر بائیں طرف یعنی میرے ساکت جسم کے دوسری طرف چلی گئیں۔

دونوں نے حیرانی سے سوچا، "میں نے غلط چھلانگ کیسے لگائی؟"

یہ سوچتے ہی اُس نے دوسری بار میرے بائیں جانب سے چھلانگ لگائی لیکن اُس کے دماغ میں تو میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کہا، "میں آدھی اُدھر جاؤں گی۔ آدھی اِدھر رہوں گی۔"

وہ چھلانگ کے لیے پر تولنے کے دوران گڑبڑا گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک اِدھر ہی رہ گئی۔ دوسری میرے دائیں طرف پہنچ گئی۔ اب وہ دونوں ایک دوسری کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھیں، "یہ میں کیا کر رہی ہوں۔ میرا نشانہ تو کبھی نہیں چوکتا۔ پھر میں اس پر حملے کرتے ہوئے ناکام کیوں ہو رہی ہوں اور یہ تو بالکل ہی لاش کی طرح پڑا ہوا ہے۔ کہیں سچ مچ مر نہ گیا ہو۔"

یہ سوچ کر وہ دونوں میرے دونوں طرف بیٹھ گئیں۔ ایک نے میری نبض دیکھی۔ دوسری نے سینے پر کان رکھ کر دھڑکنیں سنیں۔ پھر دونوں کو یہ معلوم کر کے غصہ آیا کہ میں زندہ ہوں اور مُردہ بنا پڑا ہوں۔ دونوں کی دائیں ہتھیلیوں نے کراٹے کا پوز بنا کر میرے چہرے کا نشانہ لیا۔ یہ کہنا غلط ہے کہ اُنھوں نے میرا نشانہ لیا۔ درست یہ ہے کہ میں نے اُن کے دماغ میں بیٹھ کر اپنے چہرے کے اطراف کا نشانہ لیا۔ دونوں کے کراٹے چوپ میرے مُردہ چہرے کے دائیں بائیں قالین پر پڑے۔ دو بدن کی جھنجھلاہٹ عروج پر پہنچ گئی۔

وہ قالین پر سے اُٹھ کر مجھ پر بغیر سوچے سمجھے مسلسل حملے کرنا چاہتی تھی لیکن میں نے یہ تجربہ کیا کہ ایک کا طمانچہ سامنے والی کے چہرے پر پڑتا ہے تو دوسری کا طمانچہ بھی اپنے سامنے والی پر پڑتا ہے یا نہیں؟ یہ تجربہ کامیاب رہا۔ میں نے اُن دونوں کے دائیں ہاتھوں کو دونوں کے رخساروں تک پہنچایا۔ تڑاخ تڑاخ کی آوازوں کے ساتھ دونوں نے ایک دوسری کو طمانچے رسید کر دیے۔

اگر دو مختلف عورتیں ہوتیں تو ایک دوسری سے لڑ پڑتیں مگر دو بدن کے احساسات یہ تھے کہ اُس نے اپنے ہی منہ پر آپ طمانچہ ملا ہے اور ایسا غصے میں، جنون میں پاگل پن ہوتا ہے۔ وہ سوچنے لگیں، "کیا میرا دماغ چل گیا ہے؟ میں اتنی دیر سے یہ کیسی حرکتیں کر رہی ہوں؟ یہ شخص آرام سے آنکھیں بند کیے لیٹا ہے اور میں اب تک اِسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکی۔ آخر یہ کیا ماجرا ہے؟"

وہ دونوں مجھے چار آنکھوں اور دو سوالیہ نظروں سے دیکھتی ہوئی کھڑی ہو گئیں۔ اُن کا دماغ سوچ رہا تھا، "کیا یہ بھی میری طرح کوئی ایسا عجوبہ ہے کہ اس کے آس پاس آگے پیچھے دشمنوں کے حملے ناکام ہو جاتے ہیں؟ لیکن نہیں، یہ کسی قسم کا پُراسرار آدمی ہوتا تو بزدل نہ ہوتا۔ بڑے فخر سے مجھے للکارتا۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا، "ہو سکتا ہے کہ اِسے خود اپنے پُراسرار ہونے کی خبر نہ ہو۔ اِس لیے تو یہ عورت سے بھی ڈرتا ہے۔"

وہ قائل ہو کر سوچنے لگی، "ہاں۔ یہ تو میری حرکتوں سے بھی بے خبر ہے۔ اگر اسے خبر ہوتی۔ اگر یہ آنکھ کھول کر دیکھتا تو میرے حملوں سے بچنے کے لیے کم از کم کروٹ تو بدلتا۔ خوف زدہ ہو کر دور پہنچتا۔ ٹھیک ہے۔ اچھا ہے کہ اس نے نہیں دیکھا۔ ورنہ بڑی سبکی ہوتی۔ اُس کی کھلی آنکھوں کے سامنے میں اپنی ناکامی اور توہین برداشت نہ کر سکتی۔۔۔"

دو بدن کو تسلی ہوئی کہ میرے نہ دیکھنے سے اُس کا بھرم رہ گیا ہے۔ وہ پھر قریب آ کر میرے دونوں بازوؤں کو جھنجھوڑتی ہوئی بولیں، "ڈاکٹر فینی! میں نے تمھیں معاف کر دیا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمھاری پٹائی نہ کروں تو فوراً اُٹھ کر بیٹھ جاؤ۔"

میں نے ایک زور کی سانس کھینچی۔ پھر آنکھیں کھولیں۔ دو بدن کو دیکھا۔ پھر اُٹھتے ہوئے عاجزی سے بولا، "تمھاری بڑی مہربانی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ زندہ رہ کر ساری عمر تمھاری خدمت کرتا رہوں گا۔"

وہ مجھے گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولیں، "تم اِس طرح خاموش کیوں لیٹے ہوئے تھے؟"

"مجھے ڈر لگ رہا تھا۔ میں نے ایڈی اور عمر سعید کا حشر دیکھا ہے۔ اپنی موت کا منظر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اِس لیے سختی سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔"

اُنھوں نے حکم دیا، "چلو کھڑے ہو جاؤ اور دوسرے کمرے میں جاؤ۔ میں یہاں آرام کروں گی۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا، "نہیں میں کھلی فضا میں ٹہلنے جاؤں گی۔"

یہی بات اُن کی زبان سے نکلی۔۔۔ میں نے پوچھا، "کیا تم میں سے ایک آرام کرے گی۔ دوسری گھومنے جائے گی؟"

وہ مجھے غصے سے دیکھتی ہوئی باہر چلی گئیں۔ وہ سوچ رہی تھیں، "میں کچھ بدحواس سی ہو گئی ہوں۔ یہ تہہ خانے میں بند رہنے کا نتیجہ ہے۔ کھلی فضا میں سانس لینے سے دماغ کو سکون حاصل ہو گا۔"

میں نے اُنھیں جانے دیا کیونکہ مجھے اور بھی غم تھے زمانے میں دو بدن کے سوا۔۔۔ ویسے دو بدن سے یہ پہلی ملاقات خاصی دلچسپ رہی تھی۔ ابھی میں نے اُسے صرف ایک پہلو سے آزمایا تھا۔ بوڑھے ڈاکٹر کے روپ میں اُسے رومانی انداز میں نہیں آزما سکتا تھا اور جلدی بھی کیا تھی۔ ابھی پتہ نہیں اس عجوبہ کے ساتھ کتنی آزمائشوں سے مجھے بھی گزرنا تھا۔

بہرحال تنہائی میسر آتے ہی میں نے سب سے پہلے سونیا اور رومانہ کی خیریت معلوم کی۔ پھر مطمئن ہو کر عازم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سو رہا

www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ میں نے اُس کے خوابیدہ دماغ سے کہا "عازم! تم سو رہے ہو مگر تمھارا ذہن جاگتا رہے گا اور میرے سوالوں کا جواب دے گا۔"

اُس نے دماغ کی اسکرین پر خواب کے منظر میں خود کو دیکھا۔ خواب میں نظر آنے والا عازم کہہ رہا تھا "میں جاگتا رہوں گا۔ سوالوں کے جواب دیتا رہوں گا۔"

میں نے پوچھا "اِس وقت تم کہاں ہو؟"

اُس نے خواب میں خود کو بستر پہ سوتے ہوئے دیکھا۔ پھر جواب دیا "میں ایک بستر پہ سو رہا ہوں میرے پاس دو ڈاکٹر تھے اب نظر نہیں آ رہے ہیں۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ آپریشن تھیٹر میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے؟"

"ہاں بہت سے آدمیوں نے مجھے پکڑ لیا تھا۔ میں اُن کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا، اتنے میں کسی نے میرے بازو میں انجکشن کی سرنج لگا دی۔ پھر مجھے ہوش نہ رہا۔"

عازم نے جو کچھ کہا اُتنا تو میں بھی جانتا تھا ظاہر ہے کہ بیہوشی کی حالت میں اُس پہ جو گزری ہو گی۔ اِس سے وہ بے خبر ہو گا میں نے پوچھا "تم نے ہوش میں آنے کے بعد کیا دیکھا؟"

جواب ملا "میں نے حسین پریوں کا میلہ دیکھا۔ وہ میرے بستر کے آس پاس ... بول رہی تھیں میرے ہوش میں آتے ہی وہ میری بلائیں لینے لگیں، مبارک باد دینے لگیں کہ اب میں اُن کی سہیلی بن گیا ہوں۔"

"تمھارا کیا خیال ہے، کیا تم سہیلی بن گئے ہو؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا ہوں اور کون ہوں؟ تم نے مجھے عازم کہہ کر مخاطب کیا تو یوں لگا جیسے یہی میرا نام ہے۔ میرا نام نہ ہوتا تو تم اِس نام سے نہ پکارتے۔"

"جب تم خود کو نہیں پہچان رہے ہو تو یہ کیسے یاد رہ گیا کہ آپریشن تھیٹر میں تمھیں بہت سے آدمیوں نے پکڑا تھا اور تمھارے بازو میں انجکشن لگایا تھا؟"

"پتہ نہیں یہ باتیں میں نے کیسے کہہ دیں۔ ہوش میں آنے کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ اب تم پوچھ رہے ہو تو دماغ کبھی روشن ہو جاتا ہے۔ کبھی تاریکی میں کچھ نظر نہیں آتا سب کچھ بھول جاتا ہوں۔"

"تم اپنی موجودہ حالت کو تو سمجھ سکتے ہو۔ کیا ان حسین پریوں کو دیکھ کر تمھارا دل یہ نہیں چاہتا تھا کہ انھیں آغوش میں لے کر پیار کرو؟"

"نہیں۔ یہ تو بڑے شرم کی بات ہے۔"

"پہلے تو تم حسین عورت کی تمنا کرتے تھے۔"

"مجھے یاد نہیں ہے۔"

"تو پھر بتاؤ کہ انھیں دیکھ کر تمھارے دل نے کیا چاہا؟"

"میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی ان حسینوں کی طرح حسین اور نازک اندام بن جاؤں۔"

اُس کا جواب سن کر مجھے بہت دکھ ہوا۔ میں نے پوچھا "ڈاکٹروں نے تم سے کیا باتیں کی تھیں؟"

"وہ مجھ سے میرا نام اور پتہ پوچھ رہے تھے۔ مجھے یاد نہیں آ رہا تھا جب میں نہ بتا سکا تو انھوں نے بتایا کہ میرا نام فرہاد بی بی ہے۔ میں اپنی یادداشت کھو چکا ہوں۔ پھر انھوں نے کہا کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اُن کی سوچ پڑھوں مگر مجھے یاد نہیں آیا کہ ٹیلی پیتھی کیا چیز ہے اور سوچ کیسے پڑھی جاتی ہے۔"

"کیا تمھیں ڈاکٹروں نے نہیں بتایا کہ وہ تمھیں آپریشن تھیٹر میں کیوں لے گئے تھے؟"

"نہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں آرام سے سو جاؤں۔ دس گھنٹے بعد مجھے میری ایک بہت ہی عزیز سہیلی کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ جس کا نام سونیا ہے۔"

میں نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا "اچھا اب تم مقررہ وقت تک سوتے رہو۔ جاگنے کے بعد تم اِس خواب کو بھول جاؤ۔"

اُس کے دماغ کی اسکرین پر سے خواب مٹ گیا۔ میں وہاں سے واپس آ گیا۔ اب اُس کے جاگنے کے بعد ہی معلوم کیا جا سکتا تھا کہ اُسے کب اور کس طرح سونیا کے پاس پہنچایا جائے گا؟

ایڈگر واٹلن زمین پر گھسٹ رہا تھا۔ رائفل کی ایک گولی اُس کی بوڑھی ٹانگ میں پیوست ہو گئی تھی۔ گرم گرم لہو سے اُس کی پتلون بھیگ رہی تھی وہ کراہتا ہوا اور گھسٹتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ اُس کی کوئی منزل نہیں تھی بس، ایک ہی خواہش تھی کہ قانون کی پہنچ سے دور پہنچ جائے۔

بستی سے نکل کر بھاگتے وقت اُس کی ٹانگ میں گولی لگ گئی تھی۔ کسی نے اُس کا نشانہ نہیں لیا تھا۔ اندھیری رات میں دونوں طرف سے اندھادھند فائرنگ ہو رہی تھی۔ وہ ایسی ہی ایک اندھی گولی کی زد میں آ کر جھاڑیوں کے پیچھے جا گرا تھا۔ کسی نے اُسے تلاش نہیں کیا تھا۔ نہ دشمنوں نے، نہ فوجیوں نے خبر لی تھی اور یہ اُس کے حق میں اچھا ہی ہوا۔ اُسے گھسٹتے ہوئے ہی سہی مگر فرار ہونے کا موقع مل گیا تھا۔

ایک پاؤں بالکل ہی بیکار ہو چکا تھا اور اُس پاؤں کی تکلیف پورے جسم کو پھوڑا بنا رہی تھی۔ اُس نے سمجھ لیا تھا کہ آخری وقت آ گیا ہے اور آخری وقت ایسا ہوتا ہے جب انسان کی جسمانی اور ذہنی قوت ختم ہو جاتی ہے۔ صرف ضمیر کی قوت بڑھ جاتی ہے اِس لیے اُس کا ضمیر اپنی آخری قوت سے روزی کو پکار رہا تھا۔

"روزی۔ آہ۔ ہا۔ ہا۔ روزی۔ اُوں۔ ہوں۔ آہ ...؟" وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا۔ دونوں ہاتھوں اور کہنیوں کو زمین پر ٹیک کر اپنے جسم کے تمام بوجھ کو آگے کی طرف کھینچتا جا رہا تھا۔ ذرا ذرا سا فاصلہ طے ... کرنے کے دوران اُس کا ضمیر اُسے جھنجھوڑتا تھا "پکار اپنی بیٹی کو۔ پکار ..."

"روزی۔ امی۔ امی۔ امی۔ امی ..." اُس کی آواز آخری ہچکی کی طرح اور زخمی پرندے کی طرح جنگل میں بھٹک رہی تھی۔

تب اُس نے منہ اُٹھا کر اندھے کی طرح آنکھیں پھیلا کر اپنے آپ سے کہا "میں روزی کو کیوں آوازیں دے رہا ہوں۔ وہ تو مر چکی ہے اور جس روزی کو میں اِس جنگل میں لایا ہوں۔ اُس کا نام تو میریا ہے۔ یعنی جو روزی تھی وہ میریا بن کر خودکشی کر چکی ہے اور جو میریا ہے وہ روزی بن کر یہاں زندہ ہے۔ ہاں۔ آہ۔ آہ۔ یہ سب کیسے ہوا؟ میرے ضمیر مجھے مجبور نہ کر۔ مجھے چپ چاپ مر جانے دے۔ میں ایک شرمناک سچائی کا اعتراف نہ کر سکوں گا۔ وہ دیکھو مجھے صلیب نظر آ رہی ہے۔ ہر عیسائی صلیب کے سامنے اپنے کسی گناہ یا جرم کا اعتراف کرتا ہے۔ اب کنفیشن (اعتراف) کی گھڑی آ گئی ہے۔ آہ۔"

وہ گھسٹ کر آگے بڑھا پھر بڑبڑانے لگا "یہ سات برس پہلے کی بات ہے۔ ڈائنا نام کی ایک عورت میرے ساتھ ایک لانڈری میں کام کرتی تھی۔ اُس کی ایک تیرہ برس کی بیٹی میریا تھی اور میری بیٹی روزی سولہ برس کی تھی۔ جلد ہی مجھے پتہ چلا کہ ڈائنا واشنگٹن کے مشہور و معروف ڈاکٹر فینی لوگارڈ کی بیوی تھی۔ ڈاکٹر فینی نے اُسے طلاق دے دی۔ اُس وقت میریا پانچ برس کی تھی۔ ڈائنا اپنی بیٹی کو لے کر ڈاکٹر کے گھر سے چلی آئی۔

ڈاکٹر فینی اپنی بیٹی میریا کے اخراجات ادا کرتا تھا مگر کبھی اُن سے ملنے نہیں آتا تھا۔ ابتدا میں ایسی کوئی قابلِ ذکر بات نہ ہوئی۔ ایک روز لانڈری میں مجھے فون موصول ہوا کہ اگر میں فلاں پتہ پہ پہنچ کر فلاں صاحب سے ملاقات کروں تو میری آمدنی کے ذرائع بڑھ جائیں گے۔ میں نے فوراً ہی اُس پتہ پر پہنچ کر اُن صاحب سے ملاقات کی۔ وہ ڈاکٹر موزائل تھا۔

ڈاکٹر موزائل نے اپنا تعارف کرانے یا کچھ کہنے سے پہلے ہی میرے سامنے چند تصویریں لا کر رکھ دیں۔ وہ میری بیٹی روزی کی ننگی تصویریں تھیں تصویروں میں ایک مرد بھی تھا۔ جسے میں اُس وقت نہیں پہچانتا تھا۔ میں انھیں دیکھ کر گم صم بیٹھا رہ گیا۔ ڈاکٹر موزائل نے کہا "تمھاری بیٹی ایک پل میں بدنام ہو سکتی ہے۔ سوسائٹی گرل بن سکتی ہے اور ہم چاہیں تو اُسے ایک پل میں ایک باعزت گھرانے کی دولت مند لڑکی بنا سکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ تم ہمارے منصوبے کے مطابق عمل کرو۔"

دولت اور عزت کی بحالی کون نہیں چاہتا۔ میں راضی ہو گیا۔ ڈاکٹر نے کہا "ڈاکٹر فینی لوگارڈ نے تقریباً آٹھ برس سے اپنی بیٹی کو نہیں دیکھا ہے۔ اگر تم روزی کو اُس کی بیٹی بنا کر پیش کرو تو وہ اُسے اپنی میریا تسلیم کر لے گا۔"

میں نے کہا "میریا چودہ برس کی ہے اور روزی سولہ برس کی۔ فراڈ کھل جائے گا۔"

"نہیں۔ روزی دبلی پتلی سی لڑکی ہے۔ کوئی بھی اُسے دیکھنے والا چودہ برس کی لڑکی تسلیم کر لے گا۔"

میں نے کہا "روزی ایک بے وقوف سی لڑکی ہے۔ وہ ڈاکٹر فینی کی بیٹی کا رول ادا نہیں کر سکے گی۔"

"ضرور کرے گی۔ تم سے پہلے ہم نے اُسے یہاں بلایا تھا۔ ہم نے اُسے یقین دلایا ہے کہ وہ سچ مچ ڈاکٹر فینی کی بیٹی ہے۔ اُس کی ماں کا نام ڈائنا ہے۔ وہ بہت عیاش عورت ہے۔ اِسی لیے اُس کے باپ نے اُسے چھوڑ دیا۔ ڈائنا نے اپنی عیاشی کی خاطر روزی کو پانچ برس کی عمر سے تمھارے پاس چھوڑ رکھا ہے۔ اُس کا اصل نام روزی نہیں میریا ہے۔"

"لیکن ڈائنا اور میریا کبھی نہ کبھی تو ڈاکٹر فینی سے ملیں گی۔"

"وہ کبھی نہیں مل سکیں گی۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔"

میں نے پوچھا "اس چکر بازی سے تمھیں کیا حاصل ہو سکے گا؟"

"بہت کچھ۔ تمھاری بیٹی دولت مند بن جانے کے بعد ہمیں منہ مانگی رقمیں ادا کرتی رہے گی۔"

میں نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا "میری بیٹی ایک نوجوان کو چاہتی تھی مگر ان تصویروں میں کوئی دوسرا شخص ہے کیا یہ تمھارا آدمی ہے؟"

"نہیں یہ ایک بہت ہی عیاش دولت مند ہے۔ ہم اِسے بھی بلیک میل کریں گے۔ دیکھو ہم نے بڑی ذہانت سے روزی کو یقین دلایا ہے کہ وہ میریا ہے اور دولت مند بن کر ہی باعزت زندگی گزار سکتی ہے۔"

"مجھے یہ بتاؤ کہ روزی اس عیاش کے پاس کیسے پہنچ گئی؟"

"نشہ کی حالت میں اُس کے بوائے فرینڈ نے اُسے حشیش پلائی تھی۔ پھر اُسے کرے میں اس عیاش کے لیے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اب تم زیادہ سوالات نہ کرو۔ ڈاکٹر فینی سے فون پہ رابطہ قائم کرو۔ اس سے کہو کہ اُس کی بیٹی اس سے ملنے کے لیے بے چین ہے۔ لیکن ڈائنا اُسے باپ سے ملنے کی اجازت نہیں دیتی۔ لہٰذا وہ چھپ کر ملنا چاہتی ہے جب ملاقات کا وقت مقرر ہو جائے تو نو برس پہلے کی تصویر ساتھ لے جانا۔"

اُس تصویر میں چار سال کی میریا بیٹھی ہوئی تھی۔ میں وہ تصویر لے کر آ گیا۔ گھر آ کر سوچا کہ روزی کی گردن شرم سے جھکی ہو گی لیکن وہ مجھ سے جھگڑا کرنے بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی بولی "پاپا! تم میرے باپ نہیں ہو۔ اب تک مجھ سے جھوٹ بولتے اور مجھے دھوکا دیتے رہے اور میں اُس عیاش عورت کو کبھی اپنی ماں نہیں کہوں گی جس نے میرے باپ سے طلاق لی اور عیاشی کی خاطر مجھے ایک لاوارث کی طرح تمھارے پاس چھوڑ رکھا ہے۔"

روزی نے وہ جو حشیش پی کر نشہ میں ایک غلطی کی تھی اُس کا کوئی ذکر نہ چھیڑا۔ اُس گناہ کا ذکر آتا تو بیٹی کا سر جھک جاتا۔ میں نے اپنا سر جھکا کر کہا "ہاں۔ میں خطاوار ہوں۔ اب تمھیں کسی نے بتا دیا ہے تو میں بھی سچ بتا دوں کہ تم میری بیٹی نہیں ہو۔ تمھارے باپ کا نام فینی لوگارڈ اور تمھارا نام میریا ہے۔"

میرا یہ جھوٹ اُس کے لیے سچی خوشی بن گیا۔ وہ بلیک میلر ٹھیک ہی

کہا تھا کہ اُسے سچ مچ ڈاکٹر فینی کی بیٹی ہونے کا یقین دلایا جائے تو اس ڈرامہ میں حقیقت کا رنگ بھر جائے گا۔ ورنہ وہ نقلی بیٹی بن کر صحیح رول ادا نہیں کر سکے گی۔ انسان کیسا بے مروت ہوتا ہے۔ رشتہ بدلتے ہی آنکھیں بدل لیتا ہے۔ روزی ایک دم سے پرائی، ایک دم سے اجنبی بن کر بولی: "قصور میری ماں کا ہے۔ میں اُس کا منہ بھی نہیں دیکھنا چاہتی مگر میں اپنے پاپا سے ملنے کے بعد تمھیں انعام دوں گی۔ تم نے باپ نہ ہو کر بھی مجھے باپ کی محبت دی۔ تمھیں اس کا صلہ ضرور ملے گا۔"

گویا اب میں انعام لینے والا معاوضہ لینے والا ایک ملازم تھا اور وہ ایک بڑے باپ کی بیٹی تھی۔ اُس کی عزت اور خوشحالی کے لیے مجھے منظور تھا۔ میں نے اپنی جیب سے میریا کے بچپن کی تصویر نکال کر دی۔ "یہ لو۔ یہ تمھارے بچپن کی تصویر ہے۔ اس تصویر سے تمھارا باپ تمھیں پہچان لے گا۔"

روزی نے خوش ہو کر مجھے دوسری تصویر دکھائی۔ اُس تصویر میں چار سال کی میریا اپنی ماں ڈائنا کی گود میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اُسی دن ٹیلیفون کے ذریعہ ڈاکٹر فینی سے رابطہ قائم کیا۔ بلیک میلر کی ہدایت کے مطابق ڈاکٹر کو بتایا کہ اب اُس کی بیٹی چودہ برس کی ہو گئی ہے اور اُس سے ملنا چاہتی ہے۔

ڈاکٹر نے خوش ہو کر کہا: "میں اپنی بیٹی سے کسی وقت بھی مل سکتا ہوں۔ ڈائنا نہیں آنا چاہتی۔ بلا سے نہ آئے۔ تم میری بیٹی کو ابھی لے آؤ۔ میں کوٹھی میں انتظار کر رہا ہوں۔"

اُس نے کوٹھی کا پتہ بتایا۔ میں روزی کو ساتھ لے کر کوٹھی کی طرف روانہ ہو گیا۔ کیپٹل ہل میں اُس کا بہت بڑا عجائب گھر اور لیبارٹری تھی۔ وہیں رہائش گاہ بھی تھی۔ ہم وہاں پہنچے تو ایک ملازم نے ہمیں ایک بڑے ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ میں نے ملازم کو میریا کے بچپن کی تصویریں دیں اور کہا: "ڈاکٹر سے کہہ دو کہ اُن کی بیٹی میریا آئی ہے۔"

ملازم کے رخصت ہونے سے پہلے ہی ڈاکٹر فینی ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ اُسے دیکھتے ہی میں اور روزی ایک دم سے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ اُدھر ڈاکٹر کے پاؤں کانپ رہے تھے۔ وہ صوفے پر گر پڑا تھا۔ ملازم نے وہ تصویریں اُس کے ہاتھ میں دے دیں۔ ڈاکٹر فینی کو مکمل یقین ہو گیا کہ روزی اُس کی بیٹی......

روزی نے چیخ کر کہا: "نہیں۔ میں تمھاری بیٹی نہیں ہوں۔ میں کسی کی بیٹی نہیں ہوں......"

وہ چیختی ہوئی بھاگنے لگی۔ میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "بیٹی! میں نے بھی اِس عیاش ڈاکٹر کو پہچان لیا ہے۔ میں نے وہ شرمناک تصویریں دیکھی ہیں۔ پہلے تم میری بات سن لو......"

وہ ہذیانی انداز میں چیخ کر بولی: "میری ماں عیاش۔ میرا باپ بدمعاش۔ اس سے پہلے کہ اِس بے غیرت باپ کو شرم آئے۔ میں شرم سے مر جاؤں گی۔"

وہ ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر بھاگتی چلی گئی۔ مجھے ڈاکٹر فینی
یہ بتانے کا وقت نہ ملا کہ وہ دونوں باپ بیٹی نہیں ہیں۔ سب مجھے روزی ک
تھی۔ میں اُس کے پیچھے بھاگتا چلا گیا۔ لیکن کوٹھی کے باہر پہنچتے ہی ٹھوکر
کر گر پڑا۔ اُٹھنے میں دیر لگی۔ اتنی دیر میں روزی نظروں سے اوجھل ہو
میں اُسے تلاش کرتا ہوا میری لینڈ اسٹریٹ پر پہنچا تو دو شخص میرے
آس پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ اُن کی جیبوں میں ریوالور تھے اور وہ
میں بیٹھنے کا حکم دے رہے تھے۔ مجھے اپنی زندگی عزیز ہے۔ میں
بیٹھ گیا۔

پینتالیس منٹ کے بعد میں پھر ڈاکٹر موزائل کے سامنے بیٹھا تھا اور میرے سامنے پانچ ہزار ڈالر کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر موزائل نے کہا: "ہم ڈاکٹر فینی سے ایک تجربہ حاصل کرنا چاہتے تھے
وہ بڑی سے بڑی قیمت لے کر بھی ڈبل مجرتیل جیسے تجربہ کو ہمارے
کرنے کے لیے راضی نہ ہوا۔ پھر ہم نے سوچا کہ اُسے ایسا مجرم اور گنا
بنایا جائے کہ وہ ہمارے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن جائے۔"

میں نے پوچھا: "اُس کے لیے تم نے میری بیٹی کی زندگی ک
برباد کر دی؟"

"اِس لیے کہ ڈاکٹر فینی کی بیٹی میریا صرف تیرہ سال کی کمسن ہے۔ وہ جنسی ڈرامہ کا کردار نہیں بن سکتی تھی۔ ڈاکٹر فینی کو اپنی
صحیح عمر کا پتہ نہیں ہے۔ وہ اُسے چودہ برس کی سمجھتا ہے اور تمھ
روزی اپنے دُبلے پن کی وجہ سے چودہ برس کی نظر آتی ہے۔"

"لیکن ڈائنا اور میریا کبھی تو ڈاکٹر فینی سے ملیں گی۔"

"وہ کبھی نہیں مل سکیں گی۔ ڈائنا قتل ہو چکی ہے اور میریا قید میں ہے۔"

میں سمجھ گیا کہ اُن مجرموں کے لیے بڑے سے بڑا کام کر گزرنا کو
بات نہیں ہے۔ وہ مجھے اور روزی کو بھی قتل کر سکتے ہیں۔ اُس
بات کہی: "ہم تمھیں بھی قتل کر سکتے ہیں۔ تمھارے سامنے دو ہی
ہیں۔ یا تو مر جاؤ یا پھر ہمارے کام آتے رہو۔ چند ماہ بعد تمھیں ا
کو یورپ کے کسی ملک میں بھیج دیا جائے گا۔"

لیکن اُسی شام مجھے خبر ملی کہ روزی نے خودکشی کر لی ہے
صدمہ سے چیخ پڑا: "قاتلو! اُس نے خودکشی نہیں کی۔ تم لوگوں
قتل کیا ہے تاکہ تمھارا فراڈ ہمیشہ چھپا رہے......"

میرے منہ پر زور کا طمانچہ پڑا۔ مارنے والے نے کہا: "اگر
کرتے تو انکار نہ کرتے۔ ہمارا آدمی روزی کو یہاں لانے کے لیے تمھا
میں گیا تھا۔ وہاں بیڈ روم میں تمھاری بیٹی کی لاش پڑی ہوئی
کے مرنے سے پہلے اُس کے ہاتھوں سے لکھا ہوا یہ خط رکھا تھا۔ تم اُس
اسٹیٹ کاپی پڑھ سکتے ہو۔"

اُس نے ایک کاپی میری طرف بڑھا دی۔ اُس میں لکھا تھا۔

"میں ایسی گناہ گار ہوں کہ دنیا کو منہ دکھانے کے لیے زندہ نہیں رہ سکتی۔ میں زہر کھا رہی ہوں لیکن میری موت کا ذمہ دار میرا عیاش باپ ہے......"

میں اپنی بیٹی روزی کی تحریر کو پہچانتا تھا۔ وہ خط اُسی نے لکھا تھا۔ اُس کی خودکشی کی تصدیق ہو گئی۔ ڈاکٹر موزائل نے آ کر کہا: "تمھاری بیٹی کے خط کو ہم نے پولیس کے ہاتھ نہیں لگنے دیا۔ ورنہ جانتے ہو کیا ہوگا۔ تم جیل میں پہنچ جاؤ گے۔ تمھاری بیٹی نے لکھا ہے کہ اُس کی موت کا ذمہ دار اُس کا عیاش باپ ہے۔ ڈاکٹر فینی کا نام نہیں لکھا۔ اس لیے تم ہی اُس کے باپ ہو اور حقیقتاً ہو۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ قانون کی نظروں میں میں ایسا ظالم تھا۔ جس نے بیٹی کو خودکشی پر مجبور کر دیا تھا۔ میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ ڈاکٹر موزائل نے کہا: "پولیس ویسے بھی تمھیں تلاش کرے گی۔ ہم نہیں چاہتے کہ تم اُلٹا سیدھا بیان دینے کے لیے یہاں سے جاؤ۔ اِس لیے یہاں رہ کر اطمینان سے فیصلہ کرو کہ مرنا چاہتے ہو یا ہمارے ساتھ عیش و عشرت کی زندگی گزارنا چاہتے ہو۔"

میں تمام بازیاں ہار چکا تھا۔ صرف ایک زندگی رہ گئی تھی۔ اسے ہارنا نہیں چاہتا تھا۔ دوسرے دن میں نے اُن کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ انھوں نے مجھ سے تحریر لکھوائی اور اسپول ٹیپ میں بھی میری آواز ریکارڈ کی۔ تحریر اور آواز یہ تھی: "میں ایڈگر وائلن جینیا لانڈری میں ڈائنا کے ساتھ کام کرتا تھا۔ میں نے اُس کی زندگی کے حالات معلوم کیے۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ وہ آٹھ سال پہلے اپنے دولت مند شوہر سے طلاق لے چکی ہے اور اس دولت مند کی ایک بیٹی اُس کے پاس ہے تو میں نے فراڈ کا منصوبہ بنایا۔ اُس منصوبے کے مطابق میں نے ڈائنا کو قتل کیا۔ اُس کے البم سے تصویریں اور وہ ثبوت حاصل کیے جن کے ذریعہ میں اپنی بیٹی روزی کو اس دولت مند کی بیٹی ثابت کر سکتا تھا۔ میں نے اپنی بیٹی سے بھی فراڈ کیا۔ اُسے بتایا کہ وہ سچ مچ ایک دولت مند کی بیٹی ہے۔ میں نے صرف اُس کی پرورش کی ہے۔ اِس یقین دہانی کے ساتھ میں اپنی بیٹی روزی کو لے کر اس دولت مند کی کوٹھی میں گیا تو یہ انکشاف ہوا کہ روزی اس دولت مند کے ساتھ گناہ کے لمحات گزار چکی ہے۔ چونکہ وہ سچ مچ خود کو دولت مند کی بیٹی سمجھتی تھی۔ اِس لیے مارے شرم کے زندہ نہ رہ سکی، زہر کھا کر مر گئی۔

"میں وہ مجرم ہوں جو... اپنی بیٹی کو اصلی یا نقلی کسی بھی باپ کا نام نہ دے سکا۔ وہ شرم والی مر گئی۔ میں اِس بازی میں دولت بھی حاصل نہ کر سکا اور بیٹی کی زندگی بھی ہار گیا۔ فقط۔ ایک بے غیرت باپ۔ ایڈگر وائلن......"

میں اپنی یہ تحریر اور آواز اُن کے حوالے کرنے کے بعد مجرموں کی فہرست میں شامل ہو گیا۔ ڈاکٹر موزائل نے کہا: "ایڈگر! ہم نے ڈائنا کو قتل کر دیا۔ اِس لیے کہ اُس کی ضرورت نہیں تھی لیکن اُس کی بیٹی میریا بے حد حسین ہے۔ جوان ہو کر وہ غضب ڈھائے گی اور ہمارے کام آئے گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ اُس کے جوان ہونے تک تم اُسے بیٹی بنا کر رکھو۔"

میں نے کہا: "وہ کئی بار اپنی ماں کی زندگی میں مجھ سے مل چکی ہے۔ مجھے انکل کہتی ہے۔"

"اب تمھیں پاپا کہے گی۔ ہم نہیں چاہتے کہ زندگی کے کسی موڑ پر وہ ڈاکٹر فینی کو اپنا باپ سمجھے۔ اِس لیے ہم نے اُسے سمجھایا ہے کہ تم اُس کے باپ ہو اور وہ تمھاری ناجائز بیٹی ہے۔"

"کیسے؟" میں نے حیرانی سے پوچھا: "میریا تیرہ برس کی سمجھ دار لڑکی ہے۔ وہ مجھے اپنا باپ تسلیم نہیں کرے گی۔"

"ہاں۔ وہ سمجھ دار لڑکی ہے۔ اِس لیے جانتی ہے کہ اُس کی ماں اکثر رات ڈیوٹی کے بہانے اپنے مرد دوستوں کے ساتھ رات گزارتی رہی ہے۔ اُس کی ماں کو قتل کرنے سے پہلے میں اُسے اپنے ہاں لے آیا۔ وہ اپنی ماں سے بیزار تھی۔ میں نے اُسے بتایا کہ اُس کی ماں کو ڈاکٹر فینی کے آدمیوں نے قتل کر دیا ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر کو حقیقت معلوم ہو گئی ہے کہ شادی سے پہلے ڈائنا اور ایڈگر وائلن کے ناجائز تعلقات تھے۔ ڈائنا نے اپنا گناہ چھپانے کے لیے ڈاکٹر سے شادی کر لی۔ وہاں میریا آٹھ ماہ کے بعد پیدا ہوئی۔ اِس لیے ڈاکٹر کو شبہ نہیں ہوا کہ میریا دراصل ایڈگر وائلن کی بیٹی ہے۔"

ڈاکٹر موزائل کسی نامعلوم بلیک میلر کا دست راست تھا اور بڑی شیطانی چال چل رہا تھا۔ اُس نے کہا: "میں نے میریا کے دل میں یہ دہشت بٹھا دی ہے کہ اب ڈاکٹر فینی کے آدمی اُسے اور اُس کے باپ ایڈگر کو قتل کرنے کے لیے ڈھونڈ رہے ہیں۔ کیونکہ ڈائنا اُسے ڈاکٹر کی بیٹی بنا کر تیرہ برس سے ہر ماہ ہزاروں ڈالر اُس کی پرورش کے لیے وصول کرتی رہی ہے۔ میں نے میریا کو تسلی دی ہے کہ ہم اُس کے باپ ایڈگر کو تلاش کر رہے ہیں۔ جب وہ مل جائے گا تو دونوں باپ بیٹی کو یورپ کے کسی ملک میں بھیج دیا جائے گا۔ وہاں ڈاکٹر فینی کے کرائے کے قاتل نہیں پہنچ سکیں گے۔"

ایک ہفتہ کے بعد یہی ہوا۔ میریا کو مجھ سے ملایا گیا تو وہ مجھے پاپا کہہ کر میرے گلے سے لگ گئی۔ ننھی بچی کی طرح بلک بلک کر رونے لگی۔ بلیک میلر عجب تماشا دکھا رہا تھا۔ وہ ڈاکٹر فینی کو ظالم اور قاتل سمجھ رہی تھی۔ ماں باپ کی طرف سے ہاری ہوئی لڑکی مجھے باپ تسلیم کر رہی تھی۔ میں نے بھی اقرار کیا کہ میں ہی اُس کا باپ ہوں۔ یہ حقیقت اِس لیے چھپائی تھی کہ بیٹی مجھ سے نفرت نہ کرے۔

"بیٹیاں اپنے باپ سے نفرت نہیں کرتیں۔" اُس کی محبت پا کر میں نے کہا: "ڈاکٹر فینی نے تمھارا نام میریا رکھا تھا۔ اب اس نام کو مٹا دو۔ میری ایک [illegible] روزی تھی۔ وہ مر گئی۔ اُس کے بدلے میں نے تمھیں پا لیا۔ آج [illegible] روزی ہو۔"

اُس کے بعد میریا، روزی بن گئی۔

"روزی۔ای۔ای۔ای۔۔۔" جنگل کے سنّاٹے میں ایڈگر کی ڈوبتی ہوئی آواز گونج رہی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں کے بل اپنے جسم کو گھسیٹتا ہوا کبھی گھاس پر سے کبھی کیچڑ پانی سے گزر رہا تھا۔ اس کا سارا جسم کیچڑ اور لہو سے آلودہ تھا۔ فائرنگ کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ اُس کا مطلب یہ تھا کہ وہ گھسٹتے ہوئے بہت دُور چلا آیا تھا۔ بہت دُور، جہاں کاتبِ تقدیر نے اُس کی موت لکھ دی تھی۔

ان آخری لمحات میں اُس کے ضمیر نے پھر طنزیہ پوچھا کہ وہ کس بیٹی کو پکار رہا ہے؟ اُس روزی کو جو ٹرم سے مر گئی یا اُس میریا کو جو بیٹی بن کر روزی کے نام سے زندہ ہے؟

"میں۔ میں میریا کو پکار رہا ہوں۔ میریا۔ میری بچی۔۔۔"

اُس کے ضمیر نے پوچھا "میریا کو بیٹی کہنے والے تو اُسے روزی کے نام سے اس جنگل میں کیوں لایا تھا؟"

"بب۔ باس کا حکم تھا کہ۔ کہ اب اُسے بھی آلہ کار بنایا جائے۔۔۔"

"تو پھر تو باپ ہوا۔ دلال ہوا۔ چل ایک دلال کی زبان سے پکار۔۔۔"

وہ بے دم ہو کر ایک درخت کے سائے میں چاروں شانے چت ہو گیا۔ اُس کی ایک ٹانگ میں رائفل کی گولی چبھ رہی تھی اور اُس کے وجود میں ضمیر کا کارتوس کھٹک رہا تھا۔ اُس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ زبان بند ہو گئی تھی۔ صرف دماغ اپنی آخری سوچ میں کہہ رہا تھا "خداوند یسوع! بس اتنی مہلت اور دیدے کہ میں میریا کو اُس کی حقیقت بتا دوں اور وہ اپنے باپ کو ظالم اور قاتل نہ سمجھے کسی طرح ڈاکٹر فینی کے پاس پہنچ جائے۔ بس مجھے اتنی مہلت دیدے کہ میں اپنے ضمیر کو مطمئن کر دوں۔"

ہم انسان عجیب اُلو کے پٹھے ہوتے ہیں۔ ہمیں ساری عمر ضمیر کو مطمئن کرنے کا خیال نہیں آتا۔ جب توبہ کا وقت گزر جاتا ہے تو احساس ہوتا ہے کہ ہم ساری زندگی ایک عیاش گاہک کی طرح اپنے ہی ضمیر کی آبرو لوٹتے رہے ہیں۔ ہم اپنے دلال آپ ہوتے ہیں۔

اچانک جنگل کے سنّاٹے میں کہیں دُور سے روزی (میریا) کی آواز سسکتی ہوئی آئی "پا۔ پا۔ پاپا۔ تم کہاں ہو پا۔ پا۔ میرے پاس آ جاؤ۔ میں تمھیں چھپا لوں گی۔ نہیں تو وہ عازم تمھیں مار ڈالے گا۔ پاپا۔"

آواز آ رہی تھی۔ وہ آ رہی تھی۔ چاند نکل آیا تھا۔ جنگل ہرا ہو گیا تھا جیسے رشتوں کا لگایا ہوا زخم ہرا ہو جاتا ہے۔ وہ آ رہی تھی جیسے تھی سی محبت باپ کے بازوؤں کے پالنے میں آتی ہے۔ چاند راستہ دکھا رہا تھا۔ اُس نے دیکھ لیا پہلے تو وہ دُور سے دیکھ کر ٹھٹھک گئی کہ جانے کون اس جنگل میں پڑا ہے۔ پھر وہ پاپا کہہ کر دوڑتی ہوئی قریب آ گئی۔

وہ اُس کا پاپا ہی تھا۔ وہ چیخ مار کر کیچڑ اور لہو کے مجسمے سے لپٹ گئی۔ "پاپا! میں آ گئی ہوں پاپا۔ تمھیں کوئی نہیں مارے گا۔ میں تمھاری طرف بڑھنے والے ہاتھوں کو توڑ دوں گی۔ مجھ سے بولو پاپا!"

ایڈگر کے پھیلے ہوئے دیدوں میں چاند اُتر آیا تھا۔ اُس کے سوکھے ہونٹوں میں ہلکی سی لرزش پیدا ہوئی۔ اُس نے بولنے کی آخری قوت صرف کی "مے۔ مے۔ ری۔ پا۔۔۔۔"

اس کے ہونٹ کھلے رہ گئے۔ دیدے ساکت ہو گئے۔ دل اپنی آخری دھڑکن سے گزر چکا تھا۔ وہ چیخ مار کر لپٹ گئی۔ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ تھوڑی دیر بعد خیال آیا کہ اُس کے باپ کی ٹانگ لہو سے بھیگی ہوئی ہے۔ اُس نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ پھر غصّے سے مٹھیاں بھینچ کر بولی "اچھا تو عازم نے تمھیں گولی ماری ہے۔ مَیں۔ مَیں اُس کا خون پی جاؤں گی۔"

اُسی وقت کہیں سے قدموں کی چاپ سُنائی دی۔ وہ جلدی سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ قریب ہی ایک درخت کی سوکھی ٹہنی پڑی ہوئی تھی۔ وہ ٹہنی اُٹھا کر مقابلے کے لیے کھڑی ہو گئی۔ للکار کر بولی "خبردار! اب تم دوسری گولی پاپا پر نہیں چلا سکو گے۔ میں تمھارا سر توڑ دوں گی۔"

قدموں کی آواز پھر سُنائی دی۔ وہ چیخ کر بولی "اِدھر مت آؤ۔ میرے پاپا سو رہے ہیں۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ ارے کیسے ظالم ہو تم۔ ایک بوڑھے کو آرام سے سونے بھی نہیں دیتے۔"

گہری خاموشی۔ کانوں میں بجتا ہوا سنّاٹا۔ پھر وہی قدموں کی آواز۔ وہ ایک قدم آگے بڑھ کر بولی "قاتلو! بتاؤ۔ اتنی بڑی دُنیا میں اپنے باپ کو کہاں لے کر چھپاؤں۔ شہروں میں ڈاکٹر فینی قاتل ہے۔ جنگلوں میں عازم جیسے درندے ہیں۔ بولو میں اپنے بوڑھے باپ کو دل میں کیسے چھپا لوں کہ کسی قاتل کی نظر نہ لگے۔۔۔۔"

"ہالٹ" فوجیوں کی آواز سنائی دی "کون ہو تم؟"

وہ لڑکھڑا گئی۔ درخت کی ٹہنی کو زمین پر ٹیک کر اُس کا سہارا لیا۔ اپنے آس پاس مسلح فوجیوں کو دیکھا۔ وہ بھی تو اُس کے باپ کو مجرم اور قابلِ گردن زدنی سمجھتے تھے۔ وہ چکرا کر گر پڑی۔ بے ہوش ہو گئی۔

میں اُس کے بے ہوش دماغ سے نکل آیا۔ روزی کو اب میں میریا کہوں گا۔ میریا کی حالتِ زار نے میرے ذہن کو متاثر کیا تھا۔ میں بہت دیر تک اُس کے متعلق سوچتا رہا۔ سوچنے کی بات یہ تھی کہ ایڈگر کے بعد بھی میریا اُسے اپنا باپ سمجھ رہی تھی اور اپنے باپ ڈاکٹر فینی کو ظالم اور قاتل سمجھ کر نفرت کر رہی تھی۔ سوچنے کی بات یہ بھی تھی کہ ڈائنا قتل کر دی گئی تھی۔ ورنہ وہ اپنی بیٹی کی غلط فہمی دُور کر دیتی۔ دوسرا غلط فہمی دُور کرنے والا ایڈگر بھی مر چکا تھا۔

اور سوچنے کی بات یہ بھی تھی کہ میں ڈاکٹر فینی کے روپ میں تھا۔ میریا مجھے اِس رُوپ میں بھی دشمن سمجھتی اور میرے اصل رُوپ میں بھی مجھے عازم سمجھ کر نفرت کرتی۔ اِن حالات کے پیشِ نظر یہ بہتر ہوا کہ وہ فوجیوں کی پناہ میں پہنچ گئی تھی۔

میں کاٹج کی خواب گاہ میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ دو بدن جنگل کی کھلی فضا میں سانس لینے گئی تھیں۔ میرے ہاتھ میں گھڑی نہیں تھی۔ کچھ پتہ نہیں چلا کہ کتنا وقت گزر گیا ہے۔ میں نے جس فوجی افسر کی آواز سُنی تھی۔ اُس کی سوچ میں پوچھا "کیا وقت ہوا ہے؟"

افسر نے اپنی کلائی کی گھڑی دیکھی۔ اُس کی سوچ نے کہا "بارہ بج کر پچیس منٹ۔۔۔۔"

میں نے اندازہ لگایا کہ دو بدن کو باہر گئے تقریباً ایک گھنٹہ گزر چکا ہے۔ میں نے معلوم کیا کہ وہ کہاں ہے؟ پتہ چلا کہ وہ کھڑکی کے شیشے کے آر پار مجھے دیکھ رہی ہے اور سوچ رہی ہے "یہ ڈاکٹر گھنٹہ بھر سے یوں ساکت بیٹھا ہوا ہے جیسے مر گیا ہو یا جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہو لیکن سوچنے والے گھنٹہ بھر تک گم صم نہیں رہتے۔ میں نے سُنا ہے کہ بہت سے مذہبی لوگ اپنے اپنے رب کے دھیان میں گھنٹوں گم رہتے ہیں۔ کیا یہ عبادت کر رہا ہے؟"

دو بدن اُسی وقت سے تجسس میں مبتلا تھی، جب مجھ پر اُس کے حملے ناکام ہو گئے تھے۔ اُن کی یہ شدید آرزو تھی کہ کس طرح میری پٹائی کرے۔ اگر میرے سامنے آ کر مجھ پر حملہ کرتی اور سابقہ تجربات کے مطابق ناکامی ہوتی تو ایسے وقت اُنھیں اپنی توہین کا احساس ہوتا۔ کیونکہ وہ آج تک کسی کے آگے بے بس نہیں ہوئی تھیں۔ اب وہ سوچ رہی تھیں۔ "ٹھیک ہے۔ ابھی یہ سو جائے گا تو میں اچانک اِس پر حملہ کروں گی۔ ایسی زبردست پٹائی کروں گی کہ ساری پیرا سائیکالوجی ناک کے راستے نکل جائے گی۔"

وہ اپنی حسرت پوری کرنے کی تدبیریں سوچ رہی تھیں۔ میں نے اُن کی سوچ میں کہا "اُف! یہاں کھڑے کھڑے میرے پاؤں دکھنے لگے ہیں۔ آخر میں کب تک اس کم بخت کو دیکھتی رہوں گی۔ مجھے اب آرام سے لیٹنا چاہیے۔"

اس سوچ کے دوران وہ کھڑکی کے پاس سے پلٹ کر کاٹج میں آ گئیں۔ میں ایک سگریٹ سلگانے لگا۔ وہ خواب گاہ میں آ کر بولیں "تم ابھی تک یہاں بیٹھے ہو۔ جاؤ یہاں سے۔ میں سونا چاہتی ہوں۔"

میں بڑی فرماں برداری سے اُٹھ کر جانے لگا۔ اُنھوں نے کچھ کہنے کے لیے میرے بازو کو تھام لیا "سنو۔۔۔"

اتنا کہتے ہی دو بدن کے دماغ میں بات آئی "بازو تو ہاتھوں میں آ ہی گیا ہے۔ اب تو میں اِسے شانے سے اکھاڑ سکتی ہوں۔"

یہ سوچتے ہی اُنھوں نے اپنی دانست میں پوری قوت صرف کی لیکن میری سوچ کے مطابق اُس کا دماغ اُس کے فولادی جسم کے خزانے سے اتنی ہی قوت خرچ کر رہا تھا۔ جو میرے لیے قابلِ برداشت تھی۔ میرا ایک بازو اُن کے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں تھا۔ کسی اور کا بازو ہوتا تو ٹوٹ چکا ہوتا۔ وہ حیران و پریشان ہو کر میرا منہ تکنے لگی۔

میں نے انجان بن کر پوچھا "ہاں کیا سُنوں؟ تم کچھ کہتے کہتے رُک گئی ہو۔"

"آں۔ ہاں۔ وہ میں کہہ رہی تھی کہ میرے سونے کا وقت ہو گیا ہے۔ تم بھی سو جاؤ۔ میں چلنے پھرنے کی آواز بھی پسند نہیں کروں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ڈرائنگ روم میں جا کر صوفے پر سو جاتا ہوں۔"

میں ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں غصّے سے مٹھیاں بھینچ رہی تھیں کہ آخر وہ ان آہنی مٹھیوں سے میرا ایک بازو کیوں نہ بھینچ سکیں۔ وہ جھلّا کر اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھیں سوچ رہی تھیں۔ "میں یہ میز اُٹھا کر اُس کے سر پہ دے ماروں گی۔ ٹھیک ہے" میں اُسے ہاتھ لگا کر نقصان نہیں پہنچا سکتی مگر کوئی چیز پھینک کر تو مار سکتی ہوں۔"

میں نے اُن کی سوچ میں کہا "اب میں اُسے ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔ ایک قدم کے فاصلے سے کوئی بھاری پتھر اُٹھا کر اُس کا منہ کچل دوں گی۔ کسی نہ کسی طرح اِس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گی۔ بس ذرا صبر سے کام لینا چاہیے۔ جب یہ سو جائے گا تب میں اپنی حسرت پوری کروں گی۔"

وہ غصّے میں ٹہلنے لگیں۔ میں نے کہا "ڈاکٹر فینی مجھے جاگتے دیکھے گا تو وہ بھی جاگنے لگے گا۔ مجھے بستر پہ آنکھیں بند کر کے لیٹ جانا چاہیے۔"

وہ دونوں بستر پہ آ کر لیٹ گئیں۔ پھر ایک ساتھ اُنھوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں سوچ کی ہتھیلی سے اُن کے ذہن کو تھپکنے لگا۔ وہ حسرت اور انتقام کی آگ میں جل رہی تھیں۔ اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے ایک بار میری پٹائی ضرور کرنا چاہتی تھیں۔ اسی جھنجھلاہٹ، بدمزاجی اور انتقامی جذبوں کی بھیڑ میں مَیں نے بڑی مشکلوں سے اُنھیں سُلا دیا۔ تاکہ اطمینان سے سوچ نگر کا سفر طے کر سکوں۔

دیا وتی نے مجھ سے دشمنی کی انتہا بھی کی تھی اور دوستی کی انتہا بھی کر چکی تھی۔ وہ میری سوچ پڑھ کر سمجھ گئی تھی کہ میں ملایا کے جنگل میں ہوں لیکن اُس نے اپنے ساتھیوں کو میرا پتہ ٹھکانہ نہیں بتایا تھا۔ میری حفاظت کی خاطر یادداشت گم ہونے کا بہانہ کر چکی تھی۔ یادداشت گم ہونے کا مطلب تھا کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بھی گم ہو چکی ہیں۔

اُسے دیوی محض اِس لیے نہیں کہا جاتا تھا کہ وہ بچپن سے مندر کی ایک داسی رہی تھی اور دیوتاؤں کی امانت سمجھی جاتی تھی نہیں مسجد کا چندہ ہو یا مندر کا پرساد ہو۔ انسان چوری کرنے پر آئے تو مقدس امانت میں بھی خیانت کر بیٹھتا ہے۔ دیا وتی کی تنظیم میں رگھو ویرا اور سمپت لال ایسے چور تھے، جو اُس دیتی کے حُسن و شباب کو دیکھ کر للچاتے تھے۔ اُسے دیوی کہہ کر دیوتاؤں کی امانت سمجھ کر اُس کے آگے جھکتے تھے مگر خیانت کا راستہ ڈھونڈتے رہتے تھے۔ اُن کے دلوں میں دیوی کی نہیں اُس کی ٹیلی پیتھی کی دہشت تھی۔ اِس لیے وہ بہت عرصہ تک مجبور اور بے بس رہے۔

پھر یہ انکشاف ہوا کہ دلیری اپنی یاد داشت اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کھو چکی ہے تو ہوس کی دبی ہوئی چنگاری شعلہ بن گئی۔ پچھلی رات سمپت رائے، رس ونتی کے پاس آکر اپنے شوق کا اظہار کر چکا تھا۔ اس کے بعد پتہ چلا کہ رگھو ویر بھی بڑے پیار سے اُس کی تمنا کر چکا ہے۔ چونکہ اب یہ خوف نہیں تھا کہ دلیری ٹیلی پیتھی کا عذاب نازل کرے گی۔ اِس لیے وہ بڑی دلیری سے اپنی ہوس کا اظہار کر رہے تھے۔

بہرحال جب میں رس ونتی کے دماغ میں پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ ایک طیارے کی آرام دہ سیٹ پر نیم دراز ہے۔ اُس کی ساتھ والی سیٹ پر ویدراج بیٹھا تھا اور پچھلی سیٹوں پر رگھو ویر اور سمپت رائے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سب اپنے پروگرام کے مطابق بھارت واپس جا رہے تھے۔

ویدراج کا خیال تھا کہ بھارت کے جن علاقوں اور مندروں میں رس ونتی کافی عرصے تک رہ چکی ہے، وہاں اُسے دوبارہ لے جائیں گے تو شاید اسے پچھلی تمام باتیں یاد آجائیں گی۔ رگھو ویر اور سمپت رائے کے من میں کچھ اور تھا۔ وہ رس ونتی کو دوبارہ مندروں میں پہنچانے سے پہلے اُس کی جوانی کی بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لینا چاہتے تھے۔ فی الحال وہ بیماری کے بعد کمزور ہوگئی تھی۔ وہ چار روز میں اچھی طرح چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتی۔ اس لیے وہ دونوں بھارت سے باہر رس ونتی کے ساتھ ایک ہفتہ گزارنا چاہتے تھے۔ اِسی لیے اُنھوں نے ویدراج کو مشورہ دیا کہ پہلے قاہرہ جائیں گے۔

قاہرہ جانے کی دلیل یہ تھی کہ رس ونتی وہاں چھ ماہ گزار چکی تھی مصر کا ایک شہر اور وہاں کے عجائبات دیکھ کر رس ونتی کو بھولی ہوئی باتیں یاد آسکتی تھیں۔ ویدراج نے اُن کا یہ مشورہ تسلیم کر لیا تھا اور اب اُن کی منزل قاہرہ تھی۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ رس ونتی کے سر سے بہت زیادہ خون بہہ چکا تھا۔ جسمانی نقاہت اور دماغ کی کمزوری کے باعث وہ بار بار سو جاتی تھی اس وقت بھی وہ سو گئی تھی۔ اِس لیے میں سمپت رائے کی کھوپڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔

اگر رس ونتی جاگتی، تب بھی اُن کی باتیں نہ سمجھ سکتی تھی کیونکہ وہ دونوں انگریزی زبان میں گفتگو کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ اِس جوانی کے خزانے پر ویدراج سانپ بن کر پہرہ دے رہا ہے۔ اِس سانپ کو ہم کچل بھی نہیں سکتے۔ اِس بوڑھی دیوار کو پھلانگ کر ہی جانا ہوگا۔"

رگھو ویر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "دیوار تو ہم بھی ایک دوسرے کے لیے ہیں تم کہتے ہو کہ پہلا حق تمہارا ہے اور رگھو ویر کو تو سب ہی جانتے ہیں کہ وہ کسی کا جھوٹا نہیں کھاتا۔"

"رگھو! اگر آن پہ آجاؤں تو میں بھی یہی دعویٰ کر سکتا ہوں کہ میں اپنا شکار آپ مار کر کھاتا ہوں۔ دوسرے شکاری کے کاندھے پہ بندوق رکھ کر نہیں چلاتا لیکن میں پھر تمہیں سمجھاتا ہوں کہ ہمیں اپنی طاقت سے نہیں عقل سے کام لینا ہوگا۔ ورنہ ہمارے آپس کے جھگڑے میں وہ ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"اچھا تو تم کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ رس ونتی جسے پسند کرے وہی اُس کا پہلا حق دار ہے۔۔۔"

"سمپت رائے! میرا رنگ کالا ہے تم گورے اور خوب صورت ہو وہ تو تمھیں ہی پسند کرے گی تم مجھ سے زیادہ چالاک بنو ہم دونوں کی کوشش جاری ہے۔ جو پہلے کامیاب ہوگا۔ اُسی کا پہلا نمبر۔۔۔۔"

"پہلے کامیاب ہونے کا مطلب کیا ہوا؟ کیا زبردستی اُسے حاصل کرو گے؟"

"ہاں میں سالا ایسا کالا بھجنگ ہوں کہ کوئی لڑکی اپنی مرضی سے نہیں آتی۔ میں زبردستی حاصل کروں گا اور میں جانتا ہوں کہ دلیری تمھارے پیار کے فریب میں نہیں آئے گی تو تم بھی یہی کرو گے۔"

"اچھا یہی سہی مگر ابھی وہ کمزور ہے اُسے بیماری سے سنبھلنے کیلئے چار دن کی مہلت دو۔ آج سے پانچویں رات ہم دونوں میں سے جو رس ونتی کے پاس پہلے پہنچے گا۔ وہی اُسے اپنے ساتھ کہیں لے جائے گا بولو منظور ہے؟"

"منظور ہے۔" رگھو ویر نے کہا۔ "آج سے پانچویں رات میری ہوگی"

سمپت رائے سوچ رہا تھا۔ "بیٹے! میں وہ پانچویں رات تمھاری زندگی میں آنے ہی نہیں دوں گا۔"

رس ونتی بڑے آرام سے سو رہی تھی۔ میں نے اُس کی نیند میں مداخلت نہیں کی۔ طیارے کی محدود فضا سے نکل کر کالج کے ماحول میں واپس آگیا۔ مجھے یقین تھا کہ رس ونتی اپنی حفاظت آپ کر لے گی بلکہ ان دونوں کو تگنی کا ناچ نچا دے گی۔ تاہم اُس کا خیال رکھنا میرا فرض تھا۔ میرے اپنے تجربات تھے کہ میں ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود مصائب کا شکار ہو جاتا تھا۔ وہ بے چاری بیمار اور کمزور تھی۔ خیال خوانی کے بغیر کسی ناگہانی مصیبت میں گرفتار ہو سکتی تھی۔ فی الحال طیارے میں کوئی اُسے نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اِس لیے میں اُسے نیند کی حالت میں چھوڑ کر آگیا۔

جنگل کی رات بڑی گہری اور خاموش تھی۔ میں نے میریا کا حال معلوم کیا۔ وہ فوجیوں کے ایک خیمہ میں کھانے کے بعد آرام سے لیٹی تھی لیکن اُس کا دل اپنے پاپا کی موت پر رو رہا تھا۔ ایک فوجی افسر اُس کے بستر کے قریب کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مسافروں کی فہرست میں تمھارا اور ایڈگر واٹسن کا نام موجود ہے۔ فہرست کے مطابق تم باپ بیٹی ہانگ کانگ جا رہے تھے لیکن تمھارا باپ ایڈگر جانتا تھا کہ طیارے کو اس جنگل میں اتارا جائے گا۔ طیارے کے سب ہی مسافروں نے تمھاری عدم موجودگی میں گواہی دی ہے کہ تم اپنے باپ کے جرم میں شریک نہیں تھیں۔ بلکہ وہ تمھیں مسافروں کے ساتھ چھوڑ کر بھاگ گیا بہرحال تم اپنے کسی رشتہ دار یا سرپرست کا پتہ بتاؤ۔ ہم تمھیں وہاں پہنچا دیں گے۔"

وہ خلا میں گھورتی ہوئی بولی۔ "پاپا کے سوا میرا اِس دُنیا میں کوئی نہیں تھا۔ اب وہ بھی نہ رہے۔ میری ایک ماں تھی۔ سات سال پہلے واشنگٹن میں میرے سوتیلے باپ نے اُسے قتل کرا دیا۔ پھر اُس کے آدمی مجھے بھی قتل کرنا چاہتے تھے۔ پاپا مجھے لے کر لندن آگئے۔"

"اپنے سوتیلے باپ کا نام بتاؤ؟"

میریا نے نام بتایا۔ افسر نے چونک کر حیرانی سے پوچھا۔ "ڈاکٹر نینی بوگارڈ؟ ارے اِس ڈاکٹر سے تو اسی جنگل میں ملاقات ہو سکتی ہے۔"

میریا آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔ گھبرا کر اُٹھ بیٹھی۔ "نہیں۔" وہ چیخ کر بولی۔ "وہ شیطان اِس جنگل میں نہیں آسکتا۔ میں۔ میں یہاں سے بھاگ جاؤں گی۔"

افسر نے نرمی سے کہا۔ "بے بی! آرام سے لیٹی رہو۔ ہماری ایک ٹیم ڈاکٹر نینی کے کالج کی طرف گئی ہے۔ صبح تک معلوم ہو جائے گا کہ وہ اپنے عہدے کے ساتھ یہاں موجود ہے یا نہیں؟ ہم تمھارے ساتھ ہیں تو تمھیں بالکل نہیں ڈرنا چاہیے۔ پھر ہماری معلومات کا جہاں تک تعلق ہے۔ نینی بوگارڈ ایک معزز اور معروف ڈاکٹر ہے۔"

"کیا بھیڑیا انسان کے رُوپ میں نہیں رہتا ہے؟ مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"احمق نہ بنو تم یہاں سے نہیں جا سکو گی۔ اگر وہ بھیڑیا ثابت ہوا تو ہم اُسے گولی مار دیں گے۔"

میں افسر کی باتیں سُن کر اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے یاد آیا الماری کھول کر تلاشی لی گئی تو پاسپورٹ کی جعلی مہریں ہاتھ لگ جائیں گی۔ میں بیڈ روم میں آگیا۔ وہ بدن بستر پر مزے سے سو رہی تھی۔ جو خوابیدہ حسن ہوتا ہے، وہ اور زیادہ غضب ڈھاتا ہے۔ چور کہتا ہے کہ سونے والا سو رہا ہے، چرا لو۔ جو چاہے چرا لو۔ جتنا چاہو لوٹ کر چلے جاؤ۔

مگر مجھ جیسے چور کے پاس وقت نہیں تھا۔ فوج کی ایک گشتی ٹیم پتہ نہیں یہاں کب پہنچ جاتی۔ میں نے الماری کھول کر وہاں سے قابلِ اعتراض سامان نکالا۔ پھر انھیں تہہ خانے میں پھینک کر چور دروازے کو بند کر دیا۔ اُس کے بعد میں وہ بدن کے دُہل شباب سے نظریں چرا کر ڈرائنگ روم میں آگیا۔ خواہ مخواہ ڈاکٹر نینی کے رُوپ میں بہکنا چاہتا تو میک اپ کے بگڑنے کا احتمال تھا۔ پھر جب تک رومانس نہ ہو۔ دونوں طرف سے آگ برابر لگی نہ ہو۔ اُس وقت تک آگ بجھانے کا مزہ نہیں آتا۔

ڈرائنگ روم کے ایک صوفے پر بیٹھ کر میں نے ڈاکٹر نینی لوگارڈ سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "نینی لوگارڈ! میں تمھارا ہمزاد ہوں۔ کیا تم مجھے دیکھ رہے ہو؟"

دماغ کی اسکرین پر خواب روشن ہوا۔ وہ اپنے ہمزاد کو یا اپنے آپ کو دیکھ رہا تھا۔ "ہاں میں تمھیں دیکھ رہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "میری بات سُنو اور یقین کرو کہ تم گناہ گار نہیں ہو۔ بلیک میلر تمھیں فریب دے رہا ہے۔"

"نہیں۔ یہ فریب کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے میریا کو پہچانا اور میریا مجھے پہچان کر نفرت سے چیختی ہوئی بھاگ گئی۔"

"تم لوگوں نے ایک دوسرے کو پہچاننے میں غلطی کی۔ اُس لڑکی کو بھی یہ سمجھایا گیا تھا کہ تم اُس کے باپ ہو۔ بعد میں تم اپنی مطلقہ بیوی ڈائنا سے تصدیق کر سکتے تھے لیکن بلیک میلر نے ڈائنا کو قتل کر دیا۔ تمھاری اپنی بیٹی کو یہ سمجھایا گیا کہ وہ ایڈگر نامی ایک شخص کی ناجائز بیٹی ہے جو ڈائنا کے بطن سے پیدا ہوئی تھی اور تم اُس کے سوتیلے باپ ہو تم نے ڈائنا کو قتل کرایا ہے اور اب میریا اور ایڈگر کو قتل کرنا چاہتے ہو۔"

"یہ کیا چکر ہے میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

"نہیں سمجھو گے تو اپنی معصوم بیٹی کو کبھی نہ پا سکو گے۔ وہ ایسے حالات سے گزر رہی ہے کہ کسی وقت بھی دماغی مریضہ بن سکتی ہے۔ وہ سات برس سے تمھیں اپنا سوتیلا باپ اور قاتل سمجھ رہی ہے۔"

"اگر میری بیٹی زندہ ہے۔ معصوم ہے اور میں بے گناہ ہوں تو پھر اپنی جان دے کر بھی اپنی بیٹی کی غلط فہمی دُور کروں گا۔"

"کیا تمھارے پاس ایسا کوئی ثبوت ہے کہ میریا صرف تمھارا خون ہے؟"

وہ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولا۔ "ہاں۔ ڈائنا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بیس برس پُرانی ایک ڈائری ہے۔ یعنی وہ اُس سال کی ڈائری ہے جب ہماری شادی ہوئی تھی۔ ہم نے ہنی مون کے تین ماہ لندن اور پیرس میں گزارے۔ تیسرے ماہ ڈائنا کے ماں بننے کے آثار پیدا ہوئے۔ اس دوران ڈائنا کا کوئی بوائے فرینڈ کبھی اُس سے نہیں ملا۔ کیونکہ ہم دونوں رات دن ساتھ رہتے تھے۔ دُور اُفتادہ علاقوں میں اِسی لیے ہنی مون منایا جاتا ہے کہ میاں بیوی کی خوب صورت تنہائیوں میں کوئی تیسرا مداخلت نہ کرے حتیٰ کہ قریبی رشتہ دار بھی دُور رہیں۔ بہرحال ہم تین ماہ کے بعد واشنگٹن آئے۔ لیڈی ڈاکٹر تصدیق کر چکی تھی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ ٹھیک نو ماہ کے بعد میریا پیدا ہوئی۔ یہ تمام تفصیلات اُس ڈائری میں موجود ہیں۔"

میں نے کہا۔ "تو پھر اُٹھو۔ اپنے اہم ذرائع سے پہلی فلائٹ میں سیٹ حاصل کر کے ملایا کے پے نانگ شہر میں پہنچو۔ وہ ڈائری اپنے ساتھ ضرور لانا۔ چلو اُٹھو۔۔۔"

وہ بڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ پہلے تو اُس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ وہ محض ایک خواب تھا۔ پھر میں نے اُسے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں دیا۔ اُس کی سوچ سے معلوم کیا کہ وہ کس ذریعے سے پہلی فلائٹ میں سیٹ حاصل کر سکتا ہے۔ میں نے اُسی ذریعے کو استعمال کرنے پر اُسے مجبور کر دیا۔

وہ بے اختیار سفر کی تیاریاں کر رہا تھا اور اُسے یقین ہوتا جا رہا تھا کہ کوئی غیبی طاقت اُسے بے گناہ ثابت کرنا اور اُس کی اپنی بیٹی سے اُسے ملانا چاہتی ہے۔ ایک گھنٹہ بعد وہ ایئرپورٹ پہنچ گیا۔ مجھے اطمینان ہوگیا کہ اب وہ سیدھا ہمارے پاس پہنچے گا۔

مجھے اُس فوجی ٹیم کا انتظار تھا۔ جو ڈاکٹر فینی لوگارڈ سے ملنے یہاں اس کاٹج میں آنے والی تھی۔ بہت دیر ہو چکی تھی۔ مگر اُس ٹیم کے لوگ ابھی تک نہیں پہنچے تھے۔ میں نے پھر اُس فوجی افسر سے دماغی رابطہ قائم کیا، جو میرے باتیں کرتا رہا تھا۔ اب وہ افسر اپنے خیمہ میں تھا۔ اُس کی سوچ سے پتہ چلا کہ ہمارے پاس آنے والی فوجی جماعت راستے سے بھٹک گئی تھی۔ لہٰذا اس جماعت کے لوگ ناکام واپس آگئے ہیں۔ اب دن کی روشنی میں ڈاکٹر فینی لوگارڈ کے کاٹج کو ڈھونڈنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔

ان فوجیوں سے دوسرے دن تک کے لیے نجات مل گئی۔ میں سوچ کا سفر کرتے کرتے تھک گیا تھا۔ کبھی سونیا اور رُومانہ، کبھی عازم، کبھی ہیریا اور ڈاکٹر فینی لوگارڈ، میری زندگی میں آنے والے کتنے ہی کردار تھے، جن کی طرف مجھے بھٹکنا پڑتا تھا۔ میں نے سوچا ایسا کب تک چلے گا۔ اب تو ودبدان کا بھی اضافہ ہوگیا تھا۔ فوجیوں سے بھی محتاط رہنا ضروری تھا۔ میں فوجیوں کی نظروں میں مجرم نہیں تھا۔ طیارے کے تمام مسافروں کے بیانات کے پیشِ نظر فوجی افسران میری قدر کر رہے تھے۔ بےقدر دانی اُس وقت میرے لیے مصیبت بن جاتی۔ جب وہ مجھ سے مل کر میری تصویریں اُتارتے اور انھیں اخبارات میں شائع کرا دیتے۔ اُن تصویروں کے نیچے عازم کا نام ہوتا کیونکہ میں عازم کے پاسپورٹ پر یہاں پہنچا تھا لیکن سپر ماسٹر کی تنظیم کا ہر فرد شبہ میں مبتلا ہو جاتا کہ اصل فرہاد وہ ہے جسے زخمی بنایا گیا ہے یا وہ ہے جو ملایا کے جنگل میں حسبِ معمول خطرناک مجرموں کے بارہ بجا تا رہا ہے۔

میں نئے سپر ماسٹر کو بھی خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا۔ اِس مقصد کے لیے یہاں فوجیوں سے کترانا لازمی تھا۔ اس خیال سے میں نے اُس فوجی افسر سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ وہ اپنے خیمہ میں سو رہا تھا۔ میں نے اُس کے خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لے کر پوچھا "عازم کا پاسپورٹ کہاں ہے ؟"

اُس نے جواب دیا "پتہ نہیں۔ ہم نے طیارے کے بچے کھچے سامان کی تلاشی لی تھی۔ عازم کا سامان اور اُس کا پاسپورٹ نہیں ملا۔"

میں نے سوال کیا "عازم اِس جنگل میں کہیں گم ہوگیا ہے۔ اُس کی تصویر کے بغیر اُسے کیسے پہچانو گے یا تلاش کرو گے ؟"

وہ بولا "عازم کی بیوی ثبانہ نے یہاں سے رخصت ہوتے وقت وعدہ کیا ہے کہ انقرہ پہنچتے ہی عازم کی ایک تصویر یہاں بھیج دے گی۔"

میں نے اُس فوجی افسر سے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ بار بار ہر ایک کے دماغ تک چھلانگیں لگاتا رہوں مگر حالات نے ثبا[نہ کے] پاس جانے پر مجبور کر دیا۔ اس وقت وہ ایک طیارے میں بیٹھی ان[قرہ کی] طرف جا رہی تھی۔ انقرہ پہنچنے کے بعد ہی وہ عازم کی تصویر ار[سال کر] سکتی تھی۔ میں نے معلوم کیا کہ وہ دوسرے دن آٹھ بجے اپنے وطن [پہنچے] گی۔ میں اُسی وقت اُس کے دماغ کو کنٹرول میں لے کر عازم کی تص[ویر] ضائع کر سکتا تھا۔ میں ثبانہ کے دماغ کو چھیڑے بغیر واپس آگیا۔

اب عازم دس گھنٹے بعد سونیا کے پاس پہنچا یا جانے وال[ا تھا۔] تقریباً چار گھنٹے گزر چکے تھے۔ میں نے سونیا اور رُومانہ کی خبر لی۔ [وہ] جہاز اُن دونوں کی ملکیت بنا ہوا تھا۔ دونوں نے احتیاطاً اپنے سو[نے] اور آرام کرنے کا وقت بانٹ لیا تھا۔ جب میں نے سونیا کے دما[غ میں] جھانک کر دیکھا تو اُس کے آرام کرنے کا وقت گزر چکا تھا۔ وہ اپ[نے کیبن] سے نکل ڈائننگ ہال کی طرف جا رہی تھی۔ کاریڈور میں رُومانہ مل گ[ئی۔ اُس] نے کہا "ہیلو سونیا! میں تمھارے پاس آ رہی تھی۔ تمھارے لیے ہم[...] خط اور ایک موٹر بوٹ آئی ہے۔"

سونیا نے اُس کے ہاتھ سے خط لے کر پڑھا۔ سپر ماسٹر نے حکم دیا تھا "سونیا! تمھیں حکم دیا جاتا ہے کہ موٹر بوٹ کے ذریعہ اسکند[ریہ پہنچو۔ اس] حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو فرہاد کو نقصان پہنچے گا۔ ایس۔ ایم...."

سونیا نے خط کو مٹھی میں بھینچ کر سپر ماسٹر کو گالی دی۔ [پھر اُس] کے ساتھ چلتی ہوئی ریلنگ کے پاس آئی۔ کھلے سمندر میں ایک [موٹر بوٹ] جہاز کے ساتھ رسی سے بندھی ہوئی تھی۔ رُومانہ نے کہا "سپر ماس[ٹر نے] صرف تمھیں بلایا ہے لیکن میں بھی جاؤں گی۔"

سونیا نے کہا "ہاں ہمیں جانا ہی ہوگا۔ ہماری بہت بڑ[ی کمزوری] سپر ماسٹر کے ہاتھ آگئی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ سپر ماسٹر اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ اسکند[ریہ پہنچنے پر] فرہاد کی واپسی ہوگی۔"

وہ گہرے صدمے سے ایک آہ بھر کر بولی "پتہ نہیں کب [واپسی] ہوگی ؟ وہ فرہاد کیسا ہوگا ؟"

رُومانہ نے کہا "میرا دل ڈوب رہا تھا۔ فرہاد بخیریت [ہے۔ اگر وہ] خیریت سے ہوتا تو ہم سے دماغی رابطہ ضرور قائم کرتا۔"

"یہی میں بھی سوچ رہی ہوں اُسے ناکارہ بنا کر ہمارے [حوالے] کیا جائے گا۔" پھر وہ دانت پیس کر بولی "میں ڈراگون کو زندہ نہی[ں چھوڑوں] گی۔ وہ بھی ہمارے ساتھ یہاں سے جائے گا۔"

رُومانہ نے اپنے ایک باڈی گارڈ سے کہا "ڈراگون کو [لے آؤ۔"] باڈی گارڈ چلا گیا۔ موٹر بوٹ پر آنے والے ایک شخص [نے کہا] "ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ اب یہاں سے چلنا چاہیے۔"

سونیا نے کہا "ابھی ٹھہرو۔ میرے ساتھ رُومانہ اور ڈراگ[ون بھی] جائیں گے۔"

"مادام! موٹر بوٹ میں اتنے لوگوں کی گنجائش نہیں ہے۔ میرے [ساتھ] دو آدمی اور ہیں۔"

"تمھارے آدمی اسی جہاز میں رہیں گے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔"

"تو پھر میں بھی نہیں جاؤں گی۔"

"کیا آپ نے سپر ماسٹر کا خط نہیں پڑھا ہے ؟ فرہاد کو زبردست [نقص]ان پہنچے گا۔"

"جو نقصان پہنچنا تھا۔ وہ پہنچ چکا ہوگا۔ تمھارے سپر ماسٹر کی دھمکی [...] دل ہے۔"

وہ شخص سوچ میں پڑ گیا۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ سونیا کو ہر حال اسکندریہ پہنچانا ہے۔ اُس نے ہار مان کر کہا "اچھی بات ہے میرے [آدمی] یہیں رہیں گے۔ تم اپنے لوگوں کے ساتھ چلو۔"

اتنے میں چار مسلح جوان ڈراگون کو لے کر آ گئے۔ سونیا نے کہا۔ "پہلے تم نیچے جاؤ۔ اُس کے بعد ڈراگون جائے گا۔ آخیر میں... آؤں گی۔"

رسّیوں کی سیڑھی سے پہلے وہ شخص نیچے موٹر بوٹ میں گیا۔ پھر [ڈراگون] جانے لگی۔ ڈراگون نے پریشان ہو کر پوچھا "مجھے کہاں لے جا رہی ہو؟"

"چپ چاپ چلو، تمھارے اعمال کا حساب ہوگا۔"

"اگر میں جانے سے انکار کر دوں تو ؟"

"تو میں یہیں تمھارا کام تمام کر دوں گی۔"

وہ اپنے بچاؤ کے لیے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ چاروں طرف اسٹین گنیں [تھیں۔] ایک مسلح جوان نے کہا "ڈراگون! ہم نے تم سے غداری کی اور [سونیا کا] ساتھ دیا ہے۔ اگر تم زندہ رہو گے تو ہمیں زندہ نہیں چھوڑو گے۔ [اس لیے بہتر ہے] کہ اپنا انجام مادام کے ہاتھوں میں دے دو۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر سیڑھی کے ذریعہ نیچے جانے [لگا۔ ایک] نوجوان نے آہستگی سے کہا "مادام! ہم نے آپ سے جو وفاداری [کی ہے] اُس کا یہی صلہ چاہتے ہیں کہ یہ ڈراگون واپس نہ آئے۔"

"فکر نہ کرو۔ یہ کبھی واپس نہیں آئے گا۔"

سونیا نے تسلی دی۔ اُس کے ساتھ ہی نیچے شور سنائی دیا۔ سونیا [نے جھک] کر دیکھا۔ موٹر بوٹ میں ڈراگون ایک وحشی کی طرح رُومانہ پر [جھپٹ رہا] تھا۔ میں فوراً ہی رُومانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بڑی حاضر [دماغی سے] ڈراگون کے حملوں سے بچ رہی تھی۔ موٹر بوٹ میں اتنی گنجائش [نہیں تھی] کہ وہ جمناسٹک کا مظاہرہ کر سکتی۔ دوسرا شخص چیخ رہا تھا "مسٹر [ڈراگون! سنبھ]ل جائیے۔ ورنہ موٹر بوٹ اُلٹ جائے گی۔"

ڈراگون نے پلٹ کر اُسے ایک ہاتھ رسید کیا۔ پھر چیخ کر بولا۔ "[...سب] کو اُلٹا دوں گا۔ سونیا جیسی چڑیل کے ہاتھوں ایک بزدل [کی طرح نہ]یں مروں گا۔"

اُوپر سے سونیا نے ایک فائر کیا۔ گولی ڈراگون کی ٹانگ میں لگی۔ وہ لڑکھڑایا۔ دوسری طرف سے رُومانہ نے اُسے ایک لات ماری۔ وہ اُلٹ کر موٹر بوٹ سے باہر چلا گیا۔ گہرے سمندر کی سطح پر ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ وہ موٹر بوٹ کا سہارا لینا چاہتا تھا۔ رُومانہ نے اُسے سہارا لینے کا موقع نہیں دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیختا ہوا رسّیوں کی سیڑھی کی طرف گیا۔ سونیا اُتر کر وہاں تک آگئی تھی۔ اُس نے سیڑھی سے لٹکتے ہوئے اُس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ زخمی درندے کی طرح ڈکراتا ہوا فرہاد کا واسطہ دینے لگا "مجھے بچالو۔ تمھیں فرہاد کا واسطہ ہے۔ میری ٹانگ کا زخم مجھے مار ڈالے گا۔"

رُومانہ بولی "سمندر کا نمکین پانی تمھارے زخم کو دھو رہا ہے۔ اِسے زخم پر نمک چھڑکنا کہتے ہیں۔ تم فرہاد کو دشمنوں کے حوالے کر کے اسی طرح ہمارے زخموں پر نمک چھڑک رہے تھے۔"

سونیا موٹر بوٹ میں آ کر بولی "ڈراگون اپنے آخری لمحات میں دیکھو اور سمجھو کہ موت کیسی اذیت ناک ہوتی ہے۔ ہم جا رہے ہیں۔"

موٹر بوٹ اسٹارٹ ہوگئی۔ اس وقت تک ڈراگون نے موٹر بوٹ کے کنارے کو تھام لیا تھا۔ بوٹ تیزی سے آگے بڑھی تو وہ بھی بوٹ کے ساتھ بہتا چلا گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں کی پوری قوت صرف کرتے ہوئے کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح بوٹ پر سوار ہو جائے لیکن سمندر کا نمکین پانی اُس کے زخم میں آگ لگا رہا تھا۔ بوٹ کی تیز رفتاری اس کی کوشش کو ناکام بنا رہی تھی۔ سونیا اور رُومانہ بڑی سنگ دلی سے یہ تماشا دیکھ رہی تھیں۔ پھر بوٹ کو ڈرائیو کرنے والے نے اچانک ہی اسٹیئرنگ کو ایک طرف موڑا تو ڈراگون کی آخری چیخ سنائی دی۔ وہ بوٹ سے بچھڑ گیا تھا۔ گہرے سمندر میں ہاتھ پاؤں مارتا ہوا کبھی ڈوب رہا تھا کبھی اُبھر رہا تھا۔ بحری جہاز بھی اتنی دور تھا کہ وہاں تک تیرتا ہوا نہیں جا سکتا تھا۔ اُس کے مقدر میں ڈوبنا تھا۔ آخر وہ ڈوب گیا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ وہ دونوں سمندر کی کھلی فضا میں سانسیں لیتی رہیں۔ پھر سونیا نے پوچھا "ہم اسکندریہ کب تک پہنچیں گے ؟"

ڈرائیو کرنے والے نے جواب دیا "تقریباً پانچ گھنٹے کے بعد...."

وہ دونوں اطمینان سے پچھلی سیٹ پر بیٹھی رہیں۔ مجھے بھی پانچ گھنٹے کے لیے اطمینان ہوگیا۔ میرے حساب سے وہ دونوں صبح سات بجے اسکندریہ پہنچنے والی تھیں۔ میں نے ایک بھرپور انگڑائی لی۔ اب میں تھک گیا تھا۔ تھوڑی سی نیند کی ضرورت تھی۔ میں نے اپنے دماغ کی ٹائم پیس میں چار گھنٹے کی نیند کا وقت مقرر کیا۔ اُس کے بعد سو گیا۔

میرا دماغ میرا محافظ، میرا باڈی گارڈ ہے۔ میں سوتا ہوں۔ تب بھی وہ جاگتا رہتا ہے۔ اگر کوئی میرے کمرے میں داخل ہو تو مجھے چونکا دیتا ہے۔ مجھے چار گھنٹے بعد بیدار ہونا تھا لیکن پندرہ منٹ پہلے ہی آنکھ

کھل گئی۔ وہ بدن میرے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ میں نے اُسے سُلا دیا تھا لیکن اُس کے جاگنے کا وقت مقرر نہیں کیا تھا۔ اس لیے وہ اپنے طور پر بیدار ہوگئی تھی۔

میں صوفے پر لیٹا ہوا تھا۔ جب میری آنکھ اچانک کھلی تو وہ مجھے نہیں دیکھ رہی تھیں بلکہ میز کے ایک گل دان کو اُٹھا رہی تھیں۔ میں نے فوراً ہی آنکھیں بند کرلیں۔ اُن کے دماغ میں بس ایک ہی خلش تھی کہ کسی طرح وہ مجھ پر حاوی ہو جائے۔ کسی طرح اُس کا ایک حملہ مجھ پر کامیاب ہو جائے۔ بچپن سے اب تک اُس نے کسی کی برتری تسلیم نہیں کی تھی۔ مجھے بھی اپنے سے کمتر بنانے کے لیے وہ گل دان سے حملہ کرنے میری طرف بڑھ گئی۔

اُس لمحے اُس کی زندگی کی پہلی اور آخری خواہش یہی تھی کہ وہ حملہ کامیاب ہو جائے۔ میں زخمی ہوکر تڑپتے ہوئے اُس سے رحم کی بھیک مانگوں۔ اُس کے آگے گڑگڑانے والے اُسے اچھے لگتے تھے۔ وہ چار قدموں سے چلتی ہوئی میرے سر پر پہنچ گئی۔ اُس کے چاروں ہاتھ اونچے کو اُٹھے لیکن گل دان صرف دو ہاتھوں میں تھا۔ باقی دو ہاتھ عادتاً اُٹھ گئے تھے۔ میں نے اُن کی سوچ میں کہا: "یہ کیا حماقت ہے؟ میرے دو ہاتھ خالی ہیں۔ اِن سے بھی کام لینا چاہیے۔ ہاں۔ یہ ہاتھ اب گل دان سے پھول نکال رہے ہیں۔"

وہ میری سوچ کے مطابق گل دان سے پھول نکالتی ہوئی صوفے کے قریب دو زانو ہوگئیں۔ اُن کی اپنی سوچیں فنا ہوگئی تھیں کیونکہ میں اُن کے دماغ میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ میری سوچ کے احکامات پر عمل کر رہی تھیں۔ گل دان سے پھول نکال کر میرے سرہانے سجا رہی تھیں۔ جب گل دان کے پھول ختم ہوگئے تو اُس نے پھول جیسے ایک چہرے کو میرے سینے کی دھڑکنوں پر رکھ دیا۔ دوسرا پھول جیسا چہرہ میرے چہرے پر آکر ٹھہر گیا۔

اب اُن کے دماغ میں اِس بات کی تکرار نہیں تھی کہ وہ آدھی میرے چہرے پر ہیں اور انھیں آدھا پیار مل رہا ہے۔ یہ تشنگی اور یہ ضد اِس لیے نہیں تھی کہ وہ اپنے دماغ سے نہیں سوچ رہی تھیں میری سوچ اُن کے دماغ سے بول رہی تھی کہ وہ ایک ہے مکمل ہے اور اُس ایک کو مرد کا مکمل پیار مل رہا ہے۔

پھر میری ہدایات کے مطابق اُس کا چہرہ میرے چہرے پر سے سرکتا ہوا سر کے بالوں تک پہنچ گیا۔ دوسرا چہرہ سینے کی دھڑکنوں پر سے اُٹھ کر میرے چہرے پر آگیا۔ اُس وقت بھی یہی سوچ اور یہی جذبے تھے کہ وہ ایک ہے۔ اُس کے دو حصّے نہیں ہیں۔ پیار کے فیصلوں میں نہیں بلکہ ٹھہر ٹھہر کر مل رہا ہے اور پیار اسی طرح ٹھہر ٹھہر کر، سوچ سوچ کر اور سمجھ سمجھ کر کیا جاتا ہے۔

یہ دو بدن کی زندگی کا پہلا پیار تھا۔ ابتدا میں میں انھیں اسی طرح ہینڈل کر سکتا تھا۔ اِسی طرح وہ رفتہ رفتہ قابو میں آسکتی تھیں۔

لیکن تقدیر کو ابھی ہمارا میل ملاپ پسند نہیں تھا۔ اچانک ... میں کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی۔ دوسرے ہی لمحے کسی نے اُوپر سے چھلانگ لگائی۔ میں ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔

لاحول ولاقوۃ ایک بلّی ہمارے اُوپر سے گزرتی ... چوہے کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ گہری رات کے سنّاٹے ... جذبوں کو چُرایا جا رہا ہو تو ہلکی سی آواز بھی چور کے لیے دھما... ہے۔ اِسی لیے میں ہڑبڑا گیا تھا۔ اچانک اُٹھنے کے باعث ... دو بدن کے سروں سے ٹکرا گیا۔ ان دونوں نے بوکھلاہٹ ... سہلا لیا۔ اُن کے دو ہاتھ صوفے پر گرگئے۔ باقی دو ہاتھوں نے میں ... کو تھام لیا۔ سہارے کے لیے تھامنے کا عمل یہی ہوتا ہے کہ کسی ... مٹھیوں میں جکڑ لیا جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کی ایک مٹھی میں ... کے کچھ بال آگئے۔ ناخن لانبے اور نوکیلے تھے۔ چہرے کے ... حصّہ ناخنوں سے اُلجھ کر اُدھڑ گیا۔

بڑی عجیب سچویشن تھی میرے چہرے کی دلوا... اُدھڑ گیا تھا۔ کبھی وہ میرے چہرے کو، کبھی اپنے ناخنوں ... فرش پر پڑے ہوئے گل دان کو دیکھ رہی تھیں اور سوچ ... یہ سب کیا ہے؟ میں ... میں تو گل دان اُٹھا کر اُس کے ... آئی تھی لیکن آپ ہی آپ آرام سے دو زانوں ہوکر ... سنوار رہی تھی۔ پھر میں ... میں جیسے اِس پہ مرگئی۔ آپ ہی آپ ... کے حوالے کر دیا۔ مائی گاڈ! یہ کون ہے؟ اس کا پیار آدم... خود ہی میرا ذہن تسلیم کر رہا تھا کہ میرے وجود کو مکمل پیا... کون ہے یہ؟

وہ حیرانی سے بولیں: "کون ہو تم؟"

ماسک ایک طرف سے ضائع ہو چکا تھا۔ میں ... کے میک اَپ کو بحال نہیں کر سکتا تھا۔ اِس لیے ماسک ... جواب دیا: "ڈبل اسٹون..."

میرا نام سنتے ہی وہ اچھل کر کھڑی ہوگئیں۔ پھر ... زبان ہوکر بولیں: "ڈبل اسٹون؟ تم وہی ہو جس نے ... ہمارے آدمیوں کو ہلاک کیا تھا؟"

"ہاں میں وہی ہوں۔"

"تم نے دعوے کیا تھا کہ مجھے پہلے سے جانتے ہو ... دُنیا کے کسی شخص نے مجھے نہیں دیکھا۔ بتاؤ کیسے جانتے ..."

"یہ تمھاری خوش فہمی ہے کہ تمھیں کسی نے نہیں ... ایک رات تین بجے کے بعد تمھیں جنگل میں چہل قدمی ... پھر میں نے تمھارا پیچھا کیا۔ تم ایک دلدل کے راستے ز... جاکر گم ہوگئی تھیں۔"

وہ قدرے پریشانی سے بولیں: "اوہ تم نے وہ خفیہ ... لیا ہے۔"

"میں نے تو بہت کچھ دیکھ لیا ہے۔ اِسی لیے تو اِس کالج میں نظر آرہا ہوں۔"

انھیں یاد آگیا کہ میں اس کالج کے چور دروازے کو بھی دیکھ چکا ہوں بلکہ عمر سعید، ایڈی اور ڈاکٹر موزائل وغیرہ سے بھی واقف تھا اور خود ڈاکٹر فینی لبرگارڈ کے میک اَپ میں اُن سب کو احمق بنا رہا تھا۔ دو زبانوں نے بیک وقت کہا: "یوں لگتا ہے تم یہاں کے ایک ایک راز سے واقف ہو۔ آخر تم کون ہو؟"

"میں خدائی فوجدار ہوں۔ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑاتا ہوں۔ جب طیارہ یہاں لایا گیا تو میں نے ہی سب سے پہلے فائرنگ کرکے تمھارے آدمیوں کو بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔ اُس کے بعد میں جنگل میں بھٹکتا رہا۔ تمھارے ایک ایک آدمی کو شکار کرتے ہوئے اُن سے یہاں کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا۔"

"تم اِس کالج میں کیسے پہنچ گئے؟"

"میں طیارے کے مسافروں کے ساتھ واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ فوجیوں سے چھپنے کے لیے اِدھر آگیا۔ کالج کے دروازے مقفل تھے میں چھپنے کے لیے چھت پر چلا گیا۔ وہاں مجھے کالج کی چابیاں مل گئیں۔ یہاں تمھارے بیڈ روم کی الماری کھولی تو ڈاکٹر فینی لبرگارڈ کا ماسک اور پاسپورٹ وغیرہ حاصل ہوگیا۔ میک اَپ کے دوران جب ڈاکٹر موزائل چور راستے سے کالج میں آیا تو میں نے اُس کی اچھی طرح مرمت کی۔ اِسے ایسی ... پہنچائیں کہ اُس نے مجبور ہوکر تہہ خانہ کا ایک ایک راز اُگل دیا۔ تمام افراد کے نام اور کام بتائے۔ اپنے بلیک میلر باس اور ڈاکٹر فینی لبرگارڈ کے متعلق تفصیلات بیان کیں۔ اُس کے بعد میں نے اسے ... کی نیند سُلا دیا۔"

اتنا کہنے کے بعد میں دو بدن کے دماغ میں پہنچ کر اطمینان سے ... سلگانے لگا۔ وہ دونوں سوچ رہی تھیں: "یہ شخص جتنا خوبرو ہے ... ہی خطرناک بھی ہے۔ اب تک میرے سامنے بزدل بنا رہا۔ مجھے اُس ... اُٹھانے کی حسرت ہی ......"

وہ سوچتے سوچتے چونک کر بولیں: "تم بے حد پُراسرار ہو۔ مجھے ... کہ میں تم پر حملہ کیوں نہیں کر سکتی؟"

میں نے انجان بن کر پوچھا: "حملہ؟ کیا تم مجھے نقصان پہنچانا ... چاہتی ہو؟"

"چاہتی تھی مگر کامیاب نہ ہوسکی۔ سچ سچ بتاؤ۔ کیا تم کوئی پُراسرار ... جانتے ہو؟"

"کیسا علم؟ کیسا حملہ؟ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

"کیا میں حملہ کرکے تمھیں دکھاؤں؟"

میں نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا: "ہاں۔ میں دیکھنا چاہتا ... اگر تم کامیاب ہوتی ہو یا واقعی میں کوئی پُراسرار آدمی ہوں مگر دیکھو ... سختی سے حملہ کرنا۔ میں نے ایڈی اور عمر سعید کو تمھارے ہاتھوں مرتے دیکھا ہے۔"

وہ دونوں تن کر کھڑی ہوگئیں۔ چند لمحوں تک مجھے گھورتی رہیں۔ اب اُن کی حسرت پوری ہونے والی تھی۔ جب انھوں نے سوچا کہ چاروں ہاتھوں سے بھرپور حملے کریں گی تو میں اُس کے دماغ میں جاکر بیٹھ گیا۔ دوسرے ہی لمحہ اُن کے چاروں ہاتھوں میں بجلی کی سی تیزی پیدا ہوئی۔ تیزی تو بدستور قائم رہی لیکن میری سوچ نے اُن کے ہاتھوں کے وزن میں کمی کردی تھی۔ یکے بعد دیگرے وہ چاروں ہاتھ کبھی میرے منہ پر، کبھی گردن پر، کبھی سینے پر اور کبھی سر پر پڑے۔ میں لڑکھڑاتا ہوا چیختا ہوا فرش پر گر پڑا۔ پھر اپنی بھلائی کے مدِنظر فوراً ہی بیہوش ہوگیا۔

اُن کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ دونوں اپنی کامیابی پر بہت خوش ہیں۔ مجھے فرش پر بے حس و حرکت دیکھ کر وہ چند لمحوں کے لیے رُک گئیں۔ میرے اُٹھنے کا انتظار کیا۔ پھر بولیں: "اب تو میرے ہاتھ چل پڑے ہیں۔ میں تمھارے جیسے خطرناک آدمی کو اپاہج بنا کر چھوڑ دوں گی۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "نہیں۔ یہ خوبرو جوان ہے۔ یہ ثابت کر چکا ہے کہ میرا محبوب بن سکتا ہے۔ لاک فیلو جیسا درندہ مجھ سے ہار گیا۔ اگر میں نے اُسے اپاہج بنا دیا تو پھر ایسا جیون ساتھی کہاں ملے گا؟"

وہ سوچ میں پڑگئیں۔ اُن کے دماغ نے سمجھایا کہ مجھے صحیح سلامت رکھنا چاہیے لیکن میری پٹائی کرنے کی حسرت پوری نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے اب وہ محض اپنی حسرت پوری کرنے کے لیے مجھے ٹھوکریں مارنے لگیں۔ دو ٹھوکروں کے بعد ہی پتہ چل گیا کہ وہ پھر ناکام ہو رہی ہیں کیونکہ اُن کی ایک ٹھوکر کو میں نے صوفے کے پائے تک پہنچایا تھا اور دوسری ٹھوکر سے فرش پر پڑے ہوئے گل دان کو اُڑا دیا تھا۔

وہ پھر مجھے حیرانی سے دیکھتے ہوئے سوچنے لگیں: "کیا بات ہے۔ جب یہ بیہوش ہوتا ہے۔ یا سوتا ہے۔ یا آنکھیں بند کرتا ہے تو میں دشمن بن کر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ آخر یہ کیا بھید ہے؟ مجھے پھر کوشش کرنا چاہیے۔"

اِس بار انھوں نے ٹھوکر مارنے کے لیے میرے سر کا نشانہ لیا۔ بیک وقت دو لاتیں چلیں اور دونوں ہی میرے سر کے اُوپر سے گزر گئیں۔ شدید حیرانی کے باعث اُن کے دیدے پھیل گئے۔ یہ تو پاگل کر دینے والی بات تھی کہ میرا پہاڑ جیسا جسم سامنے پڑا تھا اور وہ مجھے چھو بھی نہیں سکتی تھی۔ جبکہ ایک اندھا بھی مجھے ٹٹول سکتا تھا۔

وہ فرش پر بیٹھ گئیں۔ انھوں نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر دل کی دھڑکنوں کو محسوس کیا۔ میں نے اُس کی سوچ میں سمجھایا کہ میرے دل کی دھڑکنیں اعتدال پر نہیں ہیں۔ میں واقعی بیہوش پڑا ہوں۔ تب وہ سوچنے لگیں: "یہ پُراسرار علم نہیں جانتا ہے۔ اگر جانتا تو بیہوشی کی حالت میں وہ علم قابلِ عمل نہ ہوتا۔ یہ یقیناً میری طرح کوئی عجوبہ ہے مگر خود نہیں جانتا کہ آنکھیں بند کرنے کے بعد آس پاس کے خطرات سے محفوظ رہتا

ہے۔ کوئی اسے چھو بھی نہیں سکتا۔"

اُنھوں نے جھجکتے ہوئے اپنا ایک ہاتھ بڑھا کر مجھے چھو لیا۔ وہ عجیب کشمکش میں تھیں۔ انھیں میرا پیار یاد آ رہا تھا اور میری برتری انھیں پریشان کر رہی تھی۔ پھر اُن کے دماغ نے انھیں سمجھایا کہ میری آنکھیں کھلی رہنے پر مجھ پر اُن کا حملہ کامیاب ہوتا ہے۔ یہ اُن کی برتری ہے کہ اُنھوں نے دو چار ہاتھ جما کر مجھے فرش پر سلا دیا۔ آیندہ بھی وہ میری آنکھیں کھلی رہنے کے دوران مجھ پر حاوی رہیں گی اور آنکھیں بند ہونے کے بعد مجھے ہاتھ نہیں لگائیں گی اور نہ ہی مجھے یہ راز بتائیں گی کہ میں سونے کے بعد کیسا پُراسرار بن جاتا ہوں۔

اُن کی سوچ نے آخری فیصلہ سنایا "یہ ٹھیک ہے۔ یہ میرا جیون ساتھی بنے گا لیکن میرا ماتحت اور فرماں بردار رہے گا۔ اس نے درست کہا تھا کہ میرے پاس عقل نہیں طاقت ہے اور اِس کے پاس طاقت نہیں عقل ہے۔ یہ عقل استعمال کرے گا تو میں اپنی طاقت سے اِسے زیر کروں گی۔ اب اِسے ہوش میں لانا چاہیے۔"

میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ مجھے ہوش میں لائے۔ کیونکہ اب سونیا اور رُومانہ کے پاس پہنچنے کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے اُن کی سوچ میں کہا "نہیں، میں اِسے ہوش میں لاؤں گی تو اُس کی ذات سے میری دلچسپی ظاہر ہو گی۔ یہ سر چڑھ جائے گا۔ بہتر ہے کہ اِسے خود ہی ہوش میں آنے کے لیے چھوڑ دیا جائے۔"

وہ فطرتاً تنگ دل تھی۔ اِس لیے مجھے فرش پر چھوڑ کر اُٹھ گئیں۔ وہاں سے اپنے بیڈ روم میں جا کر لیٹ گئیں۔ صبح ہو رہی تھی۔ اُنھیں سونا نہیں چاہیے تھا لیکن میں نے آہستہ آہستہ اُن کے ذہن کو تھپک کر سُلا دیا۔ اُس کے دماغ کو سمجھا دیا کہ میں اُسے دوبارہ بیدار کروں گا۔ یا وہ چار گھنٹے کے بعد خود ہی بیدار ہو گی۔

جب وہ نیند میں ڈوب گئیں تو میں فرش سے اُٹھ کر صوفہ پر آیا۔ پھر وہاں آرام سے بیٹھ کر سونیا اور رُومانہ کی خبر لی۔ وہ دونوں بخیریت اسکندریہ کے بلیک پورٹ میں پہنچ گئی تھیں اور اب ایک ویگن کار میں بیٹھ کر شہر کی طرف جا رہی تھیں۔ ہوٹل المانیہ میں اُن کے ٹھہرنے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ ویگن کار کے ذریعہ آدھے گھنٹے کا سفر تھا۔ میں نے سوچا آدھے گھنٹے تک اُن کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اتنی دیر میں مجھے رس ونتی کی خبر لینا چاہیے۔

جو ایک بار میرا ساتھ دیتا ہے میں تمام عمر اُس کے کام آتا ہوں۔ رس ونتی نے ایک احسان کیا تھا۔ میری حفاظت کی خاطر اپنے ہی لوگوں کو دھوکا دے رہی تھی۔ اس وقت میں نے اُس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو ایک دم سے سنبھل کر بیٹھنا پڑا۔ اُس کے دماغ میں ہوش مندانہ سوچیں نہیں تھیں یعنی دماغ بیہوشی کی حالت میں چپ تھا۔

یقیناً وہ خطرے میں تھی۔ میں نے فوراً ہی سمپت رائے کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ ایک کار میں سفر کر رہا تھا۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ رس ونتی اُس کے پاس پچھلی سیٹ پر بیہوشی کی حالت ہوئی ہے اور رس ونتی کے دوسری طرف رگھوویر بیٹھا ہے۔ پر صرف ٹیکسی ڈرائیور ہے۔

وہ دو شیطانوں کے درمیان اپنے آپ سے بے خبر تھی۔ خیا کے ذریعہ اپنی حفاظت نہیں کر سکتی تھی۔ سوال یہ ہے کہ دشمنو پڑھنے کے باوجود اُس نے بیہوشی کی دوا کیسے پی لی تھی؟ یہ سوا نے رگھوویر کی سوچ میں پوچھا۔ اُس کی سوچ نے کہا "یہ میں رہا ہوں۔ ہم میں سے کسی نے اِسے بیہوشی کی دوا نہیں پلائی۔ تو تقدیر ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ کبھی اِس سندری کی طبیعت کبھی یہ بے حد کمزور ہو جاتی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہ اچا بیہوش ہو گئی تھی۔ سمپت رائے نے مشورہ دیا کہ اسے اغوا کر موقع ہے۔"

میں نے سمپت رائے کی سوچ میں پوچھا "کیا ویدرا پیچھا کرے گا؟"

اُس کی سوچ نے کہا "یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ ویدرا جہنم میں پہنچ چکا ہے۔ جب میں یہ ٹیکسی لے کر کالج میں دا رگھوویر اُس بوڑھے ویدراج کا کام تمام کر چکا تھا۔"

میں نے اُس کی سوچ میں پوچھا "اب کیا ہو گا؟ رس پہلے کسے ملے گی؟ تمھیں یا رگھوویر کو؟"

سمپت رائے زیرِ لب مسکراتے ہوئے سوچنے لگا " سے ہار مان لی ہے۔ اُسے کہہ دیا ہے کہ پہلے وہی رس ونتی کو لیکن جب رس ونتی سے کھیلنے کا سمے آئے گا تو میں اچانک بدمعاش کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔"

میں سوچنے لگا کہ کس طرح رس ونتی کی حفاظت کی میں اپنی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کروں؟ سمپت رائے اور رگھو میں لڑا دینا بڑی بات نہیں تھی۔ اُن میں سے کوئی ایک مارا جاتا۔ دوسرے کو میں ٹھکانے لگا دیتا۔ میرے سوچنے کے سمپت رائے نے ڈرائیور سے کہا "دیکھو سامنے سے ایک گا ہے۔ گاڑی کو اتنی تیزی سے کراس کرو کہ کوئی اِس بیہوش عور نہ پائے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ آگے کھسک آیا۔ تاکہ رس ونتی اُس چھپ جائے۔ ڈرائیور نے اُلٹی سیدھی انگریزی میں جواب دیا کرو۔ کوئی سالا نہیں دیکھے گا۔"

میں اُس سالے ڈرائیور کی کھوپڑی میں بیٹھ گیا۔ جب والی گاڑی قریب آئی۔ میں نے ڈرائیور کے دماغ کو ہلکا سا اُس نے سنبھل کر بریک لگائے۔ دوسری گاڑی بھی بالکل سا گئی۔ وہاں سے گالیوں کی آواز سنائی دی "سالے خراب کرتے ہو۔ کون ہو تم باہر نکلو۔۔۔"

پچھلی سیٹ سے رگھوویر اور سمپت رائے اپنے ہاتھوں میں ریوالور باہر آئے۔ سمپت رائے نے کہا "ہم بلیک پورٹ کی طرف جا رہے اور تم لوگ اُدھر سے آ رہے ہو۔ اپنی ہی برادری کے لگتے ہو۔ بہتر کہ چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی ویگن کار کی کھڑکیوں سے فائرنگ ع ہو گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سمپت رائے اور رگھوویر کے ہاتھوں ریوالور نکل کر دُور جا گرے۔ وہ دونوں گم صُم کھڑے رہ گئے۔ اپنے وروں کو اُٹھانے کی جرأت نہیں تھی۔ اُنھوں نے دیکھا۔ دو حسینائیں کار کا دروازہ کھول کر باہر آ رہی تھیں۔ پھر میں نے رومانہ کی آواز وہ پوچھ رہی تھی "کون ہو تم لوگ؟ تمھارے ریوالور نکالنے کا انداز ہے کہ تم اُس عورت کو اغوا کر کے کہیں لے جا رہے ہو؟"

سمپت رائے نے ہچکچاتے ہوئے کہا "ن نہیں۔ یہ عورت ساتھی ہے۔ بیہوش ہو گئی ہے۔ ہم اِسے ڈاکٹر کے پاس لے جا ہیں۔"

سونیا نے آگے بڑھ کر اُس کے منہ پر ایک اُلٹا ہاتھ رسید کیا۔ کے بچے! ڈاکٹر شہر میں مل سکتا ہے۔ اُدھر بلیک پورٹ ہے۔"

سمپت رائے جھلا گیا۔ کیونکہ ایک عورت نے اُسے مارا تھا لیکن بی حملہ نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ سونیا اور رومانہ کے پیچھے دو شخص ریوالور ڑے تھے اور ایک شخص زمین پر پڑے ہوئے ریوالوروں کو اُٹھا رہا تھا۔ الور اُٹھانے والے نے کہا "مادام سونیا! ہمیں دوسروں کے معاملے میں ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ آپ یہاں سے فوراً چلیں۔"

سونیا کا نام سن کر سمپت رائے اور رگھوویر دونوں ہی چونک اُن کی دانست میں رس ونتی کی یادداشت گم ہو گئی تھی۔ وہ خیال کے ذریعہ فرہاد کا پتہ نہیں بتا سکتی تھی لیکن اب وہ دونوں سونیا ریعہ فرہاد تک پہنچ سکتے تھے۔ سمپت رائے بڑا ہی حاضر دماغ تھا۔ نے فوراً ہی فرہاد تک پہنچنے اور رس ونتی کو بآسانی حاصل کرنے کی وچ لی۔ وہ حیرانی سے بولا "تم۔ تم سونیا ہو۔ تو پھر یہ رومانہ ۔۔۔"

اب سونیا اور رومانہ کے چونکنے کی باری تھی۔ رومانہ نے پوچھا ہو؟ ہمیں کیسے جانتے ہو؟"

وہ بولا "میرا نام سمپت رائے ہے اور یہ رگھوویر ہے۔ ہم دونوں طرح رس ونتی کی قید میں تھے۔ ہم فرہاد کے احسان مند ہیں۔ اُس نتی کے سر پر ایسی ضرب لگائی تھی کہ اس عورت کا دماغ پھر گیا۔ پچھلی زندگی بھول گئی ہے۔ اُس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم بھی ہے۔ وہ دیکھو۔ وہ کار کی پچھلی سیٹ پر بیہوش پڑی ہے۔"

سونیا اور رومانہ نے پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی رس ونتی کو بڑی سے دیکھا۔ پھر سونیا تلخ لہجے میں بولی "اس عورت نے فرہاد کے دماغ کو بھی نقصان پہنچایا تھا۔ اب ہم اِسے ایک کتیا کی طرح اپنی ٹھوکروں میں پالیں گے۔"

"بے شک" رگھوویر نے کہا "تمھیں اس عورت سے ضرور انتقام لینا چاہیے لیکن ہم بڑی مصیبتیں اُٹھا کر اِسے پرنس آئی لینڈ سے یہاں تک لائے ہیں۔ کیا تم ہمیں بھی اِس سے انتقام لینے کا موقع نہیں دو گی؟"

"ضرور" سونیا نے کہا "تم لوگوں کو محنت کے صلہ میں یہ موقع دیا جائے گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر رگھوویر نے کہا "ہم رات کے لیے رس ونتی کو چاہتے ہیں۔"

رُومانہ غصے سے بولی "وہ ایک رات تم اپنی ماں بہن کے ساتھ گزار لو۔ وہ تمھیں بتائیں گی کہ عورت کی عزت کیا ہوتی ہے۔"

سونیا نے کہا "ہم رس ونتی کو اپنے ساتھ رکھ کر ذلیل کرتے رہیں گے لیکن کسی وحشی کو اُس کی عزت تک پہنچنے نہیں دیں گے۔"

اچانک ہی ایک ریوالور والے نے قہقہہ لگایا۔ پھر کہنے لگا "مادام سونیا! شاید آپ نہیں جانتیں کہ ماسٹرز کی تنظیم میں رس ونتی کی کتنی اہمیت ہے کہ جب ہم اِسے سُپر ماسٹر کے پاس بھیجیں گے تو ہمارا عہدہ بڑھا دیا جائے گا۔ ہمیں کسی ملک یا کسی علاقہ کا ماسٹر بنا دیا جائے گا۔ اب ہمارا وقت ضائع نہ کرو مادام! گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔"

اس ریوالور والے نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ رس ونتی کو ٹیکسی سے نکال کر ویگن کار میں پہنچا دیا جائے۔ اس وقت سونیا اور رُومانہ حالات سے سمجھوتہ کر سکتی تھیں۔ رس ونتی ماسٹروں کی تنظیم میں جائے یا جہنم میں پہنچے۔ وہ دونوں اُسے زیادہ اہمیت نہ دیتیں۔ کیونکہ سُپر ماسٹر کی طرف سے فرہاد انھیں واپس ملنے والا تھا۔

سمپت رائے اور رگھوویر نے بھی سمجھ لیا تھا کہ اس وقت وہ دونوں سُپر ماسٹر کے ماتحتوں کے درمیان آپھنسے ہیں۔ اگر انھیں جان کی امان مل جائے تو وہ رس ونتی کو چھوڑ کر جا سکتے تھے۔

لیکن میں عازم کا حشر دیکھ چکا تھا اور اب جان بوجھ کر رس ونتی کو سُپر ماسٹر کی جھولی میں پہنچانے کا تماشہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ میری محسنہ کو اُن کے نرغے سے کیسے نکالا جائے۔ میں ٹیلی پیتھی کو کام میں نہیں لا سکتا تھا کیونکہ ان تمام لوگوں کی دانست میں ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد ناکارہ ہو چکا تھا اور ٹیلی پیتھی جاننے والی رس ونتی بیہوش پڑی تھی۔ تین خطرناک عورتیں سونیا، رُومانہ اور رس ونتی زندگی کے اس موڑ پر آملی تھیں اور اُن تینوں کو ایک دوسرے کا ہمدرد یا دوست بنانا تقریباً ناممکن تھا۔

اس سچویشن کا اہم پہلو یہ تھا کہ وہ تینوں میری دوست تھیں اور مشکل پہلو یہ تھا کہ وہ تینوں ایک دوسرے کی دشمن تھیں۔

میں نے بڑی آسانی سے وہاں ہنگامہ برپا کرسکتا تھا۔ سپر ماسٹر کے ماتحتوں کے ہاتھوں سے ریوالور گرا سکتا تھا۔ سونیا اور رُومانہ کو رس ونتی سے ہمدردی کرنے پر مجبور کرسکتا تھا۔ لیکن وہاں کسی بھی عمل کیلئے ٹیلی پیتھی کا عمل لازمی تھا۔ اور میں بے سوچے سمجھے خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں نے ذرا تحمل سے کام لیا۔ چپ چاپ دماغ کی اسکرین پر تماشہ دیکھتا رہا۔ دو شخص رس ونتی کو ٹیکسی سے نکال کر ویگن کار کی پچھلی سیٹ پر لے گئے۔ وہاں اُسے آرام سے لٹا دیا۔ سونیا اور رومانہ درمیانی سیٹوں پر آکر بیٹھ گئیں۔ سمپت رائے اور رگھو ویر دونوں ہی غیر ضروری تھے۔ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر بلیک پورٹ کی طرف جائیں اور اُن کا پیچھا نہ کریں۔ ورنہ انہیں بے دریغ موت کے گھاٹ اتار دیا جائیگا۔

اس کے بعد ویگن کار شہر کی جانب چل پڑی۔ میں نے ایک ریوالور والے کے دماغ میں بیٹھ کر اس کی سوچ میں کہا۔ "آج ہم سپر ماسٹر کے لئے بہت بڑا کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک عورت کو اس کے حوالے کرنے والے ہیں۔ میرا نام پسٹروں کی فہرست میں آجائیگا۔ تمام لوگ مجھے ماسٹر...!"

میں نے سوچ ادھوری چھوڑ دی۔ اس کی سوچ نے اپنے نام سے اُسے مکمل کیا۔ "ہیری بیکر کہیں گے لیکن ..."

وہ سوچتے سوچتے رُک گیا۔ پھر اس کی ہچکچاتی ہوئی سوچ نے کہا۔ "لیکن یہ جو میرے دو ساتھی ہیں، انہیں بھی اس کارنامہ کا کریڈٹ ملے گا۔ کارنامے انجام دینے کے سلسلے میں ان دونوں کا ریکارڈ مجھ سے بہتر ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کسی کو ماسٹر بنا دیا جائے اور مجھے اس کا اسسٹنٹ"

ہیری بیکر کے دماغ میں کانٹا چبھنے لگا۔ وہ دونوں ساتھی اُسے کھٹکنے لگے۔ اگر دونوں ساتھ نہ ہوتے وہ تنہا ہوتا تو سُپر ماسٹر کی آنکھ کا تارا بن جاتا۔ میں نے اس کے دماغ میں حاسدانہ جذبے کو بھڑکانا شروع کیا۔ پھر اسے اپنے طور پر سوچنے اور فیصلہ کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اپنی ترقی اور خوش حالی کون نہیں چاہتا۔ اور سُپر ماسٹر سے ملنے والی ترقی تو ایک معمولی آلۂ کار کو آسمان پر پہنچا دیتی تھی۔ وہ کسی علاقے کا بے تاج بادشاہ بن جاتا تھا۔ ایسا انعام پانے کے لئے تو وہ سُپر ماسٹر کے لئے اپنا گلا بھی کٹوا سکتے تھے۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کا گلا کاٹنے کے متعلق کیوں نہ سوچتا؟

میں اُسے چھوڑ کر سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت اُس کی سوچ کے ذریعہ معلوم ہُوا کہ پچھلی سیٹ پر رس ونتی کراہ رہی ہے۔ وُہ بڑی نقاہت سے "پانی پانی" کہہ رہی تھی۔ سونیا اور رومانہ نے پلٹ کر اُسے دیکھا۔ رومانہ اور دوسرے لوگ "پانی" کا مطلب نہیں سمجھ سکتے تھے۔ سونیا اُردو یا ہندی زبان سمجھ لیتی تھی۔ اُس نے کہا۔ "گاڑی روکو۔ یہ پانی مانگ رہی ہے۔"

گاڑی ڈرائیو کرنے والے نے کہا۔ "مانگنے دو۔ پانی کے بغیر مر نہیں جائے گی۔"

"بحث مت کرو۔" سونیا نے سخت غصہ میں کہا۔ "جو کہہ رہی ہوں وہ کرو۔ ورنہ میرا ساتھ مہنگا پڑے گا۔"

وہ گاڑی روکتے ہوئے بولا۔ "تم عجیب عورت ہو۔ ابھی پہلے رس ونتی کو ٹھوکروں میں رکھنا چاہتی تھیں، اور اب ا... کر رہی ہو۔"

دوسرے نے کہا۔ "مادام سونیا! دشمن کو پیاسا ہی..."

"نہیں۔" سونیا بڑی سفاکی سے بولی۔ "میں دشمن کو ... ہوں۔ جاؤ پانی لے آؤ۔"

"ارے تو کیا تم ہم پر حکم چلاؤ گی؟"

سونیا نے ایک ہاتھ اس کی گردن پر رسید کیا۔ وہ ... تلملا کر پلٹ گیا۔ ریوالور سے نشانہ لے کر بولا۔ "میں تمہیں ... دوں گا۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "تم مجھے گولی مارو گے۔ سپر ماسٹر ... خاندان کی ایسی تیسی کر دے گا۔ تم لوگوں کی سلامتی اسی میں ... سلامتی سے لے چلو۔"

اُس نے ہونٹ بھینچ کر اُسے غصہ سے دیکھا۔ پھر ... پانی لینے چلا گیا۔ میں رس ونتی کو سہارا دینے کے لئے ... وہ آنکھیں بند کئے سوچ رہی تھی۔ "میں کہاں ہوں۔ ... آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ شاید یہ لوگ انگریزی ... ہیں۔ کسی عورت کی بھی آواز آرہی ہے۔"

سوچنے کے دوران اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھو... میں تو کسی گاڑی کی سیٹ پر لیٹی ہوئی ہوں۔ وید راج کہا...

اُس نے سر کو گھما کر ایک جانب دیکھا۔ اُسے سونیا ... آئی، وہ ان دونوں کو صورت شکل سے نہیں پہچانتی ... پچھلی سیٹ کے پاس آکر اُسے اٹھنے کے لئے سہارا دیا۔ ... آگیا۔ رُومانہ نے پانی کا گلاس لیا پھر پچھلی سیٹ کی جانب ... رس ونتی کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ وہ ایک ایک گھونٹ ...

سونیا نے رس ونتی سے کہا۔ "تم کیوں کھا... پانی مت پیو۔"

سونیا کی اُردو زبان سُن کر رس ونتی نے ... میری زبان جانتی ہو۔ کون ہو تم؟"

"میرا نام سُن کے تمہارا بوکھلا... جائے گی۔"

رومانہ نے سونیا سے پوچھا۔ "یہ کیا بول رہی ..."

"یہ میرا نام پوچھ رہی ہے۔ میں اسے ... کہ ..."

"ارے، اسے کیا شاک پہنچے گا، میں بتا دیتی ..."

بدستور انگریزی زبان میں بولی۔ "اس کا نام سونیا ہے!!"

رس ونتی وہ زبان سمجھ تو نہ سکی، لیکن سونیا اور رُومانہ کا نام سمجھ ... حیرانی سے اُس کے دیدے پھیل گئے۔ اس کی سوچ نے کہا۔ "یہ۔ یہ ... وں سونیا اور رُومانہ ہیں۔ میں۔ میں ان کے درمیان آپھنسی ہوں۔"

میں نے اُس کی سوچ میں مشورہ دیا کہ اسے فوراً آنکھیں بند کر کے ... ہوش ہو جانا چاہئے۔ اس سوچ پر اُس نے عمل کیا۔ اس نے آنکھیں ... لیں۔ اس کا سر سونیا کے بازو پر تھا۔ وہ سر ایک طرف ڈھلک گیا۔

"میں نہ کہتی تھی، اسے شاک پہنچے گا۔ یہ پھر بے ہوش ہوگئی۔"

رومانہ نے کہا۔ "اسے فوراً ہسپتال لے چلو۔"

ہیری بیکر نے کہا۔ "یہ نہیں ہوسکتا۔ ہم پہلے تم دونوں کو ہوٹل پر پہنچائیں گے، پھر ہم رس ونتی کو قاہرہ کے ماسٹر کے پاس لے جائیں گے، ... گاڑی اسٹارٹ کرو۔"

واڈکر نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ رس ونتی اُن کی باتیں ... نے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ جب گاڑی آگے بڑھ گئی تو وہ سوچنے ... "پتہ نہیں یہ لوگ کیا بک رہے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اچھا ہُوا کہ ... نے آنکھیں بند کر لیں یہ لوگ سمجھ رہے ہوں گے کہ میں پھر بے ہوش ہو ... ہوں۔ اب مجھے سہولت سے اپنے حالات کا جائزہ لینا چاہئے۔"

وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ سونیا اور رومانہ کے پاس کیسے پہنچ ... اس مقصد کے لئے اس نے سمپت رائے کے دماغ کو ٹٹولنا چاہا۔ لیکن ... کا دماغ پھر کمزور ہوگیا۔ اس کی سوچ نے سمپت رائے کے دماغ تک ... لیکن دوسرے ہی لمحہ کمزوری کے باعث اُس کا سر ... نے لگا۔

تب میں نے اُسے مخاطب کیا۔ "رس ونتی۔ رس ونتی۔"

اُس کے چکراتے ہوئے دماغ میں میری سوچ چکرانے لگی۔ "رس ونتی! ... بول رہا ہوں۔"

اُس نے ایک گہری سانس لی۔ جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل گیا ہو۔ ... کھول کر دیکھنے لگی۔ اس وقت سونیا اور رومانہ اُسے نہیں ... رہی تھیں۔ ہیری بیکر اور واڈکر وغیرہ سے بحث کر رہی تھیں۔ ... رس ونتی کو کسی قریبی ہسپتال میں پہنچایا جائے۔ میں نے رس ونتی ... "آنکھیں بند کر لو۔ اپنی بے ہوشی ظاہر کرتی رہو۔"

اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے کہا۔ "رس ونتی! میں ... ہوں کہ میری وجہ سے تمہاری یہ حالت ہوگئی۔ یقین کرو میں ... تھوڑی دیر کے لئے غافل کر کے فرار ہونا چاہتا تھا۔ میں نے ... سر پر شدید ضرب نہیں لگائی تھی۔ لیکن تم میری توقع سے ... نازک نکلیں۔ بہرحال مجھے اپنی زیادتی کی معافی مانگنا چاہئے لیکن ... منتا میرے مزاج کے خلاف ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ ... ہیں ہلکی سی ٹھیس بھی نہیں پہنچاؤں گا۔"

وہ سوچ رہی تھی۔ "میں چُپ رہوں گی۔ کسی بات کا جواب نہیں دوں گی۔"

"نہیں رس ونتی! ہم دونوں سوچ کی راہوں کے مسافر ہیں۔ ایک انسان دوسرے انسان سے اپنے دِل کی بات تو چھپا لیتا ہے۔ لیکن ہم دونوں ایک دوسرے سے اپنی سوچیں نہیں چھپا سکیں گے۔ تم انسانی فطرت کے مطابق نہ سوچتے ہوئے بھی بے اختیار سوچتی رہو گی۔ کیونکہ انسان جب تک زندہ رہتا ہے۔ اس کا دماغ سوچ سے کبھی خالی نہیں ہوتا۔"

اُس نے شکست خوردہ انداز میں پھر ایک گہری سانس لی۔ میں نے کہا۔ "بار بار گہری سانس نہ لو۔ یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ تم ہوش و حواس میں ہو۔"

"ہاں، مجھے اس طرح سانس نہیں لینا چاہئے۔ مگر میں کسی بات کا جواب نہیں دوں گی۔"

"کیا مجھ سے دشمنی برقرار رکھو گی؟"

"اونہہ!" اُس کی سوچ نے کہا۔

"دیکھو جب سے تم بیمار ہو، میں تمہاری حفاظت کے لئے وقتاً فوقتاً تمہارے دماغ میں حاضری دیتا رہتا ہوں۔"

اُس کی سوچ سے پریشانی ظاہر ہوئی۔ کیونکہ وہ بیماری کے دوران مجھے نہ چاہتے ہوئے بھی محبت سے یاد کرتی رہی تھی۔ اور میری خاطر اُس نے جھوٹ کہا تھا کہ اس کی یادداشت گم ہوچکی ہے۔ اُس نے اپنے لوگوں کی دشمنی سے مجھے بچایا تھا۔ اس کی یہ تمام حرکتیں چُغلی کھا رہی تھیں کہ اُس کا دِل میرے لئے موم ہے۔

اُس کی سوچ نے پریشان ہو کر کہا۔ "تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم اب سے پہلے میرے دماغ میں نہیں آتے تھے۔"

"چلو میں جھوٹا ہی سہی، عورت جسے دِل سے چاہتی ہے، اُس سے بھی دِل کی بات چھپاتی ہے۔ تمہارے دِل کی بات بھی چھپی رہنی چاہئے، اس لئے میں جھوٹا ہوں۔"

اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کہاں جا کر مجھ سے چھپ جائے۔ اُس نے بے بسی سے کہا۔ "تمہیں خُدا کا واسطہ۔ مجھ سے پیار و محبت کی باتیں نہ کرو۔ ابھی میں مجبور ہوں، مجھے تمہاری سہاتا کی ضرورت ہے۔ مجھے بتاؤ کہ میں یہاں کیسے آپھنسی ہوں۔"

میں نے اُسے بتایا کہ سمپت رائے اور رگھو ویر نے اس کی بے ہوشی سے فائدہ اٹھانے کے لئے وید راج کو ہلاک کر دیا۔ پھر اُسے ایک ٹیکسی میں بلیک پورٹ کی طرف لے جا رہے تھے کہ ان کی ٹیکسی سونیا کی گاڑی سے ٹکرا گئی۔ سمپت رائے اور رگھو ویر ریوالور سے دھمکی دے کر سونیا وغیرہ کو وہاں سے بھگانا چاہتے تھے۔ لیکن اچانک فائرنگ کے ذریعہ انہیں نہتا کر دیا گیا۔ باتوں باتوں میں سمپت رائے کو پتہ چلا کہ ان کے مقابلہ میں سونیا اور رومانہ ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ پچھلی سیٹ پر رس ونتی بے ہوش پڑی ہے۔ یہ سُنتے ہی سپر ماسٹر کے آدمیوں نے رس ونتی کو ٹیکسی سے نکال کر اپنی گاڑی میں ڈال دیا۔ اب اُسے قاہرہ

کے ماسٹر کے سامنے پیش کرنے لے جا رہے ہیں۔"

رس ونتی نے پوچھا۔ "تم کہاں ہو؟"

"وہیں جہاں تم نے سوچ کی آنکھوں سے مجھے ایک درخت سے الٹا لٹکتے دیکھا تھا۔"

"اچھا ملایا کے جنگل میں ہو۔"

میں نے "ہاں" کہا۔ اسی وقت ویگن کار ایک بہت بڑے ہوٹل کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ رومانہ نے کہا۔ "یہ ہسپتال نہیں ہے۔ دیکھو بات نہ بڑھاؤ، پہلے رس ونتی کو ہسپتال پہنچاؤ۔"

ہیری بیکر نے کہا۔ "اگر تم دونوں ابھی ہوٹل میں نہیں جاؤ گی تو فرہاد پھر کبھی نہیں ملے گا۔"

سونیا نے کہا۔ "ہمیں دھمکی نہ دو۔ فرہاد ہمیں ضرور ملے گا۔ پہلے اسے طبی امداد پہنچاؤ۔"

ہیری بیکر ان دونوں کی ضد پر جھنجلا گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ سونیا اور رومانہ کو ہوٹل میں چھوڑ کر اپنے دونوں ساتھیوں کو ٹھکانے لگا دے اور تنہا رس ونتی کو ماسٹر کے پاس لے جائے۔ وہ غصے سے دانت پیس کر انہیں دیکھنے لگا۔ اتنے میں چھ آدمیوں نے اس گاڑی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ وہ لوگ قاہرہ کے ماسٹر کی طرف سے سونیا کے استقبال کے لئے اسکندریہ آئے تھے۔ اُن میں سے ایک نے پوچھا۔ "ہیلو والکر! گاڑی سے اترنے میں دیر کیوں ہو رہی ہے؟"

والکر سے پہلے ہیری بیکر بول پڑا۔ "مسٹر! ہم نے رس ونتی کو پالیا ہے۔"

"رس ونتی؟ کون رس ونتی؟"

"وہ بلا جو ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور جو سابق ماسٹر کے دماغ تک پہنچ گئی تھی۔"

"مائی گاڈ!" ایک نے حیرانی اور پریشانی سے پوچھا۔ "کیا یہ اپنی ٹیلی پیتھی سے ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گی؟"

"نہیں، یہ بیمار ہے۔ فی الحال ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کھو چکی ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "انسانیت کا تقاضا ہے کہ اسے فوری طبی امداد پہنچائی جائے۔"

ایک نے کہا۔ "اسے میڈیکل ایڈ ملے گی۔ تم گاڑی سے اترو اور ہوٹل میں جاؤ۔ مسٹر ہیری! انہیں لے جاؤ۔"

ہیری بیکر نے کہا۔ "میں نے رس ونتی کو شکار کیا ہے، میں اسے مقامی ماسٹر تک پہنچاؤں گا۔ سونیا کی میزبانی تم لوگوں کا فرض ہے۔ تم انہیں ہوٹل میں لے جاؤ۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ویگن کار کا دروازہ کھلا۔ پھر دو ریوالور ہیری بیکر کی جانب اٹھ گئے۔ ایک نے کہا۔ "خبردار! اپنا ریوالور اپنی گود میں ہی رہنے دو۔ ورنہ ہم اس بھری پُری شاہراہ پر [illegible] دیں گے۔"

اس نے کھڑکی میں ہاتھ ڈال کر ہیری بیکر اور اُس کے [illegible] ریوالور لے لئے۔ دوسرے نے کہا۔ "سونیا ٹھیک کہتی ہے [illegible] کو میڈیکل ایڈ پہنچائی جائے گی۔ چلو گاڑی سے اُتر جاؤ۔"

ہیری بیکر نے گاڑی سے اترنے سے انکار کر دیا۔ سو[illegible] جانتی ہوں کہ سُپر ماسٹر اپنے وعدے کے مطابق فرہاد کو واپس [illegible] فرہاد سے اس ہوٹل میں ملاقات ہوگی تو پھر یہ ملاقات آخ[illegible] ہو سکتی ہے۔ میں رس ونتی کے ساتھ اُس وقت تک رہو[illegible] کہ کوئی ڈاکٹر اسے ہوش میں نہیں لائے گا۔"

"اچھی بات ہے۔" پہلے نے ناگواری سے کہا۔ "ہم جان[illegible] بہت ضدی ہو۔"

ویگن کار کو گھیرنے والوں میں سے چار آدمی گاڑی [illegible] گئے پھر ایک نے کہا۔ "والکر! میری کوٹھی میں چلو۔ ہم و[illegible] بلالیں گے۔"

گاڑی آگے بڑھ گئی۔ سونیا نے پوچھا۔ "تم اسے ہسپ[illegible] نہیں لے جا رہے ہو؟"

"ہم جسے اغوا کر رہے ہیں، اسے ہسپتال نہیں لے [illegible]" ہیری بیکر نے کہا۔ "مسٹر دانیال! تم مجھ پر جو زیادتی [illegible] کا جواب سپر ماسٹر طلب کرے گا۔"

"تم فکر نہ کرو، مجھے جواب دینا آتا ہے۔"

میں دانیال کی باتیں سُن رہا تھا اور اُس کے ارادے [illegible] رس ونتی نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "مجھے بتاؤ، یہ لوگ [illegible] رہے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "ایک نیا کھیل شروع ہونے والا ہے۔ [illegible] ایک شخص تمہیں اپنی کوٹھی میں لے جا رہا ہے۔ وہاں وہ [illegible] اچھے ڈاکٹر کو بُلا کر تمہارا علاج کرائے گا۔"

رس ونتی نے پوچھا۔ "کیا انسانی ہمدردی کے [illegible] کرائے گا؟"

"نہیں ۔۔۔ انسانوں کے بازار میں ہمدردی خریدنے نکلو [illegible] یہ دانیال دوغلی نسل کا آدمی ہے۔ ذرا فرصت سے اس کی [illegible] ہوگا۔ ویسے یہ فی الحال تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"کاش کہ میں ان کی زبان سمجھ سکتی۔ وہ پریشان ہو کر [illegible] کب تک ان لوگوں میں اجنبی رہوں گی۔ آخر تمہاری [illegible] ہیں، تم کب تک میرے دماغ سے چپکے رہو گے؟"

"تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ جب تک مصیبتی[illegible] ساتھ رہیں گی، میں بھی ساتھ رہوں گا بشرطیکہ تم مجھے مصا[illegible]

"تم مجھ سے باتوں میں نہ الجھو، ذرا سُنو وہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟"

میں نے تھوڑی دیر سُننے کے بعد کہا۔ "دانیال اس بات کی تصدیق کرنا چاہتا ہے کہ تم واقعی رس ونتی ہو۔ اس مقصد کے لئے وہ ہیری بیکر، سونیا اور رومانہ سے طرح طرح کے سوالات کر رہا ہے۔"

"کیا سونیا اور رومانہ تمہاری تلاش میں یہاں آئی ہیں، یا سچ مچ سُپر ماسٹر کی قید میں ہیں؟"

میں نے اُسے بتایا کہ سونیا اور رومانہ میرے ایک ہم شکل عازم سے ٹکرا گئی تھیں۔ سُپر ماسٹر کے آدمیوں نے بھی عازم کو فرہاد سمجھ کر دھوکہ کھایا ہے۔ وہ عازم کو پکڑ کر لے گئے ہیں اور اب اُسے ذہنی اور جسمانی طور پر ناکارہ بنا کر سونیا اور رومانہ کے پاس واپس پہنچانے والے ہیں۔ شاید اسی شہر کے ہوٹل المانیہ میں اس نقلی فرہاد کو واپس بھیجا جائیگا۔"

رس ونتی نے کہا۔ "یہ دونوں تمہاری محبت میں بھٹک رہی ہیں اور تم نقلی فرہاد کے ذریعہ انہیں دھوکہ دے رہے ہو۔"

"میں سُپر ماسٹر اور اس کی تنظیم کے تمام افراد کو دھوکہ دے رہا ہوں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ سونیا اور رومانہ بھی اُسے فرہاد سمجھ کے بہلتی رہیں۔ وہ دونوں عازم کو اسی شدت اور سچائی سے چاہتی رہیں گی تو سُپر ماسٹر خوش فہمی میں مبتلا ہو کر مجھ سے غافل ہو جائیگا۔"

"کیا تم ساری عمر ایسی ہی ہیرا پھیری کرتے رہو گے؟"

"میں اپنی خوشی سے نہیں کرتا۔ دشمن اور حالات مجھے مجبور کر دیتے ہیں۔"

اتنے میں گاڑی ایک کوٹھی کے احاطے میں پہنچ کر رُک گئی۔ وہ سب یکے بعد دیگرے گاڑی سے اترنے لگے۔ میں نے رس ونتی سے کہا۔ "اب تم ہولے ہولے کراہنا شروع کر دو۔"

وہ میرے مشورے پر عمل کرنے لگی۔ دو اشخاص پچھلی سیٹ پر آگے بیٹھے رہے تھے۔ اُس کے کراہنے کی آواز سُن کر دانیال نے کہا۔ "والکر! ذرا گاڑی لے کر جاؤ اور ڈاکٹر آفندی کو ساتھ لے آؤ۔ گو آن ہری اپ ۔۔۔!"

ویگن کار واپس چلی گئی۔ وہ لوگ ایک ڈرائنگ روم میں آئے۔ [illegible] ونتی کو ایک خواب گاہ میں لے جاکر آرام دہ بستر پر لٹا دیا گیا۔ میں نے [illegible] سے کہا۔ "تم آرام سے لیٹی رہو۔ میں تمہارے میزبان دانیال کی خیر [illegible] لے جا رہا ہوں۔"

دانیال کسی کمرے میں بیٹھا ٹیلی فون کے ذریعہ کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کی باتیں سمجھ میں نہ آسکیں۔ وہ کسی اجنبی زبان میں گفتگو کر رہا تھا۔ میں انتظار کرنے لگا کہ اس کی باتیں ختم ہوں تو میں اس [illegible] سوچ کی زبان بدل کر اس کے منصوبوں کو اُس کے دماغ کی تختی پر پڑھ سکوں۔ اس انتظار کے دوران ایک شخص نے آ کر اُسے اطلاع دی کہ ڈاکٹر آ گیا ہے۔

دانیال نے آنے والے کو حکم دیا۔ "ایڈی کو بلاؤ۔"

تھوڑی دیر بعد ایڈی حاضر ہو گیا۔ دانیال نے ٹیلیفون کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "ایڈی! میں رس ونتی کا سودا کر چکا ہوں۔ تم اپنے ساتھیوں کو ٹھکانے لگا دو۔ میں نہیں چاہتا کہ رس ونتی کی بات سُپر ماسٹر تک پہنچے۔ جاؤ۔ یہ کام چُپ چاپ ہو جانا چاہیئے۔"

وہ چپ چاپ چلا گیا۔ دانیال نے فون پر مزید دو چار باتیں کیں، پھر ریسیور رکھ کر بیڈ روم میں آ گیا۔ ڈاکٹر رس ونتی کے بازو میں انجکشن لگا رہا تھا۔ اُس نے دانیال کو دیکھ کر کہا۔ "یہ عورت بہت کمزور ہے۔ خون کی بے حد کمی ہے، اسے خون دینا ہوگا۔ طاقت کی دوائیں اور غذائیں خصوصی توجہ سے کھلائی جائیں۔"

دانیال نے کہا۔ "ڈاکٹر! میری اس کوٹھی میں ہی اس عورت کو خون دینے کے انتظامات کرو۔ ایک ہفتہ تک صبح و شام یہاں اس کا معائنہ کرتے رہو۔ دوائیں اور غذا ۔۔ کھلانے کے لئے یہاں نرسوں کی ڈیوٹی لگا دو۔ میں ایک ہفتہ تک تمہیں روزانہ پانچ ہزار ڈالر دیا کروں گا۔"

ڈاکٹر کا منہ حیرانی سے کھل گیا۔ دوسری طرف دانیال تجوری کا منہ کھول رہا تھا۔ وہ تجوری نوٹوں کی گڈیوں سے بھری ہوئی تھی۔ اُس نے ایک گڈی نکال کر ڈاکٹر کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ "یہ پیشگی رقم ہے۔ اپنا کام فوراً شروع کر دو۔"

ڈاکٹر نے خوش ہو کر کہا۔ "میں ابھی جاتا ہوں اور مریضہ کے جسم میں خون پہنچانے کے انتظامات کرتا ہوں۔"

دانیال تجوری بند کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میں نے صحیح فیصلہ کیا ہے۔ سُپر ماسٹر مجھے رس ونتی کی اتنی قیمت نہیں دے سکتا تھا، جتنی کہ وہ یہودی دے رہا ہے۔ اب مجھے سونیا اور رومانہ سے معاملہ طے کرنا چاہیئے۔

وہ سوچتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں سے ہیری بیکر اور اس کے ساتھی جا چکے تھے۔ سونیا اور رومانہ ڈاکٹر کا راستہ روک کر رس ونتی کی خیریت پوچھ رہی تھیں۔ دانیال نے کہا۔ "ڈاکٹر کا وقت ضائع نہ کرو۔ رس ونتی بہت جلد صحت یاب ہو جائے گی۔"

ڈاکٹر چلا گیا۔ سونیا نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "مسٹر دانیال! میں سمجھ رہی ہوں کہ تم کوئی دوسرا ہی گیم کھیل رہے ہو۔ کیا یہ دُرست نہیں ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "میں نے تمہاری چالاکی اور دلیری کی بہت سی داستانیں سُنی ہیں۔ تمہارا اندازہ درست ہے، میں اپنے اس گیم میں تمہیں شریک کرنا چاہتا ہوں۔"

سونیا صوفے پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ "آگے بولو۔"

"پہلے یہ بتاؤ یہ مِس رومانہ کون ہے؟"

"یہ بھی فرہاد کی ماری ہے۔ وہ ایک انار ہے، ہم دو بیمار ہیں۔"

www.pdfbooksfree.pk

دانیال نے اسے تاؤ دلانے کے لئے کہا۔ "کیا تم فرہاد کی محبت میں حصّہ داری برداشت کر لیتی ہو؟"

"کوئی عورت برداشت نہیں کر سکتی۔ لیکن میں رومانہ کو راستے سے نہیں ہٹا سکتی۔ فرہاد جواب طلب کرے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "بس اتنی سی بات ہے، میں اسے ٹھکانے لگا دوں گا۔"

سونیا مسکرا کر رومانہ کو دیکھنے لگی۔ وہ خود کو بہت معصوم اور سیدھی سادی سی لڑکی ظاہر کر رہی تھی۔ دانیال کی باتیں سن کر سہمی جا رہی تھی۔ سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "رومانہ! اس معصومیت کے بعد تم اپنی اصلیت ظاہر کرو گی۔ اس طرح وقت ضائع ہوگا۔ بہتر ہے کہ میں ...!"

اُس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی رومانہ اچھل کر دانیال کے سامنے دو ہاتھوں کے بل فرش پر کھڑی ہو گئی۔ سر نیچے ٹانگیں اوپر تھیں۔ جسم کمان کی طرح اتنی خوبصورتی سے خم کھایا ہوا تھا کہ دانیال اس کے بدن کے شبابی نشیب و فراز کو دیکھتا رہ گیا۔ مگر جی بھر کے دیکھنے کی حسرت رہ گئی۔ چھت سے باتیں کرنے والی ٹانگیں تڑا تڑ اس کے چہرے پر پڑیں۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گرا۔ رومانہ بدن کی محراب بناتی ہوئی ٹانگوں کے بل کھڑی ہو گئی۔ پھر دو ہاتھ تڑا تڑ اس کی گردن کے اطراف پڑے۔ وہ اپنی گردن کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر فرش پر جھکتا چلا گیا۔ جھکنے کے دوران اس نے کوٹ کے اندر ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالا۔ جھنجلا کر فائر کرنا چاہا، مگر وہ سامنے نہیں تھی۔ وہ اور زیادہ جھلاہٹ میں مبتلا ہو گیا۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا تو ایک ہی ٹھوکر میں ریوالور اُس کے ہاتھ سے نکل کر دور فرش پر چلا گیا۔

سونیا نے کہا۔ "بس اب کھیل ختم کرو۔"

لیکن دانیال بھڑک گیا تھا، اُس نے ریوالور کی طرف دوڑ لگائی۔ "ہا ہا۔ ہپ ہپ۔" وہ جمناسٹک کا کرتب دکھاتی ہوئی اس سے پہلے ریوالور کے پاس پہنچ گئی۔ پھر ریوالور کو اٹھا کر دور ایک طرف پھینکتی ہوئی بولی۔ "جاؤ اسے اٹھا لو۔"

دانیال نے جھلا کر پھر حملہ کیا۔ رومانہ کے بدن میں جیسے پارہ بھرا ہوا تھا۔ کہیں ایک جگہ ٹھہرتی ہی نہیں تھی۔ ایسی صورت میں دانیال کا حملہ ناکام ہوا تو وہ پلٹ کر ریوالور کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ "ہا ہا۔ ہپ ہپ۔ ہا ہپ۔" وہ ریوالور کے پاس پہنچ کر کھڑی ہو گئی۔ اسی وقت دانیال نے بھی وہاں پہنچ کر اسے اٹھانا چاہا۔ مگر وہ ریوالور ایک ٹھوکر کھا کر پھر دور چلا گیا۔ رومانہ بولی۔ "جاؤ اسے اٹھا لاؤ۔"

وہ دانت پیستے ہوئے اُسے دیکھنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "دانیال! تم اس طرح کبھی ریوالور کو اٹھا نہیں سکو گے۔ رومانہ سے دوستی کر لو۔"

وہ چند لمحوں تک بدستور دانت پیستا ہوا سوچتا رہا۔ "میں اس بازی گر چھوکری سے ضرور انتقام لوں گا۔ یہ مجھے بُری طرح ذلیل کر رہی ہے۔ اچھا ہوا کہ میری اس ذلت کو دیکھنے کیلئے میرا کوئی ساتھی یہاں موجود نہیں ہے۔ مجھے ذرا صبر سے کام لینا چاہیئے۔ میں یہودی چال چل کر سونیا کو اس کے خلاف بھڑکاؤں گا۔ یہ عورت ہے، عورت سے مرے گی۔"

یہ سوچنے کے بعد وہ مسکرایا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "رومانہ! تم بجلی ہو بجلی۔ ایسی تیزی اور پھرتی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ ناؤ وی آر فرینڈز ...."

اُس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ رومانہ اس کا ہاتھ ہٹا کر صوفے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ "میری دشمنی تو مہنگی ہے دوستی اس سے بھی مہنگی ہوتی ہے۔ آزمائش کے بغیر میں کسی سے دوستی نہیں کرتی۔ تم سونیا سے اپنے مطلب کی بات کرو۔"

وہ ریوالور کے قریب صوفے پر بیٹھ گئی۔ یہ بھی ایک طرح کا چیلنج تھا کہ ریوالور اس کے قدموں میں پڑا ہوا تھا اور دانیال اُسے اٹھا نہیں سکتا تھا۔ وہ پھر مسکراتا ہوا بولا۔

"ہاں سونیا! ہمیں اپنے مطلب کی بات کرنی چاہیئے۔ میرا خیال ہے تمہیں اس ذہنی مریضہ سے کوئی خاص دلچسپی نہ ہوگی۔"

"صرف انتقام لینے کی حد تک دلچسپی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "یہ تو اور اچھی بات ہے، میں اس لڑکی کو ایک یہودی کے حوالے کر رہا ہوں، وہ مجھے بیس کروڑ ڈالر دے گا۔"

سونیا نے کہا۔ "پھر تو وہ ایک یہودی نہ ہوگا، اس کے پیچھے کوئی تنظیم یا ایک حکومت ہو گی۔"

"یقیناً ہو گی۔ ہمیں تو صرف دولت حاصل کرنے سے مطلب ہے۔"

"ہمیں نہیں تمہیں ــــ تمہیں صرف دولت چاہیئے۔ مگر میں فرہاد کے دماغ سے سوچتی ہوں۔ وہ یہودیوں کا مخالف ہے۔ وہ یہ نہیں چاہیں گی کہ یہودیوں کے بچے اس ذہنی کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائیں۔"

دانیال پریشان ہو کر بولا۔ "میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اس انداز میں مخالفت شروع کر دو گی۔ دیکھو سونیا! تمہارا فرہاد بالکل ہی ناکارہ بنا کر تمہارے پاس بھیجا جا رہا ہے۔ تمہیں اپنا انتقام لینے کے لئے کسی مضبوط تنظیم کا سہارا چاہیئے۔ جب فرہاد کی یادداشت بحال ہو جائے گی، تو وہ بھی تمہارے لئے عذاب بنے گا۔ اپنے حالات پر غور کرو۔ تم بالکل تنہا ہو، تمہارے چاروں طرف دشمن ہیں۔ حتیٰ کہ یہ رومانہ بھی تمہاری آستین کا سانپ ہے۔"

رومانہ مسکرانے لگی۔ لیکن سونیا سنجیدہ تھی۔ کیونکہ وہ حقائق بیان کر رہا تھا۔ وہ سچ مچ تنہا تھی۔ رومانہ کا ساتھ اس وقت تک تھا جب تک کہ فرہاد واپس نہ مل جاتا۔ اس کے بعد فرہاد کی غرض سے دونوں عورتوں کے درمیان رسہ کشی شروع ہو جاتی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"تم درست کہہ رہے ہو۔" وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "میں بڑی اُلجھن میں ہوں۔ فرہاد سے ملنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کر سکوں گی۔"

"ٹھیک ہے فیصلے میں جلدی نہ کرو۔ یہاں اس ذہنی کا علاج ہو رہا ہے۔ میں تم دونوں کو ہوٹل المانیہ پہنچا دیتا ہوں۔ ماسٹروں کی تنظیم کا کوئی بھی فرد اگر ہیری بیکر کے متعلق پوچھے تو کہنا کہ وہ ہوٹل سے آیا تھا۔ پھر تم دونوں کو میرے حوالے کر کے چلا گیا۔ اوکے؟"

"اوکے...." سونیا اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ رومانہ نے ریوالور اٹھا کر کہا۔ "یہ ریوالور میں تمہیں ہوٹل میں واپس کر دوں گی۔ چلو۔"

وہ تینوں ڈرائینگ روم سے باہر جانے لگے۔ میں اس ذہنی کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں ایک مرد اور ایک عورت اس کی تیمارداری کے لئے موجود تھے۔ وہ بستر پر لیٹی میری واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "میں آ گیا ہوں۔"

وہ چونک گئی۔ بے چاری اب تک مجھ سے بہک رہی تھی۔ مجبور تھی کہ مجھے اپنے اندر سے نہیں نکال سکتی تھی۔ بے بسی سے بولی۔ "مجھے بتاؤ، یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟"

"تمہارا علاج کر رہے ہیں۔ تم بہت جلد اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاؤ گی۔"

"مجھے دانیال کے متعلق بتاؤ، وہ مجھ پر مہربان کیوں ہے؟"

میں نے تمام تفصیلات بیان کیں کہ بیس کروڑ ڈالر میں اُس کا سودا ہو چکا ہے۔ صحت یاب ہونے کے بعد اُسے یہودیوں کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔

"میں تو کبھی نہیں جاؤں گی۔ میرا بس چلے تو ابھی یہاں سے بھاگ جاؤں۔"

"آرام سے لیٹی رہو۔ دشمن دوست بن کر علاج کر رہے ہیں، تمہارا بھلا ہو گا۔"

وہ بے بسی سے بولی۔ "ہاں اپنی بھلائی کے لئے صبر سے علاج کرانا ہوگا۔ ابھی میرا دماغ اتنا کمزور ہے کہ خیال خوانی کی پرواز سے تھک جاتی ہے۔"

میں نے کہا۔ "ایک اور کمزوری ہے۔ وہ یہ کہ تم صرف اپنی مادری زبان جانتی ہو۔ یہاں کی اجنبی سوچوں سے کھیل نہیں سکو گی۔"

"میں اپنی اس کمزوری کو اچھی طرح سمجھتی ہوں، اسی لئے تمہاری مدد چاہتی ہوں۔"

"وہ تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اچھا اب آرام کرو، میں ہوٹل جا رہا ہوں۔"

میں اُس سے رخصت ہو کر ایسے وقت ہوٹل میں پہنچا، جب سونیا اور رومانہ کاؤنٹر کے پاس کھڑی اپنے کمروں کی چابیاں حاصل کر رہی تھیں۔ کاؤنٹر کلرک فون پر کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ اُس نے سونیا کی طرف ریسیور بڑھا کر کہا۔ "مادام یور کال۔"

سونیا ریسیور کان سے لگا کر بولی۔ "ہیلو سونیا دِس اینڈ....!"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں ماسٹر زیرا بول رہا ہوں ــ تم لوگوں نے ہوٹل پہنچنے میں اتنی دیر کیوں لگا دی؟"

وہ بولی۔ "بس یونہی ہم ذرا تفریح کے موڈ میں تھے۔ اس شہر کو تفصیل سے دیکھتے ہوئے آتے ہیں۔"

"اس شہر کو اور تفصیل سے دیکھو، مگر یہ یاد رکھنا کہ اس شہر کا ٹریفک لال بتی سے رُکتا ہے۔ اور فرار ہونے والے لہو کی لال بتی سے رک جاتے ہیں۔ اپنے لہو کو سنبھال کر رکھو۔ اسے فرار کے راستے میں بہنے نہ دو۔"

سونیا نے پوچھا۔ "طوطے دُور ہی سے بولو گے یا قریب بھی آؤ گے؟"

"آج رات میرے ہاں ڈنر پارٹی ہے، وہاں ملاقات ہو جائے گی۔"

"اور کچھ؟"

"ہاں، ڈائیننگ ہال میں جاؤ، فرہاد تنہائی سے گھبرا رہا ہے۔"

سونیا نے ریسیور کاؤنٹر مین کو واپس دیتے ہوئے پوچھا۔ "ڈائیننگ ہال کہاں ہے؟"

دانیال نے کہا۔ "میں بتاتا ہوں، آؤ۔"

وہ تینوں کاؤنٹر کے پاس سے پلٹ کر آگے بڑھے۔ رومانہ چُپ تھی۔ دانیال نے پوچھا۔ "کس کی کال تھی؟"

"ماسٹر زیرا ہمارے دیر سے آنے کی وجہ پوچھ رہا تھا۔ تم میرا جواب سُن چکے ہو۔"

وہ لفٹ میں داخل ہو گئے۔ دانیال بولا۔ "تم نے اُسے طوطا کہا تھا۔ وہ یقیناً شیر کی طرح دہاڑنے لگا ہوگا۔"

"نہیں بڑے سکون سے باتیں کر رہا تھا۔"

"تعجب ہے، وہ تو کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اس کے مزاج کے خلاف ذرا سی کوئی بات ہو تو وہ اپنے مقابل کو گیلے کپڑے کی طرح نچوڑ کر رکھ دیتا ہے۔"

"اچھا تو وحشی کی اولاد ہے۔"

لفٹ تیسرے فلور پر رُک گئی۔ وہ لوگ لفٹ سے باہر ویٹنگ روم میں آئے۔ وہاں سے نکل کر ایک کاریڈور سے گزرتے ہوئے ڈائیننگ ہال میں پہنچ گئے۔ لنچ کا وقت ہو چکا تھا۔ اور مختلف میزوں پر امیر کبیر لوگ اپنی عورتوں کے ساتھ کھاتے پیتے نظر آ رہے تھے۔ سونیا کی نظریں فرہاد کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ ایک باوردی بیرے نے پوچھا۔ "آپ لوگ کسے تلاش کر رہے ہیں؟"

سونیا نے دریافت کیا۔ "کیا یہاں مسٹر فرہاد موجود ہیں؟"

بیرے نے کہا۔ "اوہ، اچھا۔ وہ مسخرا ابھی اسٹیج پر کھڑا لوگوں

ہنسا رہا تھا۔ آپ اسٹیج کے پاس جائیں، وہ ابھی دوبارہ آئے گا۔"

سونیا، رومانہ اور دانیال تینوں آگے بڑھنے لگے۔ وہ ڈائننگ ہال سینما ہال کی طرح وسیع و عریض تھا۔ اس کی نیم تاریک فضا میں ہلکی ہلکی موسیقی ابھر رہی تھی۔ نوجوان جوڑے ایک دوسرے کے قریب جھکے ہوئے سرگوشی کر رہے تھے۔ رُومانہ کے دل کو ٹھیس لگی۔ وہ جوان تھی، کنواری تھی۔ ایک مدت سے فرہاد کی قربت کو ترس رہی تھی۔ ایسے ہی کسی رومانی ماحول میں اس کے ساتھ وقت گزارنا چاہتی تھی۔ مگر اب وہ رومانس کے قابل نہ رہا تھا۔ اچانک وہ اسٹیج پر آیا تو ہال میں قہقہے گونجنے لگے۔ رومانہ اور سونیا دونوں اسے دیکھتے ہی ٹھٹک گئیں۔

وہ بلاؤز اور اسکرٹ پہنے ہوئے تھا۔ پاؤں میں اونچی ایڑی کے سینڈل تھے۔ سر پر خوبصورت سنہری زلفوں کی وِگ تھی۔ وہ ایک ہاتھ میں پرس لٹکائے، دوسرے ہاتھ سے اپنی زلفوں کو سہلاتے ہوئے ادائیں دکھا رہا تھا۔ مختلف زاویوں سے اپنے جسم کی نمائش کر رہا تھا۔ جیسے وہ حسینۂ عالم ہو اور بڑے فخر سے اپنے حسن کا مظاہرہ کر رہا ہو۔ وہاں مردوں سے زیادہ عورتیں اُس کی اداؤں سے محظوظ ہو رہی تھیں۔

ایک عورت نے چیخ کر کہا۔ "ارے مسخرے! ہم عورتوں کی نزاکت کا مذاق کیوں اُڑا رہا ہے؟"

دوسری میز سے آواز آئی۔ "جب ہم عورتیں کبھی مرد نہیں بننا چاہتیں۔ یہ مرد ہیں جو فیشن اختیار کرتے کرتے عورت بن جاتے ہیں۔ لعنت لعنت...!"

عازم نے تلملا کر کہا۔ "اے بہنا! لعنت نہ بھیج۔ بھیجنا ہے تو اپنے میاں کو بھیج۔"

سارا ہال قہقہوں سے گونجنے لگا۔ رُومانہ کے دل میں اپنے فرہاد کیلئے درد جاگا۔ اُس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ سونیا ایک قدم آگے بڑھ کر بولی۔ "فرہاد! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

قہقہوں کی گونج میں عازم نے اس کی آواز نہیں سُنی۔ وہ اچھل کر اسٹیج پر آگئی۔ اس کے پیچھے رُومانہ بھی پہنچ گئی۔ تب عازم نے انہیں دیکھا۔ پھر دیکھتے ہی اپنے آپ میں سمٹ کر کہنے لگا۔ "ہائے، یہ دونوں حرامزادیاں پھر میرے پاس آگئیں۔ میں ان سے کیسے پیچھا چھڑاؤں۔ لوگو! مجھے بچاؤ...!"

دونوں نے اُسے دو طرف سے گھیر لیا۔ رُومانہ اس کا بازو تھام کر بولی۔ "فرہاد! پلیز تماشہ نہ بنو۔ یہاں سے چلو۔"

وہ اپنا بازو چھڑاتے ہوئے بولا۔ "اے کس مردُوے کا نام لے رہی ہو۔ میرا نام تو عازمہ فرہاد بی بی ہے۔"

اتنے میں ایک شخص اسٹیج پر آیا۔ اُس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر حاضرین کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر کہنے لگا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! یہ آدھی عورت اور آدھا مرد جو آپ کے سامنے ہے، اس کا اصل نام فرہاد علی تیمور ہے۔ یہ آج سے دو دن پہلے تک دُنیا کا سب سے خطرناک [illegible] عورتیں اس پر ہزار جان سے قربان ہو جایا کرتی تھیں۔ اب یہ جان [illegible] دو عورتیں آپ کے سامنے اسٹیج پر موجود ہیں۔ ایک کا نام سونیا [illegible] کا نام رُومانہ ہے۔ ان دونوں عورتوں میں مردانہ خوبیاں ہیں۔ یہ مر[دوں کی] طرح بڑی بے جگری سے لڑتی ہیں۔ افسوس کہ یہ جس مرد کی [دیوانی] ہیں، وہ مردوں کی فہرست سے خارج ہو چکا ہے۔"

تمام لوگ قہقہے لگانے لگے۔ ایک شخص نے اپنی جگہ سے [کہا]۔ "ہمیں یقین نہیں آتا کہ یہ آدھا مرد کبھی خطرناک بھی تھا۔ اس [کی قسمت] کیسے بدل گئی؟"

اسٹیج پر کھڑے ہوئے اناؤنسر نے کہا۔ "جیسے زمانہ بد[لتا ہے، ویسے] ہی یہ بدل گیا ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص آج ایک م[کھی] کی طرح حقیر ہے۔ ہم دُنیا کے ہر ملک اور ہر شہر میں اس کی نما[ئش کرنے] نکلے ہیں تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں کہ جو آج تخت پر ہے، کل تخ[تے پر ہوگا]۔"

تمام لوگ آپس میں ایک دوسرے سے بولنے لگے۔ [ہال میں] بے شمار مکھیوں کی بھنبھناہٹ گونجنے لگی۔ اناؤنسر نے خا[موشی کا] اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اب آپ کے سامنے دلچسپ تماشہ [ہونے والا] ہے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ بدمعاش قسم کے مرد کسی عورت [کو] چھیڑتے ہیں، پھر اُس عورت کی مدد کے لئے کوئی ہیرو وہاں [آتا ہے] اور ان بدمعاشوں سے مقابلہ کرتا ہے۔ تو حاضرین! یہاں چو[تھی] قسم کے بدمعاش فرہاد بی بی کو چھیڑنے آ رہے ہیں۔ ظاہر [ہے ساتھ] والی یہ دو عورتیں اس کی حفاظت کریں گی۔ اس طرح ایک [خونی] جنگ چھڑ جائے گی۔ یہ محض نمائشی جنگ نہیں ہوگی۔ [یاد رکھئے] کہ یہاں انسانی جسم ٹوٹتے پھوٹتے رہیں گے اور اس اسٹیج پر خون [کی ہولی] کھیلیں گے اور جو خواتین زندگی اور موت کا یہ خوفناک تماشہ [دیکھنے کا] حوصلہ نہ رکھتی ہوں، وہ ڈائننگ ہال سے باہر چلی جائیں!"

سب خاموش بیٹھے تھے۔ کوئی عورت وہاں سے نہ [اٹھی]۔ سب سونیا اور رُومانہ کو دیکھ رہی تھیں۔ شاید یہ دیکھنا [چاہتی تھیں کہ] وہ دو عورتیں بدمعاشوں کا مقابلہ کریں گی۔ یا اپنے زخم [چاٹتی ہوئی] بھاگ جائیں گی؟ بہرحال چند لمحوں کے لئے اتنے بڑے [ہال میں گہری] خاموشی چھا گئی تھی۔ اس کے بعد اناؤنسر کے کہنے [پر مختلف] قسم کے لوگ اسٹیج پر آنے لگے۔ اناؤنسر کہہ رہا تھا۔ "یہ ما[ئیکل ہے۔ یورپ] میں فری اسٹائل کا ناقابلِ شکست پہلوان... یہ جمشید ج[و] اسکندریہ کے بدمعاشوں کا بے تاج بادشاہ... یہ موٹسو مو[ٹو ہے] جاپان کا جوڈو ماسٹر..."

آخر میں ایک دُبلا پتلا سا شخص اسٹیج پر آیا۔ وہ بالکل بیما[ر] نظر آ رہا تھا۔ اناؤنسر نے کہا۔ "یہ برما کا مچھر پہلوان ہے۔ ظیر[ی] اپنے دشمنوں سے چمٹ کر رہ جاتا ہے۔"

اناؤنسر کی باتیں سُن کر لوگوں کی دلچسپی بڑھ رہی تھی۔ سونیا اور رُومانہ سمجھ گئی تھیں کہ فرار کا راستہ نہیں ہے۔ وہ فرہاد کو تماشہ بننے کے لئے وہاں چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھیں۔ وہ دونوں عازم کو دو طرف سے تھام کر اسٹیج کے ایک طرف لے گئیں۔ عازم سہما ہوا بڑبڑا رہا تھا۔ "ہائے اللہ! میری آبرو خطرے میں ہے۔ یہ عزت کے دشمن کہاں سے آگئے۔ میری لاج تیرے ہی ہاتھوں میں ہے۔"

اسٹیج پہلے سے زیادہ روشن ہو گیا۔ وہ کیمرے مختلف زاویوں سے متحرک فلم تیار کرنے کے منتظر تھے۔ اناؤنسر نے کہا۔ "سونیا! فرہاد بی بی کو اسٹیج کے درمیان لے آؤ۔ اس کے عاشق اُس سے دل بہلانا چاہتے ہیں۔"

سونیا لچکتی بل کھاتی اسٹیج کے درمیان آئی۔ "دل بہلانے کیلئے میں کافی ہوں۔ تم دل والے کو بھیجو۔"

اناؤنسر نے جاپان کے جوڈو ماسٹر کو اشارہ کیا۔ وہ جاپانی زبان میں بڑبڑاتا ہوا آگے بڑھا۔ "کیا اس عورت سے لڑنے کے لئے میں تنہا ہی رہ گیا ہوں؟"

سونیا نے اسی کی زبان میں جواب دیا۔ "فکر نہ کرو، تمہارے بعد دوسرے بھی مرنے آئیں گے۔"

جوڈو ماسٹر موٹسو موٹو نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم ہماری زبان جانتی ہو؟ آؤ ہم دونوں ہم زبان ہیں، اس خوشی میں مصافحہ کر لیں۔"

وہ مصافحہ کرتے ہی سونیا کا ہاتھ پکڑ کر جوڈو کا داؤ آزمانا چاہتا تھا۔ سونیا نادان بچی نہیں تھی۔ اُس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ مگر اسے ہاتھ پکڑنے کا موقع نہ دیا۔ موٹسو موٹو نے دوسری بار کوشش کی۔ پھر ناکام ہوتے ہی کراٹے بازی پر اُتر آیا۔ سونیا نے پہلی چوٹ کھائی۔ لڑکھڑا کر پیچھے [گئی]۔ جوڈو ماسٹر حملہ کرنے کی دُھن میں آگے بڑھا تو اس کا ہاتھ سونیا کے [ہا]تھ میں آگیا۔ پھر اُسے یکایک ایک جھٹکا لگا۔ وہ جوڈو کے داؤ سے گرتا [ہو]ا اسٹیج کے پختہ فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ "ہا۔ واہ۔ واہ...!" [کی] آوازیں چاروں طرف سے بلند ہونے لگیں۔

پختہ فرش کے باعث موٹسو موٹو کی ریڑھ کی ہڈی میں چوٹ آئی تھی۔ وہ دوبارہ نہ اٹھ سکا۔ چار آدمی اسے اسٹریچر پر ڈال کر لے گئے۔ [ا]س کے بعد فری اسٹائل کا چیمپئن مائیکل آگے بڑھا۔ اُس نے کہا۔ "لیڈیز [ا]ینڈ جنٹلمین! تمام یورپ میں میری شہرت ہے۔ میں کسی عورت سے [لڑ]نا اپنی توہین سمجھتا ہوں لیکن مجھے چیلنج کیا گیا ہے کہ میں ایک عورت [کے] مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتا۔ اگر ٹھہر گیا اور جیت گیا تو مجھے انعام [کے] طور پر ایک لاکھ ڈالر دیئے جائیں گے۔ جیتنے کے لئے شرط یہ ہے کہ میں اپنے [مقا]بل آنے والی عورت کی ہڈیاں توڑ دوں تو پھر دیکھئے کہ ہڈیاں ٹوٹنے کی [آواز] کیسی ہوتی ہے۔"

رُومانہ نے آگے بڑھ کر سونیا کے شانے کو تھپکتے ہوئے اشارے سے کہا۔ "تم پیچھے چلی جاؤ۔"

وہ پیچھے آکر عازم کے پاس کھڑی ہو گئی۔ مائیکل نے رُومانہ کے حسن و شباب کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے تمہاری جوانی پر ترس آتا ہے۔"

وہ بولی۔ "مجھے تمہاری مردانگی پر شرم آتی ہے۔"

"تم بولتی تو خوب ہو۔"

"میں تولتی بھی خوب ہوں۔"

مائیکل نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے۔ وہ پنجے سے پنجہ ملانا چاہتا تھا۔ لیکن رُومانہ کا انداز کچھ اور تھا۔ اُس نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ پھر جیسے وہ ہواؤں میں اڑنے لگی۔ "ہا۔ ہپ ہپ..." وہ دائیں سے بائیں جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی مائیکل کے چاروں طرف گھومنے لگی۔ نتیجے کے طور پر مائیکل بھی چاروں طرف گھومنے لگا کہ پتہ نہیں وہ کس رُخ سے حملہ کرے گی۔ لیکن وہ اس کا طواف کرنے کے بعد اپنی جگہ پر آکر چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔

مائیکل کسی زبردست حملہ کی توقع کر رہا تھا۔ جب کچھ بھی نہ ہوا تو وہ حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ "ہاہا۔ ہپ ہپ"... وہ قلابازی کھا کر دوسری طرف چلی گئی۔ مائیکل پھر اس کے پیچھے لپکا۔ وہ پارے کی طرح مچل رہی تھی۔ اُس کے ہاتھ آتے آتے نکل جاتی تھی۔ یہ ایسا دلچسپ تماشہ تھا کہ تماشائی تالیاں بجانے لگے۔ مائیکل نے جھنجلا کر ایک بار پھر رُومانہ کی طرف چھلانگ لگائی۔ رُومانہ فرش پر پھسلتی ہوئی اس کے نیچے سے نکل رہی تھی کہ اُلٹی قلابازی کھا کر دوبارہ کھڑی ہو گئی۔ وہ اپنے بھاری بھرکم وجود کو سنبھالتا ہوا اٹھ رہا تھا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی پر ایک ٹھوکر پڑی۔ وہ تلملا کر بیٹھے بیٹھے پلٹ گیا۔ دوسری ٹھوکر اس کے مُنہ پر لگی۔ وہ کسی شاعر کی محبوبہ کے پاؤں نہیں تھے، وہ رُومانہ کی ٹھوکر تھی اور ہتھوڑے کی طرح لگتی تھی۔ سب نے دیکھا۔ مائیکل کے ہونٹوں سے لہو کی دھار بہہ رہی تھی۔

"برے وُو...!" تمام عورتیں خوشی سے چیخنے لگیں — مرد تالیاں بجانے لگے۔

شاید اُس کا سر چکرا رہا تھا۔ وہ سر جھٹک کر سنبھلنے اور فرش پر سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ رُومانہ نے پھر ایک بار ٹھوکر ماری لیکن اس بار اُس کی ٹانگ مائیکل کی گرفت میں آگئی۔ وہ رُومانہ کو گرا کر اس کی ٹانگ پر چڑھ بیٹھا۔ ٹوئسٹ لاک لگا کر اُس کے پاؤں کی ہڈی توڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اب رُومانہ تکلیف کی شدت سے چیخ رہی تھی۔

اکثر پہلوان داؤ پیچ سے جیت جاتے ہیں۔ لڑائی میں طاقت کی ثانوی حیثیت ہوتی ہے۔ رُومانہ کچھ بھی ہو، ایک لڑکی تھی۔ ایک پہاڑ جیسے مرد کی طاقت کا جواب طاقت سے نہیں دے سکتی تھی۔ وہ ہمیشہ داؤ پیچ کے ذریعہ سبقت لے جاتی تھی۔ لیکن اس وقت مائیکل کے خطرناک داؤ میں آگئی۔ میں نے اس کی پریشانی سمجھ لی کہ وہ میری مدد کے بغیر خود

کو چھڑا نہیں سکے گی۔

میں مائیکل کی کھوپڑی میں بیٹھ گیا۔ اس کا دماغ جو اس کی جسمانی قوت کو مزید بڑھاتے رہنے کی ہدایت کر رہا تھا، وہی دماغ اب جسمانی قوت کو بتدریج گھٹانے لگا۔ مائیکل کوشش کرتا تھا کہ زور لگائے، لیکن زور لگانے کی حدیں میں نے مقرر کر دی تھی۔ وہ اس حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔

رُومانہ کے لئے اتنا ہی سہارا کافی تھا۔ اس نے کمر کی طرف سے خم کھا کر اٹھتے ہوئے اس کی گردن پر دو چار کراٹے کے ہاتھ رسید کئے۔ وہ تلملا کر گھوم گیا۔ لوگ دم سادھے یہ مقابلہ دیکھ رہے تھے۔ ایک فرش پر پڑی تھی۔ دوسرا اس کی ٹانگ پر قینچی ڈالے بیٹھا تھا۔ رُومانہ نے ایک بار پھر کمر کی طرف سے خم کھا کر اٹھتے ہوئے کراٹے کے ہاتھ دکھائے۔ وہ حملوں کو روک رہا تھا۔ پھر اچانک ہی اس کی دلخراش چیخیں سُنائی دیں۔ وہ رُومانہ کو چھوڑ کر فرش پر تڑپ رہا تھا۔ ذبح کئے ہوئے جانور کی طرح اِدھر سے اُدھر پھڑپھڑا رہا تھا۔ کچھ دیر تک کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ جب مائیکل نے تڑپنے کے دوران اپنی آنکھوں پر سے ہاتھ اٹھایا تو آنکھوں کے حلقوں سے لہو اُبل رہا تھا۔

سارے تماشائی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ سب کے سب رُومانہ کو حیرانی اور بے یقینی سے دیکھ رہے تھے۔ انہیں آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسی حسین دوشیزہ ایسی خطرناک ہو سکتی ہے حتیٰ کہ سونیا بھی اُسے حقارت سے دیکھ رہی تھی۔ کیوں کہ رومانہ ساتھی ہونے کے باوجود اس کی دشمن تھی۔ اور دشمن کی ایسی خطرناک صلاحیتوں کو کوئی پسند نہیں کرتا۔

اسٹیج پر دو چار لوگ آئے اور مائیکل کو سہارا دے کر وہاں سے لے گئے۔ لوگ رومانہ کی تعریف میں بولے جا رہے تھے۔ سونیا نے اسٹیج کے درمیان آ کر کہا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! تیسرا مقابلہ مجھ سے ہوگا۔ اس چیلنج کے ساتھ کہ میں بھی اپنے مقابل کی آنکھیں نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھ دُوں گی۔"

لوگوں کی دلچسپیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ لوگ خوش ہو کر تالی بجانے لگے۔ کسی نے کہا۔ "برما کے مچھر پہلوان کو مقابلہ کیلئے بھیجو۔" کہیں سے آواز آئی۔ "ارے وہ تو نہیں ہے۔ اسٹیج سے غائب ہو گیا ہے۔"

جاپان کے جوڈو ماسٹر اور لبنان کے فری اسٹائل چیمپئن کا حشر دیکھنے کے بعد وہ مچھر پہلوان واقعی وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ اب وہاں صرف اسکندریہ کے بدمعاشوں کا بے تاج بادشاہ جمشید جبران رہ گیا تھا۔ اُس نے آگے بڑھ کر کہا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! جب مقابلہ پر دو دشمن آتے ہیں تو کسی کی جیت کسی کی ہار ہوتی ہے۔ میرے نزدیک ان عورتوں سے صرف جیتنا ہی مردانگی نہیں ہے بلکہ ان کے حوصلوں اور صلاحیتوں کی قدر کرنا مردانگی ہے۔"

اس بات پر تمام لوگ تالیاں بجانے لگے۔ جمشید جبران نے ہاتھ اٹھا کر خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ایک گمنام بارٹی نے میرے نام ایک لاکھ ڈالر کا چیک ارسال کیا تھا اور یہ لکھا تھا کہ . . . ."

وہ جیب سے ایک کاغذ نکال کر پڑھنے لگا۔

"مسٹر جبران! تمہارے علاقہ میں ایک خطرناک عورت داخل ہو چکی ہے۔ تم اسے ہوٹل المانیہ کے ڈائیننگ ہال کے اسٹیج پر دیکھ لوگے۔ اگر تم اس عورت کو ذلیل کر کے اُسے اپنے علاقے سے نکال سکو تو یہ ایک لاکھ ڈالر کا چیک کیش ہو جائیگا۔ انہیں ذلیل کرنے کی صورت یہ ہے کہ اسٹیج پر اُس عورت سے مقابلہ کیا جائے اور اُسے شکست دی جائے۔"

اس خط کا مضمون سن کر تمام مرد عورتیں شیم شیم کہنے لگے۔ جبران نے کہا۔ "ان قابلِ قدر عورتوں کو ذلیل کرنا دلیری ہے تو دلیری پر لعنت بھیجتا ہوں۔ یہ عورتیں ہمارے ایک مسلمان بھائی کے کی بازیاں لگا رہی ہیں۔ انشاء اللہ میں ان عورتوں کے لئے جان لگاؤں گا، آج سے یہ میری پناہ میں رہیں گی۔"

یہ کہنے کے بعد اس نے سونیا سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ سونیا نے مُسکرا کر اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ رُومانہ نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا، "ہم تمہاری دوستی کی قدر کرتے ہیں۔ لیکن تم ہم سے دور رہو تو بہتر ہے۔ کیونکہ دُنیا کی ایک بہت بڑی اور خطرناک تنظیم ہمارے پیچھے پڑی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے یہاں سے جانے کے بعد وہ تمہیں پیس کر رکھ دیں۔"

اس نے کہا۔ "ہم مسلمان مہمان نواز ہوتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ دُنیا کی کون سی طاقت مجھے مہمان نوازی سے باز رکھتی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ عازم کے پاس آیا۔ پھر بولا۔ "مسٹر فرہاد! مجھے افسوس ہے کہ آپ کی یہ حالت ہو گئی ہے۔ میں یہاں کے سب سے بڑے ڈاکٹر اور سرجن سے مشورہ کروں گا۔ شاید وہ آپ کی جنس تبدیل کر سکے۔"

عازم نے ہاتھ نچا کر کہا۔ "اے خُدا نہ کرے کہ میری جنس بدلے۔ تم تو میری خوبصورتی سے جل رہے ہو۔ اے بہن سونیا! اس موئے کو دفع کرو یہاں سے۔"

سونیا نے عازم کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "چلو یہاں سے۔ تماشہ نہ بنو۔"

وہ لوگ عازم کو اسٹیج سے باہر لے جانے لگے۔ ڈائننگ ہال سے نکلتے ہی دانیال اُن کے پاس آیا۔ پھر اُن کے ساتھ لفٹ میں داخل ہو کر بولا۔ "ماسٹر زورا نے آج رات تم سب کو ٹورنا پارٹی دی ہے۔ میرا خیال ہے کہ معزز مہمانوں کے سامنے فرہاد کی نمائش کی جائے گی اور تم سب کو ذلیل کرنے کا ورائٹی پروگرام بنایا جائے گا۔"

جمشید جبران نے کہا۔ "میرے مہمان اب کسی پارٹی میں نہیں جائیں گے۔ اگر ماسٹر زورا میں زور ہے تو ان لوگوں کو میرے گھر سے نکال کر لے جائے۔ تم میرا چیلنج وہاں تک پہنچا دو۔"

وہ لوگ لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور میں آ گئے۔ پھر اُس عمارت سے نکل کر پارکنگ ایریے کی طرف جانے لگے۔ دانیال نے پوچھا۔ "مادام سونیا! ہمارے معاہدے کا کیا ہوگا؟"

سونیا بولی۔ "میں نے کہا تھا کہ فرہاد سے ملنے کے بعد اپنا فیصلہ سُناؤں گی۔ تم دیکھ رہے ہو کہ ابھی ہمیں سکون سے فرہاد کی موجودہ حالت کو سمجھنے کا موقعہ نہیں ملا ہے۔ پھر یہ کہ فیصلے میں جلد بازی کی ضرورت کیا ہے۔ ابھی تو تم رس وتی کا علاج کر رہے ہو۔ تم مجھ سے آج رات کسی وقت رابطہ قائم کرنا۔ میں اطمینان سے بات کروں گی۔"

دانیال اُن سے رخصت ہو کر عمارت کی طرف واپس چلا گیا۔ جمشید جبران کے ایک ملازم نے سونیا، رُومانہ اور عازم کے لئے کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔ جبران اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سونیا نے کار میں بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "مسٹر جبران! کیا آپ دانیال کو جانتے ہیں؟"

"ہاں، یہ پُراسرار سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔ میں اس انتظار میں ہوں کہ کبھی یہ کسی معاملہ میں مجھ سے ٹکرائے تو میں اس کی اصلیت معلوم کر دوں۔"

سونیا نے کہا۔ "یہ دُنیا کی سب سے بڑی اور خطرناک تنظیم کا ایک فرد ہے۔ یہ ماسٹروں کی تنظیم کہلاتی ہے۔ دُنیا کی ایک بہت بڑی سیاسی پارٹی کی طاقت اس تنظیم کی پشت پناہی کرتی ہے۔ ہر ملک میں ان کا ایک ماسٹر ہوتا ہے۔ یہاں کے ماسٹر زورا کا نام تو تم سن ہی چکے ہو۔"

"ماسٹر زورا سے میرا ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے۔ اُس نے مجھے ایک بار نقصان پہنچایا تھا۔ میں اُسے تین بار نقصان پہنچا چکا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے آج رات بھی وہ میرے ہاتھوں سے نقصان اٹھائے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے ڈیش بورڈ سے وائرلیس کا ریسیور اٹھایا۔ پھر اپنی زبان میں کسی سے تحکمانہ انداز میں باتیں کرنے لگا۔ اس کی باتوں کے دوران دانیال اور ماسٹر زورا کے نام سُنائی دے رہے تھے۔ باتیں ختم ہونے کے بعد رُومانہ نے اس سے پوچھا۔ "کیا آپ ماسٹر زورا سے باتیں کر رہے تھے؟"

"نہیں۔ میں نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ دانیال کی نگرانی کریں اور اس کی موجودہ سرگرمی کی اطلاع دیں۔ اس کے علاوہ ماسٹر زورا اور اس کے چمچوں کی نگرانی کریں۔"

رُومانہ اور سونیا مطمئن ہو گئیں۔ عازم اُن کے درمیان خاموش بیٹھا ہُوا تھا۔ جمشید جبران دوغلے کردار کا آدمی نہیں تھا۔ میں بھی اس کی طرف سے مطمئن ہو کر رس وتی کے پاس گیا۔ مگر اُس کا ذہن پُرسکون تھا۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں اس کے دماغ سے بھی چپ چاپ نکل آیا۔

●●

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ میرے اطراف ملایا کے جنگل کے ایک کاٹیج کا ماحول تھا۔ اس کاٹیج میں میں نے دو بدن کے ساتھ بڑی آزمائشی رات گزاری تھی۔ اُسے خوب پریشان کیا تھا۔ انہوں نے مجھے نیچا دکھانے کے لئے بارہا مجھ پر خطرناک حملے کئے تھے۔ اور ناکام رہی تھیں۔ آخر وہ اس نتیجہ پر پہنچیں کہ جب میری آنکھیں بند ہوتی ہیں تو میں ایک پُراسرار انسان بن جاتا ہوں۔ مجھ پر بیرونی حملے کامیاب نہیں ہوتے۔ البتہ آنکھ کھلنے کے بعد ایک معمولی انسان بن جاتا ہوں۔

اس وقت کاٹیج کے اندر سچویشن یہ تھی کہ میری آنکھ کھلی رہنے پر دو بدن نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ میں نے اس حملے کو کامیاب ہونے دیا۔ پھر ان کے ہاتھوں کی مار کھاتے ہی جھوٹ موٹ فرش پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔ دو بدن نے مجھے ہوش میں لانے کی کوشش نہیں کی۔ وہ سنگدل تھیں۔ مجھے ہوش میں لا کر یہ ثابت کرنا نہیں چاہتی تھیں کہ انہیں میری ذات سے دلچسپی ہے لہٰذا وہ مجھے بے ہوشی کی حالت میں چھوڑ کر سونے کے لئے چلی گئی تھیں اور میں بے ہوشی کے بہانے اب تک اسکندریہ میں سونیا، رومانہ اور رس وتی کے ساتھ وقت گزارتا رہا تھا۔

میں نے دو بدن کے خوابیدہ ذہن کو ہدایت دی تھی کہ میں انہیں بیدار کر دوں گا۔ یا پھر وہ چار گھنٹے کے بعد بیدار ہو جائیں گی۔ اسکندریہ میں مجھے وقت کے گزرنے کا احساس نہ ہُوا۔ وہاں چار گھنٹے سے زیادہ ہی وقت گزر گیا۔ اِدھر دو بدن میرے ٹرانس کا اثر ختم ہونے کے بعد بیدار ہو گئی تھیں۔ میں نے اُن کی سوچ پڑھی تو معلوم ہُوا کہ وہ جاگنے کے بعد میرے پاس آئی تھیں۔ مجھے بدستور فرش پر پڑے دیکھ کر واپس چلی گئیں۔ انہوں نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کئے۔ پھر کچن میں ناشتہ تیار کرنے چلی گئیں۔

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ دونوں کچن میں مصروفیات کے دوران میرے ہی متعلق سوچ رہی تھیں۔ سوچنے کی خاص وجہ یہ تھی کہ میں اُن کی زندگی کا پہلا مرد تھا جس کی آغوش میں آ کر انہوں نے یہ محسوس نہیں کیا تھا کہ ان سے ادھورا پیار کیا جا رہا ہے۔ دو بدن خود کو دو نہیں، ایک سمجھتی تھیں۔ باری باری قسطوں میں پیار نہیں چاہتی تھیں۔ اور کوئی بھی شخص ان دونوں کو بیک وقت سمیٹ نہیں سکتا تھا۔ باری باری ہی ہینڈل کر سکتا تھا۔ راک فیلو جیسے آہنی انسان نے بھی یہی کیا اور بُری طرح ناکام ہو کر دو بدن کو حاصل نہ کر سکا۔ میں نے کامیابی حاصل کی۔ دو بدن کے ڈبل شباب کے ساتھ تو نہ نبٹ سکا لیکن آزمائشی طور پر پیار کے پہلے مرحلہ سے فاتحانہ انداز میں گزر گیا۔

عورت ہمیشہ فاتح مرد کے متعلق ہی سوچتی ہے، اس لئے وہ

دونوں میرے متعلق سوچ رہی تھیں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ڈرائینگ روم کے غسل خانے میں چلا گیا۔ غسل وغیرہ کے دوران میں نے دو بدن کی سوچ پر حاوی ہو کر کہا۔ "وہ غسل خانہ میں ہے، مجھے الماری سے ڈاکٹر فینی کا ایک جوڑا نکال کر ڈرائینگ رُوم میں رکھ دینا چاہیئے۔"

یہ بات ان کے مزاج کے خلاف تھی۔ ان کی سوچ نے کہا۔ "میں کیا اُن کی ملازمہ ہوں۔ پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے، میں آپ ہی آپ اُس کے بارے میں سوچنا شروع کر دیتی ہوں۔"

اُن کی دوسری سوچ نے کہا۔ "اس لئے کہ وہ تمہارے جذبوں سے کھیلنے میں کامیاب رہا ہے۔ تم اسے کھو دو گی تو ایسا اور نہیں ملے گا۔"

وہ شرمانے اور مسکرانے لگیں۔ اُن کا جی چاہتا تھا کہ میرے پاس کھنچی چلی آئیں، لیکن وہی احساسِ برتری اور غرور انہیں روکتا تھا۔ وہ کسی بھی قوت کے سامنے جھکنا نہیں چاہتی تھیں۔ بچپن سے یہ بات اُن کے دماغ میں نقش ہو گئی تھی کہ وہ سب سے برتر ہیں۔ میں نے اس وقت انہیں ڈھیل دے دی۔ صرف اپنے لئے ایک جوڑا لباس منگوانے کی غرض سے اُن کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ وہ میری سوچ کے قدموں سے چلتی ہوئی الماری کے پاس گئیں۔ پھر وہاں سے کپڑے، جُرابیں اور جوتے لا کر ڈرائینگ روم میں رکھ دیئے۔ اس کے بعد کچن میں واپس چلی گئیں۔

میں نے اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگیں۔ "یہ میں نے کیا کیا؟ آخر مجھے ضرورت کیا پڑی تھی؟ میں نے اس کے کپڑے لے جا کر وہاں کیوں رکھ دیئے؟ کیا میں اُس کی دیوانی ہو گئی ہوں۔ کیا اسی کو محبت کہتے ہیں کہ بے اختیار اپنے مرد کی خدمت کرنے کو جی چاہنے لگتا ہے۔"

"نہیں، یہ محبت نہیں شکست ہے۔ میں ابھی جا کر ان کپڑوں کو باہر پھینک دُوں گی۔" یہ سوچ کر وہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی کچن سے نکلیں۔ اس وقت تک میں باتھ روم سے نکل آیا تھا اور کمرے میں بے لباس کھڑا تولئے سے بدن کو خشک کر رہا تھا۔ وہ ڈرائینگ رُوم کے دروازے پر پہنچتے ہی ٹھٹک گئیں۔ پھر ایکدم سے اُلٹے قدموں واپس چلی گئیں۔ ان کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ میری بے لباسی اندھے تیر کی طرح اُن کے تصور میں پیوست ہو رہی تھی۔

میں نے لباس اور جُوتے پہننے کے بعد کچن کا رُخ کیا۔ وہ بیڈ روم میں تھیں۔ میں نے پیٹ بھر کر ناشتہ کیا، چائے پی، پھر اطمینان سے ایک سگریٹ سلگا کر اس کے کش لگاتا ہوا بیڈ روم میں پہنچ گیا۔ وہ بستر پر کروٹیں بدل رہی تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ وہ دل کی دھڑکتی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ اُن کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"یہ ــ یہ رات والا شخص نظر نہیں آتا۔ ڈاکٹر فینی کے میک اپ میں بوڑھا لگ رہا تھا۔ اب ایک خوبرو جوان نظر آ رہا ہے۔ آخر یہ ہے کیا بلا؟ ہاں، یاد آیا۔ میں نے ایک پاسپورٹ میں اس کی تصویر دیکھی تھی۔"

اُن کے تصور میں اغوا شدہ طیارے کا سامان تھا۔ شبانہ کے سوٹ کیس سے شبانہ اور عازم کے پاسپورٹ نکل آئے تھے۔ اور عازم کے پاسپورٹ کی تصویر میری صورت ظاہر کر رہی تھی۔ وہ بولیں۔ "مجھے یاد آ گیا تمہارا نام عازم ہے۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ انہوں نے پوچھا۔ "اب تک اپنا نام کیوں چھپاتے رہے؟ پہلے ڈاکٹر فینی بنے رہے، پھر خود کو ڈبل اسٹون کہا۔ اگر میں نے تمہارا پاسپورٹ نہ دیکھا ہوتا تو تم اپنا اصل نام کبھی نہ بتاتے۔"

میں نے کہا۔ "ہو سکتا ہے میرا یہ نام بھی اصلی نہ ہو؟"

"نہیں۔ مجھے یقین ہے۔ میں نے تمہارا پاسپورٹ دیکھا ہے۔ تمہارا نام عازم اور تمہاری بیوی کا نام شبانہ ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ پاسپورٹ بھی جعلی ہو۔"

"ایں؟" وہ حیرانی اور پریشانی سے مجھے دیکھتی ہوئی بولیں۔ "کیا کسی عازم کے میک اپ میں رہتے ہو؟"

"میرے ایک چہرے کے پیچھے ہزاروں چہرے ہیں۔ دُنیا کی آنکھ میرا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکتی۔"

"تم ڈینگیں مار کر مجھے مرعوب یا متاثر نہیں کر سکتے۔"

"عورت یہ کبھی تسلیم نہیں کرتی کہ وہ اپنے سامنے والے سے متاثر ہو چکی ہے۔ کوئی بات نہیں جب تک میں تمہیں مرعوب نہ کر لوں ڈینگیں مارتا رہوں گا۔ کبھی نہ کبھی تو تم پگھل ہی جاؤ گی۔"

"بکواس مت کرو۔ میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔"

وہ اپنی کمزوری کو سمجھتی تھی کہ پگھل رہی ہے۔ میں نے اس دکھتی رگ کو چھیڑا تو وہ بگڑ گئی۔ "کیا تم بھول گئے ہو کہ میرے دو چانٹے پڑتے ہی بے ہوش ہو گئے تھے۔ اب میرا ہاتھ اٹھے گا تو تم زمین سے نہ اٹھ سکو گے۔ کیا ایڈی اور عمر سعید کا انجام یاد نہیں ہے۔"

"ہاں یاد آ گیا، میں تمہیں غصہ نہیں دلانا چاہتا، ایک دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم نے جو ولنو شرما جیسے دولتمندوں کو تہہ خانے میں قید کر رکھا ہے، انہیں آزاد کر دو۔"

دو بدن نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم تہہ خانہ کی باتیں کیسے جانتے ہو؟"

"میں... تو کچا گوشت کھلانے والے ناکام محبوب راک نیل کے متعلق بھی جانتا ہوں۔"

دو بدن کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ پھر وہ سنبھل کر بولیں۔ "میں سمجھ گئی۔ تم نے یہ تمام معلومات ڈاکٹر موزائل سے حاصل کی ہیں۔"

"تم درست سمجھ رہی ہو۔ آؤ اب ہم اُن دولتمندوں کو آزاد کر دیں جو اس وقت دُنیا کے سب سے غریب اور مجبور انسان ہیں۔"

"وہ کبھی آزاد نہیں ہو سکیں گے۔ اسی قید خانہ میں سسک سسک کر مر جائیں گے۔"

"تم عورت نہیں پتھر ہو۔ اگر حسین نہ ہوتیں تو میں تمہیں سسک سسک کر مرنے پر مجبور کر دیتا۔"

وہ غصہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ "تم ــ تمہارے جیسا مٹی کا کیڑا مجھے مرنے پر مجبور کرے گا؟"

وہ ایک دم اچھل کر میرے سامنے آ گئیں۔ میں فوراً ہی ایک قدم پیچھے چلا گیا۔ ایسا نہ کرتا تو چاروں ہاتھوں کے کراٹے میرا بھرتہ بنا دیتے۔ اتنی دیر میں میں نے اُس کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ وہ گلا گھونٹنے کے انداز میں چاروں ہاتھ اٹھا کر میری طرف بڑھیں۔ مگر میرے دائیں بائیں سے گزرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئیں۔ میں ان کے درمیان سے گزر کر کتابوں کے ریک کے پاس پہنچ گیا۔ وہ تہہ خانہ کا دروازہ تھا۔ چور دروازے کے کھلنے تک وہ پلٹ کر دوڑتی ہوئی مجھ پر حملہ کرنے آئیں۔ میں نے انہیں سوچ کی راہ سے گزارتے ہوئے چور دروازہ سے گزار کر تہہ خانے میں پہنچایا۔ پھر اس دروازے کو بند کر دیا۔

وہ پلٹ کر چور دروازے کو گھونسے مارنے لگیں۔ وہ یقیناً اس مضبوط دروازے کو توڑ سکتی تھیں۔ کیونکہ ڈبل ہارس پاور تھیں۔ میں نے اُن کی سوچ میں کہا۔ "اگر میں نے یہ دروازہ توڑ دیا تو بُرا ہوگا۔ فوجی یہاں آ جائیں گے۔ پھر ٹوٹے ہوئے دروازے سے تہہ خانے تک پہنچ جائیں گے۔"

ان کی جھنجلائی ہوئی سوچ نے کہا۔ "جہنم میں گئے فوجی۔ میں ڈبل اسٹون کو، عازم کو، میرا مطلب ہے کہ اس بہروپیئے کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے ان کی سوچ میں انہیں اباؤٹ ٹرن کر دیا۔ وہ زینے کی طرف گھوم گئیں، پھر بے اختیار زینے سے اُترتی ہوئی تہہ خانے میں جانے لگیں۔ میری مرضی کے مطابق سوچنے لگیں۔ "ٹھیک ہے میں چور دروازے کو نہیں توڑوں گی۔ تہہ خانے کے دوسرے راستے سے جنگل میں جاؤں گی۔ وہاں سے کاٹیج پہنچ جاؤں گی۔ میں اُسے وہاں چین سے رہنے نہیں دوں گی۔"

جب وہ تہہ خانے میں ذرا دُور تک چلی گئیں، تو میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ چور دروازے سے گزر کر تہہ خانے میں آیا۔ پھر دروازے کو بند کرنے کے بعد زینہ طے کرنے لگا۔ دو بدن تیزی سے قدم بڑھاتی جا رہی تھیں۔ لیکن مجھے نظر نہیں آ رہی تھیں۔ میں نے انہیں جانے دیا۔ مجھے اپنی ایک غلطی کا احساس ہُوا۔ وہ یہ کہ صبح سے اب تک دو بدن سے چھیڑ چھاڑ میں مصروف رہا اور فوجیوں کی خبر نہیں لی۔ تہہ خانے کے تاریک راستے سے گزرتے ہوئے میں نے فوجی افسر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا پھر چلتے چلتے رک گیا۔

فوجی افسر کی سوچ بتا رہی تھی کہ اُس کے سامنے میریا بیٹھی ہے۔ اور بوڑھا ڈاکٹر فینی بوگارڈ بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔ میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ڈاکٹر فینی کے دماغ میں بیٹھ کر ان لوگوں کی باتیں سُنوں۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ میں نے ہی ڈاکٹر فینی کے دماغ میں گھس کر اُسے امریکہ سے یہاں فوراً آنے پر مجبور کیا تھا تاکہ وہ اپنی بیٹی میریا سے مل کر اس حقیقت کو سمجھ لے کہ وہ گناہگار نہیں ہے۔ اگر گناہ کیا بھی ہے تو اس گناہ کی شریک میریا نہیں بلکہ ریڈ گمر کی بیٹی روزی تھی۔

بہرحال میں نے ڈاکٹر فینی کے دماغ میں جگہ بنائی اور اس کے ساتھ ہی چونک پڑا۔ ڈاکٹر کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ فوجی افسر کے خیمہ میں نہیں بلکہ ہانگ کانگ ایئرپورٹ کے وی آئی پی روم میں بیٹھا ہوا ہے۔ وہ جس طیارے میں سفر کر رہا تھا، اُس میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی تھی اس لئے سفر ملتوی ہو گیا تھا۔ اب وہ شام یا رات سے پہلے یہاں نہیں پہنچ سکتا تھا۔

میں ڈاکٹر فینی کے دماغ میں سے واپس آ کر فوجی افسر کے دماغ سے اُن کی باتیں سننے لگا۔ افسر میریا کا تعارف کراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "ڈاکٹر، کیا تم جانتے ہو کہ یہ تمہاری سوتیلی بیٹی میریا ہے۔"

نقلی ڈاکٹر فینی نے چونکنے کی ایکٹنگ کی۔ "یہ ــ یہی میری سوتیلی بیٹی ہے۔ اوہ گاڈ! میں ایک مدت سے اسے تلاش کر رہا ہوں۔ بیٹی کیا واقعی تم میریا ہو۔"

میریا سہمی ہوئی تھی۔ ایک طرف سمٹ کر بولی۔ "میں تمہاری بیٹی نہیں ہوں۔ تم میری ماں کے قاتل ہو۔ مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو۔"

نقلی ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بیٹی! کسی نے تمہیں میرے خلاف بہکایا ہے۔ میں ایک معزز ڈاکٹر ہوں۔ کسی کو قتل کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔"

فوجی افسر نے کہا۔ "میں بھی کل سے بے بی کو یہی سمجھا رہا ہوں۔ جس ایڈگر وائلن کو یہ اپنا باپ کہتی ہے، وہ ایک پُرانا مجرم تھا۔ مجھے یقین ہے کہ اس غلط آدمی نے بے بی کو بہکایا ہے۔"

میریا نے کہا۔ "میرے آنجہانی باپ کو غلط نہ کہو۔ میں اپنے پاپا کی توہین برداشت نہیں کروں گی۔"

افسر اُسے سمجھانے لگا۔ میں نے نقلی ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا۔ "اگر ایسے وقت ڈاکٹر فینی بوگارڈ یہاں پہنچ جائے تو کیا ہوگا؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "اُس کے یہاں پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ امریکہ میں ہے اور میری اجازت کے بغیر یہاں نہیں آ سکتا۔"

میں سمجھ گیا۔ وہ نقلی ڈاکٹر دراصل وہی بلیک میلر تھا جو تقریباً سات برس سے ڈاکٹر فینی بوگارڈ کو فریب دے رہا تھا۔ محض دو بدن کو حاصل کرنے کے لئے اُس نے ڈاکٹر کو اس کی بیٹی میریا سے جُدا کر دیا تھا۔ سگے باپ بیٹی کے درمیان سوتیلانہ غلط فہمیاں پیدا کر دی تھیں۔

میں ذرا فرصت کے ساتھ اس بلیک میلر سے نمٹنا چاہتا تھا۔ وہ خود ہی اس جنگل میں میرے قریب آگیا تھا۔

میریا کہہ رہی تھی۔ "مجھے کسی عیسائی مشنری میں پہنچا دیجئے۔ مگر میں اس ڈاکٹر کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

بلیک میلر نے پدرانہ شفقت سے کہا۔ "بیٹی! میں تمہیں دہشت زدہ نہیں دیکھ سکتا۔ تم جہاں خود کو محفوظ سمجھو گی۔ آفیسر تمہیں وہیں پہنچا دیں گے۔"

فوجی افسر نے کہا۔ "ڈاکٹر طمہ! ہم تمہارے اُس عجوبہ کو دیکھنا چاہتے ہیں، جو ڈبل جوئیل کے نام سے مشہور ہے۔"

بلیک میلر نے کہا۔ "میں ضرور ڈبل جوئیل سے آپ کی ملاقات کراؤں گا۔ لیکن پہلے میں اُس سے تنہائی میں ملاقات کروں گا کیونکہ وہ بہت زیادہ مہذب نہیں ہے۔ اجنبی لوگوں سے بدک جاتی ہے میں چاہتا ہوں کہ پہلے آپ کا کوئی آدمی اپنی گاڑی میں مجھے کاٹیج پہنچا دے۔"

"ہاں، ضرور۔ آئیے۔" وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے خیمہ سے باہر آئے۔

"ڈاکٹر طمہ! کل رات ہمارے جوان آپ کے کاٹیج کی طرف گئے تھے لیکن راستے سے بھٹک گئے۔ آپ اس جنگل کے الجھے ہوئے راستوں کو کیسے سمجھ لیتے ہیں؟"

بلیک میلر جواب دینے لگا۔ لیکن مجھے اُس کے دماغ سے نکل کر واپس تہہ خانے میں آنا پڑا کیونکہ دُور سرنگ میں مشعل کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ جو بتدریج میرے قریب آتی جارہی تھی۔ میں مشعل بردار کو دیکھنے کے لئے ٹھہر گیا تھا۔ پھر تقریباً بیس یا پچیس قدم کے فاصلے پر وہ نظر آگئے۔ وہاں سات فٹ کا لمبا تڑنگا راک فیلو ایک ہاتھ میں مشعل تھامے کھڑا تھا۔ وہ بے لباس تھا۔ مگر اس کے جسم پر گوریلے کی طرح اتنے لمبے لمبے بال تھے کہ اُس کا ننگا پن اُن بالوں سے چھپ گیا تھا۔ وہ بہت ہی خطرناک گوریلا نظر آتا تھا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار ایسا انسان دیکھا تھا جسے کسی طرح انسان نہیں کہا جاسکتا تھا۔ وہ ایک مکمل بے حس درندہ تھا۔

اُس درندے کے ساتھ دوبدن تھیں۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "راک فیلو! یہی وہ ذلیل آدمی ہے، جو کل رات سے میری توہین کر رہا ہے۔"

راک فیلو نے غراتے ہوئے مجھے دیکھا پھر دوبدن سے کہا۔ "ڈبل جوئیل! مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ مچھر کا بچہ تمہارے قابو میں نہیں آیا۔ تم تو ایسے دس مچھروں کو بیک وقت اپنی چٹکی میں مسل سکتی ہو۔"

وہ غصہ میں بولیں۔ "میں بکواس نہیں سُننا چاہتی۔ اگر تم مجھے دل وجان سے چاہتے ہو تو میری توہین کا بدلہ لو۔ ابھی ہمارے سامنے اسے چیر پھاڑ کر رکھ دو۔"

ڈاکٹر فیتی بوگارڈ کے عجائبات میں سے راک فیلو دوسرا عجوبہ جسمانی قوت کا یہ عالم تھا کہ ناریل کے درخت کو ٹکریں مار کر جڑ سے اکھاڑ سکتا تھا۔ اُس کے ایک بھرپور گھونسہ سے پختہ دیواریں تڑخ جاتی تھیں۔ دوبدن کی خواہش کے مطابق وہ یقیناً مجھے چیر پھاڑ کر رکھ دیتا۔ یہ سوچ کر میں نے بھاگنا شروع کیا۔ وہ گرج کر بولا۔ "تم مجھ سے تیز نہیں بھاگ سکو گے۔ رُک جاؤ۔"

اس کی آواز ایسی خوفناک اور گرجدار تھی کہ سرنگ کی دیواریں لرزتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ میں دوڑتے دوڑتے لڑکھڑا گیا۔ اس درندے کی آواز اعصاب کو کمزور کر دیتی تھی۔ میں لڑکھڑا کر گرتے گرتے سنبھل گیا۔ سُرنگ کی دیوار کا سہارا لے کر دیکھا۔ اُس نے اپنی تیز رفتاری کے متعلق درست کہا تھا۔ جنگل کے شیر کی طرح ایک جست میں کئی قدم کے فاصلے طے کرتے ہوئے میرے قریب پہنچ رہا تھا۔ میں نے اُس کے دماغ میں ایک جھٹکے سے "اونک۔ آہ۔۔۔" کہا۔ وہ اچانک ٹھٹک کر رُک گیا۔

میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "میں مشعل لے کر چلا آیا۔ میری جان اندھیرے میں بھٹکے گی۔ نہیں۔ میں اُسے مشعل دے دوں۔"

وہ فوراً ہی پلٹ کر دوڑتا ہوا دوبدن کی طرف گیا۔ مشعل ہوتی تو میں اندھیرے میں دوڑتا چلا گیا۔ دوبدن راک فیلو کو آتے دیکھ کر غصے سے بولیں۔ "تم واپس کیوں آگئے؟ وہ کہاں ہے؟"

"میں اُسے پکڑنے جارہا ہوں۔ تم اندھیرے میں رہو گی یہ مشعل دینے آگیا ہوں۔"

وہ جھلا کر بولیں۔ "گدھے کہیں کے۔ کیا تم اندھیرے میں اُس کا تعاقب کرو گے؟ تمہارے پاس طاقت ہے۔ مگر عقل نہیں ہے۔"

ایسا کہتے وقت دوبدن کے تصور میں میں آگیا۔ کیونکہ میں نے دوبدن سے کہی تھی کہ اُن کے پاس طاقت ہے مگر عقل نہیں ہے۔ راک فیلو پھر مشعل اٹھائے میری طرف دوڑتے ہوئے آنے لگا۔ میں بھاگتا ہوا سرنگ کے اس حصہ میں پہنچ گیا تھا جہاں پیری ہڈسن اور ڈان سومرو جیسے دولت مند لوگ قید کئے گئے تھے۔ اس قید خانہ کے دوسری طرف دوبدن کی خواب گاہ تھی۔ اس کے بعد وہ بڑا ہال تھا جہاں ہیرے تراشے جاتے تھے۔ میں نے آگے راستہ کھولنے کے لئے دیوار میں لگی ہوئی ایک کل کو گھمایا۔ آہنی دروازہ گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ کھلنے لگا۔ اتنے میں راک فیلو پہنچ گیا۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ جیسے ہی وہ قریب آیا۔ اُس کے ذہن کو جھٹکا پہنچا۔ وہ گرجتا ہوا دیوار سے ٹکرایا۔ اس کے ہاتھ کی مشعل اس کے جسم سے ٹکرائی۔ اس کے حلق سے پھر گرجتی ہوئی چیخ نکلی۔ جسم کے لانبے بال کئی جگہ سے جل گئے تھے۔ وہ کبھی سر کو تھام رہا تھا اور کبھی جلنے والے حصوں کو سہلا رہا تھا۔

میں اتنی دیر میں آہنی سلاخوں والے دروازے کے پیچھے جاکر اُسے بند کر چکا تھا۔ وہ جس کل کو گھمانے سے کھلتا تھا، میں نے اندر آکر اُس کل کے تار توڑ ڈالے۔ طاقتور انسان ہو یا کوئی جنگلی درندہ، سب ہی جسمانی چوٹ کو برداشت کر سکتے ہیں، مگر دماغی چوٹ سب ہی کے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ راک فیلو نے اپنے جسم پر آگ کی جلن کو برداشت کر لیا۔ لیکن جو دماغی جھٹکا میں نے پہنچایا تھا، وہ اُس کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک بوکھلاہٹ میں سر کو تھامے کھڑا رہا پھر رفتہ رفتہ سنبھلتے ہوئے اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ مشعل زمین پر گری ہوئی تھی، اُسے دیکھتے ہی یاد آیا کہ وہ اپنی محبوبہ کو خوش کرنے کے لئے کسی کو چیر پھاڑ ڈالنا چاہتا تھا اور ابھی اس کا پیچھا کر رہا تھا۔

اس نے فوراً ہی مشعل کو اٹھا کر غراتے ہوئے میری جانب دیکھا۔ میں نے آہنی سلاخوں کو تھام کر کہا۔ "ہیلو راک فیلو! تم خواہ مخواہ میرے دشمن بن گئے ہو۔ تمہیں کوئی تکلیف ہو تو بتاؤ، میں تمہارے کام آنا چاہتا ہوں۔"

اُس نے تیزی سے آکر دروازے کو ایک لات ماری۔ آہنی دروازہ لرز کر رہ گیا۔ وہ غرا کر بولا۔ "میں تمہاری ٹانگیں پکڑ کر چیر ڈالوں گا۔ پھر تمہارا کچا گوشت چبا چبا کر کھاؤں گا۔"

"بیچ بیچ۔ مگر تم تو مشعل جلا کر گوشت بھونتے آتے تھے۔"

اُس نے مشعل کو سلاخوں کے درمیان سے گزار کر حملہ کیا۔ میں نے ایک طرف ہٹ کر اُس کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ تاکہ مشعل ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ لیکن وہ سچ مچ فولاد تھا۔ اس کے ہاتھ پر میری زبردست ٹھوکر کا کچھ اثر نہ ہوا۔ مجھے مجبوراً ٹیلی پیتھی کا سہارا لے کر اس کے ہاتھ سے مشعل گرانا پڑا۔ مشعل گرنے کے بعد اُسے تعجب ہوا کہ وہ اس کے ہاتھ سے کیسے گر پڑی۔ میں نے اُسے زمین پر سے اٹھا کر کہا۔ "اب بولو کیا میں تمہارے جسم کے سارے بال جلا ڈالوں۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سلاخوں کو تھام کر دروازے کو اس کی چوکھٹ سے اکھاڑنے لگا۔ وہ فولادی دروازہ دس فٹ اونچا اور چھ فٹ چوڑا تھا۔ ایک ہاتھی ہی ایسے دروازے کو ٹکریں مار سکتا تھا لیکن میں نے شدید حیرانی سے دیکھا۔ وہ دو ہاتھوں کی قوت سے اتنے بڑے دروازے کی چوکھٹ کو اس کی جگہ سے ہلا رہا تھا۔ سرنگ کی چھت کا پلاستر اکھڑ رہا تھا۔ اوپر سے پتھر ٹوٹ کر گر رہے تھے اور وہ پتھروں کی چوٹ برداشت کر رہا تھا۔

یہ بات میری سمجھ میں آگئی کہ وہ اب کسی بھی لمحے دروازے کو اکھاڑ کر مجھ پر پھینک دے گا۔ میں نے جلتی ہوئی مشعل سے اُس پر حملہ کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ کیونکہ اُس کے سینے اور پیٹ کے بال جل گئے تھے۔ جلتے ہوئے بالوں کی عجیب سی بدبو پھیل رہی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے ان بالوں کو سہلا کر آگ بجھا رہا تھا۔ اتنے میں دوبدن وہاں پہنچ گئیں۔

انہوں نے میرے ہاتھ میں مشعل دیکھ کر سمجھ لیا کہ میرا پلڑا بھاری ہے۔ وہ غصہ سے بولیں۔ "راک فیلو! کیا یہ آدمی تمہارے قابو میں نہیں آرہا ہے؟"

راک فیلو نے طیش میں آکر چھلانگ لگائی۔ اس سے پہلے کہ میں مشعل سے دوبارہ حملہ کرتا، اُس نے ایک ہی لات میں آہنی دروازے کو توڑ دیا۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ میں فوراً ہی دُور پہنچ گیا۔ مجھے ذرا بھی دیر ہوتی تو وہ آہنی دروازہ مجھ پر آکر میرے ٹکڑے کر ڈالتا۔ تہہ خانہ کی چھت سے پتھر اور مٹی کی بارش ہو رہی تھی۔ میں مشعل تھامے دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ اتنے بڑے اور مضبوط دروازے کے اکھڑنے کے باعث گرد وغبار کی دھند چھا گئی تھی۔ مشعل کی روشنی کے باوجود ہم ایک دوسرے کو نظر نہیں آرہے تھے۔ میں اس دُھند میں آگے بڑھنے کا راستہ۔

مُطالعہ کرنے امتحان دینے اور یادداشت بڑھانے کیلئے ایک بے حد کارآمد نفسیاتی کتاب

قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ کراچی نمبر ۱

بھول گیا۔

مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ راک فیلو مشعل کی دھندلی روشنی کی سمت آ کر مجھے دبوچ لے گا۔ میں فوراً ہی مشعل کو دیوار کے ایک سوراخ میں پھنسا کر وہاں سے ہٹ گیا۔ آہستہ آہستہ دیوار سے لگ کر ایک سمت بڑھنے لگا۔ چند لمحوں بعد دوبدن کی ڈبل آواز سنائی دی "مشعل یہاں ہے۔ وہ شیطان کا بچہ یہیں ہوگا۔"

میں نے دوبدن کی کھوپڑی میں جھانک کر دیکھا۔ وہ مایوس ہو رہی تھیں کہ میں وہاں نہیں تھا۔ میں انہیں دھوکا دینے میں کامیاب رہا تھا۔ اپنی اس تدبیر پر میں مسکرایا لیکن دوسرے ہی لمحہ مسکراہٹ کافور ہو گئی۔ اس دھند میں دوسری طرف سے آنے والا راک فیلو مجھ سے ٹکرا گیا۔ "غر۔ غرر۔ رر۔ رر۔ غر۔۔۔"

اس سے پہلے کہ میں پلٹ کر بھاگتا، اس نے غراتے ہوئے مجھے ایک ہاتھ سے دبوچ لیا۔ اُف! میں اُس ایک ہاتھ کی آہنی گرفت کو کبھی نہیں بھول سکوں گا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی دراز قامت روبوٹ کے فولادی شکنجہ میں میری گردن پھنس گئی ہے اور تمام انسانی قوت اور جدوجہد کے باوجود اس سے نجات حاصل کرنا ناممکن ہے۔ میری بدبختی یہ تھی کہ زندگی میں پہلی بار میں بُری طرح بوکھلا گیا تھا اور اس بوکھلاہٹ میں ٹیلی پیتھی کو ذریعۂ نجات بنانا بھول گیا تھا۔

میں نے ایک اناڑی کی طرح اِدھر اُدھر ہاتھ مارنا شروع کر دیا۔ وہ میری بے بسی پر قہقہے لگا رہا تھا۔ "ہی ہی۔ ہاہاہاہا۔ ہی ہی۔ ہاہاہاہا۔" بڑا ہی خوفناک قہقہہ تھا۔ جیسے کوئی جن مجھے چٹکیوں میں مسل رہا ہو۔ اچانک میرے قدم زمین سے اکھڑ گئے۔ وہ صرف ایک ہاتھ سے میری گردن پکڑ کر مجھے فرش سے عرش کی طرف لے جا رہا تھا۔ آخر فضا میں بلند کرنے کے بعد اُس نے مجھے زمین پر دے مارا۔

دے مارا کا مطلب یہ ہے کہ اس نے مجھے مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ لیکن ابھی مجھے یہ داستان لکھوانے کے لئے زندہ رہنا تھا۔ میں زمین پر گرنے کی بجائے دوبدن کے اوپر آیا۔ وہ مجھے چاروں ہاتھوں سے سنبھالتی ہوئی فرش پر گر پڑیں۔ فرش پر مٹی اور پتھروں کا ڈھیر تھا۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہنے لگیں۔ اُس وقت تک میرے ہوش و حواس ٹھکانے آ گئے تھے۔

اس نے جھلا کر مجھے چار ہاتھوں کی بندش میں جکڑ لیا۔ اُن کی شیطانی گرفت بھی ایسی ہوتی تھی کہ خود کو چھڑانا ناممکن ہو جاتا تھا۔ میں نے جدوجہد نہیں کی۔ ۔ راک فیلو رقابت کی آگ میں جل رہا تھا۔

اُس نے مجھے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس بار میں نے اسے دماغی جھٹکا پہنچاتے ہوئے ایک گھونسہ منہ پر رسید کیا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑاتا ہوا آہنی دروازے کے اوپر جا گرا۔

ایسے چٹانی گوریلے کو میرا ایک گھونسہ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ دماغی جھٹکا کھا کر گرا تھا۔ دوبدن اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی مجھے حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ میرے گھونسہ کی قوت اور وزن پر حیران تھیں۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں ایسی چٹان کو گرا سکتا ہوں۔ میں نے بڑھ کر دیوار کے سوراخ سے مشعل نکالی۔ پھر قیدخانہ کی طرف جانے لگا۔ دوبدن نے چیخ کر کہا۔ "راک فیلو! بزدلوں کی طرح سر جھکائے کیوں کھڑے ہو؟"

میری طرف سے پہنچنے والا دماغی جھٹکا اس کے لئے ایک ناقابلِ فہم عذاب تھا۔ اس لئے وہ سر جھکائے اُس ذہنی اذیت سے اور خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُس نے کراہتے ہوئے کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ میرا سر پھوڑے کی طرح کیوں دکھنے لگا؟"

وہ بولیں۔ "کیا تم اپنی بزدلی کو چھپانے کے لئے باتیں بنا رہے ہو؟"

"میں بزدل نہیں ہوں۔" وہ غرا کر اس سمت بڑھنے لگا جدھر میں گیا تھا۔ دوبدن بھی اس کے ساتھ آ رہی تھیں۔ قیدخانہ کے قریب آ کر وہ مجھے دیکھتے ہی ٹھٹک گئے۔ اب راک فیلو میں پہلی جیسی طراری نہ تھی۔ اتنا تو اس کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ مجھے چھیڑتے وقت ہی اس کے بارہ بج جاتے ہیں۔ وہ مجھے گھور کر دیکھ رہا تھا۔

میں نے دوبدن سے کہا۔ "اپنے آدمیوں کو حکم دو کہ ان تالوں کو کھول کر ونود شرما، ڈان سومرو اور ہیری ہڈسن کو آزاد کر دیں۔"

وہ تینوں دولتمند قیدی آہنی سلاخوں کو تھامے ہوئے کھڑے تھے۔ ونود شرما نے خوش ہو کر کہا۔ "مسٹر عازم! نہیں نہیں مسٹر فرہاد! میں ساری دشمنی بھول گیا ہوں۔ مسٹر ڈان سومرو! مسٹر ہیری! یہ جو ہمارے سامنے کھڑا ہے، یہ بہت دلیر شخص ہے۔ طیارے میں کیسے اسی نے اسمگلروں کو بھگایا تھا۔ اب ہم یقیناً آزاد ہو جائیں گے۔"

دوبدن نے کہا۔ "بکواس مت کرو۔ یہ دلیر آدمی ابھی تمہارے سامنے تڑپ تڑپ کر مرے گا۔"

میں نے کہا۔ "میری ڈبل جان! میں تو اب بھی تمہارے لئے تڑپ کر مر رہا ہوں۔ تم تو خواہ مخواہ غصے اور غرور میں مری جا رہی ہو۔"

راک فیلو اپنی محبوبہ کی شان میں ایسے الفاظ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے اچانک ہی میرے ہاتھ پر ایک ٹھوکر ماری۔ مشعل میرے ہاتھوں سے نکل کر دوبدن کے قدموں میں پہنچ گئی۔ انہوں نے اُسے اٹھا لیا۔ دوسری طرف راک فیلو مجھے دونوں ہاتھوں سے دبوچنے کے لئے آگے بڑھا۔ اسی وقت دوبدن نے مشعل سے مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں پیچھے چلا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مشعل کی آگ راک فیلو کو چھوتی ہوئی گزری۔ وہ چیختا ہوا اپنے بالوں کو سہلاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

دوبدن جھلا کر چیخنے لگیں۔ "جانی وارڈ، رابسن! تم کہاں مر گئے؟ اِدھر آؤ۔ اس شیطان کو شوٹ کر دو۔"

تین آدمی اپنے ہاتھوں میں رائفل اور ریوالور لئے ہوئے آ گئے۔ انہوں نے سنا تھا کہ کسی شیطان کو شوٹ کرنا ہے اور وہاں بالوں سے بھرا ہوا راک فیلو ہی شیطان لگ رہا تھا۔

نے وہاں پہنچتے ہی فائرنگ شروع کر دی۔ تڑاتڑ کی آواز کے ساتھ گولیاں راک فیلو کے جسم کو چھلنی کرنے لگیں۔ وہ بڑا ہی جی دار تھا۔ گولیاں کھا کر بھی ڈولتا ڈگمگاتا ہوا آگے بڑھا۔ دوبدن نے چیخ کر کہا۔ "الّو کے پٹھو! اس پر گولی نہ۔۔۔"

میں نے دوبدن کی بات پوری نہ ہونے دی۔ ان کی سوچ کو گرفت میں لیا تو وہ میری مرضی کے مطابق کہنے لگیں۔ "ہاں ہاں، اسی پہ فائرنگ کرو منہ کیا دیکھ رہے ہو۔"

پھر ایک بار فائرنگ ہوئی۔ راک فیلو نے گرتے گرتے جانی وارڈ اور رابسن کو دبوچ لیا۔ وہ زخمی درندے کی طرح غرا رہا تھا اور دونوں کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ میں نے دوبدن کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ اپنا سر تھام کر سوچنے لگیں۔ "یہ کیا ہو گیا؟ اب ماننا پڑے گا کہ یہ عازم سچ مچ پُراسرار ہے۔ ہم نہ اس پر حملہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس کے خلاف کچھ بول سکتے ہیں۔ کچھ بولو تو وہ بات اُس کے حق میں بدل جاتی ہے۔ آہ! یہ کیا ہو گیا میرے ہی حکم سے راک فیلو پر گولیاں برسا دی گئیں۔"

یہ سوچتے ہی اُس نے ٹائیگر کو مخاطب کیا۔ اُس نے کہا۔ "یس مادام!" اس کے یس مادام کہتے ہی اس کی کھوپڑی میں میں پہنچ گیا۔ دوبدن نے میری طرف اشارہ کیا۔ "اسے فوراً شوٹ کر دو۔"

میں نے ٹائیگر کے دماغ کے ٹریگر پر انگلی رکھ کر ریوالور کی باقی گولیاں راک فیلو پر چلا دیں۔ —————— وہ بوکھلا کر دوبدن کو دیکھنے لگا۔ دوبدن پریشان ہو کر مجھے دیکھ رہی تھیں کہ آخر ساری کوششیں ناکام کیوں ہو رہی ہیں؟ اتنی گولیاں کھانے کے بعد راک فیلو جیسا پہاڑ ہمیشہ کے لئے زمین بوس ہو چکا تھا اور اس کے نیچے جانی وارڈ اور رابسن دب کر دم توڑ چکے تھے۔ ٹائیگر خالی ریوالور تھامے چپ کھڑا تھا۔

چند لمحوں تک گہرا سناٹا رہا۔ پھر میں نے آگے بڑھ کر ٹائیگر کے منہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ وہ پیچھے کی طرف گیا تو میں نے جھک کر راک فیلو کے نیچے سے جانی وارڈ کا ریوالور اٹھا لیا۔ وہ خالی تھا لیکن کسی کو یہ یاد نہ رہا تھا کہ کس نے کتنی گولیاں چلائی ہیں۔ لہٰذا میں نے خالی ریوالور سے دھمکی دی۔ "ڈبل جوئیل! میں رحم نہیں کروں گا۔ اگر زندہ رہنا چاہتی ہو تو قیدیوں کو آزاد کرنے کا حکم دو۔"

وہ بڑی دیر سے مجھے دیکھے جا رہی تھیں اور اب صحیح معنوں میں مجھ سے متاثر ہو رہی تھیں۔ انہوں نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔ "ٹائیگر! قیدیوں کو آزاد کر دو۔"

ٹائیگر نے آگے بڑھ کر مُردہ رابسن کی جیب سے چابیاں نکالیں پھر حوالات کے دروازے کھولنے لگا۔ پہلے پیرس کا سب سے بڑا صنعت کار ڈان سومرو باہر آیا۔ اُس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر! میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ میری دولت کا کوئی حساب نہیں ہے۔ آپ بتائیں کیا چاہتے ہیں؟ میں آپ کے لئے قارون کی تجوری کھول دوں گا۔"

انٹرنیشنل سی پورٹ کے ڈائرکٹر جنرل ہیری ہڈسن نے قید سے نکل کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ واقعی دلیر ہیں اور میں واقعی اتنا دولت مند ہوں کہ دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آپ کے لئے زندگی کی تمام آسائشیں مہیا کر سکتا ہوں۔"

ونود شرما باہر آتے ہی میرے گلے لگنا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے پرے ہٹا کر کہا۔ "تم مجھے فرہاد نہ کہو، یہ ڈبل جوئیل یا کہیں معلوم ہو جائے گی کہ آخر میرے کتنے نام اور کتنے روپ ہیں۔ میں عازم ہوں، مجھے عازم ہی کہو۔"

اُس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "تم جو کہو گے، میں وہی کروں گا۔ رام قسم تم لاجواب ہو۔ آگیا (حکم) کرو۔ میں اپنی ساری دولت تمہارے قدموں میں لا کر ڈال دوں گا۔ مگر اس ڈبل حرافہ کو زندہ نہ چھوڑنا۔ ان دونوں نے ہم لوگوں پر بڑے ظلم ڈھائے ہیں۔"

ڈان سومرو اور ہیری ہڈسن بھی دونوں کو گالیاں دینا چاہتے تھے۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کے لئے کہا۔ "دوستو! یہ ڈبل جوئیل بظاہر ظالم ہیں، مگر حقیقتاً مظلوم ہیں۔ انہیں مجرموں نے بگاڑ دیا ہے جیسی پرورش کی، یہ ویسی ہی بن گئیں۔ میں نے اصل مجرموں میں سے کئی کا خاتمہ کر دیا ہے، جو باقی ہیں، انہیں ہم قانون کے حوالے کریں گے۔ لیکن ڈبل جوئیل کو نہ تو قانون کے سپرد کیا جائیگا اور نہ ہی کسی طرح انتقام لیا جائیگا۔"

وہ تینوں دولتمند دوبدن سے بُری طرح خار کھائے ہوئے تھے اُسے معاف کرنا نہیں چاہتے تھے۔ میں نے کہا۔ "اگر آپ لوگ میرا احسان مانتے ہیں تو احسان کا بدلہ اس طرح اُتار دیں کہ ڈبل جوئیل کے خلاف کبھی کوئی بیان نہ دیں۔"

وہ لوگ میری اس خواہش کے آگے مجبور ہو گئے۔ انہوں نے وعدہ کر لیا کہ میری خاطر وہ ڈبل جوئیل کے خلاف کبھی انتقامی کارروائی نہیں کریں گے۔ دوبدن نے ٹائیگر کو حکم دیا۔ "جاؤ اسٹور سے ان تینوں کا سامان نکال کر لے آؤ۔ اور ان کے نہانے، کھانے اور آرام کرنے کا بندوبست کرو۔"

ٹائیگر نے ان تینوں کو اپنے ساتھ آنے کے لئے کہا۔ وہ ہچکچانے لگے۔ میں نے تسلی دی۔ "آپ لوگ بے فکر رہیں، اب کوئی آپ لوگوں کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میں تھوڑی دیر بعد ملاقات کروں گا۔"

وہ لوگ چلے گئے۔ وہاں اب دوبدن میرے سامنے تنہا رہ گئیں۔ وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے کھڑی رہیں۔ پھر مشعل اٹھائے خوابگاہ کی طرف جانے لگیں۔ میں اُن کے پیچھے چلتا ہوا خوابگاہ میں پہنچ گیا۔ وہاں دو رائفل بردار بیٹھے ہوئے تھے۔ دوبدن کو دیکھتے ہی اٹھ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ وہ غصہ سے بولیں۔ "یہ خوابگاہ تمہارے

باپ کی ہے جو آرام کر رہے ہو۔ گیٹ آؤٹ!"

وہ دونوں سر جھکا کر وہاں سے چلی گئیں۔ واقعی وہ بدن مغرور اور غصہ ور تھیں، دوسروں کو خاطر میں نہیں لاتی تھیں، کتوں کی طرح دھتکار دیتی تھیں۔ جب وہ دونوں رائفل بردار چلے گئے تو وہ مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگیں۔ اُن کا غرور کہتا تھا کہ مجھ پر بھی غصہ دکھائیں مگر صبح سے اب تک بار بار غصہ دکھانے کا نتیجہ دیکھتی آ رہی تھیں، اس لئے جھکے ہوئے انداز میں بستر پر بیٹھ کر آہستگی سے بولیں۔

"مسٹر! میرا سر دکھ رہا ہے۔ خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو؟ میں تمہیں کس نام سے پکاروں۔؟"

میں نے کہا۔ "ابھی اتنی مظلوم بن کر نہ پوچھو۔ پہلے مجھے زیر کرنے اور ذلیل کرنے کی آخری حد تک کوششیں کر ڈالو۔ جب یقین ہو جائے کہ میں تم پر حکومت کرنے کے لئے پیدا ہوا ہوں تو پھر میں..."

وہ چاروں مٹھیاں بھینچ کر بولیں۔ "مجھ پر کوئی حکومت نہیں کر سکتا۔ میں یقیناً تمہیں زیر کروں گی۔ مگر پہلے تمہیں جاننا اور پہچاننا چاہتی ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

میں نے جواب دیا۔ "تم صرف دو ہو، میں اپنے اندر بے شمار ہوں۔ کہاں تک سنو گی، کہاں تک سناؤں گا، بہتر ہے کہ میرے متعلق سوچنا چھوڑ دو، ورنہ یہ سوچیں تمہیں عشق کی منزل تک پہنچا دیں گی۔"

"میں لعنت بھیجتی ہوں عشق و محبت پر۔ مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ تم خوش نصیب ہو کہ میں تم سے سیدھے منہ بات کر رہی ہوں، اس لئے سیدھی طرح میرے سوال کا جواب دو۔"

میں نے ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھ کر گول گھومتے ہوئے کہا۔ "آل رائٹ۔ سوال کرو۔"

وہ میرے اس اسٹائل پر پیچ و تاب کھا کر رہ گئیں۔ بڑے صبر و ضبط سے بولیں۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

میں نے اپنا نام عازم بتایا۔ انہوں نے پوچھا۔ "میں کیسے یقین کروں۔ وہ ونو دت تو تمہیں فرہاد کہہ رہا تھا۔"

"میرے ساتھ رہو گی تو ایسے ہی نت نئے نام سنتی رہو گی۔ حقیقت میرے پاسپورٹ سے ظاہر ہے کہ میرا نام عازم ہے۔"

"تم نے خود ہی کہا تھا کہ وہ پاسپورٹ جعلی بھی ہو سکتا ہے۔"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ جب مجھے روپ بدلنے کی ضرورت پیش آئے گی تو یہ پاسپورٹ جعلی ہو جائیگا، کوئی دوسرا پاسپورٹ اصلی بن جائیگا۔ تم اصلی اور نقلی کے چکر میں نہ پڑو۔"

ان دونوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح میری پٹائی کریں۔ وہ آگے بڑھ کر حملہ کرنا اور اس کے بعد شرمندہ ہونا نہیں چاہتی تھیں۔ انہوں نے کچھ دیر گھورتے رہنے کے بعد کہا۔ "تم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ تم کوئی پُراسرار علم جانتے ہو۔"

"میں انکار کروں گا کیونکہ میں کوئی پُراسرار علم نہیں جانتا ہوں۔ اکثر یہ دیکھا ہے کہ میرے بُرے وقت میں مجھے کہیں سے پُراسرار مدد ہوتی ہے۔ جیسا کہ تم بھی دیکھ چکی ہو۔"

وہ مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتی ہوئی میرے سچ اور [illegible] کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "مجھے ایک نجومی نے کہا [illegible] تم نجومی سمجھتی ہو؟ یا مسمٹ؟"

وہ بولیں۔ "ہاں میں نے سُنا ہے کہ ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر ماضی اور مستقبل کی باتیں بتا دیتے ہیں، جو سچ ہوتی ہیں۔"

"تم نے ٹھیک سُنا ہے، ایسے ہی ایک نجومی نے میرا ہاتھ دیکھ کر کہا 'بیٹا عازم! تم پر ایک کنواری بلا حد درجہ مہربان ہے۔ جب تک تم کنوارے رہو گے، وہ کنواری بلا بُرے وقت میں تمہاری مدد کرتی رہے گی۔'"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم کنوارے نہیں ہو، تمہاری بیوی کا نام شیبا [illegible]"

"بے شک وہ میری بیوی ہے۔ میں ہنی مون منانے نکلا تھا، یہاں آ کر پھنس گیا۔ یہاں پریشانی کے عالم میں وہ مجھ سے بچھڑ گئی اور [illegible] پھر کنوارا ہی رہ گیا۔ میری سچائی اس طرح بھی ثابت ہوتی ہے کہ [illegible] اب تک کنوارا ہوں۔ اسی لئے وہ کنواری بلا میری مدد کر رہی ہے۔"

"اگر تمہارا کنوارا پن ختم ہو جائے تو؟"

"تو پھر وہ کنواری بلا مجھ سے ناراض ہو جائے گی۔ پھر کبھی میری [illegible] نہیں کرے گی۔ اس لئے میں کسی عورت کو موقعہ نہیں دیتا کہ وہ میرے [illegible] سے کھیلے۔ میں اپنی بھلائی کی خاطر ہمیشہ کنوارا رہوں گا۔"

یک بیک وہ مسکرانے لگیں۔ پھر دونوں بدن ہاتھ اٹھا کر انگڑائیاں لینے لگے۔ بدن کی کلیاں چٹکنے لگیں۔ انگڑائیوں کی اٹھان پر [illegible] مغرور زلیخا ہونے لگی۔ وہ جوانیاں جذبوں کی سیج پر سج رہی تھیں [illegible] سپرنگ کی مانند کروٹیں بدل رہی تھیں۔ پھر انہوں نے بستر سے اٹھ کر پلیئر کو آن کیا۔ ہلکی ہلکی موسیقی جذبوں کو ہوا دینے لگی۔ وہ دونوں [illegible] کے انداز میں چلتی ہوئی دروازے کے پاس گئیں، پھر اسے اندر سے بند [illegible] وہ دھیرے دھیرے پُراسرار ارادوں کو گرما رہی تھیں۔

فرہاد تو کبھی ایک ہی تیر سے بچ نہیں پاتا۔ وہاں تو بیک وقت [illegible] چل رہے تھے اور کون کافر ایسے وقت سنبھلنا چاہتا ہے۔ میں نے دا[illegible] کا اظہار کیا۔ "یہ تم نے دروازہ کیوں بند کر دیا؟ میں سمجھ رہا ہوں [illegible] ارادے اچھے نہیں لگتے۔"

وہ کہنے لگیں۔ "عازم! کل رات میں گلدان اٹھا کر تمہارا سر [illegible] چاہتی تھی۔ مگر اچانک ہی میرا ارادہ بدل گیا۔ میں اُسی گلدان [illegible] سے تمہیں سنوارنا چاہتی ہوں۔ یقیناً وہ کنواری بلا چاہتی تھی کہ [illegible] تمہارے قریب آؤں۔ تم انکار نہیں کر سکتے کہ تم نے بھی مجھے اس [illegible] چُوما تھا۔ پھر اب کیوں گھبرا رہے ہو؟"

میں نے کہا۔ "مم۔ مگر چومنا اور بات ہے۔ اور یہ۔ یہ اور بات ہے۔ مم میں کنوارا رہوں گا۔"

وہ مسکراتی ہوئی بولیں۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ راک فیلو کو شکست دینے والا دلیر آدمی ایک عورت سے واقعی گھبرا رہا ہے۔"

"ارے تم ایک ہو...؟" میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

ویسے آنکھ بند کرتے ہی سوچ کی اسکرین روشن ہو گئی۔ وہ دونوں رقص کے انداز میں قیامت جگاتی میری ریوالونگ چیئر کے قریب آ رہی تھیں، پھر اُن کی آواز سنائی دی۔ "آنکھیں کھولو۔ اگر ہمیں نہیں دیکھنا چاہتے تو نہ سہی۔ میں کرسی اُدھر گھما دیتی ہوں۔"

اُس نے ریوالونگ چیئر کو دوسری طرف گھما دیا۔ میں نے آنکھ کھول کر دیکھا تو دوسری طرف اُن میں سے دوسری کھڑی تھی۔ بھڑکتے ہوئے شعلے جیسی جوانی کو عین نگاہوں کے سامنے دیکھ کر دل کی دھڑکنیں پاگل ہو گئیں۔ میں نے ریوالونگ چیئر کو گھمایا۔ اُدھر اُن میں سے ایک کھڑی تھی اور اسی انداز میں جوانی کی سوغات پیش کر رہی تھی۔

پھر میں اچانک فضا میں بلند ہو گیا۔ دونوں طرف سے چار ہاتھوں نے مجھے کرسی پر سے اٹھا لیا تھا۔ جیسے دلہن کو بازوؤں میں اٹھا کر سیج تک لایا جاتا ہے، اُسی طرح انہوں نے مجھے بستر پر لا کر پٹخ دیا۔ میں نے گڑگڑا کر کہا۔ "اے کنواری بلا! میری مدد کر۔ میں تجھے ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ میں کنوارا رہنا چاہتا ہوں۔"

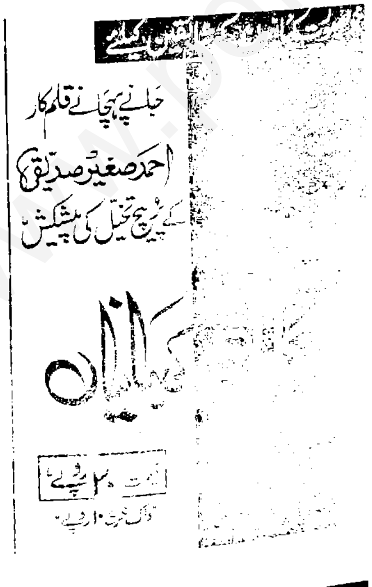

وہ دونوں پسینے میں بھیگی بھیگی پڑی تھیں۔ آندھی کے بدن تھک کر چور ہو گئے تھے۔ اُن کے چہروں کی رنگت اُڑی اُڑی سی تھی۔ لیکن وہ بہت خوش تھیں۔ زندگی میں پہلی بار بالکل نئی، بالکل انوکھی مسرتوں کا چسکا لگا تھا۔ وہ خمار آلود نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھیں اور سوچ رہی تھیں۔ اگر میں اسے مار ڈالتی تو یہ تمام مسرتیں بھی مجھے ملنے سے پہلے مر چکی ہوتیں۔ میں نادان ہوں، جو میری جوانی کا مالک و مختار ہے میں اُس سے دشمنی کر رہی تھی۔ ہائے یہ کیا ہے؟ اتنی دیر تک میرے اندر کیا سحر پھونکتا رہا۔ میں تو اس کے قدموں کی خاک ہو گئی ہوں...

میں ایک سگریٹ لے کر اس کے کش لینے لگا۔ میری پُشت ان کی طرف تھی۔ وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پیچھے آئیں، پھر میرے دونوں شانوں پر اپنا اپنا سر ٹیک دیا۔ میرے اِدھر بھی وہ لگی ہوئی تھی، اور میرے اُدھر بھی وہی لگی بیٹھی تھی۔ سامنے الماری کے قدآدم آئینے میں ہم تینوں نظر آ رہے تھے۔ اُن کے چاروں ہاتھ مجھے اِدھر اُدھر سے چھو رہے تھے، سہلا رہے تھے، یقین کر رہے تھے کہ میں نے ہی انہیں فتح کیا ہے۔

پھر وہ دونوں التجا آمیز لہجے میں بیک زبان بولیں۔ "اب تو بتا دو کہ تم کون ہو؟"

ان کی التجا میں بڑی گہرائی۔ بڑا تجسس تھا۔ وہ میری اصلیت جاننے کے لئے بے چین تھیں۔ کہہ رہی تھیں۔ "ہم حیران ہیں کہ تمہارا پیار مجھے آدھا کیوں نہ لگا۔ وہ راک فیلو جب بھی مجھے پیار کرنا چاہتا تھا تو مجھے غصہ آ جاتا تھا کیونکہ وہ مجھے مکمل پیار نہیں دے سکتا تھا۔ میں تشنگی محسوس کرتے ہی اس سے لڑ پڑتی تھی۔ مگر تم کیسے جادوگر ہو کہ تشنگی کا احساس ہی نہ ہونے دیا۔ مجھ پر ایک عجیب نشہ سا طاری ہو گیا تھا۔ کچھ ہوش نہ رہا تھا۔ جی چاہتا تھا تم ظلم کرتے رہو اور میں ظلم سہتی رہوں۔"

وہ بولتی رہیں، میں سگریٹ کے کش لگا کر سنتا رہا۔ انہوں نے پوچھا۔ "تم خاموش کیوں ہو؟ کیا مجھ سے خوش نہیں ہوتے؟"

میں نے سگریٹ کو بجھا کر کہا۔ "تم نے تو ایسا خوش کیا ہے کہ کوئی سنگی حسینہ اس طرح خوش کر ہی نہیں سکتی تھی۔ میں تمہارے ڈبل پیکس کو کبھی نہ بھلا سکوں گا۔"

"تو پھر چپ کیوں ہو؟ جب میں نے خود کو تم سے نہیں چھپایا تو تم اپنی اصلیت مجھ سے کیوں چھپا رہے ہو؟"

"میری اصلیت یہی ہے۔ جو تمہارے سامنے ہے۔"

"وہ تو ہے۔ مگر تم پُراسرار ہو۔ راک فیلو جیسی قوتوں کو کچلنے اور مجھ جیسی ناقابلِ شکست عورت کو [illegible] منہ چڑھانے والے ہو۔ عورت کسی مفرور سے نہیں [illegible] زندگی سے [illegible]۔ البتہ یہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں کوئی پُراسرار نہیں ہوں، بلکہ کوئی پُراسرار قوت بُرے وقتوں میں میرے کام آتی ہے۔"

"یعنی وہ کنواری بلا؟"

"ہاں، اب تک تو میں یہی سمجھتا رہا ہوں۔ اب جبکہ میں کنوارا نہیں رہا ہوں تو آئندہ دیکھوں گا کہ وہ کنواری بلا میری مدد کرے گی یا نہیں؟"

وہ سوچنے لگیں۔ میں نے کہا۔ "میری پُراسراریت کو آزمانا چاہتی ہو تو پھر ایک بار دشمن بن کر حملہ کرو۔"

وہ دونوں میرے گلے کا ہار بنتے ہوئے بولیں۔ "اب تو ہم مر بھی جائیں، تب بھی تم سے دشمنی نہیں کر سکیں گی۔"

ان دونوں کا بوجھ کوئی ہیوی ویٹ لفٹنگ چیمپئن ہی اٹھا سکتا تھا۔ جیسے ہی وہ میرے گلے کا ہار بنیں، میں ان کے بوجھ تلے چاروں شانے چت ہو گیا۔

وہ بڑی پُرکشش تھیں۔ ایسی خوبصورت بلا تھیں کہ جوانی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کر دونوں کو سمیٹ لیا۔ پھر ایک بار بہکنے کا خوفناک ارادہ تھا لیکن اچانک ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔

ہم تینوں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ جامہ سے باہر تھے جامہ کے اندر آنے لگے۔ پھر ایک بار دستک سنائی دی۔ دوبدن غصّے سے گرج کر بولیں۔ "یُو نان سنس۔ اسٹاپ ناکنگ۔ کون ہو تم؟ کیا چاہتے ہو؟"

باہر سے آواز آئی۔ "بیٹی جوئیل! میں ڈاکٹر فینی ہوں، تم سے ملنے کی خاطر امریکہ سے آیا ہوں۔"

بے اختیار میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ بلیک میلر ڈاکٹر فینی کے میک اپ میں یہاں چلا آیا تھا۔ دوبدن نہیں چاہتی تھیں کہ ہماری رُومان پرور تنہائی میں کوئی آئے۔ وہ ناگواری سے بولیں۔ "ابھی میں آرام کر رہی ہوں، شام کو ملاقات کروں گی۔"

بلیک میلر کی آواز آئی۔ "بیٹی! یہ آرام کا وقت نہیں ہے — اوپر فوجیوں نے اپنا جال بچھا رکھا ہے۔ ہم سب کسی وقت بھی قانون کی گرفت میں آ سکتے ہیں۔ جلدی دروازہ کھولو۔ ہمیں اپنے بچاؤ کی تدبیر کرنی ہے۔"

دوبدن نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "مجبوری ہے، دروازہ کھول دو۔ دیکھیں یہ کیا کہتا ہے۔"

وہ دروازے کی طرف جانے لگیں۔ میں نے پہلے ہی بلیک میلر کی سوچ سے معلوم کر لیا تھا کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ پانچ مسلح جوان تھے۔ دروازہ کھلا تو وہ سب بلیک میلر کے پیچھے خوابگاہ میں چلے آئے۔ میں ریوالونگ چیئر پر آکر بیٹھ گیا۔ دوبدن غصے سے کہہ رہی تھیں "تم سب اندر کیوں آئے ہو؟ نان سنس۔ گیٹ آؤٹ ....!"

جواب میں پانچوں آدمیوں نے اپنے اپنے ریوالوروں کا رُخ دوبدن کی طرف کر دیے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ چیخنے لگیں۔

بلیک میلر نے کہا۔ "بے بی! تم یہاں کی مالکہ ہو۔ جیسے کہ تم غصّے کی تیز ہو، اس لئے تمہیں خاموش رکھنے کے لئے ریوالور نکالے گئے ہیں۔ تم اطمینان سے بیٹھ جاؤ، تو یہ لوگ اب بھی تمہارے غلام بن کر رہیں گے۔"

وہ غصے سے بولیں۔ "نہیں پہلے ان سے ریوالور ہٹانے کے لئے کہو، میں آرام سے بیٹھوں گی۔"

بلیک میلر نے انہیں اشارہ کیا۔ ان پانچوں نے اپنے اپنے ریوالور جیب میں رکھ لئے۔ دوبدن ناگواری سے پلٹ کر پلنگ کی طرف آئیں۔ بیٹھ گئیں۔ اس دوران میں ان پانچوں ماتحتوں کی آنکھوں میں جھانک کر ان کے دماغوں تک پہنچتا رہا۔ بلیک میلر نے سب سے پہلے مخاطب کیا۔

"ہیلو مسٹر! تم کون ہو؟"

میں نے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "ڈاکٹر! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا تم مجھے نہیں پہچان رہے ہو؟"

وہ ناگواری سے بولا۔ "میں تمہیں نہیں جانتا۔ اپنا تعارف کراؤ۔ بے بی! یہ کون ہے؟"

دوبدن نے کہا۔ "یہ مسٹر عازم! میرے دوست ہیں۔"

بلیک میلر نے خوش دلی سے کہا۔ "پھر کوئی بات نہیں۔ یہ ہمارے بھی دوست ہیں۔"

لیکن میں اس بلیک میلر کو ذہنی پریشانیوں میں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔ "لیکن ڈاکٹر! یہ کیا مذاق ہے۔ تم نے میری خدمات حاصل کیں۔ مجھے جاسوسی کے لئے یہاں بھیجا تاکہ میں بلیک میلر کے قبضے سے تمہارے سے ثبوت حاصل کر کے اسے ضائع کر دوں، اور اب تم مجھے نہیں پہچان رہے ہو۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے مجھے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا، تو یہ کوئی پرائیویٹ جاسوس ہے۔ ڈاکٹر فینی نے میرے خلاف اس کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اگر میں اسے پہچاننے سے انکار کر دوں گا تو یہ پول کھل جائے گا کہ میں ڈاکٹر فینی نہیں ہوں اور اس تہہ خانے کے لوگ ڈاکٹر فینی کو اپنا سربراہ سمجھتے ہیں۔ اگر میرا میک اپ اُترے گا تو میرے ماتحت مجھے سمجھ کر دشمن بن جائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "ڈاکٹر! میں سمجھ گیا!"

وہ غصّہ اور گھبراہٹ سے بولا۔ "کیا سمجھ گئے ہو؟"

میں نے اس کی مشکل آسان کرنے کے لئے کہا۔ "دراصل سیکرٹری نے میری خدمات حاصل کی تھیں۔ میری ایک تصویر تمہیں دکھلانے گیا تھا۔ تاکہ تمہیں میری خدمات کا علم ہو جائے اور اس کے ذریعہ تم مجھے پہچان سکو۔"

بلیک میلر نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اب سمجھا جاسوس ہو۔ سیکرٹری سے تمہاری تصویر گم ہو گئی تھی، اس لئے میں تمہیں پہچان نہ سکا۔ سیکرٹری نے کیا نام بتایا تھا تمہارا؟"

وہ خواہ مخواہ میرا نام یاد کرنے لگا۔

میں نے کہا۔ "میرا نام عازم ہے۔"

اس نے کہا۔ "رائٹ۔ اب سب کچھ یاد آ گیا۔ میں تم سے ابھی باتیں کروں گا۔ ہاں جوئیل! میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں، یہ تباہی کیسی پھیل گئی ہے۔ میں فوجی گاڑی میں بیٹھ کر کاٹیج تک آیا تو وہ کھلا ہوا تھا۔ حالانکہ اسے مقفل ہونا چاہیئے تھا۔ فوجی میرے ساتھ اندر آ گئے۔ وہاں کچن کے برتنوں کو دیکھ کر فوجیوں نے کہا کہ ابھی وہاں کچھ لوگ موجود تھے — ان لوگوں نے ناشتہ کیا ہے، چائے پی ہے۔ میں نے اُن لوگوں کی تسلی کے لئے تمہیں آوازیں دیں۔ کاٹیج کے اندر اور باہر تمہیں تلاش کیا، پھر یہ خدشہ ظاہر کیا کہ طیارے کو اغوا کرنے والے مجرم شاید تمہیں پکڑ کر لے گئے ہیں۔ فوجیوں نے میری تائید کی۔ پھر ہم سب تمہیں تلاش کرنے جنگل میں نکل گئے۔ وہاں جنگل کی بھول بھلیوں میں میں اُن سے پیچھا چھڑا کر دوبارہ کاٹیج میں آیا۔ کاٹیج کے چور دروازے سے یہاں آتے وقت میں نے زینے کے پاس ایلڈی اور عمر سعید کی لاشیں دیکھیں، انہیں کس نے ہلاک کیا ہے؟"

"میں نے...!" دوبدن نے جواب دیا۔ "تم نے راک فیلو، جانی وارڈ اور رابسن کی بھی لاشیں دیکھی ہوں گی۔ وہ غلطی سے مارے گئے ہیں، اور کچھ؟"

بلیک میلر نے پوچھا۔ "ڈاکٹر موزائل کہاں ہے؟"

میں نے ریوالونگ چیئر پر گھومتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر موزائل کو [illegible] موت کی نیند سُلا دیا ہے۔"

"کیوں؟" اس نے مٹھیاں بھینچ کر چیختے ہوئے پوچھا۔

"اس لئے ڈاکٹر کہ وہ ڈاکٹر موزائل آپ کا بدترین دشمن اور بلیک میلر کا خاص آدمی تھا۔"

بلیک میلر نے بے بسی سے ہونٹ بھینچ کر مجھے دیکھا۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ اس شخص کو فوراً قتل کر دینا چاہیئے۔ لیکن اس سے پہلے ڈبل جوئیل کو اعتماد میں لینا ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ میرے قابو سے باہر ہو جائے، راک فیلو جیسا تجربہ تو ختم ہو چکا ہے، میں اس ڈبل تجربہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا۔

وہ غصہ ضبط کرتے ہوئے بولا۔ "جوئیل! میں تم سے تنہائی میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "میری تنہائی صرف عازم کے لئے ہے۔ اگر عازم کی موجودگی میں باتیں کرنا چاہتے ہو تو اپنے آدمیوں کو باہر بھیج دو۔"

وہ جبراً ہنستے ہوئے بولا۔ "بے بی! راک فیلو جیسا زندہ تمہاری [illegible] میں نہ ٹھہر سکا۔ یہ عازم جیسے لوگ تو تمہاری ایک پھونک میں اُڑ جائیں گے۔ بہتر ہے کہ اب اپنی جوانی کی سیج سجانے کی ناکام کوشش [illegible]۔ وقت ضائع ہوگا۔"

دوبدن کو بچپن سے یہ نہیں سمجھایا گیا تھا کہ جنسی تعلقات کی باتیں شرمناک ہوتی ہیں۔ عورتیں غیروں کے سامنے ایسی باتیں نہیں کرتیں۔ لیکن وہ بے باکی سے بولیں۔ "فار یور انفارمیشن یہ عازم بڑی کامیابی سے میری جوانی کا شہنشاہ بن چکا ہے۔ ابھی بڑا مزہ آیا تھا۔ ابھی ہم دونوں ...!"

میں نے اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ میں نے انہیں بولنے سے نہیں روکا۔ وہ دونوں بے شرم نہیں تھیں، اس لئے کہ انہیں شرم و حیا کا سبق کبھی پڑھایا ہی نہیں گیا تھا۔ بلیک میلر حیرت سے منہ کھولے میرا منہ دیکھ رہا تھا۔ وہ اور ڈاکٹر موزائل ایک عرصہ سے کوششوں میں مصروف تھے کہ کسی طرح ڈبل جوئیل کے بطن سے اُن کی طرح عجیب و غریب بچے پیدا کرائے جائیں۔ لیکن ڈبل جوئیل کسی مرد کو برداشت نہیں کرتی تھیں۔ حتیٰ کہ راک فیلو جیسے پہاڑ کو پسند کرنے کے باوجود اس لئے رد کر دیا تھا کہ اس کا پیار ادھورا ہوتا تھا۔ وہ بے چارہ ڈبل جوئیل کے دونوں بدن کو باری باری ہی ہینڈل کر سکتا تھا۔ اور وہ اس طرح تشنگی محسوس کرتی تھیں۔ راک فیلو کو بھی اپنے قریب نہیں آنے دیتی تھیں۔

بلیک میلر دیکھ رہا تھا کہ ڈبل جوئیل بہت خوش ہیں، وہ میری تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہی تھیں، اس نے سمجھ لیا کہ وہ دوبدن کو میرے خلاف بہکا نہیں سکے گا۔ اب یہی صورت رہ گئی تھی کہ مجھے بڑی سہولت سے موقع دیکھ کر ہلاک کیا جائے۔ اس نے جبراً خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"بے بی! یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ تمہیں ایک جیون ساتھی مل گیا۔ آج سے ہم سب عازم کو اپنا آقا کہیں گے۔ تم یہاں کی ملکہ ہو جو تمہارا مالک و مختار ہے، وہ ہمارا آقا ہوگا۔"

وہ بڑا زبردست مسکہ لگا رہا تھا۔ میں نے اوپر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اوپر سے فوجی اتنی جلدی نہیں ٹلیں گے۔ میں آقا، اور یہ ملکہ، ہم کب تک اس قید خانے میں حکومت کرتے رہیں گے؟"

اس نے کہا۔ "آج رات مان ٹوکی بستی سے دس میل دُور ایک ہیلی کوپٹر ہمیں لینے آئے گا۔ کل صبح ہم سب کوالالمپور میں رہیں گے۔ تم اور ڈبل جوئیل ابھی یہاں آرام کرو۔ اب ڈنر کے وقت ہماری ملاقات ہوگی۔"

یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔ اس کے پانچوں ماتحت بھی اس کے پیچھے چلے گئے — دوبدن دروازے کو اندر سے بند کرنے لگیں۔ میں بلیک میلر کے دماغ سے چپکا ہوا تھا۔ اس نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ یہاں مجھے نقصان پہنچائے گا تو دوبدن کو اپنے ساتھ لے جانا ناممکن ہو جائیگا۔ وہ دشمن بن جائیں گی۔ لہٰذا میری موت کے لئے اس نے کوالالمپور کے خوبصورت شہر کا انتخاب کیا تھا۔

خوابگاہ سے جانے کے بعد ٹائیگر سے بلیک میلر کا سامنا ہوگیا۔ اس نے پوچھا۔ "ٹائیگر! تم اب تک کہاں تھے؟"

اُس نے کہا، ڈاکٹر، ڈبل جوئیل کا حکم تھا کہ تینوں قیدیوں کے نہانے، کھانے اور آرام کرنے کا بندوبست کیا جاتے، میں حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔"

بلیک میلر نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کون تینوں قیدی؟"

"وہی ڈان سومرو، پیری بڈسن اور رونو شرما۔ ابھی ڈیڑھ گھنٹے پہلے ڈبل جوئیل کے حکم سے انہیں آزاد کر دیا گیا ہے۔"

بلیک میلر نے غصہ سے کہا۔ "یہ کیا حماقت ہے؟ وہ تینوں تہہ خانہ سے باہر جا کر فوجیوں کی یہاں تک رہنمائی کریں گے۔ کہاں ہیں وہ لوگ؟"

"وہ لوگ کوارٹروں میں ہیں۔"

"اُن کی کڑی نگرانی کرو۔ میں ابھی جوئیل سے بات کرتا ہوں۔"

اُس وقت تک دوبدن میرے دونوں بازوؤں کے سلتے میں آ گئی تھیں۔ اور اب میرے سلتے میں ڈوب جانا چاہتی تھیں، یہ جانتے ہوئے بھی کہ ابھی مداخلت ہونے والی ہے، میں نے رومانس کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ اُن دونوں کے مشترکہ دماغ کو کنٹرول میں لے کر یہ تاثر دیتا رہا کہ انہیں الگ الگ ادھورا پیار نہیں، مکمل پیار مل رہا ہے۔

ایسے ہی وقت دوبارہ دستک سُنائی دی۔ دوبدن جذبات کے سیلاب میں بہہ رہی تھیں۔ اِس مداخلت سے وہ آگ بگولہ ہو گئیں، چیخ کر بولیں۔ "کون اُلّو کا پٹھا ہے، بھاگ جاؤ یہاں سے...."

"بے بی! میں ڈاکٹر فینی ہوں۔ بہت ضروری بات کرنا...."

"بھاگ جاؤ ڈاکٹر ورنہ میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔"

وہ اپنے جذبوں اور مسرّتوں کے سامنے کسی کا لحاظ نہیں کرتی تھیں۔

اُدھر بلیک میلر کی پریشانیاں بڑھ گئی تھیں۔ ایک تو وہ وقتی طور پر ڈبل جوئیل کو خوش رکھنے کے لئے میرا وجود برداشت کر رہا تھا، دوسرے تین دولتمند قیدیوں کی رہائی اُس کے لئے خطرہ پیدا کر رہی تھیں۔ اُس نے پھر دروازے پر دستک دی۔

وہ دونوں غرّا کر مجھ سے الگ ہوئیں۔ میں پھر ریوالونگ چیئر پر آ کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے تیزی سے دروازے کے پاس پہنچ کر اُسے ایک جھٹکے سے کھولا۔ پھر اِس سے پہلے کہ بلیک میلر معذرت کرتا۔ انہوں نے چار ہاتھوں سے اُسے اٹھا کر اس کے آدمیوں کے اُوپر پھینک دیا۔ وہ سب اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے فرش پر گر پڑے تھے۔

وہ غصہ سے پاؤں پٹخ کر بولیں۔ "اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو میری خوابگاہ کے قریب نہ آنا۔"

وہ پلٹ کر دروازہ بند کرنا چاہتی تھیں۔ بلیک میلر نے ریوالور نکال کر للکارا۔ "خبردار! اگر دروازہ بند کیا تو گولی مار دوں گا۔"

دوبدن جہاں تھیں، وہیں رُک گئیں۔ بلیک میلر کے ساتھیوں نے بھی ریوالور نکال لئے تھے۔ میں نے نرمی سے کہا۔ "جوئیل! میرے پاس آؤ، اُن کی ضروری بات سُن لو۔"

اپنے مزاج اور اپنی مرضی کے خلاف وہ کچھ نہیں سُننا چاہتی تھیں مگر میں اُن کا محبوب تھا۔ وہ میرے سامنے اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ وہ پاؤں پٹخ کر بولیں۔ "میں کسی کی بات سُنوں گی۔ میں تمہاری بات بھی...."

میں اُن کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ وہ میری سوچ کے مطابق بات بھول کر بولیں۔ "اچھا تم کہتے ہو تو چلی آتی ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی میری ریوالونگ چیئر کے اطراف آ کھڑی ہو گئیں۔ جب میں نے ان کے دماغ کو ڈھیل دی تو وہ پریشان ہو کر سوچنے لگیں۔ "یہ۔ یہ میں نے عازم کی بات کیوں مان لی؟ اس طرح میں نے ڈاکٹر فینی سے جیسے شکست تسلیم کر لی ہے۔"

مگر اب اُن کے سوچنے کا وقت گزر چکا تھا۔ کیونکہ بلیک میلر اُس کے ریوالور بردار ساتھیوں نے کمرے میں آ کر ہمیں ٹارگٹ بنا لیا۔ بلیک میلر نے ناگواری سے کہا۔ "جوئیل! ڈاکٹر موٹائل نے صحیح رائے دی تھی کہ تم بہت زیادہ سر چڑھ گئی ہو۔ اتنی بے لگام ہو گئی ہو کہ آج مجھ پر بھی حملہ کر دیا۔ اور جو قیدی ادھر جا کر ہمارے تہہ خانے کی نشاندہی کر سکتے ہیں، انہیں آزاد کر دیا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ ہم سب اسی تہہ خانے میں دفن ہو جائیں؟"

وہ بولیں۔ "مجھے کسی قیدی سے دلچسپی نہیں ہے۔ مجھے عازم کے ساتھ تنہا چھوڑ دو اور دفع ہو جاؤ یہاں سے باہر جا کر جو جی میں آئے کرتے رہو۔"

بلیک میلر کو ذرا اطمینان ہُوا کہ دوبدن کو قیدیوں سے دلچسپی نہیں ہے، لہٰذا ان تینوں دولتمندوں کو فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ میں نے کہا۔ "جوئیل! مجھے انسانیت کے ناطے اُن قیدیوں سے دلچسپی ہے۔ وہ آزاد ہو کر یہاں سے اپنے اپنے وطن واپس جائیں گے۔"

بلیک میلر نے گرج کر مجھ سے کہا۔ "یُو شٹ اَپ۔ میں سمجھتا ہوں، تم ہی جوئیل کو بہکا رہے ہو۔ جوئیل میری بیٹی کے فریب میں نہ آؤ۔ یہ ہم سب کو قانون کے حوالے کر دے گا۔"

دوبدن نے دونوں طرف سے میرے شانوں پر ہاتھ رکھ کر جواب دیا۔ "تم قانون کی باتیں کرتے ہو، میں تو اِس آدمی کے لئے جہنم میں بھی جا سکتی ہوں۔"

وہ سوچنے لگا۔ "یہ ڈبل مصیبت عازم کی اُنگلیوں پر ہیں۔ اب جو بھی ہو، اِس کم بخت کا خاتمہ کرنا ہی ہو گا۔ یہ ہنگامہ نہ کریں تو انہیں زنجیریں پہنا کر رکھا جائے گا۔ آدھی رات کے بعد ان کو ہلاک کر کے ہیلی کوپٹر تک پہنچایا جائے گا۔"

وہ تیزی سے سوچ رہا تھا۔ میں اُس کی سوچ کو کنٹرول کرنے کے لئے اس کے دماغ میں بیٹھا ہُوا تھا۔ پھر جیسے ہی اُس نے مجھے ہلاک کرنے کا حکم دینا چاہا، میں نے اُس کی سوچ بدل دی۔ وہ کہنے لگا۔ "بس اب میں فیصلہ کر چکا ہوں، تم سب ریوالور اٹھاؤ اور مجھے گولی مار دو۔"

اُس کے پانچوں ماتحت حیرانی سے اُس کا منہ تکنے لگے۔ بلیک میلر نے اپنا سر سہلاتے ہوئے سوچا۔ "یہ میں نے کیا کہہ دیا؟"

وہ دوبارہ سنبھل کر بولا۔ "دراصل میں یہ کہہ رہا ہوں کہ...."

میری سوچ کے مطابق اُس کی زبان بدل گئی۔ "میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں کوئی اجنبی زبان نہیں بول رہا ہوں۔ سیدھی سادی انگریزی میں بول رہا ہوں۔ جو سب سے پہلے مجھے گولی مارے گا، میں اُسے انعام اور ترقی دُوں گا۔"

دوبدن نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ارے مرنے کے بعد انعام اور ترقی کیسے دو گے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے ڈاکٹر؟"

وہ پریشان ہو کر کبھی ہم لوگوں کو اور کبھی اپنے ماتحتوں کو دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے جھنجلا کر کہا۔ "مجھے پاگل نہ سمجھو، میں ہوش میں ہوں اور تم لوگوں کو حکم دیتا ہوں کہ اِس آدمی کو...."

اُس نے میری طرف اشارہ کیا۔ میں نے بات بدل دی۔ وہ کہنے لگا۔ "اس آدمی کو سلام کرو اور میرے پیچھے آ کر دیکھو، کیا میری دُم نکل آئی ہے؟"

وہ گھوم کر اپنا پچھلا حصہ دکھانے لگا۔ ایک ماتحت نے پوچھا۔ "ڈاکٹر! یہ اچانک آپ کو کیا ہو گیا ہے؟"

دوبدن نے کہا۔ "یہ پاگل ہو گیا ہے۔"

بلیک میلر میری سوچ کے اشاروں پر قہقہے لگانے لگا۔ "پاگل ہاہاہا۔ ہاں تم نے مجھے پہچان لیا۔ ارے میں ڈاکٹر فینی نہیں ہوں۔ میں پاگل خانہ سے بھاگ کر اس جنگل میں آیا۔ ادھر ڈاکٹر فینی کے چہرے کا ماسک اور میک اَپ کا سامان رکھا ہُوا تھا۔ میں اُس کے رُوپ میں یہاں آ گیا۔ یہ دیکھو۔"

دیکھتے ہی وہ اپنے چہرے سے ماسک اتارنے لگا۔ یُوں کہنا چاہئیے کہ میں اپنی سوچ کی انگلیوں سے اُسے بے نقاب کرنے لگا اور دوسروں کی طرح خود بھی حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے اُس کے بدلتے رُوپ کو دیکھنے لگا۔

دوبدن نے کہا۔ "ارے یہ تو ڈاکٹر فینی نہیں ہے۔ کون ہے یہ؟ کون ہو تم؟" اُس کے پانچوں ماتحتوں نے اپنے اپنے ریوالور کا رُخ اس کی جانب کر دیا۔

دوبدن نے ان پانچوں سے کہا۔ "بیوقوفو! یہ کوئی بہروپیا ہے۔ تم سب اِس کے فریب میں آ کر مجھ پر ریوالور اٹھا رہے تھے۔"

ایک نے عاجزی سے کہا۔ "مادام! ہم سے بڑی بھول ہوئی۔ آپ ایک بار ہمیں معاف کر دیں۔ ہم آئندہ کبھی آپ کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھائیں گے۔"

"میں تم لوگوں کو معاف کرتی ہوں۔ اسے باہر لے جا کر گولی مار دو۔"

میں نے بلیک میلر کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر کہا۔ "جوئیل! گولی مارنے کا حکم نہ دو۔ ہمیں اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہئیے۔"

بلیک میلر نے کہا۔ "میں بتاتا ہوں، بلکہ ثابت کر سکتا ہوں کہ میں تم سب کا باس ہوں۔ اور ڈاکٹر فینی کے رُوپ میں تم لوگوں سے ملنے یہاں آتا رہا ہوں۔"

ایک ماتحت نے پوچھا۔ "کیا پاگل خانہ سے ملنے آیا کرتے تھے؟"

بلیک میلر نے میری سوچ کے مطابق جواب دیا۔ "خوب سمجھے۔ میں پاگل کا بچہ، پاگل خانے سے ہی آ سکتا ہوں۔ لیکن اب پاگل ہوں یا نہیں؟ ذرا ٹھہرو، میں اپنی کھوپڑی بجا کر معلوم کرتا ہوں۔"

وہ اپنی دو انگلیاں موڑ کر اپنی کھوپڑی پر یوں مارنے لگا جیسے ہانڈی خریدتے وقت لوگ دو انگلیوں سے اُسے بجا کر دیکھتے ہیں پھر وہ خوش ہو کر بولا۔ "میری کھوپڑی بج رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میں پورے ہوش و حواس میں بیچ رہا ہوں۔ اب تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں تم لوگوں کا سوتیلا نہیں، سگا باپ ہوں۔"

سارے ماتحت ہنسنے لگے۔ میں نے اُن ماتحتوں سے کہا۔ "اصل ڈاکٹر فینی کی غیر موجودگی میں جوئیل تمہاری مالکہ ہے۔ میں تمہاری مالکہ کی طرف سے حکم دیتا ہوں کہ اِس پاگل کو آہنی سلاخوں کے پیچھے بند کر دو۔"

دوبدن نے کہا۔ "ٹھہرو، آج سے میرا نہیں، عازم کا حکم چلے گا۔ میں ڈاکٹر فینی کو بھی نہیں مانتی۔ بولو ڈاکٹر فینی کے خلاف کون میرا ساتھ دے گا؟"

سب نے ایک ساتھ کہا۔ "ہم ساتھ دیں گے۔"

میں نے کہا۔ "میں تم لوگوں کو آزماؤں گا۔ جو آزمائش میں پورے اتریں گے، میں انہیں یہاں کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دُوں گا۔ فی الحال اسے لے جا کر قید میں ڈال دو۔ یہ جتنی سنجیدگی سے بھی بُلائے، کوئی اس کی بات نہ سُنے۔ میرا دوسرا حکم یہ ہے کہ کاٹیج کے چور دروازے سے یہاں تک جتنی لاشیں پڑی ہیں، انہیں مٹی میں دبا دیا جائے۔ یہ کام فوراً کرو، ورنہ بدبو اور بیماریاں پھیلیں گی۔"

بلیک میلر دونوں ہاتھوں سے سر تھامے اپنی بدلتی ہوئی دماغی حالت پر غور کر رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کی ذہنی رَو اچانک کیسے بہک جاتی ہے۔ جب ہمارے ماتحت اُسے پکڑ کر لے جانے لگے تو وہ چیخنے لگا۔ "ٹھہرو، میری بات سُن لو۔ اب میں بہکی بہکی باتیں نہیں کروں گا۔ اب میں پورے ہوش و حواس میں ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی میں نے پھر ذہنی رَو کو بہکا دیا۔ "ہوش میں ہوں۔ اے واہ ہوش میں ہوں۔ واہ واہ ہوش میں ہوں۔ ابے چل ہوش میں

ہوں۔ چل بے چل ہوش میں ہوں ...؟

تمام ماتحت مارتے ہوئے اُسے وہاں سے لے جانے لگے۔ وہ خود اپنے سر کے بال نوچتا جا رہا تھا۔ دو بدن نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔ "یہ تھوڑی دیر پہلے اچھا خاصا ہوشمند تھا۔ جانتے ہو اچانک کیسے پاگل ہو گیا؟"

میں نے انجان بن کر پوچھا۔ "کیسے؟"

وہ بستر پر آ کر بیٹھ گئیں۔ "وہی کنواری بلا تمہاری مدد کر رہی ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"میں نے یہی سمجھا ہے کہ وہ بہروپیا تمہیں شوٹ کر دینے کا حکم دینا چاہتا تھا تو وہ کنواری بلا اُسے پاگل بنا دیتی تھی۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ کنوارا نہ رہنے کے باوجود وہ کنواری بلا میرا ساتھ دے رہی ہے۔"

وہ دو بلائیں انگڑائیاں لیتی ہوئی بستر پر لیٹ گئیں، انہوں نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ انگڑائی کا اشارہ تھا کہ آ جاؤ۔

میں آ گیا۔

◆◆

وہ دن کیسے گزر گیا، مجھے پتہ ہی نہ چلا۔ کیونکہ میرا وہ دن کبھی اس جوئیل نے اور کبھی اُس جوئیل نے گزارا تھا۔ اور میں دونوں کے درمیان گزرتا رہا تھا۔ دو بدن کو زندگی میں پہلی بار ایسی پاگل مسرتیں ملی تھیں، وہ مجھے چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں۔ لیکن کب تک؟ ہر سفر کی ایک منزل ہوتی ہے جہاں پہنچ کر تھکنا اور آرام کرنا پڑتا ہے۔ اُس کے دونوں بدن تھک کر چکنا چور ہو گئے۔

میں نے کہا۔ "اب اٹھو، غسل کر کے لباس تبدیل کرو، اب ہم یہاں سے باہر نکلیں گے۔"

وہ میرے دائیں بائیں تھیں، کروٹیں بدل کر گلے کا ہار بن گئیں۔ "نہیں، میں باہر نہیں جاؤں گی میرا دل چاہتا ہے بس اسی طرح تمہارے ساتھ رہوں۔ نہ ہم کسی سے ملیں اور نہ کوئی ہم سے ملنے آئے۔"

"ایسا تو ممکن نہیں ہے۔ جب تک ہم زندہ ہیں، زندہ لوگوں سے رشتہ توڑ کر نہیں رہ سکتے۔"

"کیوں نہیں رہ سکتے؟"

"کیا تم بقیہ زندگی اسی تہہ خانہ میں گزارنا چاہتی ہو؟"

"نہیں جنریٹر بند ہونے کے بعد یہاں دم گھٹنے لگتا ہے۔ میں تو یہاں سے بھاگنا چاہتی ہوں، پر آج نہیں ...۔"

"جوئیل! کل کبھی نہیں آتا، وہ آج بن کر ڈس لیتا ہے۔ اگر تہہ خانے کے کسی بھی شخص کی غلطی سے فوجیوں کو یہاں کا راستہ معلوم ہو جائے، تو پھر تمہیں بھی وہ لوگ مجرموں کا ساتھی سمجھ لیں گے۔ چلو اٹھو۔"

"نہیں۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"اچھا تو تم آرام سے سوتی رہو۔ میں اُن قیدیوں سے مل کر آتا ہوں۔"

میں اٹھنے لگا۔ وہ بھی جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ "میں تمہیں تنہا نہیں جانے دوں گی۔ ٹھہرو، میں غسل خانہ سے آتی ہوں۔"

میں دوبارہ بستر پر گر پڑا۔ مقدر میں ایسی بھی جڑواں عورتیں لکھی تھیں جو بیک وقت جڑواں پیار کرتی تھیں۔ اُن کے جانے پر میں نے سونیا کے دماغ کی طرف پرواز کی۔ پتہ چلا وہ سو رہی ہے۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ رُومانہ اپنی نیند پوری کر چکی تھی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس بدلنے کے بعد عازم کے ساتھ ایک خوبصورت سے لان میں بیٹھی چائے پی رہی تھی۔

عازم کو جبراً مردانہ لباس پہنا دیا گیا تھا۔ وہ اتنا اسمارٹ نظر آ رہا تھا کہ رُومانہ بار بار دھڑکتے ہوئے دل سے اسے دیکھنے پر مجبور ہو رہی تھی۔ ایک بار عازم نے شرماتے ہوئے پوچھا۔ "اے بہنا! تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟"

"کبھی تم بھی مجھے اسی طرح دیکھتے تھے فرہاد! کیا تمہارا جی نہیں چاہتا کہ میرا ہاتھ پکڑو، مجھے پیار کرو۔"

"اے لو، تم نے گندی باتیں شروع کر دیں۔ جب تم سو گئی تھیں نا! سونیا بھی آ کر مجھ سے لپٹ رہی تھی۔"

"اچھا؟" رُومانہ نے چائے کی پیالی رکھتے ہوئے پوچھا۔ "اچھا وہ اسی تاک میں رہتی ہے کہ میری نظر بچا کر تمہارے پاس پہنچ جائے۔ تم نے اُسے پیار تو کیا ہوگا؟"

"توبہ توبہ۔ وہی زبردستی مجھے پیار کر رہی تھی۔"

"اور تم نے اُسے پیار کرنے دیا۔"

وہ بولا۔ "کوئی زبردستی میری آبرو سے کھیلے تو میں کیا کر سکتی ہوں۔"

"تم عورت نہیں مرد ہو۔"

"اے مرد کے کپڑے پہنا دینے سے میں مرد نہیں بن سکتی۔ میرے حسن و شباب سے جلتی کیوں ہو؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر عازم کے پاس آئی۔ پھر گھاس پر دو زانو ہو کر اپنا ہاتھ اُس کے گھٹنوں پر رکھتی ہوئی بولی۔ "مجھے یقین نہیں آتا کہ تم ایسے ہو گئے ہو۔"

"ایسا ہونے کا کیا مطلب ہے؟ میں تو ایسا تھا، ایسا ہوں اور ایسا رہوں گا۔ تمہیں یقین نہ آئے تو میں کیا کروں؟"

"مجھے یقین دلاؤ۔"

"کیسے؟"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی۔

"میرے کمرے میں چلو۔"

"ن۔ نہیں۔" وہ گھبرا کر بولا۔ "میں نہیں جاؤں گا۔"

رومانہ نے اُسے ایک جھٹکے سے کھینچا۔ وہ اپنا توازن سنبھالتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ "اے۔ دیکھو رومانہ! تم نے اور سونیا نے مجھے اسٹیج والے بدمعاشوں سے بچایا۔ اور اب یہاں لا کر دونوں باری باری ... ہائے میں کیسے کہوں، آخر میری بھی کوئی عزت ہے۔"

رومانہ اُسے کھینچتی ہوئی کوٹھی کے برآمدے میں لائی۔ پھر اُسے لے کر اپنی خوابگاہ میں جانے لگی۔ اتنے میں سونیا اپنی خواب گاہ سے نکلی۔ رومانہ اسے دیکھ کر ایک ذرا ہچکچائی۔ عازم نے کہا۔ "سونیا! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے، مجھے بچاؤ۔"

رُومانہ اُسے کھینچ کر لے جاتی ہوئی بولی۔ "تمہیں کوئی مجھ سے نہیں چھین سکتا۔ تم میرے ہو ...۔"

سونیا مسکراتی ہوئی اُن کے قریب سے گزرتی ہوئی لان میں آ گئی۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "میں نے کچھ نہیں پایا، تُو کیا پائے گی۔ اپنا سر پیٹ کر رہ جائے گی۔"

اُس نے چائے کی ٹرے کو اپنے قریب کیا، پھر کیتلی اٹھا کر ایک پیالی میں اپنے لئے چائے انڈیلنے لگی۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "آہ فرہاد! تم کیا تھے، کیا ہو گئے۔ میں چاہتی تھی کہ تم صرف میرے بن کر رہو، کسی دوسری عورت کی تمنا نہ کرو۔ مگر اب دوسری تیسری تو کیا، میری تمنا بھی تمہیں نہ رہی۔ آہ! اب تم سہیلی بن کر رہو گے، دوست کبھی نہ بن سکو گے۔"

اس سوچ کے دوران اُس کوٹھی کا بڑا پھاٹک کھلنے لگا۔ ایک کار اندر آ رہی تھی۔ سونیا دُور سے کار کو دیکھتے ہی سمجھ گئی کہ اُن کا میزبان جمشید جبران آ رہا ہے۔ وہ کار پورچ میں آ کر رُک گئی۔ جبران نے کار سے باہر آتے ہوئے کہا۔ "ہیلو سونیا! نیند پوری ہو گئی؟"

جبران کے ساتھ ایک اور معمر شخص بھی تھا۔ سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر جبران سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ تم نے ہمیں بڑا آرام پہنچایا ہے۔ تم سچ مچ دوستی کے فرائض ادا کر رہے ہو۔"

جبران نے اس معمر شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہماری دوستی کا ایک فرض یہ ادا کریں گے۔ ان سے ملو، یہ ڈاکٹر بُرہان مصری ہیں۔ تمہارے فرہاد کا علاج کریں گے اور ڈاکٹر! یہ مادام سونیا ہیں۔"

ڈاکٹر نے خوش ہو کر سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "جبران صاحب نے آپ کی اور رُومانہ صاحبہ کی بڑی تعریفیں کی ہیں۔ جبران صاحب اُن چند لوگوں میں سے ہیں، جو کبھی کسی کی تعریف نہیں کرتے۔ آپ دونوں نے تو ان پر جادو کر دیا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "ڈاکٹر! آپ بھی اپنا کوئی جادو دکھائیں اور فرہاد کے اندر سے عورت پن نکال کر پھینک دیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

ڈاکٹر برہان مصری نے پیار سے اس کے شانہ کو تھپک کر کہا۔ "پریشان ہونا چھوڑو۔ انشاء اللہ میں بہت جلد تمہارا مرد تمہیں واپس کر دوں گا۔"

اتنے میں وہ مرد واپس آنے لگا۔ اس کے پیچھے رُومانہ سر جھکائے آ رہی تھی۔ اس کا لٹکا ہوا منہ بتا رہا تھا کہ وہ کچھ نہیں پا سکی۔ عازم نے آتے ہی کہا۔ "مسٹر جبران! یہ دونوں عورتیں میرے ساتھ بڑا وہ کر رہی ہیں۔"

جبران نے پوچھا۔ "یعنی کیا کر رہی ہیں؟"

رومانہ جلدی سے جھینپ کر بولی۔ "رہنے دیجئے مسٹر جبران! یہ فرہاد تو خواہ مخواہ بکواس کرنے لگے ہیں۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "اچھا تو یہی مسٹر فرہاد ہیں۔ ہیلو مسٹر فرہاد! ہاؤ ڈو یو ڈو ...؟"

ڈاکٹر نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ عازم نے ایک طرف سمٹ کر کہا۔ "ہائے اللہ! جسے دیکھو، وہی میرا ہاتھ پکڑنے آ جاتا ہے۔"

"میں ہاتھ پکڑنے نہیں، تمہارا معائنہ کرنے آیا ہوں، میرے ساتھ دوسرے کمرے میں چلو۔"

"ہائیں پھر کمرے میں چلوں۔" وہ گھبرا کر بولا۔ "آج یہ دونوں مجھے باری باری کمرے میں لے جا چکی ہیں۔ اب تم آئے ہو، میں نہیں جاؤں گی۔"

جبران نے دو ملازموں کو حکم دیا کہ عازم کو پکڑ کر کسی کمرے میں لے جائیں اور معائنہ کے دوران ڈاکٹر کی مدد کریں۔ ملازموں نے حکم کی تعمیل کی۔ اُسے پکڑ کر لے جانے لگے۔ رُومانہ اس کے لئے بے حد پریشان تھی۔ جلد از جلد یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ ڈاکٹر اُس کے متعلق کیا رائے قائم کرتا ہے۔ اس لئے وہ ڈاکٹر کے پیچھے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

سونیا نے ناگواری سے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔ جمشید جبران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں ایک دوسرے کی دشمن ہو، مگر ساتھ رہنے پر مجبور ہو۔"

وہ بولی۔ "ہاں، میں سوچتی ہوں، اب یہ مجبوری ختم ہو جانی چاہئے۔ میں دو برس تک فرہاد کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار چکی ہوں۔ یہ میرا مرد ہے، میں کسی حال میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔ لیکن رُومانہ نے کبھی تنہائی کا مختصر سا لمحہ بھی فرہاد کے ساتھ نہیں گزارا۔ یہ کنواری ہے۔ اسے دوسرے بہتر جیون ساتھی مل جائیں گے۔ مگر یہ اپنی جوانی برباد کر رہی ہے۔"

جبران نے کہا۔ "تم درست کہتی ہو۔ رُومانہ کو اب فرہاد کا خیال چھوڑ دینا چاہئے۔"

"اگر تم میرا ساتھ دو تو رومانہ فرہاد سے دُور چلی جائے گی۔"

"مجھے رومانہ کی جوانی پر ترس آتا ہے۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ میں

بھی یہی چاہتا ہوں کہ یہ لڑکی اپنا مستقبل کسی دوسرے سے وابستہ کر لے۔"

سونیا خوش ہو کر بولی۔ "تم ڈاکٹر سے کہو کہ فرہاد اگر قابلِ علاج ہے، تب بھی وہ رومانہ کے سامنے فیصلہ کن انداز میں کہہ دے کہ فرہاد کا عورت پن کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اس کے مرد بننے کی توقع فضول ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔ جب رومانہ کو یہ یقین ہو جائیگا کہ وہ کبھی فرہاد کے ساتھ ازدواجی زندگی نہیں گزار سکے گی، تو پھر وہ مایوس ہو کر تمہارے راستے سے ہٹ جائے گی۔"

"ہاں، اُسے بالکل ہی مایوس کرنے کی یہی ایک صورت ہے۔"

میں سونیا کے دماغ سے نکل کر رومانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک کھڑکی کے پاس کھڑی کمرے میں جھانک کر دیکھ رہی تھی۔ ڈاکٹر عازم سے کہہ رہا تھا: "مسٹر فرہاد! جبران صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ آپ پاکستانی ہیں۔ میں سات برس تک کراچی میں رہ چکا ہوں۔ آپ کی اُردو زبان جانتا ہوں۔ آئیے، ہم اُردو زبان میں باتیں کریں۔"

یہ کہہ کر ڈاکٹر نے اُردو زبان میں پوچھا۔ "کیا یہ دُرست ہے کہ آپ کو تبدیلی جنس کے آپریشن سے گزرے ہوئے صرف تین گھنٹے ہوئے ہیں؟"

عازم نے حیرانی سے انگریزی زبان میں پوچھا۔ "آپ یہ کونسی زبان بول رہے ہیں۔ میں صرف ترکی اور انگریزی زبان جانتا ہوں۔"

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آپ مذاق کر رہے ہیں۔ دیکھئے اگر آپریشن کو تین گھنٹے گزر چکے ہیں، تو میں بآسانی علاج کر سکتا ہوں۔"

عازم پریشان ہو کر بولا۔ "ڈاکٹر! پلیز آپ انگریزی زبان میں گفتگو کریں۔ میں تو کیا میرا باپ بھی اُردو زبان نہیں جانتا ہے۔"

رُومانہ حیرانی سے سوچنے لگی۔ "یہ کیسے ممکن ہے۔ فرہاد کی مادری زبان اُردو ہے۔ جب اسے پچھلی باتیں یاد ہیں، تو اپنی زبان بھی یاد رہنا چاہیئے۔ تعجب ہے یہ اپنی مادری زبان سے گھبرا رہا ہے۔ اسے سمجھنے سے انکار کر رہا ہے۔"

میں زیادہ دیر تک رومانہ کے دماغ میں نہ رہ سکا۔ مجھے دروازے کی ڈبل آواز سنائی دی۔ عازم! کیا سو گئے ہو؟

میں آنکھیں کھول کر اُٹھ بیٹھا۔ "نہیں۔ تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ اب میں باتھ روم میں جا رہا ہوں۔"

دو بدن نے دوسری طرف کمرے کو خوشبو سے مہکاتے ہوئے کہا۔ "یہ لباس کیسا لگ رہا ہے؟"

"بہت خوب! تم کسی ملک کی شہزادی لگ رہی ہو۔ لیکن سیاہ لباس پہن کر تم [illegible]"

[illegible]

یہ کہتا ہوا میں باتھ روم میں چلا آیا۔ دروازہ بند کرنے کے بعد غسل کرتے ہوئے [illegible] اور [illegible] کی سوچ

نے بتایا کہ وہ بہت دیر سے میرا انتظار کر رہی ہے۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "رس ونتی! میں آگیا ہوں۔"

اس کا دماغ پُرسکون ہو گیا۔ میں نے کہا۔ "میں دو گھنٹے تمہارے پاس آیا تھا۔ تم سو رہی تھیں، تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں اس لئے میں نے نیند میں مداخلت نہیں کی، چپ چاپ واپس چلا۔"

"میں سمجھ رہی تھی کہ تم کہیں اپنے معاملات میں اُلجھ گئے ہو۔ نے تمہارے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کی۔ ایک ذرا کامیابی ہوئی نے تمہاری سوچ کے ذریعے کسی عورت کی آواز سُنی، وہ کہہ رہی "اس شیطان کو گولی مار دو۔" اس کے ساتھ ہی میں نے گولیاں چلنے کی آوازیں سُنیں۔ پھر میرا سر دُکھنے لگا، میری پرواز قائم نہ رہ سکی میں تھک ہار کر واپس آگئی۔"

اُس کی باتوں سے اندازہ ہُوا، جب میں قید خانے کے باہر سے مقابلہ کر رہا تھا۔ اور دو بدن نے جانی وارڈ، رالبن اور ٹام کو فائرنگ کا حکم دیا تھا، اس وقت رس ونتی نے میرے دماغ میں جھانک کر دیکھا تھا۔

وہ بولی۔ "اُس وقت سے میں پریشان ہوں، تمہاری خیریت معلوم کرنا چاہتی تھی، مگر خیال خوانی کا حوصلہ نہ ہُوا۔ پھر دانیال نے آکر بتایا کہ سونیا اور رُومانہ کو فرہاد واپس مل گیا ہے۔ یہ سُن کر خوشی ہوئی کہ تم آگئے ہو۔ پھر یاد آیا کہ تمہارا کوئی ہم شکل ماسٹروں کی قید میں ہے۔ سونیا اور رُومانہ کے پاس واپس بھیجا گیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "عازم آدھے مرد اور آدھی عورت کے رُوپ میں مل گیا ہے۔ شاید تم بھی اُسے دیکھ سکو گی۔"

"میرا کیا ہوگا؟ میں یہاں کب تک پڑی رہوں گی؟"

"تمہارا بہترین علاج ہو رہا ہے۔ اس موقعہ سے فائدہ اُٹھا کر جم کر علاج کراؤ۔ اچھا کھاؤ پیو کر تندرست ہو جاؤ۔ جب تک تندرست نہیں ہو گی، دانیال کو بیس کروڑ ڈالر نہیں ملیں گے۔"

"تمہارا ارادہ کیا ہے؟ کیا تم چاہتے ہو کہ وہ مجھے بیچ کر دولت حاصل کرے؟"

"مجھے تندرست ہونے کے بعد تم اتنی معصوم اور مظلوم رہو گی۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں مل کر انہیں چکر دے کر بیس کروڑ ڈالر تمہیں مل جائیں۔"

"مجھے اچھی طرح ہیرا پھیری نہ سکھاؤ۔ میں جلد سے جلد تمہارے پاس پہنچنا چاہتی ہوں۔"

"اس بھارت اور کمزوری میں تو ممکن نہیں ہے۔ ذرا صبر کرو۔ تمہیں بیس کروڑ کی رقم کے ساتھ ہندوستان سے اپنے وطن لے جاؤں گا، یہاں کی معمولیات تمہیں بلا رہی ہیں۔"

"اچھا جلدی آنا، میں انتظار کرتی رہوں گی۔"

میں تہہ خانہ میں واپس آگیا۔ رس ونتی کو ابھی تک یہ نہیں معلوم تھا کہ میں دو بدن کے ساتھ عیش کر رہا ہوں۔ وہ مطمئن تھی کہ میں سونیا اور رُومانہ سے دُور ہو گیا ہوں۔ اُس کے دماغ کے ایک گوشہ میں یہ بات تھی کہ میں اسی طرح عورتوں سے دُور رہا تو وہ مجھ پر مہربان ہو جائے گی، اور میں سمجھ رہا تھا کہ اس ہندوستانی حسینہ کے ساتھ زیادہ دنوں تک ہیرا پھیری نہیں چلے گی۔ وہ دماغی طور پر صحت مند ہوتے ہی میرے چور خیالات چھپ کر پڑھنے لگے گی۔"

غسل خانہ کے دروازے پر دستک ہوئی، دو بدن کی ڈبل آوازیں سنائی دیں۔ "عازم اتنی دیر؟ تم غسل کر رہے ہو یا سو رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا۔ "جو تیل! یہ میری عادت ہے، میں باتھ روم میں کم از کم ایک گھنٹہ گزارتا ہوں، ذرا انتظار کرو۔"

میں نے دماغ کی اسکرین پر دیکھا، وہ دروازے کے پاس سے واپس جا رہی تھیں میں سونیا اور رُومانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں عازم اور ڈاکٹر کے ساتھ لان میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا، میں نے اچھی طرح معائنہ کیا ہے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے فرہاد بالکل ہی ناکارہ ہو چکا ہے۔"

رُومانہ نے پوچھا۔ "کیا آپ علاج نہیں کر سکیں گے؟"

"میں تو کیا دُنیا کا کوئی ڈاکٹر علاج نہیں کر سکے گا۔"

سونیا دِل ہی دِل میں خوش تھی کہ جمشید جبران کی ہدایت کے مطابق ڈاکٹر وہی کہہ رہا ہے، جو وہ چاہتی تھی۔ پھر بھی اُس نے رُومانہ کے سامنے تشویش کا اظہار کیا۔ "ڈاکٹر! تم ہمارا دِل توڑ رہے ہو، مگر میں ہمت نہیں ہاروں گی۔ فرہاد کو یورپ لے جا کر علاج کراؤں گی۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "تم اپنی تسلی کے لئے کچھ بھی کر لو، مگر تم وقت اور دولت ضائع کرتی رہو گی۔"

یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ پھر رخصتی مصافحہ کرنے لگا۔

جبران نے اپنے ڈرائیور سے کہا کہ ڈاکٹر کو گاڑی میں لے جائے۔ پھر وہ اپنی مادری زبان میں ڈاکٹر سے باتیں کرتا ہُوا کار تک آیا۔ جب ڈاکٹر کار میں بیٹھ کر رخصت ہو گیا تو میں نے جبران کو انگریزی زبان میں سوچنے پر مائل کیا۔ پتہ چلا کہ وہ ڈاکٹر سے کہہ رہا تھا۔ رُومانہ کی لاعلمی میں فرہاد کو آپریشن کے لئے ہسپتال پہنچا دیا جائیگا اور یہ ظاہر کیا جائیگا کہ ماسٹروں نے فرہاد کو پھر اغوا کر لیا ہے۔

جبران سوچتا ہُوا سونیا اور رُومانہ کے پاس آ گیا۔ سونیا دکھانے کے لئے رو رہی تھی کہ فرہاد اب کبھی اپنی اصلی حالت میں واپس نہیں آئے گا۔ رُومانہ نے کہا۔ "تعجب ہے کہ تمہاری جیسی دلیر اور سنگدل عورت

آنسو بہا رہی ہے۔ سچ تو یہ ہے مگرمچھ کے آنسو نگ رہے ہیں۔"

سونیا چڑ کر بولی۔ "یو شٹ اَپ، تمہیں کبھی فرہاد کی قربت نصیب نہ ہوئی، تم کیا جانو کہ مرد کیا ہوتا ہے۔ اور اپنی سرد مہری سے عورت کو کس طرح رُلاتا ہے۔"

جبران نے تائید کی۔ "سونیا درست کہہ رہی ہے، تم سنجیدگی سے غور کرو رُومانہ! یہ سونیا اپنا سب کچھ فرہاد پر لُٹا چکی ہے مگر تمہارا سب کچھ محفوظ ہے۔ سونیا کسی دوسرے مرد کا تصور نہیں کر سکتی۔ اُسی ایک کے لئے روتی رہے گی، مگر تم خوب سے خوب تر جیون ساتھی تلاش کر سکتی ہو۔ دانشمندی یہی ہے کہ۔۔۔"

رُومانہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ "کیا اس دانشمندی کا منصوبہ سونیا نے بنایا ہے؟"

سونیا بولی۔ "تم تو ہمیشہ مجھے دشمن ہی سمجھتی رہو گی۔"

جبران نے کہا۔ "نہیں رُومانہ! یہ سونیا کا نہیں، میرا خیال ہے کہ تمہیں اپنی زندگی برباد نہیں کرنا چاہیے۔ کسی بہت بڑے آدمی سے شادی کر لینا چاہیئے۔"

وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی۔ "کیا تم مجھ سے شادی کرو گے؟"

وہ ذرا جھجکا۔ رُومانہ بے حد حسین تھی، کنواری بھی تھی، وہ بولا۔ "کیوں نہیں، اگر تم پسند کرو تو۔۔۔"

"میں نے پسند کر لیا۔ میں تم سے شادی کروں گی۔" رُومانہ نے سرد لہجے میں کہا۔ "مگر شادی سے پہلے اپنی قبر تیار کر لینا۔۔۔"

پھر وہ تیزی سے پلٹ کر کوٹھی کے اندر چلی گئی۔ سونیا دانت پیس کر بولی۔ "یہ حرافہ پیچھا نہیں چھوڑے گی، جی چاہتا ہے گولی مار دوں۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ مجھے یقین تھا کہ سونیا اُسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔ کیوں کہ میں اُسے چاہتا تھا، اور جس کھلونے کو میں چاہتا ہوں، اُسے توڑ کر سونیا میرا دل نہیں دُکھائے گی۔

میں باتھ روم سے باہر آ گیا۔ دوبدن مجھے دیکھتے ہی تیر کی طرح میرے پاس آ گئیں۔ وہ میرے گلے کا ہار بننا چاہتی تھیں، میں نے فوراً پیچھے ہٹ کر کہا۔ "آں ہاں۔ مجھے کپڑے پہن لینے دو۔ ایسی بھی کیا بے قراری ہے۔"

وہ بولیں۔ "تمہارا تو مطلب نکل گیا ہے ناں، مگر ہم تھوڑی دیر کے لئے بھی تمہاری جُدائی برداشت نہیں کر سکتیں۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "آہ! یہی تو مصیبت ہے عورتیں جُدائی برداشت نہیں کرتیں۔ کمبل کی طرح لپٹ جاتی ہیں۔ مرد ایک بار غلطی کر کے ساری عمر سزا پاتا رہتا ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ گھور کر بولیں۔ "کیا تم مجھ سے پہلے دوسری عورتوں سے بھی مل چکے ہو؟"

"آں ہاں۔ ایسی خوبصورت غلطیاں میں بارہا کر چکا ہوں۔"

"جھوٹے مکار! تم نے کہا تھا کہ تم کنوارے ہو۔"

میں نے لباس پہننے کے بعد جُوتے پہنتے ہوئے کہا۔ "ہاں تمہاری جوانی کے لئے کنوارا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کنوارا کے ...
پیاسا۔ جب تک تمہاری ڈبل جوانی کی پیاس تھی، میں کنوارا ...
بجھ گئی، اب کنوارا نہیں ہوں۔"

"بکواس مت کرو، مجھے بتاؤ وہ چڑیلیں کہاں ہیں، جن ...
تم مل چکے ہو؟"

"اُن سے ملنے کی جلدی نہ کرو۔ اگر میں کنوارے پن کا ...
رہا تو ایک دن دُنیا کی بہت سی حسین چڑیلیں ایک مقام پر آ ...
اور فرہاد کی اکلوتی کرسی پر اقتدار حاصل کرنے کے لئے ایک د...
کے خلاف اعلانِ جنگ کریں گی۔"

"یہ فرہاد کی اکلوتی کرسی کیا ہوتی ہے، ارے ہاں یاد ...
شرما نے تمہیں فرہاد بھی کہا تھا۔ اب میں اُس وقت تک تم ...
نہیں چھوڑوں گی جب تک تم مجھے اپنی اصلیت نہیں بتاؤ گے ...

میں نے بیزار ہو کر کہا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میرے ...
کے پیچھے ہزار چہرے ہیں۔ میں نے ہانگ کانگ میں فرہاد کے نام ...
کو دھوکا دیا تھا اور خود ونود شرما کے میک اپ میں اس کا پاسپور...
کر تم کی چلا گیا تھا۔ تب سے کبھی وہ مجھے فرہاد اور کبھی عازم کہتا ہے ...

"میں کیسے یقین کر لوں کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔"

"ابھی چل کر تم ونود شرما سے پوچھ لو۔"

"چلو۔۔۔" وہ دروازے کی سمت بڑھ گئیں۔

میں نے دوبدن کے ساتھ چلتے ہوئے ونود شرما کی سوچ ...
ڈوان سومرو اور پیری ہڈسن کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھا ان کی ...
رہا تھا۔ پیری ہڈسن کہہ رہا تھا۔ "مسٹر شرما! جیسا کہ تم نے عازم کے ...
ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فرہاد ہے۔ وہی تمہارا پاسپور...
فرار ہو گیا تھا۔"

ونود شرما نے کہا۔ "میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ میں نے قسم ک...
کہ فرہاد سے اس فریب کا انتقام لوں گا لیکن اب میرا دل صا...
طیارہ اغوا ہونے کے بعد اس نے بارہا ہم تمام مسافروں کی مدد ک...
اس آزادی کا سہرا بھی اسی کے سر ہے۔"

ڈوان سومرو نے کہا۔ "واقعی ہم اس کے احسانات کا بد...
سکتے۔ میں نے بھی قسم کھائی تھی کہ اگر آزادی نصیب ہوئی تو ...
کو اذیت ناک سزائیں دے کر ماروں گا۔ مگر اس محسن کی وجہ ...
وہ قسم بھی توڑ دی۔"

پیری ہڈسن نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے عازم اس ڈبل عورت ...
ہو گیا ہے۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ وہ تینوں فوراً ہی اٹھ ...
ہو گئے۔ کیوں کہ میں وہاں دوبدن کے ساتھ پہنچ گیا تھا۔ وہ تینوں ...

... میں نظر آ رہے تھے۔ شیو بنا کر غسل کرنے اور پیٹ بھر کر کھانے کے ...
... کے چہروں پر رونق نظر آ رہی تھی۔ انہوں نے بڑی گرم جوشی سے ...
... مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں نے پوچھا۔ "کسی بات کی تکلیف تو نہیں ہے؟"

پیری ہڈسن نے جواب دیا۔ "ہر طرح کا آرام ہے۔ لیکن آزادی کے ...
... ئب قید خانہ کے عیش و آرام سے بہتر ہوتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "آپ نے بہت اچھی بات کہی ہے۔ میں آزادی ...
... سلسلے میں آپ لوگوں سے بات کرنے آیا ہوں۔"

دوبدن نے کہا۔ "پہلے مجھے بات کرنے دو۔ ہاں ونود شرما مجھے بتاؤ ...
... ہمارے اس محسن کا نام عازم ہے یا فرہاد؟ تم اس کے متعلق جو کچھ بھی جانتے ...
... بیان کرو۔"

شرما نے میری جانب دیکھا۔ میں نے منہ پھیر کر کہا۔ "مجھے نہ دیکھو، جو ...
ہے وہ بیان کر دو۔"

وہ کہنے لگا۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر اس کی سوچ کو کنٹرول کرتا ...
... وہ میری مرضی کے مطابق بیان دیتا رہا۔ اس کے بیان کا لب لباب ...
... تھا کہ عازم پر اسے فرہاد کا شبہ تھا مگر اس کا شبہ دور ہو چکا ہے۔ یہ ...
... باشندہ عازم ہے۔ دوبدن قدرے مطمئن ہو گئیں۔

میں نے ان تینوں دولت مندوں سے پوچھا۔ "کیا آپ لوگوں کو ...
... ہے کہ اس وقت آپ کہاں ہیں؟"

ڈوان سومرو نے کہا۔ "ہماری آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر لایا گیا ہے۔
ہم نے محسوس کیا کہ جس گاڑی میں ہم اندھے بنے بیٹھے ہیں۔ وہ گاڑی ...
... دھنسی جا رہی ہے۔ ہم نے یہی سمجھا کہ ہم کسی زمین دوز اڈے ...
... گئے ہیں۔ پھر مسٹر شرما نے تصدیق کی۔ یہ صاحب ایک دلدل میں ...
... تھے۔ وہی دلدل نیچے دھنستی ہوئی انہیں یہاں تک لے آئی۔"

میں نے کہا۔ "آپ لوگوں نے درست سمجھا ہے۔ یہ خفیہ تہہ خانہ ...
... آپ خود ہی سوچیں جسے تہہ خانے کا راز معلوم ہو جائے۔ کیا اسے زندہ ...
آزاد کیا جا سکتا ہے۔"

وہ تینوں زرد پڑ گئے۔ ایک نے تھوک نگل کر کہا۔ "ہم ... مگر عازم صاحب آپ ...
... ہیں۔ آپ تو قانون کا ساتھ دیں گے۔"

"بے شک میں مجرم نہیں ہوں۔ میں اس تہہ خانے میں مجرموں کا ...
... کر رہا ہوں۔ جو لوگ میرا ساتھ دے رہے ہیں۔ میں انہیں معاف کر ...
... اور یہ اس لیے کہ میں اس تہہ خانہ کا مالک بننا چاہتا ہوں۔"

ڈوان سومرو نے کہا۔ "یہ تو اچھی بات ہے کہ آپ جرائم کا خاتمہ کر ...
... بے شک یہ تہہ خانہ آپ کی ملکیت ہونا چاہیئے۔"

"آپ لوگوں نے کہا تھا کہ آپ اپنی تمام دولت میرے قدموں ...
... ڈال دیں گے۔"

"ہاں ہم اب بھی یہی کہتے ہیں۔"

"تو پھر میری دولت ڈبل جوڑیں اور یہ تہہ خانہ ہے۔ آپ لوگ
مجھے یہاں رہنے دیں اور آزاد ہونے کے بعد قانون کے محافظوں کے سامنے اس تہہ خانے کا ذکر نہ کریں۔"

"ہم کسی کے سامنے اس کا ذکر نہیں کریں گے۔" ایک نے کہا۔

"ہم کہہ دیں گے کہ ہمیں کسی کاٹیج میں قید کر دیا گیا تھا۔ فوجیوں کی آمد پر دشمن بھاگ گئے۔ ہم کسی طرح اس کاٹیج سے نکل کر آ گئے ہیں۔"

پیری ہڈسن نے کہا۔ "نہیں یہ بیان مناسب ہو گا کہ ہم کاٹیج میں قید کئے گئے تھے۔ وہاں عازم نے پہنچ کر دشمنوں کو مار بھگایا۔ ہمیں رہائی دلائی۔ پھر ہم جنگل میں بھٹکتے ہوئے فوجی کیمپ میں پہنچ گئے۔ عازم ہمیں آزاد کرانے کے بعد کہیں چلا گیا۔"

ڈوان سومرو اور ونود شرما اس کی تائید کرنے لگے۔ میں باری باری ان کے دماغوں میں گھس کر ان کے سچ اور جھوٹ کو سمجھ رہا تھا۔ مجھے اطمینان ہوا کہ وہ جھوٹے نہیں تھے۔ ان کے دل آئینہ کی طرح صاف تھے اور وہ پوری سچائی کے ساتھ میرے احسانات کا بدلہ چکانا چاہتے تھے۔

میں نے کہا۔ "کوئی کسی کے دل میں جھانک کر اس کے سچ اور جھوٹ کو نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن جانے کیوں میں آپ لوگوں پر بھروسہ کر رہا ہوں۔ آپ اپنا اپنا سامان تیار رکھیں۔ ڈنر کے بعد آپ لوگوں کو تہہ خانے کے باہر پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ تینوں میرے ہاتھ اور میرے بازو کو تھام کر بڑی احسان مندی سے شکریہ ادا کرنے لگے۔ میں نے رخصت ہوتے ہوئے کہا کہ اب تین گھنٹے بعد ڈنر ٹیبل پر ملاقات ہو گی۔ دوبدن دونوں طرف سے میرے بازوؤں کو تھام کر مجھے کمرے سے باہر لے آئیں۔ میں نے خود کو چھڑاتے ہوئے پوچھا۔ "تم مجھے اس طرح کیوں کھینچ رہی ہو؟"

وہ بولیں۔ "اور کیا کریں۔ تم خواہ مخواہ دوسروں کے ساتھ وقت ضائع کر رہے ہو۔ بس اب ہم خواب گاہ میں جائیں گے۔"

"تم دیوانی ہو گئی ہو۔ ابھی تو ہم بیڈ روم سے آئے ہیں۔ ابھی میں اس بہروپیے سے بھی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"اس سے کیا باتیں کرو گے۔ بس اسے گولی مار دو۔"

"اگر میں تمہارے دماغ سے کام کروں تو یہ تہہ خانہ ہمارا مقبرہ بن جائیگا۔"

وہ دونوں مجھ سے لپٹ گئیں۔ "اونہہ ہوں۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ بس میرے ساتھ چلو اور وہی جادو کرو۔۔۔ وہی۔"

جادو تو وہ بھی کرتیں تھیں۔ ان کی قربت میں ایسا سحر تھا کہ میں سحر زدہ ہو کر ان کے ساتھ بیڈ روم میں چلا آیا۔ میں اپنی اس کمزوری کو خوب سمجھتا ہوں اور جانتا ہوں کہ مجھے دشمن نہیں مار سکیں گے۔ کوئی عورت ہی مجھے اپنی آغوش کی جنت سے موت کے جہنم میں پہنچائے گی۔

بڑی دیر کی چھینا جھپٹ کے بعد خواب گاہ کی فضا پُرسکون ہو گئی ایک گھنٹہ بعد میں نے دوبدن کو آہستہ آہستہ سلا دیا۔ پھر بڑے آرام سے

خیال خوانی میں مصروف ہوگیا۔ سب سے پہلے میں نے فوجی سرگرمیوں کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ فوج کے آفیسر ڈاکٹر فلینی کے غائب ہو جانے سے پریشان تھے۔ اندھیرا ہونے تک اسے جنگل میں تلاش کرتے رہے تھے۔ رات ہوتے ہی جنگل میں بھٹکنے کا اندیشہ رہتا تھا۔ اس لیے وہ کیمپ میں واپس آگئے تھے۔

میں نے اصل ڈاکٹر فلینی کی خبر لی۔ وہ ہانگ کانگ سے پے نانگ پہنچ گیا تھا۔ اور اب ایک جیپ کار میں بیٹھا دو فوجیوں کے ساتھ جنگل کی طرف آرہا تھا۔

میں نے بلیک میلر کی خبر لی، جو ڈاکٹر فلینی کے میک اپ میں آیا تھا۔ اور اب قید خانہ کے فرش پر بیٹھا بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا کہ ڈوئل جوئیل کی خواب گاہ میں اس کا دماغ کام کیوں نہیں کرتا تھا۔ وہ بہک کر الٹی سیدھی باتیں کرنے لگتا تھا۔ کیا وہ سچ مچ پاگل ہوگیا تھا تو پھر اب ہوش مندی سے کیسے سوچ رہا ہے؟

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "میں احمق ہوں کہ خود ہی ڈاکٹر فلینی کا میک اپ اتار کر اپنے لیے مصیبتیں پیدا کر دیں۔ اب یہاں کا ایک آدمی بھی مجھے اپنا باس نہیں سمجھے گا۔ مجھے اپنی جان بچانے کے لیے فکر کرنی چاہیے۔"

اس کی سوچ نے کہا: "سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟ بُری طرح اپنے ہی تہہ خانے میں آپھنسا ہوں۔ اپنے آپ کو یہاں کا باس ثابت کرنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ میں ٹائیگر اور جوزف کو اپنے اعتماد میں لے کر بتاؤں گا کہ میں تم لوگوں کا اصل باس ہوں۔ ثبوت کے طور پر اس تہہ خانے کا ایک ایسا راز جانتا ہوں جس کے متعلق یہاں کا ڈاکٹر موزائیل بھی کچھ نہیں جانتا تھا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "لیکن ٹائیگر اور جوزف وہ راز پوچھیں گے۔"

"میں بتا دوں گا کہ جوئیل کی خواب گاہ کے سرہانے ایک چور دروازہ ہے۔ وہاں پلنگ کے نیچے فرش پر قالین بچھا ہے۔ قالین کے نیچے ایک آہنی ہینڈل ہے۔ اسے دائیں طرف گھمانے سے چور دروازہ کھلتا ہے۔ اس دروازے کے پیچھے دنیا کے بہترین ہیرے جواہرات ہیں اور اس دنیا کے کتنے ہی بڑے لوگوں کو بلیک میل کرنے کے ٹھوس مواد موجود ہیں۔ اور وہاں کی تمام الماریوں کے لاک نمبرز صرف میرے پاس ہیں۔"

اس کی سوچ پڑھتے ہی میں کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا۔ پھر اس کی یادداشت تازہ کرنے لگا۔ وہ باری باری ایک نمبر، دو نمبر، تین نمبر، چار نمبر الماریوں کے لاک نمبر یاد کرتا جا رہا تھا اور میں کاغذ پر ان نمبروں کو الماریوں کے نمبر کے ساتھ لکھتا جا رہا تھا۔ پھر میں نے معلومات حاصل کیں کہ رات کو ہیلی کوپٹر کس وقت اور کہاں آئے گا۔ ان کے کوڈ ورڈز اور اشارے کیا ہیں۔ میں نے لکھ لیا۔ اس کے بعد اس نے ٹائیگر اور جوزف کو آواز دی۔ میں نے کاغذ تہہ کیا اور جیب میں رکھا۔ اس کے بعد [illegible] بلیک میلر کے دماغ میں جم کر بیٹھ گیا۔

ٹائیگر نے آہنی سلاخ کے پاس آکر ڈانٹتے ہوئے کہا: "اگر بار نہ پکارو میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔"

بلیک میلر نے عاجزی سے کہا: "تم میری بات پر [illegible] تمہارا اصل باس ہوں۔ میں اپنے باس ہونے کا ثبوت دے سکتا ہوں۔"

ٹائیگر نے پوچھا: "کیا ثبوت دو گے؟"

میں نے اس کی ذہنی رو بہکا دی۔ وہ بولا: "ثبوت یہ ہے کہ باس مرغے کی آواز نکالتا ہے۔ یہ دیکھو ککڑوں کوں... ککڑوں کوں"

وہ باقاعدہ مرغ کی طرح بولنے لگا۔ وہاں جوزف بھی آگیا۔ اس نے کہا: "اس پاگل کے بچے نے ہمارا دماغ خراب کر دیا ہے۔ میرا بس [illegible] میں اس کا گلا گھونٹ کر مار دوں۔"

میں نے بلیک میلر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چیخ کر بولا: [illegible] کیا ہو جاتا ہے۔ میں پاگل نہیں ہوں۔ میں مرغا نہیں ہوں۔ [illegible] طرح بول رہا ہوں۔ ککڑوں کوں... ککڑوں کوں..."

میں کبھی اس کے دماغ کو لگام دے رہا تھا۔ کبھی ڈھیل دے رہا تھا۔ اب اس پر سچ مچ پاگل پن سوار ہوگیا۔ وہ غصے اور جنون کی [illegible] سر آہنی سلاخوں سے ٹکرانے لگا۔ وہ بار بار سر ٹکراتے ہی [illegible] لگا۔ میں نے اس کی چکراتی ہوئی کھوپڑی میں کہا: "میریا... میریا... روزی... روزی..."

وہ چیخ کر بولا: "روزی نہیں میریا۔ میں باپ بیٹی کے [illegible] برس تک ناکردہ گناہ کا ڈرامہ کھیلتا رہا۔ میں دنیا کا سب [illegible] ہوں۔ ہا ہا ہا ہا..."

اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے اپنا سر آہنی سلاخ [illegible] تکلیف کی شدت سے چکرا کر گر پڑا۔ اگر میں اس ذلیل [illegible] نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے بہلاتے فرش سے اٹھا کر سلاخوں [illegible] کی سوچ میں کہا: "سات برس تک ایک بیٹی اپنے باپ [illegible] اِدھر بھٹکتی رہی اور ایک باپ خود کو اپنی بیٹی کا اخلاقی [illegible] انسانوں کے مقدس رشتوں کا کینسر ہوں۔ مجھے مر جانا چاہیے۔"

میں نے اس کا سر پھر سلاخوں سے ٹکرا دیا۔ اس بار [illegible] نہ رہی کہ وہ اپنا سر سلاخوں سے ہٹا سکتا۔ وہ اپنے جسم کے [illegible] آہستہ پھسلتا ہوا فرش پر اوندھا ہوگیا۔ سر سے بہتا ہوا [illegible] میں گھس رہا تھا۔ اس میں کراہنے کی بھی سکت باقی نہ [illegible] لرزتے ہوئے جسم سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ آخری سانسیں [illegible]

جوزف نے کہا: "ارے یہ تو مر رہا ہے۔"

"مرنے دو" ٹائیگر نے کہا: "جوئیل اور عازم [illegible] دیں گے کہ ہم یہاں موجود نہیں تھے۔ یہ پاگل جانے کب [illegible] کر گیا۔"

بلیک میلر کی سانس اکھڑ رہی تھی۔ آخری دم وہ پانی مانگنا چاہتا تھا مگر مانگ نہ سکا۔ وہ بڑی عبرت ناک موت تھی۔ اتنا بڑا تہہ خانہ اس نے بنایا تھا۔ وہ تہہ خانہ اس کا مقبرہ بن رہا تھا۔ اس نے ایک بہت بڑے گروہ کی تنظیم کی تھی لیکن اس گروہ کے لوگ اسے نہیں پہچانتے تھے اور نہ ہی اسے ایک گھونٹ پانی پلانا چاہتے تھے۔ اس تہہ خانے میں کروڑوں ڈالر کے ہیرے جواہرات تھے اور یہ ساری دولت اس کے لیے زندگی کی ایک سانس بھی نہیں خرید سکتی تھی۔ آخر وہ بڑی بے بسی کے عالم میں اپنی آخری سانس بھی ہار گیا۔

میں اس کے مردہ دماغ سے واپس آکر سگریٹ سلگانے لگا۔ خوابگاہ میں گہری خاموشی تھی۔ میں نے پلنگ والی دیوار کو دیکھا جو خفیہ دروازے کی طرف کھلتی تھی لیکن دروازہ کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ البتہ اس دیوار پر سات فٹ اونچا اور دس فٹ چوڑا ایک تصویری فریم بنا ہوا تھا۔ اس فریم میں ایک مرد اور ایک عورت کی ایک نیم عریاں پینٹنگ تھی۔ میں بستر سے اٹھ کر ریوالونگ چیئر پر آکر بیٹھ گیا۔

اس چور دروازے کے پیچھے جانے کی جلدی نہیں تھی۔ وہاں فرصت سے جاکر بلیک میلنگ کے مواد کو دیکھا اور سمجھا جاسکتا تھا اور وہاں کی چھپی ہوئی دولت کا بھی اطمینان سے حساب کیا جاسکتا تھا۔ اس خفیہ دروازے کا راز میرے سوا کوئی نہ جانتا تھا اس لیے مجھے اطمینان تھا۔

میں سگریٹ کے دو چار کش لگانے کے بعد اسکندریہ پہنچ گیا۔ سونیا ایک کمرے میں ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی جبران کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اور جبران ٹرانسمیٹر پر کسی سے اپنی زبان میں گفتگو کر رہا تھا۔ سونیا سوچ رہی تھی "یہ شاید ماسٹر زورا سے باتیں کر رہا ہے۔ شام کے وقت ماسٹر زورا نے جبران کے ایک خاص ماتحت کو وارننگ دی تھی کہ سونیا اور فرہاد کو دربار میں حاضر کیا جائے۔

[illegible] کہا: جبران کے تمام قمار خانوں کو آگ لگا دی جائے گی۔ ایک گھنٹہ بعد یعنی ساڑھے [illegible] بجے جبران کے ایک ماتحت نے اطلاع دی کہ ایک قمار خانے میں بم کے دھماکے ہو رہے ہیں۔ قمار خانے سے بلند ہونے والے شعلے دور تک پھیل رہے ہیں اور وہاں کے لوگ دہشت زدہ ہو کر اس علاقے سے بھاگ رہے ہیں۔"

سونیا سوچنے کے دوران جبران کو عقیدت سے دیکھ رہی تھی۔ کہ وہ سب سے بڑا نقصان اٹھا کر بھی انہیں پناہ دے رہا تھا۔ اس وقت بھی وہ ٹرانسمیٹر پر کبھی ہنستے اور کبھی مسکراتے ہوئے باتیں کر رہا تھا۔ پھر اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کرنے کے بعد قہقہہ لگاتے ہوئے کہا: "سونیا! خوشخبری سنو۔ میرے شیر جوانوں نے ماسٹر زورا کا تختہ کر دیا ہے۔ جس کوٹھی میں بہت بڑی [illegible] کا اہتمام کیا گیا تھا وہ بم کے دھماکے سے اڑا دی گئی ہے۔ ماسٹر کے کتنے ہی لوگ ان دھماکوں سے فنا ہو گئے ہیں۔ اسکندریہ کے دو بڑے گیراج میں ماسٹر زورا کی ایک سو پانچ کاریں، ویگن کاریں، جیپ اور موٹر سائیکلیں [illegible] ان سب کو آگ لگا دی گئی ہے۔ ماسٹر زورا اور اس کے آدمیوں کے لیے فرار کی راہیں مسدود کر دی ہیں اور اب وہ کرایے کی ٹیکسیاں حاصل کر کے کہیں جا سکتے ہیں اور میرے آدمی ریلوے اسٹیشن، ایئرپورٹ اور سپر ہائی وے کی ناکہ بندی کر چکے ہیں۔"

سونیا نے کہا: "ماسٹر زورا اس جگہ کی تلاش میں ہوگا جہاں ہمیں چھپایا گیا ہے۔"

جبران نے کہا: "اس کا باپ بھی یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ ابھی تو وہ خود اپنے لیے پناہ گاہ تلاش کر رہا ہوگا۔ قانون کے محافظ پریشان ہو گئے۔ وہ مجھے اور ماسٹر زورا دونوں کو تلاش کر رہے ہوں گے۔ کیوں کہ ہم دونوں کے علاقے دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اور دور تک آگ پھیلی ہوئی ہے۔ آج کی ہولی قابل دید ہوگی۔ سارا اسکندریہ جل رہا ہوگا۔ ہا ہا ہا ہا..."

وہ مارے خوشی کے قہقہے لگا رہا تھا۔ میں نے سونیا کی سوچ میں کہا "فرہاد..."

وہ عازم کے متعلق سوچنے لگی۔ وہ وہاں نہیں تھا۔ ڈاکٹر برہان مصری علاج کے لیے اسے ساتھ لے گیا تھا۔ پھر میں نے رومانہ کی خبر لی۔ وہ اپنے بیڈ روم میں بستر کے پاس کھڑی ہوئی ایک بیگ میں اپنا پاسپورٹ اور کپڑے وغیرہ رکھ رہی تھی۔ پھر وہ بیگ کو بند کرنے کے بعد اسے شانے سے لٹکاتی ہوئی بیڈ روم سے باہر آگئی۔ ایک کمرے میں مشید جبران کے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔ وہ اس کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی۔ سونیا اور جبران نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ رومانہ نے جواب دیا: "میں جا رہی ہوں۔"

"جا رہی ہو۔ کہاں؟"

وہ بولی: "ابھی میں نے تمہارے ایک ماتحت سے معلوم کیا ہے کہ دو گھنٹے بعد ایک فلائٹ یہاں سے فار ایسٹ جائے گی۔ میں ابھی کوالالمپور جانا چاہتی ہوں۔"

سونیا کا دل خوشی سے دھڑکنے لگا لیکن وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر حیرانی کا اظہار کرتی ہوئی بولی: "تم نے اچانک ہی کوالالمپور جانے کا پروگرام کیسے بنا لیا؟"

رومانہ نے جواب دیا: "تمہاری باتوں نے اثر کیا ہے۔ تم سچ کہتی ہو کہ فرہاد پر اپنا سب کچھ لٹا چکی ہو۔ اور میں لٹانا چاہتی ہوں تو بھی نہیں لٹا سکتی۔ پھر کیوں نہ میں دوسرا جیون ساتھی تلاش کروں۔ ملایا کے جنگل میں میرا ایک بچھڑا ہوا ساتھی رہتا ہے۔ مسٹر جبران! کیا آپ مجھے اتنی رقم دے سکتے ہیں کہ میں کوالالمپور پہنچ جاؤں۔"

"ہاں تمہارے لیے میری تجوری کھلی ہے لیکن ابھی شہر میں بڑے ہنگامے ہو رہے ہیں۔ ہمارا نکلنا مناسب نہیں ہے۔"

"آپ باہر نہ نکلیں۔ میں تنہا ایئرپورٹ جاؤں گی۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں مرد ہو کر یہاں بیٹھا رہوں اور تم تنہا جاؤ۔ ٹھہرو میں باہر نکلنے کے انتظامات کرتا ہوں۔ تمہارے لیے سیٹ بھی بک کراؤں گا۔"

وہ ٹیلیفون کے پاس جاکر ریسیور اٹھانے کے بعد کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس کی مقامی بولی شروع ہوگئی۔ وہ جہاں بیٹھا

فون پر باتیں کر رہا تھا وہاں سے ایک آئینہ میں سونیا نظر آ رہی تھی۔جبران نے باتوں کے دوران مسکرا کر سونیا کو آنکھ ماری۔سونیا زیرِ لب مسکرانے لگی۔دونوں کے ذہن میں یہ بات تھی کہ بلائل رہی ہے۔وہ خود ہی فرہاد کو چھوڑ کر جا رہی ہے۔ جبران چھ سات منٹ تک باتیں کرتا رہا پھر اس نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔"ہم ٹھیک آدھے گھنٹے بعد یہاں سے نکلیں گے۔"

یہ بات تعجب خیز تھی کہ رومانہ نے اچانک ہی کوالالمپور جانے کا پروگرام بنا لیا تھا اور یہ کہہ رہی تھی کہ ملایا کے جنگل میں اس کا ایک بچھڑا ہوا ساتھی تھا۔اتنی بڑی دنیا میں میرے سوا کوئی اس کا دوست تھا۔نہ رشتہ دار وہ میری تلاش میں آ رہی تھی۔لیکن اسے کیسے معلوم ہوا کہ میں ملایا کے جنگل میں ہوں؟

میں رومانہ کے دماغ کو کریدنا چاہتا تھا لیکن دروازے پر دستک ہوئی۔میں ریوالونگ چیئر سے اٹھ کر دروازے پر گیا۔باہر ٹائیگر اور جوزف کھڑے ہوئے تھے۔وہ بلیک میلر کی موت کی اطلاع دینے آئے تھے۔میں نے حکم دیا کہ اسے قید خانے سے نکال کر مٹی میں دبا دیا جائے۔اس کے بعد تمام لوگوں کو بڑے ہال میں جمع ہونے کے لیے کہا جائے۔وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلے گئے۔ایک شخص نے آ کر کہا۔"ڈنر تیار ہے۔وہ تینوں دولت مند آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

میں ان کی طرف جانے لگا۔ان کے پاس پہنچنے تک میں نے معلوم کیا۔ڈاکٹر فینی جنگل میں پہنچ گیا تھا کیمپ کا فوجی افسر اس کے پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ جیسے کاغذات کو سختی سے چیک کر رہا تھا کیوں کہ ڈاکٹر فینی کے بیان کے مطابق وہ ابھی ہانگ کانگ سے آ رہا تھا اور فوجی افسر کہہ رہا تھا کہ ڈاکٹر آج دوپہر کو ان سے مل چکا ہے اور یہی ڈاکٹر ان کے ساتھ کالج گیا تھا۔ وہاں ڈبل جوئیل نہیں تھی۔لہٰذا جوئیل کی تلاش میں وہ سب جنگل میں نکل گئے۔تلاش کے دوران ڈاکٹر فینی اس سے بچھڑ گیا اور اب دوبارہ آ کر بیان دے رہا ہے کہ وہ جنگل میں نہیں تھا بلکہ امریکہ اور ہانگ کانگ سے آ رہا ہے۔

میں ڈنر کے لیے جاتے جاتے رک گیا۔ایک حوض کے کنارے کھڑے ہو کر اصل ڈاکٹر فینی کی دشواریوں کو سمجھنے لگا۔میریا کو بلایا گیا تھا۔اس نے بھی یہی کہا کہ وہ دوپہر کو یہاں بیٹھا اسے بیٹی کہہ رہا تھا۔

اصل ڈاکٹر فینی کو جب معلوم ہوا کہ میریا اس کی اپنی بیٹی ہے تو وہ مارے خوشی کے رونے لگا۔میریا چند لمحے پہلے اسے دھوکے باز اور اپنی ماں کا قاتل کہہ رہی تھی لیکن باپ کے آنسو اتنے سچے تھے کہ وہ سنجیدگی سے ان آنسوؤں کو سمجھنے پر مجبور ہو گئی۔ڈاکٹر نے اپنے بریف کیس سے اس کی ماں کی ڈائری نکالتے ہوئے کہا۔"بیٹی یقین کرو۔ایک غیبی طاقت نے مجھے نیند سے جھنجھوڑ کر کہا کہ میری بیٹی اس جنگل میں ہے اگر میں فوراً یہاں نہ آیا تو دشمن میری بچی کو مار ڈالیں گے۔تم مجھے اپنی ماں کا قاتل سمجھ رہی ہو۔خود کو سوتیلی بیٹی سمجھتی ہو مگر میرے پاس تمہاری ماں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ڈائری ہے۔تم اپنی ماں کی تحریر پہچانتی ہو تو اسے پڑھو۔"

میریا ڈائری لے کر پڑھنے لگی۔اس ڈائری کے صفحات پر ام چھپے ہیں۔"
کی ماں ڈونا کی تحریر تھی۔ڈونا نے ڈاکٹر فینی سے شادی کرنے کر میں اپنے خطرناک دشمنوں سے چھپ رہا ہوں۔ وہ ایسے دشمن
سنی مون کے واقعات تفصیل سے لکھے تھے۔سال بھر کی ایک رہا ہیں، جن سے قانون کے محافظ بھی مجھے نہیں بچا سکتے۔میں اپنی احتیاطی
ایک دن کی تفصیلات درج تھیں۔اس کی ماں نے لکھا تھا کہ شادی تدابیر اور حکمتِ عملی سے ہی محفوظ رہ سکتا ہوں۔"
بعد ایک سال کے عرصے میں کوئی میاں بیوی کے قریب نہیں آیا کیوں کہ وہ تینوں اپنی اپنی خدمات پیش کرنے لگے۔ وہ میرے لیے
مختلف ممالک کی سیر کر رہے تھے۔جب ڈونا کی طبیعت خراب ہوئی تو بہترین ہتھیار اور جان دینے والے ساتھی مہیا کر سکتے تھے۔ دولت
ڈاکٹر نے معائنے کے بعد بتایا کہ وہ ماں بننے والی ہے۔پھر آٹھ ماہ کے بعد ان کے پاؤں کی دھول تھی۔ وہ میرے لیے ایک مضبوط قلعہ بنا سکتے
بچی پیدا ہوئی جس کا نام میریا رکھا گیا...... تھے۔میں نے ان کا بہت شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔"ابھی میں نے اس
میریا پڑھ رہی تھی۔اپنی ماں کی تحریر سے انکار نہیں کر سکتی تھی جنگل کو اپنا قلعہ بنا لیا ہے۔کبھی آپ لوگوں کی ضرورت پیش آئی تو میں ضرور
اس لیے قائل ہوتی جا رہی تھی کہ وہ ڈاکٹر کی سگی بیٹی ہے۔ڈاکٹر نے بر زحمت دوں گا۔"
سے بیس سال پہلے کا برتھ سرٹیفکیٹ نکال کر اسے پڑھنے کو دیا۔پھر اس کھانا ختم ہو گیا۔میں تینوں کو ساتھ لے کر ایک ہال میں آیا۔وہاں
بچپن کی تصویریں نکالیں۔ان تصویروں میں میریا اپنے باپ کے ساتھ تہہ خانہ کے ملازمین موجود تھے جو جنریٹر کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ کھانا
نظر آ رہی تھی۔ اتنے سارے ثبوت دیکھ کر وہ ڈیڈی کہہ کر کھینچتی ہوئی پکانے اور صفائی کا کام کرتے تھے۔ وہاں ٹائیگر اور جوزف جیسے فائیٹر
باپ سے لپٹ گئی۔ موجود تھے۔میں نے ان لوگوں سے کہا۔"اوپر فوجیوں کا پہرہ ہے۔
میں حوض کے پاس سے گھوم کر ایک کمرے میں پہنچا۔وہاں ایک سب یہاں سے نکل نہیں سکتے۔ہم طیارے کے مسافر تھے اس لیے ہم
میز پر کھانا لگایا جا رہا تھا۔ڈان سومرو، پیری ہڈسن اور رونود شہ جانے الو کر یہیں سے جا سکتے ہیں۔ڈبل جوئیل بھی جائیں گی۔جب تک میں اور
استقبال کیا۔پھر ہم سب کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔کھانے کے دوران میں ڈبل واپس نہ آئیں۔اس وقت تک ٹائیگر تمہارا لیڈر رہے گا۔"
ٹائیگر اور جوزف سے کہا۔"اسٹور سے میرا سامان بھی لے آؤ ڈبل جوئیل سب نے وعدہ کیا کہ وہ ٹائیگر کے احکامات کی تعمیل کرتے رہیں
سامان بھی پیک کرو۔ہم ایک نامعلوم مدت کے لیے یہاں سے جا رہے۔ٹائیگر بہت خوش نظر آ رہا تھا۔میں نے کہا۔"اپنے ماتحتوں سے کہو کہ
وہ دونوں چلے گئے۔پیری ہڈسن نے پوچھا۔"آپ کہاں جا رہے ہیں مہمانوں کو ان کے سامان کے ساتھ دلدل کے راستے سے باہر لے
ہیں؟" جائیں۔"
میں نے ان لوگوں کے سامنے دوبدن کی مختصر سی داستان سنائی۔ ٹائیگر نے کہا۔"دلدل کا راستہ اختیار کرنے کے لیے سب سے بڑا
کی پھر کہا۔"جوئیل سے میرے گہرے تعلقات ہیں۔لیکن میں فی الحال جنریٹر چلانا ہوگا۔اگر کوئی فوجی گھاس پر سو رہا ہوگا تو وہ زمین کی تہہ سے
دونوں کو اپنے ساتھ مہذب دنیا میں نہیں لے جا سکتا۔ وہ دونوں جنریٹر کی ہلکی سی آواز سن لے گا۔بہتر ہے کہ انہیں مان تو کی بستی سے باہر
فینی لوگارڈ کی دریافت ہیں۔میں چاہتا ہوں کہ انہیں ڈاکٹر اپنے ساتھ لایا جائے۔"
امریکہ لے جائے۔وہ ٹریننگ دینے کے طریقے جانتا ہے جوئیل کو مہذب میں نے تائید کی۔تین آدمی... تین دولت مندوں کا سامان اٹھا
دنیا کے طور طریقے سکھا دے گا۔لیکن جوئیل کسی حال میں بھی مجھ سے جانے لگے۔وہ تینوں مجھ سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گئے۔میں نے
ہونا پسند نہیں کرے گی۔میں انہیں ڈاکٹر کے ساتھ جانے کے لیے اس کے ساتھ خواب گاہ کی طرف جاتے ہوئے کہا۔"ڈبل جوئیل محوِ
کہوں گا تو وہ ہنگامہ برپا کر دیں گی۔اس لیے میں ان کو لاعلمی میں چھوڑ خواب ہے۔میں اسے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔جب وہ بیدار ہو کر پوچھے تو تم
بتا کر میں بغیر کچھ کہے سنے کہیں چلا گیا ہوں۔"
چاپ چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

ڈاکٹر سومرو نے کہا۔"تو پھر آپ میرے ساتھ چلیں۔"
میں نے کہا۔"نہیں۔جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں میں
یہاں قانون کی حمایت میں بہت سے کارنامے انجام دیئے ہیں
لوگوں کے ساتھ فوجی کیمپ میں جاؤں گا تو میری تصویریں اتاری جائیں
گی۔میں نہیں چاہتا کہ میری تصویریں اخبارات میں شائع ہوں یا ان کے
پاس ریکارڈ کے طور پر تصویریں موجود رہیں۔"
"تعجب ہے۔آپ مجرم نہیں ہیں پھر بھی قانون کے محافظ

"جو حکم باس! میں مادام کا پوری طرح خیال رکھوں گا۔آپ نے اعتماد سے مجھے یہاں کا لیڈر بنایا ہے،میں اس اعتماد کی لاج رکھوں گا۔"
"اچھی بات ہے۔تم میرا انتظار کرو۔میں ابھی آتا ہوں۔"
اسے باہر چھوڑ کر میں خواب گاہ کے اندر آیا۔دوبدن سو رہی تھیں۔ ڈبل حسینہ کو چھوڑ کر جاتے ہوئے افسوس ہو رہا تھا۔مگر وہ ایسی تھیں کہ ان کے ساتھ کبھی کبھی وقت گزارا جا سکتا تھا۔ورنہ ہمیشہ کا ساتھ بڑا مہنگا پڑتا۔میں نے ایک کاغذ پر اس کے نام خط لکھا۔

"جوئیل میری جان!
میری اصلیت یہی ہے کہ میں وقت کی طرح بہتا چلا جاتا ہوں۔اور میں جا رہا ہوں۔لیکن یقین رکھو کہ یہ دائمی جدائی نہیں ہے۔میں دوبارہ تم سے امریکہ میں ملاقات کروں گا۔
اگر تم مجھے دل و جان سے چاہتی ہو تو میری بات مانو۔ تہہ خانہ میں کوئی ہنگامہ نہ کرو۔اصلی ڈاکٹر فینی لوگارڈ اوپر کالج میں آ گیا ہے۔اس کے ساتھ اس کی بیٹی میریا ہو گی۔وہ تمہیں بھی بیٹی سمجھتا ہے۔ہماری آئندہ ملاقات کی یہی ایک صورت ہے کہ تم ڈاکٹر فینی کے ساتھ امریکہ چلی جاؤ۔
اگر تم ڈاکٹر فینی سے گستاخی کرو گی۔اور میری جدائی کا غصہ دوسروں پر اتارو گی تو پھر میں تم سے کبھی نہیں ملوں گا۔میری خواہش ہے کہ تم ڈاکٹر فینی کے زیرِ سایہ رہ کر مہذب دنیا میں رہنے سہنے کا سلیقہ سیکھو۔مجھے امید ہے کہ تم میری یہ خواہش پوری کرو گی۔
آئندہ بہت جلد ملنے کے یقین کے ساتھ رخصت ہوتا ہوں۔وِش یو گڈ لک وِتھ ڈاکٹر...
تمہارا اور تمہارا
عازم"
خط لکھ کر میں نے اس کے سرہانے میز پر رکھ دیا۔پھر میں نے عازم کا سوٹ کیس کھول کر دو عمدہ لباس نکالے۔ایک بیگ لے کر وہ لباس پاسپورٹ ویزا اور ضروریات کا دوسرا سامان رکھا۔ایک قیمتی گھڑی کلائی میں پہنی چھوٹی سی ٹارچ جیب میں رکھی۔مجھے چاقو، چھری اور پستول جیسے ہتھیاروں کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔میں نے بیگ کو کاندھے سے لٹکایا۔پھر دوبدن کے خوابیدہ حسن پر الوداعی نظر ڈال کر خواب گاہ سے باہر آ گیا۔
۵ ٹائیگر میرا انتظار کر رہا تھا۔اس نے مجھ سے بیگ لے کر اپنے کاندھے پر لٹکایا۔پھر میرے پیچھے چلنے لگا۔سرنگ میں پہنچ کر اس نے اپنی ٹارچ روشن کی اور میرے شانہ بشانہ آگے بڑھنے لگا۔میں نے کہا۔"ٹائیگر! جب ڈبل جوئیل تہہ خانہ سے چلی جائیں تو ان کی خواب گاہ کو مقفل کر دینا۔جوئیل بیدار ہو جانے کے بعد ہنگامے کر سکتی ہیں۔اگر اپنی جان کا خطرہ دیکھو تو انہیں ریوالور سے دھمکی دینا۔اس احتیاط کے ساتھ کہ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے اور وہ چپ چاپ تہہ خانہ سے باہر چلی جائیں۔ایک بات اور انہیں کالج کے چور دروازے سے نہ جانے دینا ورنہ تمہارے اس تہہ خانہ کا راز فاش ہو جائے گا۔"
اس نے پوچھا۔"آپ کی واپسی کب ہو گی؟"

"میں یقین سے اپنی واپسی کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ وہاں جتنے تراشیدہ ہیرے اور زیورات ہیں۔ ان سب کو تم اپنی اور اپنے گروہ کی ضروریات کے لیے کام میں لا سکتے ہو۔ میں واپسی میں تم سے حساب نہیں لوں گا۔"

وہ حیران تھا۔ مارے خوشی کے چلنے کے دوران لڑکھڑا رہا تھا۔ وہ بولا "آپ مجھے اتنی ترقی اور اتنی دولت دے رہے ہیں کہ میں خوشی سے مر جاؤں گا۔"

میں نے کہا "خوشی کا ہونا فطری بات ہے مگر تمہاری ذمے داریاں بڑھ گئی ہیں۔ تم پوری ہوش مندی سے یہاں کے لوگوں کو اپنی مٹھی میں رکھو۔ کوئی بغاوت پر اتر آئے تو پہلی فرصت میں اسے ختم کر دو تاکہ وہ جا کر قانون کا حمایتی نہ بن سکے۔"

ہم باتیں کرتے کرتے سرنگ کے اس دوراہے پر پہنچے جہاں سے ایک راستہ کاٹیج کی طرف جاتا تھا۔ میں نے وہاں سے گزرتے ہوئے ڈاکٹر فیبنی کے خیالات پڑھے۔ وہ اپنی بیٹی میریا کے ساتھ کاٹیج میں تھا۔ فوجیوں نے وہاں بھی کاٹیج کے سامنے ایک خیمہ لگا لیا تھا۔ ہم سرنگ میں آگے بڑھتے ہوئے اس حصہ سے بھی گزر گئے۔ جہاں راک فیلو کو کچا گوشت کھلا کر رکھا جاتا تھا۔ آگے ایک ہال کو پار کرنے کے بعد ہم ایک زینہ تک پہنچ گئے۔ اس زینہ کے اوپری سرے کو ایک بہت وزنی پتھر سے ڈھانک دیا گیا تھا۔

ہم دونوں زینے کے اوپری حصہ میں پہنچ کر اس پتھر کو ہٹانے لگے۔ ایک بار میں نے خیال خوانی کے ذریعے دو بدن کو اسی راستے سے تہہ خانہ میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ ہم نے اپنی اپنی پوری قوت صرف کرتے ہوئے اس پتھر کو اس حد تک ہٹا دیا کہ میں وہاں سے گزر کر جا سکتا تھا۔ میں نے ٹائیگر سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "بیگ مجھے دو۔ تم دور تک چھوڑنے جاؤ گے تو واپسی میں تنہا اس پتھر کو ہٹا نہیں سکو گے۔"

اس نے بڑی عقیدت اور گرمجوشی سے میرے ہاتھ کو تھام کر بوسہ دیا۔ میں بیگ لے کر اس تہہ خانے سے باہر آ گیا۔ اب میرے اطراف اونچی اونچی پہاڑیاں تھیں۔ جھاڑیوں سے پرے بانس کی ایک جھونپڑی تھی۔ اس جھونپڑی کے دوسری طرف مان تو کی بستی تھی۔ میں نے بیگ کو زمین پر رکھ کر پتھر کو سرکایا۔ نیچے سے ٹائیگر ہاتھ اٹھا کر زور لگا رہا تھا۔ ذرا سی کوشش کے بعد پتھر اپنی جگہ واپس آ کر جم گیا۔ ٹائیگر نیچے نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

میں ... بیگ اٹھا کر تھوڑی دیر تک [illegible] جھاڑیوں کے [illegible] جو بانس کی جھونپڑی تھی۔ اس میں زندگی کے [illegible] تھے۔ ایک بار دور [illegible] میں نہیں آتیں۔ مگر [illegible] نہایا ہے۔ میں نے زمین پر دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے ٹیک دیے۔ جیسے

جھونپڑی کی سمت رینگنے لگا۔ گھنی جھاڑیاں راستے کی رکاوٹ بن رہی تھیں۔ میں انہیں ہاتھوں سے ہٹاتا اور الجھتا ہوا تقریباً آدھے [illegible] فضا میں پہنچا۔ میرے کپڑے پھٹ گئے تھے۔ کئی جگہ [illegible] تھیں۔ میں تھوڑی دیر ستانے کے لیے بیٹھ گیا۔

وہاں بیٹھ کر میں نے احتیاطاً ٹائیگر کی سوچ [illegible] ہوا کہ وہ وفادار ہے اور میری عدم موجودگی میں [illegible] پہنچائے گا۔ اس کے بعد میں نے بیگ میں سے قطب نما [illegible] میں ریڈیم کی سوئی شمال کی سمت بتا رہی تھی۔ مجھے جنوب کی [illegible] میل دور دریا کے کنارے پہنچنا تھا۔ ہیلی کوپٹر اسی جگہ آنے والا [illegible] میں اٹھ کر جنوب کی سمت جانے لگا۔ تھوڑی [illegible] ہی کسی فوجی جوان کی للکار سنائی دی "ہالٹ، ہُوازِ [illegible]" اسی کی آواز اور لہجے کی ڈور تھام کر میں اس کے دماغ [illegible] گیا۔ وہ میری سمت ٹارچ کی روشنی پھینکنا چاہتا تھا [illegible] کے ہاتھ کو بہکا دیا۔ روشنی دوسری سمت چلی گئی۔ [illegible] پیچھے پہنچ گیا۔ دوسری بار اس نے صحیح سمت روشنی پھینکی۔ اب [illegible] نہیں آ سکتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "میرا [illegible] نہیں ہے۔"

اس نے ٹارچ بجھا دی۔ میں دبے قدموں [illegible] دوسرا فوجی اپنے ساتھی سے پوچھ رہا تھا "کیا بات [illegible]"

مجھے للکارنے والے نے جواب دیا "نہیں ہو [illegible] گیا سالا۔"

سالا بولتے ہوئے میں نے اس کے ذہن کو [illegible] دانتوں سے کھینچ کر دی۔ وہ تلملا کر رہ گیا۔ اس وقت [illegible] تھا کہ وہ میرے قدموں کی آہٹ نہیں سن سکے [illegible] سے تقریباً چھ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں [illegible] وہ ایک ادھیڑ عمر کی عورت کے ساتھ طیارے کی [illegible] تھی۔ طیارہ بادلوں کے درمیان سے پرواز کر رہا [illegible] وہ سوچ رہی تھی [illegible] کو لائلپور پہنچنے کے [illegible] گی۔ وہاں سے [illegible] سے رابطہ قا[illegible] حصے میں جاؤں گی [illegible] کو اغوا کر [illegible] اتنی سوچ پڑھنے [illegible] سمجھ گیا کہ اس [illegible] طیارے کی خبر پڑھی [illegible] لیا کہ اس کا [illegible] تم [illegible] اس کی [illegible] تم سنگدل [illegible] وہ اخبار [illegible] رہتی تھیں۔ اخبار [illegible] بیگ [illegible]

[illegible] پہنچے۔ اور اگر وہ اخبار اس کی نظروں سے گزرے گا تب بھی وہ یہ [illegible] سمجھے گی کہ فرہاد ملایا کے جنگل میں "آجم" بنا ہوا ہے۔ ہاں اخبار [illegible] عازم کے بجائے پچھلے کی غلطی سے ہر جگہ "آجم" بیسلا بے نکا نام چھپ گیا ہے۔

مجھے اسی وقت شبہ ہو گیا تھا جب ڈاکٹر برہان مصری پاکستانی [illegible] زبان بول رہا تھا۔ اور وہ زنخا اس زبان کو نہیں سمجھ رہا تھا۔ پھر اخبار میں [illegible] مسافروں کی جو فہرست شائع ہوئی ہے اس میں آجم کے ساتھ شبانہ کا نام بھی ہے۔ جب کہ بحری جہاز میں عازم کہہ چکا ہے کہ شبانہ اس کی بیوی ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس فہرست میں دلنود شرما کا نام بھی ہے۔ یہ [illegible] ہت ہونا نہیں جانتی۔ صرف میں جانتی ہوں کہ فرہاد ہانگ کانگ سے دلنود شرما کے میک اپ میں استنبول گیا تھا۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر یا [illegible] آجم دراصل فرہاد ہے اور اپنے ہمشکل عازم کے نام اور پاسپورٹ سے [illegible] اٹھا کر اس طیارے میں سوار ہوا تھا یا پھر وہ ابھی تک دلنود شرما کے میک اپ میں ہے اور ملایا کے جنگل میں جا پھنسا ہے۔ جو کچھ بھی ہو۔ فرہاد اس [illegible] درخت تھل میں موجود ہے۔"

رومانہ نے اخباری خبر کا صحیح تجزیہ کیا تھا۔ اس نے مجھے ڈھونڈ نکالا تھا [illegible] میں بھی ایسا سنگدل نہیں ہوں کہ رومانہ کو پھر گمراہ کر دیتا۔ وہ سمندر [illegible] الغوازی بیٹی ایک عرصے سے میرے لیے ایک ملک سے دوسرے ملک [illegible] بھٹک رہی تھی۔ اب میں اسے بھٹکانا نہیں چاہتا تھا۔ دوسرے لفظوں [illegible] مجھے اس بازی گر حسینہ کی ضرورت تھی اور اتفاق سے میں کو لائلپور جانے [illegible] لا تھا۔

میں صحیح وقت پر دریا کے کنارے پہنچا۔ تاریکی میں ایک ہیلی کوپٹر [illegible] کی طرف نیچی پرواز کر رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی جیب سے ٹارچ نکال [illegible] کے شیشے کو گھمایا پھر وہ شیشہ سبز ہو گیا۔ میں سبز روشنی سے سگنل دینے [illegible] ہیلی کوپٹر دو بار میرے اطراف چکر کاٹنے کے بعد زمین پر آ گیا۔ میں [illegible] تے ہوئے ادھر جانے لگا۔ کاک پٹ میں ایک آدمی نے کوڈ ورڈز [illegible] کہا "اپنی شناخت کراؤ۔"

میں نے کوڈ ورڈز میں جواب دیا "میں پاتال کا شہنشاہ ہوں۔"

اس نے جھک کر ہاتھ بڑھایا۔ میرا ہاتھ تھام کر کاک پٹ کے اندر [illegible] پہنچنے میں میری مدد کی۔ وہاں دو آدمی تھے۔ اندر ہلکی سی روشنی میں وہ [illegible] توں میرا چہرہ دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ میں نے کہا "میں نے ڈاکٹر فیبنی کا [illegible] اپ ختم کر دیا ہے اور اب طیارے کے ایک مسافر کے میک اپ میں [illegible] فلائی کرو۔ دیر نہ کرو۔"

ہیلی کوپٹر اسٹارٹ ہونے کے بعد فضا میں بلند ہونے لگا۔ میں [illegible] ساتھ بیٹھے ہوئے شخص سے باتیں کر چکا تھا۔ کسی وقت بھی اس [illegible] دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ لیکن ہیلی کاپٹر کا پائلٹ کیپ، ایئر فون اور [illegible] پہنے ہوئے تھا۔ میں فی الحال اس کے دماغ کو نہیں چھو سکتا تھا۔

اس کے باوجود ذرا اطمینان تھا کہ وہ لوگ مجھے باس سمجھ رہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد میں نے رومانہ کی سوچ سے معلوم کرنا چاہا کہ وہ کس وقت کو لائلپور پہنچے گی۔ اس کے دماغ میں جھانکتے ہی مجھے اس کی ادھیڑ عمر کی ہم سفر کی آواز سنائی دی۔ وہ رومانہ کے پاس بیٹھی بول رہی تھی "ہیلو رومانہ! اب ہمیں ایک دوسرے سے متعارف ہونا چاہیے مجھے مادام زہریلی کہتے ہیں۔ تمہارے آگے اور پیچھے کی سیٹوں پر سپر ماسٹر کے جانباز بیٹھے ہیں۔ یہاں تم جمناسٹک کے کرتب نہیں دکھاؤ گی....."

رومانہ پر اچانک یہ افتاد آ پڑی تھی۔ میں اس کی مدد کرنے کے لیے سنبھل کر بیٹھ گیا۔ لیکن وہ مصیبت آ گیا۔ جو چاروں طرف سے نہ آئے۔ اس سے پہلے کہ میں رومانہ کی مدد کے لیے پہنچتا۔ اچانک میرے سر کے پچھلے حصے پر ہتھوڑے برس گئے۔ یہ سوچنے کی مہلت نہ ملی کہ اس ہیلی کوپٹر میں کوئی تیسرا بھی تھا۔ ایک دم سے میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ پھر مجھے ہوش نہ رہا۔ بے ہوشی کا سفر شروع ہو چکا تھا۔

ہمیشہ سے جیتنے والا فاتح اپنی جیت کے نشہ میں بھول جاتا ہے کہ دشمن کمزور اور ناتواں نہیں ہوتا۔ میں بھی بھول گیا تھا اور ہیلی میں بیٹھی کے نشے میں دشمن کو نادان سمجھ بیٹھا تھا۔ ہوا یہ کہ ہیلی کوپٹر کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے وقت میں نے سیٹ کے پیچھے ترپال دیکھا تھا۔ میری سمجھ میں آیا کہ وہاں سامان رکھا ہے۔ جسے ترپال سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ مگر میری بدنصیبی کہ وہاں کوئی چھپا ہوا تھا جس نے اچانک ہی میرے سر پر ہتھوڑے برسا دیے تھے۔

بے ہوش ہونے کے بعد تو جیسے صدیاں بھی ایک پل میں گزر جاتی ہیں۔ پتہ نہیں چلتا کہ زندگی کتنی تیز رفتاری سے سفر کر رہی ہے۔ ابھی بے ہوشی نے میری آنکھ بند کی تو میں ہیلی کوپٹر میں تھا۔ اور ہوشمندی نے میری آنکھ کھولی تو میں ایک کمرے کے ننگے فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ چند ساعتوں تک سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کہاں تھا؟ اب کہاں ہوں؟ اور مجھ پر کیا گزر چکی ہے؟ پھر سر کی تکلیف نے سمجھا دیا کہ کسی نے پیچھے سے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ میری بے ہوشی کے دوران ہیلی کوپٹر کا سفر ختم ہو چکا ہے اور اب میں کسی عمارت کے کمرے میں مقید ہوں۔

انجانے دشمن نے بڑی زبردست ضرب لگائی تھی۔ میں نے سر کے پچھلے حصہ پر ہاتھ پھیرا تو وہاں بڑا سا گومڑ نکل آیا تھا۔ سر کے بال لہو سے چپک گئے تھے۔ میں تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پریشانی یہ تھی کہ نہ معلوم میں کہاں آ پھنسا ہوں۔ اگر ہیلی کوپٹر میں بلیک میلر کے آدمی تھے تو انہوں نے مجھے نقصان کیوں پہنچایا جب کہ میں نے بلیک میلر کے تمام کوڈ ورڈز اور اشارے استعمال کیے تھے۔ اور وہ لوگ کسی شک و شبہے کے بغیر مجھے بلیک میلر یا اپنا باس سمجھ بیٹھے تھے۔ اگر اپنا باس نہ سمجھتے تو مجھے ہیلی کوپٹر کے قریب آنے کا بھی موقع نہ دیتے۔

سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا گیا ہے؟ یہ تو اب خیال خوانی ہی سمجھا سکتی تھی۔ میں نے فرش سے اٹھ کر کمرے کے دروازے کو دیکھا۔ وہ باہر سے بند تھا۔ ایک کھڑکی کھلی ہوئی تھی جس میں آہنی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے سلاخوں سے پرے دیکھا تو پتہ چلا کہ میں کسی عمارت کی بہت اونچی منزل پر ہوں۔ بہت دور ایک پختہ سڑک نظر آرہی تھی۔ اس سڑک پر گزرنے والی گاڑیاں کھلونے کی طرح نظر آرہی تھیں۔ عمارت کے نیچے اگر کوئی نظر آتا۔ تب بھی میں اتنی دور سے ٹیلی پیتھی کا جال نہیں پھینک سکتا تھا۔

آخر میں کمرے کے وسط میں آکر فرش پر پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ پھر آنکھیں بند کرلیں۔ دشمنو! تم پاتال میں اور سمندر کی تہہ میں جاکر بھی مجھ سے نہیں چھپ سکو گے۔ چلو اب باہر آجاؤ...

میں نے اس شخص کی آواز اور لہجے کو اپنی یادداشت میں تازہ کیا، جس نے ہیلی کوپٹر کے کاک پٹ سے باہر آکر مجھ سے کوڈ ورڈز میں باتیں کی تھیں۔ چند لمحے بعد میں نے اس کی سوچ کی لگام تھام لی۔

وہ ایک میز پر صبح کا ناشتہ کررہا تھا۔ اس کے سامنے میز کے دوسری طرف بیٹھا ہوا شخص کہہ رہا تھا۔ "میں آج شام پے نانگ سے چلا جاؤں گا۔ اس شہر میں پورا ایک سال گزار چکا ہوں۔ اب یہاں بوریت ہوتی ہے۔"

مجھے اس کی بوریت سے کیا لینا تھا۔ میں اپنے مطلب کی بات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "پتہ نہیں وہ ہوش میں آچکا ہے یا نہیں؟"

اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "وان دے! میرا خیال ہے تمہارا باس ہوش میں آگیا ہوگا۔"

وان دے جیسا نام سن کر میں نے اندازہ لگایا کہ وہ کوئی مقامی باشندہ ہوگا۔ بہرحال وان دے نے کہا۔ "میرا دل گھبرا رہا ہے۔ باس کو جب معلوم ہوگا کہ میں نے تمہاری باتوں میں آکر اس سے غداری کی ہے تو کیا ہوگا؟"

اس کے ساتھی نے کہا۔ "میرا نام سائمن ہے۔ میں نے تمہاری حفاظت کی ذمے داری لی ہے۔ ارے تم دیکھتے جاؤ۔ بس وہ لوگ پہنچنے ہی والے ہیں۔ وہ بہت دولتمند اور پراسرار پارٹی ہے۔ تمہارے باس نے سمجھوتہ نہ کیا تو وہ لوگ اسے ہلاک کرکے تہہ خانے کے مالک بن جائیں گے۔"

"آخر اس پراسرار پارٹی کے لوگ کون ہیں؟ مجھ سے تو نہ چھپاؤ۔"

"بائی گاڈ وان دے! اگر میں اس پارٹی کے متعلق کچھ جانتا تو تم سے کچھ نہ چھپاتا۔ تم جانتے ہو، میں بلیک ایجنٹ ہوں۔ جو مجھے کھری رقم دیتا ہے، میں اس کے لئے کام کرتا ہوں۔ ایک سال پہلے اس پراسرار پارٹی کا ایک شخص مجھ سے ملا تھا۔ اس نے کہا۔ 'مسٹر سائمن! ہم دنیا کے تمام ممالک کے بلیک ایجنٹوں کو جانتے ہیں۔ تمہارے بہت سے کارنامے ہماری نظر میں ہیں۔ ہمارے لئے بھی ایک کام کرو، تمہیں منہ مانگا معاوضہ دیا جائیگا۔'

میں نے کہا۔ 'کام بتاؤ۔'

اس نے کہا۔ 'ملایا کے جنوب مشرقی اور جنوب مغربی سرحد سے آنے والا اسمگلنگ کا مال جنگل میں پہنچ کر کہیں گم ہو جاتا ہے۔ ہمارے کتنے ہی بہترین آدمیوں نے اسمگلروں کا تعاقب کیا مگر جنگل میں جانے کے بعد وہ پھر واپس نہیں آتے۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ اسمگلروں کے مقابلے میں مارے گئے ہیں۔ اور ہمارا اندازہ ہے کہ اس گھنے جنگل میں انہوں نے کہیں ایسا خفیہ اڈہ بنا رکھا ہے، جہاں کوئی دشمن یا محافظ نہیں پہنچ سکتے۔'

میں نے پوچھا۔ 'مجھ سے کیا چاہتے ہو؟'

'تم ان اسمگلروں کے لیڈر کو ڈھونڈ نکالو اور اپنا معاوضہ بتاؤ۔'

میں نے اپنا معاوضہ بتایا۔ آدھی رقم پیشگی کے طور پر حاصل کی اور تمہارے باس کی تلاش میں مصروف ہوگیا۔ اس جنگل میں جانے والوں کا انجام معلوم ہوچکا تھا، اس لئے میں اس شہر پے نانگ میں آگیا۔ ناکام رہنے کے بعد میں نے فارسٹ آفیسر سے دوستی کی۔ ... لئے عورتیں اور شراب مہیا کرتا رہا۔ آخر ایک رات اس نے نشے کی حالت میں تمہارا نام بتا دیا کہ وان دے نامی شخص اسے ہر ماہ پانچ ہزار ڈالر دیتا ہے۔ اس کے عوض میں اسے سرکاری افسروں کے پروگرام سے آگاہ کرتا ہے کہ کب پولیس یا فوج کی گشتی جماعت جنگل کا دورہ کرنے آئے گی۔"

سائمن نے اتنا کہنے کے بعد ایک سگریٹ سلگایا۔ اس کے بعد بات جاری رکھی۔ "فارسٹ آفیسر کی زبان سے تمہارا ذکر سن کر میں نے دوستی کی۔ ذرا سی کوشش کرنے کے بعد تم دوست تو بن گئے، مگر گہرے تھے۔ خود کو خاندانی دولتمند کہتے تھے۔ یہ نہیں اگلتے تھے کہ دولت کہاں سے آتی ہے۔ آخر میں نے ایک دن ایک ڈرامہ پلے کیا۔ یاد ہے اس روز تم اپنے بچے کو اسکول سے گھر لا رہے تھے۔ راستے میں ایک گاڑی نے تمہاری گاڑی کا راستہ روک لیا۔ اس گاڑی میں سے چار ... ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ آج میں تمہیں حقیقت بتا دوں کہ وہ میرے کرائے کے ٹٹو تھے۔"

وان دے نے حیرانی اور ناگواری سے پوچھا۔ "کرائے کے ... چاروں کو تم نے بھیجا تھا؟"

"ہاں، وہ تم سے پوچھ رہے تھے کہ تم کس پراسرار ہستی کے لئے ... رہے ہو؟ تم نے بتانے سے انکار کیا تو انہوں نے تمہارے بچے ... کی دھمکی دی۔ اس کے باوجود تم نے قسم کھا کر کہا کہ تم اپنے پراسرار ... متعلق کچھ نہیں جانتے ہو۔ میں بہت دور سڑک کے موڑ پر موٹر ... کھڑا تھا۔ ان چاروں میں سے ایک نے اپنا سر کھجایا۔ یہ اشارہ تھا ... نہیں اگل رہے ہو۔ میں نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی۔ پھر ...

... فائرنگ کرتا ہوا تمہاری طرف بڑھنے لگا۔ وہ چاروں ریوالور ... چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ تم نے ان کا ریوالور اٹھایا تو وہ خالی تھا۔ ... قریب پہنچنے تک وہ کار میں بیٹھ کر فرار ہوگئے۔"

وان دے نے کہا۔ "اچھا سمجھ گیا۔ اس طرح تم نے میرے بچے کی جان بچا کر مجھ پر احسان کا بوجھ ڈال دیا تھا۔ واقعی میں تمہارے بروقت پہنچنے اور اپنے بچے کی جان بچانے کے باعث تم سے بے حد متاثر ہوگیا تھا۔"

"ہاں۔" سائمن نے کہا۔ "مگر تم نے مجھ سے بھی یہی کہا کہ اپنے پراسرار باس کو شکل و صورت سے نہیں جانتے ہو۔ البتہ اتنی معلومات فراہم کر دیں کہ اس جنگل میں ایک بہت بڑا زیر زمین اڈہ ہے۔ اس اڈے کو بہت بڑے جنریٹر کے ذریعہ روشن رکھا جاتا ہے۔ جب تم ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع دیتے ہو کہ پولیس یا فوج کی کوئی گشتی جماعت جنگل کی طرف جارہی ہے تو وہ جنریٹر بند کردیا جاتا ہے تاکہ گھاس پر چلنے والوں کو زمین کی تہہ سے اس کی ہلکی سی آواز بھی سنائی نہ دے۔ جب تم نے یہ کہا کہ صرف پے نانگ میں رہ کر کام کرتے ہو اور اس زمین دوز اڈے میں کبھی نہیں گئے تو مجھے تمہاری بات کا یقین نہیں آیا۔ پھر جانتے ہو میں نے کیا کیا؟"

"بولتے رہو، میں سن رہا ہوں۔"

سائمن نے مسکرا کر کہا۔ "میں عورتوں کی کمزوری جانتا ہوں۔ وہ ... سے زیادہ دولتمند بننے کے خواب دیکھتی رہتی ہیں۔ میں نے تمہاری بیوی کے دماغ میں لالچ کا زہر ٹپکانا شروع کیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات ڈالی کہ تم اپنے باس کو ختم کرکے خود باس بن سکتے ہو۔ تہہ خانے کی ساری دولت تمہاری بیوی کے قدموں میں آجائے گی۔ میرا یہ حربہ کامیاب رہا۔ تمہاری بیوی ہاتھ دھو کر تمہارے پیچھے پڑ گئی۔ آخر تم ہار گئے۔ مجھ سے مشورہ لیا تو میں نے پوچھا۔ تمہارا باس کبھی تو اپنے زمین دوز اڈے میں جاتا ہوگا؟ یہ کل کی بات ہے۔ تم نے بتایا کہ وہ ڈاکٹر فینی کے روپ میں وہاں جاچکا ہے اور تم رات کے ایک بجے ہیلی کوپٹر کے ذریعے اسے واپس لانے جاؤ گے۔"

اتنا کہہ کر سائمن خاموش ہوگیا۔ پھر وہ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ وان دے سوچ رہا تھا۔ "یہ بہت مکار ہے۔ دوستی کے پس پردہ مجھے الو بناتا رہا۔ کل رات تک یہی کہتا رہا کہ مجھے اس تہہ خانے کا باس بنا دیا جائیگا۔ پھر باس کو بے ہوش کرنے کے بعد اس عمارت میں لاتے ہی اپنی زبان سے پھر گیا۔ اب کہہ رہا ہے کہ اس نے کسی پراسرار پارٹی سے معاہدہ کیا ہے۔ مجھے بھی اس پارٹی سے معاوضے کے طور پر بہت بڑی رقم ملے گی اور میں پہلے کی طرح اپنے نئے مالکوں کے لئے اپنا کام انجام دیتا رہوں گا۔ میں کیا کروں؟ اس عمارت میں اس کے اپنے آدمی ہیں۔ میں ان سے جھگڑا بھی نہیں کرسکتا۔"

میں وان دے کے دماغ سے نکل کر سائمن کے دماغ میں پہنچا۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ پراسرار پارٹی کہاں سے آئے گی؟ میں نے سائمن کے دماغ کو کریدنا شروع کیا۔ وہ بلیک ایجنٹ سچ مچ اس پارٹی کے جغرافیے سے واقف نہیں تھا۔ وہ صرف معاوضہ لے کر کام کرتا تھا۔

سائمن نے کہا۔ "وان دے! یاد ہے تمہارے باس نے ہیلی کوپٹر میں سوار ہوتے وقت کہا تھا کہ اس نے ڈاکٹر فینی کا میک اپ اتار دیا ہے اور اب طیارے کے کسی اور مسافر کے میک اپ میں ہے۔ اس کے بے ہوش ہونے کے بعد ہم نے دیکھا کہ وہ میک اپ میں نہیں ہے۔ اس کے چہرے پر ماسک بھی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے باس کا اصلی چہرہ یہی ہے۔"

وان دے نے کہا۔ "ہاں، میں آٹھ برس سے باس کا قابل اعتماد ماتحت رہا ہوں مگر اسے کبھی اصلی روپ میں نہ دیکھ سکا۔ آج پہلی بار میں نے اس کا چہرہ دیکھا ہے۔"

وہ دونوں واقعی مجھے اس تہہ خانے کا مالک اور باس سمجھ رہے تھے۔ میں نے سوچا وہ پراسرار پارٹی کہیں ماسٹروں کی تنظیم نہ ہو۔ اس تنظیم کا کوئی بھی فرد مجھے دیکھ کر پہچان لے گا۔ پھر یہ راز کھل جائیگا کہ فرہاد اپنی جگہ محفوظ ہے اور اس کے دھوکے میں اس کے ہم شکل عازم کو زنخہ بنا دیا گیا ہے۔

عازم کو زنخہ بنانے کی بات آئی تو اچانک رومانہ بھی یاد آئی۔ میں نے اپنا سر تھام لیا۔ اپنی پریشانی میں وقتی طور پر یہ بھول گیا تھا کہ وہ طیارے میں سفر کررہی تھی اور سپر ماسٹر کے آدمیوں کے گھیرے میں آگئی تھی۔ میری سوچ نے فوراً ہی رومانہ کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ خدا کا شکر ہے میں نے ایک گہری سانس لی۔ وہ بخیریت سفر کررہی تھی۔ طیارہ آج دوپہر کو کوالالمپور پہنچنے والا تھا۔ اس کے پاس والی سیٹ پر اسے چیلنج کرنے والی مادام زہریلی بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور آگے پیچھے کی نشستوں پر سپر ماسٹر کے جانباز موجود تھے۔ یہ حیرانی کی بات تھی کہ کوئی رومانہ سے

نہیں اُلجھ رہا تھا۔

میں نے مادام زہریلی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بیئر پی رہی تھی اور سگریٹ کے کش لگا رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "نان سنس! کہاں اسکندریہ اور کہاں فارایسٹ۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ماسٹر زورا کی حفاظت کے لئے اسکندریہ سے بھاگنا ہوگا۔"

اُس نے بیئر کے دو چار گھونٹ پئے۔ پھر اُس کی سوچ جاری رہی اور مجھے بتاتی رہی کہ وہ یہ سفر کیوں کر رہی ہے ۔۔۔ قصہ یوں تھا کہ اسکندریہ میں ماسٹر زورا اور جمشید جبران کے درمیان ٹھن گئی تھی۔ ماسٹر زورا نے چیلنج کیا تھا کہ اگر سونیا اور فرہاد کو ڈنر پارٹی میں حاضر نہ کیا گیا تو وہ تمام قمار خانے تباہ کر دیئے جائیں گے جو جبران کی ملکیت ہیں۔

جبران نے سونیا اور عازم کو ماسٹر زورا کے پاس بھیجنے سے انکار کیا۔ ماسٹر زورا نے اس کے ایک قمار خانے کو تباہ کر دیا۔ جمشید جبران نے ماسٹر کی کوٹھی کو اور اُن دو گیراج کو بموں کے دھماکوں سے اُڑا دیا جہاں ماسٹر زورا کی بے شمار کاریں، ویگنیں، جیپ اور موٹر سائیکلیں تھیں۔ سب کچھ تباہ ہو کر رہ گیا۔ ماسٹر زورا کو وہاں سے فرار ہونا پڑا۔ اُس نے مادام زہریلی سے مدد طلب کی۔ دوسری طرف جمشید جبران کے آدمیوں نے ریلوے اسٹیشن، ائیرپورٹ اور شہر با ئی وے کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ شہر کے مختلف علاقوں سے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ یوں لگتا تھا پورا اسکندریہ جل رہا ہے۔ ماسٹر زورا کے لئے کہیں پناہ کی جگہ نہ تھی۔

اب فرار کی ایک ہی صورت تھی۔ مادام زہریلی اور ماسٹر زورا نے ملسک میک اپ چڑھایا پھر اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ ائیرپورٹ پہنچ گئے۔ وہاں ایک طیارہ ہانگ کانگ تک جانے کے لئے تیار تھا۔ بکنگ کاؤنٹر پر ہی انہوں نے رُومانہ کو دیکھ لیا تھا۔ جمشید جبران اُسے رخصت کرنے آیا تھا۔ ماسٹر زورا اپنی شکست پر جھنجلایا ہوا تھا۔ وہ جبران کو ذہنی گولی کا نشانہ بنانا چاہتا تھا لیکن مادام زہریلی نے اُسے فائرنگ سے باز رکھا۔ وہ بارہا دیکھ چکی تھی کہ جبران کبھی تنہا نہیں نکلتا تھا۔ اُس کے بے شمار باڈی گارڈ عام آدمیوں کی طرح اُس کے آس پاس چھپے رہتے تھے ۔۔۔ ٹھیک ہے کہ اچانک فائرنگ سے جبران مر جاتا۔ مگر وہ لوگ بھی زندہ سلامت طیارے تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

بہرحال اس طرح طیارے میں رُومانہ اُن کے درمیان پہنچ گئی تھی۔ جب طیارہ بلندی پر پرواز کرنے لگا، تب مادام زہریلی نے کہا تھا۔ "ہیلو رُومانہ، اب ہمیں ایک دوسرے سے متعارف ہونا چاہیئے۔ مجھے مادام زہریلی کہتے ہیں۔ تمہارے آگے اور پیچھے کی سیٹوں پر سُپر ماسٹر کے جانباز بیٹھے ہوئے ہیں۔ تم اس طیارے میں جناب ملک کے کرتب نہیں دکھا سکو گی۔"

اس کی باتیں سُن کر رومانہ نے آگے پیچھے کی نشستوں کو دیکھا۔ مادام زہریلی نے کہا۔ "پیچھے ماسٹر زورا میک اپ میں موجود ہے اور میرا بھی یہ اصلی چہرہ نہیں ہے۔ میں ماسٹر زورا کی شکست پر نادم نہیں ہوں۔ ہار جیت ہوتی ہی رہتی ہے۔ ہمیں اسکندریہ سے بھاگنا پڑا۔ ہم ہانگ کانگ جا رہے ہیں، تم کہاں جا رہی ہو؟"

رومانہ ناگواری سے بولی۔ "میں جہاں بھی جاؤں گی تم دیکھ لو گی۔"

مادام بولی۔ "رُومانہ! پچھلے کئی دنوں سے ماسٹر زورا کو تمہارا چرچا ہو رہا ہے۔ کل دوپہر کو ہوٹل المانیہ کے اسٹیج پر جس انداز میں تم نے اس ریسلر سے مقابلہ کیا تھا اور اُس کی آنکھیں پھوڑ دی تھیں، اُس سے ظاہر ہو گیا کہ تم سونیا سے زیادہ خطرناک ہو۔ میں نے اسی وقت سُپر ماسٹر کے پاس تمہاری تفصیلی رپورٹ بھیجی۔ جواب فوراً آیا۔ سُپر ماسٹر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ہر حال میں تمہیں دوست بناؤں۔"

"اچھا تو تم یہ فوج لے کر مجھے دوست بنانے آئی ہو؟"

"مجھے غلط نہ سمجھو، یہ ماسٹر زورا وغیرہ اسکندریہ سے جان بچا کر نکلے ہیں۔ تم سے تو یہاں اچانک ملاقات ہو گئی۔"

"میں نے تو سُنا ہے کہ آسمان، زمین اور سمندر کی تہہ میں سُپر ماسٹر کے بڑے بڑے ذرائع ہیں۔ یہ دُنیا کی سب سے خطرناک تنظیم ہے، پھر جبران جیسے علاقائی بدمعاش نے تم کو بھاگنے پر مجبور کر دیا؟"

"دراصل مصر میں ہمیشہ سے ریڈ پاور کا زور رہا ہے۔ ماسٹر زورا کو چاہیئے تھا کہ وہ مصر کی زمین میں اپنی جڑیں مضبوط کرتا۔ لیکن اس کی سیاست نے ماسٹر کو جمشید جبران سے ٹکرا دیا۔ پچھلے ایک سال سے دونوں کے درمیان کئی جھڑپیں ہوئی ہیں۔ پھر سُپر ماسٹر نے مجھے بھیجا تاکہ میں جبران کو دوست بناؤں یا اُسے ہمیشہ کے لئے ختم کر دوں۔"

رُومانہ نے پوچھا۔ "یعنی میری مثال ہے کہ تم مجھے دوست بناؤ گی۔ نہ بنوں گی تو ختم کر دو گی؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "میری بات نہ کاٹو۔ پہلے سُن تو لو۔ ہم کل دوپہر کو یہاں اسکندریہ پہنچے۔ مجھے پتہ چلا کہ ماسٹر زورا نے بہت غلطی کی ہے۔ اُس نے بالواسطہ جبران کے پاس ایک لاکھ ڈالر کا چیک بھیج کر اُسے لکھا ہے کہ اُس کے علاقے میں ایک خطرناک عورت سونیا ہے۔ اگر وہ اُسے ذلیل کر کے اسکندریہ سے نکال دے تو رقم کیش ہو جائیگا۔"

رُومانہ نے کہا۔ "ہاں۔ یہ بات جبران نے اسٹیج پر سب کو بتا دی تھی اور ہم سے لڑنے کے بجائے دوستی کا اعلان کیا تھا۔"

مادام زہریلی نے کہا۔ "اور میں نے یہاں پہنچتے ہی ماسٹر سے کہہ دیا تھا کہ جبران احمق نہیں ہے۔ سونیا جیسی اسمارٹ عورت کو فوراً دوست بنا لے گا۔ اور ماسٹر کو پورا یقین تھا کہ سونیا دشمن کو ہلاک کر دے گی۔ اونہہ گدھا کہیں کا ۔۔۔ اب دُم دبا کر بھاگ رہا ہے۔"

"نان سنس۔ اُسے گولی مارو۔ ہم اپنی باتیں کریں۔ مجھ سے دوستی کرنے میں بڑے فائدے ہیں۔"

"اچھا یعنی تم دودھ دینے والی گائے ہو۔"

مادام ہنستی ہوئی بولی۔ "میری سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مجھے غصہ نہیں آتا۔ مجھے اتنا بتا دو کہ تم کہاں کی رہنے والی ہو اور تمہارے والدین اور دوسرے رشتے دار کہاں ہیں؟"

"میں اس دُنیا میں بالکل تنہا ہوں ۔۔۔ فرہاد کے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔"

زہریلی نے کہا۔ "افسوس، فرہاد بھی اس قابل نہ رہا کہ تمہارا جیون ساتھی بن سکے۔"

"ہاں، اسی لئے میں فرہاد اور سونیا کو چھوڑ کر جا رہی ہوں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "رُومانہ! تم ذہین ہو، مگر نادان بھی۔ اتنی جلدی مایوس ہو کر تم نے فرہاد کو چھوڑ دیا۔ ویسے یہ بھی اچھا ہی کیا۔ تمہاری اطلاع کے لئے کہہ دوں کہ وہ اصلی فرہاد نہیں ہے۔"

رُومانہ چونک کر زہریلی کو دیکھنے لگی۔ وہ تو اخبار پڑھ کر ہی اسے یقین ہو گیا تھا کہ جسے زخمی بنایا گیا ہے وہ فرہاد نہیں ہے۔ اخباری رپورٹ کے مطابق اس نے اندازہ لگایا تھا کہ فرہاد آج ہی کر ملایا کے جنگل میں تھا۔ کیا زہریلی نے بھی اخبار کے ذریعے حقیقت معلوم کی تھی؟

"مادام! تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ جو سونیا کے پاس ہے، وہ اصلی فرہاد نہیں ہے؟"

"سُپر ماسٹر کی تنظیم میں میری بڑی اہمیت ہے۔ میں تمہیں بتاؤں گی کہ اصلی فرہاد کہاں ہے۔ بلکہ میں فرہاد کو تمہارے پاس پہنچا دوں گی۔"

رُومانہ نے سوال کیا۔ "کیا ابھی تم فرہاد کی طرف جا رہی ہو؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "فرہاد فار ایسٹ میں نہیں ہے، اس وقت وہ پیرس میں ہے۔"

رُومانہ نے بے چینی سے پہلو بدل کر اُسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ یہ چکر سمجھ میں نہیں آ رہا۔ ایک فرہاد سونیا کے پاس تھا، دوسرا ملایا کے جنگل میں اور تیسرا پیرس میں موجود تھا۔ اُس نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ "زہریلی بیگم! کیا اس دُنیا میں دو چار فرہاد اور موجود ہیں؟"

"میں نے یہ تو نہیں کہا۔ ہاں یہ کہتی ہوں کہ جو سونیا کے پاس ہے وہ فرہاد کی نقل ہے۔ فرہاد کی ڈمی ۔۔۔"

"کیا تم لوگوں نے فرہاد کی ڈمی تیار کی ہے؟"

"ہاں اصلی فرہاد جب بحری جہاز سے لے گئے تھے، اُس کا آپریشن نہیں کیا گیا اور نہ ہی اُسے زخمی بنایا گیا۔ تمہارا وہ مرد پیرس میں پوری طرح محفوظ ہے۔ ہم نے سچ مچ ایک زخمی کو فرہاد کے رُوپ میں سونیا کے پاس پہنچا دیا ہے۔"

"ہم نے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو فرہاد کے دماغ سے نوچ کر پھینک دیا ہے۔ اب وہ سُپر ماسٹر کا تابع فرمان ہے۔ اگر تم بھی دوست بن جاؤ تو وہ فرہاد تمہیں مل جائیگا۔"

مادام زہریلی جو کچھ کر رہی تھی۔ میں اُس کی تہہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ لیکن زہریلی کے زہریلے دماغ کو مزید پڑھنے کا موقعہ نہ ملا۔ میرے کانوں نے بہت سے قدموں کی چاپ سُنی۔ میں فوراً ہی اس عمارت میں واپس آ گیا، جہاں مجھے قید کیا گیا تھا۔ حالانکہ مجھے بہت پہلے ہی رُومانہ کی صحت و خیریت معلوم کر کے واپس آ جانا چاہیئے تھا۔ میرے لئے خطرہ تھا۔ وہاں آنے والی وہ پُراسرار پارٹی سُپر ماسٹر کی تنظیم کی ایک شاخ ہو سکتی تھی۔

میں نے نظریں اُٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازے کے اُس پار کچھ لوگ آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اور کوئی تالا کھول رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحہ دروازہ کھل گیا۔ پہلے تو سامن اور روان دے کمرے میں داخل ہوئے، پھر اُن کے پیچھے جو لوگ آئے، انہیں میں نہیں پہچانتا تھا۔ مگر اُن میں سے ایک معمر آدمی مجھے دیکھتے ہی چونک گیا۔ جلدی سے آگے آیا۔ اپنی آنکھیں مل مل کر مجھے حیرانی سے دیکھا پھر ایک دم سے میرے آگے گھٹنے ٹیک کر بولا۔

"آ۔ آپ۔ آپ فرہاد علی تیمور ہیں۔۔۔"

میں اُسے خاموش نظروں سے دیکھتے ہوئے اُس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ ہچکچاتے اور کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولا۔ "ہی ہی ہی ہی آپ میرے دماغ کو پڑھ رہے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "میں سوچ رہا ہوں کہ آخر یہ فرہاد کیا بلا ہے؟ آپ سے پہلے بھی اغوا شدہ طیارے کے ایک مسافر نے مجھے فرہاد کہا تھا۔ جب میں نے اُسے اپنا پاسپورٹ اور چند کاغذات دکھائے تو اُسے یقین ہو گیا کہ میرا نام عازم ہے۔ میں انقرہ میں پیدا ہوا، لندن میں تعلیم حاصل کی۔ پھر القروک ایک ارب پتی کی بیٹی سے شادی کر کے ہانگ کانگ کی طرف جا رہا تھا کہ ملایا کے جنگل میں آ پھنسا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "نہیں جناب! آپ مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے۔ میں نے ریڈ پاور کے ہیڈ کوارٹر میں آپ کی اور مادام سونیا کی تصویریں دیکھی ہیں۔ میں کوالالمپور ریڈ پاور تنظیم کا باس ہوں۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ خود کو ہم سے نہ چھپائیں۔ ہمارے ماسک مین کو معلوم ہو چکا ہے کہ مادام سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھیں۔ مادام نے بلغاریہ میں جو ٹیلی پیتھی کے کارنامے دکھائے تھے، اُن کے پیچھے آپ موجود تھے۔ آپ یقین کریں ماسک مین آپ کو پانے کے لئے سارے جہاں کی دولت آپ کے قدموں میں لا کر ڈال دے گا۔"

میں نے حیرانی کا اظہار کیا۔ "آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ یہ ریڈ پاور کیا چیز ہے۔ ماسک مین کا کیا مطلب ہوا؟ جبکہ میں یہ

کیسے یقین دلاؤں کہ جو آپ مجھے سمجھ رہے ہیں، وہ میں نہیں ہوں میرے بیگ سے آپ کاغذات نکال کر دیکھ سکتے ہیں۔"

ریڈ پاور کے باس نے اپنے ایک آدمی کو حکم دیا۔ "بیگ لے کر آؤ۔"

وہ شخص چلا گیا۔ باس نے مجھ سے پوچھا۔ "اگر آپ الفرہ کے رہنے والے ہیں تو اتنی دُور ملایا کے جنگل میں اسمگلنگ کا دھندا کیسے کر رہے ہیں؟ ہماری اطلاع کے مطابق آپ ملایا کے مختلف شہروں میں رہتے ہیں۔"

"ہاں میں صرف یہ کہ اور ملایا ہی نہیں، دُنیا کے بہت سے ممالک میں رہتا ہوں۔ اس تہہ خانے کو راز میں رکھنے کے لئے مختلف چہرے بدلتا رہتا ہوں۔"

"لیکن اس وقت یہ آپ کا اصلی چہرہ ہے؟"

"ہاں۔ میرا اصلی چہرہ یہی ہے اور اصل نام عازم ہے۔ میں الفرہ کے ایک ارب پتی کا داماد ہوں۔"

میں تہہ خانے سے جو بیگ لے کر آیا تھا اس میں عازم کا پاسپورٹ، ویزا اور وہ نکاح نامہ بھی تھا، جسے عازم اور شبانہ نے الفرہ کی ایک عدالت سے حاصل کیا تھا۔ ریڈ پاور کا باس اُن کاغذات کو دیکھ کر ذرا اُلجھ گیا۔ تمام ثبوت موجود تھے کہ میں عازم ہوں۔ مگر اُس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد دُنیا کے مختلف ممالک میں رہ سکتا ہے۔ کسی ارب پتی کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہے۔ نام اور پاسپورٹ بدلنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ البتہ یہ اپنی صورت نہیں بدل سکتا، اسی لئے آج یہ اپنی اصلی شکل میں ہمیں مل گیا ہے۔

اُس نے کہا۔ "آپ جو کچھ بھی ہیں، ہمارے لئے اہم ہیں۔ پہلے ہم نے سوچا تھا کہ اُس تہہ خانے پر ریڈ پاور کا قبضہ ہوگا۔ اب جب کہ وہ آپ کی ملکیت ہے تو ہم اُس زمین دوز اڈے کو آپ سے لینے کی جرأت نہیں کریں گے۔ میری گزارش ہے کہ آپ ایک بار ماسک مین سے ملاقات کر لیں۔ میں ابھی جا کر ماسک مین کو خوش خبری سُناتا ہوں۔ آپ بھی میرے ساتھ آئیں، آپ قیدی نہیں، ہمارے آقا ہیں۔"

وہ بڑی خوشامدیں کر رہا تھا۔ اگر ماسک مین سے رُوبرو ملاقات ہونے کی اُمید ہوتی تو میں ان لوگوں کو ڈھیل دے دیتا۔ لیکن میں ماسک مین سے ملاقات کا طریقہ دیکھ چکا تھا۔ سونیا اُس کے سامنے جا چکی تھی۔ وہ ایک کمپیوٹر مشین تھا۔ اور کمپیوٹر کی کاغذی زبان سے سُنتا تھا اور کاغذی زبان سے بولتا تھا۔ اُس مشین سے ہزاروں میل دُور کوئی پُراسرار شخص فاصلے کے نقاب میں چھپا ہُوا تھا اور خود کو ماسک مین کہتا تھا۔

دُنیا کی دو بڑی خطرناک تنظیموں کے سربراہ کمپیوماسٹر اور ماسک مین اپنے چہرے، اپنی آواز اور اپنے وجود کو چھپائے رکھتے تھے۔ اب مجھے بھی گوشہ نشینی کے لئے جنگل کا وہ زمین دوز اڈا مل گیا تھا۔ پھر میں کیسے پسند کرتا کہ ماسک مین فرہاد علی تیمور کو اس تہہ خانے کے مالک کی حیثیت سے پہچان جائے۔ اب میرے لئے بھی رازداری لازمی تھی۔

میں ریڈ پاور کے باس کے ساتھ اس کمرے سے نکل کر کسی دوسرے کمرے کی طرف جانے لگا۔ ہمارے پیچھے پانچ آدمی تھے۔ سائمن اور وان اور باقی تین ریڈ پاور کے مسلح جوان تھے۔ ہم سب ایک خالی کمرے میں پہنچے۔ وہاں ایک چھوٹی میز اور چار کُرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک مسلح جوان نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ ریڈ پاور کے باس نے کہا۔ "مسٹر فرہاد آپ سمجھ رہے ہوں گے کہ یہاں ہم کس طرح ماسک مین سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ اگر میں آپ کو اور آپ کے اس ماتحت وان دے کو دوسرے کمرے میں لے کر آتا، تب بھی آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کمرے کے راز کو اور یہاں کی خفیہ مشینوں کو سمجھ لیتے...."

اس کی باتوں کے دوران ایک قد آور مسلح جوان میز پر چڑھ کر چھت کے پنکھے تک پہنچ گیا۔ ریل گاڑیوں کی چھتوں سے جیسے پنکھے لگے رہتے ہیں، ویسا ہی وہ پنکھا تھا۔ اُس نے پنکھے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بائیں سے دائیں آہستگی سے گھمایا۔ اس کے ساتھ ہی سامنے کی نصف اوپری دیوار اوپر کی طرف اور نصف نچلی دیوار نیچے کی طرف کھل گئی۔ اُن کے پیچھے چھپی ہوئی مختلف مشینوں کے ساتھ کمپیوٹر مشین بھی نظر آ رہی تھی۔

اس نوجوان نے پنکھے کے ایک بلیڈ کو اوپر کی طرف اٹھایا۔ دوسری طرف کمپیوٹر مشین کھسکتی ہوئی سامنے آ گئی۔ ریڈ پاور کے باس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ کو مادام سونیا کی سوچ کے ذریعے معلوم ہو گا کہ اس مشین کو کیسے آپریٹ کیا جاتا ہے۔"

میں نے ایک کُرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ہاں، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جب میں کمپیوٹر کے سامنے ماسک مین سے باتیں کرنے لگوں گا تو میری باتوں کا جواب کاغذی ربن پر ٹائپ کیا ہُوا ملے گا۔ ماسک مین مجھے نظر نہیں آئے گا۔ لیکن میں دوسری طرف دُور کہیں کی اسکرین پر اُسے نظر آتا رہوں گا اور مجھے یہ آنکھ مچولی پسند نہیں ہے۔"

ریڈ پاور کے باس نے کہا۔ "حقیقت کا! آپ نے اپنی اصلیت کا اعتراف کر لیا۔ دیکھئے جہاں تک آنکھ مچولی کا تعلق ہے آپ یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ ماسک مین کو آج تک کسی بندے نے بھی شاید دیکھا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر کبھی وہ آپ کے سامنے آ جائے۔"

"انشاء اللہ میں کسی دن اسے سامنے لے آؤں گا۔ ابھی میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ آپ اپنے جوانوں کو حکم دیں کہ وہ اپنے ریوالور نکال کر اُن پر سائیلنسر چڑھا لیں۔"

اُس نے اپنے نوجوان ماتحتوں سے کہا۔ "فرہاد صاحب دُور قدموں والی موت کی آہٹ بھی سُن لیتے ہیں، فوراً ان کے حکم کی تعمیل کرو۔"

انہوں نے اپنے اپنے ریوالور نکال کر سائیلنسر چڑھا لئے۔ ریڈ پاور کے باس نے کہا۔ "تم میں سے کوئی اپنا ریوالور اپنے باس کو دے دے۔"

ایک نے اپنا ریوالور باس کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد میں نے ایک ریوالور والے کے دماغ میں گُھس کر کہا۔ "دائیں طرف گھوم جاؤ۔" وہ گھوم گیا۔ میں نے دوسرے ریوالور بردار کے دماغ کو گھمایا۔ وہ اپنے ساتھی کی جانب گھوم گیا۔ اس طرح دونوں آمنے سامنے ہو گئے۔ پھر سائیلنسر نے فائرنگ کی آواز کچل دی۔ کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ ہی دونوں کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گئے۔ دونوں آگے کی طرف جُھکے، ایک دوسرے سے ٹکرائے، پھر فرش پر ڈھیر ہو گئے۔ ریڈ پاور کے باس نے دہشت بھری حیرانی سے سوچا۔ "یہ ان دونوں نے ایک دوسرے پر فائرنگ کیوں کی؟ یہ پاگل دیوانے تو نہیں تھے...."

میں نے باس کے دماغ میں بیٹھ کر کہا۔ "ہاں۔ مگر میں پاگل ہوں۔ میں اپنے سامنے کھڑے ہوئے ماتحت پر گولی چلا سکتا ہوں۔ یہ ٹریگر پر انگلی...."

اس کی انگلی نے ٹریگر کو دبا دیا۔ کھٹ کی آواز آئی اور تیسرے ماتحت کے دیدے بھی پھیل گئے۔ باس نے ایکدم سے گھبرا کر ریوالور کو پھینکتے ہوئے کہا۔ "ن۔ نہیں۔ میں نے گولی نہیں چلائی ہے۔"

وہ بولتے بولتے رُک گیا۔ دہشت زدہ ہو کر مجھے دیکھنے اور سوچنے لگا۔ "یہ۔ یہ یقیناً ٹیلی پیتھی کا اثر تھا کہ میں نے بے اختیار گولی چلائی۔"

سائمن اور وان دے حیران اور پریشان کھڑے تھے۔ وہ ابھی تک ٹیلی پیتھی کے تماشے کو سمجھ نہیں پاتے تھے۔ وہ سمجھائے بغیر سمجھ بھی نہیں سکتے تھے کہ میں کُرسی پر خاموش بیٹھا اپنے دشمنوں سے سوچ کے پیچھے لڑ رہا ہوں۔ ریڈ پاور کے باس نے اچانک ہی فرش پر جھک کر ریوالور اٹھایا۔ وہ مجھے ختم کر دینا ہی چاہتا تھا۔ اس کے ریوالور کی نال اُوپر کو اٹھی، مگر نال کا رُخ اُدھر تھا، جدھر میں چاہتا تھا۔ باس کی کھوپڑی میں اُس کا اپنا دماغ تھا۔ مگر اپنی سوچ اور اپنے ارادے نہیں تھے۔

سائمن اور وان دے خوف سے تھر تھر کانپنے لگے۔ کیوں کہ ریوالور کا رُخ اُن کی طرف تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اُن میں سے کون پہلے گولی کھائے گا۔ پھر وان دے نے یک بیک تن کر کہا۔ "ہاں مجھے گولی مار دو۔ میری یہی سزا ہے۔ میں نے اپنے باس سے غداری کی ہے۔ جو شخص مجھے موت کا نوالہ کھلاتا رہا، میں نے اُسے تباہ کرنا چاہا۔ مجھے مر جانا چاہئے۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی سائمن نے اچانک اُن دو لاشوں کی طرف چھلانگ لگائی جہاں فرش پر دو ریوالور پڑے ہوئے تھے۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے اپنی منزل تک پہنچ گیا۔ ایک ریوالور بھی ہاتھ میں آ گیا۔ مگر میری سوچ کی انگلی نے باس کے ریوالور کے ٹریگر کو دبا دیا تھا۔ شاید باس کا نشانہ کبھی چُوک جاتا ہوگا۔ لیکن دماغ کی نال سے چلائی جانے والی گولی کبھی اپنی منزل سے نہیں بھٹکتی۔ سائمن تین لاشوں کے قریب ہمیشہ کے لئے لیٹ گیا۔

ریڈ پاور کے باس کے ہاتھ میں اب ریوالور کانپ رہا تھا۔ وہ ریوالور کو

آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؛

ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں؛

جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

آپ کی شخصیت میں انوکھا نکھار پیدا کر دیگی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے

::: اس کتاب کا مطالعہ کیجئے :::
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجئے!

قیمت -/۲۰ روپے

مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس ۴۴۹ کراچی

چھینک کر گڑگڑانے لگا۔ "فرہاد صاحب! میں آپ کا غلام ہوں۔ میں آپ سے دشمنی نہیں کر رہا ہوں۔ پھر آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو خدا کے لئے مجھے معاف کر دیں۔"

اُس نے دانستہ مجھے ہلاک کرنا چاہا تھا۔ میں ایسے لوگوں کی زبان پر بھروسہ نہیں کرتا۔ اُن کی سوچ کے آئینہ میں، اُن کے مکر و فریب کے چہرے دیکھ لیتا ہوں۔ میں نے اُسے نظر انداز کرتے ہوئے وان ڈے سے پوچھا۔ "تم کتنی مدت سے میرا نمک کھا رہے ہو؟"

اس نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "مجھ جیسے نمک حرام کو اب نمک کا حساب نہیں کرنا چاہیئے۔ میں ندامت کا اظہار نہیں کروں گا۔ میں معافی بھی نہیں چاہوں گا۔ مجھے صرف ایک چیز چاہیئے، اور وہ ہے موت..."

میں نے کہا۔ "آگے بڑھو اور ریوالور اٹھا کر خودکشی کر لو۔"

وہ آگے بڑھا۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "ٹھیک ہے میں ریوالور اٹھاتے ہی فرہاد پر فائر کر دُوں گا۔"

وہ چیخ کر بولا۔ "نہیں، میں فرہاد صاحب پر فائر نہیں کروں گا۔ یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ میں میں خود اپنی جان پر کھیل جاؤں گا۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا ہُوا؟"

"آہ۔ وہ میں ذلیل آدمی ہوں۔ غداری کا انجام دیکھنے کے باوجود ابھی پھر میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ میں آپ پر گولی چلا دوں۔ مجھ جیسا کمینہ اور نمک حرام کوئی نہ ہوگا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رونے لگا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اب وہ میرے خلاف کبھی نہیں سوچے گا۔ میں نے ریڈیا ورکے پاس سے پوچھا۔ "یہ کمپیوٹر کے آس پاس کون سی مشینیں ہیں۔ دیکھنے سے تو یوں لگتا ہے جیسے بڑے سائز کے ٹی وی رکھے ہوئے ہیں۔"

اُس نے کہا۔ "جی ہاں، اس عمارت میں جتنے کمرے ہیں، انہیں ایک ایک کر کے اسکرین پر دیکھا جا سکتا ہے۔"

"میں دیکھنا چاہتا ہوں، انہیں آپریٹ کرو۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میز پر چڑھ گیا۔ پھر اُس نے پنکھے کے دوسرے بلیڈ کو اوپر اٹھایا۔ ایک مشین پھسلتی ہوئی کمپیوٹر کے برابر آکر کھڑی ہو گئی۔ اُس کے بعد اُس نے پنکھے کے تیسرے بلیڈ کو اوپر اٹھایا۔ ایک اور مشین کمپیوٹر کے برابر آکر کھڑی ہو گئی۔ میں اس کے ساتھ مشینوں کے قریب گیا۔ ہر مشین کے ساتھ عمارت کے اندرونی کمروں اور مختلف حصوں کا مکمل نقشہ تھا۔ اور اُن کے ساتھ نمبروار سوئچ لگے ہوئے تھے۔ اُس نے سات نمبر کے سوئچ کو آن کیا۔ مشین کی اسکرین پر سات نمبر کے کمرے کا اندرونی منظر دکھائی دینے لگا۔

اُس کمرے میں ایک لیڈی سیکریٹری میز پر جھکی ہوئی کچھ لکھنے میں مصروف تھی۔ ریڈیا ورکے پاس نے کہا۔ "یہ میرا دفتری کمرہ ہے۔ میں اس عمارت کا مالک ہوں۔ بظاہر ایکسپورٹ امپورٹ کا بزنس کرتا ہوں۔ یہاں کے دوسو کمرے میں نے مختلف تاجروں کو کرائے پر دیئے ہیں۔ یہاں نام نہاد تاجر ہیں۔ سب میرے ماتحت ہیں اور سب دکھاوے کا کاروبار کرتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "اس عمارت کی خاص خاص باتیں بتاؤ۔"

اُس نے جواب دیا۔ "اس عمارت کی چھت دوہری ہے۔ ایک چھت کے نیچے دوسری چھت ہے۔ جہاں ایک ہیلی کو[پٹر] کو چھپا کر رکھا گیا ہے۔ ضرورت کے وقت اوپری چھت کھل[تی ہے،] پھر ہیلی کوپٹر کے پرواز کرنے کے بعد دوبارہ بند ہو جاتی ہے۔"

"وہ اوپری چھت کیسے کھولی جاتی ہے؟"

اُس نے جواباً عمارت کے نقشے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ [نقشے] میں جہاں چھت دکھائی گئی تھی، وہاں لگے ہوئے ایک سوئچ [کو آن کر] دیا۔ دوسری مشین کی اسکرین پر ایک راہداری دکھائی دی۔ "یہ کمرہ نمبر اسی کے سامنے والی راہداری ہے۔ راہداری کی چھت [میں ایک بلب] لگا ہُوا ہے، اگر اس بلب کو بائیں سے دائیں گھمایا جائے تو وہ [دیوار] دیوار دروازے کی طرح کھُلے گی۔ اس دروازے کے پیچھے [ایک زینہ ہے] جو دوسری خفیہ چھت کی طرف لے جاتا ہے۔ اب آپ اُس خ[فیہ چھت] کو دیکھیں۔"

اُس نے پہلے سوئچ کو آف کرنے کے بعد چھت نمبر دو [کا سوئچ] آن کیا۔ اسکرین پر ایک نیم تاریک ہال میں ایک طرف ہیلی کا[پٹر] تھا۔ دوسری طرف مشین گن نظر آرہی تھی۔ وہ مشین کے [ایک پرزے] کو گھمانے لگا۔ اس کے ساتھ اس نیم تاریک ہال کے بدلتے ہو[ئے منظر میں] ایک دیوار پر دائرہ نما ایک آہنی کل نظر آئی۔ وہ بولا۔ "یہاں [اس کل کو] بائیں سے دائیں گھمایا جاتا ہے۔ اگر اس کل کو بھی اُسی طرح گھ[مایا جائے] تو اوپری چھت کھلتی جائے گی۔"

میں نے پھر سوال کیا۔ "یہاں تمہاری سرگرمیاں کیا ہیں؟"

وہ بولا۔ "یہاں ہر کمرے میں ایسے خفیہ تہہ خانے ہیں۔ [جو] اسی طرح چھت کے پنکھے سے کھولے جاتے ہیں۔ اُن تمام خا[نوں میں] چرس کا ذخیرہ ہے۔ ہم اپنے دشمن ممالک کے عوام کو نشے [کا عادی بنانے] کے لئے یہاں سے چرس اسمگل کرتے ہیں۔ جب سے ہم نے سُنا ہے کہ [ہمارے] ساحلوں سے اسمگل ہونے والا مال جنگل میں کہیں غائب ہو جا[تا ہے، ہماری] ساری توجہ اس جنگل کی طرف ہو گئی۔ ہمیں یقین تھا کہ وہا[ں کوئی] بڑا خفیہ اڈہ ہے جہاں قانون کی نگاہیں نہیں پہنچ سکتیں۔ [ہمیں ایسے] اڈے کی ضرورت تھی۔ اس لئے ہم اس پُراسرار اسمگلر کو ت[لاش کرتے ہوئے] آپ تک پہنچ گئے۔"

میں نے پوچھا۔ "یہاں میک اپ کا سامان ہے؟"

"یہاں سب کچھ ہے۔ آپ مالک ہیں سے دستیاب ہر چیز آپ کے قدموں میں ہوگی۔"

"اس کے بغیر بھی ہر حسینہ میرے سامنے آجائے گی۔ جاؤ ایک آئینہ اور میک اپ کا سامان لے آؤ۔"

اُس میں اتنی جرأت بھی نہیں تھی کہ میرے حکم سے انکار کرتا۔ وہ دروازہ کھول کر باہر گیا۔ میں نے وان دے کو دروازہ بند کرنے کا حکم دیا۔ پھر مشین کے پاس آکر تمام سوئچ آف کرنے کے بعد پینتالیس نمبر کے کمرے کے سامنے والی راہداری کا سوئچ آن کیا۔ اسکرین پر ریڈ پاور کا باس نظر آنے لگا۔ وہ سوچتا ہوا گزر رہا تھا "آہ! میں کہاں آکر پھنس گیا۔ سانپ کے منہ میں چھچھوندر والی بات ہے۔ نہ میں فرہاد کو اُگل سکتا ہوں، نہ نگل سکتا ہوں۔ مم۔ میرا مطلب ہے کہ فرہاد صاحب اگر آپ میری سوچ پڑھ رہے ہیں تو مجھے معاف کر دیجئے۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

وہ سوچتا ہوا باون نمبر کے کمرے میں داخل ہوا۔ میں نے پہلا سوئچ آف کر کے باون نمبر کے کمرے کا سوئچ آن کر دیا۔ ریڈ پاور کا باس اُس کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔ کمرے میں بیٹھے ہوئے دو آدمی اُسے دیکھتے ہی تعظیماً اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے مشین کے اسپیکر کو آن کیا۔ وہ اپنے ماتحتوں سے کہہ رہا تھا۔ "الماری کھولو اور میک اپ کا سامان نکالو۔"

میں اُس کے ذہن سے چپکا ہوا تھا۔ جب کبھی اُس کی سوچ میرے خلاف اُبھرتی تو وہ گھبرا جاتا۔ سوچ کے ذریعے مجھ سے معافی مانگنا شروع کر دیتا۔ میں بالکل خاموش تھا۔ پھر میک اپ کا سامان لے کر واپس آتے وقت اُس نے مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد صاحب! آپ یہی سامان چاہتے تھے نا؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ میری خاموشی نے اُسے بہکایا کہ میں اُس کی طرف متوجہ نہیں ہوں۔ وہ فوراً ہی اپنے ماتحتوں کو خطرے سے آگاہ کر سکتا ہے۔ اُس نے احتیاطاً ایک بار پھر مجھے آواز دی۔ اُس کے بعد اُس نے میز پر جھک کر ایک کاغذ قلم لیا۔ وہ لکھنا چاہتا تھا "فرہاد علی تیمور جنگل کے زمین دوز اڈے کا مالک ہے۔ اس وقت وہ اِس عمارت پر بھی قبضہ کرنے والا ہے۔ اپنے تمام آدمیوں کو حکم دو کہ وہ نقاب پہن لیں اور گونگے بن جائیں۔"

وہ لکھنے لگا۔ سوچ کی انگلیوں نے قلم کو تھام لیا تھا۔ اُس نے لکھا۔

"تمہارا نیا باس اس عمارت میں آچکا ہے۔ وہ میک اپ کے بعد تمہارے سامنے آئیگا۔ تمام لوگوں کو اطلاع دے دو کہ میں ایک گھنٹے بعد نئے باس سے تعارف کراؤں گا۔ پھر تمہارے نئے باس کو یہاں کا چارج دے کر ہمیشہ کے لئے چلا جاؤں گا۔"

اس نے لکھنے کے بعد اُس کاغذ کو اپنے ماتحت کے حوالے کیا — پھر میک اپ کا سامان اٹھا کر کمرے سے باہر آگیا۔ میں مشین کے سوئچ بدل کر اُسے دیکھ رہا تھا۔ ایک بار اُس کے جی میں آیا کہ یکبارگی سامان پھینک کر چیخنا شروع کر دے۔ لیکن اس کے بعد میں نے اُسے اپنے طور پر سوچنے کا موقعہ نہیں دیا۔ وان دے کو اشارہ کیا کہ دروازہ کھول دیا جائے۔ اُس نے دروازے کو کھولا۔ بے چارہ باس سامان اٹھائے کمرے میں داخل ہوا۔ دروازہ بند ہونے کے بعد میں نے اُس کے ذہن کو آزاد چھوڑا۔ وہ سہمی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تم نے لوگوں کو خطرے سے آگاہ کر دیا؟"

وہ فوراً ہی گھٹنے ٹیک کر گڑگڑانے لگا۔ میں نے اُسے ایک لات دُور جھٹکتے ہوئے کہا۔ "اگر میں انسانی دماغوں کی سُرنگ میں لاوارث ہوتا تو تم اب تک مجھے تڑپا تڑپا کر مار ڈالتے۔ مگر تم لوگوں کے لئے غم و غصّے کا مقام ہے کہ اس دُنیا کی بڑی بڑی طاقتوں سے لڑ کر بھی ایک فرہاد سے نہیں لڑ سکتے۔ اب چپ چاپ وہاں بیٹھے رہو۔ میں میک اپ کروں گا اور تم سوچتے رہو گے کہ اس عمارت کی اور کون سی اہم بات تم نے مجھ سے چھپائی ہے۔"

میں نے میز پر آئینہ اور میک اپ کا سامان رکھ لیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "میں چیانگ شی کا کے بارے میں کچھ نہیں سوچوں گا ورنہ یہ چیانگ شی کا تک بھی پہنچ جائے گا۔"

میں اُسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ وہ بوکھلا کر بولا۔ "مم میں نہیں سوچ رہا ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "یہ چیانگ شی کا کیا بلا ہے؟"

وہ ہچکچانے لگا۔ لیکن میں نے اُسے بولنے پر مجبور کیا۔ اُس نے بے بسی سے کہنا شروع کیا۔ "چیانگ شی کا چینی بھی ہے اور نہیں بھی۔ وہ دوغلی نسل کا آدمی ہے۔ اگر آپ نے مجھے نقصان پہنچایا تو وہ میری جگہ باس بن کر یہاں پہنچ جائیگا۔"

"اُس کے بعد کیا ہوگا؟"

"چیانگ شی کا ملایا کا زرد بخار ہے۔ ریڈ پاور میں اُس کی ذہانت اور صلاحیتوں کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ اُس زرد بخار نے ملایا میں سُپر ماسٹر کی تنظیم کو اکھاڑ پھینکا ہے، وہ تمہیں چین سے بیٹھنے دے گا۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"کل تک وہ کوالالمپور میں تھا، آج کہاں ہوگا، میں نہیں جانتا۔ میں نے باس ہونے کے باوجود کبھی اُس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھا۔ وہ اپنا رُوپ اور اپنی جگہ بدلتا رہتا ہے۔ کبھی کسی کے سامنے نہیں آتا۔ پہلے دشمن کے جغرافیے سے پوری طرح واقف ہوتا ہے پھر زرد بخار بن جاتا ہے، تم اُسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے زیر نہیں کر سکو گے۔"

باتوں کے دوران میں میک اپ میں مصروف رہا۔ میں نے مصنوعی ناک اپنی ناک پر لگائی۔ چہرے پر داڑھی مونچھ اور چشمہ کا اضافہ کیا۔ بالوں کی وگ پہنی۔ اس طرح چہرہ بالکل بدل گیا۔ میرے لئے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ریڈ پاور اور سُپر ماسٹر کی تنظیم کے تمام اڈوں میں میری تصویریں موجود ہیں۔ میں خود کو میک اپ میں ہی

سکتا تھا۔

میں نے کہا۔ "اِن مشینوں کو چھپا دو اور اِن لاشوں کو ان مشینوں کے آس پاس ڈال دو۔"

اُس نے حکم کی تعمیل کی۔ وان دے نے لاشیں اٹھانے میں اُس کی مدد کی۔ پھر چھت کے پنکھے سے منسلک میکنزم نے تمام مشینوں کو اُن کی جگہ واپس پہنچا دیا۔ اوپر نیچے کی دیواریں دوبارہ اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ اب اُس کمرے میں صرف ایک میز اور چند کرسیاں رہ گئیں۔ اُن دونوں نے باتھ روم سے پانی لا کر فرش سے خون کے دھبے مٹا دیئے۔

وان دے نے میرے حکم سے ایک ریوالور اپنے پاس رکھ لیا۔ میں نے باس سے کہا۔ "میرا کافی وقت ضائع ہو چکا ہے۔ میں تمہارے ماتحتوں سے ملاقات نہیں کروں گا۔ جن سے سامنا ہو جائے اُن سے تعارف کرا دینا۔ ہم یہاں سے عمارت کے باہر جائیں گے۔ تم اپنی کار ڈرائیو کرو گے۔ ہم تمہارے ساتھ بیٹھے رہیں گے۔"

اُس نے پوچھا۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"مجھ سے سوال نہ کرو۔ چلو یہاں سے نکلو۔"

وہ آگے بڑھا۔ ہم اس کے پیچھے باہر آگئے۔ دروازے کو مقفل کرنے کے بعد آگے بڑھتے ہوئے ایک لفٹ کے پاس پہنچے۔ دُور راہداری سے کچھ مرد اور عورتیں ہمیں دیکھ رہے تھے۔ باس نے میری ہدایت کے مطابق اُن سے کہہ دیا کہ ہم ضروری کام سے باہر جا رہے ہیں، بعد میں نئے باس سے تعارف ہو جائیگا۔

ہم لفٹ کے ذریعہ نیچے آگئے۔ باہر ایک ٹیوٹا کار کھڑی ہوئی تھی۔ ہم اُس میں بیٹھ گئے۔ باس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔ "کہاں جانا ہے؟"

"میں پے نانگ شہر کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔"

کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں نے پچھلی سیٹ سے ٹیک لگا کر رُومانہ کی خیریت معلوم کی۔ وہ اب سے ایک گھنٹے پہلے کوالالمپور پہنچ گئی تھی۔ مادام زہریلی نے اُسے یقین دلایا تھا کہ اصل فرہاد پیرس میں ہے۔ رُومانہ اُلجھی ہوئی تھی۔ اتنی دُور آنے کے بعد ملایا کے جنگل میں مجھے تلاش کئے بغیر پیرس نہیں جانا چاہتی تھی۔ اُس نے مادام زہریلی سے کہا تھا کہ وہ دو دن بعد پیرس جا سکے گی۔ اور دو دن بعد مادام سے ایئرپورٹ پر ملاقات کریگی۔ وعدہ کرنے کے بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر پے نانگ شہر کی طرف جا رہی تھی۔

مجھے یقین نہیں تھا کہ زہریلی نے اتنی آسانی سے رُومانہ کا پیچھا چھوڑ دیا ہوگا۔ میں نے زہریلی کے دماغ سے خاموش رابطہ قائم کیا۔ وہ ایک کمرے کے اندر ایک بہت بڑے ٹرانسمیٹر کے سامنے بیٹھی کسی ماسٹر سے گفتگو کر رہی تھی۔ دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا۔ "مادام! تم نے خواہ مخواہ ماسٹر زدرا کی جان بچائی۔ اُسے اسکندریہ میں مرنے کے لئے چھوڑ دیتیں تو بہتر ہوتا۔ اس ماسٹر نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اُسے اب ختم کر دو۔ اس طرح ختم کرو کہ اُس کی موت حادثاتی کہلائے۔ بہرحال رُومانہ کے متعلق بتاؤ۔ اوور...۔"

زہریلی نے کہا۔ "رُومانہ سے اچانک ہی طیارے میں ملاقات ہو گئی تھی۔ وہ ہماری تنظیم میں کام کرنے کے لئے تقریباً راضی ہے۔ اگر فرہاد کو پیرس سے یہاں بھیج دیا جائے تو پھر وہ ہماری تنظیم میں ہمیشہ کے لئے رہ جائے گی۔ ابھی وہ پے نانگ کی طرف گئی ہے جس ٹیکسی میں گئی ہے اس کا ڈرائیور اپنا ہی آدمی ہے۔ پے نانگ میں بھی اپنے لوگوں کو رُومانہ کی آمد کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ اوور...۔"

"مادام تم بہت اچھی جا رہی ہو۔ بہتر ہے کہ رُومانہ کو بہلا پھسلا کر پیرس لے جاؤ۔ فرہاد کو ابھی فیکٹری سے نہیں نکالا جائیگا۔ ابھی وہ آزمائشی مراحل سے گزر رہا ہے۔ سات ڈاکٹروں کا مشترکہ فیصلہ ہے کہ فرہاد کو فیکٹری سے نکالنے کے بعد کچھ عرصہ تک پیرس کی حدود میں رکھا جائیگا۔ اوور...۔"

"میں سوچ رہی ہوں کہ جب ملایا پہنچ ہی گئی ہوں تو کیوں نہ چیانگ شی کا سے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ یہاں اُس نے ہماری تنظیم کو خاصا نقصان پہنچایا ہے۔ آپ میرے مزاج سے واقف ہیں کہ میں کسی کی برتری تسلیم نہیں کرتی۔ میں چیانگ شی کا کو خاک میں ملا دوں گی۔ اوور...۔"

"تم یقیناً اسے خاک میں ملا سکتی ہو۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں۔ ٹھیک ہے تم انتظار کرو۔ میں سُپر ماسٹر سے اجازت حاصل کرتا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

اُن کی گفتگو ختم ہوتے ہی میں دوسری طرف سے باتیں کرنے والے ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب وہ ایک مخصوص ٹرانسمیٹر کو آن کرنے کے بعد کہہ رہا تھا۔ "میسج ٹو ریکارڈ فار ایس، ایم ... اوور...۔"

وہ سُپر ماسٹر کے نام پیغام ریکارڈ کرا رہا تھا۔ دوسری طرف سے جواباً گھنٹی کی آواز سُنائی دی۔ ماسٹر تھوڑی دیر رُک کر اپنی باتیں ریکارڈ کرانے لگا۔ یعنی دوسری طرف سُپر ماسٹر موجود نہیں تھا۔ اگر موجود تھا تب بھی اُس نے گھنٹی بجا کر اشارہ کیا تھا کہ اپنا پیغام ریکارڈ کرایا جائے۔ بہرحال میں سُپر ماسٹر تک نہیں پہنچ سکتا تھا، اس لئے ماسٹر کی کھوپڑی سے

واپس آ گیا۔

مادام زہریلی کے ماتحت رُومانہ کی نگرانی کر سکتے تھے، اُسے نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ لہٰذا میں رُومانہ کی طرف سے ابھی مطمئن تھا۔ ابھی میں دوسروں کی خیریت بھی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ریڈ پاور کے باس سے پیچھا چھڑانا ضروری تھا۔ اب ریڈ پاور کا وہی ایک آدمی مجھے فرہاد کے طور پہ جانتا تھا۔ میں نے اُس سے کہا۔ "گاڑی روکو۔"

اُس نے گاڑی روک دی۔ میں اور وان ڈے کار سے باہر آ گئے۔ پھر میں نے اُس سے کہا۔ "اب تم آزاد ہو، اپنی مرضی سے کہیں بھی جا سکتے ہو۔"

باس حیرانی اور بے یقینی سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "دیکھتے کیا ہو؟ اس سے پہلے کہ میرا فیصلہ بدل جائے، یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

اُس نے فوراً ہی کار اسٹارٹ کی پھر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا ہم سے دُور ہوتا چلا گیا۔ جس سڑک پہ ہم کھڑے ہوئے تھے، وہ ایک موڑ پہ بہت دُور تک نظر آ رہی تھی۔ دوسری طرف ایک بھاری بھرکم ٹرک آتا نظر آ رہا تھا۔ وان ڈے نے کہا۔ "آپ کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ آپ نے دشمن کو معاف کر دیا۔"

میں نے باس کی کار کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ "موت کسی کو معاف نہیں کرتی۔ اس گاڑی کو دیکھتے رہو۔"

یہ کہنے کے بعد میں باس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وان ڈے دیکھ رہا تھا۔ باس کی کار انتہائی تیز رفتاری سے بھاگتی ہوئی جا رہی تھی۔ سڑک اتنی کشادہ تھی کہ آنے والے ٹرک کو بہ آسانی کراس کیا جا سکتا تھا۔ لیکن وان ڈے ایک دم سے لرز کر زمین پہ بیٹھ گیا۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے دُور باس کی گاڑی ایک زبردست دھماکے کی آواز پیدا کرتی ہوئی ٹرک سے ٹکرا گئی تھی۔

وہ ریڈ پاور کا باس جو دشمن ممالک کے عوام میں لٹنے کا زہر عام کرتا تھا، ہمیشہ کے لئے تمام ہو گیا۔ وان ڈے نے میرے پیروں میں گرتے ہوئے کہا۔ "رحم۔ میں مرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے مرنے نہیں دیتے۔ آپ نے اب تک بغیر کسی ہتھیار کے کتنے ہی دشمنوں کو ہلاک کر دیا۔ آپ کے ظاہری رویّے سے پتہ نہیں چلتا کہ آپ کس طرح دوسروں کو موت کی نیند سُلا رہے ہیں۔ میں وحشت سے مر جاؤں گا۔ مجھے فوراً مار دیجئے، یا پھر مرنے کی اجازت دیجئے۔"

میں نے ڈانٹ کر کہا۔ "بزدل! اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں تمہیں نہیں ماروں گا۔"

وہ ڈرتے ڈرتے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اُسے اپنے زندہ رہنے کی امید نہیں تھی۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا کہ میں نے اپنے دشمنوں کو خود ہی مارنے اور مرنے پہ مجبور کیا تھا۔ میں نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا۔ "بیوقوف! میں دشمنوں کو معاف نہیں کرتا۔ اور اگر معاف کر دوں تو پھر انہیں نقصان نہیں پہنچاتا۔ یاد رکھو، آئندہ کبھی مجھے دھوکا دینا چاہو گے تو میں تمہیں تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔"

وہ میرے قدموں سے لپٹ کر بولا۔ "میں اپنے بچے کی قسم کھاتا ہوں کہ آئندہ کبھی آپ سے غدّاری کا تصوّر بھی نہیں کروں گا۔ آپ کے قدموں کی خاک بن کر رہوں گا۔"

"اچھا اٹھو اور یہ بتاؤ کہ ہم شہر تک کیسے پہنچیں گے؟"

اُس نے اٹھ کر کہا۔ "دو میل پیچھے ایک پٹرول پمپ ہے۔ اگر ہم واپس جائیں تو وہاں سے میں فون کر کے اپنی گاڑی منگوا لوں گا۔"

ہم واپس چلنے لگے۔ میں نے وان ڈے سے کہا۔ "تم پہلے کی طرح اپنے فرائض ادا کرتے رہو گے۔ جنگل کے اُس زمین دوز اڈّے میں موزائل ایڈی اور عمر سعید نہیں رہے۔ وہ مر چکے ہیں۔ ڈبل جرنیل بھی وہاں سے جانے والی ہیں۔ لہٰذا آئندہ تم ٹائیگر کو پیش آنے والے خطرات کی اطلاع دو گے۔ آجکل وہی اُس اڈّے کا انچارج ہے۔"

"بہت اچھا جناب۔"

ہم جس سڑک کے کنارے چل رہے تھے وہاں دُور تک انسانی آبادی نہیں تھی۔ میں نے خاموشی سے چلتے ہوئے دوبدن سے رابطہ کیا۔ وہ پیدل پے نانگ شہر کی طرف جا رہا تھا اور دوبدن پہلے ہی فینی اور میریا کے ساتھ اُس شہر میں پہنچ گئی تھی۔ انہوں نے آسانی سے جدائی برداشت نہیں کی تھی۔ اور نہ ہی شرافت سے ڈاکٹر کے ساتھ اس کمرے سے چلی آئی تھیں۔ میں نے دوبدن اور ڈاکٹر فینی کے خیالات پڑھ کر جو باتیں معلوم کیں، وہ کچھ یوں ہیں۔

میں دوبدن کو نیند کی حالت میں چھوڑ کر آیا تھا۔ جب وہ بیدار ہوئیں تو بستر سے اٹھ کر آس پاس متلاشی نظروں سے دیکھنے لگیں۔ ان کی نظریں سرہانے کی میز پہ رکھے ہوئے خط پہ پڑ گئیں۔ انہوں نے اسے کر پڑھا تو غصّے سے چیخنے لگیں۔ "تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ تم نہیں جا سکتے۔ تم مذاق کر رہے ہو۔ کہاں چھپے ہو، سامنے آ جاؤ۔"

ٹائیگر نے آ کر کہا۔ "مادام وہ دو گھنٹے پہلے گئے ہیں، ہمیں نہیں معلوم کہاں جا رہے ہیں۔"

"تم نے اُسے روکا کیوں نہیں۔ میں تم لوگوں کو جان سے مار دوں گی۔" وہ مارنے کے لئے دوڑیں۔ ٹائیگر اپنی جان بچانے کے لئے دور بھاگتا ہوا بولا۔ "مادام! ہم سب بے قصور ہیں، جو آپ کو چھوڑ گیا آپ اُس سے جواب طلب کریں۔"

مگر وہ ضدّی اور غصہ ور تھیں۔ بہت دیر تک چیختی پکارتی رہیں۔ ٹائیگر اور دوسرے ماتحتوں کو پریشان کرتی رہیں پھر ہار کر بیٹھ گئیں۔ انہیں یہ سوچ کر توہین کا احساس ہو رہا تھا کہ میں دو جوانیوں سے کھیلا، پھر کچھ کہے سُنے بغیر چھوڑ کر چلا گیا۔ یہ دل ہرجائی کی چھٹی پڑھ کر ہی ڈوبتے دل کو سہارا دیا جاتا ہے۔ انہوں نے میرے خط کو پڑھا تو خط کے مضمون نے ڈھارس بندھائی کہ میں

جلد امریکہ میں اُن سے دوبارہ ملوں گا۔

میں نے اس خط میں لکھا تھا کہ تہہ خانے کے اوپر اصلی ڈاکٹر فینی اپنی بیٹی میریا کے ساتھ کاٹیج میں پہنچ گیا ہے۔ ڈاکٹر فینی دوبدن کو بھی ایک باپ کی طرح چاہتا ہے۔ اگر وہ ڈکٹیٹر کے ساتھ امریکہ جائیں گی تو میں بھی بہت جلد وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اب مجھ سے ملنے کا واحد ذریعہ وہی ایک ڈاکٹر تھا۔ اس لئے وہ اسی رات اپنا ضروری سامان سمیٹ کر زمین دوز اڈّے سے باہر جانے لگیں۔

ٹائیگر نے انہیں سمجھایا کہ مان تو کی بستی والے راستے سے باہر جانا چاہئے۔ وہ غرّا کر بولیں۔ "نہیں میں کاٹیج کے راستے سے جاؤں گی۔"

"مادام! آپ خود مختار ہیں۔ لیکن اس طرح فوجیوں کو اس تہہ خانے کا علم ہو جائے گا۔"

"ہو جانے دو۔ مجھے اس تہہ خانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"مگر عازم صاحب کو دلچسپی ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اس تہہ خانے کو ہمیشہ قالین کی نظروں سے چھپا کر رکھیں گے۔ یوں بھی آپ انہیں بیرونی دُنیا میں تلاش کرنے جا رہی ہیں۔ اگر وہاں اُن سے ملاقات نہ ہو سکی تو وہ کبھی آپ کو تلاش کرتے ہوئے یہاں آ سکتے ہیں۔ اس جگہ کو محفوظ رہنا چاہئے۔"

یہ باتیں دوبدن کی سمجھ میں آ گئیں۔ وہ تہہ خانے سے نکل کر مان تو کی بستی میں پہنچیں۔ پھر فوجیوں کی نظروں میں آ گئیں۔ انہوں نے پوچھا۔ "تم دونوں کہاں سے آ رہی ہو؟"

"کون دونوں؟ میں تو ایک ہوں۔"

تمام فوجی دوبدن کو حیرانی سے ایک ساتھ بولتے اور ایک ساتھ حرکتیں کرتے دیکھ رہے تھے۔ وہ ایک ساتھ بولیں۔ "مجھے چند بدمعاشوں نے ایک جھونپڑی میں قید کر دیا تھا۔ عازم نامی ایک نوجوان نے مجھے ان لوگوں سے نجات دلائی۔ وہ ابھی میرے ساتھ ہی آ رہا تھا۔ راستے میں ہم ذرا آرام کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔ ذرا دیر کے لئے میری آنکھ لگ گئی۔ جب آنکھ کھلی تو وہ موجود نہیں تھا۔ میں اُسے تلاش کرتی ہوئی یہاں پہنچ گئی۔ اب اپنے کاٹیج میں جانا چاہتی ہوں۔"

چند فوجی جوان دوبدن کو ایک جیپ میں بٹھا کر کاٹیج تک لے گئے۔ وہاں ڈاکٹر فینی اپنی ڈبل جرنیل کو زندہ سلامت دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ کاٹیج کے قریب کیمپ لگانے والا فوجی افسر تعجب سے کہہ رہا تھا۔ "جو بھی زندہ سلامت ہمارے پاس پہنچتا ہے۔ وہ عازم کی دلیری اور جوانمردی کی داستانیں سناتا ہے۔ ایشیا اور یورپ کے تین بڑے سرمایہ داروں نے بھی عازم سے عقیدت کا اظہار کیا۔ طیارے کے دوسرے مسافر بھی اُس کی پناہ میں رہے تھے۔ ڈبل جرنیل کو بھی اُس نے خیریت سے یہاں پہنچا دیا۔ مگر وہ خود کہاں ہے؟ ہم سے رابطہ کیوں نہیں قائم کرتا؟"

فوجی افسر کے اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ ڈکٹیٹر فینی جرنیل کو کاٹیج کے اندر لے آیا۔ وہاں اُس نے میریا سے دوبدن کا تعارف کرایا۔ وہ بولیں۔ "ڈکٹیٹر! یہ بات میں نے فوجیوں کو نہیں بتائی۔ تمہیں بتا رہی ہوں کہ عازم مجھے امریکہ میں ملے گا۔ مجھے ابھی وہاں لے چلو۔"

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بیٹی! امریکہ اس جنگل میں نہیں ہے۔ وہ دُنیا کے آخری سرے پر ہے۔ میں تمہیں تلاش کرنے کے لئے یہاں ٹھہر گیا تھا۔ اب تم مل گئی ہو تو ہم کل صبح ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

دوبدن نے ضد کی۔ "نہیں کل صبح تک دیر ہو جائے گی۔ عازم وہاں پہنچ کر مجھے تلاش کرے گا۔ یہ دیکھو وہ میرے نام یہ خط لکھ کر گیا ہے۔"

انہوں نے وہ خط نکال کر بڑھا دیا۔ ڈاکٹر نے اُسے پڑھنے کے بعد حیرانی کا اظہار کیا۔ "تعجب ہے جرنیل! اس خط میں عازم نے لکھا ہے کہ ڈاکٹر اپنی بیٹی میریا کے ساتھ کاٹیج میں پہنچ گیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ اُسے میری آمد کا علم کیسے ہوا؟"

"پتہ نہیں، وہ بہت ہی عجیب و غریب انسان ہے۔ اُس نے راک فیلو جیسے پہاڑ کو نچا نچا کر مار ڈالا۔ ایک بدمعاش تمہارے میک اپ میں آیا تھا اور مجھے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ عازم کے سامنے پہنچ کر پاگل ہو گیا۔ اور آہنی سلاخوں سے سر ٹکرا ٹکرا کر مر گیا۔ میں دوسروں کی بات کیا کہوں، میں خود اس کی دیوانی ہو گئی ہوں۔ اگر وہ امریکہ میں نہ ملا تو میں بھی دیواروں سے سر ٹکرا کر مر جاؤں گی۔"

ڈاکٹر فینی نے دونوں ہاتھوں سے دوبدن کے دو الگ الگ شانوں کو تھپک کر تسلی دی۔ میریا دوبدن کو حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ اُس نے کہا۔ "تم بھوکی ہو گی۔ میرے ساتھ کچن میں آؤ۔ کچھ کھا لو، پھر آرام سے سو جانا۔ ہم کل صبح ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

وہ کچن میں چلی گئیں۔ ڈاکٹر نے فوجی افسر کے پاس آ کر کہا۔ "کل ہمارے ساتھ ڈبل جرنیل بھی جائیں گی۔ لیکن شہر میں پہنچ کر تماشہ نہ بن جائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ فوجی جوان ہمیں ایئرپورٹ تک پہنچا کر آئیں۔ یا پھر ہمیں تماشائیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے شہر کی پولیس کو ہمارے تحفظ کے لئے مقرر کر دیں۔"

دوسری صبح فوجی انہیں پے نانگ کے ایئرپورٹ تک چھوڑنے آئے۔ پھر ویٹنگ رُوم کے باہر پولیس کا پہرہ لگا کر واپس چلے گئے۔ اب دوبدن ڈاکٹر اور میریا کے ساتھ طیارے کے انتظار میں وہاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں اُن کے دماغ سے نکل آیا۔

سڑک کے کنارے چلتے چلتے میں نے دیکھا، بہت دُور ایک پٹرول پمپ نظر آ رہا تھا۔ وان ڈے نے ندامت سے کہا۔ "جناب! میں بہت ہی ذلیل انسان ہوں۔ میری وجہ سے آپ کو پیدل چلنے کی زحمت اٹھانا پڑ رہی ہے۔"

"زحمتیں، مصیبتیں اور دشواریاں ہم ایک دوسرے کے لئے پیدا کرتے ہی رہتے ہیں۔ ویسے میں پھولوں کی سیج پہ سوتا ہوں اور کانٹوں بھری راہوں پہ چلتا رہتا ہوں۔ تم میری فکر نہ کرو۔"

وہ سر جھکا کر خاموشی سے چلتا رہا۔ میں نے چلتے چلتے رس وتی کی خبر لی۔ وہ دانیال کی رہائش گاہ میں تھی۔ ایک آرام دہ بستر پر آرام سے بیٹھی موسم کے تازہ پھل کھا رہی تھی۔ میں نے اُسے مخاطب کیا۔ "ہیلو رس وتی۔"

وہ چونک گئی۔ اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد اُس کی سوچ نے پوچھا۔ "کل سے کہاں غائب ہو؟"

"ایک مصیبت میں پھنس گیا تھا۔"

"وہ مصیبت یقیناً حسین اور جوان ہوگی؟"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ ایک دشمن نے میری لاعلمی میں حملہ کیا تھا۔ میرے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ میں کئی گھنٹے تک بے ہوش پڑا رہا۔ ہوش میں آنے کے بعد پتہ چلا کہ ریڈ پاور کے لوگوں میں آ پھنسا ہوں۔ بڑی مشکلوں سے ان لوگوں سے پیچھا چھڑایا ہے۔ اب شہر تک پہنچنے کے لئے پیدل چل رہا ہوں۔ خیر میری بات چھوڑو۔ اپنا حال بیان کرو۔ تمہاری سوچ سے پتہ چل رہا ہے کہ اب ذرا توانائی محسوس کر رہی ہو۔"

"ہاں، اب اٹھنے بیٹھنے لگی ہوں۔ مگر دماغ ابھی تک کمزور ہے۔ میں نے سوچ کے ذریعے تمہاری خیریت معلوم کرنا چاہی۔ مگر سوچ کی لہریں تمہارے دماغ تک نہ پہنچ سکیں۔"

"تمہیں ابھی خیال خوانی کی کوشش نہیں کرنا چاہیئے۔ اچھی طرح علاج ہونے دو۔ خوب کھاؤ پیو۔ انشاءاللہ جلد ہی تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال ہو جائیں گی۔"

اس نے پوچھا۔ "سونیا اور رومانہ کا کیا حال ہے؟ کیا وہ ابھی تک عازم کو فرہاد سمجھ رہی ہیں؟"

"ہاں صرف سونیا دھوکا کھا رہی ہے۔ رومانہ کو ایک اخبار کے ذریعے معلوم ہو چکا ہے کہ ایک عازم ملایا کے جنگل میں ہے۔ اُس کے ساتھ اس کی بیوی شبانہ بھی تھی جو انقرہ واپس چلی گئی ہے۔ جو عازم سونیا کے ساتھ ہے وہ کئی بار کہہ چکا ہے کہ شبانہ اُس کی بیوی ہے۔ اس طرح رومانہ نے سمجھ لیا ہے کہ میں نے عازم کے پاسپورٹ پر ملایا تک کا سفر کیا ہے، اور جو اصلی عازم ہے، وہ سپر ماسٹر کا شکار بن گیا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ رومانہ اب تمہاری تلاش میں ملایا آجائے گی۔"

"جائے گی نہیں، یہاں پہنچ بھی چکی ہے۔"

"تو پھر دن کو عید اور رات کو شب برات مناؤ۔ میرے دماغ میں کیوں گھسے ہوئے ہو۔ جاؤ یہاں سے...."

میں نے مسکرا کر کہا۔ "ارے تم تو ناراض ہو گئیں۔ دیکھو رس وتی! ہم دوست ہیں محبوب اور محبوبہ نہیں ہیں۔ میں جانتا ہوں جس کی بے شمار گرل فرینڈز ہیں، تم اُسے اپنا محبوب کبھی نہیں بناؤ گی۔"

"تم نے ٹھیک سمجھا ہے۔ اب جاؤ یہاں سے...."

"میں جا رہا ہوں، مگر واپس آؤں گا۔ جب تک تم پوری طرح صحت یاب نہیں ہو جاؤ گی، میں تم سے دوستی نبھاتا رہوں گا — اچھا خدا حافظ...."

میں وان دے کے ساتھ پٹرول پمپ کے احاطے میں پہنچ گیا۔ وہاں مال بردار ٹرک میں پٹرول بھرا جا رہا تھا۔ وان دے فون کرنے کے لئے اندر چلا گیا۔ میں نے ٹرک ڈرائیور سے پوچھا۔ "یہاں سے پے [illegible] کتنی دور ہے؟"

وہ مجھے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا۔ پھر اس نے اپنے شانے [illegible] ہونٹ سکیڑ کر نفی میں سر ہلایا۔ میں سمجھ گیا۔ وہ انگریزی زبان [illegible] تھا۔ وان دے نے واپس آکر کہا۔ "سر! یہاں کا فون خراب ہے۔ [illegible] سے لفٹ لینا ہوگا۔"

وہ ٹرک ڈرائیور سے مقامی زبان میں باتیں کرنے لگا۔ ڈرا[illegible] بل ادا کرنے کے بعد اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ پھر وہ گاڑی [illegible] کر کے وان دے کو کچھ کہتا ہوا چلا گیا۔ وان دے نے مجھے بتایا کہ گاڑی [illegible] اگلی سیٹ پر ڈرائیور، کلینر اور گاڑی کا مالک بیٹھے ہوئے ہیں [illegible] مال لدا ہوا ہے۔ ہمارے لئے وہاں گنجائش نہ تھی۔

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک ٹیکسی پٹرول پمپ کے احاطے [illegible] ہوئی۔ وان دے نے خوش ہو کر کہا۔ "کام بن گیا۔ لیکن پچھلی سیٹ [illegible] لیڈی نظر آ رہی ہے۔"

ٹیکسی آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی پمپ کے سامنے آکر رک گئی۔ [illegible] جھک کر پچھلی سیٹ کی جانب دیکھا تو بے اختیار میرے ہونٹوں [illegible] آگئی۔ پیچھے بہت ہی خطرناک، بہت ہی خوبصورت اور دل [illegible] تہلکہ مچا دینے والی آندھی بیٹھی ہوئی تھی۔ رومانہ...

یعنی وہ وہی ٹیکسی تھی جس میں بیٹھ کر وہ کوالالمپور [illegible] تھی اور جس کا ڈرائیور ماسٹروں کی تنظیم کا آلہ کار تھا۔ ڈرائیور [illegible] باہر آکر پٹرول پمپ کے مالک سے کہہ رہا تھا کہ گاڑی کی ٹنکی بھر دے۔ پھر وہ جیب سے نوٹ نکال کر گننے لگا۔ وان دے نے اُس کے [illegible] کہا۔ "ہمیں پے نانگ لے چلو، منہ مانگا کرایہ ادا کریں گے۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ "ٹیکسی ریزرو ہے۔ میں [illegible] سواری کے ساتھ دو اجنبی مردوں کو نہیں بٹھا سکتا۔"

میں نے ٹیکسی کے پچھلے دروازے کے پاس جا کر رومانہ [illegible] "ہیلو مس! ہم بے ضرر انسان ہیں، شہر تک لفٹ چاہتے [illegible]"

"سوری۔" وہ بولی۔ "آپ دوسری گاڑی کا انتظار کریں۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "کیا مصیبت ہے ہم [illegible] بھٹکتے ہوئے یہاں پہنچے، اب انسانی آبادی میں بھی بھٹک[illegible]"

رومانہ نے چونک کر مجھے دیکھا۔ اُسے ایسے ہی کسی آدمی کی [illegible] جو جنگل تک اس کی رہنمائی کر سکے۔ اور میری بڑبڑاہٹ ظاہر [illegible] کہ میں جنگل کے اندرونی حصے سے بھٹک کر آ رہا ہوں۔ وہ فوراً [illegible] کھول کر باہر آگئی پھر آہستگی سے بولی۔ "کیا تم جنوبی جنگل سے [illegible]

میں نے اوپر سے نیچے سر ہلایا۔ وہ بولی۔ "ذرا اُدھر چلو، میں کچھ ضروری باتیں پوچھنا چاہتی ہوں۔"

میں اُس کے ساتھ ٹیکسی سے ذرا دُور اُدھر چلا گیا۔ رومانہ نے پوچھا۔ "کیا وہ جنگل بہت ہی گھنا ہے؟ اخبار والے کہتے ہیں کہ وہاں کے راستے سمجھ میں نہیں آتے۔"

میں نے جواب دیا۔ "اخبار والے ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ میں وہاں دو دن تک بھٹکتا رہا۔ پھر میں نے سمجھ لیا کہ وہاں کے جنگلی باشندے درختوں کے ذریعے راستہ پہچانتے ہیں۔"

"تم وہاں کیوں گئے تھے؟"

"مس! میں نے آپ سے لفٹ مانگی ہے۔ آپ نے میرا انٹرویو لینا شروع کر دیا۔"

"لفٹ مل جائے گی۔ میرے سوال کا جواب دو، تم وہاں کیوں گئے تھے؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ آپ ایسی بات نہ پوچھیں۔ ویسے میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ میرے کام آئیں گی، تو میں آپ کے کام آؤں گا۔"

"میں اُس جنگل میں جانا چاہتی ہوں۔ اگر تم میری راہنمائی کرو گے تو میں تمہیں دس ہزار ڈالر دوں گی۔"

"دس ہزار...؟" میں نے شدید حیرانی کا اظہار کیا۔ "دس ہزار کے لئے میں جنگل تک کیا جہنم تک بھی راہنمائی کے لئے جا سکتا ہوں مگر...."

"مگر کیا؟"

"یہ کہ پہلے میں شہر جاؤں گا۔ وہاں سے اپنے دوست کی کار میں بیٹھ کر ایک مضافاتی بستی کی پانچ منزلہ عمارت میں جاؤں گا۔ پھر وہاں سے آدھی رات کے بعد جنگل کی طرف جاؤں گا۔"

"آدھی رات کے بعد کیوں؟"

"یہ بھی میرا ذاتی معاملہ ہے۔ آپ ایسی بات نہ پوچھیں۔ آپ جنگل میں جانا چاہتی ہیں، میں آپ کو وہاں پہنچا دوں گا۔ آپ میری شرافت دیکھیں میں آپ سے جنگل میں جانے کی وجہ نہیں پوچھ رہا ہوں۔"

وہ مجھے گھور رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ میں تم جیسوں کی شرافت کو خوب سمجھتی ہوں۔ الّو کے پٹھے تم جنگل میں لے جا کر اپنی زندگی دکھاؤ گے۔ چلو میں بھی تمہیں دکھاؤں کہ بعض لڑکیاں تنہائی، بے یاری و بے مددگاری میں بھی تم جیسوں کو زندہ دفن کر سکتی ہیں۔

اتنے میں ڈرائیور نے آواز دی۔ "مس! کم آن...."

رومانہ نے مجھ سے کہا۔ "آؤ راستے میں باتیں ہوں گی۔"

میں نے کہا۔ "نہیں، میں نہیں چاہتا کہ وہ ٹیکسی ڈرائیور بھی ہماری باتیں سُنے۔ اور کہیں جا کر مخبری کر دے کہ میں جنگل کے چکر لگایا کرتا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم پُراسرار سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہو۔"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ آپ ایسی بات نہ پوچھیں۔"

وہ چڑ کر بولی۔ "چلو بیٹھو گاڑی میں۔"

میں جلدی سے آکر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وان دے میرا بیگ لے کر اگلی سیٹ پر چلا گیا۔ ڈرائیور نے پوچھا۔ "یہ کیا آپ ان لوگوں کو لفٹ دے رہی ہیں؟"

رومانہ نے پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں تم اپنے کرائے سے مطلب رکھو۔"

گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ ہم سب خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ تقریباً ڈھائی میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ٹرک اور ریڈ پاور کے باس کی کار نظر آئی جن کا آپس میں تصادم ہو گیا تھا۔ کار کا اگلا حصہ بالکل ہی پچک گیا تھا۔ اور ریڈ پاور کا باس بھی اُس کار کے اندر دب کر رہ گیا تھا۔ کچھ لوگ وہاں پہنچ گئے تھے۔ وہاں سے گزرنے والی گاڑیاں بھی رکتی جا رہی تھیں۔ رومانہ مجھ سے تنہائی میں باتیں کرنے کے لئے بے چین تھی۔ اُس نے ڈرائیور کو حکم دیا۔ "یہاں ٹھہر کر وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً آگے بڑھو۔"

ٹیکسی پھر آگے بڑھ گئی۔ اس دوران رومانہ کئی بار کن انکھیوں سے میری جانب دیکھ چکی تھی۔ عورت کی ایک چور حس ہوتی ہے، جو مبہم سے انداز میں اُسے کچھ سمجھاتی رہتی ہے۔ رومانہ کی چور حس کہہ رہی تھی: "میرے پاس بیٹھے ہوئے اجنبی کا ڈیل ڈول فرہاد جیسا ہے۔ مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ میں پہلے بھی اس کے پاس بیٹھ چکی ہوں۔"

میں جتنی وضاحت سے یہ باتیں لکھ رہا ہوں، رومانہ کی چور حس اتنی وضاحت سے اُسے نہیں سمجھا رہی تھی۔ محض اُسے اشارے دے رہی تھی۔ اور وہ کچھ سمجھتے ہوئے بھی نہیں سمجھ رہی تھی۔ یہ بڑی دلچسپ آنکھ مچولی تھی۔ میں اُس کے پہلو میں چھپا ہوا تھا اور وہ مجھے ڈھونڈ رہی تھی۔ میں اُس کے سامنے خود کو ظاہر کر سکتا تھا۔ لیکن میری اصلیت ظاہر ہوتے ہی وہ خوشی سے باؤلی ہو کر لپٹ جاتی۔ اور لپٹنے چپٹنے کی وہ موزوں جگہ نہ تھی۔ میں نے فی الحال اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیا۔

اب سونیا اور جمشید جبران رہ گئے تھے جو پچھلی رات سے میرے دماغ کی اسکرین پر نہیں آئے تھے۔ میں نے خیال خوانی کا ایک بٹن آن کیا تو وہ نظر آنے لگی۔ وہ ایک قدِ آدم آئینے کے سامنے کھڑی لباس پہن رہی تھی۔ لباس پہننے سے پہلے اُس نے پلٹ کر دُور بیٹھے ہوئے عازم سے پوچھا۔ "کیسی لگ رہی ہوں؟"

وہ نظریں جھکا کر شرما رہا تھا۔ سونیا اُس کے قریب آکر بولی۔ "عورتوں کی طرح نہ شرماؤ۔ مجھے چھو کر دیکھو۔"

"ن۔ نہیں۔ یہ گندی بات ہے۔" وہ ایک طرف سمٹ گیا، ذرا سہم گیا جیسے سونیا اُس کی عزت پر حملہ کرنے والی ہو۔

"دیکھو فرہاد! میں تمہیں دوبارہ فرہاد بنا کر رہوں گی۔ تمہارے

سامنے غسل کروں گی، تمہارے سامنے لباس تبدیل کروں گی، تمہارے ساتھ سویا کروں گی۔ مجھے یقین ہے، ڈاکٹر نے بھی یقین دلایا ہے کہ تم رفتہ رفتہ نارمل ہو جاؤ گے۔ میں نے اس مقصد کے لئے رُومانہ کو یہاں سے بھگا دیا ہے۔ میں تمہیں یہاں سے بھی دُور لے جاؤں گی۔ اور تمہیں اپنے بدن کی گرمی پہنچاتی رہوں گی۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"اتنے نادان نہ بنو۔ سمجھنے کی کوشش کرتے رہو گے تو تمہارے علاج میں آسانی رہے گی۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ دشمنوں نے تمہیں کسی بہت بڑے آپریشن سے نہیں گزارا تھا۔ تمہارے جذبات کو سرد کرنے کے لئے انہوں نے تمہارے جسم میں ایسا انجکشن لگایا تھا جس کے ردِ عمل کو تم اُس وقت برداشت نہ کر سکتے، اس لئے تمہیں بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ اب ہمارے ڈاکٹر نے جو انجکشن اور دوائیں تمہارے لئے تجویز کی ہیں، اُن کے استعمال سے اور میرے نفسیاتی یا جنسیاتی علاج سے تم جلد ہی ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

اُن کی باتیں سن کر مجھے مادام زہریلی کی باتیں یاد آئیں۔ زہریلی نے رُومانہ سے کہا تھا کہ اصل فرہاد جسے بحری جہاز سے پکڑ کر لے گئے تھے، (جب کہ وہ عازم تھا) اُسے پیرس پہنچا دیا گیا ہے اور سچ مچ ایک نقلی فرہاد بنا کر سونیا کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ اب مجھے معلوم کرنا تھا کہ عازم واقعی پیرس میں ہے یا نہیں؟ اس مقصد کے لئے میں نے عازم کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔

اگر وہ پیرس میں ہوتا تو میں اس کی سوچ کے ذریعے پیرس کے کسی مقام کو دیکھتا۔ مگر عازم سونیا کے سامنے موجود تھا۔ وہ نقلی فرہاد ضرور تھا لیکن نقلی عازم نہیں تھا۔ مادام زہریلی نے جھوٹ کہا تھا، وہ رُومانہ کو بہلا پھسلا کر پیرس پہنچانا چاہتی تھی۔

اب مجھے اس بات کی فکر ہو گئی کہ عازم باقاعدہ علاج کے بعد نارمل ہو جائیگا تو سونیا انجانے پن میں وہ سب کچھ اس کے حوالے کر دے گی، جو صرف میرے لئے ہے۔ میرے ساتھ وقت گزار کر جانے والی حسین سے حسین عورت کی میں نے پروا نہیں کی۔ مگر سونیا میرے لئے اتنی ضروری تھی جیسے جسم کے لئے جان ضروری ہوتی ہے۔ اس سے دُور ہونے کے باوجود نہ اُسے بھول سکتا تھا، نہ اُسے چھوڑ سکتا تھا۔ نہ اُسے دھوکہ سے کسی غیر کی آغوش میں جاتے دیکھ سکتا تھا۔

میں سوچنے لگا کہ سونیا کو کس طرح عازم سے دُور رکھا جائے، میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ سونیا کو عازم کی اصلیت معلوم ہو تو وہ اسے چھوڑ کر میری تلاش میں نکل پڑے۔ میں عازم کو لا علاج اور بے یار و مددگار چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ اُسے اُس کی اصل شخصیت کی طرف واپس لے جانا میرا فرض تھا۔

بہرحال اس وقت میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کس طرح سونیا کو عازم کے ساتھ رکھتے ہوئے بھی اُس سے دُور رکھا جائے۔ میں نے سونیا کی سوچ میں کہا۔ "اب مجھے لباس پہن لینا چاہیئے۔ ذرا باہر جبران سے فرہاد کے بارے میں باتیں کروں گی۔"

سونیا کی سوچ نے کہا۔ "ایں۔ یہ میں کیا سوچ رہی ہوں تو رس ونتی کو اغوا کرنے گیا ہے۔ میں نے یہ جانتے ہوئے بھی سوچا؟"

وہ عازم کو گھور کر بولی۔ "اے تم تو کہتے تھے کہ ٹیلی پیتھی نہیں ہو۔ اگر جانتے بھی تھے تو بھول چکے ہو۔ کیا تم ابھی میری نہیں بہکا رہے تھے کہ میں لباس پہن کر یہاں سے چلی جاؤں؟"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ میں تو سے چُپ بیٹھا ہوں۔"

"ارے تمہاری چپ کے پیچھے ہزاروں ہنگامے جنم لیتے ہیں میں نے تمہیں نہیں بتایا تھا کہ جبران رس ونتی کو دانیال کے گھر گیا ہے اس لئے اب تم سے غلطی ہو گئی۔ تم نے میری سوچ میں مجھے باہر جا کر جبران سے تمہارے بارے میں باتیں کرنا چاہیئے میں جانتی ہوں کہ جبران یہاں نہیں ہے۔"

وہ جھنجھلا کر بولا۔ "یہ سوچ میں کیسے کہا جاتا ہے کہ باہر نے بھی سوچ کے ذریعے باتیں کی تھیں۔"

وہ گہری سنجیدگی سے عازم کو دیکھتے ہوئے سوچنے ہے، میں نے بے سبب ایسی بات کیوں سوچی، جو میں کبھی نہیں سکتی تھی۔ میں فرہاد کی مکاری کو خوب سمجھتی ہوں۔ دماغ میں ابھی بول رہا تھا۔"

یہ سوچتے ہی اُس نے عازم سے پوچھا۔ "جلدی بتاؤ کیا سوچ رہی تھی؟"

"ارے تم میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی ہو۔ خدا کے سے جاؤ۔"

سونیا اس کا گریبان پکڑ کر بولی۔ "تمہارا بدن وحشی صرف جذبات سرد کئے گئے ہیں۔ تم اب بھی خیالات پڑھ سکتے ابھی ابھی تم میرے دماغ میں بول رہے تھے۔ دیکھو فرہاد نہ چھپاؤ ورنہ تمہارا سر توڑ دوں گی۔"

"توڑ دو میرا سر ہمیشہ کے لئے تم سے نجات مل جائے مجھے فرہاد کہتی ہو۔ اگر میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں تو پھر پاک کیوں نہیں جانتا۔"

"پاکستانی زبان نہیں اُردو زبان۔ تم اُردو زبان جانتے بوجھ کر انجان بن رہے ہو۔"

وہ دُعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "یا خدا! میں ثابت کر سکوں گا کہ میں عازم ہوں۔ تُو چاہے تو میری بگڑی کم سے کم اس چڑیل سے نجات دلا سکتا ہے۔ اور کچھ نہیں

پہن کر رہنے پر مجبور کر سکتا ہے؟"

وہ لباس پہنتی ہوئی بولی۔ "اچھا میں دیکھوں گی کہ تم کب تک خود کو چھپاؤ گے۔ میں ابھی اپنے کپڑوں میں تیل چھڑک کر آگ لگاؤں گی۔ میں نے بارہا تمہیں موت کے منہ سے بچایا ہے، آج تم مجھے خودکشی سے باز رکھو گے۔ خیال خوانی کے ذریعے میری خودکشی کو ناکام بناؤ گے۔ اور تم میری محبت کو، میری وفاؤں کو بھول چکے ہو تو پھر الوداع میرے ہرجائی۔ میں ابھی اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔"

سونیا کی ضدی طبیعت کو میں اچھی طرح سمجھتا تھا، وہ میری طرح جو کہتی تھی، کر گزرتی تھی۔ میں پریشان ہو گیا کہ اُسے خودکشی سے کیسے باز رکھوں۔ وہ کوٹھی کے گیراج کی طرف جا رہی تھی کہ وہاں سے پٹرول لے کر اپنے بدن پر ڈال لے۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا۔ "پہلے مجھے دیا سلائی یا لائیٹر حاصل کرنا چاہیئے۔"

وہ جاتے جاتے رُک گئی۔ "ہاں میں تو بھول گئی تھی۔ دیا سلائی کچن میں ہو گی۔"

وہ کچن کی طرف جانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ دیا سلائی لے کر گیراج میں پہنچی تو وہاں عازم پہلے پہنچ کر اپنے بدن پر پٹرول چھڑک رہا تھا۔ وہ غصّہ سے بولی۔ "یہ تم کیا کر رہے ہو؟"

وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔ "سونیا! تم نے مجھے فرہاد سمجھ کر ہی سہی، مگر میرا بڑا ساتھ دیا ہے۔ کل المانیہ کے اسٹیج پر خطرناک غنڈوں سے میری عزت بچائی تھی۔ تمہارے کہنے سے میں نے عورتوں والی بولی چھوڑ دی۔ تم مجھے مرد بنانا چاہو تو شاید میں مرد بن جاؤں مگر فرہاد میں نہیں ہوں۔ اگر تم مجھے فرہاد سمجھ کر جان دو گی تو میں بھی تمہارے ساتھ جل کر مر جاؤں گا۔"

وہ عورتوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ سونیا نے اُسے سنبھلنے کے لئے سہارا دیا۔ پھر بولی۔ "اچھی بات ہے میں خودکشی نہیں کروں گی، مگر تمہیں آزماؤں گی۔ تمہاری اصلیت تک ضرور پہنچوں گی، جاؤ غسل کرو۔ پٹرول کی بُو آ رہی ہے۔"

مجھے اطمینان ہو گیا کہ اب سونیا خودکشی کی حماقت نہیں کرے گی، اور نہ ہی عازم کی اصلیت کو سمجھے بغیر اُس کی تنہائی میں جائے گی۔ مگر وقتی اطمینان تھا۔ مجھے موقعہ مل گیا تھا کہ میں سونیا کو عازم سے دُور رکھنے کی تدبیر سوچ لوں۔ یہ تو ظاہر تھا کہ خیال خوانی کا سہارا لیتے ہی وہ شبہات میں مبتلا ہو جاتی۔ فی الوقت اسکندریہ میں ایک ہی ایسی ساتھی تھی جو سونیا کو کسی طور عازم کے متعلق مشکوک بنا سکتی تھی۔

میں رس ونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔ اس کے اطراف دو نقاب پوش ریوالور لئے کرسیوں پر موش بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے جمشید جبران کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بھی دانیال کی کوٹھی میں تھا اور ڈرائنگ رُوم میں بیٹھا دانیال سے کہہ رہا تھا۔ "بیس کروڑ ڈالر کوئی معمولی رقم نہیں ہے۔ مجھے اُس یہودی کا پتہ بتاؤ جو رس ونتی کو خریدنا چاہتا ہے۔"

دانیال نے عاجزی سے کہا۔ "یقین کرو جبران! میں اُس کا پتہ ٹھکانا نہیں جانتا ہوں۔ اُس یہودی کے ایجنٹ نے مجھ سے فون پر بات کی تھی۔ اُس نے کہا تھا کہ ایک ہفتہ تک رس ونتی کا علاج کراؤ۔ ایک ہفتہ بعد وہ نقد رقم لے کر آئیگا اور رس ونتی کو ساتھ لے جائیگا۔"

جبران نے کہا۔ "اچھی بات ہے میں رس ونتی کو لے جا رہا ہوں۔ وہ ایجنٹ آئے تو میرے پاس بھیج دینا۔"

دانیال نے کہا۔ "میں نے کبھی تمہارے شکار پر ہاتھ نہیں ڈالا۔ تم میرا شکار چھین کر لے جا رہے ہو، یہ اصُول کے خلاف ہے۔"

"بیٹے دانیال! یہ بھی اصُول کے خلاف ہے کہ ایک جنگل میں دو شیر اور ایک ملک کے دو بادشاہ رہیں۔ تم چھ گھنٹے کے اندر اسکندریہ چھوڑ دو، ورنہ تمہیں ماسٹر زورا کی طرح نقصانات اٹھا کر بھاگنا ہوگا۔ فی الحال میں تمہارا ٹرانسمیٹر لے جا رہا ہوں۔ ٹیلیفون کے تار کاٹ دیئے گئے ہیں۔ ہمارے جانے کے بعد آدھے گھنٹے تک کوٹھی سے باہر نہ نکلنا، ورنہ کہیں سے بھی ایک اندھی گولی آ کر تمہاری زندگی کو بے نُور کر دے گی۔"

میں انہیں چھوڑ کر دوبارہ رس ونتی کے پاس پہنچ گیا۔ "ہیلو رس ونتی!" میں نے اُسے مخاطب کیا تو اُس نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا دشمنوں کو پہچان رہی ہو؟"

"نقاب میں کیسے پہچانوں گی۔ پھر ان کی زبان بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ کیا تم اتنی دیر سے چپ چاپ تماشہ دیکھ رہے تھے؟"

"نہیں۔ سوچ رہا تھا تمہیں مخاطب کروں یا نہیں۔ کیونکہ تم نے مجھے اپنے دماغ سے بھگا دیا تھا۔"

"اب باتیں نہ بناؤ، فوراً انہیں بے نقاب کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ گولی چلا دیں۔"

"اطمینان رکھو یہ تمہاری جان کے دشمن نہیں ہیں۔ سونیا اور عازم کو پناہ دینے والا جمشید جبران تمہیں لینے آیا ہے۔ تم ان لوگوں کے ساتھ چپ چاپ چلی جاؤ۔ تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"اچھا اب سمجھی۔ سونیا نے انہیں سمجھایا ہوگا کہ میرے سامنے نقاب پہن کر اور گونگے بن کر آئیں۔"

"یقیناً سونیا نے ہی سمجھایا ہوگا۔ بہرحال میں ایک اُلجھن میں ہوں۔ تم میرے لئے کچھ کرو۔"

"اپنی اُلجھن بتاؤ۔"

"ایک تجربہ کار ڈاکٹر، عازم کا علاج کر رہا ہے۔ اُسے یقین ہے کہ عازم جلد ہی اپنی مردانہ شخصیت کی طرف لوٹ آئیگا۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ لیکن ایک گڑبڑ ہونے والی ہے۔ سونیا اُسے فرہاد سمجھ کر بہت

زیادہ فری ہو رہی ہے۔ بعد میں عازم بھی فری ہوگا تو ۔ تو میں کیا کہوں؟ بس میں نہیں چاہتا کہ وہ انجانے پن میں کسی غیر کی تنہائی میں جائے۔"

وہ بولی۔" تو اس میں بُرائی کیا ہے؟ تم بھی تو غیر عورتوں کی تنہائی میں آتے جاتے رہتے ہو۔"

"آں ؟" میں نے جھینپ کر کہا۔"میری بات چھوڑو ۔ میں سونیا کی بات کر رہا ۔۔۔"

" تمہاری بات کیوں چھوڑوں ؟ کیا اس لئے کہ تم مرد ہو، جس جگہ بے حیائی کرو گے تو وہ بے حیائی نہیں ہوگی ۔ مرد اسے فطرت کا تقاضہ کہیں گے اور عورت اپنے تقاضے سے مجبور ہو کر ایک سے دوسرے کے پاس جائے تو وہ بے حیا کہلائے گی ۔"

" تم نے تو بحث شروع کر دی ۔ دیکھو تم سچی اور کھری باتیں کر رہی ہو۔ میں تسلیم کرتا ہوں مگر سونیا کو غیر کی آغوش میں برداشت نہیں کر سکتا ۔"

" اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سونیا کو سب سے زیادہ چاہتے ہو۔"

اگر یہ سوال کوئی مرد کرتا تو میں دل کی گہرائیوں سے کہتا کہ سونیا کو میں دل و جان سے چاہتا ہوں۔ بے شمار لڑکیوں کو چاہنے کے باوجود میں سونیا کی چاہت کسی کو نہ دے سکوں گا۔ لیکن یہ بات میں رس ونتی یا کسی بھی محبوبہ سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ کیونکہ دُنیا کی کوئی بھی عورت اپنا سب کچھ ایک مرد کو سونپ کر اس کی زبان سے کسی دوسری عورت کی تعریف نہیں سن سکتی۔ پھر یہ کہ آج نہیں تو کل کبھی نہ کبھی رس ونتی بھی میرے آگے موم ہونے والی تھی، مجھے ابھی سے راستہ ہموار کرنا تھا اس لئے میں نے کہا۔

" سونیا کو سب سے زیادہ یا سب سے کم چاہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ محبت کسی بھی رشتے کی ہو، وہ ترازو میں تولی نہیں جاتی اور نہ ہی کسی مشین پر وزن کی جاتی ہے، اس لئے محبت میں کمی یا بیشی کبھی نہیں ہوتی ۔"

" میرے سامنے باتیں نہ بناؤ۔ ہمارے دُنیاوی رشتوں میں کوئی ایک عزیز ترین ہستی ایسی ہوتی ہے جسے ہم سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔"

" اگر تمہاری بات درست ہے تو بتاؤ تم سب سے زیادہ کسے چاہتی ہو۔"

" اپنے بھگوان، اپنے رب کو ۔۔۔"

" ابھی ہم دُنیاوی رشتوں کی بات کر رہے ہیں۔"

وہ بولی ۔" اس دُنیا میں پیدا ہوتے ہی ماں باپ نے مجھے مندر کی داسی بنا کر دُنیاوی رشتہ توڑ لیا ۔ مندر والوں نے ان دیکھے دیوتاؤں سے میرا رشتہ جوڑ دیا ۔ مجھے اس دُنیا میں ابھی تک ایسی کوئی ہستی نہیں ملی، جسے میں سب سے زیادہ چاہوں۔"

میں نے کہا۔" یہی بات میں اپنے لئے بھی کہہ سکتا ہوں کہ ہستیاں تو بہت ملیں مگر ایسی نہ ملی، جسے سب سے زیادہ چاہوں ۔ شاید اسی لئے میں تمام محبوباؤں کو نہ کم نہ زیادہ بلکہ انصافاً برابر محبت دیتا ہوں۔ کوئی ایسی آئے گی جسے تم جیسا سب سے زیادہ محبت دے سکوں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہستی میری زندگی میں آچکی ہے۔ مگر وہ [illegible] میرا پیار قبول کرنے سے ہچکچا رہی ہے۔"

یہ بات سنتے ہی وہ بدک گئی، چڑ کر بولی۔" تم بڑے بدمعاش ہو۔ میں تمہاری نیت کو خوب سمجھتی ہوں ۔ جاؤ یہاں سے ۔ مجھ سے میٹھی باتیں کیا کرو۔"

" بھئی تم تو ذرا سی بات پر ناراض ہو جاتی ہو۔ میرے کہنے کا یہ مطلب ۔۔۔"

" اپنا مطلب کسی دوسری کو سمجھاؤ۔ میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔"

وہ نہ کہتی، تب بھی مجھے وہاں سے واپس آنا پڑتا۔ کیونکہ کان کے قریب رومانہ کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔" ارے سو رہے ہو؟"

میں نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں ایک بھری پُری شاہراہ کے کنارے ٹیکسی رُک گئی تھی ۔ ملایا کا خوبصورت شہر پے نانگ نظر آرہا تھا۔ رومانہ ٹیکسی کا بل ادا کر رہی تھی۔ میں ٹیکسی کا دروازہ کھول کر باہر آیا، میری نظر پی آئی اے کے نیون سائن پر پڑی۔ پی آئی اے کا [illegible] کے ساتھ پاکستانی پرچم کو لہراتے دیکھ کر دل بے اختیار دھڑکنے لگا۔ آپ ہی آپ اٹھا۔ میں نے پرچم کو سلام کیا۔ پھر چشم زدن میں [illegible] شاہ کوٹ کی گلیاں اور بازار نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے۔ [illegible] جان کا انتقال ہو چکا تھا۔ زرینہ دو بچوں کی ماں بن گئی تھی [illegible] کے بیٹے بیٹیاں مجھ سے دشمنی بھول کر اپنی روش پر زندگی گزار رہے [illegible] کچھ دیر کے لئے اپنے وطنِ عزیز کی پُرانی یادوں میں کھو جانا چاہتا [illegible] رومانہ کی آواز نے چونکا دیا۔" تم اُس پرچم کو کیوں دیکھے جا رہے ہو [illegible] لگتا ہے کہ وہ پاکستانی پرچم ہے۔ کیا تم پاکستانی ہو؟"

میں ایک ساعت کے لئے جھجک گیا۔ پھر فوراً ہی بات بنا [illegible] میرا ایک محسن پاکستانی ہے۔ کل رات جنگل میں اُس پاکستانی [illegible] بچائی تھی، یہ پرچم دیکھ کر وہ یاد آگیا۔"

رومانہ ایکدم سے مضطرب ہو کر بولی۔" تم اُس جنگل میں [illegible] سے مل چکے ہو، اُس کا نام کیا ہے؟"

میں نے ہولے سے کہا۔" عازم ۔۔۔"

وہ تڑپ گئی۔ میرے بازو کو جھنجھوڑ کر بولی ۔" میں اُسی کی [illegible] آئی ہوں ۔ مجھے ابھی اُس کے پاس لے چلو۔"

میں نے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔" عازم نے جنگل میں [illegible] نہیں کھول رکھی ہے کہ جاتے ہی ملاقات ہو جائے گی ۔ اُسے تو [illegible] فوجی تلاش کر رہے ہیں، مگر وہ کسی کو نظر نہیں آتا ۔ ہاں خوب [illegible] اخبار دیکھنا چاہیے۔"

دُور ایک بک اسٹال نظر آرہا تھا۔ میں اُدھر جانے لگا۔ سوٹ کیس والا میرا بیگ اٹھائے پیچھے آرہا تھا۔ رومانہ ساتھ چلتی ہوئی بول رہی تھی۔" میں نے اخبار پڑھ کر معلوم کیا ہے کہ عازم جنگل میں ہے۔ میں کئی ماہ سے اُسے تلاش کر رہی ہوں۔ اگر تم مجھے اُس کے پاس پہنچا دو گے تو وہ بہت خوش ہوگا تمہارا احسان مند ہوگا۔"

اُن دنوں ملایا کے جنگل کی خبریں بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ شائع کی جاتی تھیں۔ لوگ ہر صبح نئی چونکا دینے والی خبریں پڑھنے کے لئے اخبارات کا بے چینی سے انتظار کرتے تھے۔ پہلے تو طیارے کے اغوا کی خبریں شائع ہوئیں۔ دوسرے دن اخبارات نے بتایا کہ اغوا شدہ طیارہ جس میں تقریباً دو سو مسافر تھے، لاپتہ ہے۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ طیارہ برما، ملایا، سنگاپور، یا کسی آس پاس کے جزیرے میں اُتارا گیا ہے۔

مزید دو دنوں تک سنسنی پھیلی رہی۔ تمام دُنیا کے اخبارات چیختے اور پوچھتے رہے کہ اتنا بڑا مسافر بردار طیارہ کہاں گم ہو سکتا ہے؟ پھر چند مسافر چھپتے چھپاتے پے نانگ شہر پہنچ گئے۔ اُن کے بیانات میں پہلی بار عازم کا نام آیا کیونکہ میں نے ہی طیارے میں پہلی بار فائرنگ کر کے مجرموں کو جھکنے پر مجبور کیا تھا۔ ملایائی زبان اور تلفظ کے مطابق میرا نام عازم کے بجائے آجم چھپ گیا۔ دوسرے ممالک کے اخبارات نے بھی شاید یہ سوچا ہوگا کہ آجم کسی شخص کا نام ہو سکتا ہے اس لئے ابتدا سے اب تک میرا نام آجم ہی شائع ہوتا آرہا تھا۔

لوگوں کی دلچسپی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ملایا کے جنگل کا حدود اربعہ اور اس کی تاریخ پیش کی گئی۔ پھر موجودہ دور میں ڈاکٹر فیتی بوگارڈ کا نام آیا کہ وہ اپنے ایک عجوبہ ڈبل جوئیل کی پرورش کے لئے وہاں کاٹیج بنا کر رہتا ہے۔ ڈبل جوئیل کے متعلق تفصیلات شائع ہوئیں کہ وہ ایک نہیں دو عدد ہیں، ہم شکل ہیں، ہم مزاج ہیں، ایک ساتھ بولتی ہیں، دونوں کا وجود ایک ہی دماغ کے سوچنے سے آن ہوتا ہے۔ یہ ایسی عجیب غریب باتیں تھیں کہ اخبارات ہاتھوں ہاتھ فروخت ہونے لگے۔ شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جو ڈبل جوئیل کو ایک نظر دیکھنے کی آرزو نہ کرتا ہوگا۔

اس کے بعد میرا نام اخبارات میں آنے لگا کیونکہ میں نے باقی ماندہ مسافروں کو ملنگا کی بستی میں پناہ دے دی تھی اور مسلح دشمنوں کو مار بھگایا تھا۔ میرے بہت سے کارناموں کے باوجود جنگل میں کیمپ لگانے والے فوجی میری شکل تک نہیں دیکھ سکے تھے۔ آخر انہوں نے میری تلاش کے بعد یہ شک ظاہر کر دیا تھا کہ آجم کسی خاص وجہ سے قانون کی نظروں سے چھپتا پھر رہا ہے۔

جب میں رومانہ اور رس ونتی کے ساتھ بک اسٹال پر پہنچا تو وہاں رکھے ہوئے انگریزی اخبارات کی سرخیوں میں پھر آجم کا نام شائع ہوا تھا۔ [illegible] اور ریوالور کے تین بڑے دشمنوں نے آجم کو فرشتۂ رحمت کہا تھا اور اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے تھے۔ پھر فوجی افسر کا

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب

جسے

ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے

باتصویر

ہپناٹزم کے جدید طریقے

قیمت ۲۰ روپے ۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے

اُردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
- جدید طریقے اور مشقیں
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
- بے شمار سوالات کے جواب
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔

ملنے کا پتہ

مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۱۹۹۴ کراچی

بیان تھا کہ آجم نے ڈبل جوتیل کو بھی مجرموں کے چنگل سے نکال کر ڈاکٹر فینی کے کاٹیج تک بحفاظت پہنچا دیا تھا۔ اب فوج کے جوان پھر ایک بار بڑی تندہی سے آجم کو جنگل میں تلاش کر رہے تھے۔

رُومانہ نے ایک اخبار اٹھا کر کہا۔ "یہ دیکھو آجم کا نام شائع ہوا ہے، اصل تلفظ عازم ہے۔ لیکن میں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ آجم ہی میرا عازم ہے۔ اسی نے تمہاری بھی جان بچائی تھی نا؟"

میں نے ہولے سے ڈانٹ کر کہا۔ "یو شٹ اپ۔ کیا تم یہاں عازم سے میرا کوئی تعلق ظاہر کر کے فوجیوں کی حراست میں مجھے پہنچانا چاہتی ہو؟"

رُومانہ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ وہ بولی۔ "سوری! اس سے ملنے کی ایسی دیوانگی ہے کہ میں ہوش میں رہنا بھول گئی۔ اب محتاط رہوں گی۔ چلو ہم کسی ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر باتیں کریں۔"

میں نے وان میں سے اپنا بیگ لے کر کہا۔ "ہم اس ریسٹورنٹ میں بیٹھیں گے۔ تم اپنے گھر جا کر اپنی کار لے آؤ۔"

قریب ہی ایک "پے تھے ریسٹورنٹ" تھا۔ میں نے رُومانہ کے ساتھ اُس طرف بڑھتے ہوئے ٹیکسی ڈرائیور کے دماغ کو ٹٹولا۔ وہ گاڑی ڈرائیو کرنے کے دوران اندر ہی اندر کڑھ رہا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو اطلاع دینا چاہتا تھا کہ رُومانہ دو اجنبیوں کے ساتھ پی آئی اے کارگو کے دفتر کے سامنے ہے لیکن یہ اطلاع دینے سے پہلے ہی ایک پولیس آفیسر اُس کی ٹیکسی میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔ اب وہ آفیسر کو ایئرپورٹ کی طرف لے جا رہا تھا۔ فی الحال اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔

پے نانگ میں شام کے وقت بڑی پُرسکون ٹھنڈک ہوتی ہے۔ ہم کھلے ریسٹورنٹ میں فٹ پاتھ کے کنارے ایک میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئے۔ میں نے کھانے کے لئے کچھ طلب کیا۔ اُس کے بعد کافی کا آرڈر دیا۔ پھر رُومانہ سے کہا۔ "مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو؟ میں تم پر بھروسہ کئے بغیر تمہیں عازم کے پاس نہیں لے جاؤں گا۔"

وہ مجھے بتانے لگی کہ کتنے عرصہ سے وہ عازم کے لئے ایک ملک سے دوسرے ملک بھٹکتی رہی ہے۔ میں تو اُس کے متعلق سب کچھ جانتا ہی تھا۔ اُس سے پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ ذرا وقت گزرتا رہے۔ وہ بولتی رہے اور میں خیال خوانی کے ذریعے دوسروں کی خبر لیتا رہوں۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ ٹیکسی ڈرائیور رُومانہ کے متعلق کہاں اطلاع پہنچاتا ہے۔ اُس وقت وہ ٹیکسی ایئرپورٹ کے احاطے میں پہنچ گئی تھی۔ ڈرائیور کی سوچ سے پتہ چلا کہ وہاں بہت بھیڑ ہے۔ یہ خبر پھیل گئی تھی کہ ڈاکٹر فینی اپنے عجوبہ ڈبل جوتیل کو جنگل سے لے آیا ہے اور پے نانگ ایئرپورٹ کے ویٹنگ روم میں اس عجوبہ کے ساتھ موجود ہے۔ اسی لئے لوگ وہاں پہنچ رہے تھے۔ اتنی بھیڑ لگ گئی تھی کہ پولیس کی کئی ٹیمیں وہاں کے مجمع کو کنٹرول کرنے کے لئے پہنچ گئی تھیں۔ لوگ مطالبہ کر رہے تھے کہ ڈبل جوتیل کو منظرِ عام پر لایا جائے۔

میں نے دوبدن کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ڈٹ کر [illegible] رہی تھیں۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا۔ "میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ جوتیل انسانی [illegible] میں پہنچ کر تماشہ بن جائے گی۔ یہ بھیڑ لگنے والے تو مصیبت [illegible] میں نے لابی میں جا کر دیکھا ہے۔ وہاں نیچے سامنے والے احاطے میں پانچ ہزار آدمی ہیں۔ اور ابھی سینکڑوں کی تعداد میں لوگ آتے جا رہے ہیں۔"

اتنے میں ایک پولیس آفیسر نے آ کر کہا۔ "ڈاکٹر! ہمیں لوگوں کا مطالبہ پورا کرنا ہو گا۔ اگر آپ اپنی دونوں جوتیل کو منظرِ عام پر نہیں لائیں گے تو لوگ آؤٹ آف کنٹرول ہو جائیں گے۔"

ڈاکٹر نے اعتراض کیا۔ "آفیسر! جوتیل نے اپنی زندگی میں [illegible] بڑا مجمع نہیں دیکھا ہے۔ اگر وہاں ڈبل جوتیل کے مزاج کے خلاف کو[illegible] ہوئی تو یہ بھڑک جائیں گی۔ خون خرابے کا اندیشہ ہے۔"

"آپ اطمینان رکھیں، ہم نے حفاظتی انتظامات کر لئے ہیں۔ دونوں جوتیل لابی میں جا کر مجمع کو مخاطب کریں گی۔ مائیک اور لاؤڈ اسپیکر کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ دونوں جوتیل کے اطراف مسلح پولیس [illegible] جوان موجود رہیں گے۔ لابی سے تمام مسافروں کو ہٹا دیا جائے گا۔"

ڈاکٹر فینی راضی ہو گیا۔ پھر وہ اور اس کی بیٹی میمہ [illegible] سمجھانے لگیں کہ وہ مجمع کو مخاطب کر کے کس قسم کی باتیں کریں گی۔ [illegible] ریسٹورنٹ میں واپس آ گیا۔ رُومانہ میری جُدائی کی المیہ داستان کے حصہ میں پہنچ گئی تھی۔ میں اس کے سامنے چپ چاپ سر جھکائے [illegible] جب اُس کی داستان ختم ہو گئی تو میں نے کہا۔

"تم نے اپنے محبوب سے جُدائی کی بڑی دردبھری داستان [illegible] مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم عازم کے دشمنوں کی آلۂ کار نہیں ہو۔ [illegible] رات تمہیں اُس سے ملاؤں گا۔"

"کہاں ملاؤ گے؟" وہ بے چینی سے کرسی پہ پہلو بدل کر بولی۔ "کہاں ہے؟"

"وہ کہاں ہے، میں نہیں جانتا۔ لیکن آدھی رات کے بعد [illegible] پلازہ میں ملے گا۔"

چیانگ پلازہ" وہی عمارت تھی جہاں میں قیدی [illegible] اور وہاں کے تمام خفیہ آلات اور مشینوں سے واقف ہو گیا تھا۔ [illegible] کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ "یہ چیانگ پلازہ میں نے اس شہر میں [illegible]"

"اس شہر میں نہیں۔" میں نے کہا۔ "شہر سے دُور جس جگہ پر ہماری ملاقات ہوئی تھی، وہاں سے تقریباً پانچ میل دُور ہے۔"

"وہ تم سے وہاں کیوں ملے گا؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ تم مجھ سے یہ بات نہ پوچھو۔"

[illegible] دگھور کر بولی۔ "ٹھیک ہے یہ تمہارا ذاتی معاملہ [illegible]

مجھ سے دھوکا کیا تو موت تمہیں پچھتانے کی بھی مہلت نہیں دے گی۔"

"ارے واہ! تم تو دھمکی دے رہی ہو۔ مجھ پر بھروسہ نہیں ہے تو جاؤ یہاں سے۔ میں تمہیں عازم کے پاس نہیں لے جاؤں گا۔"

"تمہارے تو فرشتے بھی لے جائیں گے۔"

"کوئی زبردستی ہے؟"

"ہاں۔ میں سایہ کی طرح تمہارے پیچھے لگی رہوں گی۔ میں چاہوں تو اب تم سے پہلے چیانگ پلازہ پہنچ سکتی ہوں۔ مگر نہیں، تم میرے ساتھ وہاں جاؤ گے۔ اگر دھوکا دیا تو وہاں سے کبھی واپس نہیں آؤ گے۔ چلو کھانا شروع کرو۔"

"کیسے کھاؤں؟ مجھے کھاتے وقت باتیں کرنے کی عادت نہیں ہے اور تم باتیں کئے جا رہی ہو۔"

رومانہ نے خاموش رہنے کا وعدہ کیا۔ میں موقع سے فائدہ اٹھا کر کھانے کے دوران دوبدن کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایئرپورٹ بلڈنگ کی لابی میں ایک مائیک کے سامنے کھڑی تھیں اور بے شمار لوگوں کے سامنے ہچکچاتی ہوئی کہہ رہی تھیں۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! میں آپ لوگوں کی طرح انسان ہوں۔ سب لوگ مجھے دو کہتے ہیں۔ لیکن میں نے آج تک خود کو دو نہیں پایا۔ میں اپنے سامنے اپنے آپ کو دیکھتی ہوں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی، آپ اپنے سامنے اپنے آپ کو کیوں نہیں دیکھ سکتے؟ مجھے عجوبہ کیوں کہتے ہو؟"

کسی نے کہا۔ "تم عجوبہ ہو۔" کسی کی آواز آئی۔ "تم ایک ساتھ بولتی ہو۔ ایک ساتھ حرکت کرتی ہو۔" پھر کوئی چیخ کر بولا۔ "تم انسان نہیں، گڑیا ہو۔ تم دونوں کو ایک ساتھ چابی دے کر چلنے پھرنے اور بولنے کے لئے چھوڑا ہے۔"

دوبدن نے کہا۔ "دنیا میں ایک ہی شخص ہے عازم۔ میرا عازم۔ مجھے عجوبہ نہیں کہتا۔ میں اُس سے ملنے امریکہ جا رہی ہوں۔ اب مجھے [illegible] دو۔"

وہ جانا چاہتی تھی۔ لوگ چیخنے لگے۔ "ٹھہر جاؤ۔ رُک جاؤ، عازم کے متعلق بتاؤ۔ اخبارات میں کل رات تک کی رپورٹ یہ ہے کہ عازم نے تمہاری اور تین سرمایہ داروں کی جان بچائی ہے۔ پھر وہ اتنی جلدی امریکہ کیسے چلا گیا؟"

ان سوالات کا جواب دینے کے لئے ڈاکٹر فینی یا گارڈ مائیک کے سامنے آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ وان والا ہماری میز کے قریب آ کر کہہ رہا تھا۔ "سر! میں اپنی کار لے آیا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

وہ ایک کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "میں محسوس کر رہا ہوں کہ ہماری نگرانی کی جا رہی ہے۔ میں یہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنی کوٹھی کی طرف گیا تو ایک نیلے رنگ کی گاڑی برابر ٹیکسی کے پیچھے لگی رہی۔ جب میں اپنی کار میں بیٹھ کر واپس آ رہا تھا، اُس وقت بھی وہی نیلے رنگ کی گاڑی تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئی ہے۔ آپ پارکنگ ایریا میں دیکھیں۔"

میں نے دیکھا۔ تین شخص ایک نیلے رنگ کی کار سے باہر نکل رہے تھے۔ انہوں نے ہماری جانب دیکھا۔ میں سر جھکا کر کھانے لگا۔ دوسری بار سر اٹھایا تو ایک قد آور پہلوان جیسا شخص ریسٹورنٹ کی طرف آ رہا تھا۔ دوسرا پارکنگ ایریا میں کھڑا تھا۔ تیسرا اس کار کو ڈرائیو کرتے ہوئے دُور جا رہا تھا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کے دماغ میں جھانکا۔ وہ ایک ٹیلی فون بوتھ میں کھڑا کسی سے کہہ رہا تھا۔ "جناب! آپ میری مجبوری کو سمجھیں۔ میں پولیس آفیسر کو ایئرپورٹ لے جانے سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ جو کچھ بھی ہوا جانے دیجئے۔ میں رُومانہ اور اُس کے اجنبی ساتھیوں کو ابھی ڈھونڈ نکالوں گا۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تم کیا تلاش کرو گے، ہم تمہاری طرح غافل نہیں رہتے۔ رُومانہ ابھی پے تھے ریسٹورنٹ میں ہے۔ ہمارے آدمی اُس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ تم اُس ریسٹورنٹ سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر رہو۔ کسی وقت بھی تمہاری ٹیکسی کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

جرائم
جادو
ارواح
شیطان ازم
ذہانت
فطانت
اسرار
طنز و مزاح

ایک افسانوی کردار جو زندہ ہو گیا تھا۔
ایک حیرت انگیز قبیلہ جو اپنی ہیئت بدل سکتا تھا۔
ایک مجہول سا آدمی جس کے پاس پچاس ملین ڈالر کا نقشہ تھا۔
وہ شخص جس نے حیاتِ ابدی کا راز پا لیا تھا۔
ایک پُراسرار پرندہ جس کے پاس ماورائی طاقتیں تھیں۔
ایک قلم جس کے اندر ایک جن بند تھا۔
وہ اشتہاری مجرم جس نے زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا تھا۔

قیمت: ۲۰ روپے

خوف ...کے ۱۲ شمارے
عجیب کہانیاں ● فطین کہانیاں ● زہریلی کہانیاں
مکتبہ نفسیات ● پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ● کراچی

سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ رُومانہ مجھے مخاطب کر رہی تھی میں نے چونک کر اُسے دیکھا۔ اُس نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟ کیا نگرانی کرنے والے غنڈوں سے ڈر لگ رہا ہے؟"

میں نے کہا۔ "ہاں ڈرنا تو چاہئے۔ ذرا مجھے سوچنے دو کہ میں کس طرح اُن سے پیچھا چھڑا سکتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "کسی ویرانے کی طرف چلو، وہاں میں ان لوگوں سے نمٹ لوں گی۔"

"کیا تم کسی کامیون کی بیٹی ہو جو ایسی ڈینگیں مار رہی ہو۔ میں نے تو صرف فلموں میں دیکھا ہے کہ ایک ہیروئن تنہا کئی غنڈوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد اپنے ہیرو سے شادی کر لیتی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ میری بات مانو اور یہاں سے کسی ویرانے کی طرف چلو۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے کہا۔ "بھئی ذرا دیر تو بیٹھو۔ کھانے کا بل تو ادا کرنے دو۔"

وہ بیٹھ گئی۔ وان وے بل ادا کرنے ریسٹورنٹ کے ان ڈور کاؤنٹر کی طرف گیا۔ میں فوراً ہی اُس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جو تھوڑی دیر پہلے فون پر ٹیکسی ڈرائیور سے باتیں کر رہا تھا۔ میں بڑے موقعے سے وہاں پہنچا۔ وہ شخص ٹرانسمیٹر کے ذریعہ مادام زہریلی سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اُس کے دماغ کے ریسیور سے زہریلی کی آواز سنی وہ کہہ رہی تھی۔ "جو لوگ رُومانہ سے پٹرول پمپ پر ملے، وہ اجنبی نہیں ہو سکتے۔ رُومانہ کا ان سے پہلے سے اپوائنٹ منٹ تھا۔ شہر تک لفٹ مانگنے والے اجنبیوں سے وہ اس طرح گھل مل کر ریسٹورنٹ میں نہیں بیٹھے گی۔ وہ اُس کے پرانے ساتھی ہیں۔ اور اور...."

اُس شخص نے کہا۔ "مادام! ایک اور اہم اطلاع ہے۔ ریڈ پاؤل کا باس کار کے حادثہ میں ہلاک ہو گیا ہے۔ اطلاع ملتے ہی میں جائے حادثہ تک گیا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اُس کی لاش دیکھی ہے۔ اب چیانگ شی کا یقیناً چیانگ پلازہ میں آئیگا، وہ عمارت ہماری نظروں میں مشکوک ہے۔ اگر حکم ہو تو آج رات ہم چیانگ شی کا کو وہاں گھیرنے کی کوشش کریں۔ اور اور...."

"میرا انتظار کرو۔ چیانگ شی کا میرا شکار ہے۔ میں رات کے نو بجے تک پے نانگ پہنچ جاؤں گی۔ رُومانہ کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دو۔ اوور اینڈ آل۔"

میں نے سر اٹھا کر رُومانہ کو دیکھا وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے مایوسی سے کہا۔ "کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ چلو تمہاری ہی بات مان کر کسی ویرانے کی طرف چلوں گا۔ بس ایک بات کا ڈر ہے کہ ان میں سے کسی کی جیب میں ریوالور نہ ہو۔"

وہ مجھے حقارت سے دیکھنے لگی۔ "لعنت ہے تمہاری بزدلی پر۔"

"دیکھو مجھے تاؤ نہ دلاؤ۔ ورنہ...."

"ورنہ کیا کرو گے؟"

"میں ان غنڈوں سے دوستی کر لوں گا۔"

"میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔"

وہ تنا ور غنڈہ ہماری میز کے قریب ہی دوسری میز پر پی رہا تھا۔ میں تیزی سے اٹھ کر اُس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ذرا بھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اس طرح اچانک اُس کے پاس آ کر انداز میں مصافحہ کروں گا۔ اُس نے بے اختیار مصافحہ کیا۔ پھر ہاتھ کر میرا ہاتھ جھٹکتے ہوئے بولا۔ "کون ہو تم؟ میں، میں تمہیں نہیں..."

"کوئی بات نہیں، اب جان جاؤ گے — ہم بل ادا کر کے کسی ویرانے کی طرف جائیں گے۔"

میری باتوں کے دوران رُومانہ آ گئی۔ میں نے اس سے کہا۔ "تم یہی کہہ رہی تھیں کہ ہم کسی ویرانے کی طرف جائیں گے۔ یہ لوگ پیچھا کرتے ہوئے آئیں گے تو تم ان سے نمٹ لو گی۔ دیکھو بھئی، جاسوس تعاقب کرنے کے جو اصول ہوتے ہیں، اُن اصولوں کے خلاف ایسا ہے کہ پہلے تم لوگ اپنی نیلی کار میں چل پڑو اور نہیں تمہارا تعاقب نہیں پہلے ہم جا رہے ہیں۔"

وان وے بل ادا کر کے آ چکا تھا۔ میں اُس غنڈے کے پاس نہیں آیا تھا۔ کبھی کبھی دشمنوں پر ایسا نفسیاتی حملہ بھی کرنا چاہئے۔ رُومانہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چل پڑا۔ وہ اپنا ہاتھ جھٹک کر تم پاگل ہو یا مسخرا بننے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"اس میں مسخرے پن کی کیا بات ہے۔ وہ تو یوں بھی پیچھا کرتے۔ لہٰذا باقاعدہ پیچھا کرنے کی دعوت دے دی۔"

ہم وان وے کی کار کے پاس آ گئے۔ میں رُومانہ کے ساتھ سیٹ پر بیٹھنا چاہتا تھا۔ وہ فوراً ہی دروازہ بند کرتے ہوئے جاؤ۔"

وقت وقت کی بات ہوتی ہے جو مجھے پہچان دیتی ہے وہ مجھے بھگا رہی تھی۔ میں اگلی سیٹ پر آ گیا۔ وان وے کرتے ہوئے کہا۔ "وہ دیکھئے۔ وہ لوگ خالی ٹیکسی حاصل کر کے اِدھر اُدھر دیکھ رہے ہیں۔"

میں نے حکم دیا۔ "گاڑی اُن کے قریب لے جا کر روکو۔"

وان وے نے یہی کیا۔ بالکل اُن کے قریب پہنچ کر لگائے۔ میں نے کہا۔ "یارو! نیلی کار کہاں بھیج دی۔ اتنی تعاقب میں مزا نہیں آئیگا۔ وہ دیکھو تمہاری اپنی ٹیکسی سب سے پیچھے رہی ڈرائیور اپنی ٹیکسی سے کر رہا تھا۔ وہ اُدھر جھلکتے چلے گئے۔ میں نے وان وے کو آگے بڑھنے ٹیکسی ڈرائیور کے دماغ میں جا کر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے ٹیکسی

اُس کا بونٹ کھول کر پٹرول کی ٹنکی کے ڈھکن کو کھولنے لگا۔ دونوں غنڈوں نے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا کر رہے ہو؟ چلو اُس کار کا پیچھا کرو۔" ڈرائیور نے بونٹ گرا دیا۔ وہ پٹرول ٹنکی کے ڈھکن کو بند کرنا بھول گیا تھا۔ یعنی میں نے اُسے بھلا دیا تھا۔ اُس کا دماغ میری مٹھی میں تھا۔

اس نے ڈرائیو کرنا شروع کیا۔ ہماری آگے جانے والی کار انہیں نظر آ رہی تھی۔ ایک موڑ پر ہم نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ وہ جھنجلا کر بولے۔ "رفتار بڑھاؤ۔ فاسٹر فاسٹر...."

اس نے رفتار بڑھا دی۔ ٹنکی کا پٹرول یقیناً چھلک چھلک کر گر رہا ہوگا۔ وہ موڑ کاٹنے کے بعد ہماری کار پھر انہیں نظر آنے لگی۔ تھوڑی دیر تک یہی طرح بھاگ دوڑ جاری رہی۔ ڈرائیور میری سوچ کے مطابق ٹیکسی کی رفتار سست کرنے لگا۔ ایک غنڈے نے غصے سے پوچھا۔ "کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

ڈرائیور نے کہا۔ "مجھے نہیں ٹیکسی کو کچھ ہو گیا ہے۔"

اُس نے گاڑی روک دی۔ باہر آ کر بونٹ اٹھایا۔ وہ دونوں بھی بونٹ کے پاس آئے۔ پھر یہ دیکھ کر وہ غصے سے بے قابو ہو گئے کہ پٹرول کی ٹنکی کھلی ہوئی تھی۔ اس کا ڈھکن کہیں رہ گیا تھا۔ انہوں نے ڈرائیور کی پٹائی شروع کر دی۔ وہ مار کھا کر بھاگنے لگا۔ ڈرائیور ضروری نہیں تھا، ہمارا تعاقب ضروری تھا۔ اس لئے انہوں نے ڈرائیور کو بھاگنے دیا اور ٹیکسی میں آ کر بیٹھ گئے۔ جو بدمعاش اسٹیئرنگ سنبھالنے بیٹھا، میں نے اُس کے دماغ کو سنبھال لیا۔ اب وہ کار اسٹارٹ کرتا تھا تو انجن گھرر گھرر کی آواز پیدا کرنے کے بعد خاموش ہو جاتا تھا۔ اُس نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "دھکا لگاؤ جلدی کرو۔"

دوسرا فوراً ہی گاڑی سے باہر آیا۔ پھر دھکا لگانے لگا۔ ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر تیزی سے دوڑتی چلی گئی۔ اس کا ساتھی دوڑتے ہوئے چیخنے لگا۔ "گاڑی روکو اے لوٹی! یہ کیا مذاق ہے۔ گاڑی روکو...."

مگر گاڑی بھاگتی چلی گئی۔ تقریباً چار میل تک بھٹکتے رہنے کے بعد میں نے اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ فوراً ہی ٹیکسی کو سڑک کے کنارے روک کر پریشانی سے سوچنے لگا۔ "ارے، یہ میں نے کیا کیا؟ ڈرائیور کو مار بھگایا۔ بونٹی کو دھکا دینے کے لئے کہا، پھر اُسے بھی چھوڑ کر چلا آیا۔ آگے رُومانہ کی کار نظر نہیں آ رہی ہے۔ پیچھے میرے ساتھی کہیں گم ہو گئے ہیں۔ مجھے واپس جا کر بونٹی کو ساتھ لینا چاہئے۔ کیونکہ اب میں اکیلا ہوں اور رُومانہ کے ساتھ دو اجنبی ہیں۔"

یہ سوچ کر اُس نے ٹیکسی کو واپس موڑ دیا۔ میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ وان وے اطمینان سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ میرے خاموش بیٹھے رہنے کے باعث سے خوفناک نتائج دیکھ چکا تھا اور پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تعاقب کرنے والوں کا تختہ ہو رہا ہے۔ میں چند لمحوں تک ونڈ اسکرین کے پار دیکھتا رہا۔ دو بدن کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ وہ ٹاکرا اور میریا کے ساتھ طیارے میں سوار ہو گئی تھیں اور امریکہ کی طرف اُن کا سفر شروع

ہو چکا تھا۔ میرے سر سے جیسے بہت بڑا بوجھ اُتر گیا۔ دو بدن کو سوسائٹی کے آداب سکھانے کے لئے میں نے انہیں ڈاکٹر فیفی اور میریا کے بہترین گھریلو ماحول میں پہنچا دیا تھا۔

وان وے نے پوچھا۔ "سر! وہ تعاقب کرنے والے نظر نہیں آ رہے ہیں۔ اب ہم کدھر جائیں گے؟"

"چیانگ پلازہ کی طرف چلو۔ پلازہ سے سو گز اِدھر گاڑی روک دینا۔ میں تنہا اس عمارت میں جاؤں گا۔ تم پہلی منزل کی پہلی کھڑکی کو دیکھتے رہنا۔ جب کھڑکی سے بار بار جلتی بجھتی سی روشنی دکھائی دے تو میں پچھلی سیٹ کے ساتھ اندر چلے آنا۔"

میں نے رُومانہ سے پوچھا۔ "میں ابھی تک تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔ یا بتایا ہو تو میں بھول گیا ہوں۔"

"میرا نام جاننا ضروری نہیں ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ عمارت کے اندر جاؤں گی۔"

"تم میرے ساتھ نہیں، وان وے کے ساتھ آؤ گی۔ اگر ضد کرو گی تو میں دھوکہ دینا جانتا ہوں۔ ایسا چکر دوں گا کہ بھٹکتی رہو گی۔ جب تم اپنی منزل تک پہنچ ہی رہی ہو تو راہنما کی ہدایت پر عمل کرو۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ میں سوچنے لگا۔ "یہ ٹھیک کہتا ہے، منزل کے قریب پہنچ کر جھگڑا نہیں کرنا چاہئے۔ میں وان وے کے ساتھ جاؤں گی۔"

رومانہ نرم پڑ گئی۔ بولی۔ "کیا عازم وہاں موجود ہوگا؟"

"نہیں۔ میں نے پچھلی رات جنگل میں عازم سے وعدہ کیا تھا کہ آج اندھیرا ہوتے ہی میں چیانگ پلازہ میں اُس کے چھپنے کے انتظامات کروں گا۔ سو میں اپنا وعدہ پورا کرنے جا رہا ہوں۔"

رُومانہ خاموش رہی۔ اُس وقت رات کا اندھیرا پھیل رہا تھا پیچھے بہت دُور پے نانگ شہر کے رنگ برنگے قمقمے نظر آ رہے تھے۔ اور آگے اس مضافاتی بستی کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں، جہاں چیانگ پلازہ کی پانچ منزلہ عمارت تھی۔ میں نے رُومانہ سے کہا۔ "اس عمارت میں دشمنوں سے ٹکراؤ ہوتا رہے گا۔ تمہارے پاس ریوالور ہے؟"

"نہیں۔" وہ بولی۔ "مجھے اپنی ذہانت اور صلاحیتوں پر بھروسہ ہے۔ ریوالور کی گولیاں ختم ہو سکتی ہیں، ذہانت مرتے دم تک ختم نہیں ہوتی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کہیں سے ایک گولی ٹھائیں کر کے آئے گی تو ذہانت اپنی موت سے پہلے ہی مر جائے گی۔"

"ہاں ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ میں اس عمارت تک پہنچنے سے پہلے تمہارا سر توڑ دوں۔ لہٰذا خاموش رہو۔"

میں خاموش رہا۔ دس منٹ بعد وان وے نے چیانگ پلازہ سے تقریباً سو گز دُور گاڑی روک دی۔ اس عمارت کی نیچے سے اوپر تک چند کھڑکیاں روشن نظر آ رہی تھیں۔ رُومانہ نے کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ عازم

کے چھپنے کے لئے اتنی بڑی عمارت کا انتخاب کیوں کیا گیا ہے۔ یہاں تو کئی کمرے روشن ہیں۔ ابھی وہاں بہت سے لوگ ہوں گے۔"

میں نے کہا۔ "پہلی میں سمجھ رہا تھا کہ شام کے بعد یہاں کے تمام دفاتر بند ہو جاتے ہوں گے۔ کیوں کہ قانون کی نظر میں یہ کاروباری دفاتر ہیں۔ مگر شاید یہاں نائٹ شفٹ میں بھی کاروباری مصروفیات ظاہر کی جاتی ہیں۔ بہرحال اب گاڑی عمارت کے سامنے لے چلو۔ ہم تینوں ایک ساتھ وہاں جائیں گے۔"

گاڑی آگے بڑھ کر پلازہ کے داخلی دروازے کے سامنے رُک گئی۔ میں نے ریڈ پاور کے باس کی لیڈی سیکریٹری کو ٹیپ کیا۔ اُسے میں مشین کی اسکرین پر دیکھ چکا تھا، اس لئے اُس کی سوچ تک پہنچنا آسان تھا۔ وہ اُس وقت بھی ذہنی تناؤ میں موجود تھی۔ اتنی دیر تک حاضری دینے کا سبب یہ تھا کہ وہاں باس کی موت کی خبر پہنچ گئی تھی اور اس عمارت کے تمام لوگ وہاں ماسک مین کے احکامات کے منتظر تھے۔

پلازہ کے داخلی دروازے کے دو مسلح گارڈ ہماری کار کو دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ہم کار سے اُتر کر اُن کے قریب پہنچ گئے۔ پھر میں نے ذرا تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "کمرہ نمبر سات میں سیکریٹری سے رابطہ قائم کرو۔ کم آن ہری اپ ..."

ایک گارڈ نے فوراً ہی ریسیور اٹھا کر کمرہ نمبر سات سے ٹیلی فون کا رابطہ قائم کیا۔ پھر ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔ دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی۔ "ہیلو ہو از دیر کال می ...؟"

میں نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر اور اپنے منہ پر بیک وقت ہاتھ رکھتے ہوئے رازدارانہ لہجہ میں آہستگی سے کہا۔ "میں چیانگ شی کا مینک اپ مین ہوں۔ گارڈز کو حکم دو کہ وہ مجھے میرے دو ساتھیوں کے ساتھ آنے کی اجازت دیں۔"

یہ کہہ کر میں نے جواب سُنے بغیر ریسیور کو گارڈ کے حوالے کر دیا۔ وہ چند لمحوں تک سیکریٹری کی آواز سنتا رہا پھر اس نے ریسیور رکھ کر ہمیں عمارت کے اندر جانے کی اجازت دے دی۔ ہم تینوں زینے کے راستے پہلی منزل میں پہنچے۔ لیڈی سیکریٹری سات نمبر کے کمرے سے باہر آ رہی تھی۔ وہ وان دے کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ میں نے کہا۔ "میں ہوں چیانگ شی کا۔ کمرہ نمبر ۴۵ میں چلیے۔"

وہ لفٹ کی جانب مُڑ گئی۔ پینتالیس نمبر کا کمرہ وہی تھا جہاں خفیہ مشینیں تھیں۔ ہم چاروں لفٹ کے ذریعہ تیسری منزل میں پہنچ گئے۔ میں نے سیکریٹری سے پوچھا۔ "کیا ابھی اُس کمرے میں کوئی ہے؟"

"جی ہاں۔ آنجہانی باس کا پرسنل اسسٹنٹ وہاں بیٹھا ماسک مین کے احکامات کا انتظار کر رہا ہے۔"

میں اب پیش آنے والے سنگین لمحات سے گزرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ کیونکہ وہ پرسنل اسسٹنٹ جہاں بیٹھا ماسک مین کے احکامات کا انتظار کر رہا تھا وہیں ہم نے مشینوں کے آس پاس چار لاشیں چھپائی تھیں جن کا برآمد ہونے کے بعد وان دے مشکوک ہو گیا تھا۔ میں اُس کا سر میں نکالتا تھا۔ لیڈی سیکریٹری نے مجھے پہلے نہیں دیکھا تھا لیکن وہ ... میں تھی۔ میں نے دروازے کے سامنے پہنچ کر دستک دی۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد راہداری کے اسپیکر سے آواز آئی۔ "یس رینا! ساتھ کون ہے؟ انہیں سر اٹھانے کے لئے کہو۔"

وہ پرسنل اسسٹنٹ اسکرین پر ہمیں دیکھ رہا تھا۔ اس لئے وان دے سر جھکائے ہوئے تھے۔ میں نے سر اٹھاتے ہی پرسنل اسسٹنٹ کو دماغی جھٹکا پہنچا دیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر لڑکھڑاتا ہوا کمرے کے وسط میں آ گیا، پھر دوسرے جھٹکے میں وہ دروازے تک آ گیا۔ اُس کا دماغ پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ اُس نے میری سوچ کے مطابق ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھول دیا۔ جیسے ہی وہ سامنے نظر آیا، میں نے اس کے پیٹ پر زبردست لات ماری۔ ایک ہاتھ سے لیڈی سیکریٹری رینا کا منہ دبا کر اسے کھینچتے ہوئے کمرے میں لے آیا۔ وان دے اور رُومانہ نے آ کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

یہ سب کچھ جیسے چشم زدن میں ہو گیا۔ میں نے رینا کو رُومانہ کی طرف دھکیل کر کہا۔ "اسے سنبھالو، یہ شور نہ مچائے۔"

وہ شور مچانے کے لئے منہ کھول ہی رہی تھی کہ رُومانہ نے اُس کے منہ پر ہاتھ رسید کیا۔ ایسا ہاتھ شہ زوروں کے لئے رسید کیا جاتا ہے۔ وہ ایک نازک سی دوشیزہ تھی۔ ایک دم سے چکرا کر فرش پر گری اور بے ہوش ہو گئی۔ رُومانہ لاپرواہی سے بولی۔ "اپنا کام کرو۔ اب یہ شور نہیں مچائے گی۔"

پرسنل اسسٹنٹ اپنا پیٹ پکڑ کر فرش پر سے اُٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس میں چیخنے چلانے کی سکت نہیں تھی۔ اور ضرورت بھی نہیں تھی کیونکہ وان دے ریوالور لئے کھڑا تھا۔ میں نے مشینوں کی ... دی۔ عمارت کے اندرونی نقشہ کے مطابق میں نے باری باری تمام نمبروں کے سوئچ آن کئے۔ اور ہر کمرے اور ہر راہداری کے مناظر اسکرین پر دیکھتا رہا۔ پھر میں نے پرسنل اسسٹنٹ کی سوچ میں جھانکا تو معلوم ہوا کہ ماسک مین ابھی اُس سے رابطہ قائم کرنے والا ہے۔

میں نے اُس سے کہا۔ "چلو کمپیوٹر کے سامنے جاؤ اور اس سے رابطہ قائم کرو۔"

وہ ذرا ہچکچایا۔ میں وان دے سے ریوالور لے کر اُس پر تاننے لگا۔ وہ بے ہوش پڑی ہوئی رینا کی طرف دیکھتا ہوا اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اُسے آپریٹ کرنے لگا۔ کمپیوٹر کی اسکرین روشن ہو گئی۔ اس اسکرین پر گراف بنتے ہوئے تھے۔ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھنے والا الفاظ کے بجائے آواز کی ارتعاشی لہریں اپنے اُتار چڑھاؤ کے ساتھ مشین میں ریکارڈ ہو کر کسی دوسری جگہ پہنچتی تھیں۔ اس کمپیوٹر کا ... وضاحت سے کئی ماہ پہلے کہہ چکا ہوں۔ بہرحال پرسنل اسسٹنٹ

... کال کرکے آئندہ کے لئے احکامات پوچھے۔ جواب میں کمپیوٹر کے ایک حصّے سے ... کاغذ کی ایک ربن نکلنے لگی۔ اُس ربن میں الفاظ کی صورت میں جواب ... شائع کیا جاتا تھا۔ پرسنل اسسٹنٹ نے کمپیوٹر کو آف کر دیا۔ میں نے آگے بڑھ کر ربن کو وہاں سے نکالا پھر پڑھنے لگا۔

... ماسک مین نے لکھا تھا۔ "ایسے باس کو کتے کی موت ہی مرنا چاہیئے تھا۔ ... اُس کے غلط منصوبہ کے باعث کوئی دشمن اس عمارت میں گھس آیا۔ اُس نے ہمارے تین مسلح گارڈ اور ایک بلیک ایجنٹ کی لاشیں مشینوں کے ساتھ خفیہ خانوں میں چھپا دیں۔ تم کیسے غافل اور ناکارہ ہو کہ اُس عمارت میں کسی کو اس واردات کی خبر نہ ہوئی۔

... ہاؤ! وہ دشمن بہت چالاک تھا۔ یقیناً اس کا تعلق ماسٹروں کی ... علم سے ہوگا۔ ان خفیہ مشینوں کے ذریعہ اس عمارت کے بہتیرے اندرونی ... معلوم کر چکا ہوگا۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ دوبارہ واپس آئے گا۔ میرے ... کی فوراً تعمیل کی جائے۔ عمارت کے تمام اہم کمروں اور ... چھتوں میں ڈائنامیٹ کا جال بچھا دیا جائے۔ ڈائنامیٹ کے بلاسٹنگ پوائنٹ ... عمارت سے دُور کسی خفیہ مقام پر لے جاؤ۔ اگر دشمن وہاں غالب آ جائے ... کی طرح اس عمارت پر قابض ہو جائے تو اس عمارت کو ایک ہی ... سے مسمار کر دینا۔ بصورتِ دیگر چیانگ شی کا وہاں پہنچنے والا ہے۔ ... سے چالاک دشمنوں کو مات دینے کے لئے وہ تنہا کافی ہے۔ اس کے پہنچنے سے پہلے ڈائنامیٹ کا جال بچھا دینا چاہیئے۔ ریٹس آل۔"

ماسک مین کا حکم پڑھنے کے بعد میں نے وان دے سے کہا۔ "تم کمپیوٹر ... کرو اور ماسک مین کو خوشخبری سُناؤ کہ اس کے تمام آلۂ کار ... عمارت چھوڑ کر بھاگنے والے ہیں۔"

وان دے نے کمپیوٹر کو آن کیا۔ اسکرین کے گراف روشن ہو گئے اور وان دے کی کھوپڑی میں بیٹھ گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولنے لگا۔ ... ماسک مین! تم نے میرے دوبارہ یہاں آنے کی پیش گوئی کی اور ... تم نے اہم کمروں ——— اور ... چھتوں میں ... کا جال بچھانے کے لئے کہا۔ میں تمہارے آلۂ کاروں کے دماغوں ... خوف و دہشت کے ڈائنامیٹ بچھا رہا ہوں اور وہ عمارت چھوڑ کر ... والے ہیں۔ اگر تمہیں چیانگ شی کا پر اتنا ہی ناز ہے تو اسے کسی بُرے ... کے لئے بچا کر رکھو۔ یہاں آئیگا تو ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جائیگا۔"

یہ کہہ کر وان دے نے کمپیوٹر کو آف کر دیا۔ کمپیوٹر کے اوپر ایک سُرخ ... جلنے بجھنے لگا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ماسک مین جواباً کچھ کہنا ... تھا۔ اس کے لئے کمپیوٹر کو آن کرنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ میں نے اُسے ... نظر انداز کر دیا۔ وہ یقیناً جھنجلا رہا ہوگا۔ دُنیا کی ایک بڑی طاقت اور بدترین خطرناک تنظیم کا سربراہ بے بسی سے جھنجلا رہا ہو، یہ بات میرے لئے تسکین بخش تھی۔

میں نے پرسنل اسسٹنٹ سے پوچھا۔ "کیا خیال ہے تمہیں گولی مار دی جائے؟"

وہ سہمی ہوئی التجا آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "ایک شرط پر تمہیں زندہ چھوڑ دیا جائیگا۔"

وہ عاجزی سے بولا۔ "میں آپ کی ہر شرط مان لوں گا حتیٰ کہ یہاں اپنی جان بھی دے دوں گا۔ مگر میری ایک التجا ہے کہ آپ رینا کو چھوڑ دیں۔ اسے کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔"

"اچھا، اسے جان سے زیادہ چاہتے ہو؟"

"آں۔ہاں۔ آپ غلط نہ سمجھیں، یہ میری چھوٹی بہن ہے۔"

میرے اندر ایک دم سے مقدس رشتے کا درد پیدا ہوا۔ میں نے رینا کی جانب دیکھا۔ وہ ہوش میں آ رہی تھی۔ رُومانہ دوڑ کر باتھ روم سے پانی لے آئی۔ اس کے دل میں بھی ہمدردی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ رینا کو سہارا دے کر اٹھا رہی تھی۔ میں نے اُس کے بھائی سے پوچھا۔ "تمہارا نام؟"

"میرا نام نائک سدھارتھ ہے، ہم بُدھسٹ ہیں۔"

میں نے نائک سے کہا۔ "مہاتما بُدھ امن و آشتی کے پیغامبر تھے۔ تم اُن کے ماننے والے ہو اور ریڈ پاور جیسی بدترین تنظیم کے لئے کام کرتے ہو اور اپنی بہن کے ساتھ یہاں مجرمانہ زندگی گزار رہے ہو۔"

"میں اور رینا بہت مجبور ہو کر یہاں آئے ہیں۔"

میں اُس وقت اُن کی مجبوریوں کی داستان نہیں سُن سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ "مشین آپریٹ کرو اور ہر کمرے کے افراد سے کہو کہ ماسک مین کے حکم سے یہ عمارت تباہ کر دی جائے گی لہٰذا جتنی جلدی ممکن ہو، وہ یہاں سے دُور چلے جائیں۔ تم یہاں ٹائم بم رکھنے کے بعد سب سے آخر میں عمارت سے نکلو گے۔"

نائک نے بڑی لجاجت سے کہا۔ "آپ رینا کو یہاں سے جانے دیں میں جانتا ہوں کہ آپ اس عمارت کو تباہ نہیں کریں گے۔ بعد میں تنظیم کے لوگ مجھے جھوٹا اور فریبی کہیں گے۔ میں جب بھی اس عمارت سے نکلوں گا وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ میری بہن کو فریبی نہ سمجھیں۔ یہ پہلے ہی یہاں سے چلی جائے۔"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "تمہارے جھوٹ اور فریب کا انتقام لینے والے تمہاری بہن کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تم دونوں بہن بھائی کی بھلائی اسی میں ہے کہ اب ہمارے ساتھ رہو، ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔"

نائک مجبور تھا۔ انکار کی صورت میں ہم اُسے گولی مار دیتے۔ اس لئے اُس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ آگے بڑھ کر اُس نے ایک مشین کی اسکرین کو روشن کیا۔ پھر باری باری مختلف کمروں کے بٹن دبانے لگا۔ وہ کمرے یکے بعد دیگرے اسکرین پر نظر آ رہے تھے اور نائک ہر کمرے کے افراد سے کہہ رہا تھا۔ "فوراً بڑے ہال میں پہنچو۔ ہم سب خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔"

آخر میں اُس نے بڑے ہال کے بٹن کو دبایا۔ اسکرین پر وہ ہال نظر آنے لگا۔ مرد عورتیں پریشانی کی حالت میں وہاں تیزی سے چلے آ رہے تھے۔ کیونکہ نانگ نے اُن کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجا دی تھی۔ جب تمام لوگ وہاں جمع ہو گئے تو نانگ نے مائیک کو آن کرتے ہوئے کہا۔ "ساتھیو! ابھی ماسک مین نے حکم دیا ہے کہ یہ عمارت فوراً خالی کر دی جائے کیوں کہ دشمنوں کو ہماری خفیہ مشینوں اور خفیہ سرگرمیوں کا علم ہو چکا ہے۔ وہ کسی وقت بھی قانون کے محافظوں کو اس عمارت میں بھیج سکتے ہیں یا اپنے طور پر ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ موجودہ حالات کے پیشِ نظر ماسک مین کا حکم ہے کہ اس عمارت کو فوراً تباہ کر دیا جائے۔ تم لوگوں کے یہاں نکلتے ہی میں مخصوص مقامات پر ٹائم بم رکھ کر باہر چلا آؤں گا۔ تم یہاں سے جتنی دُور جا سکتے ہو۔ چلے جاؤ۔ سِری آپ . . . ؛

نانگ کی بات ختم ہوتے ہی وہ بڑا ہال خالی ہونے لگا۔ میں نے آگے بڑھ کر مختلف کمروں کے سوئچ آن کرتے ہوئے اسکرین پر دیکھا۔ وہ لوگ اپنے اپنے کمروں سے اپنی اپنی ضروریات کا سامان سمیٹ کر وہاں سے بھاگے جا رہے تھے۔ بیس منٹ کے بعد نانگ نے ہر کمرے کے سوئچ کو آن کرتے ہوئے آواز دی۔ "کوئی ہے؟ کوئی ہے تو وہ نکل آئے۔"

کہیں سے جواب نہ ملا۔ کمرے اور تمام راہداریاں اسکرین پر خالی اور ویران نظر آ رہی تھی۔ میں نے نانگ سے کہا۔ "اب یہاں سے جاؤ اور عمارت کے داخلی دروازے کو اندر سے بند کر دو۔"

وہ چلا گیا۔ اُس سے دھوکہ کھانے کا اندیشہ نہیں تھا کیوں کہ اس کی بہن ہماری حراست میں تھی۔ پھر یہ کہ میں مختلف سوئچ آن کرتے ہوئے اُسے اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ مشین کے ساتھ اندرونی عمارت کا جو نقشہ تھا۔ اُس کے سب سے پہلے سوئچ کا تعلق داخلی دروازے سے تھا۔ میں نے اُسے آن کر کے دیکھا۔ نانگ اُس بڑے دروازے کو اندر سے بند کر رہا تھا۔ جب وہ بند کر کے واپس آنے لگا تو میں نے کہا۔ "اب اس کمرے میں جاؤ جہاں اسلحہ جات رکھے ہوئے ہیں۔"

وہ پہلی منزل کے کمرہ نمبر دس میں گیا۔ میں نے دس نمبر کا سوئچ آن کیا۔ اس عمارت میں تمام کمروں کی چھتوں پر پنکھے لگے ہوئے تھے۔ وہ پنکھے دراصل خفیہ خانوں کی کنجیاں تھے۔ پنکھوں کے بلیڈ ہوا دینے کیلئے دائیں سے بائیں گھوما کرتے تھے۔ اور اگر اُن پنکھوں کو بائیں سے دائیں گھمایا جائے تو میکانکی عمل شروع ہو جاتا تھا۔ نانگ نے اُسی میکانکی عمل سے خفیہ خانہ کھولا۔ وہاں ریوالور، رائفلیں، اسٹین گنیں وغیرہ نظر آنے لگیں۔ میں نے کہا۔ "دو ریوالور، سائیلنسر اور کارتوس کی پیٹیاں لے آؤ۔"

وہ میری مطلوبہ چیزیں اٹھا کر لانے لگا۔ میں نے پہلی منزل کے ساتویں کمرے کو چھوڑ کر باقی تمام کمروں کو مشینی سوئچ لاک کے ذریعہ مقفل کر دیا۔ نانگ نے واپس آ کر دو ریوالور اور کارتوس کی پیٹیاں رُومانہ اور وان دے کے حوالے کر دیں۔ میں نے نانگ سے کہا۔ "تم ریتا کے ساتھ ... میں جاؤ۔ وہاں کچن ہے۔ اپنی مرضی سے کچھ پکا کر کھا لینا۔"

وہ ریتا کا ہاتھ تھام کر وہاں سے چلا گیا۔ میں اسکرین پر ... جب وہ دونوں کمرہ نمبر چالیس میں داخل ہو گئے تو میں نے اُس ... مشینی سوئچ لاک کے ذریعہ مقفل کر دیا۔ پھر رُومانہ سے کہا ... ذریعے پانچویں منزل میں جاؤ۔ وہاں کمرہ نمبر باون کے پنکھے کو ... آپریٹ کر کے خفیہ خانہ میں میک اَپ اور گٹ اَپ کا سامان ... کے میک اَپ کے لئے اپنی پسند کا سامان وہاں سے لا کر پہلی منزل ... سات میں رکھ دو۔"

وہ اپنا ریوالور اور کارتوس کی پیٹی لے کر چلی گئی۔ میں ... کے تمام کمروں کو مشینی سوئچ لاک سے مقفل کرنے لگا۔ وان ... دیا۔ "تم پہلی منزل کے پہلے کمرے میں آرام کرو۔ جب کوئی خطرہ آئیگا تو تمہارا دماغ تمہیں کمرے سے باہر نکلنے پر مجبور کر دے گا۔"

وہ بھی چلا گیا۔ اسکرین پر رُومانہ کمرہ نمبر باون میں نظر آ ... خفیہ خانہ کو کھول کر میک اَپ کے سامان کا انتخاب کر رہی تھی ... مشینی سوئچ لاک کے ذریعے وان دے کے لئے کمرہ نمبر ایک کو ... جب رُومانہ سامان لے کر نکلی تو کمرہ نمبر باون کو مقفل کر دیا ... ایک میز پر چڑھ کر چھت کے پنکھے کے ذریعے تمام مشینوں کو ... بند کیا۔ کمرے سے باہر آ کر اُسے چابی کے ذریعے مقفل کیا ... کی طرف چل پڑا۔

رُومانہ لفٹ کے ذریعے پہلی منزل کے کمرہ نمبر سات میں ... ایک دفتری کمرہ تھا۔ اُس دفتر کے اندرونی دروازے کو کھول ... چہ میں پہنچ گئی۔ وہ ایک پُر تکلف بیڈ روم تھا۔ اُس خواب ... ایک باتھ روم اور کچن بھی تھا۔ وہ سوچنے لگی۔ "عازم کے ... کا سامان اس کمرے میں لانے کے لئے کہا گیا۔ اِس کا مطلب ... اسی کمرے میں آئے گا۔"

وہ تھکن کا احساس کرتی ہوئی نرم کے ملائم بستر ... کوالالمپور سے لے نانگ تک کا طویل فاصلہ طے کرنے کے ... آرام کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ تھکی تھکی انگڑائی لینے ... حُسن میں کچھ زیادہ ہی جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے۔ پیار ... سا حُسن لگتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اپنے بازوؤں میں سمیٹ ... کی ایسی تیسی کر دی جائے۔

ہر عورت اپنی جوانی میں بڑے پیار سے اپنی ... اپنے محبوب کے تصور میں سوچتی ہے کہ وہ چاہنے والا آئے ... سے اُدھر کر دے۔ اِدھر کلی تھی، اُدھر پھول کر دے۔ رُومانہ ... سوچ رہی تھی، جو کلی ہے، وہ پھول کیسے بن جاتی ہے یا ... یہ تو جادوگری ہے۔ کہاں ہو میرے جادوگر! میں بہت دُور ...

انگڑائی کی اٹھان پر وہ جھینپ گئی۔ پھر ہڑ بڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ کیونکہ میں کمرہ نمبر چھ اور سات کے درمیانی دروازے پر کھڑا بد معاشوں کی طرح سے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ غرّا کر بولی۔ "کیا تم آنے سے پہلے دستک نہیں دے سکتے تھے؟"

میں نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔ "دستک دیتا تو تمہاری ہوش رُبا جوانی کی قیامت بھری انگڑائی دیکھ نہ پاتا۔ قسم سے پٹاخہ ہو پٹاخہ . . ."

اُس کا غصہ ڈھل گیا۔ وہ یک بیک مسکراتی ہوئی بستر سے اُٹھتی ہوئی بولی۔ "اچھا تو ایسے کہو نا۔ تم اس پٹاخے کی آتش فشانی دیکھنا چاہتے ہو۔ اب دل تھام کر دیکھو۔"

وہ دونوں بانہیں پھیلا کر آگے بڑھی۔ اُس کی سوچ چغلی کھا رہی تھی کہ وہ کیا کرنا چاہتی ہے۔ پھر اُس نے وہی کیا، قریب آتے ہی ونگ کِک ماری۔ یعنی گھومتی ہوئی لاتیں چلائیں، پہلے دائیں لات پھر گھوم کر بائیں لات۔ اُس کا وار کبھی خالی نہیں جاتا تھا۔ مگر خالی آئیں گھوم کر رہ گئی تھیں۔ میں ایک قدم پیچھے جا کر مسکرا رہا تھا۔

اُس نے مجھے بے یقینی سے دیکھا۔ اب وہ جمناسٹک کے کرتب کھانا چاہتی تھی۔ لیکن بلاؤز اور اسکرٹ پہنے ہوئے تھی۔ کرتب کے دوران سکرٹ الٹ کر منہ پر آ جاتا تھا۔ اس لئے وہ مجھے گھورتی ہوئی اپنا لباس اتارنے لگی۔ میں نے خوشی کا اظہار کیا۔ "شاباش! میں یہی چاہتا تھا کہ لباس کا تکلف ختم کر دو۔ بڑی سمجھدار ہو۔"

وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ لباس کے اندر جمناسٹک کا مخصوص مختصر سا لباس تھا۔ جمناسٹک کی انگلیوں سے تراشا ہوا خوبصورت بدن گلاب کی طرح کھل کر سامنے آ گیا تھا۔ بدن کے نشیب و فراز جوانی کی گونگی زبان سے چیخ رہے تھے۔ میں چند لمحوں کے لئے سب کچھ بھول کر اس کے وجود کی بھول بھلیوں میں گم ہو گیا۔ ایسے وقت میں مار کھا جاتا۔ مگر "ہاہپ۔ ہپ ہپ . . ." کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"ہپ ہپ۔ ہاہپ" وہ کبھی ہاتھوں کے بل الٹ رہی تھی، کبھی پیروں کے بل پلٹ رہی تھی۔ ابھی اِدھر ابھی اُدھر میری نگاہوں کو بھٹکا رہی تھی تاکہ میں اُس کے حملے کے صحیح وقت کا تعین نہ کر سکوں۔ میں تو اُس کے دماغ میں تھا۔ آہستہ آہستہ جگہ بدل کر پلنگ کی طرف جا رہا تھا۔ اُس نے اپنے لائن آف ایکشن کے مطابق بڑی زبردست فلائنگ کِک ماری۔ یقیناً اُس کی زد میں آنے والے کا منہ ٹوٹ جاتا۔ مگر اُس نے منہ کی کھائی۔ عین وقت پر بیٹھ کر اٹھ گیا۔ وہ فضا میں اُڑتی ہوئی، میرے سر کے اوپر سے گزرتی ہوئی نرم کے ملائم بستر پر چت ہو گئی۔

وہ بجلی کی طرح اِدھر سے اُدھر لپکتی تھی کبھی گرتے ہی چشم زدن میں قدم بازی کر دشمن کے سر پر پہنچ جاتی تھی۔ مگر اس وقت وہ بستر پر پڑی رہ گئی۔ اُس کا دماغ چیخ رہا تھا۔ "یہ فریاد ہے۔ یہ فریاد ہے۔ فریاد قسم دُنیا کا کوئی شخص اتنا پھرتیلا نہیں ہو سکتا کہ میرے حملے کے صحیح وقت کو سمجھتے ہوئے اپنا بچاؤ کر سکے۔ یہ فریاد ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ سمجھ لیتا ہے۔"

یہ سوچ کر وہ بستر پر بیٹھ گئی۔ پھر اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ میں نے بڑے اطمینان سے ڈاڑھی مونچھ اور مصنوعی ناک اپنے چہرے سے اکھاڑ کر اس کی طرف اچھال دی۔ وہ فرطِ مسرت سے چیخ پڑی۔ "فرہاد . . .!" نرم کے بستر نے اسے اچھالا۔ اس کے قدم فرش پر آئے۔ پھر فرش سے بھی قدم اچھلے۔ دوسرے ہی لمحہ وہ آ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ خیال خوانی نے مجھے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ اس طرح دیوانہ وار آئے گی۔ میں اُسے سنبھالنے کے لئے اپنا توازن برقرار رکھ سکتا تھا۔ مگر ایسے وقت میں گرنے ہی میں مزہ آتا ہے۔ لہٰذا میں اُسے لئے ہوئے قالین پر گر پڑا۔

مارے خوشی کے اُس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے میرے چہرے کو ٹٹول ٹٹول کر یقین کر رہی تھی کہ ایک طویل تھکا دینے والی تلاش کے بعد اُس نے مجھے پا لیا ہے۔ اور مجھے اس کا تپتا ہوا بدن چھو رہا تھا۔ جگہ جگہ سے دستک دے رہا تھا۔ اپنے اندر کی آنچ سے بول رہا تھا۔ "میں تمہیں پہچان رہی ہوں، تم مجھے پہچانو۔ میں ہوں سمندر کی بیٹی۔ طوفانی لہروں کی پروردہ۔ سات سمندر مجھے پہچانتے ہیں۔ تم بھی مجھے پہچان لو گے، جب میرے شباب کی آندھی بولے گی۔"

میں نے اُس آندھی کو سمیٹ لیا۔ اُس کی تند و تیز سانسوں پر اپنی سانسوں کا گھیرا ڈال دیا۔ ہونٹوں کی ظالم انگلیوں سے مکھن جیسے چہرے کی چٹکیاں بھرنے لگا۔ پہلے وہ گلابی تھی، جذبوں کی آگ میں تپ کر سُرخ ہونے لگی۔ اُس کے سینے کی دھڑکنیں میرے سینے کی دیوار سے ٹکرا رہی تھیں، ضدی بچے کی طرح مچل رہی تھیں۔ بس وہ کھلونا چاہیئے۔ ایک سال سے سو سال تک ہر عمر کا بچہ اپنی پسند کا کھلونا چاہتا ہے۔ وہ مجھ سے کھلونا چاہتی تھی۔ میں اس سے کھلونا چاہتا تھا۔ انسان جب تک زندہ رہتا ہے، اپنی خواہش کے کھلونے کا مطالبہ کرتا رہتا ہے۔ جب مل جائے تو آپس میں چھینتا جھپٹتا رہتا ہے۔ تھکتا ہارتا رہتا ہے۔ پھر ہارتے ہارتے ایک دوسرے کو جیت کر نڈھال ہو جاتا ہے۔

سمندر کی طوفانی لہریں تھک ہار کر شانت ہو گئیں۔ ہم ساحل پر آ کر سستانے لگے۔ اسی وقت دروازے پر دستک سُنائی دی۔ ابھی ہم دونوں ایک دوسرے میں جذب رہنا چاہتے تھے۔ میں نے سوچ کے ہاتھوں سے دستک دینے والے کے دماغ کا دروازہ کھولا۔ اُس بند عمارت میں وان دے کے سوا کوئی دوسرا دستک دینے نہیں آ سکتا تھا۔ میں نے سوچ کے ذریعہ پوچھا۔ "کیا بات ہے وان دے؟"

میں نے پہلی بار سوچ کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کیا تھا، اس لئے وہ حیرانی سے اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ میں نے کہا۔ "تعجب نہ کرو۔ تم دیکھ چکے ہو کہ میں کس طرح دوسروں کی کھوپڑی گھما دیتا ہوں۔ کیا ابھی تک تمہیں ٹیلی پیتھی کا انداز سمجھ میں نہیں آیا؟"

وہ ہاں کہنے کے لئے اوپر سے نیچے سر ہلانے لگا۔ میں نے کہا۔ "...

"تو پھر بتاؤ کس لئے دستک دے رہے ہو؟"

وہ سوچ کے بجائے زبان سے بولنے لگا۔ "سر! اس عمارت سے بھاگنے والوں میں سے وہ شخص واپس آئے تھے۔ پہلے انہوں نے دُور سے ٹارچ کی روشنی پھینکی۔ میں کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہُوا تھا، انہیں نظر آ گیا۔ میری موجودگی سے وہ سمجھ گئے کہ عمارت ابھی تباہ نہیں کی جائے گی۔ وہ قریب آ گئے۔ مجھے آوازیں دینے لگے۔ میں نے کہا یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ عمارت پولیس والوں کی نظروں میں آ چکی ہے۔ وہ بحث کرنے لگے کہ میں پولیس کا آدمی نہیں ہوں تو پھر یہاں کیا کر رہا ہوں؟ تب میں نے ریوالور میں سائیلنسر لگا کر ایک شخص کو گولی کا نشانہ بنایا۔ مگر نشانہ چوک گیا۔ وہ دونوں بھاگ گئے۔ اب ہو سکتا ہے کہ پوری ٹیم کے ساتھ واپس آئیں۔"

میں نے کہا۔ "انہیں آنے دو۔ تم جا کر آرام کرو۔"

وہ واپس چلا گیا۔ رُومانہ خاموشی سے میرا منہ تک رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "تم ٹیلی پیتھی کے ذریعہ باتیں کر رہے تھے؟"

"ہاں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ ۔۔۔"

وہ میری بات کاٹ کر مجھے دھکا دیتی ہوئی بولی۔ "ٹیلی پیتھی جانتے ہوئے تم نے مجھ سے رابطہ کیوں نہیں قائم کیا؟"

"کیا تھا۔ میں ہمیشہ تمہارے پاس موجود رہا ہوں۔ تم بحری جہاز میں ڈراگون، سونیا اور عازم کے ساتھ تھیں۔ جب آبدوز والے عازم کو پکڑنے آئے تھے۔ اس وقت میں نے عازم کے ذریعے بحری جہاز میں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا تھا۔ تم سونیا کے ساتھ اسکندریہ گئیں۔ وہاں ہوٹل المانیہ کے اسٹیج پر جب اُس فری اسٹائل چیمپئن نے تمہاری ٹانگوں کو لاک کر کے تمہیں بے بس بنا دیا تھا، اُس وقت میں نے ہی اُس پہلوان کو دماغی طور سے ذرا کمزور کر دیا تاکہ تم اُس کے داؤ سے نکل سکو۔ مگر تم نے تو اُس بیچارے کی آنکھیں پھوڑ دیں۔"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر غصّے سے بولی۔ "تم اتنے عرصے تک خاموشی سے ساتھ رہے۔ میری بیقراری اور میرے تڑپنے کا تماشہ دیکھتے رہے۔"

"ہاں۔ میں چاہتا تھا کہ تم خود ہی مجھے پہچان کر میرے پاس آؤ۔ حُسن اور شباب تو مجھے کہیں بھی مل جاتا ہے۔ میں تمہیں اور سونیا کو اس لئے دل و جان سے چاہتا ہوں کہ تم دونوں دلیر، بے باک، ذہین اور باصلاحیت ہو۔ اور دیکھو کہ تم اپنی ذہانت سے مجھے پہچان کر یہاں چلی آئیں۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "سونیا بھی کبھی آ جائے گی۔"

"ہاں۔ وہ حسد اور جلاپے میں عازم کو فرہاد سمجھ کر اُسے اپنی ملکیت بنانے کی دُھن میں اور تمہیں وہاں سے بھگانے کی ہیرا پھیری میں اپنی ذہانت کو ذرا زنگ لگا چکی ہے۔ مگر اب تمہارے چلے آنے کے بعد پھر اُس کی ذہانت لوٹ رہی ہے اور وہ اب عازم پر کسی حد تک شُبہ کر رہی ہے۔"

"پھر تو کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتی ہے۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ زندگی کے جو خوبصورت لمحات میں ہیں انہیں خوبصورتی سے خرچ کرو۔"

میں نے ایک بار پھر اُسے خرچ کرنے کے لئے اپنے بازوؤں میں لینا چاہا۔ مگر وہ کروٹ بدل کر، منہ پھیر کر بولی۔ "مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔ تم سونیا اور مے یون سے کھیلتے رہے اور مجھے بھی پھانستے رہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر اُداسی سے کہا۔ "مے یون اس دُنیا میں نہیں ہے۔"

رُومانہ کے ذہن کو جھٹکا لگا۔ وہ مے یون کو بہت چاہتی تھی۔ میں اُسے بتانے لگا کہ وہ بیمار رہ کر طبعی موت مر گئی۔ اُن دنوں اُس کی صلاحیتیں گُم تھیں۔ اس لئے میں اُس کی خیریت نہ لے سکا۔ "مے یون بہت ہی نازک مزاج تھی۔ کانچ کی گڑیا تھی۔ تنہائی کے روگ نے اُسے مار ڈالا۔"

"ہاں۔ وہ میری جُدائی کے صدمہ سے بیمار پڑ گئی تھی۔"

"کیا اب بھی تم اپنے ہرجائی پن سے باز نہیں آؤ گے؟ میں بھی اسی طرح مر جاؤں تو؟"

"موت کسی نہ کسی طرح آتی ہی ہے۔ تمہاری موت بھی آئی تو میں کیا کر سکوں گا۔ صرف یہی کہ تمہیں یاد کر کے آہیں بھرتا رہوں گا۔"

"مگر اپنی عیاشیوں سے باز نہیں آؤ گے؟"

"تم اسے عیاشی کہتی ہو اور میں اسے اپنی ضرورت سمجھتا ہوں۔ مجھے دولت نہیں چاہئے۔ میں چاہوں تو ہر ملک کے ہر شہر میں اپنے لئے ایک ایک شیش محل بنوا لوں۔ میں چاہوں تو دُنیا کی تمام طاقتوں سے بالاتر ہو کر سُپر پاور بن جاؤں۔ لیکن میری طبیعت میں یہ ہے کہ میں ایک حسین ساتھی کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا۔ کیا یہ فخر کی بات نہیں ہے کہ میں ساری دُنیا کو ٹھکرا کر تمہیں اپنا سمجھتا ہوں۔"

"پھر میرے بعد کوئی دوسری تمہارا دل بہلانے آئے گی تو مجھے بھول جاؤ گے۔"

"سونیا سے میرا برسوں پُرانا رشتہ ہے۔ کیا میں اُسے بھول سکا؟ نہیں، تم اور سونیا دو ایسی ہستیاں ہو جنہیں میں مرتے دم تک نہیں بھول سکتا ہوں۔ نہ زیادہ دنوں تک تم لوگوں سے جُدا رہ سکتا ہوں۔"

"سونیا کی جُدائی کب ختم کر رہے ہو؟"

"جب وہ تمہاری طرح ذہانت سے کام لے کر مجھے پہچان لے گی۔"

"ایک نیام میں دو تلواریں کیسے رہیں گی؟"

"یہ تمہارے مثال پُرانے زمانے کی ہے۔ نئے دور کی بات ہے کہ ہر میان میں چند گولیاں رہتی ہیں۔ ابھی میرے چیمبر میں صرف دو ہیں۔"

"تمہاری باتیں زہر لگ رہی ہیں۔"

"جو زہر لگے اُسے چھوڑ دو۔ میرا پیار کیسا لگا؟"

اس کی سوچ اُن لمحات کو یاد کرنے لگی۔ جب میرا پیار اُس کے بدن میں سفر کر رہا تھا۔ وہ اندر سے جذبوں کی بارش میں بھیگ گئی۔ اُوپر سے ذرا اترا کر بولی۔ "اونہہ!"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اوپر سے 'اونہہ'، اندر سے ہائے کیا بھول گئیں؟ میں اندر کی بولیاں سُنتا ہوں۔"

واقعی وہ بھول گئی تھی کہ میں اس کی سوچ پڑھ سکتا ہوں۔ میں نے یاد دلایا تو ایک دم سے شرما کر مُنہ چھپانے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا منہ چھپانے سے تمہاری سوچ اور تمہاری محبت چھپ جائے گی؟"

وہ سوچنے لگی۔ "کیا مصیبت ہے۔ دوسری عورتیں اپنا ظاہر بھی چھپا سکتی ہیں اور میں اپنے باطن کی ایک بات بھی نہیں چھپا سکتی۔ ہائے کس ظالم سے پالا پڑا ہے؟"

وہ یکبارگی کروٹ بدل کر میری آغوش میں چھپ گئی۔ پھر التجا کے انداز میں بولی۔ "تم جیسے بھی ہو، میرے ہو۔ اب مجھے کبھی چھوڑ کر نہ جانا۔ تم جانتے ہو تمہارے سوا اس دُنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں اور تمہارے دل میں میرے لئے جو پیار کی انتہا ہے اُسے بھی سمجھتا ہوں۔ میں تمہیں کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ لیکن ہم تقدیر کے ہاتھوں میں کھلونے ہیں۔ اگر کبھی عارضی جُدائی ہوئی تو میں کوششوں سے فوراً آ ملوں گا۔"

"اور بحالتِ مجبوری جب تک مل نہ سکیں گے، اس وقت تک ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ قائم رکھو گے۔"

"ہاں وعدہ کرتا ہوں خواہ کچھ ہو تم سے دماغی رابطہ رکھوں گا۔ اگر میں نے آپ بیتی لکھی تو میری اس داستانِ حیات میں تمہارا اور سونیا کا نام سب سے زیادہ روشن رہے گا۔ جب تک میرا دل دھڑک رہا ہے، میں زندہ ہوں۔ جب تک تم دونوں میری حیات میں دھڑکتی رہو گی، یہ داستان بھی زندہ اور روشن رہے گی۔"

خوشی کے مارے اُس کا بدن میری آغوش میں اترانے لگا۔ جیسے انگ انگ پھڑک رہا ہو۔

وہ پیار کی باتیں میرے لئے ایک چیلنج بن جاتی تھی کہ میں اسے سنبھالے رکھوں۔ جذبوں کی ہلچل میں اور خواہشات کے بندھن میں اُسے اپنی گرفت میں لئے رہوں۔ ورنہ میری چلتی ہوئی زندگی، وہ کبھی نہ جانے کی۔ میں اُس کی بے چین کرنے والی اداؤں کو کبھی نہ بھول سکوں گا۔ پھر ہم تمام رات سمندر کو پیٹنے تک بلندیوں پر رہے۔ بہت تیز رفتار سے کھڑکی کا شیشہ ٹوٹنے کی آواز آئی تھی۔ ہم گھبرا کر الگ ہو گئے۔ پہلی منزل کی وہ کھڑکی باہر کی طرف کھلتی تھی۔

میں تو چند ساعتوں تک اس کھڑکی کو دیکھتا ہی رہ گیا مگر محتاط رہنے کی عادت رُومانہ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ وہ بچپن ہی سے خطرات کے مزاج کو سمجھتی اور اُن سے کھیلتی آئی تھی۔ میرے سوچنے سمجھنے اور کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ بستر سے اچھل کر جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی سوئچ بورڈ کی طرف گئی اور سوئچ آف کر دیا۔

کمرہ تاریک ہو گیا۔ آنے والی موت اس تاریکی میں آسانی سے ہمیں ڈھونڈ نہیں سکتی تھی۔ اسی لئے تو میں سونیا اور رُومانہ پر جان دیتا ہوں۔ وہ صرف سیج پر ہی نہیں، زندگی کے اسٹیج پر بھی بجلی کی طرح لپکتی ہیں۔ اب میرے ایکشن کی باری تھی۔ میں چپ چاپ بستر سے لڑھک کر فرش پر بچھے ہوئے قالین پر آ گیا۔ پھر آواز کئے بغیر کھڑکی کی جانب رینگنے لگا۔ وہاں سے تین قدم کا فاصلہ تھا۔ مگر رینگ کر فاصلہ طے کرنے میں ذرا وقت لگ جاتا ہے۔ جب میں وہاں پہنچا تو کھڑکی کے باہر ایک انسانی سایہ نظر آیا۔ وہ ایک رسی کو تھام کر لٹکتا ہُوا کھڑکی تک پہنچ گیا تھا اور اب کھڑکی کے فریم پر اپنے پاؤں جما رہا تھا۔ پھر اُس کی آواز سنائی دی۔

"اس کمرے میں پہلے روشنی تھی، اب اندھیرا ہو گیا ہے۔ میں جانتا ہوں یہاں ضرور کوئی ہے۔ بہرحال یہ عمارت چاروں طرف سے گھیر لی گئی ہے۔ میں چھپنے والوں سے کہتا ہوں کہ وہ نیچے جا کر دروازہ کھول دیں ورنہ ۔۔۔"

بات پوری ہونے سے پہلے ہی اُس کے حلق سے ایک فلک شگاف چیخ نکلی۔ رسّی اُس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی اور وہ اُلٹا کرتے ہوئے چلا گیا۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ اُسے بجلی کا شاک پہنچا ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ رُومانہ نے بجلی کے ننگے تار کو اُس کے پاؤں سے لگا دیا تھا۔

بہرحال وہ پہلی منزل سے نیچے گرا تھا۔ ایک تو اُسے سخت چوٹیں آئی تھیں، دوسرے بجلی کے جھٹکے نے اُس کے دماغ میں تاریکیاں بھر دیں۔ اُس کے بے ہوش ہونے سے پہلے میں نے اُس کے ڈوبتے ہوئے ذہن سے دوسرے لوگوں کی آوازیں سُنیں۔ "ارے کیا ہُوا؟"

دوسرے نے کہا۔ "کمرہ نمبر سات کی کھڑکی سے کسی نے اس پر حملہ کیا۔"

کھڑکی سے گرنے والا بے ہوش ہو چکا تھا۔ میں دوسرے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔ "تم اسے دیکھو۔ میں دوسروں کو محتاط رہنے کی تاکید کرتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اُس نے ایئرفون کانوں میں پہن لیا۔ ایئرفون کے ساتھ لگا ہُوا ایک مائیک اُس کے منہ کے سامنے آ گیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ عمارت کے چاروں طرف رسیاں لٹک رہی ہیں۔ ان رسیوں کے ذریعے کتنے ہی مسلح جوان عمارت کی مختلف منزلوں کی کھڑکیوں تک پہنچ رہے ہیں۔ میں نے فوراً ہی اٹھ کر ۔۔۔ رُومانہ! فوراً لباس پہن کر کمرہ نمبر بیتالیس میں پہنچو۔ دشمن مختلف کھڑکیوں کے ذریعے اندر آ رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر میں بھاگتا چلا گیا۔ کمرے کا دروازہ کھول کر لفٹ کی جانب دوڑنے لگا۔ سوان ڈے میرے پاس آ رہا تھا۔ وہ بھی میرے ساتھ ہو گیا۔ لفٹ میں پہنچ کر میں نے اسے بتایا کہ دشمنوں نے ریچنگ ٹارگٹ گن سے عمارت کی چھت پر بہت سی کمندیں پھینکی ہیں۔ اور اب وہ مختلف منزلوں کی مختلف کھڑکیوں کے راستے عمارت میں داخل ہو رہے ہیں۔

چوتھی منزل پر پہنچ کر میں نے لفٹ نیچے بھیج دی تاکہ رُومانہ آجائے۔ کمرہ نمبر پینتالیس کے دروازے پر وان ڈے کو کھڑا کیا۔ پھر اندر آ کر چھت کے پنکھے کے میکانزم پر عمل کیا۔ خفیہ خانہ کھل گیا۔ مشینیں باہر آ گئیں۔ میں نے اسکرین کو آن کرنے کے بعد سب سے پہلے سات نمبر کے کمرے کا سوئچ آن کیا۔ رُومانہ کمرے میں نہیں تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعے معلوم کیا وہ لفٹ میں تھی اور میری طرف آ رہی تھی۔ میں مطمئن ہو کر باری باری ہر کمرے کو اسکرین پر دیکھنے لگا۔

کمرہ نمبر دس میں نائیک اور رینا کو بند کیا گیا تھا۔ وہاں کھڑکی کے راستے ایک نوجوان پہنچ گیا تھا۔ وہ نائیک سے کہہ رہا تھا "تمہارا پھینکا ہوا کاغذ کا گولا ہمیں مل گیا تھا۔ تم نے لکھا ہے کہ صرف ایک نوجوان لڑکی اور دو مردوں نے اس عمارت پر قبضہ کیا ہے۔ آخر وہ ہیں کون؟ کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟"

جواب میں میں نے نائیک کی کھوپڑی گھما دی۔ اُس نے نوجوان کے منہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ نوجوان نے جواباً ایک گھونسہ مارتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

نائیک نے اس پر حملہ کرنے کے لئے ایک گلدان اٹھا لیا۔ نوجوان نے جیبی گولی چلا دی۔ اِدھر نائیک زمین پر گرا، اُدھر میں نے مسلح نوجوان کو جھٹکا پہنچایا۔ وہ پیچھے کی جانب لڑکھڑاتا ہوا کھڑکی کے پاس گیا۔ دوسرے جھٹکے میں وہ آدھا کھڑکی سے باہر جھول گیا۔ میں نے رینا کی سوچ میں کہا "کم بخت میرے بھائی کا قاتل..."

رینا جھنجھلا کر دوڑتی ہوئی کھڑکی کے پاس آئی۔ پھر نوجوان کی دونوں ٹانگیں اٹھا دیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک مختصر سی چیخ کے ساتھ باہر جا چکا تھا۔ رُومانہ میرے پاس آ گئی تھی۔ وان ڈے ریوالور لئے دروازے پر کھڑا تھا۔ ہم تینوں چوتھی منزل پر تھے۔ اس لئے میں نے چوتھی منزل کی راہداری کو اسکرین پر دیکھا۔ کمرہ نمبر اڑتالیس میں ایک نوجوان آ گیا تھا۔ میں نے وان ڈے سے کہا "اڑتالیس نمبر کے دروازے کو دیکھو۔ جو بھی باہر آئے، شوٹ کر دو۔"

پھر میں نے اڑتالیس نمبر کے اسکرین کو آن کر کے کہا "ہیلو ہم پینتالیس نمبر میں پہنچ گئے ہیں۔ باس کا حکم ہے کہ سب اِدھر آ جائیں۔ تم بھی آ جاؤ۔" میں نے اڑتالیس نمبر کا سوئچ لاک ہٹا دیا۔ اُس مسلح نوجوان کے لئے موت کا دروازہ کھل گیا۔ جیسے ہی وہ باہر آیا۔ وان ڈے نے گولی چلا دی۔ اس کے ساتھ ہی کہیں دوسری طرف سے گولی چلنے کی آواز آئی۔

وان ڈے کمرے میں آ کر گرا۔ رُومانہ نے دروازے کو اندر سے بند ...
"میں خیریت سے ہوں۔ مگر چار مسلح افراد اس منزل پر پہنچ ..."
میں نے پانچویں منزل کی راہداری کا سوئچ آن کیا تو اسکرین ... کا منظر دکھائی دیا۔ وہاں اب چار سے بھی زیادہ افراد تھے ... کچھ اور لوگ بھی آ رہے تھے۔ کیوں کہ اس عمارت میں کمرہ نمبر ... اہم تھا۔ وہاں اب اسکرین پر پوری عمارت کو اندر سے ... دشمنوں کو باہر آنے پر مجبور کیا جا سکتا تھا۔ وہ لوگ ہمارے ... آ گئے۔ ایک نے دستک دے کر کہا "باہر آ جاؤ۔ ہمیں معلوم ... تم صرف تین ہو۔ تم تینوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ ہمارے ... ڈال دو۔"

دوسرے نے کہا "تم اسکرین پر ہمیں دیکھ رہے ... اس لاک بریکر آلے کو دیکھو۔ ہم اس آلے کے ذریعے تمام مقفل ... کھول کر آ رہے ہیں، تمہارا یہ دروازہ بھی کھول لیں گے۔ بہتر ... اسے کھول دو۔ ہم تین تک گنتے ہیں۔"

میں نے راہداری کے اسپیکر کو آن کرنے کے بعد کہا ... باڈی، میں ایک ایک کے چہرے کو دیکھ رہا ہوں۔ اور ... ہوں، اُسے موت دیکھ لیتی ہے۔ نمونہ حاضر ہے۔"

میں ایک ادھیڑ عمر کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ وہ ... ہوئے تھا۔ چونکہ اس کی کھوپڑی میں میری سوچ ... تھی، اس لئے میرے حکم سے وہ اسٹین گن چل گئی ... کے ساتھ انسانی چیخیں گونجنے لگیں۔ اسکرین پر موت ... کچھ لوگ لفٹ کی طرف بھاگ رہے تھے۔ پھر ایک نے پلٹ کر ... والے پر فائر کیا۔ گولی لگتے ہی اُس کا دماغ موت کی تاریکی ... گیا تھا۔ میں اُس کے مردہ دماغ سے نکل کر اُس گولی چلانے والے کی ... کھوپڑی میں پہنچ گیا۔

راہداری میں پہلے دس تھے، اب صرف دو ... ایک کی سوچ میری مٹھی میں تھی۔ اُس نے اپنے سامنے ... چلا دی۔ پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا لفٹ کے سامنے ... آ رہی تھی۔ جیسے ہی وہ چوتھی منزل پر پہنچی اور اس کا ... میری سوچ کی مٹھی میں رہنے والے نے فائرنگ شروع ... میں تین شخص تھے۔ تینوں کی لاشیں گریں۔ تب ... نے دروازے کو بند کر دیا۔ اب وہ لفٹ دوبارہ نیچے جا رہی ... وہ راہداری میں تنہا رہ گیا۔ میں نے مائیک کے ذریعے ... ایک نمونہ دکھایا تھا۔ تم بھی اسی طرح مرو گے۔"

"نہیں" وہ چیخ کر بولا "میں دروازہ توڑ کر ... باہر نکالوں گا۔"

وہ دوڑتا ہوا دروازے کی طرف آیا۔ میں نے اُسے ...

گئے۔ اوور۔"

... کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر گر پڑا۔ اُس نے ایک مردہ ساتھی کی اسٹین ... اٹھالی۔ دوسرے لمحے میری ہدایت کے مطابق اُسے بھی پھینک دیا۔ ... وہ اپنا سر تھام کر سوچنے لگا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟

میں نے حکم دیا۔ "وہاں جتنی لاشیں ہیں، انہیں اٹھا کر کمرہ نمبر اڑتالیس ... کھڑکی سے باہر پھینک دو۔ ورنہ تم اپنا ریوالور اٹھا کر خودکشی ... کرو گے۔"

اُس نے سوچا "میں احمق نہیں ہوں کہ خودکشی کر لوں گا۔"

میں نے اُس کی سوچ کو کنٹرول میں لیا تو اُس نے ریوالور کو اٹھا کر ... کی نال اپنی کنپٹی سے لگائی۔ پھر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ ... نے بوکھلا کر ریوالور کو پھینک دیا۔ پھر چیخ کر بولا "میں۔ میں لاشیں ... پھینکوں گا۔ ابھی۔ ابھی پھینک رہا ہوں۔"

وہ فوراً ہی ایک لاش کو گھسیٹتے ہوئے آخری کمرہ نمبر اڑتالیس کی طرف ... لگا۔ میں نے پہلی منزل کی راہداری کا سوئچ آن کیا۔ واپس جانے ... لفٹ وہاں پہنچ گئی تھی۔ اور زندہ بچنے والا شخص اپنے ساتھیوں کو بتا ... چکا تھا کہ اپنا ہی آدمی فائرنگ کر رہا ہے۔ انہوں نے لفٹ میں پڑی ... لاشیں نکال لیں۔ پھر ایک نے کہا "چوتھی منزل پر ہمارے لئے ... ہے۔ ہم لفٹ کے ذریعے تیسری منزل تک جائیں گے۔ پھر زینے کے ... دبے پاؤں چوتھی منزل پر پہنچیں گے۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

... ساتھیوں نے تائید کی۔ پھر وہ سب لفٹ کے اندر چلے گئے۔ ... نے رُومانہ سے کہا "فوراً اسٹین گن لے کر لفٹ کے سامنے جاؤ۔ دروازہ ... ہی فائر کھول دینا۔"

وہ کمرے سے باہر آ گئی۔ لفٹ میں چھ آدمی تھے۔ ایک شخص لفٹ ... ہٹ کرنے کے لئے سوئچ بورڈ کے پاس کھڑا تھا تاکہ تیسری منزل پر ... ہی بٹن دبا کر لفٹ کو روک دے۔ لیکن وہ میری سوچ کے مطابق ... منزل کا بٹن نہ دبا سکا۔ چوتھی منزل کے بٹن پر اُس کی انگلی گئی۔ ... کے ساتھیوں نے اعتراض کیا کہ اس منزل پر خطرہ ہے، وہاں نہیں ... جانا چاہئے۔ مگر وہ لفٹ کو روک چکا تھا۔ لفٹ کے رکتے ہی دروازہ کھلا۔ ... کے ساتھ ہی رُومانہ نے اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا۔ لفٹ کا دروازہ ... بند ہو گیا۔ وہ پھر ایک بار نیچے جا رہی تھی۔ نیچے کھڑے ہوئے ... نے اس موت کی لفٹ سے ایک زندہ اور پانچ مُردوں کو وصول پایا۔

رُومانہ میرے پاس واپس آ گئی۔ راہداری میں وہ بڑی فرمانبرداری سے ... اٹھا کر لے جانے میں مصروف تھا۔ میں نے داخلی دروازے کا ... آن کیا۔ وہاں تین آدمی تھے۔ ایک آدمی ہیڈ فون پہنے ہوئے کسی ... رہا تھا۔ "انہوں نے پینتالیس نمبر پر قبضہ جما رکھا ہے۔ ہمارے آدمی ... سے گزرتے ہیں، وہ اسکرین پر انہیں دیکھ لیتے ہیں۔ تم پانچویں منزل ... کی کوشش کرو۔ اور وہاں کے مین سوئچ کو آف کر دو۔ پھر یہ ... تاریک ہو جائے گی۔ پینتالیس نمبر کی مشینیں کام نہیں کر سکیں گے۔ اوور۔"

اس کے ایئر فون سے دوسری طرف کی آواز سنائی دی "میں نے جو کمند پھینکی ہے، اُس کی رسی کمرہ نمبر اڑتالیس کے پاس سے گزر رہی ہے۔ اُس کمرے کی کھڑکی سے لاشیں تھوڑے تھوڑے وقفے سے نیچے آ کر گر رہی ہیں۔ اب تک سات لاشیں پھینکی ہیں اور یہ سب ہمارے ہی آدمی تھے۔ اب ان لاشوں کو کہاں چھپایا جائے، یہ ہمارے لئے مسئلہ بن جائیں گی، کیونکہ جلد یا بدیر اس عمارت پر ہمارا قبضہ ہو گا۔ کل دن کے اجالے میں اگر ایک بھی لاش نظر آئے گی تو قانون کے محافظ ہم سے بازپرس کریں گے۔ اوور۔"

"ہاں، یہ ایک مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ بہرحال ابھی ٹرک آ جائیگا۔ عمارت کے اندر اور باہر کی تمام لاشیں یہاں سے دُور لے جا کر پھینک دی جائیں گی۔ تم جلد از جلد پانچویں منزل پر پہنچو۔ اس کے لئے دوسری کمند استعمال کرو۔ کچھ اور کہنا چاہتے ہو؟ اوور۔"

"ہاں۔ اوپر سے اور دو لاشیں آئی ہیں۔ اب تعداد میں نو ہو گئیں۔ تھوڑی دیر پہلے تم نے بتایا تھا کہ لفٹ میں پہلے دو اور پھر پانچ لاشیں آئیں۔ ایک کمرہ نمبر سات کی کھڑکی سے گرا، دوسرا کمرہ نمبر دس کی کھڑکی سے گر کر مر گیا۔ حساب کیا جائے تو ہمارے اٹھارہ ساتھی جان دے چکے ہیں۔ ہم انسان ہیں، جانور نہیں ہیں کہ جان بوجھ کر ان دیکھے قصائی کی چھری تلے آ جائیں۔ میرا مشورہ ہے کہ واپس چلو۔ میں پانچویں منزل تک جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ اس قلعے کو اب صرف چیانگ شی کا ہی فتح کر سکتا ہے۔ میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

چوتھی منزل کی راہداری سے لاشیں لے جا کر پھینکنے والا اڑتالیس نمبر کے کمرے کی کھڑکی سے آخری لاش پھینک رہا تھا۔ میں نے اس کی کھوپڑی میں بیٹھ کر کہا "ابے او ٹرانسمیٹر پر بات کرنے والے تو کہاں جا رہا ہے؟ ٹھہر جا میں بھی آ رہا ہوں۔ بس یہ آیا..."

اُس نے کھڑکی سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ نیچے کھڑا ہوا شخص چیختا ہوا وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ کیوں کہ اب تک اس نے اوپر سے لاشوں کو گرتے دیکھا تھا۔ زندہ آدمی کو بھی اتنی بلندی سے چھلانگ لگاتے دیکھ کر اس کا دل دہل گیا۔ گرنے والے کا انجام تو نظر ہی آ رہا تھا۔ وہ بھاگتا ہوا ایک کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ اُس کی سوچ چیخ رہی تھی "مجھے چیانگ شی کا کے پاس فوراً پہنچنا چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے اس عمارت میں کوئی انسان نہیں بھوت گھس آیا ہے۔"

اُس نے کار اسٹارٹ کی۔ میں نے اس کی سوچ میں نام پوچھا۔ اُس کا نام ایرک تھا۔ میں نے اُسے جانے دیا۔ اس کے بعد کمرہ نمبر دس کا سوئچ آن کیا اور اس کے دروازے کو کھول دیا۔ وہاں رینا اپنے بھائی کی لاش کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ میں نے اُس کمرے کے اسپیکر کو آن کرتے ہوئے کہا۔ "رینا! میں نے وعدہ کیا تھا کہ تم دونوں بھائی بہن کی حفاظت کروں گا۔ مگر تم لوگوں نے کاغذ میں لکھ کر اس کا گولہ بنا کر اپنے آدمیوں کے

پاس بھیج دیا۔ انہیں یہ بتا دیا کہ ہم صرف تین ہیں۔ بہر حال میں تمہیں مارنا نہیں چاہتا۔ کمرے سے باہر جاؤ۔ نیچے تمہارے لوگ ہیں۔ اُن سے کہو کہ وہ تمہارے بھائی اور دوسرے ساتھیوں کی لاشیں اُٹھا کر لے جائیں۔"

وہ کمرے سے باہر جانے لگی۔ میں نے رُومانہ سے کہا: "تم یہاں آکر مشین آپریٹ کرو۔ عمارت کے اندرونی حصّوں کو اسکرین پر دیکھتی رہو۔ خاص طور سے پانچویں منزل کے مین سوئچ کی نگرانی کرتی رہو — اور وہاں سے تم باتھ رُوم سے پانی لے جاکر راہداری میں پھیلے ہوئے لہو کو صاف کردو۔"

وہ دونوں اپنے کاموں میں لگ گئے۔ میں نے ایک سگریٹ نکالا۔ پھر اسے سلگا کر ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ گیا۔ ذرا سکون سے دو چار کش لگانے کے بعد میں نے ایرک کی سوچ پڑھی۔ وہ دُور کسی عمارت کی چھت پر کچھ لوگوں کے ساتھ کھڑا ہُوا آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا۔ رات کے وقت آسمان پر تارے ہی نظر آتے ہیں۔ لیکن اُن کی نگاہوں کے سامنے چیانگ شی کا تاریک فضاؤں میں اُڑ رہا تھا۔ چاندنی رات نہیں تھی مگر نیم تاریکی میں چیانگ شی کا فلائنگ کائیٹ کی ریلنگ پر کھڑا نظر آرہا تھا۔ پہلے وہ ایرک وغیرہ کے قریب چھت سے ذرا بلندی پر اُڑتا رہا پھر اُن سے دور جاتے ہوئے نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

ایرک کی سوچ بتا رہی تھی کہ چیانگ شی کا فلائنگ کائیٹ کے ذریعے پرواز کرتے ہوئے چیانگ پلازہ کی چھت پر پہنچے گا۔ یعنی ہم جس عمارت میں تھے اس کی دہری چھت پر وہ پہنچنے والا تھا۔ پہلی چھت پر پہنچنے کے بعد وہ زینے کے راستے پانچویں منزل پر آئے گا اور سب سے پہلے مین سوئچ کو آف کردے گا تاکہ پوری عمارت اندھیرے میں ڈوب جائے اور ہم مشین کی اسکرین پر اُسے نہ دیکھ سکیں۔ اس نے اینٹی ڈارک نائٹ کا چشمہ پہن رکھا تھا جس کے ذریعے وہ اندھیرے میں بآسانی دیکھ سکتا تھا۔

میں ایرک کے دماغ کو کرید کر چیانگ شی کا کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا۔ چیانگ شی کا کی خوبیاں یہ تھیں کہ وہ دلیر بھی تھا اور ذہین بھی۔ ریڈ پاؤ۔ کی تنظیم میں اُس کا ریکارڈ تھا کہ وہ ماسٹروں کے خلاف جس مہم پر جاتا ہے، فاتح بن کر واپس آتا ہے۔ اُس کی لغت میں شکست اور ناکامی کے الفاظ نہیں تھے۔ وہ کہتا تھا: "دلیر آدمی بعض اوقات بحالتِ مجبوری میدان چھوڑتا ہے۔ لیکن میدان چھوڑنے سے پہلے دُشمنوں کو ایسے شدید نقصانات پہنچاتا ہے کہ پھر وہ کم از کم چیانگ شی کا کے مقابلے میں دوبارہ آنے کی جرأت نہیں کرتے۔"

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ محض دلیر اور ذہین ہی نہیں ضدّی اور مکار بھی تھا۔ زندہ سلامت رہ جانے والے دشمنوں کو نقصان پہنچانے کے ہتھکنڈے جانتا تھا۔ اس سے بڑی دلچسپ اور بڑی خطرناک ملاقات ہونے والی تھی۔ ایرک کی سوچ پڑھنے کے دوران مجھے رُومانہ کی آواز سنائی دی۔ وہ حیرانی سے بولی۔ "مادام زہریلی ....!"

میں نے چونک کر رُومانہ کی طرف دیکھا۔ رُومانہ بولی: "یہاں اسکرین پر دیکھو۔ وہ اس عمارت میں پہنچ گئی ہے۔"

میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر اسکرین کے سامنے آیا۔ وہاں پاس مادام زہریلی نظر آرہی تھی۔ اس کے آس پاس تین مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے۔ اُن کے حلیے اور اُن کی ... تھا کہ وہ مارنے یا مرجانے والے لوگ ہیں۔ میدان چھوڑ کر ... کے خلاف ہے۔ وہ تینوں اپنی مادام کو اپنے گھیرے میں ... بڑھ رہے تھے۔ میں نے وہاں کے اسپیکر کو آن کرتے ہوئے کہا: "زہریلی! ذرا رُک جاؤ۔"

وہ سب رُک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگے کہ آواز کہاں ...

میں نے پوچھا: "کیا تم لوگوں کو باہر کسی نے نہیں روکا؟"

مادام زہریلی نے حقارت سے کہا: "راستہ روکنے ... لاشیں اُٹھا کر لے گئے ہیں۔ میں سمجھ گئی ہوں کہ اِس عمارت ... ایکسپورٹ کرنے والا چیانگ شی کا ہی ہو سکتا ہے۔ اور وہ تم ..."

وہ مجھے چیانگ شی کا سمجھ رہی تھی۔ میں نے کہا: "... ہوں، تم چیانگ شی کا سے انتقام لینے آئی ہو، وہ تمہیں ... چھت پر ملے گا۔ میں تمہاری راہنمائی کردوں۔ تم لفٹ کے ... منزل پر پہنچو گی۔ پھر زینے کے راستے چھت پر پہنچ جاؤ ..."

"تم کون ہو؟" اُس نے پوچھا۔

"میں لاشوں کا ایکسپورٹر ہوں۔ چیانگ شی کا ... کرنے آیا تھا۔ وہ نہیں ملا۔ میں نے اُس کے آدمیوں کو جہ... اب اطلاع ملی ہے کہ وہ فلائنگ کائیٹ میں پرواز کرتا ہوا چھت پر پہنچنے والا ہے۔"

"یہ اطلاع تمہیں کہاں سے ملی؟"

"یہ میرا ذاتی راز ہے۔ تمہیں یقین نہ ہو تو چھت پر ... پہنچنے ہی والا ہے۔ اگر تم نے وہاں پہنچنے میں دیر کردی تو ... مین سوئچ آف کردے گا۔ یہ عمارت تاریکی میں ڈوب جا... نہیں دیکھ سکو گی۔ وہ اپنی ڈارک نائٹ کے لینس سے ... رہے گا۔"

وہ کہنے لگی: "فکر نہ کرو۔ ہم بھی تمام آلات سے لیس ... وہ تاریکی میں ہم سے چھپ نہیں سکے گا۔ ابھی تو ہم تم... باہر نکالیں گے۔"

میں نے کہا: "اچھی بات ہے۔ تو پھر آکر ڈھونڈ..."

وہ اپنے محافظوں کے ساتھ لفٹ کی طرف جانے لگی۔ ... سوچ میں کہا۔ "پتہ نہیں کون بول رہا تھا اور کہاں سے ... لوگوں کو الگ الگ منزل پر جانا چاہیے۔"

انہوں نے لفٹ میں ایک محافظ سے کہا: "ٹیوڈ! تم پانچویں منزل پر جاؤ۔ ... چھت پر پہنچ کر دیکھو۔ کوئی قابلِ ذکر بات ہوئی تو ہمیں فوراً اطلاع دو۔"

وہ سب پہلی منزل میں پہنچے۔ ٹیوڈ اُس لفٹ کو لے کر پانچویں ...ل پر چلا گیا۔ میں نے رُومانہ سے کہا: "تم اسکرین پر زہریلی کو دیکھتی رہو۔ ... دماغ کی اسکرین پر ٹیوڈ کو دیکھوں گا۔"

میں پھر کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ ٹیوڈ پانچویں منزل پر پہنچ گیا تھا اور ... زینہ طے کرتے ہوئے چھت پر جا رہا تھا۔ اُس کے ایک ہاتھ میں ریوالور ... دوسرے ہاتھ میں پاکٹ سائز ٹرانسمیٹر تھا۔ وہ چھت پر پہنچنے کے بعد ...اط نظروں سے آس پاس دیکھنے لگا۔ میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "مجھے ...ان کی طرف بھی دیکھنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ فلائنگ کائیٹ کے ...یعے آتا ہو۔"

وہ سر اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ تاروں کی مدھم سی روشنی ... چھت کسی حد تک نظر آرہی تھی۔ مگر نیم تاریک فضاؤں میں دُور ...از کرتا ہوا پرندہ نظر نہیں آسکتا تھا۔ اُس نے اپنی پشت پر بندھی ہوئی ... کو کھول کر اینٹی ڈارک نائٹ کا چشمہ نکالا۔ پھر اُسے آنکھوں پر ...ھا کر دیکھنے لگا۔

اُسی وقت رُومانہ نے کہا: "فرہاد! وہ زہریلی سات نمبر کمرے میں پہنچ ...ی ہے۔ میں جلدی میں وہاں اپنا بیگ چھوڑ کر آگئی تھی ....."

میں فوراً ہی اسکرین کے سامنے پہنچ گیا۔ زہریلی رُومانہ کا بیگ ...ل کر دیکھ رہی تھی۔ میں نے کمرہ نمبر سات کے ساؤنڈ کو آن کیا۔ وہ ...نے ساتھیوں سے کہہ رہی تھی: "ارے یہ تو رُومانہ کا بیگ ہے۔ یہ ... وہ کوالالمپور سے یہ بلاؤز اور پیٹی کوٹ پہن کر آئی تھی۔ اُونہہ۔"

وہ منہ بنا کر پیٹی کوٹ کو ایک طرف پھینکتی ہوئی بولی: "اس ...ے سے پتہ چل رہا ہے کہ وہ اپنے کسی یار کے ساتھ یہاں عیش کر رہی ...۔ شاید وہ یار وہی ہو۔ جو پٹرول پمپ میں اُس سے ملا تھا اور اپنی ٹانگ ... اُس کے ساتھ گھوم رہا تھا۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی ایک محافظ نے پاکٹ ٹرانسمیٹر اس کی جانب ...اتے ہوئے کہا: "مادام، آپ کی کال ہے۔"

زہریلی نے ٹرانسمیٹر کو آن کرنے کے بعد کہا: "میں یور مادام۔ اوور۔"

دوسری طرف سے ٹیوڈ نے کہا: "مادام! میں دُور ایک فلائنگ ...ئیٹ کو پرواز کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ یہ کائیٹ اس عمارت سے دُور ... طرف پرواز کر رہی ہے۔ اُس کائیٹ کی ریلنگ پر ایک انسانی سایہ ...ھی نظر آرہا ہے۔ اوور۔"

"میں آرہی ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

وہ اپنے محافظوں کے ساتھ تیزی سے دوڑتی ہوئی کمرے سے نکل ... لفٹ میں پہنچی۔ رُومانہ نے کہا: "اس حرامزادی کو یہاں میری موجودگی ... علم ہو گیا ہے۔"

میں نے شرارت سے آنکھ مار کر کہا: "یہ بھی تو معلوم ہو گیا ہے کہ میرے ساتھ عیش کر رہی تھیں۔"

اُس نے جھینپ کر منہ پھیر لیا۔ میں نے پانچویں منزل کا سوئچ آن کیا۔ زہریلی زینہ طے کرتے ہوئے اپنے آدمیوں کے ساتھ چھت پر جا رہی تھی۔ اوپری چھت کا کوئی سوئچ نہیں تھا۔ میں نے رُومانہ سے کہا: "تم پانچویں منزل کے مین سوئچ پر نظر رکھو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے انہیں دیکھوں گا۔"

میں کرسی پر بیٹھ کر چھت پر پہنچ گیا۔ انسان کی کھوپڑی اُس کے جسم کی چھت ہوتی ہے میں زہریلی کی چھت پر بیٹھا ہُوا تھا۔ اُن تمام لوگوں نے اپنی ڈارک نائٹ کے چشمے پہن لئے تھے۔ اور زینے کے اوپری سرے پر تقریباً چھپے ہوئے اُس فلائنگ کائیٹ کو دیکھ رہے تھے جو بتدریج اُس چھت کے قریب آتی ہوئی نیچی پرواز کر رہی تھی۔ ایسے وقت زہریلی کا ذہن اُلجھا ہُوا تھا۔ وہ فلائنگ کائیٹ کو دیکھ رہی تھی اور میرے متعلق سوچ رہی تھی: "وہ بولنے والا یقیناً رُومانہ کا یار ہے۔ وہ میرا نام جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ میں چیانگ شی کا سے انتقام لینے آئی ہوں۔ جب کہ میں نے رُومانہ کے سامنے چیانگ شی کا کا ذکر تک نہیں کیا تھا۔ پھر وہ میرے آنے کے مقصد کو کیسے سمجھ گیا۔ اور تو اور اُسے یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ کوئی فلائنگ کائیٹ کے ذریعے چھت پر اترنے والا ہے۔"

وہ آگے نہ سوچ سکی۔ کیوں کہ فلائنگ کائیٹ چھت پر اُتر چکی تھی۔

ایک شخص سر سے پاؤں تک سیاہ لباس میں چھپا ہُوا تھا۔ آنکھوں پر اینٹی ڈارک نائٹ کا چشمہ تھا۔ پشت پر ایک کٹ بندھی ہوئی تھی کچھ جدید طرز کے آلات کمر سے لٹکے ہوئے تھے۔ وہ فلائنگ کائیٹ کو فولڈ کرکے چھت پر ایک طرف رکھ رہا تھا۔ زہریلی زینے سے اُوپر آکر بولی۔ "خوش آمدید۔ چیانگ شی کا ....."

وہ تیزی سے پلٹ کر دیکھنے لگا۔ زہریلی کے تینوں محافظ چھت پر اِدھر اُدھر آگے بڑھتے ہوئے چیانگ شی کا کو دُور سے گھیر رہے تھے۔ وہ پوچھ رہی تھی۔ "کیوں چیانگ شی کا۔ میں نے تمہیں پہچاننے میں غلطی کی ہے؟"

اُس نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ بولی۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ تم چیانگ شی کا ہی ہو۔"

وہ اقرار میں سر ہلانے لگا۔ زہریلی نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا۔ "اس کے چہرے سے نقاب نوچ لو۔"

وہ تینوں آگے بڑھے۔ چیانگ شی کا ہوا میں اُچھلنے لگا جیسے ورزش کے طور پر اسکیپنگ کر رہا ہو۔ ان تینوں میں سے ڈیوڈ پہلے اُس کے قریب پہنچا مگر اُسے ہاتھ نہ لگا سکا۔ چیانگ شی کا فضا میں بلند ہو کر اُس کے سر سے گزرتا ہُوا دوسرے کے سامنے پہنچا۔ دوسرا بھی اسے پکڑ نہ سکا۔ وہ قدِ آدم کی بلندی پر اڑتا ہُوا تیسرے کے سامنے گیا۔ وہاں سے پلٹ کر فضا میں قلابازی کھاتا ہُوا زہریلی کے پاس آیا۔ بڑی پھرتی سے

زہریلی کا اینٹی ڈارک نائٹ کا چشمہ اتارتا ہُوا پھر ان چاروں کے درمیان آکر کھڑا ہو گیا۔ مگر اس طرح کہ وہ ساکت نہیں تھا مسلسل دونوں ٹانگوں پر اُچھلتا جا رہا تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ اسپرنگ وار جُوتے پہنے ہوئے تھا اسی لئے ایک جگہ جم کر کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ جوتوں کی اسپرنگ اُسے ہولے ہولے اچھالتی رہتی تھی۔

ڈیوڈ نے ریوالور نکال کر کہا۔ "مادام کا چشمہ واپس کر دو ورنہ۔"

زہریلی نے کہا۔ "اسے وارننگ نہ دو، آگ لگا دو۔"

اُس کا حکم سنتے ہی ڈیوڈ نے ٹریگر دبایا۔ ریوالور کی نال سے گولی نہیں چلی صرف شعلے نکلے۔ اور چیانگ شی کا کے سیاہ لباس سے لپٹ گئے۔ وہ شعلوں میں گھر گیا تھا۔ مگر اُسی طرح اطمینان سے اچھل رہا تھا۔ پھر وہ اچھلتا ہُوا ڈیوڈ کے پاس آیا۔ وہ گھبرا کر بھاگنے لگا کیونکہ آگ کے شعلے اُسے بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتے۔ آگ کے شعلے اب فضا میں قلابازی کھاتے ہوئے دوسرے کے پاس پہنچے، وہ بھی ڈر کر بھاگنے لگا۔ زہریلی اُسے غصے سے دیکھتی ہوئی سوچ رہی تھی۔ "یہ کمبخت فائر پروف لباس پہن کر آیا ہے۔ میں اِسے گولی مار دوں گی۔"

اُس نے ریوالور نکال کر تان لیا۔ ٹھائیں ٹھائیں گولیاں چلیں۔ مگر وہ اُچھلتا رہا۔ ثابت کر رہا کہ وہ بُلٹ پروف شیلڈ پہن کر بھی آیا ہے۔ زہریلی نے اُسے آگ لگا کر مصیبت مُول لی تھی۔ اس کے تینوں محافظ اپنی حفاظت کے لئے اِدھر سے اُدھر بھاگ رہے تھے۔ مگر وہ اسپرنگ دار جُوتوں کے باعث اُن سے زیادہ تیز رفتار تھا۔ جس کے قریب جانا چاہتا، اس کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ دشمنوں سے مذاقاً کھیل رہا ہے۔ پھر وہ اچانک ہی ایک محافظ سے لپٹ کر الگ ہو گیا جس طرح چراغ سے چراغ روشن ہوتا ہے۔ اس طرح اُس نے اپنی آگ سے اُسے آگ لگا دی۔ اب وہ محافظ چیختا ہُوا چھت پر اِدھر سے اُدھر بھاگ رہا تھا۔ وہاں ایک کے بجائے دو ہستیاں شعلہ بداماں تھیں۔ ایک اپنے کپڑے اتارنے کی ناکام کوشش کرتا ہُوا بدحواسی میں دوڑ لگا رہا تھا۔ دوسرا کبھی اِس کے پاس کبھی اُس کے پاس اچھل کر پہنچ رہا تھا۔ زہریلی اور اُس کے دو محافظوں کی حالت قابلِ دید تھی۔ وہ سب چیانگ شی کا کی جان لینے آئے تھے۔ اب اپنی جان بچاتے پھر رہے تھے۔ جب بھی وہ بھاگنے کے لئے زینے کی طرف جانا چاہتے۔ چیانگ شی کا اچھل کر اُن کے راستے میں شعلوں کی دیوار بن جاتا تھا۔

بڑا دلچسپ تماشہ تھا۔ لیکن رُومانہ کی آواز نے مجھے اپنی طرف بُلا لیا۔ وہ پوچھ رہی تھی۔ "اتنی دیر سے خاموش کیوں بیٹھے ہو، وہاں چھت پر کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے کہا۔ "وہاں بڑی مضحکہ خیز جنگ جاری ہے۔ چیانگ شی کا اپنی حفاظت کی مکمل تیاریوں کے بعد یہاں آیا ہے۔ سب سے اہم بات یہ کہ وہ گونگا بنا ہُوا ہے۔ میں فی الحال اُس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اُس کے لباس کے اندر بُلٹ پروف شیلڈ ہے اور لباس فائر پروف [illegible] باتوں کا وقت نہیں ہے۔ مجھے وہاں کی خبر رکھنا چاہیئے۔"

رُومانہ نے کہا۔ "فرہاد! یہ عمارت فساد کا باعث بن گئی ہے [illegible] اطمینان سے پناہ نہیں لے سکیں گے۔ بہت خون خرابہ ہو چکا [illegible] ہوتا رہے گا۔ ہمیں یہاں سے چلنا چاہیئے۔"

میں نے سوچا رُومانہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ میں یہاں رہ کر [illegible] کے دماغ تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ اُس کے کسی آدمی کو آلۂ کار [illegible] اُس کی سوچ کو گرفت میں لے سکتا ہوں۔ میں نے رُومانہ سے کہا [illegible] سات نمبر کے کمرے سے اپنا سامان سمیٹ کر پانچویں منزل کے کمرہ نمبر [illegible] آؤ۔ کیوں وان دے، تم ہیلی کوپٹر کے پائلٹ بن سکتے ہو؟"

"جی ہاں۔ لیکن ہم کہاں جائیں گے؟"

"اُسی جنگل میں کل رات جہاں سے آئے تھے۔ وہی [illegible] کے لئے مناسب ہوگی۔"

"سر! اگر آپ چاہیں تو میں کوالالمپور کے ایک خفیہ اڈے [illegible] ہیلی کوپٹر کو اُتار سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم دوسری چھت پر ہیلی کوپٹر کو جا کر چیک [illegible] آرہے ہیں۔"

ہم تینوں کمرہ نمبر سینتالیس کو اُسی حالت میں چھوڑ کر [illegible] وان دے ایک لفٹ کے ذریعے اوپر گیا۔ ہم دوسری لفٹ کے ذریعے [illegible] منزل پر آ گئے۔ اس دوران میں زہریلی کے دماغ میں موجود رہا۔ پہلے اُس کا ایک محافظ جل کر مر گیا تھا۔ چیانگ شی کا بدستور اِدھر سے اُدھر ناچ رہا تھا۔ زہریلی ہانپتی ہوئی بولی۔ "تمہارے لباس سے لپٹے ہوئے شعلے اب بجھ رہے ہیں۔ بہتر ہے کہ اب خود کو [illegible] کے لئے پیش کر دو۔ میں قسم کھا کر آئی ہوں کہ تمہیں سُپر ماسٹر کے [illegible] کے رہوں گی۔"

چیانگ شی کا چھت کی منڈیر کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا [illegible] جُوتے اُسے مزید نہ اچھال سکیں۔ پھر اُس نے ایک قلم نکال کر ہتھیلی پر کچھ لکھا۔ اس کے بعد اُس ہتھیلی کو زہریلی کے سامنے [illegible] زہریلی نے اپنے ساتھی کا اینٹی ڈارک نائٹ کا چشمہ پہن کر اُسے پڑھا۔ اُس پر لکھا تھا۔ "اپنا اور اپنے ساتھیوں کا مکمل تعارف کراؤ [illegible] لوگوں کا تعلق سُپر ماسٹر سے ہے؟"

اُس وقت میں اور رُومانہ پانچویں منزل میں پہنچ گئے [illegible] نے دوسری چھت تک پہنچنے کے لئے زینے کو کُھلا رکھا تھا۔ جب ہم [illegible] تو وہ ہیلی کوپٹر کے تیل اور انجن کو چیک کر رہا تھا۔ اُس نے اطمینان [illegible] کیا۔ پھر وہ اور رُومانہ کاک پٹ کے اندر چلے گئے۔ میں اوپری چھت [illegible] کے لئے ایک دیوار کے پاس آیا۔ وہاں ایک دائرہ نما آہنی ہینڈل لگا تھا جسے گھمانے سے اوپر کی چھت کھلتی چلی جاتی تھی۔

اُسے گھمانے سے پہلے میں نے زہریلی کی سوچ پڑھی۔ وہ بول رہی تھی "تم بار بار ہتھیلی پر کیوں لکھ رہے ہو۔ کیا زبان سے بول نہیں سکتے؟ میں جانتی ہوں تم گونگے نہیں ہو۔"

اس بار اُس نے اپنی ہتھیلی پر لکھا۔ "تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں فلائنگ کائیٹ کے ذریعے چھت پر آنے والا ہوں؟"

زہریلی نے کہا۔ "فرہاد کی ایک محبوبہ رُومانہ یہاں دو آدمیوں کے ساتھ کہیں چھپی ہوئی ہے۔ اُس کے ایک ساتھی نے خفیہ اسپیکر کے ذریعے اطلاع دی اور مشورہ دیا کہ اگر میں چیانگ شی کا سے انتقام لینا چاہتی ہوں تو چھت پر چلی جاؤں۔"

یہ سُنتے ہی چیانگ شی کا زینے کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ میں نے فوراً ہی دیوار کے آہنی ہینڈل کو گھمایا۔ گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ چھت کھلنے لگی۔ میں تیزی سے دوڑتا ہُوا کاک پٹ میں پہنچ گیا۔ ہیلی کوپٹر کے پنکھے گردش میں آ چکے تھے۔ چھت کھلنے کے باعث سب ہی لڑکھڑاتے ہوئے زینے پر آ گئے تھے۔ گڑگڑاہٹ کی آواز نے سمجھا دیا تھا کہ ہم ہیلی کوپٹر کے ذریعے [illegible] ہو رہے ہیں۔ زہریلی کی سوچ بتا رہی تھی کہ چیانگ شی کا اسی نمبر کے کمرے کے سامنے والے بلب کو گھما کر اس خفیہ دروازے کو کھول [illegible] تھا جہاں سے ایک زینہ اس دوسری چھت کی طرف آتا تھا۔ مگر اُس [illegible] سے زینے پر اسپرنگ دار جوتے مصیبت بن گئے تھے۔ اُسے زینے پر سے اچھال کر چھت سے ٹکرا رہے تھے۔

جب وہ کسی نہ کسی طرح دوسری چھت پر پہنچا تو ہیلی کوپٹر چھت کی بلندی پر پہنچ گیا تھا۔ وہ اپنے جسم کا توازن برقرار رکھتے ہوئے اچھل رہا۔ اسپرنگ دار جوتے بڑا کام دکھا رہے تھے۔ اُسے فضا میں پرواز کرا رہے تھے۔ اُس نے اُڑتے ہوئے ہیلی کوپٹر کے نچلے حصّے کو چھو لیا۔ مگر اسی لمحہ ہیلی کوپٹر کچھ اور بلند ہو گیا تھا۔ زمین کی کشش چیانگ شی کا کو نیچے لے آئی۔ جوتوں نے اُسے پھر اچھالا۔ مگر اب ہم اُس کی پہنچ سے دُور ہو چکے تھے۔

رُومانہ نے میرے شانے پر دستک دیتے ہوئے پوچھا۔ "اب بتاؤ وہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"ہونا کیا ہے؟ چیانگ شی کا نے سمجھ لیا ہے کہ فرہاد نے اُس عمارت پر قبضہ کیا تھا۔ اور اب وہ ہیلی کوپٹر میں جا رہا ہے۔"

"اسے کیسے معلوم ہو گیا؟"

"میرا خیال ہے اُسے پہلے ہی شبہ ہو گیا تھا۔ ہم نے اتنی لاشیں عمارت کے باہر بھیجی ہیں کہ شبہ لازمی تھا۔ کیوں کہ جس انداز سے انہوں نے عمارت کو گھیرا تھا، ہم تینوں وہاں سے زندہ سلامت نہیں نکل سکتے تھے۔ اُن کے شبے کے مطابق ہم نے کسی پُراسرار قوت یا علم سے کام لیا ہے۔ ان حالات میں ایسے لوگوں کے ذہن میں میرا نام گونجنے لگتا ہے۔ شاید اسی لئے چیانگ شی کا نقاب میں آیا تھا اور گونگا بنا ہُوا تھا۔"

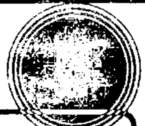

آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں ؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں ؟

ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں ؛

جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

آپ کی شخصیت میں انوکھا نکھار پیدا کر دیگی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے

::: اس کتاب کا مطالعہ کیجئے :::
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجئے!

قیمت -/۲۰ روپے

مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۴۳ کراچی

رُومانہ نے کہا: "مگر تم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ اُس نے تمہیں پہچان لیا ہے۔"

"یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے جب زہریلی نے یکھا کہ فرہاد کی ایک محبوبہ رُومانہ کے ساتھی نے چیانگ شی کا کی آمد کی اطلاع دی تھی تو وہ سمجھ گیا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی اُس کی آمد کو سمجھا گیا ہے۔ اس لئے وہ تیزی سے میرے مقابلہ پر آ رہا تھا مگر بے چارے کو دیر ہو گئی۔"

وہ بولی: "پھر تو تمہیں فرار نہیں ہونا چاہئے تھا۔ یہ بُزدلی ہے۔"

"بُزدلی کیسے ہوئی؟"

"وہ تمہارے مقابلے پر آ رہا تھا۔ تم فرار ہو گئے۔"

"اسے فرار نہیں مصلحت کہتے ہیں۔ دشمن کو سمجھے بغیر اُس کے چیلنج کو قبول نہیں کرنا چاہئے۔ دُنیا کے تمام پہلوان اپنے مدِّمقابل کے انداز اور اُن کے داؤ پیچ کو سمجھے بغیر چیلنج قبول نہیں کرتے۔ دلیری تو یہ ہوتی کہ میں اور چیانگ شی کا کھلتے ہو کر مقابلہ پر آتے۔ لیکن وہ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے بچنے کے لئے سر سے پاؤں تک چھپ کر گونگا بن کر آیا۔ فائر پروف اور بلٹ پروف ہونے کے علاوہ جدید ترین ہتھیاروں سے لیس تھا۔ ہم جسمانی طاقت سے نہیں، ذہانت یا اپنی مکاریوں سے لڑنے والے لوگ ہیں۔ ہمارا مقابلہ جلد ہی ہو گا۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہی پھر بولی: "کیا چیانگ شی کا اور زہریلی کی دوستی ہو گئی ہے؟"

"اُس وقت تو دوستی نہیں ہوئی تھی، اب دیکھتا ہوں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟"

میں آنکھیں بند کر کے زہریلی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پریشان تھی۔ اُس وقت اُس کا آہنی محافظ چیانگ شی کا سے مقابلہ کر رہا تھا اور بُری طرح مار کھا رہا تھا۔ حالانکہ وہ چیانگ شی کا کی طرح قدآور اور چٹانی جسم کا مالک تھا۔ پھر زہریلی بھی رہ رہ کر حملے کر رہی تھی۔ چہرہ اور جسم کے تمام جوڑ بلٹ پروف نہیں ہو سکتے تھے، اس لئے وہ ایسی ہی کسی جگہ گولی مارنا چاہتی تھی۔ لیکن اسپرنگ دار جُوتے اس کا نشانہ خطا کر رہے تھے۔ اس نے جھنجلا کر مسلسل فائرنگ کی۔ نتیجہ اس کے خلاف نکلا۔ اس کا اپنا ہی ساتھی نشانہ بن گیا۔ پھر بدنصیبی یہ کہ ریوالور خالی ہو گیا۔ خود کو تنہا محسوس کرتے ہی وہ بھاگنے لگی۔

اُسے بھاگتے دیکھ کر بے اختیار چیانگ شی کا کے حلق سے قہقہے اُبلنے لگے۔ خوشی کے جذبات جب اُبھرتے ہیں تو انسان بے اختیار ہنسنے لگتا ہے۔ اپنے آپ پر قابو نہیں رہتا۔ وہ فتح کے نشہ میں جھومتے ہوئے بول پڑا: "رُک جاؤ میری جان! مجھ سے بچ کر کہاں ....؟"

اتنا کہتے ہی وہ ٹھٹک گیا۔ ہوش میں آ گیا۔ غلطی کا احساس ہو گیا کہ وہ بول پڑا ہے۔ اس نے فوراً ہی دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ پھر اپنے دماغ کے اندر محسوس کرنے لگا کہ کہیں فرہاد وہاں پہنچ تو نہیں گیا ہے؟

اس کے اندر سے ایک یقین اُبھرا: "نہیں فرہاد ابھی مجھ تک نہیں پہنچا ہے۔ اُس نے میری آواز نہیں سُنی ہے۔ اگر وہ سُن لیتا تو میرے دماغ میں کھڑا نہ رہتا۔ مجھے زہریلی کا پیچھا کرنا چاہئے۔"

وہ دوڑتا ہُوا لفٹ کے پاس آیا۔ وہ نیچے جا رہی تھی۔ وہ لفٹ میں پہنچ گیا۔ پھر دونوں لفٹ آگے پیچھے نچلی منزل پر رکیں۔ دونوں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ جب وہ نیچے دروازے کے باہر زہریلی کار کا دروازہ کھول کر بیٹھ رہی تھی، اس نے ریوالور نکالا۔ کار اسٹارٹ ہو چکی تھی۔ لیکن بھاگنے کی بجائے ہی کار کا پچھلا پہیہ ایک دھماکے سے برسٹ ہو گیا۔ گاڑی جھٹکا کھا کر گھومتے ہی کھڑی ہو گئی۔

زہریلی کو مجبوراً گاڑی سے باہر آنا پڑا۔ چیانگ شی کا نے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ اِدھر ہیلی کوپٹر میں رُومانہ نے مجھے جھنجھوڑا: "کیا سو گئے ہو؟"

میں نے آنکھیں کھولے بغیر کہا: "ابھی مجھے مخاطب نہ کرو۔"

وہ میرا بازو جھنجوڑ کر بولی: "یہ کیا تُک ہے۔ میں جاگ رہی ہوں اور تم دماغ کی اسکرین پر فلمیں دیکھ رہے ہو۔"

میں نے کہا: "میری جان! بڑی ضروری فلم ہے۔ میں اپنے دشمنوں کے لائن آف ایکشن کو سمجھتا ہوں۔ پلیز تھوڑی دیر بور ہوتی رہو۔ پھر میں تمہارا دل بہلاؤں گا۔ رائٹ؟"

وہ خاموش رہی۔ میں دوبارہ آنکھیں بند کر کے چیانگ شی کا اور زہریلی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں کمرہ نمبر سات کے بیڈ روم میں تھے۔ چیانگ شی کا اب بہت زیادہ محتاط تھا کہ اُس کی زبان سے کوئی آواز نہ نکلے۔ اُس نے ایک کاغذ پر لکھ کر زہریلی سے کہا: "میں تمہارا چہرہ دیکھوں گا۔ تم خود ہی ماسک اتار دو گی یا میں زحمت اٹھاؤں؟"

زہریلی بظاہر اُسے بے بسی سے دیکھ رہی تھی مگر اندر سے سوچ رہی تھی کہ وہ کس طرح چیانگ شی کا کی جیت کو ہار میں بدل سکتی ہے۔ وہ لکھ رہا تھا: "تمہاری چال، تمہارا انداز اور تمہارا لباس کہہ رہا ہے کہ تم بوڑھی نہیں ہو۔ کس احمق نے تمہیں اس عمر پر بوڑھی عورت کا میک اپ کرنے کا مشورہ دیا تھا؟ بس میں تمہارا اصل رُوپ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ میک اپ اتارنے کے لئے باتھ روم میں چلی گئی۔ وہ باتھ رُوم کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ وہ چہرے پر سے ماسک ہٹاتی سوچ رہی تھی: "میں نے آج تک اپنے کنوارے پن کو سُپر ماسٹر کے سامنے یہی شرط پیش کی تھی کہ میں مردوں سے نفرت کرتی ہوں، اس لئے کوئی مجھے ہاتھ نہ لگائے۔ جب تک میں سلامت رہوں گی، میں اس تنظیم کے لئے جان کی بازی لگاتی رہوں گی۔ ماسٹر کے خوف سے اس تنظیم کے شیطان بھی میری عزت کرتے تھے۔

آج یہ شیطان مجھے نہیں چھوڑے گا۔"

اُس نے پریشان ہو کر آئینے میں اپنی صورت دیکھی۔ اب آئینہ میں انتہائی حسین دوشیزہ نظر آ رہی تھی۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی: "میں اس شیطان چیانگ شی کا کا ریکارڈ پڑھ چکی ہوں۔ یہ حسین دوشیزاؤں کا حلیہ بگاڑ دیتا ہے۔ آج میری ساری ذہانت کیا ہو گئی۔ میں لچھے دار باتوں سے دشمنوں کو پھانس لیا کرتی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں کس طرح باتیں بنا کر اس کی کسی کمزوری سے کھیلوں۔ کاش کہ وہ فرہاد ہی ہوتا جس نے چیانگ شی کا کی آمد کی پیش گوئی کی اور ہیلی کوپٹر میں بیٹھ کر چلا گیا۔ کاش کہ وہ میری سوچ کو پڑھ رہا ہو، میری مجبوریوں کو سمجھ رہا ہو۔ ..... آہ!"

چیانگ شی کا نے پیچھے سے اُس کا بازو پکڑ کر کھینچ لیا۔ پھر اپنی نگاہوں کے سامنے اپنے بالکل قریب اُس جگمگاتے ہوئے حُسن کو دیکھ کر چند لمحوں کے لئے گم صم رہ گیا۔ اُس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ ایسی خوبصورتی شاید ہی دیکھنے میں آتی ہو۔ ایسا رنگ، ایسا رُوپ، ایسی چکناہٹ، آنکھوں کی ایسی گہرائی، لبوں کی ملائمت اور گالوں کے گلاب شاید ہی نصیب والے کے حصّے میں آتے ہیں۔ چیانگ شی کا اُسے کھینچتے ہوئے خوابگاہ میں لے گیا۔ پھر اُسے پلنگ کی طرف دھکیل دیا۔ وہ چیرتی ہوئی نرم کے ملائم بستر پر گر پڑی۔

وہ ہاتھوں کے اشارے سے بولا: "اپنا لباس اتار دو۔"

زہریلی انکار میں سر ہلاتی ہوئی بولی: "مجھے لباس کے پیچھے کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ ماسٹروں کی تنظیم کے عیاش فطرت لوگ سُپر ماسٹر کے خوف سے مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتے تھے۔ اس لئے مجھے زہریلی کہتے تھے۔ میرا یہی نام پڑ گیا۔ میں تمہیں بھی سمجھاتی ہوں کہ میں — زہر ہوں مجھ سے دور رہو۔"

چیانگ شی کا جیسے عیاش حُسن و شباب کو ہیرے کی طرح پرکھنا جانتا تھا۔ جب اُس نے زہریلی کے حُسن و شباب کی تعریف جذبات کے انداز میں کی تو میری طبیعت مچل گئی۔ میں مہک کی اس کلی کو اپنے لئے محفوظ کرنا چاہتا تھا۔ یہ موقعہ تھا کہ میں اُسے چیانگ شی کا کے لئے زہر بنا دوں۔ اُس وقت وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر اسپرنگ دار جُوتے اتار رہا تھا۔ جُوتے اتارنے کے بعد اُس نے چہرے پر سے نقاب اتار دی۔ پھر لباس اتارنے لگا۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ زہریلی کسی کو بے لباس دیکھے۔ اس لئے وہ پتلون کی زپ کھولتا تھا، پھر میری سوچ کے مطابق بند کر دیتا تھا۔ جب ایسا ہوا تو وہ بوکھلا کر زہریلی کو دیکھنے لگا۔ اسے دیکھ کر پھر زپ کھولی۔ اس نے پھر زپ نیچے کی۔ میں نے پھر زپ اوپر چڑھا دی۔ اُس نے غصّے سے پتلون کو نوچنا چاہا۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھ بالوں تک پہنچا دیئے۔ وہ اپنے سر کے بال نوچنے لگا۔

اب زہریلی اُسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ سر کے بال نوچتا ہُوا آگے بڑھا۔ پھر اپنے سر کو زوردار آواز کے ساتھ دیوار سے ٹکرا کر پیچھے کی طرف اُلٹ گیا۔ سینٹرل ٹیبل پر اُس کا نقاب اور ریوالور رکھا ہُوا تھا۔ زہریلی نے فوراً ہی ریوالور کو اٹھا لیا۔ چیانگ شی کا فرش پر سے اٹھ رہا تھا۔ اُس کے سر سے بہتا ہُوا لہو چہرے پر پھیل رہا تھا۔ زہریلی کے ہاتھ میں ایک سنہری موقعہ تھا کہ فوراً گولی چلا دے مگر میری سوچ کے مطابق ریوالور گیا اس کے ہاتھ سے اُچھل کر چیانگ شی کا کے پاس۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ چیانگ شی کا جیسا ویلن سب ہی جانتے آسانی سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مر جائے۔ میں آئندہ کبھی استقلال سے کی حسرت پوری کر کے اُسے جینے یا مرنے کا موقعہ دینا چاہتا تھا۔ ریوالور چیانگ شی کا کے پاس گیا تو زہریلی کے ہوش اُڑ گئے۔ وہ اُسے اٹھا کر بولا: "میں سمجھ رہا ہوں کہ فرہاد میرے دماغ میں ہے۔ پیشتر اس سے کہ وہ مجھے مار ڈالے، میں تمہیں مار ڈالوں۔"

اُس نے زہریلی کا نشانہ لیا۔ پھر سامنے بہت دور ایک بائیونک اس کے ہاتھ سے ریوالور اچھال کر زمین کے لئے کسی فیکٹری میں تیار ہو پاؤں پٹختے ہوئے چیخنے لگا: "یہ کیا ہو رہا ہے، جب دشمنوں نے مجھے توڑ ڈالنے کی کوشش کی تو بچ جاتی ہے۔ ریوالور کبھی اِدھر آتا ہے کبھی اُدھر۔" وہ آٹو میٹک لوگا کے ماہر تھے، جنہوں نے میری زہریلی تمام خوف و دہشت کو بھول کر ہنستے ہنستے ایک بار پھر یہی کہہ رہی تھی: "فرہاد! بُزدل کمینے! چھُپ کر میرا مذاق نہ اُڑاؤ۔ ہمت ہے تو سامنے آ کر مقابلہ کرو۔"

زہریلی کی زبان میری سوچ کے مطابق کہنے لگی: "تم بھی سر سے پاؤں تک نقاب میں چھپ کر آتے تھے۔ اُس وقت تمہاری دلیری کہاں گئی تھی؟ تم فائر پروف اور بلٹ پروف ہو سکتے ہو مگر ٹیلی پیتھی پروف نہیں بن سکتے۔ فرہاد نے تمہاری سوچ کا گھر دیکھ لیا ہے، وہ تمہیں جان سے نہیں مارے گا، تم خود ہی خیال خوانی کی دہشت سے مرتے رہو گے۔ تم جس مہم پر جاؤ گے، فرہاد اُسے ناکام بناتا رہے گا۔ تمہیں بتاتا رہے گا کہ تم کس قدر کمینے ہو۔"

وہ قہقہہ لگاتی ہوئی پلنگ کے پاس گئی۔ پھر فوم کے لچکدار بستر پر لیٹتی ہوئی بولی: "تم میں ہمت ہے تو میرے بدن کو آ کر چھو لو۔ ہا ہا ہا! جی چاہتا ہے خوشی سے ناچنا شروع کر دوں۔"

میں چیانگ شی کا کے دماغ سے زہریلی کی دیوانہ وار مسرتیں دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ میں کسی بھی لمحے اس سے غافل رہ سکتا ہوں۔ شاید میں زہریلی کے قہقہوں میں گم ہوں۔ لہٰذا اسے فوراً ہی ریوالور اٹھا کر زہریلی کا کام تمام کر دینا چاہئے۔ وہ دوڑتا ہُوا فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کی طرف گیا۔ پھر ریوالور کے پاس سے قلابازی کھا کر پلنگ کے قریب پہنچ گیا۔ وہ ہنس رہی تھی۔ اور وہ پریشان بیٹھا ہُوا تھا۔ پھر اُس نے مجھے آواز دی۔

"فرہاد۔ فرہاد! تم مجھے جان سے نہیں مارو گے۔ مگر میری اس مہم کو

ناکام بنا دو گے۔ اب مجھے ہر جگہ ذلیل کرو گے۔ بتاؤ اس وقت تم کیا چاہتے ہو؟"

زہریلی میری سوچ کے مطابق کہنے لگی۔ "فرہاد ابھی تمہیں یہاں سے بھگائے گا۔ اُس کے بعد تم یا ریڈ پاور کا کوئی فرد یہاں نہیں آئے گا۔ دیکھو وہ تمہیں بھاگنے پر مجبور کر رہا ہے۔"

یہ کہتے ہی میں چیانگ شی کا کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ پھر میں نے سوچ وہ تیزی سے ... سید کی۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر وہاں سے بھاگتا ہوا کمرہ نمبر وہ بولی ... باہر آیا۔ وہاں سے بھاگتا ہوا زینے سے اُترتا ہوا عمارت کے باہر "بنڈولی کے ... میں نے اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بے بسی سے اُس عمارت "وہ تمہارا ... اُس کی ضدی سوچ کہہ رہی تھی کہ دوبارہ اندر جا کر اپنی ہار کو "اسے فرار ... میں بدلنا چاہئے۔ مگر ٹیلی پیتھی کے ہاتھوں تماشہ بننے کو قبول نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس کے دماغ نے سمجھایا۔ "اب یہاں سے چلے جانا اُن کے داؤ پیچ کو سمجھے بغیر ہے۔ شاید کبھی فرہاد کی شہ رگ تک پہنچنے کا میں اور چیانگ شی کانپتے ہو کر

سے بچنے کے لئے سر سے پاؤں تک جیسے دُور جانے لگا۔ میں زہریلی کے پاس بلٹ پروف ہونے کے علاوہ جدید ترین ... نیچے دیکھ رہی تھی۔ چیانگ شی کا طاقت سے نہیں، ذہانت یا اپنی مکاریوں ... وہ خوشی سے بے حال ہو رہی تھی۔ جلد ہی ہو گا۔"

... ہے۔ عزت بھی لٹنے والی تھی ...

وہ چند لمحوں تک نصیب ہو گئی تھی۔ اُس کا دل اُس کا دماغ کہہ رہا تھا۔ "فرہاد۔ فرہاد! تم گریٹ ہو۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی ..."

میں نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"مونا ..." اُس نے جواب دیا۔

"صرف مونا یا اور کچھ؟"

وہ بولی۔ "جس کے والدین زندہ ہوں، وہ لڑکی شادی سے پہلے اپنے نام کے ساتھ باپ کا نام لگاتی ہے۔ شادی کے بعد شوہر کے نام سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ میرا اس دُنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میں اکیلی مونا ہوں۔"

"اچھا یہ بتاؤ اکیلی رہو گی یا مجھے ساتھی بناؤ گی؟"

وہ ہچکچانے لگی۔ پھر بولی۔ "میں سُپر ماسٹر کی آلۂ کار ہوں۔ اِس کے باوجود تم نے میری جان اور میری عزت بچائی ہے۔ میں بھی تمہارے کام آنا چاہتی ہوں۔ لیکن مرد کی دوستی کے پیچھے ایک لالچ ہوتا ہے۔ میں تم لوگوں کی ہوس پرستی سے ڈرتی ہوں۔"

"میں تمہیں ڈرانا نہیں چاہتا۔ تم ملنے کی تمنا کرو گی تو ملوں گا۔ ورنہ ہمارے درمیان صرف دماغی رابطہ قائم رہے گا۔"

"اوہ فرہاد۔ تم کتنے اچھے ہو۔ تم صرف تنہائی میں میری تمنا نہیں کرو گے تو میں تمہارے لئے سُپر ماسٹر سے بغاوت کر دوں گی۔"

"میں یہی چاہتا ہوں۔ مگر بغاوت کا اعلان نہیں چاہتا۔ تم بظاہر سُپر ماسٹر کی وفادار رہو اور اُس تنظیم میں میرے لئے ...

تم جو کہو گے، وہی کروں گی۔"

اچھا اب چوتھی منزل کے پینتالیس نمبر کے کمرے ... کی مشینوں کو آپریٹ کرنا سیکھو۔"

"کیسے سیکھوں گی؟"

"تم اپنا ٹرانسمیٹر اُٹھا کر چلو، میں گائیڈ کروں گا۔"

اُس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں نے کہا۔ ... پہنچنے تک ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں کو کال کرو ... سُناؤ کہ تم نے ریڈ پاور کے قدم اکھاڑ دیئے ہیں اور اب ... قابض رہنے کے لئے وہاں ایک ماسٹر اور اس کے ماتحت ... ہے۔"

وہ بہت خوش تھی۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم ... خوبصورت رنگ و بو سے سجے ہوئے پھولوں کا جیسے توڑ لیا ... اُس کی رضی سے، اس کی خوشی سے اپنے ہاتھوں کے گلے ... بڑی بات ہے۔ وہ رسّی وتی کی طرح سنجیدہ، باوفا ... سے محتاط تھی۔ ایسی دوشیزاؤں کی میں قدر کرتا ہوں ... کی طرح سینا کو بھی ڈھیل دے دی۔ وہ ... ہوں گی تو ملیں گی۔ ورنہ کوئی بات نہیں، شیر دِل تمہاری ... تلخ ذرہ چکھنا چاہئے۔

پھر کہ جیسی حسین ساتھی کا ساتھ تھا ... کے ساتھ میں دیوالی بھی منا سکتا تھا اور ... کر سکتا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا، اس کا سر ... ٹکا ہوا تھا اور وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ مجھے یاد ... سے جاگتی رہی تھی۔ اور اب مجھے پا لینے کے بعد اطمینان ... دُنیا میں پہنچ گئی تھی۔ کوئی خطرہ، کوئی خوف نہیں تھا ... محافظ اس کے پہلو میں تھا۔

میں نے اُسے سونے دیا اور مونا کے پاس پہنچ گیا ... میں پہنچ کر مختلف مشینوں کو دیکھ رہی تھی اور ... نے کہا۔ "ہیلو، میں آ گیا ہوں۔ تمہاری آواز یا تمہاری ... نہیں پہنچے گی۔ اس لئے مجھے پکارا نہ کرو۔ میں اپنے ... رہتا ہوں۔ جب بھی فرصت ملا کرے گی، میں تمہارے ... اچھا اب میں گائیڈ کر رہا ہوں۔ تم ان مشینوں کو آپریٹ ...

میں اُس کی راہنمائی کرنے لگا۔ اس نے کمپیوٹر ... کے بعد ماسک مین کو مخاطب کیا۔ اُسے یہ بُری خبر سنا ... رہا تھا۔ وہ بُری طرح شکست کھا کر بھاگ گیا ... بلانہ پہ سُپر ماسٹر کا قبضہ ہے۔ ریڈ پاور کا کوئی بھی آدمی ... زندہ واپس نہیں جائے گا۔"

اس کے جواب میں کمپیوٹر کے ایک حصہ سے کاغذ کی ربن نکلنے لگی۔ ... ربن پر جواب ٹائپ کیا ہوا تھا۔ ماسک مین نے کہا تھا۔ "مجھے پہلے ہی یہ ... پہنچی ہے۔ چیانگ شی کا نے بتایا ہے کہ فرہاد تمہاری پشت پناہی کر رہا ہے ... لیکن حقیقت میں جانتا ہوں، سُپر ماسٹر نے اصل فرہاد کو نسخہ بنا دیا ہے۔ ... کی جگہ ایک بائیونک فرہاد تیار کیا ہے۔ میں جلد ہی تمہارے اس ... فرہاد کو تباہ کر دوں گا۔ ویٹس آل۔ ماسک مین۔"

مونا کے دماغ سے ماسک مین کا وہ جواب پڑھنے کے بعد میں نے ... "یہ بائیونک فرہاد کیا چیز ہے؟"

مونا نے کمپیوٹر کو آف کرنے کے بعد کہا۔ "میں تم سے سُپر ماسٹر کا کوئی ... نہیں چھپاؤں گی۔ پہلے اتنا بتا دو کہ جسے نسخہ بنایا گیا ہے، وہ فرہاد ... ہے؟"

"وہ بیچارہ میرا ہم شکل ہے۔ میری جگہ پھنس گیا۔ اب تم بتاؤ۔"

وہ کرسی پر بیٹھ کر کہنے لگی۔ "سُپر ماسٹر کی تنظیم میں تمہاری طرح ... نوجوان تھا۔ ذہین، دلیر اور بہترین فائٹر تسلیم کیا جاتا تھا۔ ... ماسٹر کے فیصلہ کے تحت دُنیا کے بہترین تجربے کار ڈاکٹروں نے اس ... کو کتنے ہی خطرناک آپریشن سے گزارا ہے۔ پلاسٹک سرجری کے ... اس کے چہرے کو فرہاد کا چہرہ بنایا گیا ہے۔ اُس کے دماغ کو کمپیوٹرائز ... کے لئے دوبارہ آپریشن کیا گیا۔ پچھلے ایک برس سے وہ نوجوان زندگی ... کی کشمکش میں مبتلا رہا۔ اب ڈاکٹروں نے سُپر ماسٹر کو ... سُنائی ہے کہ وہ بائیونک فرہاد تمام تجربات سے گزر چکا ہے۔ اب ... لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ڈاکٹروں نے اُس کی زندگی کی ضمانت ... دی ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم نے اس بائیونک فرہاد کو دیکھا ہے؟"

"نہیں، ابھی اصطلاحی الفاظ میں کہا جاتا ہے کہ وہ فرہاد ابھی ... ہے۔ اُسے تمہاری چال، تمہارا انداز اور تمہارا لب و لہجہ سکھایا ... ہے۔"

"یہ باتیں کہاں تک درست ہیں؟ محض افواہ تو نہیں ہے۔"

"یہ حقیقت ہے۔ تنظیم کی تمام اہم مادام اور ماسٹروں کو دو ... میں طلب کیا گیا ہے۔ وہاں ایک خفیہ آڈیٹوریم میں ... کی نمائش ہو گی۔ سُنا ہے کہ وہ اپنے دماغ کے کمپیوٹر سے ... دور کی آوازیں سُن لیتا ہے۔ اُس کی آنکھیں ٹرانسپیرنٹ ہیں۔ ... بڑی بڑی عمارتوں کے آر پار دیکھ لیتا ہے۔ تقریباً پچاس ... کی رفتار سے دوڑتا ہے۔ اُس کے دماغ کے کمپیوٹر کو ٹیلی پیتھی ... نہیں سکتیں۔"

مونا کی باتیں سن کر میں اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ میرے مقابل ... تیار کیا گیا تھا۔ اُس میں کتنی خطرناک خوبیاں تھیں، ... کے بعد معلوم ہو جاتا۔ مگر میرے لئے یہ لمحۂ فکریہ تھا کہ میری ٹیلی پیتھی اُس کے دماغ کو چھو نہیں سکے گی۔

میں ہر حال میں مطمئن رہنے والا فرہاد زندگی میں پہلی بار فکر اور اندیشوں میں گھر گیا۔

زندگی ایک سیدھی سڑک نہیں ہے۔ یہ سب ہی جانتے ہیں اور سب ہی بڑی جوانمردی اور استقلال سے زندگی کے تمام نشیب و فراز سے گزرتے رہتے ہیں لیکن زندگی کی سڑک ٹوٹ جائے تو کیا ہو؟ میرے خیال میں یا تو موت واقع ہو جاتی ہے یا پھر آدمی مرتے مرتے ٹوٹی ہوئی سڑک کو بنا کر پھر زندگی سے دوستی کر لیتا ہے۔

یہ تمہید اس لئے ہے کہ میرے سامنے بہت دور ایک بائیونک فرہاد میری زندگی کے راستے کو توڑ ڈالنے کے لئے کسی فیکٹری میں تیار ہو چکا تھا۔ میری زندگی میں ایسے موڑ بھی آئے، جب دشمنوں نے مجھے توڑ ڈالنے کی انتہائی کوششیں کر ڈالیں۔ میرے مقابل یوگا کے ماہر تھے، جنہوں نے میری خیال خوانی کی راہیں مسدود کر دیں۔ میں نے ہمت نہیں ہاری۔ ایک بار رسی نیتی میرے لئے بہت بڑا خطرہ بن کر آئی۔ اگر میں ذرا بھی حوصلہ ہار جاتا تو وہ جڑی بوٹیوں کے ذریعے میرے دماغ کو کُند کر کے مجھے اپنا غلام بنا لیتی لیکن وہ جو میری بدترین دشمن تھی۔ اب وہ بہترین دوست بنی ہوئی تھی اور میرے تعاون کی محتاج تھی۔

بہرحال میں راہِ حیات کے ہر نشیب و فراز سے گزر گیا مگر اب بائیونک فرہاد ایک ایسا چیلنج بن گیا تھا جس سے نمٹنے کی فی الحال کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں بہت دیر تک گم صم بیٹھا رہا۔ ہیلی کوپٹر کوالالمپور کی طرف پرواز کرتا جا رہا تھا۔ تھکی ہاری رُومانہ میرے پہلو میں گہری نیند سو رہی تھی۔ اچانک مجھے احساس ہوا کہ میں اپنی فطرت کے خلاف فکر و پریشانی میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ دو دن بعد جب بائیونک فرہاد کی اسٹڈی کا موقع ملے گا تو میں ان معلومات کے مطابق اپنے بچاؤ کی تدبیر کروں گا۔

میں نے مونا کے دماغ پر دستک دی۔ وہ چونک کر بولی۔ "اوہ فرہاد! میں سمجھی تم جا چکے ہو۔"

"ہاں۔ میں اپنی سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ تم نے بائیونک فرہاد کا ذکر کر کے مجھے ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ کیا ہے۔"

"وہ بائیونک فرہاد تمہارے لئے بہت بڑی مصیبت بن جائے گا۔ بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کروں؟"

"تم مجھ سے اسی طرح دوستی نبھا سکتی ہو کہ میرے لئے معلومات

کا ذریعہ بنی رہو۔ یہ بتاؤ دو دن بعد بائیونک فرہاد کی جو نمائش ہونے والی ہے۔ کیا تمہیں اس نمائش میں مدعو کیا گیا ہے؟"

"ہاں۔ میں بھی پیرس جاؤں گی۔"

"پھر ٹھیک ہے۔ میں تمہارے دماغ کی آنکھوں سے اس فرہاد کو دیکھوں گا۔"

"اوہ میں تو بھول ہی گئی تھی کہ تم چپ چاپ میرے دماغ میں بیٹھ کر اس بائیونک فرہاد کی تمام خصوصیات کو دیکھ سکتے ہو۔"

"ہاں صرف دیکھ سکتا ہوں لیکن اس کے خلاف کچھ کر سکوں گا یا نہیں؟ یہ فیصلہ تقدیر ہی کرے گی۔ بہرحال تم مشینوں کے پاس جاؤ۔ مارک مین سے رابطہ قائم کرنے والے کمپیوٹر کو تم نے سمجھ لیا ہے۔ اب دوسری مشینوں کو سمجھ لو۔ ان مشینوں کے ساتھ اس عمارت کا پورا نقشہ موجود ہے نقشے کے ساتھ عمارت کی ہر منزل کے ہر کمرے اور راہداری کے نمبر وار سوئچ لگے ہوئے ہیں۔ پہلے تم مشین کو آن کرو۔"

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ پھر ایک ایک سوئچ کو باری باری آن کر کے اسکرین پر مختلف کمروں کے اندرونی مناظر دیکھتی رہی اس کے بعد میں نے اسے بتایا کہ ہر کمرے کی چھت پر جو پنکھے لگے ہوئے ہیں، ان کے ذریعے کس طرح مختلف کمروں کے خفیہ خانے کھولے جا سکتے ہیں۔ میں بڑی دیر تک اس کی رہنمائی کرتا رہا۔ پھر اس سے رخصت ہو گیا۔ کیونکہ وان لے اطلاع دے رہا تھا کہ ہم کوالالمپور کے قریب پہنچ گئے ہیں۔

وان لے آگے بیٹھا پائلٹ کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ میں اور ردمانہ پچھلی سیٹ پر تھے۔ وہ سو رہی تھی۔ سویا سویا سا کھویا کھویا سا حسن بڑا ہی جاذبِ نظر تھا۔ یعنی نظروں کو اپنے مغرور حسن میں جذب کر لیتا تھا۔ میں اسے بیدار کرنے کے لئے اس کے خواب زدہ چہرے پر جھک گیا۔ سنا ہے کہ مور کے خوش رنگ اور ملائم پروں سے حسین شہزادیوں کے چہروں کو سہلا کر نیند سے جگایا جاتا تھا۔ میں اپنی گرم سانسوں کی انگلیوں سے اس کے مکھڑے کو گدگدانے لگا۔

آئے دن خطرات سے کھیلنے والی حسینہ کچی نیند سونے کی عادی تھی اس لئے ہڑبڑا کر اٹھ گئی۔ خطرہ نہیں تھا میں تھا میں۔ اس لئے وہ ہڑبڑانے کے بجائے سہم گئی میرے ہونٹوں کے سائے سائے جم گئی۔ ہیلی کاپٹر کے پنکھے کان پھاڑ ڈالنے والی آوازوں سے چیخ رہے تھے۔ لیکن ان سے زیادہ دل کی دھڑکنیں شور مچا رہی تھیں۔ میں نے لب ہائے خنداں کی گلابیوں کو نچوڑتے ہوئے کچھ کہا وہ سن نہ سکی۔ جواب میں کچھ کہا بھی ہو تو سانسوں کی تکرار میں صرف ہائے سنائی دی۔

آخر میں نے سوچ کے ذریعے کہا "میری جان! ہیلی کاپٹر اب لینڈ کرنے والا ہے۔ پیار کی اس قسط کو اسی جذباتی موڑ پر چھوڑ دو۔ کسی منزل پر پہنچ کر اگلی قسط شروع کی جائے گی۔"

وہ مسکرا رہی تھی مگر آنکھیں شرمائی شرمائی سی تھیں۔ ہماری منزل کہاں ہے؟ ہم کہاں پہنچنے والے ہیں؟ اس کی ہمیں فکر نہیں ہماری عادت بن گئی تھی۔ ہماری خوشیاں، ہمارا سکون و اطمینان یہ تھا کہ ہمیں ایک دوسرے کا پیار مل رہا تھا۔ ایسے وقت ساری دنیا کی نظروں میں ہیچ تھیں۔

وان لے اطلاع دے چکا تھا کہ ہم کسی انجانی منزل پر ہیں۔ اس لئے اب محبتوں کو بھول کر عداوتوں کو یاد کرنا پڑا۔ وہاں ہی دشمن تھا۔ چیانگ شی کا، جو چیانگ پلازہ سے بُری طرح تھا۔ شکست کھانے والے دشمن خاموش نہیں بیٹھتے کچھ کر نہ سکیں تب بھی منصوبے بناتے ہیں۔ دماغ کے میں خیالی گھوڑے دوڑاتے رہتے ہیں۔

چیانگ شی کا اپنی کسی رہائش گاہ میں پہنچ گیا تھا بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ ایک تگڑا سا نوجوان اس کے سرہانے کے سر کی مالش کر رہا تھا۔ میں نے جو اسے ذہنی جھٹکے پہنچائے کے باعث اب تک اس کا سر بُری طرح دُکھ رہا تھا۔ چپ میری مرضی کے مطابق سوچنے لگا۔

"آہ۔ میں بہت محتاط ہو کر چیانگ پلازہ کی چھت چہرے کو نقاب میں چھپا کر گونگا بن گیا تھا تاکہ نہ کوئی میری آواز سن سکے۔ آخر میں اتنا محتاط کیوں رہتا ہوں؟"

میں نے اس کی سوچ میں یہ سوال کیا تو وہ بے اختیار لگا۔ میں ہمیشہ محتاط رہنے کا عادی ہوں۔ زندگی کے حالات سکھایا ہے کہ دشمن کو کمزور یا مُردہ نہ سمجھو۔ پہلے ایک بار پہنچ کر جاپان کے ایک جیل خانے میں فائرنگ اسکواڈ نے فرہاد ہے۔ وہ مر چکا ہے۔

پھر ردمانیہ میں مادام سونیا نے ٹیلی پیتھی کے کرتب مارک مین سے اپنے شبہے کا اظہار کیا تھا۔ فرہاد کے ساتھ مطلب یہ نہیں ہوتا کہ سونے والی کو ٹیلی پیتھی آجاتی ہو۔ تھی مگر مارک مین نے میرے شبہے کو اہمیت نہیں دی۔ حقیقت کھل گئی کہ فرہاد زندہ ہے اور سپر ماسٹر نے عبرتناک لئے اسے زنخہ بنا دیا ہے۔

ریڈ پاور کے جاسوس اسکندریہ گئے تھے۔ وہاں المسانیہ کے اسٹیج پر اپنی آنکھوں سے فرہاد کو زنخوں اس وقت بھی مجھے یقین نہیں آیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ یہ چال ہے۔

اسی دن ہمارے ایک فرانسیسی جاسوس نے اطلاع ماسٹروں کی تنظیم کے ایک خفیہ اڈے سے فرہاد کو نکلتے دیکھا بہت ہی نامور اور تجربہ کار ڈاکٹروں کے ساتھ ایک کار میں ہمارے جاسوس نے ان کا تعاقب کیا۔ اپنے ساتھیوں کو اطلاع

کی کار کو نظر میں رکھیں۔

اتنا سوچنے کے بعد چیانگ شی کا، ذرا رک گیا۔ مالش کرنے والے نوجوان سے بولا "بس کرو۔ بیئر کی ٹرے لے آؤ۔"

نوجوان چلا گیا۔ میں نے اس کی پچھلی سوچ کو تازہ کیا۔ وہ دوبارہ تسلسل سے سوچنے لگا "ہمارے کئی جاسوسوں نے یکے بعد دیگرے فرہاد کا تعاقب کیا تاکہ اسے تعاقب کا شبہ نہ ہو۔ بالآخر اس کی کار پہاڑیوں کے درمیان ایک وسیع میدان میں پہنچ کر رک گئی۔ ہمارا جاسوس ایک پہاڑی پر درختوں کے جھنڈ میں چھپ کر دُوربین سے فرہاد اور ان ڈاکٹروں کو دیکھنے لگا۔

وہ لوگ اپنی کار سے باہر آکر چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ فرہاد ان کے قریب تن کر کھڑا ہوا تھا ایک ڈاکٹر اسٹیتھسکوپ کو اپنے کانوں سے لگا کر فرہاد کے دل کی دھڑکنیں سننے لگا۔ پھر وہ شاید مطمئن ہو گیا۔ اس نے فرہاد کو اشارے میں کچھ کہا تو فرہاد نے اسکیپنگ شروع کر دی یعنی پاؤں کے دونوں پنجوں پر کھلاڑیوں کی طرح اچھلنے لگا۔

اس کے بعد ایک ڈاکٹر نے اسے ایک گیند دی۔ اس نے گیند ہاتھ میں لے کر اس کے وزن کا اندازہ کیا۔ پھر اسے پوری قوت سے آسمان کی طرف اچھال دیا۔ کوئی بھی انسانی قوت اس گیند کو اتنی بلندی تک نہیں پھینک سکتی تھی لیکن اس کے بعد جو حیرت انگیز تماشا نظر آیا۔ اس تماشے کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی ذہن تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔

ہوا یہ کہ گیند کے بلندی پر جاتے ہی فرہاد نے اس کی بلندی کی سمت خود چھلانگ لگائی۔ جیسے تیر زمین سے آسمان تک اپنی رفتار دکھاتا جاتا ہے ویسے ہی وہ فضا میں بلند ہو رہا تھا گیند اس سے بہت آگے تھی مگر فرہاد کے اچھلنے کی قوت ناقابلِ فہم تھی ویسے ایک ڈاکٹر اسپیڈ میٹر سے گیند اور فرہاد کی رفتار کو ریکارڈ کر رہا تھا۔ ہمارے جاسوس کے اندازے کے مطابق جب گیند ایک مخصوص بلندی سے واپس آ رہی تھی تو فرہاد نے اسے تقریباً تیس فٹ کی بلندی پر کیچ کر لیا تھا اور بالکل صحیح و سلامت زمین پر واپس آگیا تھا۔

چیانگ شی کا کی سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اس کا ایک ملازم اس کے سامنے بیئر کا گلاس بڑھا رہا تھا۔ میں چند لمحوں تک حیران و پریشان اس بائیونک فرہاد کے متعلق سوچتا رہا۔ سنا تھا کہ شیطان کی چھلانگ سب سے اونچی ہوتی ہے۔ وہ صرف ساتویں آسمان تک نہیں پہنچ سکتا۔ باقی چھ آسمانوں کو چھو لیتا ہے۔ پتہ نہیں وہ بائیونک فرہاد خلا میں کتنی بلندی تک اچھل سکتا تھا۔ ریڈ پاور کے جاسوس نے تیس فٹ کی بلندی کا محض اندازہ کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اونچی سے اونچی عمارت کی چھتوں تک بآسانی پہنچ سکتا تھا۔

چیانگ شی کا پھر ایک بار میری مرضی کے مطابق سوچنے لگا "مائی گاڈ! میرا ذہن تسلیم نہیں کرتا کہ کوئی انسان واقعی ایسا سپر مین بن سکتا ہے بہرحال ہمارے جاسوس نے یہ نظارہ دیکھتے ہی اپنے ساتھی کو دُوربین دی۔ پھر جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر پیرس کے باس سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے بتایا کہ فرہاد کی صلاحیتیں ناقابلِ فہم ہیں۔ اس کے ریکارڈ میں جن صلاحیتوں کا ذکر نہیں ہے، وہ ان صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

اسی وقت دُوربین سے دیکھنے والے ساتھی نے کہا "وہ دیکھو! فرہاد ہماری سمت ایسے دیکھ رہا ہے جیسے ہمیں ٹریس آؤٹ کر رہا ہو۔ وہ کان لگا کر کچھ سن رہا ہے۔"

وہ دونوں اُدھر دیکھنے لگے۔ ان کے اور فرہاد کے درمیان تقریباً ایک میل کا فاصلہ تھا۔ اور اب فرہاد ان کی جانب اتنی تیزی سے دوڑتا آ رہا تھا جیسے بندوق کی گولی آتی ہے۔ وہ دونوں بوکھلا کر بھاگنے لگے کسی طرح گرتے پڑتے اپنی کار تک پہنچے فرہاد کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جب ان دونوں نے کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا تو وہ ان سے آدھ فرلانگ کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔

کار آگے بڑھی اور اس کی رفتار بھی بڑھتی چلی گئی۔ پچاس میل فی گھنٹے کی رفتار کے بعد انہیں مطمئن ہو جانا چاہئے تھا مگر ڈرائیو کرنے والا عقب نما آئینے میں دیکھ کر بوکھلا رہا تھا۔ ٹرانسمیٹر کے سامنے چیخ رہا تھا— "باس! یہ فرہاد بائیونک بن گیا ہے۔ پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑتا چلا آ رہا ہے۔ مارک مین اسے زندہ حاصل کرنا چاہتا ہے مگر وہ ہماری موت بن کر چلا آ رہا ہے۔"

باس نے ہدایت دی کہ کار کی رفتار بڑھا کر اس سے نجات حاصل کرو مگر اس پر فائر نہ کرو۔

کار کی رفتار بڑھ گئی۔ ساٹھ میل، ستر میل، پھر نوّے میل فی گھنٹہ کی رفتار کے بعد بائیونک فرہاد پیچھے رہ گیا۔ اور ایک موڑ پر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس روز ہمارے دونوں جاسوس صحیح و سلامت واپس آگئے۔ مگر وہ فرہاد کیا تھا؟ کیا واقعی بائیونک تھا؟ اس دن کے بعد ہمارے ذہین جاسوسوں نے اس فرہاد کو بہتیرا تلاش کیا لیکن سپر ماسٹر کے کسی خفیہ اڈے میں بھی اس کا سراغ نہ ملا۔ قیاس ہے کہ بائیونک فرہاد کی رہائش گاہ بدل دی گئی ہے۔"

چیانگ شی کا کے دماغ سے رابطہ ٹوٹ گیا کیونکہ ہیلی کاپٹر زمین پر آکر ٹھہر گیا تھا۔ ہم کاک پٹ کھلا تھا کر باہر آگئے۔ مونا نے مجھے بائیونک فرہاد کے متعلق بتایا تھا کہ وہ میلوں دُور کی آوازیں سن لیتا ہے اور اس کی آنکھیں ٹرانسپیرنٹ ہیں۔ وہ دیوار کے آر پار بھی دیکھ سکتا ہے۔ چیانگ شی کا کی سوچ پڑھ کر یہ بات میری سمجھ میں آگئی کہ جب ریڈ پاور کا جاسوس اپنے باس سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہا تھا اس وقت بائیونک فرہاد نے اپنی حیرت انگیز قوتِ سماعت کے ذریعے ایک میل دور سے وہ ٹرانسمیٹر کی گفتگو سن لی تھی۔

بہرحال اب موقع نہیں تھا کہ میں چیانگ شی کا سے رابطہ قائم کر سکتا کیونکہ وان لے نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہمیں کسی اجنبی جگہ پہنچا دیا تھا۔

رومانہ نے یہی سوال دُہرایا "ہم کہاں ہیں؟"

میں نے کہا "ہم وہاں ہیں، جہاں کی خبر ہمیں نہیں معلوم......"

اس نے وان لے سے پوچھا "یہ کون سی جگہ ہے؟"

"ہم کوالالمپور سے پانچ میل کے فاصلے پر ہیں۔ یہ پہاڑی علاقہ ہے آپ آگے بڑھیں گی تو شہر نظر آجائے گا۔"

ہم اس کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ رومانہ نے اپنے بیگ کو شانے سے لٹکاتے ہوئے مجھ سے پوچھا: "مجھے چیانگ پلازہ کے بارے میں بتاؤ۔"

"بتاؤں گا۔ مجھے چیانگ شی کا سے کچھ اور معلومات حاصل کرنی ہیں۔ تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔ پھر میں تم سے باتیں کروں گا۔"

وہ چپ رہی۔ میں چیانگ شی کا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنی شکست کو وقتی طور پر بھولنے اور تھکن اتارنے کے لئے بیئر سے شغل کر رہا تھا مگر انسان کی دلچسپی جس چیز میں ہوتی ہے وہ اسے نہیں بھولتا۔ بیئر کے ہلکے ہلکے سے سرور میں اسے مادام زہریلی (مونا) یاد آرہی تھی وہ اتنی حسین اور پُرشباب تھی کہ چیانگ شی کا چشمِ تصور میں اسے دیکھ رہا تھا۔ اپنی سوچ کی انگلیوں سے اس کے شباب کے ایک ایک حصے کا آپریشن کر رہا تھا اور جھنجلا بھی رہا تھا کہ زندگی میں پہلی بار ایک حسین دوشیزہ اس کی مٹھی سے گیلے صابن کی طرح پھسل گئی تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "وہ سالی بچ نہیں سکتی تھی۔ یہ سب کچھ فرہاد کی بدمعاشی سے ہوا۔"

وہ دانت پیس کر سوچنے لگا: "میں اس بدمعاش کے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا۔"

میں نے کہا: "مگر مجھے اس بات کی تصدیق پہلے کرلینا چاہئے کہ اس بدمعاش کی اصلیت کیا ہے۔ وہ سچ مچ فرہاد تھا۔ یا بائیونک فرہاد یہاں پہنچ گیا ہے۔"

"ہاں......" وہ سوچنے لگا: "وہ۔ وہ اصلی فرہاد تھا۔ بائیونک فرہاد ہوتا تو سامنے آکر مقابلہ کرتا مگر وہ کہیں بیٹھا خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ کی چولیں ہلا رہا تھا۔ وہ یقیناً ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد تھا۔"

اس نے بیئر کے گلاس کو منہ سے لگا لیا۔ میں نے کہا: "مگر نہیں۔ مجھے ہر پہلو کا اچھی طرح جائزہ لینا چاہئے۔ فرہاد اور سپر ماسٹر ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں۔ فرہاد کبھی اس تنظیم کی کسی مادام کی مدد نہیں کرے گا جبکہ اس نے زہریلی کی مدد کی اور اس طرح چیانگ پلازہ کو سپر ماسٹر کا ایک اہم اڈا بنا دیا۔"

وہ سنجیدگی سے سوچنے لگا۔ میں نے کہا: "میں نے کوالالمپور سے ماسٹر ولف کی تنظیم کو اکھاڑ پھینکا تھا اس کا انتقام لینے زہریلی جیسی کمزور عورت تنہا یہاں نہیں آسکتی تھی یقیناً بائیونک فرہاد اس کی پشت پر ہے۔"

وہ قائل ہوکر سوچنے لگا: "میں یہ اہم نکتہ بھول گیا تھا کہ فرہاد ملادم زہریلی کو کچل سکتا ہے مگر اسے چیانگ پلازہ کی مالک بنا کر یہاں سپر ماسٹر کے قدم نہیں جما سکتا دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ یہاں زہریلی جیسی کمزور عورت کے پیچھے کوئی بہت بڑی طاقت بھیجی گئی ہے اور سپر ماسٹر کی سب سے بڑی طاقت فی الحال بائیونک فرہاد ہے۔ مگر وہ ٹیلی پیتھی......؟"

وہ ٹیلی پیتھی کے متعلق سوچنے لگا۔ جس کے باعث اس کی کھوپڑی محروم کر دی گئی تھی میں نے کہا: "بائیونک فرہاد میں کوئی ایسی ذہنی صلاحیت پیدا کی گئی ہے جس کے ذریعے وہ دوسروں کے دماغوں کو متاثر کرتا ہے ہمارے جاسوسوں نے اسے صرف بلندی پر اچھلتے اور چالیس پچاس میل کی رفتار سے دوڑتے دیکھا ہے۔ یہ تو رفتہ رفتہ معلوم ہوگا کہ اس میں اور کیا حیرت انگیز خوبیاں ہیں کیا یہ حیرت انگیز عمل نہیں تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کی طرح میرے دماغ سے کھیلتا رہا؟"

وہ اپنی کھوپڑی سہلاتے ہوئے سوچنے لگا: "ہاں۔ یہ تو ہے مگر مجھ سے بڑی بھول ہوئی میں نے ماسک مین کے پاس رپورٹ بھیج دی ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اصلی فرہاد ملایا میں موجود ہے اور مادام زہریلی کی حمایت میں ہمارا دشمن بنا ہوا ہے۔"

چیانگ شی کا کی سوچ پڑھ کر مجھے غصہ آیا۔ میں اتنی دیر سے اسی کوشش میں تھا کہ ملایا میں میری موجودگی ایک راز بنی رہے۔ لیکن گڑبڑ ہو چکی تھی۔ اب یہ اطمینان سے ہی سوچا جاسکتا تھا کہ میں آئندہ کو دشمنوں سے کیسے چھپا سکتا ہوں۔ اس وقت چیانگ شی کا گلاس کو منہ سے لگائے بیئر کا گھونٹ لے رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں اوپر کی طرف سانس کو کھینچا۔ اس کے ساتھ ہی اسے زور کا ٹھسکا لگا۔ بیئر دماغ تک پہنچ کر ناک کے راستے نکلنے لگی۔ وہ مسلسل کھانس رہا تھا اور اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر آگے کی طرف جھکتا جارہا تھا۔ میں اس کی کھوپڑی سے باہر آگیا۔

اندھیری رات ہمارے ساتھ چل رہی تھی۔ وان لے آگے آگے ٹارچ کی روشنی سے راستہ دکھاتا چل رہا تھا کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم ایک جگہ پہنچ گئے جہاں سے میلوں دور کوالالمپور کا روشن شہر جگنوؤں کی طرح جگمگاتا نظر آرہا تھا۔ اس وقت اس شہر تک پہنچنے کا کوئی راستہ سمجھ میں نہیں آیا۔ کیونکہ جس بلندی پر ہم کھڑے ہوئے تھے اس کے آگے وسیع و عریض پستی تھی۔ ایسی پستی کہ ٹارچ کی روشنی اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

وان لے نے کہا: "یہ گہرائی کئی میل دور تک ہے لیکن چوڑائی ڈیڑھ میل ہے۔"

"تم تو صرف ڈیڑھ میل ایسے کہہ رہے ہو جیسے ڈیڑھ قدم ہو۔ چھلانگ لگا کر دوسری پہاڑی پر پہنچ جائیں گے۔"

"نہیں جناب! اب ہم بائیں طرف چلیں گے۔ یہاں سے تین کلو میٹر کے فاصلے پر ایک پیک ٹرام کا اسٹیشن ہے۔"

تب ہماری سمجھ میں آگیا کہ ہم کوالالمپور کیسے پہنچیں گے۔ بیماری میں بھی ایسی پیک ٹرام دیکھ چکا تھا۔ جو ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی تک پہنچاتی ہے۔ ہم بائیں طرف گھوم کر جانے لگے۔ وان لے نے دور تک ٹارچ کی روشنی پھینکتے ہوئے کہا، "یہ ایک پُر فضا تفریح گاہ ہے یہاں کے قدرتی حُسن سے لطف اندوز ہونے کے لئے کوالالمپور سے روزانہ ہزاروں مرد عورتیں اور بچے پیک ٹراموں کے ذریعے آتے ہیں۔ رات کے باعث ابھی آپ یہاں کے حُسن کو نہیں دیکھ سکیں گے۔"

میں نے رومانہ کی جمناسٹک کمر میں ہاتھ ڈال کر پوچھا: "کیا تمہارے بعد کسی اور حُسن کو دیکھا جاسکتا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی: "ہرجائی بھنورے صاحب! میں نے سے لون جیسی معصوم اور سونیا جیسی خطرناک سوکنوں کو ہنس کر برداشت کرلیا۔ پھر بھلا قدرتی حُسن سے کیا سوتیا پا دکھاؤں گی۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم کافی فراخ دل ہو۔"

"مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ اپنی ٹیلی پیتھی سے کسی وقت بھی میری سوچ پڑھ کر دیکھ لو۔ میں جلنے کڑھنے والی لڑکی نہیں ہوں۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ مجھے یاد آیا کہ رومانہ نے آج تک میری دوسری محبوباؤں کی طرح میرے ہرجائی پن کی شکایت نہیں کی تھی۔ کبھی یہ وعدہ نہیں لیا تھا کہ فرہاد تم صرف میرے رہو اور دوسری لڑکیوں سے پرہیز کرنا شروع کردو۔ یہ عجیب سی بات تھی وہ عورت ہوکر عورت کی فطرت کے خلاف بول رہی تھی۔

میں نے کہا: "تعجب ہے تم عورت کی فطرت کے خلاف بول رہی ہو۔"

"میں عورت کب تھی۔ بحری جہاز میں ایک مرد کی طرح زندگی گزار رہی تھی۔ تم نے وہاں پہنچ کر میرے اندر سوئی ہوئی عورت کو بیدار کرنا شروع کردیا۔ میں تم سے متاثر تھی۔ رفتہ رفتہ میں نے محسوس کیا کہ عورت بن کر تم سے ہار جانے میں مجھے جیت کا مزہ آئے گا۔ ایسے وقت تم نے پہلی بار مجھ سے ہرجائی پن کی بات کہی کہ تم شادی نہیں کرسکتے۔ البتہ ساری عمر دوستی نبھا سکتے ہو۔"

میں نے کہا: "ہاں مجھے یاد ہے رومانہ! مگر میں ہر لڑکی سے ساری عمر دوستی نبھانے کا وعدہ نہیں کرتا۔ اگر وعدہ کیا ہو تو اس وقت یاد نہیں آرہا ہے میں نے ابتدا میں سے لون سے کترانے کی بہت کوشش کی مجھے اس کی معصومیت دیکھ کر ترس آتا تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ کمزور دل کی لڑکی میری جدائی برداشت نہیں کرسکے گی۔ آخر وہی ہوا۔ اسے میری جدائی نے مار ڈالا۔"

رومانہ نے افسوس کیا: "آہ۔ بڑی پیاری بڑی بھولی بھالی سی لڑکی تھی۔ مجھے اکثر یاد آتی ہے۔"

ہم سے لون کی یاد میں چند لمحوں تک خاموش رہے پھر میں نے کہا: "یقین کرو رومانہ! تم اور سونیا ایسی جی دار ہو کہ میں آخری سانس تک تم دونوں کو فراموش نہیں کرسکتا۔ کبھی تم دونوں کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔"

"تب ہی ہمیں چھوڑ کر یہاں جنگل میں چھپے ہوئے تھے۔"

"مجبوری تھی۔ خیال خوانی کی صلاحیت سے محروم ہونے کے بعد میں بھٹک گیا تھا۔"

"کوئی شبانہ بھٹکا رہی تھی۔"

"ہاں! مجھے ملازم سمجھ کر گلے پڑ گئی تھی۔"

رومانہ نے مسکرا کر پوچھا: "کیسی تھی؟"

"اچھی تھی۔ میں کسی ایسی ویسی کی طرف مائل نہیں ہوتا اور جو بہت خوبصورت ہو اسے بھی ہمیشہ کے لئے گلے کا ہار نہیں بناتا۔ شبانہ آنے جانے والیوں کی فہرست میں تھی اس لئے میں نے چلتا کردیا۔"

"بڑے سنگدل ہو۔ بےچاری فراقِ یار میں کہیں تڑپ رہی ہوگی۔ ذرا دماغ کی اسکرین پر اسے دیکھ لو۔"

"ایسی تو بہت سی بےچاریاں ہیں۔ میں بےچارہ وقت ضائع نہیں کرتا۔"

"سونیا سے کب مل رہے ہو؟"

"جب حالات سازگار ہوں گے۔"

"کیا اسے یہاں نہیں بلا سکتے؟"

"یہاں تم ہو۔ تم اسے برداشت کرلوگی۔ مگر وہ کسی کو میرے قریب برداشت نہیں کرتی۔ یہاں آتے ہی ہنگامہ شروع کردے گی۔"

"ہاں۔ میں دیکھ چکی ہوں۔ وہ تمہیں اپنی جاگیر سمجھتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ عورت پہلے اپنے مرد کی فطرت کو سمجھ لے۔ اگر وہ کلی کلی منڈلانے والا بھونرا ہے تو ذرا انجان بن کر اسے ڈھیل دے دے مگر اپنے حقوق اور اپنے حصے کی محبت حاصل کرتی رہے۔"

"تم واقعی سمجھدار ہو رومانہ۔"

"شاید اس لئے سمجھدار ہوں کہ خود کو بیوی نہیں دوست سمجھتی ہوں۔ تم کسی سے بھی دلچسپی لو۔ میں تمہارے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کروں گی۔ بشرطیکہ تم میرا ساتھ نہ چھوڑ دو۔"

"اب تو تمہیں چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو عورت

علامتوں کی شناخت کرکے اپنی زندگی سنوارنے کے رہنما اصول مرتب کریں
باخبری
قیمت ۱۰ روپے
ڈاک خرچ ۱ روپے
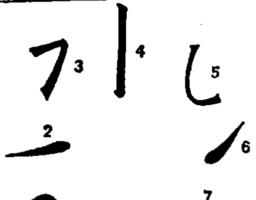

علامتوں کا انتخاب نہ صرف آپ کو صورتِ حال سے آگاہ کرے گا بلکہ یہ بھی بتائے گا کہ ان حالات میں معقول ترین راہِ عمل کیا ہوسکتی ہے۔
ہر اچھے بک اسٹال سے طلب کریں یا ہم سے منگوائیں

اپنے مرد پر پابندیاں عائد نہیں کرتی وہ ہمیشہ دل کی دھڑکن بنی رہتی ہے۔"

ہم چلتے چلتے رک گئے۔ بہت دور ہماری نگاہوں کے سامنے اِدھر اُدھر روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ وان ڈے نے کہا: "ہم پیک ٹرام کے اسٹیشن کے قریب پہنچ رہے ہیں لیکن یہ ٹرامز دن کے آٹھ بجے سے رات کے آٹھ بجے تک چلتی ہیں۔ ہمیں صبح آٹھ بجے تک کہیں وقت گزارنا ہوگا۔"

رومانہ نے پوچھا: "یہاں ہوٹل وغیرہ ہوں گے؟"

"ہاں کئی جدید طرز کے مہنگے ہوٹل ہیں لیکن ہر جگہ ہم سے پوچھا جائے گا کہ ہم رات کے تین بجے کہاں سے آ رہے ہیں جبکہ آٹھ بجے پیک ٹرام کی سروس ختم ہو جاتی ہے۔"

رومانہ نے مجھ سے پوچھا: "کیا خیال ہے۔ ٹیلی پیتھی کام آئے گی؟"

"پتہ نہیں اگر ہوٹلوں کے ملازمین اور پولیس افسران مقامی زبان بولیں گے تو مشکل ہو جائے گی۔"

وان ڈے نے کہا: "یہاں غیر ملکی سرمایہ دار اور سیاح آتے ہیں اس لئے یہاں کے مقامی باشندے انگریزی بولنے کے عادی ہیں۔ آپ کا کام چل سکتا ہے اور اگر آٹھ بجے تک اسی جگہ چپ چاپ وقت گزارنا چاہیں تو پھر ہم کوالالمپور سے آنے والے لوگوں میں شامل ہو جائیں گے۔ پھر ہم پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔"

رومانہ نے کہا: "آٹھ بجنے میں ابھی پانچ گھنٹے باقی ہیں۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔"

میں نے اسے مسکرا کر دیکھا میں بھی کسی آرام دہ بیڈ میں اس کے ساتھ تھکن اُتارنا چاہتا تھا۔ راحت حاصل کرنے کے لئے پہلے کچھ تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ میں نے کہا: "ہاں میں بھی بہت تھک گیا ہوں۔ آگے بڑھتے چلو۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

ہم آگے بڑھ گئے۔ اب بہت سی عمارتوں کی کھڑکیاں اور اسٹریٹ الیکٹرک لیمپ روشن نظر آ رہے تھے۔ تاہم وہ آبادی ابھی ہم سے دور تھی۔ چلتے چلتے ایک بنگلہ نظر آیا۔ میں نے وان ڈے سے کہا: "بہتر ہے کہ اسی بنگلے کے مکینوں کے متعلق کسی طرح معلومات حاصل کی جائیں یہاں ٹھکانہ مل جائے گا تو ہم پولیس والوں سے دور ہی رہیں گے۔"

میں نے آگے بڑھتے ہوئے رومانہ سے کہا: "جانِ من! تم ہم سے آگے نکل جاؤ۔ اگر گیٹ پر دربان ہو تو اس سے پناہ مانگو۔ وہ جواباً کچھ کہے گا تو میں اس کی کھوپڑی میں پہنچ جاؤں گا اور اگر کوئی نہ ہو تو بے دھڑک بنگلے کے دروازے پر پہنچ کر دستک دینا......"

رومانہ نے کہا: "جس بنگلے میں دربان یا چوکیدار نہیں ہوتے وہاں کتے ہوتے ہیں اور کتے ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کی محبوبہ کا لحاظ نہیں کریں گے۔"

"وان ڈے سے ریوالور اور سائیلنسر لے لو۔"

میری بات سن کر وان ڈے نے ریوالور کے ساتھ سائیلنسر لگایا پھر اسے رومانہ کے حوالے کر دیا۔ وہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی ہم سے آگے نکل گئی۔ میں پیچھے تھا مگر۔ اس کا ہم دماغ بنا اس کے اندر موجود تھا۔ وہ چند منٹ کے بعد بنگلے کے گیٹ پر پہنچ گئی۔ گیٹ پر کوئی چوکیدار نہیں تھا لیکن وہاں ایک تختی لگی ہوئی تھی۔ میں نے رومانہ کی سوچ کے ذریعے پڑھا۔ لکھا تھا: "کتوں کا خطرہ نہیں ہے۔ تشریف لے آئیں۔"

رومانہ حیرانی سے سوچ کے ذریعے بولی: "تم نے یہ عجیب عبارت پڑھ لی ہوگی؟"

"ہاں واقعی عجیب بات ہے۔ سارے جہاں کے مالک مکان بن بلائے مہمانوں کو کتوں سے ڈراتے ہیں مگر یہاں تو آدھی رات کے بعد خوش آمدید کہا جا رہا ہے۔"

وہ بولی: "شاید بنگلے کا مالک یہ چاہتا ہو کہ ہم بے دھڑک جائیں۔ پھر اچانک ہی کتوں کو ہم پر چھوڑ دیا جائے۔"

"ہاں۔ یہ ممکن ہے۔ ٹھہرو ہم آ رہے ہیں۔"

میں نے وان ڈے کو بتایا کہ وہاں کس قسم کی عبارت لکھی ہوئی ہے۔ اس نے بھی یہی کہا: "چوروں کو یا ہم جیسے بن بلائے مہمانوں کو پھنسانے کا یہ خوبصورت انداز ہے اس عبارت کو پڑھنے کے بعد خطرہ اور بڑھ گیا ہے۔"

ہم رومانہ کے پاس پہنچ گئے۔ گیٹ کھلا ہوا تھا۔ پہلے میں جانا چاہتا تھا مگر رومانہ آگے نکل گئی۔ وان ڈے تیزی سے قدم بڑھا کر رومانہ سے بھی آگے نکل گیا۔ رومانہ تو خیر مجھ پر جان دیتی تھی، میرے سامنے ڈھال بن کر چلنا چاہتی تھی۔ لیکن وان ڈے کی وفاداری نے مجھے متاثر کیا۔ ہم چاروں طرف محتاط نظروں سے دیکھتے ہوئے بنگلے کے دروازے پر پہنچ گئے۔

دروازے پر دستک دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی کال بیل کے بٹن کے پاس ہی ایک لفافہ لٹک رہا تھا۔ اس پر جلی حروف میں لکھا ہوا تھا: "یہ آپ کے لئے ہے۔"

میں نے اس لفافے کو لے کر کھولا۔ ایک تہہ کیا ہوا کاغذ تھا۔ اس کاغذ کو کھولا تو تحریر بولنے لگی۔

"مسٹر فرہاد! خوش آمدید۔ آپ اپنے دوستوں میں آ گئے ہیں۔ بے خوف و خطر اندر تشریف لے آئیں۔ ڈرائنگ روم کے سینٹر ٹیبل سے تفصیلی گفتگو ہوگی۔"

میں نے وہ رقعہ رومانہ کی طرف بڑھا دیا۔ وہ پڑھنے کے بعد بولی: "یا حیرت۔ یہ پُراسرار دوست کہاں سے پیدا ہو گئے؟"

میں نے جواب دینے کے بجائے دروازے کو آہستگی سے دھکیلا۔ وہ آہستہ آہستہ کھلتا چلا گیا۔ سامنے خوبصورتی سے سجا ہوا ڈرائنگ روم تھا مگر وہ مکینوں سے خالی تھا۔ میں نے دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی: "کوئی ہے؟"

کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے پھر کہا: "دوست بن کر خوش آمدید کہہ رہے ہو تو سامنے آ جاؤ۔"

خالی ڈرائنگ روم میں میری آواز گونج کر رہ گئی۔ وان ڈے کمرے میں داخل ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر وہ ڈرائنگ روم سے گزر کر دوسرے دروازے سے ایک راہداری میں پہنچ گیا۔ میں اسے پڑھ رہا تھا۔ وہ بنگلہ ایک ڈرائنگ روم اور دو بیڈ روم پر مشتمل تھا۔ وہ بیڈ روم، باتھ روم اور کچن وغیرہ میں جھانک آیا۔ ہمارے سوا وہاں کسی بھی اجنبی کا وجود نہ تھا۔

میں اور رومانہ ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ سینٹر ٹیبل پر ایک اور لفافہ رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر کھولا۔ رومانہ ریوالور لئے مستعد کھڑی ہوئی تھی۔ میں آرام دہ صوفے پر اطمینان سے بیٹھ کر پڑھنے لگا۔ سب سے پہلے حیرانی کی یہ بات بتا دوں کہ وہ خط اردو زبان میں لکھا ہوا تھا۔

میری نگاہوں کے سامنے جیسے پھول کھلنے لگے۔ رنگ بکھرنے لگے۔ یوں لگ رہا تھا کہ صدیوں بعد اپنی محبوب اردو کا حسین چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ خط دوستی لائے گا یا دشمنی۔ مگر میں نے اس زبان کو چوم لیا۔ رومانہ نے حیرانی سے پوچھا: "کسی محبوبہ نے لکھا ہے کیا؟"

"محبوبہ نہیں، ماں ہے۔ یہ خط میری مادری زبان میں لکھا ہوا ہے۔"

یہ کہہ کر میں اسے پڑھنے لگا۔ لکھا ہوا تھا۔

"محترمی فرہاد صاحب!

آپ آئے ہمارے گھر میں خدا کی قدرت ہے کیونکہ آپ کو پانا اور آپ کی میزبانی کا شرف حاصل کرنا خدا کی قدرت ہی سے ممکن ہے۔

اب آپ کام کی بات سن لیں۔ شاید آپ نے آج شام کا اخبار نہیں دیکھا ہے اسی لئے اپنا اصلی چہرہ لئے آزادی سے گھوم رہے ہیں۔ آپ ایسا کریں کہ سینٹر ٹیبل کے نیچے آج شام کا اخبار رکھا ہوا ہے پہلے اسے اٹھا کر پہلے صفحے پر ایک نظر ڈال لیں......"

میں نے خط کو ادھورا چھوڑ کر سینٹر ٹیبل کے نیچے دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر اخبار وہاں سے نکال لیا۔ اس کے پہلے صفحے پر میری بڑی سی تصویر شائع کی گئی تھی۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ ان دنوں ملایا کے اخبارات کے موضوعات اغوا شدہ طیارہ ڈبل جوئیل اور آتم (عازم) تھے۔ اسی لئے عازم کی بڑی سی تصویر شائع کی گئی تھی۔

ظاہر تھا کہ شبانہ نے وہ تصویر الفقرہ پریس کو دی ہوگی۔ جو پریس کے ذریعے ملایا پہنچ گئی تھی۔ مجھے چاہئے تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے شبانہ کو تصویر پریس تک پہنچانے سے روک دیتا مگر میری ہزارہا مصروفیات نے یہ بات میرے ذہن سے نکال دی تھی۔ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت......

اخبار میں میری تصویر کے ساتھ ان کارناموں کی تفصیل بیان کی گئی تھی جو میں نے ملایا کے جنگل میں انجام دیئے تھے۔ میں وہ تفصیل کیا پڑھتا۔ جو پ...

اخبارات کی اشاعت میں اضافہ کرتی ہیں انہیں بارہ مسالے کی چاٹ بنا کر پیش کیا جاتا ہے میرے سمجھنے کی بات صرف یہ تھی کہ اس تصویر کی اشاعت نے میرا کیا کرایا ڈبو دیا تھا۔ عام لوگ تو اسے عازم کی تصویر سمجھتے۔ لیکن ریڈ پاور اور ماسٹرز کی تنظیمیں اس تصویر کے پیچھے اصلی فرہاد کو دیکھ لیتیں۔ بلکہ اب تک سب ہی دیکھ اور سمجھ چکے ہوں گے۔

میں نے وہ اخبار رومانہ کی طرف بڑھا دیا۔ پھر اس خط کا سلسلہ جہاں سے ٹوٹا تھا وہاں سے پڑھنے لگا میرے اجنبی میزبان نے لکھا تھا۔

"جی ہاں فرہاد صاحب! یہ آپ کی تصویر ہے۔ اسے سامنے رکھ کر سوچیں سپر ماسٹر کو اب تک معلوم ہو چکا ہوگا کہ اس نے عازم کو زندہ بنا دیا ہے۔ ماسک مین کو پتہ چل گیا ہوگا کہ پیانگ شی کا جیسے عیار، ضدی اور ناقابلِ شکست انسان کو آپ نے ہی پیانگ پلازہ سے بھگا دیا ہے۔ اور ہلام زہلی کو اس عمارت کی مالکہ بنا کر ریڈ پاور کو لاکھوں ڈالر اور بے شمار انسانی جانوں کا نقصان پہنچایا ہے کیا دونوں تنظیموں کے کتے آپ کو بھنبھوڑ ڈالنے کے لئے تلاش نہیں کر رہے ہوں گے؟

آپ کا آزادی سے گھومنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے میں نے آپ کی عارضی رہائش کا انتظام کر دیا ہے۔ یہاں کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کا تمام سامان موجود ہے۔ آپ شراب نہیں پیتے۔ آپ کے ساتھ ایک حسینہ موجود ہے اس لئے میں نے دوسری کا انتظام نہیں کیا۔ جب بھی آپ چاہیں گے، حسیناؤں کی قطاریں لگا دی جائیں گی۔

صبح ایک ملازم حاضر ہو جائے گا۔ بے چارہ گونگا اور بہرہ ہے۔ وہ وہاں کی صفائی کرے گا۔ آپ کو مزید جن چیزوں کی ضرورت ہو ان کی فہرست اس ملازم کو دیدیں۔ مختلف ماسک اور میک اپ کا سامان بھی پہنچا دیا جائے گا۔ آپ جو بہروپ بھریں گے اسی روپ میں آپ کی تصویریں اتار کر آپ کے لئے انٹرنیشنل پاسپورٹ بنا دیا جائے گا۔

جب تک میں زندہ ہوں۔ ریڈ پاور کا ماسک مین اور ماسٹرز...!

لاکھوں قارئین کے دلوں کی دھڑکن
محی الدین نواب
کی ۱۰ سلگتی معنی کہانیوں کا مجموعہ
منگوانے کا پتہ
مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس نمبر ۹۴۲ کراچی
قیمت/۸۰ روپے
شائع ہو چکا ہے!
قریبی بکسٹال سے طلب کریں یا براہِ راست منگوائیں

سپر ماسٹر آپ کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ آپ بے فکر ہو کر اطمینان سے آرام کریں۔ میں اپنی ہزار آنکھوں سے آپ کا پہرہ دے رہا ہوں۔

فقط۔ آپ کا خیر خواہ...."

میں خط پڑھنے کے بعد صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا عجیب الّو کا پٹھا ہے۔ جب خیر خواہ ہی ٹھہرا تو پھر منہ کیوں چھپا رہا ہے۔ خوب مہربان تھا کہ اپنا نام تک نہ لکھا۔

- - - - - - - - - - - -

میں نے وان دے سے کہا "تم ایک بیڈ روم میں جا کر آرام کرو۔ صبح جس وقت چاہو، اٹھ کر چلے جانا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم پے ناگ میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ایک ہفتہ گزارو۔ اس کے بعد بہت محتاط ہو کر فاریسٹ آفیسر سے ملاقات کرنا۔ کوئی تمہارا تعاقب یا نگرانی نہ کر سکے اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد زمین دوز اڈے میں ٹرانسمٹر کے ذریعے ٹائیگر سے رابطہ قائم کرنا، اب جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ رومانہ نے کہا "مسخرے ہنساتے ہیں مگر یہ تو کوئی سنجیدہ مسخرا ہے۔ بڑی سنجیدگی سے مذاق کر رہا ہے۔ کوئی آئیڈیا ہے کہ یہ کون ہو سکتا ہے؟"

میں نے انکار میں سر ہلایا "نہیں۔ یہ خط پڑھنے سے پہلے میں سمجھ رہا تھا کہ یہ سب سپر ماسٹر، ماسک مین کی چالیں ہیں مگر اس انجانے خیر خواہ کا تعلق ان دونوں خطرناک تنظیموں سے نہیں ہے۔ یہ کسی تیسرے گروہ کا خطرناک مسخرا ہے۔ یہ جو میرے لئے اتنی زحمتیں اٹھا رہا ہے تو ضرور مجھ سے کوئی بڑا فائدہ حاصل کرنا چاہے گا۔ یہ مجھ سے مہربانیاں کرتے کرتے کسی کھائی میں گرا دے گا۔ اس دنیا میں کوئی بے مقصد کسی کے لئے کچھ نہیں کرتا۔"

میں صوفے سے اٹھ کر خواب گاہ میں آیا۔ وہ خواب گاہ آرائش اور ضرورت کے تمام سامان سے آراستہ تھی وہ نادیدہ میزبان صرف میری ضرورت کو ہی نہیں، میری فطرت کو میرے ذوقِ حسن کو بھی خوب سمجھتا تھا۔ شاید اسی لئے چاروں طرف دیواروں پر عمر خیام کے شراب و شباب کی جذبات انگیز تصویریں آویزاں کی گئی تھیں۔

میں نے ریڈیو گرام کو آن کیا۔ رومانی ماحول کی رنگین فضا میں ہلکی ہلکی موسیقی سرگوشیاں کرنے لگیں۔ ایک گلوکارہ ہولے ہولے بول رہی تھی "اے مسافر! دم بہ دم چلتے رہنے والے مسافر ذرا تھم جا......

دیکھ تیرے لئے ریشمی زلفوں کا سایہ اور گوری باہوں کا تکیہ ہے۔

سو جا......

میں جانتی ہوں تو آگ اور خون کے دریا سے ہر لمحہ گزرتا رہتا ہے۔

مگر تیری زندگی کا کوئی لمحہ میری جوانی کے نام بھی ہو تو میں بے نام نہیں رہوں گی۔

تیرے نام سے امر ہو جاؤں گی......"

خواب گاہ کے دروازے کے حریری پردے لہرانے لگے۔ ان لہروں کے درمیان رومانہ سپنوں کی شہزادی کی طرح جھلک رہی تھی۔ میں نے [illegible] کر دیا۔ اندھیرا چھا گیا میں نے سوئچ آن کر دیا ہلکی نیلی رومانی [illegible] خوابوں کے دھندلکے کی طرح پھیل گئی۔ میں فوم کی ملائم سیج پر [illegible] وہ نیلی دھند کے غبار میں چور جذبوں کی طرح ہولے ہولے [illegible]

ریڈیو گرام کے پیچھے سے کوئی گلوکارہ دھیمی [illegible] گنگنا رہی تھی۔

"دم بدم چلتے رہنے والے مسافر!

تجھے نہیں معلوم میں تیرے لئے صرف تیرے لئے پیدا [illegible]

بچپن سے تیرے لئے پروان چڑھتی رہی۔

جب بچپن کے تن سے جوانی کا بدن جھانکنے لگا [illegible]

ہاں پہلی بار دل نے سمجھایا کہ یہ سارا مال و اسباب [illegible]

تو کبھی آئے گا اور میرے وجود کی دھرتی سے [illegible]

ایک دانہ چگ لے گا۔

اور تو ابھی آ گیا ہے......"

میں اس کے لئے آ گیا تھا۔ وہ میرے لئے آ گئی تھی۔ [illegible] کے لئے آئے تھے۔ مگر رات جا رہی تھی۔ چار بج چکے تھے اور [illegible] ہونے والی تھی میرے انجانے میزبان سے ایک غلطی ہو گئی۔ [illegible] دیوار گھڑی لگا دی تھی۔ جس کے باعث ہمیں گزرتے ہوئے وقت [illegible] ہو گیا۔ حالانکہ ایسے وقت صدیوں پرانے بوڑھے وقت کو [illegible] بند کر دیا جاتا ہے اور شباب کی بوتل کھول دی جاتی ہے۔

میں نے سوئچ آف کر دیا۔ نیلی روشنی بھی بجھ گئی [illegible] گم ہو گئی۔ وقت مر گیا۔ ملائم سیج کی ہتھیلی پر صرف ہم زندہ [illegible] سورج کی پہلی کرن آنکھ نہ کھولتی تب تک رات بھی جاگتی رہتی [illegible] میرے پڑھنے والے میرے حالات سے اچھی طرح واقف [illegible] تصور کر سکتے ہیں کہ جلتے سورج کے نیچے تپتے ہوئے ریگستان میں [illegible] چھاؤں اور ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا نصیب ہو جائے تو اس [illegible] لئے زندگی کا وہ سب سے بڑا انعام ہوتا ہے۔ اس وقت رومانہ میرا انعام بن کر آئی تھی۔

وہ سمندر کی سطح کی طرح پُرسکون بھی تھی اور سمندر کی [illegible] طوفان پرور بھی تھی۔ وہ منہ زور لہروں کی طرح آتی تھی۔ [illegible] پلٹ کر گرفت سے نکل جاتی تھی۔ بڑی دلکش اور عجیب [illegible] للچاتی تھی۔ مگر ترساتی نہیں تھی۔

جوانی میں سب پر جوانی آتی ہے۔ البتہ حسن کسی [illegible] کو نہیں ملتا، حسن اور جوانی کے باہمی ملاپ سے دلکشی [illegible] زندگی میں ایسی ہی بلائیں آئیں جو بیک وقت حسین بھی تھیں [illegible] لیکن رومانہ ان سب سے سوا تھی۔ خود کو پیش کرنے کے دوران ایسی دلربائی ہوتی تھی کہ جسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا [illegible]

بیان کرنا چاہتا ہوں تو بیان سے پہلے ہی اس کی اداؤں کے طلسم ہوشربا میں گم ہو جاتا ہوں اور الفاظ اظہار کے پیاسے رہ جاتے ہیں۔

ہر شخص فطرتاً اپنے منہ سے اپنی تھوڑی بہت تعریفیں ضرور کرتا ہے اپنے منہ میاں مٹھو بننا کہتے ہیں آج میں ذرا سا مٹھو بن کر یہ کہتا ہوں میں مستقل مزاج اور قوت ارادی کا مالک ہوں اگرچہ حسین عورتیں میری زندگی میں [illegible] لیکن میں کسی کو ڈھول بنا کر گلے سے نہیں لٹکاتا۔ اس طرح سے گلے بڑھا کر کلیجے سے لگاتا ہوں اور اسی طرح سے رخصت کر دیتا ہوں لیکن اس رات کے بعد رومانہ میری دائمی ضرورت بن گئی میں نے بارہا اسے بھلانے یا اس سے دور رہنے کی کوششیں کیں لیکن میں دانستہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ یہ دوسری بات ہے کہ حالات نے ہمیں عارضی طور پر جدا کر دیا۔ مگر میں ہی اس سے ملنے کی صورت نکالتا رہا یعنی اس کی طلب نے بار بار مجھے مجبور کیا تو میں نے زندگی میں پہلی بار دیوانگی کو سمجھا۔

بہر حال دیکھتے ہی دیکھتے صبح ہو گئی۔ میں نے اپنی دلنواز محبوبہ کو اپنے بازو کا تکیہ دیا وہ میرے سینے سے لگ کر سو گئی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لے کر ہدایت دی کہ وہ چھ گھنٹے تک آرام سے سوتی رہے۔ اس کے بعد سونیا کی خبر لینا تھی بہت دیر ہو چکی تھی۔ تقریباً بارہ گھنٹے ہو گئے تھے مجھے سونیا اور رس ونتی سے رابطہ قائم کرنے کا موقع نہیں ملا تھا موقع ملتے ہی میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

پچھلی بار جب میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا تھا اس وقت وہ عازم کے متعلق شبہے میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اس کا یہ شبہ ختم ہو سکتا تھا وہ عازم کو فرہاد ہی سمجھتی رہتی لیکن میں یہ معلوم کر کے پریشان ہو گیا کہ عازم کا نخنہ پن عارضی تھا جمشید جبران کے خاص ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد یقین سے کہا تھا کہ دوبارہ آپریشن کے ذریعے عازم اپنی مردانہ صلاحیتوں کی طرف لوٹ آئے گا۔

میں بھی یہی چاہتا تھا بے چارہ اپنی گمشدہ مردانگی کو پا لیتا۔ میرا مثل بن کر پیدا ہونا ایک جرم ہو گیا تھا۔ وہ بڑی شرمناک سزا پا چکا تھا۔ میرے لئے یہ بات تشویشناک تھی کہ سونیا اسے فرہاد سمجھ کر اس کے قریب ہو گئی تھی۔ جب وہ آپریشن کے بعد نارمل ہو جائے گا تو یقیناً اپنی پہلی بیوی سونیا پر ہی آزمائے گا۔

میرے لئے یہی صورت رہ گئی تھی کہ میں سونیا کو اس کی طرف سے شبہ میں مبتلا کر دوں اور آپریشن کا نتیجہ سامنے آنے سے پہلے سونیا کو کسی طرح عازم کی اصلیت بتا دوں۔ فی الحال اطمینان تھا کہ آپریشن کے بعد عازم کو نارمل ہونے میں کچھ دن لگیں گے اسی لئے میں مطمئن ہو کر سونیا کی طرف سے چند گھنٹے تک غافل رہا تھا۔

چار گھنٹے پہلے ایک اور اہم واقعہ پیش آیا تھا۔ سونیا نے جمشید جبران کی راہ ہموار کی، اسے بتا دیا تھا کہ رس ونتی ٹیلی پیتھی جاننے والی خطرناک عورت ہے مگر ان دنوں کسی حادثے کے باعث عارضی طور پر خیال خوانی کی صلاحیت سے محروم ہو گئی ہے دانیال اسے کسی یہودی کے پاس کروڑوں ڈالر کے عوض فروخت کر رہا ہے۔

غلاموں اور کنیزوں کو فروخت کرنے کے سلسلے میں مصر کے بازار کو تاریخی حیثیت حاصل ہے شاید وہاں کی آب و ہوا کچھ ایسی ہو گی کہ دانیال بھی.... رس ونتی کو بیچ رہا تھا۔ کسی یہودی سے سودا طے ہو چکا تھا لیکن اس سے پہلے ہی جبران نے اپنے آدمیوں کے ساتھ دانیال کی کوٹھی پر چھاپہ مارا، اور رس ونتی کو وہاں سے لے جا کر اپنے ایک خفیہ اڈے میں پہنچا دیا۔

سونیا نے جبران کو سمجھا دیا تھا کہ رس ونتی کی خیال خوانی کی صلاحیت کسی وقت بھی واپس آ سکتی ہے اس لئے جبران اس کا سامنا نہ کرے اور نہ ہی اپنی آواز سنائے۔ جبران نے اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ جب وہ دانیال کی کوٹھی میں رس ونتی کو حاصل کرنے گیا تو نقاب پہنے ہوئے تھا لیکن وہ پردے میں رہنے کا عادی نہیں تھا۔ رس ونتی کو اپنے خفیہ اڈے میں پہنچانے کے بعد وہ سونیا کے پاس آیا۔ چونکہ ٹیلی پیتھی کے متعلق زیادہ معلومات نہیں تھیں اس لئے وہ بھول گیا تھا کہ سونیا کے سامنے جا کر باتیں کرے گا۔ تو رس ونتی سونیا کے ذریعے اس کے دماغ تک پہنچ جائے گی۔

سونیا نے جبران کو دیکھتے ہی ہاتھ کے اشارے سے کہا "واپس جاؤ۔"

جبران کی سمجھ میں نہ آیا کہ اشارے میں واپس جانے کے لئے کیوں کہہ رہی ہے؟ اس نے آہستگی سے پوچھا۔ "کیا بات ہے سونیا! کیا یہاں ہمارے لئے کوئی خطرہ ہے؟"

سونیا نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا "کیا تمہیں یاد نہیں ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ مجھ سے باتیں کرو گے تو وہ چڑیل میری سوچ کے ذریعے تمہاری آواز اور لہجے کو اپنی گرفت میں لے لے گی۔ پھر تمہارے دماغ تک پہنچ جائے گی۔"

جبران ایک صوفے پر بیٹھ کر سوچنے لگا پھر اس نے کہا "ہاں، میں بھول گیا تھا لیکن اس بھول کے باوجود مجھے اطمینان ہے کہ وہ میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گی۔"

"یہ اطمینان کیسے ہوا؟"

"میں نے رس ونتی کو دیکھا ہے وہ بیمار اور کمزور ہے اگر اس کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہوتا تو وہ بستر پر آرام سے لیٹے ہی لیٹے دانیال کو سودے بازی کی سزا ضرور دیتی۔ اب تک اس کی طرف سے دانیال کے کسی آدمی کو نقصان نہیں پہنچا ہے۔"

سونیا نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا "اگر یہ درست ہے تو رس ونتی کو اپنے طور پر بھی آزما لو۔ اپنے کسی آدمی کو اس کے سامنے بے نقاب بھیجو۔ تمہارا آدمی اس کے مزاج کے خلاف کوئی حرکت کرے گا تو وہ غصے میں آ کر یقیناً ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرے گی۔ اگر ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گی تو بے بسی سے صرف روتی رہ جائے گی۔"

جبران نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا "ہاں۔ اس طرح اسے آزمایا جا سکتا ہے۔ سونیا! ایک بات ہے رس ونتی کا حُسن و شباب ایسا ظالم ہے کہ ٹھائیں سے گولی کی طرح لگتا ہے سچ پوچھو تو میں گھائل ہو گیا ہوں۔"

سونیا مسکراتی ہوئی اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئی "اچھا، تو تم گھائل ہو گئے ہو۔ اب صاف صاف بتادو۔ کیا خود ہی جا کر اسے چھیڑنے کا ارادہ ہے؟"

"ہاں۔ میرا دل یہی کہتا ہے کہ میرے سوا کوئی اسے ہاتھ نہ لگائے۔"

"اگر تمہیں پسند ہے تو اسے چھیڑنے کا خطرہ مول لو۔ مگر میری ایک بات یاد رکھنا اس کی مرضی کے خلاف اس کی عزت کی طرف ہاتھ نہ بڑھانا۔ میں اسے پسند نہیں کروں گی۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو سونیا! جبکہ وہ تمہارے فرہاد سے دشمنی کر چکی ہے۔"

"میں اسے گولی مار کر انتقام لے سکتی ہوں مگر ایک عورت کے ناطے اس کی عزت کی دشمن نہیں بنوں گی۔"

"اگر وہ مجھے پسند کرے تو.....؟"

"ہوں۔ تم خوبرو اور اسمارٹ ہو، وہ تمہیں پسند کر سکتی ہے۔"

"پھر تو تم انتقام لینے کے لئے اسے گولی نہیں مارو گی؟"

وہ ہنس کر بولی۔ "تم اچھے دوست ہو تمہاری خاطر میں اسے معاف کر دوں گی۔"

اتنے میں ڈاکٹر زبیری آگیا۔ "ہیلو سونیا! ہیلو جبران!"

جبران نے کہا "کم آن ڈاکٹر! فرہاد خیریت سے ہے نا؟"

"جی ہاں۔ سونیا کے لئے خوش خبری ہے آپریشن کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ میں جو انجکشن دے رہا ہوں۔ ان کا ری ایکشن ظاہر کر رہا ہے کہ فرہاد ہفتے دو ہفتے میں اپنی مردانہ شخصیت کی طرف لوٹ جائے گا۔"

سونیا مسکرا کر بولی "تھینک یو ڈاکٹر۔ آپ واقعی تجربے کار اور باصلاحیت ڈاکٹر ہیں۔"

ڈاکٹر نے پوچھا "ایک بات بتاؤ۔ کیا فرہاد کا کوئی ہم شکل بھائی بھی ہے؟"

"نہیں۔ اس کا اپنا کوئی سگا بھائی نہیں ہے، آپ نے یہ سوال کیوں کیا؟"

"ابھی میں پبلک لائبریری سے آرہا ہوں۔ وہاں میں نے لندن سے شائع ہونے والے ایک اخبار میں فرہاد کی تصویر دیکھی ہے۔ اس تصویر کے نیچے اس کا نام آجم لکھا ہے۔"

آجم جیسا نام سن کر سونیا کے ذہن میں عازم کا نام ابھرا۔ عازم بھی بارہا کہہ چکا تھا کہ وہ فرہاد نہیں عازم ہے وہ بولی "ڈاکٹر! ہو سکتا ہے کہ اخبار میں عازم لکھا ہو آپ نے اسے آجم پڑھ لیا ہو۔"

ڈاکٹر اس کی بات سن کر چونک گیا پھر اس نے کہا "نہیں۔ لنضجے آئی۔ ایم آجم لکھا ہوا ہے۔"

سونیا نے پوچھا "تو پھر آپ عازم کا نام سن کر کیوں...؟"

وہ بولا "پرسوں شام میں یہاں فرہاد کا معائنہ کرنے آیا تھا۔ اس وقت اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ فرہاد نہیں عازم ہے۔ فرہاد اردو زبان بولتا اور لکھتا ہوگا مگر مجھے ترکی، عربی، انگریزی اور فرانسیسی علاوہ کوئی پانچویں زبان نہیں آتی ہے۔"

سونیا نے صوفے پر بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے پوچھا "... شائع ہونے والی تصویر کے بارے میں کچھ لکھا ہوگا؟"

"ہاں۔ ایک ہفتہ پہلے ایک طیارے کو اغوا کر کے ملایا کے جنگل میں پہنچایا گیا تھا۔"

"کیا عازم نے طیارے کو اغوا کیا تھا؟"

"نہیں۔ چند نامعلوم مجرموں نے ایسا کیا۔ آجم یا عازم کی تصویر ایک ہیرو کی حیثیت سے شائع کی گئی ہے۔ اخبار میں لکھا ہے کہ عازم نے طیارے کے بے شمار مسافروں کی جانیں بچائیں۔ یورپ اور ایشیا کے تین بڑے سرمایہ داروں کو اس نے مجرموں کی قید سے رہائی دلائی۔ وہ جنگل میں کارنامے انجام دے رہا ہے لیکن وہاں کی حکومت اور قانون کے حامیوں سے اب تک اس نے رابطہ قائم نہیں کیا ہے دوسرے لفظوں میں ہیرو ہونے کے باوجود چھپتا پھر رہا ہے اس کی تصویر شائع ہونے سے پہلے اسے صورت سے نہیں پہچانا جاتا تھا۔"

جبران نے پوچھا "اخبار والوں کو اس کی تصویر کہاں سے ملی؟"

ڈاکٹر نے جواب دیا "لندن کے اخبار نے تصویر کے ساتھ پریس کا حوالہ دیا ہے اور القرہ میں رہنے والی عازم کی بیوی شبانہ کا بیان شائع کیا ہے۔"

چند ساعتوں کے لئے سونیا کا منہ کھلا رہ گیا پھر وہ بولی "فرہاد یہاں، زیر علاج ہے وہ مجھ سے بھی کئی بار کہہ چکا ہے کہ اس کا نام عازم ہے وہ القرہ کا رہنے والا ہے اور اس کی بیوی کا نام شبانہ ہے۔"

"کیا واقعی؟" جبران نے حیرانی سے کہا "یہ ڈاکٹر صاحب کہہ رہے ہیں کہ جسے ہم فرہاد کہہ رہے ہیں اس نے خود کو عازم کہا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ سپر ماسٹر اور ہم سب اب تک دھوکہ کھاتے رہے ہیں۔ ہم واقعی دھوکہ کھا رہے ہیں تو دوسری طرف القرہ میں عازم کی بیوی بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اس شخص کو عازم سمجھ رہی ہے، جو ملایا میں ہے۔"

"ملایا......" سونیا ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ دانت پیس کر بولی "سؤر کی بچی......"

جبران نے حیرانی سے پوچھا "تم کسے گالی دے رہی ہو؟"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی "ردمانہ کو۔ وہ حرامزادی یہاں سے ملایا گئی ہے۔ کیا تم نے اس کے لئے کوالالمپور تک سیٹ ریزرو نہیں کرائی تھی؟"

"اوہ۔" جبران نے تعجب سے پوچھا "تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ ردمانہ کو پرسوں ہی پتہ چل گیا تھا کہ اصل فرہاد ملایا میں ہے۔"

"ہاں۔ اس مکارہ نے کتنی معصومیت سے کہا تھا کہ فرہاد اب اس قابل نہیں رہا کہ میں اس کی شریکِ حیات یا محبوبہ بننے کے خواب دیکھ سکوں۔ میں اپنی زندگی برباد نہیں کروں گی۔ کوئی اچھا ساتھی ملا تو میں اسے جیون ساتھی بنالوں گی۔ وہ کمینی یہ باتیں بنا کر چلی گئی اور میں اس خوش فہمی میں مبتلا رہی کہ میرے اور فرہاد کے راستے کا ایک بڑا کانٹا نکل گیا ہے۔"

"لیکن ردمانہ کو کیسے پتہ چلا کہ اصل فرہاد ملایا میں ہے؟"

"شاید یہاں کے اخبار میں اغوا شدہ طیارے اور عازم کے متعلق کوئی خبر شائع ہوئی ہو۔ میں نے کئی دن سے اخبار نہیں پڑھا ہے۔"

جبران نے کہا "پرسوں میں ماسٹر زدرا کو شکست دینے میں اس قدر مصروف رہا کہ اخبار نہ دیکھ سکا اور ردمانہ بھی پرسوں گئی ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے ملازم کو بلا کر کہا "پرسوں کا اخبار لے آؤ۔"

ملازم نے کہا "وہ تو گھر میں نہیں ہے جناب! اسے ردمانہ صاحبہ لے گئی ہیں۔"

سونیا غصے سے بولی "دیکھا جبران! وہ کتنی مکار ہے۔ اس نے ہمیں اخبار کی ہوا بھی نہ لگنے دی۔ چلو اٹھو میرے لئے آج کی پہلی فلائیٹ سے ملایا کے لئے سیٹ ریزرو کراؤ۔ اب میں یہاں ایک منٹ بھی نہیں رہ سکوں گی۔"

جبران اپنی جگہ سے اٹھ [illegible] کے پاس گیا۔ ریسیور اٹھا کر کسی ٹریول ایجنسی کے نمبر ڈائل کئے پھر بولا "[illegible] جمشید جبران بول رہا ہوں اپنے آفیسر کو فون دے دو۔"

تھوڑے وقفے کے بعد اس نے کہا "[illegible] آج ہی کی کسی بھی فلائیٹ سے کوالالمپور کا ایک ٹکٹ چاہئے۔ [illegible] یا مجبوری نہیں سنوں گا۔"

وہ دوسری طرف کی باتیں سننے لگا۔ پھر اس [illegible] یہ ادا کر کے ریسیور رکھنے کے بعد کہا "سونیا! آج رات [illegible] بازر ما تک جانے گا پھر وہاں سے تم پی او اے سی کے ذریعے کوالالمپور پہنچ سکتی ہو۔"

ڈاکٹر نے کہا "یہ تو عجیب چکر ہو گیا یعنی اب میں دنیا کے فرہاد کا نہیں بلکہ کسی شبانہ کے عازم کا علاج کر رہا ہوں۔"

سونیا نے کہا "پلیز ڈاکٹر! آپ میرے ساتھ پبلک لائبریری چلیں میں فرہاد کے متعلق شائع ہونے والی خبریں پڑھنا چاہتی ہوں۔"

"ذرا ایک منٹ۔" جبران نے کہا "ڈاکٹر! میری سبز کوٹھی میں ایک لڑکی مریضہ ہے وہ میرے لئے بہت اہم ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ خصوصی توجہ سے اس کا علاج کریں۔"

ڈاکٹر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "اچھی بات ہے۔ میں سونیا کو پبلک لائبریری پہنچا کر مریضہ کو اٹینڈ کر لوں گا۔"

سونیا ڈاکٹر کے ساتھ جانا چاہتی تھی۔ اسی وقت ملازم نے آکر جبران سے کہا "جناب! ٹرانسمیٹر پر کوئی ماسٹر آپ کو اور مادام سونیا کو کال کر رہا ہے۔"

وہ سب تیزی سے چلتے ہوئے کوٹھی کے آخری کمرے میں پہنچے۔ وہاں جبران کا ایک ماتحت ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کر رہا تھا۔ جبران نے ٹرانسمیٹر کے سامنے پہنچ کر ایئر فون پہنا۔ پھر مائیک کو منہ کے سامنے لا کر کہا "یس جبران اسپیکنگ۔ یور انٹروڈکشن پلیز۔ اوور۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "میرا تعارف اتنا ہی کافی ہے کہ میں سپر ماسٹر کا ادنیٰ غلام ہوں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں کہ بہت تیز نہ چلا کرو۔ منہ کے بل گرو گے۔ تم نے سونیا کو پناہ دی، ہم خاموش رہے۔ تم نے اسکندریہ سے ماسٹر زدرا کے قدم اکھاڑ دیئے، ہم خاموش تماشائی بنے رہے۔ ابھی ڈیانال نے ہمارے سامنے دم توڑتے ہوئے بتایا ہے کہ رس ونتی تمہاری قید میں ہے۔ فرہاد کے بعد وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی دوسری ہستی ہے۔ ہم اس دنیا کے کسی بھی برِّاعظم کے عوض اسے خرید سکتے ہیں۔ تمہاری دانشمندی یہ ہوگی کہ ہماری دشمنی کو چیلنج نہیں کرو گے۔ رس ونتی کی منہ مانگی قیمت لے کر اسے ہمارے حوالے کر دو اور بڑی خوشی سے اسکندریہ کے بے تاج بادشاہ بنے رہو۔ ہم کبھی تمہارے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے ہم تمہیں صرف دس منٹ تک سوچنے کی مہلت دیتے ہیں دس منٹ کے لئے مائیک سونیا کو دے دو۔"

جبران نے سونیا کو مائیک اور ایئر فون دے دیا، وہ بولی "ہیلو۔ میں سونیا بول رہی ہوں۔ اوور۔"

"ہیلو سونیا! تمہیں اب تک معلوم ہو چکا ہوگا کہ ہم سب کسی عازم کو فرہاد سمجھتے رہے اگر یہ نہ معلوم ہوا ہو تو آج کا کوئی غیر ملکی اخبار پڑھ لینا اور پڑھنے کے بعد ملایا کی طرف جانے کی زحمت نہ اٹھانا۔ ہم تمہیں خوشخبری سناتے ہیں کہ کل صبح دس بجے فرہاد اسکندریہ پہنچنے والا ہے۔ کیا تم کل دس بجے تک ہماری بات کا یقین کرو گی؟ اوور۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم درست کہہ رہے ہو یا کل تک کسی خاص پلاننگ کے تحت مجھے یہاں روکنا چاہتے ہو۔ اوور۔"

"ہم تمہیں جبراً نہیں روکیں گے۔ تم یہاں سے بخیریت ملایا جاؤ گی پھر تمہیں پریشان ہو کر واپس آنا پڑے گا۔ ہم کوشش کریں گے کہ تمہاری واپسی تک ہم فرہاد کو یہاں روکے رکھیں مگر تم دونوں کب کسی کے روکنے سے رکتے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ یہاں آکر کسی دوسرے ملک کی طرف نکل جائے۔ اوور۔"

"وہ یہاں کیوں آرہا ہے؟ سپر ماسٹر کو اس کی آمد کا علم کیسے ہوا؟ اوور۔"

"ہمیں جیسے ہی معلوم ہوا کہ وہ ملایا کے جنگل میں روپوش ہے ہم نے وہاں کے قریب شہر پے نانگ میں دنیا کی حسین ترین لڑکیاں بھیج دیں۔ فرہاد کو پھانسنے کا یہی آزمودہ نسخہ ہے۔ اخبارات میں یہ لکھا ہوا تھا کہ عازم کو کوئی شکل و صورت سے نہیں پہچانتا ہے شاید سی نے فرہاد اپنے اصلی روپ

میں آزادی سے گھوم رہا تھا ہماری ارسال کردہ ایک حسین لڑکی نے اسے پھانس لیا ہے۔ لڑکی نے اسے اپنی دردبھری داستان سنائی ہے، کہ چند بدمعاش اس کی چھوٹی بہن کو اغوا کر کے اسکندریہ لے گئے ہیں۔ سونیا! تم سمجھ سکتی ہو کہ فرہاد حسین لڑکیوں کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ بس وہ چلا آ رہا ہے۔ یقین کرو یا نہ کرو۔ اوور"

سونیا کو بڑا غصہ آیا کہ وہ اپنی عیاشی کے باعث دشمنوں کی چال میں آ رہا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے غصے کو برداشت کرتی ہوئی بولی۔

"اچھا۔ تو تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ مجھے اور فرہاد کو ایک ساتھ اسکندریہ میں پھانس لیا جائے۔ اوور"

"نہیں۔ ہم یہاں آخری بار تم دونوں کو دوست بنانے کی کوشش کریں گے۔ انکار کی صورت میں فرہاد یا تو ہمیشہ کی طرح ہمارے جال سے نکل بھاگے گا۔ یا پھر ہمارے ہاتھوں یہاں دفن ہو جائے گا۔ کیا تم اس کے ساتھ مرنا پسند کرو گی؟ اچھی طرح سوچ لو اور اب ذرا مائیک جمشید جبران کو دے دو۔ اوور"

سونیا نے جبران کو مائیک دے دیا۔ وہ ایئر فون پہننے کے بعد بولا۔

"ہیلو سپر ماسٹر کے کتے! دس منٹ گزر چکے ہیں اگر میں رس ونتی کو تمہارے حوالے نہ کروں تو تم کس طرح بھونکنا شروع کرو گے۔ اوور"

"تمہاری وہ کوٹھی چاروں طرف سے گھیر لی گئی ہے۔ تمہارے لئے فرار کا کوئی رستہ نہیں ہے۔ کہیں سے بھی فرار ہونے کی کوشش کر دیکھو۔ اوور۔۔۔"

"میں اسی کوٹھی میں صحیح سلامت رہوں گا۔ تم اپنے ہتھکنڈے آزما لو۔ اوور اینڈ آل۔"

یہ کہہ کر اس نے مائیک اور ایئر فون کو اپنے ماتحت کے حوالے کیا پھر سونیا کے ساتھ دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں چاروں طرف چار ٹی وی سیٹ رکھے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان ایک میز پر بڑا سا سوئچ بورڈ رکھا ہوا تھا۔ وہ چاروں ٹی وی آن کرنے کے بعد سوئچ بورڈ کے پاس بیٹھ گیا۔

چاروں ٹی وی کے اسکرین پر کوٹھی کے باہر چاروں طرف کے مناظر دکھائی دے رہے تھے۔ اِدھر اُدھر کتنے ہی لوگ اسٹین گنیں لئے کھڑے تھے جبران نے ایک مائیک کو آن کر کے کہا "ہیلو ظاہر بیگ! کیا سچویشن کو سمجھ گئے ہو؟"

جواب ملا "یس باس! چاروں طرف کی کوٹھیوں میں ہمارے مسلح آدمی تیار بیٹھے ہیں۔ آپ کے حکم کا انتظار ہے۔"

جبران نے حکم دیا "بیک وقت چاروں طرف کی کوٹھیوں سے فائرنگ کرو تاکہ وہ بھاگتے ہوئے میری کوٹھی کی طرف آنے پر مجبور ہو جائیں۔ دیر نہ کرو ورنہ وہ شیل پھینک کر ہمیں یہاں سے نکلنے پر مجبور کریں گے۔ ڈیٹس آل۔"

حکم صادر ہونے کے چند لمحے بعد ہی اچانک فائرنگ کی آوازیں چاروں طرف سے آنے لگیں۔ چاروں اسکرین پر سپر ماسٹر کے [illegible] بھاگتے ہوئے کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوتے نظر آ رہے تھے [illegible] بنانے کے لئے کوئی دوسری جگہ نہ تھی۔ ایسے ہی وقت جبران نے سوئچ بورڈ کے چار سوئچ آن کئے کوٹھی کے احاطے میں [illegible] ہونے لگے۔ ماسٹروں کی تنظیم کے مسلح جوان دھماکوں کی زد میں آ کر فضا [illegible] رہے تھے، چیخ رہے تھے۔ دشمنوں کا یہ انجام دیکھ کر سونیا کی سمجھ [illegible] کوٹھی کے چاروں طرف بارودی سرنگیں بچھائی گئی تھیں۔ جو ایسے [illegible] کام آ رہی تھیں۔

ذرا سی دیر میں سناٹا چھا گیا۔ چاروں اسکرین پر کئی [illegible] لاشیں نظر آ رہی تھیں۔ کچھ زخمی حالت میں پڑے تھے یا رینگ رہے [illegible] جو صحیح سلامت رہ گئے تھے انہیں جبران کے آدمی حراست میں لے رہے [illegible] ڈاکٹر زبیری نے کہا "جبران صاحب! آپ واقعی ناقابلِ شکست [illegible] کا قانون بھی آپ کے آگے بے بس ہے۔ رہنے دو.....!"

جبران نے مسکرا کر سونیا اور ڈاکٹر کو ساتھ آنے کے لئے کہا۔ ڈرائنگ روم کی طرف جاتے ہوئے اپنے ایک ملازم سے بولا "[illegible] کو یہاں آنے کے لئے کہو۔"

وہ تینوں ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ جبران نے ٹیلی فون پر ڈی آئی جی سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا "ہمارے ملک میں ماسٹرز [illegible] آئے دن تخریبی کارروائیاں کر رہی ہے۔ پچھلے دنوں میں نے ماسٹرز [illegible] سے بھگایا تھا۔ آج پھر مجھ پر باجماعت حملہ کیا گیا ہے۔ میری [illegible] والی کوٹھی میں فوراً تشریف لائیں۔ کچھ زندہ مجرم یہاں زیرِ حراست [illegible]"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ظاہر بیگ نے ڈرائنگ [illegible] اسے سلام کیا۔ اس نے کہا "ڈی آئی جی پولیس پارٹی کے ساتھ یہاں [illegible] والوں کے ساتھ لاشوں اور زیرِ حراست مجرموں کی تصویریں اس [illegible] میں یہ کوٹھی نظر آئے۔ آج ہی تمام تصویریں تیار کر کے وزیر [illegible] پاس بھیج دی جائیں...... جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا نے جبران سے کہا "تمہارے ملک [illegible] ریڈ پاور کی حمایت میں ہے۔"

"ہاں۔ اسی لئے یہاں جب بھی کسی ماسٹر کی موجودگی کا [illegible] میں اس کے قدم اکھاڑ دیتا ہوں۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تم ریڈ پاور کے باس ہو؟"

"بالکل نہیں۔ میں محبِ وطن ہوں۔ اگر میری حکومت ریڈ پاور کو بھی ماسٹروں کی طرح یہاں سے بھگانا چاہے تو میں [illegible] کو بھی یہاں نیست و نابود کر دوں گا۔"

"کیا یہاں ریڈ پاور کے کسی باس سے تمہارا رابطہ ہے؟"

"بالکل ہے۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ فرہاد علی تیمور کی [illegible] میری پناہ میں ہے۔"

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"تم نے پہلے کیوں نہیں پوچھا؟"

وہ ہنسنے لگا۔ سونیا نے کہا "یہ ہنسنے کی بات نہیں ہے ریڈ پاور کے ماسک مین کو یہ بھی معلوم ہو چکا ہو گا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی رس ونتی تمہاری قید میں ہے۔"

"ہاں۔ ماسک مین کا مبارکباد کا پیغام میرے نام آیا تھا۔ تمہیں بھی پناہ میں رکھنے، ماسٹرز کو یہاں سے بھگانے اور رس ونتی جیسی اہم ہستی کو قیدی بنا کر رکھنے کے سلسلے میں مبارکباد دی گئی ہے۔"

"صرف مبارکباد؟"

"نہیں۔ ہمارے ملک کو سیاسی فائدے بھی حاصل ہو رہے ہیں۔"

"اوہ....." سونیا کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

جبران نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو؟"

"یہی کہ تم محبِ وطن ہو۔ اپنے ملک کے سیاسی مفادات کے لئے رس ونتی کو ماسک مین کے حوالے کر سکتے ہو۔"

"ہم اس موضوع پر بھی کبھی گفتگو کریں گے۔"

"تم کترا رہے ہو؟"

"نہیں۔ میں ابھی موجودہ حالات پر غور کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے یہ بتاؤ ٹرانسمیٹر پر کسی ماسٹر نے تم سے کیا کہا تھا؟"

سونیا نے کہا "اس نے جو کچھ بھی کہا ہے اگر وہ درست ہے تو تم یہ ملکی مفادات کے لئے رس ونتی کو داؤ پر نہیں لگا سکو گے۔"

"تم خواہ مخواہ رس ونتی کی بات درمیان میں لا رہی ہو۔ پلیز! مجھے ذکر ماسٹر کیا بکواس کر رہا تھا۔"

"وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے ملایا نہیں جانا چاہئے۔"

"ہوں" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا "تم کہہ رہی تھیں کہ وہ تمہیں اور فرہاد کو اسکندریہ میں پھانسنا چاہتے ہیں۔ اس کا مطلب کیا ہوا۔ کیا فرہاد یہاں آ رہا ہے؟"

"ہاں۔ وہ ماسٹر یہی کہہ رہا تھا۔"

"تمہیں یقین نہیں ہے کہ وہ درست کہہ رہا ہے؟"

"ایک طرح سے یقین آ جاتا ہے کہ ایک نہایت ہی حسین لڑکی اسے ریپ کر کے یہاں لا رہی ہے۔ میں فرہاد کی عیاشی سے عاجز آ چکی ہوں۔ جب تک ٹیلی پیتھی کا علم تھا۔ وہ مکار لڑکیوں کی سوچیں پڑھ لیا کرتا تھا۔ علم تو چلا گیا، عیاشی رہ گئی۔ مجھے کل تک اس کا انتظار کرنا ہی پڑے گا۔ میں اسے عورتوں سے دور رکھنے کی کوشش کرتی رہتی ہوں۔ اس کے باوجود سمجھتی ہوں کہ اس ناقابلِ شکست انسان کو کوئی چیونٹی جیسی حسین عورت اپنی آغوش میں مسل ڈالے گی۔"

جبران نے ہنستے ہوئے ریسیور اٹھایا۔ پھر ایئرویز کے ایک آفیسر سے رابطہ قائم کرنے کے بعد بولا "فلائیٹ کا ریزرویشن کینسل کر دو۔ سفر ملتوی ہو گیا ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر ڈاکٹر زبیری سے کہا "ڈاکٹر! آپ یہاں سے جا کر اس مریضہ کو اٹینڈ کریں تو بہتر ہے۔ اس مریضہ کا نام رس ونتی ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد سونیا کے ساتھ وہاں آؤں گا۔"

ڈاکٹر مصافحہ کر کے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد سونیا نے پوچھا۔

"تم رس ونتی کے متعلق گفتگو کرنے سے کیوں کترا رہے ہو؟"

"کترا رہا تھا۔ کیونکہ ڈاکٹر موجود تھا۔ تم نہیں جانتیں میرے آس پاس جتنے دوست ہیں اتنے ہی حکومت کے جاسوس بھی ہیں۔ شاید ریڈ پاور کے بھی جاسوس ہوں۔ تمہیں دوست بنانے سے پہلے میں کسی کی پروا نہیں کرتا تھا۔ مگر اب وزارتِ خارجہ کے افسروں کی طرف سے مجھ پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔"

اس نے ایک سگریٹ نکال کر سلگایا۔ پھر ایک کش لینے کے بعد بولا۔

"پہلے مجھ سے کہا گیا کہ میں اپنی نگرانی میں اس فرہاد کا علاج کراؤں جسے زخمی بنایا گیا ہے۔ اور تمہیں دوست بنا کر یہاں سے کہیں جانے نہ دوں۔ پھر رس ونتی کے متعلق سرکاری حکم ملا کہ میں اس کی اصلیت معلوم کروں۔ آیا وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا نہیں؟ تم نے یہ اچھا طریقہ بتایا کہ رس ونتی کے مزاج کے خلاف کوئی حرکت کی جائے۔ وہ جھنجھلا کر ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرے گی۔"

سونیا نے کہا "فی الحال اس کے ٹیلی پیتھی جاننے یا نہ جاننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آج نہیں تو کل فرہاد اور رس ونتی دونوں ہی یہ علم دوبارہ حاصل کر لیں گے مگر میں نہیں چاہتی کہ رس ونتی دو خطرناک تنظیموں میں سے کسی کے بھی ہتھے چڑھ جائے۔"

"میں خود نہیں چاہتا۔ اگرچہ اوپر سے مجھ پر دباؤ پڑ رہا ہے لیکن خدا جانتا ہے کہ میں فرہاد سے بہت متاثر ہوں۔ وہ تنہا دنیا کی خطرناک تنظیموں سے ٹکراتا رہتا ہے۔ مجھے یہ حوصلہ ہوتا ہے کہ مجھے کسی طاقت کے زیرِ اثر نہیں رہنا چاہئے۔ اگر تم چاہتی ہو کہ رس ونتی فرہاد کے کسی دشمن کے ہتھے نہ چڑھے تو پھر یہی ہو گا۔"

"تم پر تمہاری حکومت کا عتاب نازل ہو گا۔"

"ہونے دو۔ میں سمجھ لوں گا اگر فرہاد کل یہاں پہنچ جائے تو ہمارے حوصلے اور بلند ہو جائیں گے۔ یہ فیصلہ فرہاد پر چھوڑ دو کہ رس ونتی کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔"

سونیا پریشان ہو کر بولی "فرہاد حسین عورتوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے یہ میں بتا چکی ہوں۔ رس ونتی اتنی حسین ہے کہ وہ پچھلی دشمنی بھول کر اس کا دیوانہ بن جائے گا۔ یہ بھول جائے گا کہ وہ عورت دوبارہ اپنی صلاحیتیں حاصل کرنے کے بعد اسے غلام بنا لے گی یا پھر مار ڈالے گی۔"

"تو پھر کیا کیا جائے؟"

"تم نے تھوڑی دیر پہلے کہا تھا کہ وہ تمہیں اچھی لگتی ہے اگر تم

اسے پسند نہ کرو تو میں اسے قتل کر دوں اور اگر سچ مچ دل سے مجبور ہو تو اسے ایسی جگہ چھپا دو۔ جہاں فرہاد، سپر ماسٹر اور ماسک مین تو کیا، کوئی پرندہ بھی پر نہ مار سکے۔"

"یہ کام میرے لئے مشکل نہیں ہے۔ میں خود چاہتا ہوں کہ رس ونتی پر میرے سوا کسی کا سایہ نہ پڑے۔"

"تو پھر دیر کس بات کی ہے۔ چلو اٹھو اسے فوراً کہیں غائب کر دو۔"

جبران نے اٹھتے ہوئے کہا "اسے غائب کرنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔ اپنی حکومت سے بھی فراڈ کرنا ہوگا۔ چلو ہم راستے میں باتیں کریں گے۔"

وہ دونوں کوٹھی سے باہر آئے۔ باہر ہونے والے زبردست دھماکوں کے باعث لوگوں کی بھیڑ لگ گئی تھی پولیس والے مردہ اور زندہ حملہ آوروں کو اپنی گاڑی میں لے جا رہے تھے۔ جبران نے ظاہر بیگ سے کہا "میں باہر جا رہا ہوں۔ تمام گارڈز کو الرٹ رہنے کا حکم دو۔"

ظاہر بیگ ٹرانسمیٹر کے ذریعے احکامات صادر کرنے کے لئے کوٹھی کے اندر چلا گیا۔ جبران سونیا کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ ایک ڈرائیور اور مسلح باڈی گارڈ اگلی دو سیٹوں پر آ گئے۔ دو منٹ کے بعد کار کے اندر ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ جبران نے مائیک ہاتھ میں لے کر دوسری طرف کی آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا "ہیلو باس ہم تیار ہیں۔ ہیلو باس! ہم تیار ہیں۔۔۔"

جبران نے کہا "آل رائٹ۔ ہماری منزل سبز کوٹھی ہے — ویٹس آل۔"

اس نے مائیک رکھ کر ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ ڈرائیور کو گاڑی بڑھانے کا حکم دیا۔ پھر دائیں طرف لگے ہوئے بٹن کو دبانے لگا۔ سونیا نے دیکھا۔ کار کے درمیانی حصے سے دبیز شیشے کی دیوار اٹھ رہی تھی۔ وہ دیوار اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان کھڑی ہو گئی۔ کھڑکیوں کے شیشے پہلے ہی چڑھے ہوئے تھے۔ جبران نے کہا "یہ شیشے کی دیواریں ساؤنڈ پروف ہیں۔ ہماری آواز ڈرائیور اور باڈی گارڈ تک نہیں پہنچے گی۔"

کار کوٹھی کے احاطے سے باہر نکل رہی تھی۔ جب وہ سامنے گلی میں پہنچی تو دوسری گلی سے ایک اور گاڑی نکل کر اس کے آگے چلنے لگی۔ سونیا نے پیچھے گھوم کر دیکھا۔ پیچھے بھی ایک گاڑی چلی آ رہی تھی۔ وہ اپنی سیٹ پر سیدھی بیٹھتی ہوئی بولی۔ "بڑی شاہانہ زندگی گزار رہے ہو۔ کسی فوجی جنرل کے باڈی گارڈز بھی اتنے مستعد نہیں ہوتے ہوں گے۔"

وہ بولا "مین روڈ پر پہنچ کر محافظوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔ آگے پیچھے چلنے والی ان دو گاڑیوں کی جگہ دوسری گاڑیاں آ جائیں گی۔ اس طرح دشمن دھوکا کھا جاتے ہیں اور ہمیں تعاقب کرنے والوں کا علم ہو جاتا ہے۔ بہرحال یہ بتاؤ۔ کل فرہاد کا استقبال کیسے کرنا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "سپر ماسٹر مجھے اور فرہاد کو ایک ساتھ ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ دشمنوں کی نظروں میں نہ آؤں۔ چھپ چھپا کر فرہاد کی نگرانی کروں اور اسے کسی مکار حسینہ کے جال سے نکال کر دشمنوں کی نظروں سے اوجھل کر دوں۔"

"ہوں۔" وہ سوچتے ہوئے بولا "سپر ماسٹر تمہاری کمزوری سمجھتا ہے کہ تم فرہاد کو دیکھتے ہی اس کے پاس چلی جاؤ گی۔ اس طرح جبران کا جال کمزور پڑ جائے گا۔"

"ہاں۔ یہی بات ہے۔ میں اور رس ونتی تمہاری پناہ میں ہیں۔ فرہاد کو چارے کے طور پر پیش کر کے وہ مجھے تمہارے پاس سے لے جانا اور رس ونتی کے لئے تو وہ خون خرابے پر اتر آئے ہیں۔ آج جو نقصان تم نے انہیں پہنچایا ہے۔ میرا خیال ہے اس کے بعد اب وہ کے لئے چیلنج نہیں کریں گے۔"

"ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ میرے محافظوں کو سمجھنے کے لئے یہ چھوٹے موٹے حملے کر رہے ہوں۔ مجھے بہت زیادہ رہنے کی ضرورت ہے۔"

سونیا نے کہا "اگر میں میک اپ میں فرہاد سے کہیں ملاقات تب بھی دشمن مجھ پر شبہ کریں گے اور میرا تعاقب کریں گے۔"

جبران نے یک بیک چونک کر پوچھا "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ٹریپ کرنے کے لئے وہ ایک نقلی فرہاد کو سامنے لا رہے ہوں۔"

"میں انسانی جسموں کی مختلف بو میں تمیز کر لیتی ہوں۔ فرہاد کو سینکڑوں میل دور سے سونگھ سکتی ہوں۔"

"پھر عازم کو کیوں نہیں پہچانا تھا؟"

"مجھے شبہ ہوا تھا۔ مگر فرہاد سے اتنی گہری مشابہت دماغ میں الٹے سیدھے دلائل پیدا ہوئے۔ ہارمونز کی کمی بدن کی بو میں ذرا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی سوچ کر میں فرہاد سمجھتی رہی۔"

"یعنی اب تم دھوکہ نہیں کھاؤ گی۔"

"ہاں مجھے یقین ہے کہ جیسے ہی فرہاد مصر کی زمین پر قدم اس کی بو پا لوں گی۔"

"پھر تو ٹھیک ہے۔ میں تمہیں ایسے خفیہ اڈے میں پہنچا میری حکومت کا بھی کوئی جاسوس نہیں پہنچ سکے گا۔ وہاں وفادار تمہارے ماتحت رہیں گے۔ تم ٹرانسمیٹر کے ذریعے مجھ رابطہ رکھو گی۔"

سونیا نے کہا "یہی طریقہ کار مناسب رہے گا۔ یہ بتاؤ اڈے میں چھپ کر رہنا پڑے گا؟"

"نہیں دریائے نیل کے ساحل پر ایک خوبصورت کوٹھی ہے ایک بوڑھی ماتحت مریم ایک مالدار بیوہ کی حیثیت سے رہتی ساتھ اس کی بیٹی داماد رہتے ہیں۔ یہ سب دکھاوے کے لئے وہ سب نمبر ون فائٹر ہیں تم یہاں سے ایک نوجوان کے ساتھ جاؤ گی۔ وہ نوجوان مریم کا بیٹا اور تم بہو کہلاؤ گی۔ تم اپنے چہرے پر معمولی سی تبدیلی کر لینا کوئی تمہیں نہیں پہچانے گا۔"

"میں مقامی زبان نہیں جانتی ہوں۔"

"مریم عیسائی ہے اور تم سب انگریزی زبان سے ہی کام چلاؤ گے۔"

سونیا نے تائید میں سر ہلایا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سبز کوٹھی کے احاطے میں پہنچ گئے۔ اس دوران اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا باڈی گارڈ ٹرانسمیٹر کے ذریعے دوسرے محافظوں سے رابطہ قائم کرتا رہا تھا۔ اسے اطمینان دلایا گیا تھا۔ کہ جبران کا تعاقب نہیں ہو رہا ہے۔

سونیا نے جبران کے ساتھ کوٹھی میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا "یہاں تمہارے پہریدار نظر نہیں آ رہے ہیں کیا یہاں بھی بارودی سرنگیں بچھائی گئی ہیں؟"

"نہیں۔ یہ ایک عام سی کوٹھی ہے۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ ہمارے اندر آتے ہی تمام دروازے مقفل ہو چکے ہیں۔ میری مرضی کے بغیر کوئی اندر نہیں آ سکے گا۔"

"دروازے توڑے بھی جا سکتے ہیں۔"

"اس وقت تک ہم غائب ہو جائیں گے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ایک خواب گاہ میں پہنچے۔ کمرے کے وسط میں ایک پلنگ پر رس ونتی لیٹی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر زبیری ایک کرسی پر بیٹھا اس سے باتیں کر رہا تھا۔ جبران کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا۔ "مریضہ بہت کمزور ہے۔ اس کے علاج کے لئے خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔"

جبران نے کہا "ڈاکٹر! اسے جلد از جلد صحت یاب ہونا چاہئے ہماری حکومت اس دوشیزہ میں گہری دلچسپی لے رہی ہے۔"

ڈاکٹر نے نسخہ بڑھاتے ہوئے کہا "یہ انجکشن اور دوائیں اس کے لئے بے حد مفید ہیں۔ میں پھر آؤں گا۔ مجھے اجازت دیجئے۔"

وہ مصافحہ کر کے چلا گیا۔ سونیا نے مسکرا کر کہا "ہیلو! رس ونتی، تم اچھا سے ہے؟"

وہ نقاہت سے مسکرا کر بولی "اچھی ہوں۔ یہاں میری زبان سمجھنے والا کوئی نہیں ہے۔ تمہارے منہ سے ہماری بولی عجیب لگتی ہے۔ بھگوان کی یہ بھی کرپا ہے۔"

جبران نے رس ونتی کو بڑے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا "بھئی انگریزی بولو۔ تاکہ میں بھی سمجھ سکوں۔"

سونیا نے کہا "او جبران! میں یہ بتانا بھول گئی تھی کہ یہ صرف پاکستانی ہندوستانی زبان جانتی ہے۔ تم انگریزی میں عشق نہیں کر سکو گے۔"

"واقعی! کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟ یا میرے عشق کا مذاق اڑا رہی ہو۔"

"تم خود ہی دیکھ لو۔ رس ونتی کا سوالی چہرہ بتا رہا ہے کہ وہ ہماری باتیں نہیں سمجھ رہی ہے۔"

جبران نے رس ونتی کو دیکھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ اس کے قریب جھک کر بولا "رس ونتی! تم بہت حسین ہو۔ تم پہلی لڑکی ہو جسے پانے کی میں تمنا کر رہا ہوں۔ کیا تم میری محبت کا جواب محبت سے دو گی؟"

رس ونتی چپ چاپ اس کا منہ تک رہی تھی۔ سونیا نے کہا "اسے بھینس کے آگے بین بجانا کہتے ہیں۔"

"بھئی تم ہی میرے عشق کا ترجمہ اسے سنا دو۔"

سونیا نے کہا "رس ونتی! یہ مسٹر جبران بوہٹ سیریس آدمی ہے۔ تم سے محبت کرنا مانگتا ہے۔"

رس ونتی نے پہلی بار جبران کو ناگواری سے دیکھا۔ سونیا بولی "یہ میرا بوہت اچھا دوست ہے۔ اس کا واسطے میں تم کو ماف کریں گے تم اس کا ساتھ میں شادی بناؤ۔ نہیں تو ہم تم کو قتل کر دیں گے۔"

رس ونتی نے پریشان ہو کر دونوں کو باری باری دیکھا پھر بولی۔ "سونیا! وقت وقت کی بات ہے جب میرے پاس طاقت تھی۔ میں نے تمہیں اور فرہاد کو خوب پریشان کیا۔ اب میں کمزور ہوں اور تمہارے پاس طاقت ہے۔ تم مجھے قتل کر سکتی ہو۔ آج اپنے کو مجبور اور بے بس دیکھ کر یہ سبق مل رہا ہے کہ اس سنسار میں آدمی اور آدمی کی شکتی مٹ جانے والی چیزیں ہیں۔ ہمیں اس پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے۔ تم بھی یہ سبق سیکھ لو، تو بہتر ہو گا۔"

سونیا ہنستی ہوئی بولی "جب تمہارا طاقت تم کو واپس ملے گا تو یہ سبق یاد رہے گا؟"

"ہمیشہ یاد رہے گا۔ اگر زندہ رہ گئی تو خواہ مخواہ کسی کو کبھی پریشان نہیں کروں گی۔ اب میری ایک ہی تمنا ہے کہ کہیں دور جا کر تنہا زندگی گزاروں۔"

"سب عورت ایک لائف پارٹنر مانگتا ہے۔ جبران بوہت ہینڈسم ہے۔ اس کو اپنا پارٹنر بنا لو۔"

"سونیا! تم عورت ہو۔ کیا تم اپنے مزاج کے خلاف فرہاد کو چھوڑ کر کسی کو پارٹنر بنا سکتی ہو؟"

"میرا بات مت کرو۔ میں تم سے انتقام لیں گے۔ تم فرہاد کا ٹیلی پیتھی چھین لیا ہے۔"

رس ونتی نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ وہ جانتی تھی کہ فرہاد کی خیال خوانی کی صلاحیت سلامت ہے وہ بولی "اگر تمہیں یہی شک ہے تو میں فرہاد کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس لے آؤں گی۔"

سونیا نے جلدی سے قریب آتے ہوئے پوچھا "کیسے؟"

"یہ راز میں نہیں بتا سکتی۔"

"تم فراڈ کرنا مانگتی ہے۔ جھوٹ بول کے اپنا جان بچانا مانگتی ہے۔"

"میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔ تمہاری تسلی کے لئے صرف اتنا بتا سکتی ہوں کہ جن جڑی بوٹیوں کے ذریعے اس کے دماغ کو کمزور

بنایا گیا ہے ان کا توڑ میں ہی کر سکتی ہوں۔ بھارت میں ایک ایسی بوٹی ہے جس کا عرق نکال کر اسے پلایا جائے تو کھوئی ہوئی صلاحیتیں واپس آجائیں گی۔"

سونیا کبھی یقین سے اور کبھی بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ میری صلاحیتیں واپس لانے کے لئے وہ رسں دنتی پر بھروسہ کرنے پر مجبور ہو رہی تھی۔ جبران نے پوچھا "تم دونوں کیا باتیں کر رہی ہو؟ مجھے بھی تو بتاؤ۔"

"یہ کہہ رہی ہے کہ کسی بوٹی کے ذریعے فرہاد کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس لا سکتی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "یہ تو بہت بڑی خوش خبری ہے۔"

"مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ اپنی جان بچانے کے لئے ابھی جھوٹ بول رہی ہو۔ یہ اپنے صحت مند ہونے کا انتظار کر رہی ہے۔ جب یہ یوگا کے طور پر سانس روکنے کے قابل ہو جائے گی تو اس کی اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آجائیں گی۔ پھر ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

جبران سرد آہ بھر کر بولا "کس حسینہ پر دل آیا ہے۔ یہ تو میرے لئے بھی مصیبت بن جائے گی۔"

"جبران! اس کا خیال دل سے نکال دو۔ میں اسے مجبور کروں گی کہ یہ فرہاد کی کھوئی ہوئی صلاحیت کو واپس لائے۔"

"کیسے مجبور کرو گی؟"

"اسے میرے ساتھ مریم کے پاس بھیج دو۔ میں اسے اپنی نگرانی میں رکھوں گی۔ صرف دو وقت کھانے کے لئے دوں گی مگر اسے صحت یاب نہیں ہونے دوں گی۔ یہ ہمیشہ بیمار رہے گی تو ہم پر کبھی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار نہیں آزمائے گی۔"

وہ پس و پیش میں پڑ گیا پھر ہچکچاتے ہوئے بولا "دل نہیں مانتا کہ ایسی حسین عورت کو بیمار رکھا جائے۔"

"اچھی طرح سوچ لو۔ تم اپنے دل پر جبر کر کے مجھ پر اور فرہاد پر بہت بڑا احسان کر سکتے ہو۔"

"ایک شرط پر تمہاری بات مان لوں گا۔ جب فرہاد کو اس کی صلاحیت واپس مل جائے تو رسں دنتی کا باقاعدہ علاج کرایا جائے گا۔"

"مجھے منظور ہے۔"

رسں دنتی دونوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس کے خلاف کس قسم کی سازش ہونے والی ہے مگر وہ سمجھ نہ سکی۔ سوچ کے ذریعے مجھے پکارنے لگی۔

"فرہاد! تم کہاں ہو؟ میں بہت پریشان ہوں۔ مجھے بتاؤ یہاں کیا ہو رہا ہے؟ فرہاد ۔۔۔ فرہاد۔۔۔۔۔"

❋

میں رسں دنتی کی آواز سے بہت دور تھا۔ جس وقت وہ سوچ کے ذریعے مجھے پکار رہی تھی۔ اس وقت میں چیانگ پلازہ میں مصروف تھا پھر ساری مصروفیات کے بعد رومانہ کے ساتھ مصروف ہو گیا تھا۔

اب وہ میرے بازو کے تکیئے پر سو رہی تھی میں نے آہستگی سے اپنا بازو اس کے سر کے نیچے سے نکال لیا۔ مجھے بھی نیند آ رہی تھی۔ صبح کا اجالا پھیل چکا تھا۔ میری معلومات کے مطابق مجھ سے ہزاروں میل دور سونیا، رسں دنتی کو لے کر دریائے نیل کے کنارے مریم کے پاس پہنچ گئی تھی۔ رسں دنتی پریشان تھی۔ مگر اس کی جان کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔

میرے لئے سب سے اہم بات یہ تھی کہ کسی ماسٹر کے بیان کے مطابق کوئی فرہاد اسکندریہ پہنچنے والا تھا۔ یہ جھوٹ بھی ہو سکتا تھا مگر میں اسے سچ سمجھ رہا تھا کیونکہ رسں دنتی جیسا نایاب ہیرا اسکندریہ میں موجود تھا سپر ماسٹر اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کو حاصل کرنے کے لئے اپنی آخری قوت بھی صرف کر سکتا تھا اور فی الوقت اس کی آخری قوت بائیونک فرہاد کی تھی۔ میرے اندازے کے مطابق وہ بائیونک فرہاد وہاں پہنچنے والا تھا۔

میں نے دیوار گھڑی کو دیکھا۔ صبح کے چھ بج رہے تھے۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں دو دمان یا مونا کی خیریت دریافت کرتا یا اپنے انجان میزبان کے متعلق سنجیدگی سے غور کرتا۔ میں نے اپنے دماغ کی ٹائم پیس میں ساڑھے آٹھ بجے جاگنے کا وقت مقرر کیا۔ پھر آنکھ بند کر کے نیند کی وادیوں میں پہنچ گیا۔

اس وقت میں ڈھائی گھنٹے کی نیند پوری کر رہا تھا۔ دشمنوں کے لئے یہ نادر موقع ہوتا ہے۔ وہ چاہیں تو ایسے وقت میری گردن اتار کر لے جا سکتے ہیں بشرطیکہ میں غفلت کے لمحات کہاں گزارتا ہوں، انہیں معلوم ہو جائے۔ میں انہیں موقعہ نہیں دیتا کہ وہ میرے سونے جاگنے کا وقت معلوم کر سکیں۔ ہاں، اب پہلی بار ایک انجانا میزبان میری غفلت کو دیکھ رہا ہوگا، بلکہ دیکھ رہا تھا۔

جب میری آنکھ کھلی تو سرہانے کی میز پر تازہ اخبار رکھا ہوا تھا۔ اس کے اوپر رکھی ہوئی ایک پرچی میں لکھا ہوا تھا "بیل بجا کر بیڈ ٹی طلب کریں۔"

میں نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔ دروازہ اندر سے بند کیا گیا تھا۔ مگر اس وقت کھلا ہوا تھا۔ پہلی بار میرے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ میری نیند کے دوران کوئی میرے سرہانے تک آ کر چلا گیا تھا۔ میرے سینے میں خنجر اتارنے یا شانے میں سے گولی مار دینے میں کتنی دیر لگتی؟ صرف ایک سیکنڈ۔ اس کے بعد فرہاد علی تیمور ایک حقیر چیونٹی کی طرح مٹی میں مل جاتا اور اس مثال کی تصدیق کر جاتا کہ ہاتھی کو کبھی ایک چیونٹی مار ڈالتی ہے۔

میں چند لمحوں تک اپنی حماقت پر کڑھتا رہا۔ اگر میں سونے سے پہلے اپنے دماغ کو یہ ہدایت دے دیتا کہ کمرے میں کسی تیسرے کی موجودگی سے میری آنکھ کھل جائے تو خواب گاہ کا دروازہ کھلتے ہی میری آنکھ کھل جاتی لیکن ایک تو تھکن تھی۔ دوسرے رومانہ کی قربت کا نشہ تھا۔ تیسری بات یہ دروازے کو اندر سے بند پا کر اطمینان ہو گیا تھا کہ کوئی اسے باہر سے نہیں کھول سکے گا۔

بہر حال بہت بڑی حماقت ہو چکی تھی۔ میں نے کان پکڑے کہ آئندہ سونے سے پہلے دماغ کو بیدار رکھوں گا۔ ویسے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال کر یہ آزما لیا تھا کہ میرا انجانا میزبان دشمنوں میں سے نہیں ہے وہ سچ مچ دوستی نبھا رہا تھا۔ ایسی دوستی جو میری سمجھ سے باہر تھی۔ یہ سب ہی سمجھتے ہیں کہ دوستی خواہ کتنی ہی پُرخلوص اور سچی ہو، اس کی ایک حد ہوتی ہے۔ کوئی اپنے دوست اور اس کی بیوی کی خلوت میں نہیں آتا جبکہ وہ انجانا دوست میری اور رومانہ کی تنہائی میں چلا آیا تھا۔

مجھے بہت برا لگا۔ میں بستر سے اٹھ کر دروازے پر آیا۔ دائیں بائیں کاریڈور سنسان پڑا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر ڈرائنگ روم میں دیکھا وہاں کوئی نہ تھا۔ دوسرے بیڈروم کے سامنے پہنچا۔ اس کا دروازہ اندر سے بند تھا میں نے دان دیے کا خیال پڑھا۔ وہ اندر سو رہا تھا میرے حکم کے مطابق اب تک اسے یہاں سے چلا جانا چاہئے تھا مگر اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ بہت تھکا ہوا ہے۔ اس لئے اب تک سو رہا ہے۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ بیدار ہونے کے بعد بے نانگ جانے سے پہلے مجھ سے ملاقات ضرور کرے۔

میں وہاں سے مڑ کر کچن کی طرف گیا۔ وہاں کسی کی موجودگی کا پتہ چل رہا تھا۔ نلکے سے پانی گرنے اور ایک آدھ برتن کے ٹکرانے کی آواز آرہی تھی۔ میں نے کچن کے دروازے پر پہنچ کر دیکھا۔ ایک مقامی عورت کچن کی صفائی میں مصروف تھی۔ میری آہٹ پاتے ہی اس نے مڑ کر دیکھا پھر مجھے دیکھتے ہی اس کی بتیسی نکل گئی۔ وہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ اس نے میرے سامنے سر کو جھکایا، پھر اٹھایا یعنی سلام کر رہی تھی۔

میں نے ذرا غصہ دکھاتے ہوئے پوچھا "ہیڈ یو بین اِن مائی بیڈ روم (کیا تم میری خواب گاہ میں گئی تھیں؟)"

اس نے میرا منہ دیکھا۔ پھر کچھ بولنے لگی۔ اس کی آواز کچھ ایسی تھی "می آشتیا نکورایا باندر باندر۔۔۔۔۔"

میں نے اپنے سینے پر انگلی رکھ کر کہا "بندر نہیں آدمی ۔۔۔ میں آدمی ہوں۔"

وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں نے اس کا بازو پکڑ لیا پھر اسے کھینچتے ہوئے بیڈ روم کی طرف جانے لگا۔ وہ بہت موٹی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے کسی ٹرک کو کھینچ کر لے جا رہا ہوں۔ خوابگاہ کے دروازے پر پہنچ کر میں نے اشاروں سے پوچھا "کیا تم اس بیڈ روم میں آئی تھیں؟"

وہ سر ہلا کر بولی "بیدروم۔ بیدروم۔۔۔۔۔"

میں نے پھر ہاتھ کے اشاروں سے پوچھا "دروازے کے پیچھے چٹخنی چڑھی ہوئی تھی۔ تم نے اسے باہر سے کیسے کھولا؟"

اس نے میرے سوال کو سمجھ لیا۔ آگے بڑھ کر اس نے چٹخنی چڑھا دی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ صرف چٹخنی چڑھی ہوئی تھی۔ موٹی ملازمہ نے دروازے کے پیچھے وہاں اپنا ہاتھ رکھا، جہاں دوسری طرف چٹخنی تھی۔ میں نے دیکھا ملازمہ کے ہاتھ رکھتے ہی دوسری طرف چٹخنی کھٹ کی ہلکی آواز سے سیدھی ہو گئی۔ ملازمہ کا ہاتھ دروازے سے لگا ہوا ایک انچ نیچے آیا۔ چٹخنی بھی نیچے آ کر رک گئی۔

یہ سمجھ میں آگیا کہ بند دروازے کے دوسری طرف سے چٹخنی کو کس طرح کھولا گیا تھا؟ میں نے موٹی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ اس کی ایک انگلی میں فولادی انگوٹھی تھی۔ وہ بتیسی دکھاتی ہوئی بولی "میگ نیت۔۔ میگ نیت۔۔۔۔۔"

وہ میگنٹ یعنی مقناطیس کہہ رہی تھی۔ میں نے اس کی انگلی سے انگوٹھی اتار لی۔ اس کی انگلیاں کافی موٹی تھیں۔ وہ انگوٹھی میری انگلی میں بیٹھ گئی میں نے ہاتھی کی بچی کو ایک طرف ہٹا کر دروازے کو بند کیا۔ پھر ایک قدم پیچھے جا کر انگوٹھی کا رخ دروازے کے ہینڈل کی طرف کیا مجھے محسوس ہوا کہ مقناطیسی انگوٹھی ہینڈل کو کھینچنا چاہتی ہے۔ میں نے ہاتھ کو ذرا نیچا کیا تو اس کے ساتھ ہی ہینڈل نیچے کو جھک گیا۔ کھٹاک کی آواز ہوئی، دروازہ ایک جھٹکے سے کھل کر میرے ہاتھ اور منہ پر لگا اور میں لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر قالین پر گر پڑا۔

"ہی ہی ہی ہی۔۔۔۔۔" وہ دانت نکال کر ہنسنے لگی۔ میں نے ڈانٹ کر کہا "گیٹ آؤٹ۔۔۔۔۔" وہ ہاتھ کے اشارے کو سمجھ کر باہر نکل گئی۔

میں قالین پر سے اٹھ گیا۔ کھلا ہوا دروازہ میرا منہ چڑا رہا تھا۔ میں نے انگوٹھی والے ہاتھ کو اپنے پیچھے رکھا اور دوسرا ہاتھ بڑھا کر دروازے کو بند کرنا چاہا۔ اچانک ہی میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ کوئی گرم سی چیز آ کر انگوٹھی والے ہاتھ سے چپک گئی تھی۔ میں نے گھوم کر اپنے ہاتھ کو دیکھا۔ پلنگ کے سرہانے بیڈ ٹی کی ٹرے رکھی ہوئی تھی۔ ٹرے پر رکھی ہوئی اسٹیل کی کیتلی اور چمچے آٹھ فٹ کے فاصلے سے آ کر انگوٹھی سے گلے مل رہے تھے۔

گرم چائے کے چھلکنے کے باعث میری ہتھیلی جل گئی تھی۔ میں نے جلدی سے کیتلی اور چمچوں کو انگوٹھی سے الگ کر کے کافی دور پھینک دیا۔ پھر "ہی ہی ہی" کی آواز سنائی دی۔ دروازے پر موٹی ہنس رہی تھی۔ میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ اپنی انگلی کو پکڑ کر کچھ سمجھانے لگی۔ میں سمجھ نہ سکا۔ اس نے قریب آ کر میری انگلی پکڑ کر انگلی کے اوپری حصے کو میری ہتھیلی کی طرف گھما دیا۔ پھر اشارے سے سمجھایا کہ اب سب ٹھیک ہے۔

میں نے آدھی مٹھی باندھ کر دروازے کے ہینڈل کو اور کیتلی وغیرہ کو آزمایا۔ وہ سب اپنی اپنی جگہ رہے۔ موٹی نے کیتلی اور چمچے اٹھا کر انہیں ٹرے پر رکھا۔ میں نے اسے سمجھایا کہ ہم بیڈ ٹی پینے کے عادی نہیں ہیں ناشتہ تیار کرو۔

وہ چلی گئی۔ میں دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد ایک کرسی پر

بیٹھ گیا۔ رومانہ آرام سے گہری نیند سو رہی تھی۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا وہ ایک ٹرانسمیٹر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اپنے طور پر اسے سوچنے کے لئے مجبور کیا وہ سوچنے لگی "ابھی تک مجھے فرہاد کی بُو نہیں ملی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی وہ یہاں نہیں پہنچا ہے اور اگر کوئی نقلی فرہاد آ رہا ہے تو اسے دیکھنے اور پہچاننے کے لئے جبران کے جاسوس ایئرپورٹ میں موجود ہیں۔ وہ لوگ جبران کو حالات سے آگاہ کریں گے۔ جبران ٹرانسمیٹر کے ذریعے مجھے آگاہ کرے گا۔ پتہ نہیں وہ کب آئے گا؟ اصل نہیں تو نقل ہی آ جائے۔ دل کی بے چینی تو ختم ہو جائے گی......"

میں سونیا کو چھوڑ کر رس ونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک آرام دہ کرسی پر نیم دراز تھی۔ سونیا کے حکم سے رات کو اسے صرف دو سلائس کھانے کے لئے دیئے گئے تھے۔ اب وہاں صبح کے چار بجے تھے۔ بھوک کی وجہ سے اس کی آنکھ کھل گئی تھی اور وہ بستر سے اٹھ کر کرسی پہ نیم دراز ہو گئی تھی۔

مجھے اس کی بے بسی پر بڑا ترس آیا۔ میں نے اسے مخاطب کیا "ہیلو رس ونتی!"

وہ ایک دم سے چونک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ میں نے کہا "میری جان! آرام سے بیٹھی رہو۔"

اس وقت رس ونتی نے "میری جان" کہنے کا بُرا نہیں منایا۔ اس کے برعکس وہ ایک دم سے مطمئن ہو گئی۔ کہ کوئی اس کا اپنا مدد کے لئے آ پہنچا ہے۔

اس کے باوجود اس نے غصہ دکھایا "تم اب تک کہاں تھے؟ کیا دوستی ایسے ہی نباہی جاتی ہے؟"

"مجھے افسوس ہے کہ میں تم سے بڑی دیر تک دور رہا۔ میری اپنی کچھ مجبوریاں تھیں بہرحال بعد میں باتیں ہوں گی۔ پہلے میں تمہارے کھانے کا بندوبست کر دوں۔ تم آرام سے بیٹھی رہو۔"

میں اس سے رخصت ہو کر سونیا کے پاس آیا پھر اس کی سوچ میں بولا "کیا حماقت ہے۔ میں صبح چار بجے سے فرہاد کے انتظار میں بیٹھ گئی ہوں ہا...ہا.....ہا...."

میں نے اس کی سوچ میں جماہی لینے کی خواہش پیدا کی۔ وہ جماہی لینے لگی۔ میں نے کہا "چائے پینا چاہئے۔"

اس نے آواز دی "مدر! پلیز سلومی کو بیدار کریں۔ میں چائے پینا چاہتی ہوں۔"

مریم نے کہا "بیٹی سلومی! اس وقت ورزش کرنے جاتی ہے۔ میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔"

میں مریم کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔ وہ کچن کی طرف جا رہی تھی صرف اپنے قدموں سے جا رہی تھی اس کے اپنے دماغ کا ساتھ نہیں تھا میری سوچیں تھیں اس کا عمل تھا۔ اس نے فریج کھول کر پھلوں کی ٹرے اور دودھ کی بوتل نکالی۔ پھر کھانے کا وہ سامان لے کر رس ونتی کے کمرے میں پہنچ گئی۔ رس ونتی مسکرانے لگی۔ مریم اس کے سامنے ایک تپائی لا کر اس پر پھلوں کی ٹرے اور دودھ کی بوتل رکھنے کے بعد کمرے سے باہر آ گئی۔ میں اس کے پاس رہا کیونکہ اس کے دماغ کو آزاد چھوڑتے ہی وہ واپس جا کر رس ونتی کا کھانا چھین لیتی۔

وہ کچن میں آ کر چائے بنانے لگی مجھے رس ونتی کی خاطر مریم کے ساتھ کافی وقت ضائع کرنا پڑا جب وہ مکھن سلائس اور چائے لے کر سونیا کے پاس پہنچی تو تقریباً بیس منٹ گزر چکے تھے۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا کر سوچنے لگی "اِیں پھل اور دودھ۔ میں نے رس ونتی کے پاس پہنچا دیا ہے۔ کیوں پہنچا دیا؟ مادام سونیا نے سختی سے منع کیا تھا۔"

وہ پریشان ہو کر سونیا کو دیکھنے لگی۔ سونیا سر جھکائے سلائس پر مکھن لگا رہی تھی۔ مریم کے دماغ نے کہا "مجھے فوراً وہاں جا کر رس ونتی سے کھانا چھین لینا چاہئے۔"

میں اس سے پہلے وہاں پہنچ گیا "ہیلو رس ونتی! پیٹ بھر گیا؟"

وہ ہلکی سی ڈکار لے کر بولی "شکریہ! اب ذرا جان میں جان آئی ہے یہ تمہاری سونیا بے کار میری دشمن بن گئی ہے۔"

"نہیں رس ونتی! وہ خواہ مخواہ دشمنی نہیں کر رہی ہے۔ تم نے اس کے محبوب کو جسمانی اور ذہنی طور پر نقصان پہنچایا۔ اگر تم اس کی جگہ ہوتیں تو تم بھی اپنے پیار کی خاطر یہی کرتیں۔"

"میں اس کی جگہ ہوتی۔ تب بھی تمہیں اپنی انگلی پکڑنے کا موقع نہ دیتی تم سے دور کی دوستی ہی بھلی......"

مریم وہاں پہنچ گئی۔ اس نے دودھ کی خالی بوتل اور پھلوں کی ٹرے کو دیکھا پھر گھور کر بولی "مادام سونیا نے کہا تھا کہ تم بیماری کے باعث خیال خوانی کے قابل نہیں رہیں۔ مجھے بتاؤ میں تمہارے لئے کھانے کی چیزیں کیسے لے آئی؟"

رس ونتی اس کی زبان نہیں سمجھ سکتی تھی لیکن مریم کے بولنے کے ساتھ ساتھ میری سوچ اسے سمجھاتی رہی۔ دنیا کی کوئی بھی زبان انسان زبان سے نہیں بولتا، دماغ سے بولتا ہے۔ دماغ کسی بھی لفظ کے تلفظ اور مفہوم سمجھاتا ہے تب زبان اسے ادا کرنے کے لئے حرکت میں آتی ہے۔

رس ونتی کی زبان حرکت میں آ گئی میرے دماغ میں وہ انگریزی بولنے لگی "یس مریم! میں بیمار نہیں صرف کمزور ہوں۔ اب بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ اگر تم خیریت چاہتی ہو تو میرے اس علم کو راز رکھو۔ یا پھر کرو تو تمہیں تگنی کا ناچ نچا دوں۔"

"لڑکی! تم نے ابھی مریم کو سمجھا نہیں ہے۔ میں فولاد ہوں فولاد۔"

وہ حملہ کرنے کی نیت سے آگے بڑھی مگر ایک جھٹکے سے پیچھے رک گئی۔ اسے پہلی بار پتہ چلا کہ ٹیلی پیتھی کا طمانچہ دماغ پر کیسے پڑتا ہے

...رہی تھی۔ اب تک فولاد بن کر دشمنوں سے لڑتی آئی تھی۔ اس ...پیچ بچ فند ہی تھی... رس ونتی کو غصے سے دیکھا۔ وہ اچانک ہی چھلانگ لگا کر ...کے اپنے ہونے... رس ونتی پر چڑھ بیٹھنا چاہتی تھی، اس کا گلا دبوچنا چاہتی تھی۔ للہٰذا اس ...اپنے دانست میں اچانک ہی چھلانگ لگائی تھی لیکن میرے حساب کے مطابق ...دونٹ اوپر اچھل کر فرش پر گر پڑی۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں آگے بڑھ کر حملہ نہیں کر سکتی، مگر ...لیاں دے سکتی ہوں۔"

اس نے گالی دینے کے لئے منہ کھولا۔ میں نے اس کے ہونٹ بند کر دیئے ...نے جھلا کر ہونٹوں کو کھولا۔ وہ یہی کہنا چاہتی تھی "کمی...مم...." اس ...ہونٹ پھر بند ہو گئے۔

رس ونتی کی زبان نے کہا "افسوس! تم گالی بھی نہیں دے سکتیں۔ تمہیں عقل آئی ہے یا نہیں؟"

"میں جبران سے تمہارا کوئی راز چھپا نہیں سکتی۔ میں غدار نہیں ہوں۔"

"غداری اس وقت ہو گی جب میں جبران یا سونیا کو نقصان پہنچاؤں ...دیکھو مجھے بیٹی سمجھ کر مجھ پر بھروسہ کرو۔"

رس ونتی سوچنے لگی "میں چاہوں تو ابھی خیال خوانی کے ذریعے سپر ماسٹر ...یہاں بلا سکتی ہوں۔ ماسک مین کو چشم زدن میں بتا سکتی ہوں کہ جبران نے ...یہاں چھپا دیا ہے لیکن نہیں میں جبران کو پسند کرتی ہوں اسے نقصان نہیں ...پہنچاؤں گی اور تم دیکھ رہی ہو کہ میں نے سونیا کو بھی اب تک پریشان نہیں ...کیا ہے۔"

مریم فرش پر سے اٹھتی ہوئی بولی "تم دوست اور دشمن سب ہی ...دانت کھٹے کر سکتی ہو۔ پھر اس طرح قیدی بن کر یہاں کیوں پڑی ہو؟"

"میں ذرا آرام کرنا چاہتی ہوں۔ تم ماں بن کر خود ہی سوچو کیا تمہاری ...الحال ہنگاموں سے دور نہیں رہنا چاہئے۔"

وہ پہلی بار مسکرا کر بولی "ہاں بیٹی! تم بہت کمزور ہو تمہیں آرام کرنا ...چاہئے۔ اب تم اطمینان رکھو۔ میں تمہارے لئے کھانا چھپا کر لے آیا کروں گی۔"

وہ پھلوں کی ٹرے اور دودھ کی خالی بوتل اٹھا کر جانے لگی۔ میں اس ...طرح پڑھ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں رس ونتی کے خلاف کوئی سازش نہیں ...وہ کمرے سے چلی گئی۔ میں نے رس ونتی سے کہا "اب اطمینان رکھو۔ وہ ...را خاص خیال رکھا کرے گی۔"

"تم میری زبان سے انگریزی بول رہے تھے۔ میں ٹیلی پیتھی کے کمالات ...تی ہوں۔ اس کے باوجود مجھے عجیب سا لگ رہا تھا۔ مجھے بتاؤ۔ میں انگریزی ...کیا بول رہی تھی؟"

میں اسے بتانے لگا۔ میری بات ختم ہونے کے بعد وہ بولی "اگر تم ...لوزنہ ہے اور مریم نے یہاں آ کر بات کی تو میں جواب کیسے دوں گی؟"

"میری غیر حاضری میں وہ آئے تو تم فوراً ہی دھیان گیان میں ...ہر جانا۔ اسے اشارے سے کہہ دینا کہ کھانا رکھ کر فوراً چلی جائے۔

وہ سمجھدار ہے سمجھ لے گی کہ تم عبادت میں مصروف ہو۔"

"فرہاد! تمہارے جیسا مکار اور ہیرا پھیری کرنے والا میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ مجھے بھی یہی سکھا رہے ہو۔"

"ہماری دنیا کے نصف انسان مکاری اور ہیرا پھیری سے روٹی کھاتے ہیں۔ یہ طریقہ پسند نہ ہو تو بھوکی رہو۔"

وہ مسکرانے لگی۔ پھر بولی "ایک بات بتاؤں۔ اپنے دل کی بات ہے۔"

"ہائے! دل کی بات؟ جلدی بتاؤ، دل دھڑک رہا ہے۔"

"جبران بہت ہی خوبرو اور اسمارٹ ہے۔"

"ایں۔ کک کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ مجھے اچھا لگتا ہے۔"

میں تھوڑی دیر کے لئے چپ ہو گیا۔ رس ونتی اپنے تصور میں جبران کو دیکھ رہی تھی۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ جبران کے متعلق سوچنے لگی ہے۔ پھر وہ اچانک تصور سے ہٹ کر بولی "کیا میری سوچ پڑھ رہے ہو؟"

"ہاں۔ ہاں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم اسے پسند کرنے لگی ہو۔"

"تم خود کو گلفام سمجھتے ہو۔ اس لئے تمہیں یقین نہیں آئے گا۔ ایسی ویسی لڑکیوں نے تم پر عاشق ہو کر تمہیں خوش فہمی میں مبتلا کر دیا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ میں بھی کسی نہ کسی دن تم پر مر مٹوں گی۔"

"میں تمہیں سنجیدگی سے چاہتا ہوں۔"

"اور میں اسے چاہتی ہوں جس نے آج تک کسی لڑکی سے دوستی نہیں کی۔ جبران واقعی چاہے جانے کے قابل ہے کیا میری صاف گوئی کے بعد تم دوستی نباہو گے؟"

"میں کم ظرف نہیں ہوں۔ جب تک تم میری محتاج ہو میں تمہارے بُرے وقت میں کام آتا رہوں گا۔"

"دیکھو۔ بات بدل رہے ہو۔ پہلے دوستی کا دعویٰ کرتے تھے اب محض کام آنے کی بات کر رہے ہو۔"

"مصیبت کے وقت دوست ہی کام آتے ہیں۔"

"مصیبت کے وقت باڈی گارڈز اور وفادار ملازم بھی کام آتے ہیں۔ تم باتیں بنانا نہیں چھوڑو گے؟"

"تم نے تو بس ایک بات پکڑ لی ہے۔ بھئی میں تمہارا دوست ہوں اور ہمیشہ رہوں گا۔"

"شکریہ۔ میرا ایک کام کرو گے؟"

"دوست سے التجا نہیں کی جاتی۔ دوستی آزمائی جاتی ہے۔ کام بتاؤ۔"

وہ بولی "ذرا جبران کے ذہن کو کرید کر معلوم کرو۔ کیا واقعی وہ اس قدر شریف ہے کہ آج تک کسی لڑکی سے دوستی نہیں کی؟ مجھے یقین نہیں ہے کہ اتنا دولت مند، دلیر اور خوبرو جوان پارسا ہو سکتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

"ایک بات اور۔ ذرا یہ بھی معلوم کرو کہ وہ مجھے دل سے چاہتا ہے یا محض وقتی محبت ہے۔"

"اچھا، انتظار کرو۔ تھوڑی دیر بعد تمہیں معلوم ہو جائے گا۔"

میں رس ونتی کے دماغ سے نکل کر سوچنے لگا۔ میں حاسد نہیں ہوں مگر جبران کی خوش قسمتی پر رشک آ رہا تھا مجھے یوں لگ رہا تھا۔ جیسے میری بہت ہی قیمتی چیز ہاتھ سے نکل گئی ہے چھیننے والا جبران ہے جو ہر حال میں میرا دوست رہے گا۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ جبران نے سونیا اور رومانہ کو دوست بنا کر اپنے ہاں پناہ دے کر مجھے بھی دوست بنا لیا۔ پھر اپنے ہی ملک کی خارجہ پالیسی کے خلاف اس نے سونیا اور رس ونتی کو چھپنے کے لئے دریائے نیل کے کنارے پہنچا دیا۔ صرف اس لئے کہ رس ونتی کسی بڑی طاقت کی آلۂ کار بن کر فرہاد کو نقصان نہ پہنچائے۔

اب میری باری تھی کہ میں جبران کے دل کی آواز سنتا۔ میں احسان کا بدلہ چکانے کے لئے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ ایک کمرے میں تنہا بیٹھا سگریٹ سلگا رہا تھا۔ اس وقت وہ بہت پریشان تھا۔ وہ سگریٹ کا ایک لمبا کش لے کر دھواں چھوڑنے لگا اس کے ساتھ ہی اس کی پریشانی مجھ سے بولنے لگی اسکندریہ کے بے تاج بادشاہ جمشید جبران کو اس کی حکومت نے نظر بند کر رکھا تھا۔ اس وقت وہ اس کمرے میں قید کر دیا گیا تھا۔

جمشید جبران جیسی شخصیت قیدی کی حیثیت میں رہے۔ یہ بات سوچی بھی نہیں جا سکتی تھی اس کی سوچ نے بتایا کہ حکومت کے اعلیٰ افسران اس سے رس ونتی کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اس مطالبے سے پہلے ہی جبران رپورٹ دے چکا تھا کہ سونیا نے اس کی پناہ میں رہ کر اسے دھوکہ دیا ہے اور رس ونتی کو اس کی قید سے نکال کر لے گئی ہے۔ اس کے تمام آدمی اسکندریہ سے قاہرہ تک دونوں عورتوں کو تلاش کر رہے ہیں۔ مگر وہ اب تک لاپتہ ہیں۔

میں نے جبران کی سوچ میں کہا "بڑی مشکل ہے۔ اب تو میری حکومت کے جاسوسوں کے علاوہ رئیڈ پاورز کے جاسوس بھی سونیا اور رس ونتی کو تلاش کر رہے ہوں گے۔"

"ہاں ۔۔۔" جبران کی سوچ نے کہا۔ "بڑی مشکل ہے۔ میرا پاکٹ ٹرانسمٹر بھی چھین لیا گیا ہے۔ میں سونیا کو خطرے سے آگاہ نہیں کر سکتا۔ صرف ظاہر بیگ کی وفاداری پر یقین ہے۔ شاید اس نے سونیا اور مریم کو میری نظر بندی کی اطلاع دے دی ہو۔"

میں نے سونیا اور جبران کی زبان سے ظاہر بیگ کا ذکر سنا تھا، مگر کبھی ان کے ذریعے اس کے لب و لہجہ تک نہیں پہنچا تھا اس لئے ظاہر بیگ سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ سونیا کو موجودہ حالات سے کس طرح آگاہ کیا جائے۔ اگر میں براہ راست سونیا کو مخاطب کرتا تو پھر وہ بار بار مجھے رابطہ قائم کرنے کے لئے مجبور کرتی۔ ابھی یہی مناسب تھا کہ وہ مجھے مجبور سمجھ کر صبر کر رہی تھی۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد میں مریم کے پاس پہنچ گیا۔ … مجسمے کے سامنے سر جھکائے زیرِ لب دعائیں مانگ رہی تھی۔ … کے دوران دعائیہ موسیقی کی ایک مخصوص دھن ہوتی ہے۔ میں … اس کے دماغ کے اندر گنگنانے لگا۔ وہ حیرانی سے حضرت … کو دیکھنے لگی۔ میں گنگنانے کے دوران اس کے اندر نامعلوم سی … کے احساسات پیدا کر رہا تھا۔

وہ پریشان ہو کر اپنے سینے پر صلیب کا نشان بناتی ہوئی … "مصلوبِ مقدس! میرا دل کیوں گھبرا رہا ہے؟"

میں نے گنگنانے کے دوران سرگوشی کی "…

"جبران۔ میرا بچہ۔ کیا میرا بچہ کسی مصیبت میں ہے؟"

وہ پھر ایک بار سینے پر صلیب کا نشان بناتی ہوئی … پیچھے جاتی ہوئی عبادت کے کمرے سے باہر آ گئی۔ پھر ایک … گزر کر سونیا کے پاس پہنچ گئی۔ سونیا اب تک ٹرانسمٹر کے پاس … رہی تھی۔ مریم نے پوچھا "جبران کی کال آئی؟"

"نہیں ۔۔۔ میں بور ہو رہی ہوں۔ جبران نے اپنی فریکوئنسی … ہے ورنہ میں اسے کال کرتی۔"

"تم ذرا ہٹ جاؤ۔ میں ظاہر بیگ کو کال کروں گی۔"

سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "لیکن جبران نے … تھا کہ تمہیں اور تمہارے جعلی خاندان کو ظاہر بیگ جیسا دست … نہیں جانتا ہے۔"

مریم ٹرانسمٹر کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولی "ہاں۔ … کوئی مجھے نہیں جانتا ہے۔ پھر بھی ظاہر بیگ شاید کوڈ … یہ سمجھ لے کہ اپنی ہی ٹیم کی کوئی عورت جبران کی خیریت … اس نے باتوں کے دوران ٹرانسمٹر کو آپریٹ کیا … لگی "ہیلو ہیلو۔ مدر کالنگ ہرسن۔ ہیلو مدر کالنگ ہرسن۔ اوور"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر آواز سنائی دی … تمہارا بیٹا اٹینڈ کر رہا ہے۔ اپنا کوڈ نمبر بتاؤ۔ اوور۔"

مریم کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ وہ بولی "ماں کا … ہوتا۔ کوئی نام نہیں ہوتا وہ صرف ماں ہوتی ہے۔ دو لفظوں … کی خیریت بتاؤ۔ اوور۔"

"جبران صاحب کے متعلق کسی اجنبی کو کچھ نہیں بتایا … تم اپنی شناخت کراؤ۔ اوور۔"

میں اتنی دیر میں ظاہر بیگ تک پہنچ گیا تھا۔ … فوجی افسر بیٹھے ٹرانسمٹر پر ہونے والی گفتگو سن رہے تھے … ظاہر بیگ سے مائیک لے کر کہا "یو نان سنس! تم اپنا نام اور پتہ … حکم ہے۔ اوور۔"

دوسری طرف سے مریم نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ پریشا…

… حکم نہیں دیتا اور کسی کی اتنی جرأت نہیں ہو سکتی کہ کوئی مجھے ۔۔۔ … من کہہ رہے۔ سونیا! ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ جبران کسی مصیبت میں … گیا ہے۔"

"یقیناً۔ اسی لئے اس نے اب تک ہمیں کال نہیں کیا ہے۔ نہیں معلوم … ہے کہ دنیا کی بڑی طاقتوں کے لئے رس ونتی کتنی اہم ہے اسے … رنے کے لئے خود یہاں کی حکومت جبران کا محاسبہ کر سکتی ہے۔"

رس ونتی کا نام سن کر مریم چونک گئی۔ فوراً ہی اس کے ذہن میں … آئی کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جبران کی خیریت معلوم کرنا چاہئے ۔۔۔ یہ … ہوئے اس نے سونیا سے کہا "تم یہاں ٹرانسمٹر کے پاس بیٹھو۔ میں … سے رابطہ قائم کرنے کی کوئی تدبیر کرتی ہوں۔"

میں رس ونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بستر پر لیٹی آنکھ بند کر کے سونے … ش کر رہی تھی۔ میں نے کہا "ہیلو۔ میں آ گیا ہوں۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی "کیا خبر ہے؟"

"میں ابھی جبران کے ذہن کو کرید نہ سکا کیونکہ وہ تمہیں بڑی طاقتوں سے … نے کے سلسلے میں خود مصیبتیں اٹھا رہا ہے۔ اسے ایک جگہ نظر بند کر دیا گیا ہے۔"

"کیا تم اسے چھوڑ کر مجھے کوئی خوش خبری سنانے آئے ہو؟"

"رس ونتی! طعنے نہ دو۔ میں تمہاری حفاظت کرتا آیا ہوں۔ تمہارا … کا بھی حفاظت کروں گا۔ فی الحال مریم آ رہی ہے میں اسے تمہاری زبان … جانا چاہتا ہوں۔"

اسی وقت مریم پہنچ گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتی۔ رس ونتی کی … اشاروں پر بولنے لگی "یس مریم! میں جانتی ہوں تم کیوں آئی ہو؟ … بیگ نے ٹرانسمٹر پر تم سے کوڈ نمبر پوچھا تھا۔ جس نے تمہیں نان سنس کہا … فوجی افسر تھا۔ اب تمہارا شبہ درست ہے کہ جبران پر مصیبت آئی ہے۔"

مریم نے فوراً ہی آگے بڑھ کر رس ونتی کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ "بیٹی! … وہ کہاں ہے؟ خیریت سے تو ہے نا؟"

"ابھی تک خیریت ہے۔ اسے ایک کمرے میں قید کر دیا گیا وہ اس بات سے … ہے کہ اپنی حکومت کے اور رئیڈ پاورز کے جاسوس ہمیں تلاش کرتے پھر … وہ تم سے کہنا چاہتا ہے کہ ہر حال میں میری اور سونیا کی حفاظت … ئے۔"

"میں حفاظت کروں گی۔ جاسوس یہاں آنے کے باوجود تم دونوں کو … سکیں گے۔ وہ خود جانتا ہے کہ میں تم لوگوں کو کہاں چھپاؤں گی۔ اسے … پریشان ہونے کے بجائے اپنے بچاؤ کی تدبیر کرے۔"

رس ونتی میری سوچ کے مطابق مسکرائی۔ پھر اس کی زبان نے کہا "میں … غفلت کے لئے مراقبے میں جا رہی ہوں۔ اب تم مداخلت نہ کرنا۔ یہاں … جاؤ۔"

وہ اٹھ کر چلی گئی۔ رس ونتی نے مجھ سے پوچھا "تم نے اسے کیا … ہے؟"

"یہی کہ اب تم مراقبے میں جا رہی ہو۔ خیال خوانی کے ذریعے جبران کو مصیبت سے نجات دلانے کی کوشش کرو گی۔ لہٰذا مراقبے کے دوران مداخلت نہ کی جائے۔ اچھا اب میں جبران کے پاس جا رہا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "سچ مچ دوستی نباہ رہے ہو۔ ایسے عاشق ہوتے ہیں۔ جو اپنے دل کا خون کر کے اپنے رقیب کی سلامتی کے لئے دشمنوں سے لڑتے ہیں تمہارے دل کا کیا حال ہے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ کیونکہ وہ میری ناکامی و نامرادی کا مذاق اڑا رہی تھی۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ میں دوستوں کے لئے دل کا خون بھی کر سکتا ہوں۔ وہ بھی دوست تھی اور جبران بھی دوست بن چکا تھا۔۔۔ پھر رقابت کیسی؟

میں جبران کے پاس پہنچ گیا۔ اب وہ کمرے میں تنہا نہیں تھا چند فوجی افسران اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک افسر کہہ رہا تھا "مسٹر جبران! حکومت نے آپ کو بہترین دماغوں اور بہترین فائٹروں کی پرائیویٹ فو… رکھنے کی اجازت دی ہے۔ آپ کے پاس خفیہ تہہ خانے، ٹرانسمیٹر اور لباس کے اسلحے کا ذخیرہ ہے۔ آپ [illegible] لئے ایک ایک سوٹ کرتے ہیں اور تخریب کاروں کے قدم اکھاڑ دیتے ہیں۔ اتنی آپ … سر پر میں نہیں کی جا سکتی۔ حکومت کی نظروں میں آپ کی قدر ہے۔ ایک … وہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کا یہ مقام ہمیشہ قائم رہے۔"

جبران نے کہا "میں بھی یہی چاہتا ہوں، کوشش کرتا ہوں کہ میری حکومت کو مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو میرے حب الوطنی جذبات اور پچھلی خدمات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آپ لوگوں کو یقین کر لینا چاہئے کہ میں نے سونیا اور رس ونتی کو فرار ہونے کا موقع نہیں دیا ہے۔"

"ہم کیسے یقین کر لیں۔ تمہاری اپنی زبردست تنظیم ہے۔ تمہارے تمام اڈوں کی نگرانی اتنی سخت ہوتی ہے کہ تمہاری اجازت کے بغیر نہ کوئی داخل ہو سکتا ہے اور نہ باہر نکل سکتا ہے۔ پھر سونیا، رس ونتی کو لے کر کیسے فرار ہو گئی؟"

"میں بتا چکا ہوں کہ سونیا نے فرار ہونے کے لئے رس ونتی کی ٹیلی پیتھی کا سہارا لیا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ ڈاکٹر زبیری کا بیان ہے کہ رس ونتی جسمانی اور دماغی طور پر کمزور ہے صرف صحت مند دماغ ہی ایسے علم سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"

"ڈاکٹر زبیری کسی بیماری کو تو سمجھ سکتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کو نہیں سمجھ سکتے۔"

دوسرے افسر نے کہا "تم بھی ٹیلی پیتھی کو نہیں سمجھتے ہو۔ سبز کوٹھی کے اطراف پہرہ دینے والے کا بیان ہے کہ انہوں نے سونیا اور رس ونتی کو کوٹھی سے باہر نکلتے نہیں دیکھا۔ یقیناً کوٹھی کے اندر کہیں تہہ خانہ اور سرنگ ہے۔ تم نے اسی راستے سے انہیں بھگا دیا ہے۔"

جبران نے کہا: "آپ لوگ سبز کوٹھی کو اچھی طرح دیکھ چکے ہیں آپ کے ماہرین رپورٹ پیش کر چکے ہیں کہ کوٹھی کے فرش تلے تہہ خانہ نہیں ہے کیا آپ مجھے خواہ مخواہ غدار ثابت کرنا چاہتے ہیں؟"

تیسرے افسر نے کہا: "ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں مگر اپنے ملک کی بھلائی کے لئے سمجھا رہے ہیں۔ تمہاری غلطی ہم معاف کر دیں گے۔ صرف اتنا بتا دو کہ رس دنتی کو کہاں چھپایا ہے۔ تم نہیں جانتے۔ ریڈ پاور کا ماسٹر ہمیں صرف ایک رس دنتی کے بدلے ہمیں ایک ارب ڈالر کی فوجی امداد دے رہا ہے اور یہاں بڑی بڑی صنعتیں قائم کرنے کا معاہدہ کر چکا ہے۔"

ایک اور افسر نے کہا: "ایک پہریدار کا بیان ہے کہ کل رات دو بجے سبز کوٹھی کے گیراج سے ایک ویگن کار نکل کر گئی تھی۔ پہریدار نے تم پر بھروسہ کرتے ہوئے سرسری چیکنگ کی تھی۔ بظاہر اس میں ایک ہی ڈرائیور بیٹھا ہوا تھا۔ کیا تم نے اس گاڑی میں ان دونوں کو چھپا کر نہیں بھیجا تھا؟ اب تک یہ رپورٹ ہے کہ وہ ڈرائیور بھی واپس نہیں آیا۔"

جبران نے کہا: "میں خود حیران ہوں کہ وہ ویگن کار میرے گیراج سے وہ بہت پریشان۔ وہ ڈرائیور کون تھا؟ کیا یہ ٹیلی پیتھی کا کمال نہیں ہو سکتا؟"

اس کے ساتھ ہی امتحان ختم ہوتے ہی کمرے کا دروازہ کھلا۔ ایک فوجی افسر داخل جمشید جبران تازہ رپورٹ ہے۔ ظاہر بیگ کے پاس جو ٹرانسمیٹر ہے اس کے ذریعے کسی مرد نے کال کرتے ہوئے جبران کی خیریت دریافت کی تھی۔"

وہ افسر تفصیل سے بتانے لگا کہ مریم اور ظاہر بیگ کے درمیان کیا گفتگو ہوئی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ اب جبران پھنسنے والا ہے مجھے یہ منظور نہ تھا کہ میرے دوست کا جھوٹ عیاں ہو جائے۔ افسر کی تفصیلی رپورٹ کے دوران میں ایک افسر کے دماغ میں گھس گیا۔ پھر رس دنتی کا رول ادا کرنے کے لئے ایک نسوانی قہقہہ لگایا۔

تمام افسران چونک کر اس افسر کو دیکھنے لگے۔ جبران بھی حیران تھا وہ افسر نسوانی آواز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا: "ہی ہی ہی۔ میں رس دنتی بول رہی ہوں۔ ہی ہی ہی ہی......"

میں اس کے دماغ سے نکل گیا۔ اب وہ جھینپ کر اپنے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا۔ میں دوسرے افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر رپورٹ سنانے والے افسر کے سامنے گیا پھر اس کے منہ پر تڑاخ سے ایک طمانچہ جڑ دیا۔ میں طمانچہ کھانے والے کی کھوپڑی میں بیٹھ گیا۔ وہ مار کھا کر نسوانی آواز میں ہنستے ہوئے بولا: "ہی ہی ہی۔ یہ ٹیلی پیتھی کا کمال ہے کل رات دو بجے میں نے جبران کو ٹرانس میں لے کر اسے غافل بنا دیا تھا۔ میں ویگن کار کی سیٹوں کے درمیان چھپی ہوئی تھی۔ سونیا مونچھیں لگا کر مردانہ گیٹ اپ میں ڈرائیور بنی بیٹھی تھی۔ ہی ہی ہی ہی......"

میں اس کی کھوپڑی سے نکل کر جبران کے پاس پہنچ گیا۔ تمام افسران جھینپ رہے تھے۔ جن کے دماغوں کو میں نے نہیں چھیڑا تھا۔ ان میں سے ایک افسر نے کہا: "ہم مان گئے کہ تم یہاں موجود ہو۔ اب ہمیں تماشہ نہ بنانا۔"

میں نے اس کے سر پر سوار ہو کر کہا: "اوئی میں مر گئی۔ ابھی بتانا باقی ہے کہ میں نے ہی مرد بن کر ظاہر بیگ کو ٹرانسمیٹر پر چھیڑا تھا۔ کچھ اور بتاؤں کہ کیوں چھیڑا تھا؟"

میں پھر جبران کے پاس آ گیا۔ سب ایک آواز ہو کر کہنے لگے: "نہیں۔ اب ہمیں نہ بتاؤ۔ ہم سمجھ گئے ہیں۔"

جبران نے سر اٹھا کر کہا: "میں رس دنتی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ معزز افسران کو تماشہ نہ بنائے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ افسران خوفزدہ ہو کر بظاہر مجھے سچا کہیں اور دل ہی دل میں مجھے غدار سمجھیں۔"

ایک افسر نے کہا: "مسٹر جبران! میں کسی خوف اور کسی کرتا ہوں کہ تم سچ کہتے آ رہے ہو۔ میں نے تمہیں غدار سمجھ لیا تھا۔ ہو۔ رس دنتی تمہیں ٹرانس میں لانے کے بعد سونیا کے ساتھ گئی ہے۔"

دوسرے افسران بھی اس کی تائید کرنے اور جبران سے اظہار کرنے لگے۔

میں نے نسوانی لہجہ اپنا کر جبران کے دماغ میں کہا: " بیٹھے ہو۔ ذرا اکڑ دکھاؤ۔ اعلیٰ حکام تک یہ پیغام پہنچا دو کہ اب کا کوئی فرض ادا نہیں کرو گے۔ وہ کوئی دوسرا جبران ڈھونڈ لیں ہوں۔ پھر کسی وقت آؤں گی......"

مجھے مجبوراً وہاں سے جلدی واپس آنا پڑا۔ میں رس دنتی کے پاس بھی نہ جا سکا کیونکہ ملایا کی گھڑیوں میں دس بج چکے تھے اپنے وقت پر بیدار ہو گئی تھی۔ دوسری طرف موٹی دروازے پر دستک دے رہی تھی۔

میں نے مسکرا کر صبح بخیر کہتے ہوئے رومانہ کو دور سے پھر اٹھ کر دروازے کو کھول دیا۔ موٹی ملازمہ ناشتے کی ٹرے لئے کھڑی کھلتے ہی اس کی بتیسی نکل گئی۔ میں نے رومانہ سے کہا: "یہ صبح بتیسی دکھا کر ڈرا رہی ہے۔ کیا تم اسے کسی طرح سمجھا سکتی ہو؟"

رومانہ اپنا لباس درست کرتے ہوئی بستر سے اٹھ کر آئی پھر بولی: "موٹی ہے تو کیا ہوا؟ جوان تو ہے۔ کیا نہیں ہے؟"

"میرے پاس اتنا موٹا دل نہیں ہے۔"

وہ موٹی اپنے سر کو جھکا جھکا کر اپنے دل کی طرف اشا نظر اس کے بلاؤز پر گئی۔ بلاؤز کے گریبان سے ایک رہا تھا۔ رومانہ نے ہاتھ بڑھا کر اسے گریبان سے نکال لیا۔ اجنبی میزبان کی طرف سے آیا تھا۔ اسے کھول کر ہم پڑھنے لگے۔

"فرہاد صاحب! موٹی ملازمہ کا نام اشتیا ہے۔ نہیں سمجھ سکیں گے گونگے اشاروں کی بین الاقوامی زبان سکتا ہے۔ ایک گونگا ملازم آپ کے لئے کچھ تحفے لے کر آ میں اس سے ملنے سے پہلے آج کے اخبار کے پہلے صفحے کے

ن۔ فقط آپ کا اپنا۔"

میں اخبار پڑھنے بستر کے سرہانے گیا۔ رومانہ موٹی اشتیا کو سمجھانے لگی کہ ناشتہ واپس لے جاؤ۔ ایک گھنٹے بعد ناشتہ طلب کیا جائے میں نے اخبار کھول کر چوتھے کالم پر نظر ڈالی۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔

"عازم کو ڈھونڈ نکالنے کے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ ملٹری انٹیلی جنس نے ایئرپورٹ، بندرگاہوں اور سرحدی راستوں کی چوکیوں میں نئی میک اپ ایکسرے مشین نصب کر دی ہیں۔ ملایا سے باہر جانے والے تمام مسافروں کو اس مشین کے سامنے سے گزر کر جانے کی ہدایت کی جا رہی ہے۔ اس ایکسرے مشین کی خاصیت یہ ہے کہ ماسک میک اپ میں رہنے والے کسی بھی مسافر کا اصلی چہرہ ایکسرے اسکرین پر نظر آ جاتا ہے۔ انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل نے یقین دلایا ہے کہ اس طرح عازم کسی بھی بہروپ میں ملایا سے باہر نہیں جا سکے گا......"

میں نے ایک گہری سانس لے کر رومانہ کی طرف اخبار بڑھا دیا۔ پھر خواب گاہ سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ ایک قد آور گونگا جوان مجھے دیکھتے ہی اٹھ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ گونگے کی صحت قابل رشک تھی۔ کسرتی بدن پر چست پتلون اور بنیان جچ رہی تھی۔ بازوؤں کے ابھرے ہوئے مسلس ایسے سخت تھے کہ آہنی راڈ کو موڑ سکتے تھے میرے سامنے سینٹر ٹیبل پر بڑے بڑے پیکٹس رکھے ہوئے تھے۔ گونگے نے ادب سے جھک کر میری طرف ایک لفافہ بڑھایا۔ میں اسے لیتے ہوئے گونگے کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

آنکھیں دماغی سوچ کی عکاس ہوتی ہیں۔ میں اس کے دماغ تک پہنچ گیا۔ مگر گونگی سوچوں کی کوئی زبان، کوئی لفظ اور لہجہ نہیں تھا مجھے بہت عرصہ پہلے کے دو گونگے شیشل اور چینل یاد آ گئے۔ وہ پاکستان میں دشمن بن کر آئے تھے۔ پھر وفادار غلام بن گئے تھے بہرحال ان کی سوچیں بھی لفظوں سے محروم تھیں۔ صرف دماغ کی اسکرین پر تصور قائم ہوتا تھا۔

میں اپنے سامنے کھڑے ہوئے گونگے کے دماغ کی اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ وہ لفافے کو دیکھ رہا تھا۔ تصوراتی علم یہ تھی کہ میں لفافہ کھول کر پڑھ رہا ہوں۔ پھر جواب لکھ کر اسے دے رہا ہوں۔ وہ میرا خط لے کر بنگلے سے باہر جا رہا ہے۔ اسے ایک سادہ لفافے میں رکھ رہا ہے اس کے بعد وہ ایک ریسٹورنٹ کے تیسرے کیبن میں جا کر چائے پی رہا ہے۔ کیبن سے نکلنے سے پہلے وہ لفافے کو کرسی کے گدے کے نیچے رکھ کر وہاں سے دوسرا لفافہ اٹھا رہا ہے۔ پھر وہ پبلک ٹرام اسٹیشن کے انٹرنس میں جاتا ہے اور وہاں ایک لیٹر بکس میں دوسرے لفافے کو ڈال دیتا ہے۔ یہ کام انجام دینے کے بعد وہ پبلک ٹرام میں بیٹھ کر کہیں جا رہا ہے......

یہ تصوراتی فلم دیکھنے کے بعد میں نے پہلے لفافے کو کھولنا مناسب نہیں سمجھا۔ اسے ایک طرف سینٹر ٹیبل پر رکھ کر دوسرے پیکٹس کھولنے لگا۔ رومانہ بھی وہاں آ گئی۔ ایک پیکٹ میں مردانہ اور دوسرے پیکٹ میں زنانہ سوٹ تھے۔ جوتے، سینڈل، ہیٹ، سن گلاس، لیڈیز پرس، مردانہ ٹورسٹ بیگ، میک اپ کا سامان غرضیکہ وہاں بہت کچھ موجود تھا۔

وہ تمام سامان دیکھنے کے دوران میں نے سوچ کے ذریعے رومانہ سے کہا: "جانِ من! میری بات توجہ سے سنو۔ بیڈ روم میں جا کر لائٹ میک اپ کے ذریعے اپنے چہرے میں معمولی سی تبدیلی کر دو۔ اخراجات کے لئے چند پونڈ اپنے پاس رکھ لو۔ کچن کے پچھلے دروازے سے چھپ کر باہر جاؤ۔ اور سیدھا ٹاور ریسٹورنٹ پہنچ جاؤ۔ یہ گونگا میرا خط لے کر اس ریسٹورنٹ کے تیسرے کیبن میں جائے گا۔ تم دور کسی میز پر بیٹھ کر نگرانی کرنا اور وہیں ناشتہ کر لینا۔ گونگا کیبن سے باہر جائے تو اسے نظر انداز کر دینا۔ اس کے بعد جو بھی کیبن کے اندر جا کر باہر نکلے اس کا تعاقب کرنا۔ اس طرح ہم اس انجانے میزبان تک پہنچ جائیں گے۔"

میری باتیں سن کر رومانہ وہاں سے میک اپ اور لباس کے پیکٹس اٹھا کر چلی گئی۔ میں وقت ضائع کرنے کے لئے ایک ایک سوٹ نکال کر دیکھنے لگا۔ اپنے لئے آئے ہوئے جوتے پہنے پھر اتار دیئے۔ سر پر ہیٹ اور آنکھوں پر سن گلاس پہن کر دیکھا۔ گونگے کو دیکھ کر مسکرا دیا۔ وہ بھی جواباً مسکرانے لگا۔

میں نے اشارے سے پوچھا: "چائے پیو گے؟"

اس نے بڑی عاجزی سے سر ہلا کر انکار کیا۔ پھر لفافے کی طرف اشارہ کرنے لگا۔ میں لفافہ اٹھا کر کھولتے ہوئے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ رومانہ کی سوچ بتا رہی تھی کہ اتنی دیر میں اس نے اپنے چہرے میں کافی تبدیلی کر لی ہے۔ ناک کے نتھنوں میں ننھی سی اسپرنگ فٹ کرنے کے باعث اس کی ناک چوڑی اور چپٹی ہو گئی۔ گورے اور گلابی چہرے پر سانولے رنگ کا میک اپ کیا ہے۔ بالوں کا اسٹائل بدل دیا ہے۔ سیاہ چشمہ اور تنکوں کا ہیٹ پہننے کے بعد کوئی اسے پہچان نہیں سکے گا۔

میں نے مطمئن ہو کر لفافے کے اندر سے نکلے ہوئے کاغذ کو کھول کر پڑھنا شروع کیا مگر وان ڈے آ گیا۔ مجھے کچھ اور وقت ضائع کرنے کا موقع مل گیا۔ اس نے معذرت چاہی کہ وہ دیر تک سوتا رہا۔ میں نے نرمی سے کہا: "کوئی بات نہیں۔ ہم بھی دیر تک سوتے رہے۔ اب تم غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتہ کرو۔ پھر پینانگ واپس چلے جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں خط پڑھنے لگا۔ مسٹر میزبان نے لکھا تھا۔

"فرہاد صاحب! آپ نے آج کا اخبار پڑھ لیا ہو گا۔ اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کا ملایا سے باہر جانا تقریباً ناممکن ہے۔ یہاں کی انٹیلی جنس کے علاوہ ریڈ پاور اور سپر ماسٹر کے کتے آپ کی بُو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ آپ پہلی فرصت میں اپنے چہرے میں تبدیلی پیدا کر لیں

تو بہتر ہوگا۔

ایک بات عرض کردوں، آپ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے لیئے جو کام ناممکن ہے۔ وہ میں اپنے لیئے ممکن بنا لیتا ہوں۔ میں آپ کو آج رات ملایا سے نکال کر بنکاک پہنچا سکتا ہوں۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ یہاں سے نکل جائیں۔ یہ جگہ زیادہ پسند ہو تو کچھ عرصے بعد واپس آجائیں۔ ایسے وقت جبکہ ملایا کی انٹیلی جنس، ماسک مین اور سپر ماسٹر سب ہی آپ کو گھیرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ کا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔

ویسے آپ سمجھدار ہیں۔ سوچ سمجھ کر جواب دیں۔ اگر بنکاک جانا پسند کریں تو بیڈروم کی ایک دراز میں ایک ڈائری اور ایک بڑی سی تصویر ہے۔ یہ تصویر بنکاک کے ایک سرمایہ دار نوجوان شرلاک جونیئر کی ہے۔ اس کے متعلق تفصیلی معلومات ڈائری میں درج ہیں۔ شرلاک جونیئر کا پاسپورٹ اور ویزا بالکل تیار ہے۔

آپ اپنی ساتھی حسینہ کے متعلق بتائیں۔ کیا وہ آپ کے ساتھ جائے گی؟ کیا اسے ماسک مین اور سپر ماسٹر پہچانتے ہیں؟ کیا اس کے پاس اپنا پاسپورٹ ہے؟ اگر وہ لڑکی آپ کے لیئے ضروری ہو تو اسے بھی آپ کے ساتھ بھیجنے کے انتظامات کیئے جاسکتے ہیں۔ دوسری صورت میں آپ کے لیئے دوسری حسین لڑکیاں فراہم کردی جائیں گی.....؟

وہ انجانا میزبان اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ اس نے میری کمزوری کو سمجھ لیا ہے۔ مجھے حسین دوشیزاؤں کی اندر سبھا میں پہنچا کر خوش کر سکتا ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ میں ماضی میں ماسٹروں کی تنظیم کی کتنی ہی حسیناؤں کو ٹھکرا چکا ہوں کسی مقصد کے لیئے یا دولت کے لیئے بکنے والیوں کو میں نے اپنے قریب آنے ہی نہیں دیا۔

وہ رقعہ پڑھنے کے بعد میں نے گونگے سے اشاروں میں کہا "یہاں انتظار کرو۔ میں خط کا جواب لکھ کر لا رہا ہوں۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ میں وہاں سے خوابگاہ میں آیا۔ رومانہ اپنی مہم پر روانہ ہو چکی تھی۔ بارہا ایسے مواقع آتے ہیں کہ مجھے سونیا اور رومانہ کی بے اختیار تعریفیں کرنی پڑتی ہیں۔ وہ صرف دلیر اور بے باک ہی نہیں بے مثال ذہانت بھی رکھتی ہیں۔ رومانہ نے انجانے میزبان کے بھیجے ہوئے کسی بھی لباس کو استعمال نہیں کیا تھا۔ اس طرح وہ کسی کی نظروں میں بھی آسکتی تھی۔ اس نے اپنے بیگ سے لباس نکال کر پہنا تھا۔ وگ پہننے کے بجائے بالوں کا اسٹائل بدل دیا تھا۔ مختصر یہ کہ وہ اس طرح گئی تھی کہ انجانا میزبان یا اس کے آدمی اپنی بھیجی ہوئی چیزوں کے ذریعے اسے پہچان نہیں سکتے تھے۔

میں نے خط کا جواب لکھا "میرے مسخرے میزبان! تم جس انداز میں میزبانی کر رہے ہو وہ مضحکہ خیز ہے۔ بے لوث اور پُر خلوص دوست منہ نہیں چھپاتے۔ میں تمہاری میزبانی کو قبول کر رہا ہوں مگر تمہاری دوستی میرے نزدیک دشمنی سے زیادہ خطرناک ہے۔

دشمن کے مشوروں کے پیچھے اس کا اپنا کوئی مفاد چھپا ہوتا ہے۔ تم نے مجھے بنکاک جانے کا مشورہ دیا ہے۔ میں اس لیئے جانے پر مجبور ہوں کہ قدم قدم پر میرے لیئے پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں۔ میں شرلاک جونیئر کے روپ میں اپنی موجودہ حسین ساتھی کے ساتھ بنکاک جاؤں گا۔

اگر تم میری دوستی کے خواہاں ہو تو سامنے آجاؤ۔ ورنہ تمہارا یہ ڈرامہ تمہیں مہنگا پڑے گا۔ فقط ـــــ فرہاد.....؟

میں خط لکھ کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ گونگا مجھے دیکھتے ہی کھڑا ہوگیا۔ میں نے وہ خط اسے دے دیا۔ وہ پلٹ کر جانے لگا۔ اچانک ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا۔ ایک شخص تیزی سے اندر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تہہ کیا ہوا کاغذ تھا۔ اس نے وہ کاغذ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اسے لے کر پڑھا۔ اجنبی میزبان نے لکھا تھا۔

"مسٹر فرہاد! ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ ریڈ پاور کے ایک باس نے چیانگ پلازہ پر قابض ہونے والے سپر ماسٹر کے تمام ماتحتوں کو چیلنج کیا ہے کہ آج اندھیرا ہونے سے پہلے وہ چیانگ پلازہ کو خالی کردیں۔ ورنہ ان میں سے کوئی زندہ واپس نہیں آئے گا۔

میں آپ کو یہ اطلاع اس لیئے دے رہا ہوں کہ مادام زہریلی وہاں ہے۔ آپ نے اسے چیانگ پلازہ کی فاتح بنایا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی پسند کو وہاں نقصان پہنچے۔ ویسے آپ جو مناسب سمجھیں کریں۔ میں نے اپنا فرض ادا کردیا ـــــ فقط۔ آپ کا اپنا.....؟

میں نے وہ خط لانے والے کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ اس نے نظریں جھکالیں۔ وہ بھی گونگا تھا۔ میں ایک صوفے پر بیٹھ کر مونا زہریلی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد ناشتہ کرنے بیٹھ رہی تھی۔ میں نے کہا "ہیلو مونا.....؟"

وہ چونک کر کھڑی ہوگئی۔ ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام کر گھومنے لگی۔ اس کی سوچ نے کہا "شاید فرہاد مجھے مخاطب کر رہا ہے۔"

میں نے کہا "ہاں۔ میں تم سے مخاطب ہوں۔ تمہیں اب تک یہ تو پتہ چل گیا ہوگا۔ کہ کتنے منظم طریقوں سے مجھے تلاش کیا جا رہا ہے۔ میں بہت مصروف ہوں اس لیئے تم سے رابطہ قائم نہ کر سکا۔ ابھی پتہ چلا ہے کہ چیانگ پلازہ میں تمہارے ساتھیوں کو کسی باس نے دھمکی دی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟"

"ہاں۔ ہم سے کہا گیا ہے کہ شام تک ہم یہ عمارت خالی کردیں۔ ورنہ یہاں سے کوئی زندہ سلامت باہر نہیں نکل سکے گا۔ میں تمہیں یاد کر رہی تھی۔ یہ دھمکی سننے کے بعد بے چینی اور بڑھ گئی کہ تمہیں کہاں تلاش کروں؟"

"فکر نہ کرو۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں کہ ریڈ پاور کا باس تمہارے خلاف کیا کرنا چاہتا ہے؟ آرام سے ناشتہ کرو.....؟"

ریڈ پاور کے اقدامات کا پتہ چلانے کے لیئے میں نے

اس سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت ساری دنیا صبح کا ناشتہ کر رہی تھی۔ ایک میں ہی اب تک بھوکا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کھانے میں مصروف تھا۔ کھانے کے دوران میری مرضی کے مطابق سوچنے لگا "ہوں مادام زہریلی کو کسی طرح چیانگ پلازہ سے نکالنا چاہیئے۔ ورنہ عمارت کے ساتھ اس کی جوانی کے بھی پرخچے اڑ جائیں گے۔ میں اس حسین حرامزادی کو ضرور حاصل کروں گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "کوئی ضروری تو نہیں کہ عمارت تباہ ہو جائے؟"

اس نے تائید میں سر ہلایا "ہاں ضروری نہیں ہے۔ اگر وہ لوگ شرافت سے عمارت خالی کردیں گے تو ہم ان قیمتی مشینوں کو تباہی سے بچا لیں گے۔ ورنہ عمارت کے فرش تلے بچھے ہوئے ڈائنا مائٹ کو بلاسٹ کر دیا جائے گا۔"

وہ سوچنے لگا کہ چیانگ پلازہ کے فرش تلے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کس طرح ڈائنا مائٹ کا جال بچھایا گیا ہے اس خفیہ جال کا علم ریڈ پاور کے کسی باس کو نہیں ہے۔ آج ریڈ پاور کے جس باس نے مادام زہریلی کو چیلنج کیا ہے۔ وہ بھی نہیں جانتا کہ چیانگ پلازہ کو کس طرح ڈائنا مائٹ سے اڑایا جائے گا۔

میں نے اس کی سوچ میں سوچنا شروع کیا "ہوں۔ اوں۔ اگر... زہریلی کے کسی ذہین ماتحت نے کسی طرح زیرِ زمین ڈائنا مائٹ کا سراغ لگا لیا۔ تو پھر کیا ہوگا۔ وہ فرش کو ادھیڑ کر تمام ڈائنا مائٹ کو فیوز کر دیں گے۔"

وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے سوچنے لگا "یہ میں کیا سوچ رہا ہوں وہاں فرش کو ادھیڑتے ہی تباہی شروع ہو جائے گی۔ نان سنس یہ میں کیسی فضول باتیں سوچ رہا ہوں۔"

میں نے ڈائنا مائٹ کے متعلق اسے مزید سوچنے پر مجبور نہیں کیا۔ اتنی ہی معلومات کافی تھیں کہ چیانگ پلازہ کی تہہ میں ڈائنا مائٹ کا جال بچھا ہوا ہے اور فرش کا پلاسٹر کچھ ایسا ہے کہ اسے چھیڑتے ہی ڈائنا مائٹ کے دھماکے شروع ہو جائیں گے۔ یہ معلومات میں نے مونا تک پہنچا دیں۔ وہ پریشان ہو کر بولی "اوہ فرہاد! تم فرشتۂ رحمت ہو۔ تم نہ ہوتے تو یہاں ہم سب اسی غرور میں مارے جاتے کہ عمارت کے باہر سے حملے ہوں گے اور ہم ان حملوں کو پسپا کردیں گے۔"

"ہاں۔ اب حملہ زیرِ زمین سے ہوگا۔ تمام دفاعی کوششیں بے کار ہوں گی۔"

"فرہاد! تم بہت کچھ کر سکتے ہو۔ تمہارے لیئے کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا ہے۔"

"نہیں مونا! صرف خداوندِ کریم کی ذات ایسی ہے جو ناممکن کو ممکن بناتی ہے۔ ایک عام خیال ہے کہ کوئی انسان دلوں اور دماغوں کے راز پڑھنے کا علم حاصل کرلے تو نعوذ باللہ وہ ساری خدائی کا مالک بن جاتا ہے میرا ذاتی تجربہ ہے کہ میں تمام دماغوں کی تہہ تک پہنچنے کے باوجود ایک بے بس اور مجبور بندہ ہوں۔ کوئی دشمن کسی وقت بھی غافل پا کر مجھے قتل کر سکتا ہے۔ کوئی بیماری مجھے دیمک کی طرح چاٹ سکتی ہے پھر یہ کہ میں نفس کا غلام ہوں۔ سونیا درست کہتی ہے کہ کسی دن کوئی عورت مجھے اپنی جوانی کی چٹکی میں مسل ڈالے گی اور بنیادی بات یہ ہے کہ جس دماغ سے میں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرتا ہوں۔ اسی دماغ کو آوارگی سے روک نہیں سکتا۔ ایک پُرسکون گھر نہیں بنا سکتا۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھاگتا ہی رہتا ہوں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ میں کب تک بھٹکتا رہوں گا؟ یہ میں سمجھ نہیں سکتا۔ شاید قدرت مجھے للچا رہی ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ فرہاد مجبور اور بے بس ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ناممکن کو ممکن نہیں بنایا جاسکتا۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ۔ میں کیا کروں؟"

"کسی بہانے اس عمارت سے چلی جاؤ۔"

"ہاں۔ یہ پیغام میں نے پہنچا دیا ہے کہ جہاں خون خرابہ ہونے والا ہے وہاں سے مجھے جانے کی اجازت دی جائے۔ میں آج شام سے پہلے کوالالمپور جانا چاہتی ہوں۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ سپر ماسٹر مجھ پر مہربان رہتا ہے۔ مجھے اجازت مل جائے گی۔"

"پھر ٹھیک ہے۔ اب مجھے اطمینان رہے گا کہ تم محفوظ ہو۔"

"فرہاد! تم میرا کتنا خیال رکھتے ہو۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تمہارے جیسا عظیم مگر خطرناک شخص میرا ہمدرد بن جائے گا۔"

"مونا! میں بالیونگ فرہاد کے متعلق کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ ذرا انتظار کرو۔ میں یہاں کے ایک معاملے سے نمٹ لوں۔ ابھی آتا ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آگیا۔ پہلا گونگا میرا خط لے کر جا چکا تھا۔ دوسرا گونگا دوسرے خط کے جواب کے انتظار میں کھڑا ہوا تھا۔ میں نے بیڈروم میں آکر جواب لکھا۔

"میرے اجنبی میزبان! تمہاری معلومات کی داد دینی پڑتی ہے، فرہاد، سپر ماسٹر اور ماسک مین تم بیک وقت تینوں پر نظر رکھتے ہو۔ یہ بھی جانتے ہو کہ مادام زہریلی میری پسند ہے۔ اور یہ بھی جانتے ہو کہ ریڈ پاور اور ماسٹروں کی تنظیم کے درمیان چیانگ پلازہ کے سلسلے میں کیسے چیلنج ہو رہے ہیں۔

بہرحال تمہارا شکریہ۔ میں نے اپنی زہریلی پسند کو سمجھا دیا ہے وہ شام سے پہلے چیانگ پلازہ چھوڑ دے گی۔ ویسے میں کسی حد تک سمجھ رہا ہوں کہ تم کون ہو۔ ذرا انتظار کرو جلد ہی تمہیں تمہاری اصلیت بتا دوں گا.....

فقط فرہاد"

میں نے ڈرائنگ روم میں آکر وہ خط گونگے کو دیا۔ وہ چلا گیا نئی الجھن میرے دماغ میں جو بات آرہی تھی۔ وہ یہ ہے کہ سپر ماسٹر دوہری چال چل رہا ہے۔ ایک طرف جانی دشمن ہے۔ دوسری طرف دوست بن کر میری دلبستگی

میں مجھے اپنا آلہ کار بنا رہا ہے اور اس مقصد کے لئے مجھے مونا عرف زہریلی کے ذریعے پھانس رہا ہے۔

یعنی فی الوقت سپر ماسٹر مجھے اپنا آلہ کار اس طرح بنا رہا تھا، کہ اس کے ایجنٹ بھی یہ معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ ریڈ پاور والے چیانگ پلازہ پر کس طرح حملہ کریں گے۔ ان کی دھمکی میں وزن تھا کہ سپر ماسٹر کا کوئی آدمی اس عمارت سے زندہ سلامت نہیں نکلے گا۔ اس قسم کی دھمکیاں سن کر تخریب پسند تجربہ کاروں کا ذہن ہمیشہ بارودی دھماکوں کی طرف جاتا ہے۔

لیکن وہ بارودی دھماکے کس طرح ہوں گے؟ یہ معلوم کرنے کے لئے سپر ماسٹر نے ایک خط کے ذریعے مجھے اطلاع دی کہ چیانگ پلازہ میں میری پسند خطرے میں ہے۔ میں دوبارہ مونا تک دوڑ گیا۔ اسے یہ بتا دیا کہ اس عمارت کے فرش تلے ڈائنامائٹ کا جال بچھا ہوا ہے اور اس جال کو توڑنے کے لئے فرش کو توڑا جائے گا۔ تو دھماکے شروع ہو جائیں گے۔

اس طرح میں سپر ماسٹر کے لئے معلومات کا ذریعہ بن گیا تھا۔ اب اس کی دہری چال کو سمجھنے کی ایک صورت یہ تھی کہ میں شام تک انتظار کروں۔ اگر مونا کے علاوہ سپر ماسٹر کے دوسرے اہم ماتحت بھی چیانگ پلازہ کو چھوڑ دیں گے تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ سپر ماسٹر میرا انجانا میزبان بنا ہوا ہے۔

دوسری صورت یہ تھی کہ میں چپ چاپ مونا کے خیالات پڑھتا رہوں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ حسینہ اپنی معصومیت سے مجھے فریب دے رہی ہو۔ کچھ دماغ ایسے ہوتے ہیں، جو اہم ترین رازوں کو تحت الشعور کے خانے میں کامیابی سے چھپا لیتے ہیں۔ اگر مونا بھی ایسی ہی تھی تو اسے نیند کے دوران ٹرانس میں لا کر اس کے تحت الشعور کو کریدا جا سکتا تھا۔

اس وقت میں سطحی طور سے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ میرے متعلق سوچ رہی تھی اس کے خیالات میں بلا شبہ معصومیت تھی۔ وہ ذرا بے چینی سے سوچ رہی تھی: "فرہاد، مجھ پر مہربان ہے۔ چیانگ شی کا پر مجھے غالب کر کے اور اس اہم عمارت کا قبضہ دلا کر اس نے مجھے سپر ماسٹر کی نظروں میں بہت بلند کر دیا ہے۔ میں اس کی جتنی بھی قدر کروں، وہ کم ہے مگر ڈر لگتا ہے اس کا ریکارڈ بتاتا ہے کہ وہ حسین عورتوں سے ضرور دوستی کرتا ہے۔ کیا وہ اسی لئے دوستی کر رہا ہے؟"

وہ ذرا پریشان ہو کر پہلو بدلنے لگی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اگر وہ میرے حسن و شباب کی قدر کر رہا ہے تو اس میں حرج کیا ہے؟ آخر کسی نہ کسی قدر دان کو ایک دن قبول کرنا ہی ہے۔"

"نن۔ نہیں۔ فرہاد کی پسند وقتی ہوتی ہے۔ وہ آئے گا، پھر چلا جائے گا۔ میں ہمیشہ کے لئے ویران ہو جاؤں گی۔ میں آگے بڑھ جانے والے مسافر کو نہیں، ساتھ چلنے والے ہم سفر کو قبول کروں گی۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔ یہ دوسری رس دنتی ہے میرے ہرجائی پن سے گھبراتی ہے۔ ابھی اسے بھی ڈھیل دینا چاہئے۔ یہ سوچ کر میں نے ... ڈائنامائٹ ... جال ... کوشش میں کہا، "میں سپر ماسٹر کو بتا دوں کہ یہاں فرش تلے ڈائنامائٹ کے جال بچھے ہوتے ہیں!"

وہ جلدی سے سوچنے لگی: "نن۔ نہیں۔ یہ سراسر حماقت ہوگی۔ سپر ماسٹر سوال کرے گا کہ مجھے فرش کے نیچے بچھے ہوئے ڈائنامائٹ کا علم کیسے ہو گیا؟ تب میں کوئی بات نہیں بنا سکوں گی۔ نہیں فرہاد کا مشورہ ہے میں سپر ماسٹروں کی تنظیم میں اہم رول ادا کروں اور درپردہ فرہاد کے لئے معلومات کا ذریعہ بنتی رہوں۔"

وہ سو فیصد میری حمایت میں سوچ رہی تھی سپر ماسٹر سے کچھ چھپا رہی تھی کوئی بھی انسان ہو، سوچ کے آئینے میں اس کی نظر آ جاتی ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ مجھے دھوکہ نہیں دے رہی۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گئی: "ہیلو مونا! حسین ہو، تمہارا دل بھی اتنا ہی خوبصورت ہے۔ میں تمہاری سوچ پڑھ رہا تھا۔ تم اپنے وعدے پر قائم ہو کہ سپر ماسٹر کو ہماری دوستی کا علم..."

وہ پریشان ہو کر بولی: "تم۔ تم ابھی میری سوچ پڑھ رہے تھے؟"

"ہاں۔ پریشان کیوں ہو؟ بھئی میرا ذوق اعلیٰ اور حسین ہے۔ مگر میں جبراً کبھی کسی کو اپنی تنہائی میں نہیں بلاتا۔ میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ میں ایسے معاملات میں ٹیلی پیتھی کو ہتھیار نہیں بناتا۔"

"اگر ایسا ہے تو تم واقعی قابلِ تعریف ہو۔ خدا کرے تم اس پر قائم رہنا۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ رس دنتی جبران کی طرف جا چکی تھی۔ میں نے اسے مجبور نہیں کیا۔ میں مونا جیسی وفادار لڑکی کو نہیں کر سکتا تھا کسی کی مجبوریوں سے کھیلنا میری طبیعت کے خلاف ہے۔ میں نے کہا: "مجھ سے نہ ڈرو۔ اب کام کی بات کرو۔ کیا تم پیرس..."

"نہیں۔ اطلاع ملی ہے کہ پیرس میں مادام اور ماسٹر کے سامنے جس بالیونک فرہاد کی نمائش ہونے والی تھی۔ وہ پروگرام ... کر دیا گیا ہے۔"

میں نے کہا: "میرا بھی یہی خیال تھا کہ وہ پروگرام ملتوی کیا ہو گا کیونکہ سپر ماسٹر کو اچانک ہی اطلاع ملی ہے کہ رس دنتی ... میں ہے۔"

مونا نے پوچھا: "یہ رس دنتی کیا چیز ہے؟"

"ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک خطرناک لڑکی ہے۔ ... ہر حال میں حاصل کرنا چاہتا ہے۔ شاید اس مقصد کے لئے وہ ... کو آج اسکندریہ پہنچا رہا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "کیا واقعی کوئی لڑکی ٹیلی پیتھی ... سکتی ہے؟"

"ہاں یہ علم بچپن سے اس کی گھٹی میں ڈالا گیا ہے وہ ... زیادہ خطرناک ہے۔ اچھا میں چلتا ہوں۔"

"پھر کب باتیں کرو گے؟"

"جب بھی فرصت ملے گی۔ اوکے۔ سو فار...."

میں اس سے رخصت ہو کر ڈرائنگ روم کے ماحول میں آ گیا۔ مونا کی ... اور گفتگو سے ثابت ہو گیا تھا۔ کہ وہ خلوص اور عقیدت کے ساتھ میری ... رہی ہے یعنی سپر ماسٹر کی آلہ کار نہیں ہے۔ اس جنبی دوست کے ... فرصت سے ہی سوچا جا سکتا تھا۔ اس وقت رومانہ کی خبر رکھنا ... رہی تھا۔ اس لئے میں اس کے پاس چلا گیا۔

وہ ٹاور ریسٹورنٹ کے گوشے میں بیٹھی ناشتہ کرنے کے بعد ... پی رہی تھی۔ میں نے کہا: "ہیلو!"

"ہیلو—" وہ بولی: "اتنی دیر سے کیا کر رہے تھے؟"

"سوچ نگر کی سیر کر رہا تھا۔ ابھی مجھے اسکندریہ پہنچنا ہے۔ تم.... سناؤ۔"

"وہ گونگا کیبن نمبر تین میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے جانے کے بعد دیکھوں ... کون اس کیبن میں داخل ہوتا ہے۔ کیا اسکندریہ میں کوئی خاص مسئلہ ... نہیں ہے یا سونیا کی یاد ستا رہی ہے؟"

ابھی تک رومانہ کو یہ بتانے کا موقع نہیں ملا تھا کہ اسکندریہ میں کوئی ... فرہاد، رس دنتی کو ٹریپ کرنے کے لئے وہاں پہنچنے والا ہے۔ میں نے تفصیلی واقعات بتائے۔ رومانہ نے کہا: "ان واقعات میں ایک ہی اہم ... ہے تم میری سوچ پڑھے بغیر بتاؤ کہ وہ اہم بات کون سی ہے؟"

میں نے کہا: "یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ فرہاد بالیونک کا خطرہ سب ... اہم ہے۔"

"اُں۔ ہونہہ۔ پھر بوجھو۔"

"بھئی۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں۔ شاید تم اس بات کو اہمیت دے رہی ... مجھ سے زیادہ رس دنتی کی اہمیت ہے۔ وہ خطرناک تنظیمیں اس کے لئے ... دوڑ میں مصروف ہیں۔"

"اُوں۔ ہونہہ۔ یہ بات بھی نہیں ہے۔ میں اشارہ دیتی ہوں۔ اب ... بولو۔ تم ان واقعات کے دوران ایک زبردست بازی ہار چکے ہو۔"

"ایں۔ یہ کیا بات ہوئی؟ اسکندریہ میں وہاں کے وقت کے ... مطابق دس بجے اور یہاں کے مطابق تین بجے دوپہر کو خطرناک کھیل شروع ... ہونے والا ہے۔ بھلا میں ابھی سے بازی کیسے ہار سکتا ہوں؟"

وہ بولی: "میرا ہنسنے کو جی چاہ رہا ہے مگر اس بھرے پُرے ریسٹورنٹ ... میں اکیلی ہنستی ہوئی پاگل لگوں گی۔ بہر حال تم اعتراف کرو یا نہ کرو۔ فرہاد ... علی تیمور کے لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ رس دنتی جیسی البیلی حسینہ ... جبران کی طرف چلی گئی ہے۔ چچ چچ۔ یہ بازی ہارنے کا مجھے ... بڑا افسوس ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "افسوس بھی کر رہی ہو اور مذاق بھی اُڑا ... رہی ہو۔"

"غلط نہ سمجھو۔ مذاق نہیں اڑا رہی ہوں صرف مذاق کر رہی ہوں۔ ... لیکن میں ذرا ہنسنا بولنا بھی چاہئے۔ میں جانتی ہوں کہ تم رس دنتی کی موجودہ بیماری اور کمزوریوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ اور یہ بھی جانتی ہوں کہ تم ایسا نہیں کرو گے۔ وہ عورت ہی کیا جو اپنے مرد کے مزاج کو نہ سمجھ سکے۔ میں سمجھتی ہوں نا۔"

"میں بہت خوش ہوں کہ تم مجھے اتنی دور تک سمجھتی ہو۔ اچھا اب میں جاؤں؟ ابھی تک ناشتہ نہیں کیا ہے؟"

"اوہ۔ تو پھر جاؤ۔ فوراً ناشتہ کرو۔ میں بخیریت واپس آ جاؤں گی۔"

میں نے واپس بیڈ روم میں آ کر لباس اتارا۔ پھر باتھ روم میں چلا گیا۔ سب سے پہلے شیو کرنا ضروری تھا۔ میں نے شیونگ ریزر کی اسٹک کو اٹھانا چاہا تو وہ اچھل کر میری ہتھیلی سے چپک گئی۔ اتنی دیر بعد یاد آیا کہ میں نے مقناطیسی انگوٹھی پہنی ہوئی ہے اگرچہ انگوٹھی کے اوپری مقناطیس کو گھما کر میں ہتھیلی کی طرف لے آیا تھا۔ اس طرح کوئی فولادی چیز متاثر نہیں ہو سکتی تھی۔ تاہم کسی فولادی چیز کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا جائے تو ایسے وقت مقناطیس کا عمل لازمی ہو جاتا تھا۔

میں نے شیونگ اسٹک کو کھینچ کر الگ رکھا۔ عسل بی باندھ کر خوابگاہ میں آیا۔ پھر اس انگوٹھی کو تکیے کے نیچے رکھنے کے بعد غسل خانے میں واپس چلا گیا۔ وہاں میں نے اطمینان سے ایک گھنٹہ گزارا۔ جبران کی سوچ پڑھ کر اطمینان ہو گیا تھا کہ ابھی بالیونک فرہاد وہاں نہیں پہنچا ہے۔ جبران کے اندازے کے مطابق حکومت اور ریڈ پاور کے جاسوس رس دنتی کو تلاش کر رہے ہوں گے لیکن وہ رس دنتی تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر میں نے تگڑا ناشتہ کیا۔ گرما گرم کافی پی۔ اس کے بعد خواب گاہ کے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد اپنا حلیہ بدلنے کے لئے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے بیٹھ گیا۔ ٹیبل کی ایک دراز کو کھول کر شرلاک جونیئر کی تصویر اور ڈائری نکالی۔ تصویر بتا رہی تھی کہ وہ اچھا خوبرو اور اسمارٹ نوجوان ہے۔ میں ڈائری کھول کر پڑھنے لگا۔

شرلاک بہت بڑا سرمایہ دار تھا۔ بنکاک اور سنگاپور میں اس کی عالی شان کوٹھیاں، نئے نئے ماڈل کی کاریں اور دنیا کے مختلف ممالک میں اربوں ڈالر کا بنک بیلنس تھا۔ اس کے قد اور جسامت کی پیمائش عین میرے مطابق تھی۔ عمر چھبیس برس، اس کا باپ شرلاک سینئر لندن سے آ کر وہاں آباد ہو گیا تھا۔ وہ عیسائی تھا مگر اس کا بیٹا شرلاک جونیئر مذہب کی طرف مائل تھا۔

میں ڈائری کو چھوڑ کر تصویر کو دیکھنے لگا۔ تصویر کی آنکھیں مجھے شرلاک جونیئر کے ذہن تک پہنچانے لگیں۔ وہ مجھ سے تین میل دور کوالالمپور کی شاہراہوں پر کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک مقامی لڑکی بیٹھی ہوئی مسکرا کر پوچھ رہی تھی: "کیا آج میری خاطر ایک رات کے لئے رک نہیں سکتے؟"

"تمہاری خاطر میں یہاں آیا ہوں اور تمہاری آغوش میں یہیں مر سکتا ہوں۔ مگر تم جانتی ہو۔ میرا ایک چارٹرڈ طیارہ ہے اور یہاں کی ایجنسی

کی طرف سے ذاتی طیارہ رکھنے والوں کو نوٹس جاری کیا گیا ہے کہ وہ شام ہونے سے پہلے ایئرپورٹ سے اپنے طیارے اڑا کر لے جائیں۔ ان کا خیال ہے کہ عازم اس ملک سے فرار ہونے کے لئے کسی چارٹرڈ طیارے کو استعمال کر سکتا ہے۔"

وہ جھوم کر بولی "عازم۔ آہ... کتنا فینٹاسٹک کیریکٹر ہے اس کے کارنامے بتلاتے ہیں، کہ وہ مجرم نہیں ہے مگر حکومت کی ساری اشینری یوں حرکت میں آگئی ہے جیسے کسی بین الاقوامی خطرناک سیکرٹ ایجنٹ کو تلاش کیا جا رہا ہو۔"

شرلاک نے مسکرا کر پوچھا "کیا بات ہے اس کے نام سے پگھل رہی ہو کیا؟"

"کیا تم جل رہے ہو؟"

"ہاں۔ مگر اس جلن میں دشمنی یا رقابت نہیں ہے۔ میں رشک کرتا ہوں۔ تھائی لینڈ سے ملایا تک میں اس کا چرچا سنتا آرہا ہوں۔ خصوصاً لڑکیاں پاگل نظر آتی ہیں گھر سے لے کر کالج تک اسی کا تذکرہ کرتی ہیں۔"

وہ بولی "مجھے یوں لگتا ہے کہ فارایسٹ کی تمام لڑکیاں صرف اس کے خواب دیکھنے کے لئے سوتی ہیں۔ خود میرے پرس میں اخبار سے تراشی ہوئی اس کی تصویر رکھی ہے۔ ایسے ہی کسی نے پرس میں اور کسی نے اپنی انگیا میں اس کی تصویر چھپائی ہوگی۔"

شرلاک ہنسنے لگا "وہ کم بخت دیکھتے ہی دیکھتے نازک خیالوں کا آئیڈیل بن گیا ہے آج تو بازاروں میں واٹر کلر اور آئل کلر سے بنائی ہوئی اس کی تصویریں فروخت ہو رہی ہیں۔ سچ پوچھو تو وہ میرا بھی آئیڈیل ہے کہیں وہ مل جائے تو میں اسے ہر قیمت پر دوست بنا لوں گا۔"

"ہائے شرلاک! کتنا مزہ آئے گا۔ میں اسے قریب سے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"نہیں بھئی۔ میں اپنا نقصان نہیں کروں گا۔"

"تم مرد لوگ بڑے شکی ہوتے ہو۔ کیا میرے دل میں ایک بہن کے جذبات نہیں ہو سکتے؟ کبھی سامنا ہونے دو۔ میں اسے اپنا بھائی بنا کر رہوں گی۔"

اس کی بات سنتے ہی ایک دم سے "منزا" میری نگاہوں کے سامنے آگئی۔ قارئین کو یاد ہوگا۔ فارموسا میں میں نے منزا نامی ایک لڑکی کو بہن بنایا تھا۔ اس نے نامودا سے شادی کی تھی۔ میں اپنی بہن اور بہنوئی کے ساتھ سمندر کے ساحل پر ایک کاٹیج میں تفریح کی غرض سے آیا تھا۔ اسی ساحل پر مسے یون اور لیڈی سارا عرف رومانہ سے ملاقاتیں ہوئی تھیں چونکہ منزا ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزار رہی تھی اس لئے میں مطمئن ہو کر مسے یون کے ساتھ رومانہ کے بحری جہاز میں آگیا تھا۔ دوسری صبح خیال خوانی کے ذریعے پتہ چلا کہ ٹاڈائمنڈ نامی ایک دشمن نے میری بہن اور بہنوئی کو بے دردی سے قتل کر دیا ہے۔

میں نے زندگی میں پہلی بار کسی کو بہن بنایا [illegible] تھے۔ ایک بہن کے رشتے کی حفاظت کی بڑی ذمہ داریاں [illegible] اور ذرا سی غفلت نے مجھے سمجھا دیا تھا کہ میں ایسی مقدس [illegible] سنبھال نہیں سکتا۔ آنے جانے والی محبوبائیں صرف [illegible] بھولے بسرے آجاتی ہیں لیکن جانے والی بہنیں بہت [illegible]

مجھ جیسا آدمی جو کبھی گھریلو زندگی نہیں گزارتا [illegible] پوری کرنے کا اہل نہیں ہوتا کیونکہ دشمن ایسے مقدس رشتوں [illegible] بنا لیتے ہیں۔ شرلاک جونیئر کے ساتھ بیٹھی ہوئی وہ لڑکی کون [illegible] جانتا تھا۔ اس کا نام بھی معلوم کرنا نہیں چاہتا تھا میرے [illegible] تھا کہ میں ماؤں اور بہنوں سے دور رہوں۔

میں شرلاک کے دماغ سے نکل آیا۔ یہ بات [illegible] کا سوانگ بھر کر بنکاک جاتا تو میرا اجنبی دوست اصلی [illegible] لگا دیتا۔ تاکہ وہ کبھی میرے راستے میں نہ آئے۔ اور میں [illegible]

اب مجھے انتظار تھا کہ اجنبی میزبان سے رابطہ [illegible] کے متعلق باتیں کروں۔ میں آرام سے بستر پر لیٹ کر رومانہ [illegible] گیا۔ وہ میرے پاس پہنچ رہی تھی۔ اس بنگلے میں داخل ہو کر [illegible] سے گزرتی آرہی تھی۔ پھر اس نے خواب گاہ کے دروازے [illegible] میں نے مقناطیسی انگوٹھی کو انگلی کے گرد گھما کر بستر پر [illegible] ہاتھ کو دروازے کی سمت بڑھا دیا۔

میرے اندازے کے مطابق دروازہ دس فٹ کے [illegible] چڑھی ہوئی چٹخنی، انگوٹھی کے دائرہ کشش میں آگئی [illegible] آواز کے ساتھ چٹخنی سیدھی ہوگئی۔ میں نے ہاتھ ذرا نیچا [illegible] میں نے آواز دی "دروازہ کھلا ہے۔ آجاؤ۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آئی۔ پھر اس نے حیرت [illegible] مجھے اور دوسری بار دروازے کو دیکھا۔ پھر پوچھا "تم [illegible] یہ کیسے کھل گیا؟"

میں نے کہا "میرے اور دروازے کے درمیان [illegible] بتاتا ہوں۔"

وہ ایک طرف ہٹ گئی۔ میں نے ہاتھ آگے بڑھایا [illegible] ہینڈل انگوٹھی کی زد میں آتے ہی میں نے ہاتھ کو ذرا [illegible] دھکا دیا۔ دروازہ ایک جھٹکے سے بند ہوگیا۔ رومانہ آنکھیں [illegible] دیکھنے لگی۔ میں نے ہاتھ کو اوپر اٹھا کر چٹخنی چڑھا دی۔ دروازہ بند ہونا، چٹخنی کا آپ ہی آپ اوپر چڑھ جانا بظاہر کوئی [illegible] رہا تھا۔

وہ حیرانی سے بولی "تم تو سامری جادوگر بنتے جا رہے ہو [illegible] کیسی انگوٹھی پہن رکھی ہے؟"

رومانہ نے جو ہیٹ پہن رکھا تھا۔ اس پر [illegible]

[illegible] میں نے ہاتھ کو اوپر اٹھایا تو وہ ہیٹ اس کے سر سے ذرا بلند ہوا۔ وہ [illegible] مقناطیس کی طرف آنا چاہتا تھا مگر رومانہ نے "اوئی" کہہ کر اسے [illegible] ہاتھوں سے دوبارہ سر پر دبوچ لیا۔ پھر ہنستے ہوئے بولی "بس کرو [illegible] بڑے بازی۔ کہاں سے پالیا ہے اسے؟"

میں نے انگوٹھی کو اپنی ہتھیلی کی طرف گھماتے ہوئے بتایا کہ اس [illegible] کے ذریعے موٹی ملازمہ دروازہ کھول کر ہماری خواب گاہ میں آگئی [illegible] میں نے اس سے یہ انگوٹھی لے لی ہے۔

رومانہ میرے پاس آکر جھکے ہوئے انداز میں بستر پر گر پڑی [illegible] پوچھا "تمہاری مہم کا کیا رہا؟"

"کچھ نہیں رہا۔ میں دیر تک وہاں بیٹھی رہی پھر اپنی حماقت کا احساس [illegible] کیبن نمبر تین سے چائے کے خالی برتن لے جانے والا بیرا وہ خط لے گیا [illegible] نے ریسٹورنٹ میں اس بیرے کو تلاش کیا مگر وہ نظر نہیں آیا۔ [illegible] ری...."

"کوئی بات نہیں۔ آخر وہ اجنبی میزبان کب تک خود کو چھپائے [illegible] اسے جلد ہی بے نقاب کروں گا۔"

وہ میری طرف کروٹ بدل کر بولی "یہ مسخرا پن سمجھ میں نہیں آیا [illegible] ماسٹر ایسا زندہ دل نہیں ہے۔ وہ پہلی فرصت میں تمہیں گولی مار [illegible] چاہتا ہے۔"

میں نے کہا "ہاں۔ ابھی سپر ماسٹر کی تمام دلچسپیاں روس وغیرہ سے [illegible] وہ مجھے ٹریپ کرنے کے بجائے بائیونک عزرائیل کو اسکندریہ بھیج رہا [illegible] ملک میں بھی وہاں مصروف ہے۔ یہاں صرف سپر ماسٹر اور.... [illegible] مین کے پیچھے رہ گئے ہیں۔"

"کیا اس اجنبی میزبان کا تعلق کسی تیسری تنظیم سے ہے؟"

میں نے رومانہ کو اپنے دل کے قریب کھینچ لیا "اگر یہ کوئی تیسری [illegible] ہے تو پھر اس کا سربراہ بے حد مکار اور زبردست منصوبہ ساز ہے [illegible] میرے کام آرہا ہے۔ پتہ نہیں اپنا کام کب نکالے گا؟"

میں رومانہ کی طرف جھک گیا۔ اس نے اپنے سر کو ہلکا سا خم دیا۔ میں نے پوچھا "یہ تمہاری [illegible] نار ہے۔ جہاں میں پہنچنا چاہتا ہوں۔ وہاں سے مجھے بھٹکا دیتی ہو۔"

"میں نے زندگی سے یہ سبق سیکھا ہے کہ جو چیز آسانی سے حاصل [illegible] جائے وہ اپنی قدر کھو دیتی ہے اور جو مسلسل جدوجہد کے ذریعے ملتی رہے [illegible] کشش ہمیشہ سلامت رہتی ہے۔"

اس کی ان باتوں کے آئینے میں اس کی دل لبھانے والی اداؤں کو [illegible] سمجھا جا سکتا تھا۔ میں اسی لئے بار بار اس کی تمنا کرتا تھا کہ وہ [illegible] فاصلے سے مجھے اپنی انگلی بھی پکڑنے نہیں دیتی تھی۔ مجھے جدوجہد اور [illegible] پر مجبور کرتی تھی۔ اپنے بدن کے شہر میں بلاتی تھی مگر گلی گلی بھٹکاتی [illegible] میں نے کہا "تم تھکی ہوئی آئی ہو۔ مجھے بھی نہ تھکاؤ۔ مان جاؤ۔"

"فرہاد! میں کوئی چلتے پھرتے کھانے کی چیز نہیں ہوں۔ محبت کا ایک مزاج، ایک ماحول اور ایک وقت ہوتا ہے۔ دھیمی دھیمی سی موسیقی ہو، بجھا بجھا سا اندھیرا ہو۔ ہم ایک دوسرے کے پاس ہوں اور ایک دوسرے کو ڈھونڈتے ہوں کبھی پاتے ہوں، کبھی کھو دیتے ہوں۔ ہماری جوانی، ہمارے جذبے کبھی سمجھ میں آتے ہوں، کبھی سمجھ میں نہ آتے ہوں۔ محبت کی اس آنکھ مچولی میں جو لذت ہے وہ دن کے اجالے میں کہاں؟ خبردار مجھ سے بے وقت ایسی باتیں نہ کرنا۔"

میں ٹھنڈا پڑ گیا۔ فی الوقت یہی بہت تھا کہ وہ میرے پاس تھی۔ اپنی ذہانت سے میرے لئے صرف اپنی قربت کو اہم بنا رہی تھی۔ جیسے بچے کو سمجھایا جاتا ہے کہ پہلے سبق پڑھو پھر ٹافی ملے گی۔ میری تسلی ہوگئی کہ ٹافی میری ہے، مجھے ہی ملے گی۔

میں نے کہا "اچھی بات ہے۔ میری نیند پوری نہیں ہوئی ہے سونے کی اجازت ہے نا؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی "تم ایسے پوچھ رہے ہو جیسے بڑے فرمانبردار بن گئے ہو۔ چلو آنکھیں بند کرو۔ میں سر سہلاؤں گی تو نیند آجائے گی۔"

میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ سرہانے کی طرف کھسک گئی مجھ پر جھک گئی۔ میرے سر کو محبت بھرے سینے سے لگا لیا۔ آہ! کیا بتاؤں۔ یہ کیسا انداز تھا؟ اس محبوبانہ انداز میں سستی محبت نہیں، مہنگی ممتا تھی۔ میں نہیں جانتا کہ ماں کی ممتا کیا ہوتی ہے؟ کیونکہ میری پیدائش کے بعد ہی میری والدہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ ہاں! ایک بار پھوپھی جان نے میرے سر کو اپنے سینے سے لگایا تھا۔ اس وقت ذرا ممتا کی لذت ملی تھی۔

اس کے بعد میری زندگی میں دو عورتیں آئیں۔ سونیا اور رومانہ۔ یہ دونوں اپنی ذات میں سمندر تھیں۔ وہ شریک زندگی تھیں۔ وہ پاؤں تلے کی زمین تھیں کہ میں چلتا رہوں۔ میرا آسمان تھیں کہ مجھ پر سایہ رہے میرے آگے پیچھے سیسہ پلائی ہوئی دیوار تھیں۔ ان کی بات اور ہے، جو اپنی اپنی جوانی کی سوغات پیش کر کے گزر جاتی ہیں اور میں انہیں بھول جاتا ہوں۔ مگر یہ دو ایسی تھیں کہ ان کے آگے میں خود کو بھول جاتا تھا۔ شاید اس لئے کہ ان میں صرف محبوبیت ہی نہیں، ممتا بھی تھی۔ وہ مجھے سمجھاتی تھیں۔ جیسے میں کوئی بچہ ہوں، مجھے پھسلاتی تھیں اور میرے سر کو اپنے سینے پر رکھ کر سلا دیتی تھیں۔

ایسی گرم گرم اور ٹھنڈی چھاؤں میں شاید میں سو جاتا لیکن میرے مقدر میں ٹھنڈی چھاؤں لمحہ بھر کے لئے آتی ہے۔ اچانک کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے آنکھ کھول دی۔ اس نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا "تم لیٹے رہو، میں جا کر دیکھتی ہوں۔"

اس نے میری پیشانی کا بوسہ دیا، مسکرا کر دیکھا۔ پھر اٹھ کر چلی گئی۔ میرا خیال تھا کہ اجنبی میزبان کا کوئی پیغامبر آیا ہوگا۔ اس بنگلے میں کسی اور کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ رومانہ نے دروازے کے پاس پہنچ کر پوچھا "باہر کون ہے؟"

باہر سے جواب میں کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا "اگر گونگا ہوگا تو تمہاری آواز نہیں سن سکے گا۔"

وہ بولی : اگر گونگا نہ ہو تو ؟ "

" اچھا ٹھہرو۔ میں ابھی بتاتا ہوں "

میں نے اس گونگے کی آنکھوں کا تصور کیا جس کے دماغ کی تصوراتی اسکرین پر میں اس کے گونگے خیالات پڑھ چکا تھا۔ بے شک وہی اپنے گونگے ساتھی کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے تصور کے مطابق دونوں گونگوں کے ہاتھوں میں ریوالور تھے اور ان کے درمیان ایک نوجوان مرد اور ایک نوجوان لڑکی قیدی کی حیثیت سے کھڑے ہوئے تھے۔

میں نے رومانہ کو باہر کی سچویشن بتانے کے بعد کہا : دروازہ کھول دو "

وہ دروازہ کھول کر ایک طرف ہٹ گئی۔ دونوں گونگے دونوں قیدیوں کو ریوالور کی زد میں رکھتے ہوئے اندر آگئے۔ رومانہ نے دروازے کو بند کرنے کے بعد قیدیوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بہت پریشان نظر آرہے تھے۔ ایک نے کہا : مس ! ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم سے یہ کیسی دشمنی ہو رہی ہے ؟"

رومانہ کے ذریعے اس کی آواز اور لہجے کو پکڑتے ہی میں مسکرانے لگا۔ رومانہ نے اس سے پوچھا : تم کون ہو ؟ "

وہ بولا : میرا نام شرلاک جونیئر ہے اور یہ میری فرینڈ بے بی ہے ہم یہاں فورسٹ گارڈن میں تفریح ......"

وہ اپنی تفریحی رُوداد سنانے لگا۔ میں اپنی روداد کیا سناؤں ؟ بہن کے پاکیزہ رشتے سے دُور رہنا چاہتا تھا۔ مگر تقدیر بے بی کو بہن بنانے کے لئے پاس لے آئی تھی۔ بے بی کہہ رہی تھی : ہم گارڈن کے ایک گوشے میں جا رہے تھے۔ یہ دونوں ملک الموت کی طرح آپہنچے۔ ریوالور دکھا کر اشارے سے حکم دیا کہ ہمیں ادھر آنا ہے۔ یہ دونوں گونگے بنے ہوئے ہیں۔ ہماری کسی بات کا جواب نہیں دیا "

ایک گونگے نے ایک لفافہ رومانہ کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اسے کھول کر پڑھنے لگی، لکھا تھا : مسٹر فرہاد ! یہ شرلاک جونیئر حاضر ہے۔ میں نے اس کے پرسنل سیکرٹری کو خرید لیا ہے۔ وہ آپ کے اشاروں پر چلے گا۔ اور شرلاک کے چارٹرڈ طیارے تک آپ کو پہنچا دے گا۔ آپ کے یہاں سے روانہ ہونے تک شرلاک کو بنگلے میں قید رکھا جائے گا۔ اس کے بعد میں اس کی قسمت کا فیصلہ کر دوں گا۔

ایک مقامی لڑکی کی تصویر لفافہ میں موجود ہے۔ اس لڑکی کا نام ریتا ہے۔ ریتا کا پاسپورٹ اور ویزا ہمارے پاس ہے۔ آپ اپنی ساتھی لڑکی کو ریتا کے میک اپ میں تیار رکھیں۔ اسے بذریعہ ٹرین بنکاک بھیجا جا سکتا ہے۔ شرلاک آپ کے لئے دردِ سر نہیں بنے گا۔ یہ دو گونگے اسے گونگا بنا کر رکھیں گے۔ فقط آپ کا خادم ......"

رومانہ خط پڑھنے کے بعد ریتا کی تصویر دیکھنے لگی میں نے کہا۔ " رومانہ ! تمہیں یہ بتانا بھول گیا تھا کہ میں پہلے ہی شرلاک اور بے بی کے دماغوں تک پہنچ چکا تھا۔ یہ دونوں میرے حقیقت مند ہیں ... بہن بننا چاہتی ہے۔ کیا خیال ہے ؟"

وہ بولی : مجھے یاد ہے۔ تم نے منزا نامی ایک لڑکی کو ... آج دوسری بار تمہاری سوچ میں ایک بہن کا نام پڑھ رہی ہوں ... آج مہنگا پڑے گا۔ نہ تم انہیں نقصان پہنچاؤ گے، نہ ... سکو گے "

" دیکھا جائے گا۔ میں خط کا جواب لکھ رہا ہوں۔ تم وہ خط ... کو پڑھنے دو "

میں کاغذ قلم لے کر لکھنے لگا : مسٹر خادم ! میں ... شریف اور بے ضرر شہریوں کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ شرلاک ... محبت کرنے والا دل رکھتے ہیں۔ میں تمہیں ان کی قسمت کا فیصلہ ... دوں گا۔ یہ دونوں بخیریت اپنے گھروں کو جائیں گے۔

میری ساتھی کا نام رومانہ ہے۔ سونیا کے بعد یہ دوسری ... ہے سپر ماسٹر ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ یہ میرے ساتھ ملایا سے ... گی۔ اگر تمہارے لئے یہ ناممکن ہے تو خاموش بیٹھو۔ میں یہاں سے ... خود کوشش کروں گا۔ میں تمہارے گونگے آلۂ کاروں کو واپس ... اگر شرلاک اور بے بی باہر نکلیں تو انہیں نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔

خط لکھنے کے بعد میں نے رومانہ کو کال کیا۔ اس نے جواب ... آ کر کہا : شرلاک اور بے بی وہ خط پڑھ کر سہمے ہوئے ہیں ... کہ انہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ میں نے انہیں تسلی دی ہے مگر وہ ...

میں نے وہ خط دیتے ہوئے کہا : گونگے کو یہ خط دینے ... سے شرلاک کو پڑھنے دو۔ ہم ان کا خوف دُور کریں گے۔ ... باہر بھیج دو۔ میں آرہا ہوں "

وہ چلی گئی۔ میں نے بے بی کی سوچ پڑھی۔ وہ شرلاک ... " ہم کہاں آکر پھنس گئے ہیں۔ اس خط سے ظاہر ہو رہا ہے ... تمہارے چارٹرڈ طیارے میں ملایا سے باہر جائے گا "

شرلاک نے آہستگی سے کہا : بے بی ! میرے ذہن ... خیال آرہا ہے۔ ایک وہی ہے جسے انٹیلی جنس والے باہر جانے ... پکڑنا چاہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ فرہاد اس کا فرضی نام ہو "

وہ فوراً چپ ہو گیا۔ کیونکہ رومانہ وہاں پہنچ گئی تھی ... کو میرا لکھا ہوا جواب پڑھنے دیا۔ بے بی بھی قریب ہو کر پڑھنے ... تحریر بڑی حوصلہ افزا تھی انہوں نے مسکرا کر رومانہ کو دیکھا۔ ان کے ... اطمینان ظاہر تھا مگر میں ان کے سہمے ہوئے دل و دماغ کو پڑھ رہا ... رہے تھے شاید یہ بھی کوئی چال ہو۔

رومانہ اشاروں کی زبان سے گونگوں کو سمجھا رہی تھی کہ ... لے کر چلے جائیں۔ ایک گونگے نے ظاہر کیا کہ وہ قیدیوں کی نگرانی ... رہیں گے۔ رومانہ نے انکار میں سر ہلایا۔ انہیں سمجھایا کہ ان ...

نہیں ہے۔ ساری باتیں خط میں لکھ دی گئی ہیں۔

شاید ہمارے اجنبی میزبان نے انہیں سمجھا دیا تھا کہ وہ ہماری نافرمانی نہ کریں اسی لئے وہ باہر چلے گئے۔ میں نے رومانہ سے کہا : اپنے پرس سے ریوالور نکال کر شرلاک کو دے دو۔ ان کا خوف دور ہو جائے گا "

وہ مسکرا کر بولی : مسٹر شرلاک ! میں آپ کو یقین دلانا چاہتی ہوں کہ اب آپ دوستوں میں ہیں۔ یہ لیجئے "

اس نے پرس کھول کر ریوالور نکالا۔ پھر اسے شرلاک کے قریب صوفے پر پھینک دیا۔ شرلاک نے اسے جلدی سے اٹھا کر چیک کیا پھر حیرانی سے رومانہ کو دیکھنے لگا۔ وہ بولی : اچھی طرح دیکھ لو، چیمبر فل ہے پوری چھ گولیاں ہیں "

شرلاک بے بی کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ ریوالور کا رخ رومانہ کی طرف کرتے ہوئے بولا : یہ دوستی ہماری سمجھ سے باہر ہے پہلے ہمیں قیدی بنا کر یہاں لایا گیا اور اب تم یہ بھرا ہوا ریوالور دے کر ہمیں الجھا رہی ہو یعنی دوست بنا کر یہاں قید رکھنا چاہتی ہو "

وہ ہنستی ہوئی بولی : بھرا ہوا ریوالور کسی قیدی کے ہاتھ میں نہیں رہتا۔ تم نے فرہاد کا لکھا ہوا جواب پڑھا ہے اس نے لکھا ہے کہ باہر نکلنے کے بعد تم دونوں کو نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔ تھوڑی دیر انتظار کرو۔ جب وہ خط ہمارے انجانے میزبان تک پہنچ جائے گا تو تم چلے جانا "

" یہ انجانے میزبان کا مطلب کیا ہوا ؟ "

" کوئی پُراسرار خطرناک شخص ہے ہم سے خط وکتابت کے ذریعے رابطہ قائم کرتا ہے۔ یہ تم ابھی دیکھ چکے ہو۔ وہ پیغامبری کے لئے گونگوں کو استعمال کرتا ہے تاکہ ہم ان کی پٹائی کریں تب بھی ان کی زبان اپنے پُراسرار باس کا نام نہ بتا سکے "

اس نے پوچھا : یہ فرہاد کون ہے ؟ "

میں ڈرائنگ روم کے دروازے پر پہنچ گیا تھا۔ رومانہ نے مسکراتے ہوئے دروازے کی جانب ہاتھ کا اشارہ کیا۔ انہوں نے اشارے کو دیکھا۔ پھر ایک دم سے چونک گئے۔ دونوں نے یک زبان ہو کر کہا : عازم۔ آ۔ آپ ....؟

میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا : ہاں۔ میں ہوں۔ تم لوگ اخبارات میں پڑھتے آئے ہو کہ عازم نے مظلوم اور مصیبت زدہ لوگوں کو ملایا کے چنگل سے نکال کر انہیں ان کے گھروں تک پہنچایا ہے۔ کیا مجھ پر بھروسہ کرو گے کہ میں تمہیں بخیریت گھر تک پہنچاؤں گا "

وہ دونوں سحرزدہ سے ہو کر مجھے دیکھ رہے تھے جیسے سارا ملایا تلاش کر رہا تھا۔ جسے منظرِ عام پر لانے کے لئے دنیا کے اخبارات چیخ رہے تھے وہ ان کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ ذہنی طور پر خود کو تیار کر رہے تھے۔ خود کو سمجھا رہے تھے کہ ان کے سامنے عازم ہی کھڑا ہوا ہے۔

میں نے مسکرا کر پوچھا : بھئی۔ مجھے کب تک دیکھتے رہو گے "

وہ دونوں چونک گئے۔ بے بی مسرت سے لرزتی ہوئی آواز میں بولی : آ۔ آپ عازم ہیں نا ؟ "

" ہاں۔ مگر میرا اصل نام فرہاد ہے۔ اصل نام اس لئے بتا رہا ہوں ... چار روز میں میری اصل ہسٹری شائع ہو جائے گی "

شرلاک نے کہا : میں ابھی سوچ رہا تھا کہ فرہاد کے پیچھے عازم کی شخصیت ہو سکتی ہے اب عازم کے پیچھے فرہاد کی شخصیت ظاہر ہو رہی ہے "

بے بی مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ وہ ہچکچاتی ہوئی بولی : میں۔ میں۔ آپ کو چھو لوں ؟"

میں نے انجان بن کر پوچھا : کس رشتے سے ؟"

" برادر " وہ ایک قدم آگے بڑھ کر بولی : چھوٹا منہ ہے۔ بات بڑی کہہ رہی ہوں۔ آ۔ آپ میرے بھائی بنیں گے ؟"

میں نے مسکرا کر دونوں بازو پھیلا دیئے۔ وہ کھنچی چلی آئی پہلے اس نے میرے ہاتھ کو چھو کر دیکھا۔ پھر آگے بڑھ کر میرے چہرے کو دونوں ہتھیلیوں میں سجا لیا۔ مجھے اپنی طرف جھکا کر میرے گالوں کو میری پیشانی کو چومنے لگی۔ ہولے ہولے بڑبڑانے لگی : میں نے اخبار میں پڑھا ہے۔ تم نے ایک چھوٹے بچے کو اس کی ماں کی گود میں واپس پہنچایا تھا۔ تم کتنے عظیم ہو میرے بھیا آؤ میں تمہیں اپنی گود میں چھپا لوں۔ تمہیں کسی کی نظر نہ لگنے دوں "

کیسا پیار تھا۔ کیسی پاکیزگی تھی۔ میں بے بی کے آگے پگھل کر رہ گیا رومانہ مسکرا کر بولی : شرلاک ! تم فوراً ہی مجھے بہن بنا لو۔ کیونکہ جہاں تقدس اور اعتماد ہوتا ہے، وہاں ریوالور کی ضرورت باقی نہیں رہتی "

شرلاک نے ریوالور کو صوفے پر پھینک کر رومانہ کے ہاتھ کو تھام لیا : میں سچ کہتا ہوں، جو خوشی آج مجھے مل رہی ہے۔ اسے میں اپنی ساری دولت کے بدلے بھی کبھی حاصل نہیں کر سکتا تھا "

" دولت سے کبھی کوئی سچی خوشی خرید نہیں سکتا " رومانہ نے مسکرا کر کہا : یہ خوشی صرف دل کے شہر میں ملتی ہے "

وہ دونوں ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ میں نے موٹی اشتیاکو کافی لانے کے لئے کہا۔ پھر بے بی کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھ گیا، وہ بولی — " بھائی ! آپ چھپنا کیوں پسند کرتے ہیں ؟ آپ پبلک میں آئیں۔ میں ساری دنیا کو بتانا چاہتی ہوں کہ آپ میرے بھائی ہیں "

" میں تمہارے جذبات سمجھتا ہوں۔ تم ساری دنیا کے سامنے فخر کرنا چاہتی ہو۔ تم جہاں جاؤ گی عورتیں تم پر رشک کریں گی میرے ساتھ دیکھ کر حسد کریں گی۔ اگر کوئی حاسد عورت برداشت نہ کر سکی تو تمہیں کچا چبا جائے گی "

رومانہ اور شرلاک ہنسنے لگے۔ پھر شرلاک نے پوچھا : واقعی آپ روپوش کیوں ہیں ؟ "

میں نے رومانہ سے سوچ کے ذریعے پوچھا : کیا خیال ہے۔ انہیں سچ بتا دوں ؟ "

" ہاں ادھر عازم اسکندریہ سے شبانہ کے پاس القرہ پہنچے گا تو حقیقت کھل جائے گی کہ تم فرہاد ہو۔ یوں بھی سپر ماسٹر اور مارسک میں تمہاری شخصیت

کو چھپنے نہیں دیں گے۔"

میں نے رومانہ کی تائید کی پھر انہیں بتانا شروع کیا کہ دنیا کی دو بڑی طاقتیں میری دوست بھی ہیں اور بدترین دشمن بھی۔ اور یہ محض اس لئے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔

"واقعی؟" وہ دونوں مجھے حیرانی سے دیکھنے لگے۔ اشتیلنے کافی کی ٹرے لاکر رکھ دی میں نے کہا "ہاں۔ جب تم شرلاک کے ساتھ کار میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ تب ہی میں نے تم دونوں کے خیالات پڑھ لئے تھے۔"

میں بتانے لگا کہ ان دونوں کے درمیان کیا گفتگو ہوئی تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہے تھے۔ جیسے کوئی مافوق الفطرت ہستی ان کی نگاہوں کے سامنے ہو۔ میں نے شرلاک سے کہا "تم کوئی بات سوچو۔ میں بتا دوں گا۔"

اس نے سوچا "میری تو کھوپڑی گھوم رہی ہے اس وقت کافی کے چند گھونٹ سہارا دے سکتے ہیں۔"

میں نے رومانہ سے کہا "بھئی شرلاک کو جلدی سے کافی پلاؤ۔ ان کی کھوپڑی گھوم رہی ہے۔"

وہ ایکدم سے اچھل کر بولا "بائی گاڈ میں یہی سوچ رہا تھا۔"

میں نے بے بی کو دیکھا۔ پھر کہا "تم سوچ رہی ہو۔ میں اپنے بھائی پر جتنا بھی اتراؤں کم ہے۔ خدا نے مجھے کتنا بڑا انعام دیا ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی میرے بازو سے لگ گئی "میں آپ کو نہیں چھوڑوں گی۔ اپنے گھر لے جاؤں گی۔"

ہم کافی پینے لگے "نہیں بے بی! یہاں میرے لئے قدم قدم پر پہرے لگا دیئے گئے ہیں۔ میرے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتی ہو تو بنکاک چلو۔"

بے بی نے سوالیہ نظروں سے شرلاک کو دیکھا۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "میں بے بی کو وہاں نہیں لے جا سکتا۔ ہم نے یہاں چوری چھپے شادی کی ہے۔"

وہ کافی کی خالی پیالی میز پر رکھتے ہوئے بولا "اصل بات یہ ہے کہ بے بی کے پیار نے مجھے بدھ مذہب کی طرف مائل کر دیا۔ میرے ڈیڈی کٹر عیسائی تھے۔ انہوں نے مرنے سے پہلے وصیت لکھ دی تھی کہ میں بدستور عیسائی رہوں گا اور ان کے دوست کی بیٹی جولیا سے شادی کروں گا۔ تو ان کی ساری دولت اور جائیداد میرے نام منتقل ہو جائے گی ورنہ مجھے صرف بنکاک کی جائیداد اور ان کے وسیع کاروبار کا صرف پچیس فیصد منافع ملے گا۔"

میں نے پوچھا "کیا تمہارے ڈیڈی کا وکیل اور جولیا کے خاندان والے بے بی کو جانتے ہیں؟"

"ہاں۔ ہمارا رومانس وہاں بہت مشہور ہو گیا تھا۔ اس لئے میں نے بے بی کے لئے یہاں کوٹھی خریدی۔ اس کے آرام و آسائش کے انتظامات کئے۔ پھر چپ چاپ شادی کر لی۔ اب یہ بات کھلے گی تو میں تمام دولت اور جائیداد سے محروم ہو جاؤں گا۔"

"تو پھر کیا سوچا ہے؟ دولت اور جائیداد کے لئے جولیا سے شادی کرنی پڑے گی؟"

شرلاک نے بے بی کو دیکھا۔ وہ جواباً آنکھیں دکھا کر بولی "ذرا شادی کے لئے ہاں کہو۔ اپنی جان لے لوں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اس معاملے میں ہم کئی بار جھگڑا کر چکے ہیں۔ بہتر ہے کہ فرہاد صاحب پر فیصلہ چھوڑ دیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اب تو فیصلہ میرے ہی حق میں ہو گا۔ کوئی بھائی اپنی بہن کا نقصان نہیں چاہتا۔"

میں نے کہا "ہاں۔ چونکہ بہن کی زندگی بہنوئی سے وابستہ ہوتی ہے اس لئے بہنوئی کا بھی نقصان نہیں چاہتا۔"

"ایں؟" بے بی پریشان ہو گئی۔

میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "تمہاری کوئی سوکن نہیں آئے گی۔ اور انشاء اللہ شرلاک تمام دولت اور جائیداد کا مالک بنے گا۔ تم میرے ساتھ بنکاک چلو گی۔"

وہ خوشی سے اچھل پڑی میرے بازو سے لپٹ گئی۔ میں نے [illegible] "مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دو۔ میں ذرا اسکندریہ جا رہا ہوں۔"

"ایں اسکندریہ؟"

"ہاں۔ ایک آدھ گھنٹے میں واپس آ جاؤں گا۔"

"ایک آدھ گھنٹے میں؟" دونوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔

رومانہ نے کہا "فرہاد! تم جاؤ۔ میں انہیں سمجھا دوں گی۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا "تم تینوں اس مسئلے پر غور کرو کہ ہم کس طرح بنکاک جا سکتے ہیں۔ میں ابھی آ جاؤں گا۔"

میں خواب گاہ میں آ گیا۔ ابھی اسکندریہ کے وقت کے مطابق دو بجنے میں دس منٹ باقی تھے جبکہ یہاں سہ پہر کے تین بج رہے تھے۔ میں نرم کے ملائم بستر پر آرام سے بیٹھ کر جبران کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایئرپورٹ کی عمارت کی ایک بالکونی میں دوربین لئے بیٹھا تھا۔ اس کے آس پاس وزارت خارجہ کا چیف سیکرٹری اور دو فوجی افسر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے ان کی باتوں سے پتہ چلا کہ طیارہ آدھ گھنٹہ لیٹ ہے۔

ابھی ذرا فرصت تھی۔ میں نے جبران کے ذہن میں رس ونتی کے تصور کو بیدار کیا۔ وہ بڑے پیار سے اس کے متعلق سوچنے لگا۔ اپنے دماغ کی اسکرین پر اس کا سراپا دیکھنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ رس ونتی سے پہلے اس کی زندگی میں صرف ایک لڑکی آئی تھی۔ دو برس تک دوستی نباہنے کے بعد وہ بیمار رہ کر ہسپتال میں مر گئی۔ جبران عورتوں سے کتراتا تھا۔ ان سے محتاط رہتا تھا۔ لیکن رس ونتی نے آ کر پھر ایک بار اس کے دل میں بے چینیاں پیدا کر دی تھیں۔

مجھے جبران کی پاکبازی پر بڑا پیار آیا۔ بے شک رس ونتی کے لئے پاگل تھا مگر ایسے بیش قیمت ہیرے کی کنی پر ایک پاگل سے زیادہ ایک کا حق تھا۔ رس ونتی بھی یہی چاہتی تھی کہ اس کا محبوب یا ہونے والا جیون ساتھی صرف اسی کا پرستار ہو۔ میری طرح ادھر ادھر دل نہ پھینکتا ہو۔

میں نے رس ونتی کے لہجے میں جبران کو مخاطب کیا "ہیلو جبران۔"

وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ایک فوجی افسر نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"آں وہ۔ وہ رس ونتی مجھے مخاطب کر رہی ہے۔"

تمام افسران اپنی اپنی کرسیوں پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ سب کی نگاہیں پوچھ رہی تھیں "کیا کہہ رہی ہے؟"

جبران نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر دماغ کے رسیور پر سننے لگا۔ میں نے کہا "جاؤ میں نہیں بولتی۔ تم نے تو سب کو خبر کر دی۔"

"میں کیا کروں۔ تم نے اچانک مخاطب کیا تو میں چونک پڑا۔"

ایک افسر نے پوچھا "کچھ ہمیں بھی بتاؤ۔ کیا کہہ رہی ہے؟"

وہ بولا "پلیز ذرا خاموش رہیں۔ میں ابھی بتاؤں گا۔ ہاں رس ونتی میں کہہ رہا تھا کہ......"

میں نے قطع کلامی کی "زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے صرف سوچ کے ذریعے گفتگو کرو۔"

اس کی سوچ نے پوچھا "کیا تم میری سوچ کو پڑھ رہی ہو؟"

"ہاں۔ بہت دیر سے پڑھ رہی ہوں۔ تم مجھے تصور میں کیوں دیکھ رہے تھے؟"

"میں۔ میں کیا کروں؟ دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ رس ونتی کیا تم اپنے دل میں مجھے تھوڑی سی جگہ دو گی؟"

"پہلی نظر میں محبت کرنے والوں کی چاہت دیرپا نہیں ہوتی میں سوچوں گی کہ تم میرے ہم سفر بن سکتے ہو یا نہیں؟"

"میں بن سکتا ہوں۔ میں ثابت کر دوں گا۔ تم مجھے کسی طرح بھی آزما لو۔"

"کیا تم میری ہندی زبان سیکھو گے؟"

"ہاں۔ ضرور سیکھوں گا۔"

"میں انگریزی نہیں جانتی۔ ابھی ایک انگریز لڑکی کو ٹرانس میں لا کر تم سے باتیں کر رہی ہوں۔"

"اچھا۔ وہ کیسے؟"

"تم نہیں سمجھو گے۔ یہ ٹیلی پیتھی کی ایک تکنیک ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ میں ہمیشہ اس زبان میں تم سے باتیں نہیں کر سکوں گی۔"

"اچھا آج ہی سے میں ہندوستانی ٹیوٹر رکھ کر تمہاری زبان سیکھنا شروع کر دوں گا۔"

اس کی باتوں کے دوران ایک افسر نے دوسرے افسر سے کہا۔ "جبران بہت خوش نظر آ رہا ہے شاید وہ دوست بن رہی ہے۔"

جبران نے پوچھا "میں ان اُلو کے پٹھوں کو کیا جواب دوں؟"

"انہیں ایک اہم اطلاع دو کہ ابھی فلائیٹ سے نقلی فرہاد آ رہا ہے۔"

"نقلی فرہاد؟" وہ زور سے بول پڑا۔

"ہاں۔ فار ایسٹ کے اخبارات دیکھو۔ پتہ چل جائے گا۔ کہ اصلی فرہاد عازم کے نام سے ملایا میں موجود ہے۔"

"اچھا۔" جبران نے افسران سے کہا "آپ فوراً ملایا کا کوئی اخبار طلب کریں۔ رس ونتی اہم اطلاع دے رہی ہے کہ فرہاد عازم کے نام سے ملایا میں موجود ہے اور ابھی فلائیٹ سے ایک نقلی فرہاد آ رہا ہے۔"

ایک افسر فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر ملایائی سفارت خانے سے رابطہ قائم کرنے چلا گیا۔ میں نے پوچھا "جبران! یہ بتاؤ کیا تمہارے آس پاس کوئی ریڈ پاور کا نمائندہ ہے؟"

وہ بولا "میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ ریڈ پاور کے جاسوس ہماری فوج میں بھی گھسے ہوئے ہیں۔"

میں تھوڑی دیر سوچنے لگا۔ سوچنے سے ایک بات سمجھ میں آئی۔ ملایا میں ریڈ پاور کو معلوم تھا کہ فرہاد یہاں موجود ہے یقیناً ماسک مین نے اسکندریہ کی ریڈ پاور برانچ کو بتا دیا ہو گا کہ سپر ماسٹر کسی نقلی فرہاد کو بھیج رہا ہے ایسی اطلاع کے بعد ریڈ پاور کے جاسوسوں کی دلچسپی برائے نام بھی آنے والے نقلی فرہاد کے ساتھ نہ ہو گی۔ ان کی ساری توجہ رس ونتی کی طرف ہو گی۔

یہ سوچ کر میں نے ان افسران کے دماغوں کو ٹٹولنا شروع کیا، جنہیں آج صبح خیال خوانی کے ذریعے تماشہ بنا دیا تھا۔ ان میں سے دو افسر جبران کے پاس موجود تھے۔ ایک افسر کو میں نے پکڑ لیا۔ وہ جبران سے بہت دور ریڈ پاور کے باس سے غصے کی حالت میں کہہ رہا تھا۔

"یہ کیا بدمعاشی ہے۔ میں چھ برس سے یہاں کی فوج میں رہ کر تمہارے لئے جاسوسی کر رہا ہوں۔ اپنے وطن سے غداری کر رہا ہوں۔ کیا اس کا انعام یہی ہے کہ مجھے مار ڈالا جائے؟"

اس افسر کے آس پاس تین نقاب پوش ریوالوروں میں سائیلنسر لگائے کھڑے تھے۔ سامنے ریڈ پاور کا باس بھی نقاب میں تھا۔ وہ سب گونگے بنے ہوئے تھے افسر نے ہاتھ اٹھا کر کہا "ٹھہرو۔ مجھے ذرا سی مہلت دو۔ اتنا بتا دو کہ میرا قصور کیا ہے؟"

اتنے میں بہت سارے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ اس افسر کی سوچیں مجھے بتا رہی تھیں کہ چار نوجوان آٹھ کتوں کو زنجیر کے ذریعے قابو میں رکھے ہوئے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ اس افسر کو کتے بھنبھوڑ کر رکھ دیں گے لیکن اچانک ہی افسر کے دماغ نے بتایا کہ اس کے سینے میں گولی لگی ہے۔ اس کے بعد وہ دماغ تاریکی میں ڈوب گیا اور اس کے ساتھ ہی وہاں کا ماحول میری سوچ کی حدود سے اوجھل ہو گیا۔

میں سمجھ گیا۔ اس افسر کو اسی لئے ہلاک کیا گیا تھا کہ میں آج صبح اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ رس ونتی اس افسر کے ذریعے ریڈ پادر کے دوسرے لوگوں کو ٹریپ کرے گی۔ یہی سوچ کر اس افسر کے دماغ کو ہمیشہ کے لئے سلا دیا گیا تھا۔

میں جبران کے پاس پہنچ گیا۔ مجھ سے کچھ پہلے طیارہ وہاں پہنچ گیا تھا۔ مسافروں کو اتارنے کے لئے سیڑھی لگائی جارہی تھی۔ جبران نے آنکھوں سے دوربین لگائی۔ وہ سوچ رہا تھا: "اب اس نقلی فرہاد سے کیا لینا ہے؟ صرف یہ دیکھنا ہے کہ سپر ماسٹر اس فرہاد کے ذریعے سونیا اور رس ونتی تک کیسے پہنچنا چاہتا ہے؟"

میں نے اسے مخاطب کیا: "ہیلو جبران! میں ذرا دوسری معلومات کے لئے چلی گئی تھی۔ یہ بتاؤ تمہارے جاسوس نقلی فرہاد کی نگرانی کریں گے؟"

"ہاں۔ انٹیلی جنس کے تین نامور سراغرساں اس کی نگرانی کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔"

"تم فوراً ان سے رابطہ قائم کرو۔ میں چپ چاپ ان کے دماغوں تک پہنچ جاؤں گی۔"

جبران نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے افسر سے کہا: "آپ ذرا اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کریں۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ مستعد ہیں یا نہیں۔"

افسر نے ٹرانسمیٹر سے رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ اور میں دوسری طرف پہنچ گئی۔ وہ کہہ رہا تھا: "جناب! میں نے کار نمبر ای ایس ٹو۔ ون۔ ٹو۔ ٹو کے ڈرائیور کی جگہ سنبھال لی ہے۔ فرہاد اسی کار میں بیٹھنے آئے گا۔ کار کا اصل ڈرائیور پولیس کی حراست میں ہے۔ اوور۔"

افسر نے کہا: "شاباش! تم اچھے فاسٹ جا رہے ہو۔ اوور اینڈ آل۔"

میں پھر جبران کی دماغی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ وہ دوربین لگائے دیکھ رہا تھا۔ مسافر طیارے سے باہر آرہے تھے۔ وہ نظر نہیں آرہا تھا جس کا انتظار تھا۔ مسافر یکے بعد دیگرے طیارے کے دروازے پر آرہے تھے اور زینے سے اتر رہے تھے۔ جبران ابھی نہیں جانتا تھا کہ کوئی بایونک فرہاد آرہا ہے۔ چونکہ میں جانتا تھا۔ اس لئے مجھے بے چینی تھی اور انتظار کی طوالت پریشان کر رہی تھی۔

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے۔۔۔ جبران ذرا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ طیارے کے دروازے پر فرہاد نظر آرہا تھا اس کے ساتھ ایک نیگرو لڑکی تھی۔ سونیا کو بتایا گیا تھا کہ کوئی حسین لڑکی فرہاد کو پھانس کر لارہی ہے۔ وہ نیگریس رنگ کے اعتبار سے حسین نہیں تھی مگر جوان قد آور اور پرکشش تھی۔

فرہاد اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے زینے سے اتر رہا تھا۔ سر سے پاؤں تک اس میں ایسی کوئی بات نہ تھی، جو اسے دوسروں سے مختلف بناتی وہ مکمل فرہاد تھا۔ ایک عام سا طیارے کا مسافر تھا چونکہ جبران پہلی بار کسی فرہاد کو دیکھ رہا تھا اس لئے اس کی ظاہری وجاہت اور شخصیت کو دیکھ دیکھ کر متاثر ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ نیگریس کے ساتھ چلتا ہوا لابی کی طرف سے گزر گیا۔ جبران کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

جبران وہاں سے اٹھ کر نیچے ہال کی طرف جانے لگا۔ زینے کے آخری سرے پر ایک فوجی افسر مل گیا۔ اس نے کہا: "جبران! ابھی پتہ چل جائے گا کہ وہ فرہاد اصلی ہے یا نقلی؟"

"کیا اس کا میک اپ چیک کیا جائے گا؟"

"نہیں۔ کسٹم چیکنگ کے دوران اینٹی ایم یو انسٹانٹ کیمرے سے تصویر لی جائے گی۔ وہ کیمرہ میک اپ کے آر پار اصلی چہرے کی تصویر اتار لے گا۔"

جبران خوش ہو کر تائید کرنا چاہتا تھا۔ میں نے فوراً کہا: "نہیں جبران وہ میک اپ میں نہیں ہے۔ اس کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کی گئی ہے۔ میں تمہیں ایک اور اہم اطلاع دوں کہ وہ بایونک مین ہے۔"

"بایونک مین؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

افسر نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

"رس ونتی کہہ رہی ہے کہ وہ میک اپ میں نہیں ہے۔ اس کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کی گئی ہے۔"

"ابھی پتہ چل جائے گا۔ بھئی اینٹی ایم یو کا رزلٹ یہی ہوتا ہے کہ میک اپ ہو تو اس کے پیچھے گوشت پوست کے اصلی چہرے کی تصویر آجاتی ہے اور اگر اصلی چہرہ ہو یا پلاسٹک سرجری ہو تو ایکسرے کی طرح صرف چہرے کی ہڈیوں کی تصویر آتی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کسٹم آفس کی طرف شور سنائی دیا۔ وہ دونوں ادھر دوڑتے چلے گئے۔ کچھ لوگ ادھر سے بھاگتے آرہے تھے ان میں سے ایک افسر نے ہانپتے ہوئے کہا: "فرہاد نے تصویر اتارنے پر ہنگامہ کر دیا ہے اس نے کیمرے کو چھین کر اسے توڑ ڈالا ہے۔ دو فوجی جوانوں نے اسے پکڑنا چاہا۔ مگر اس نے دونوں کی مرمت کر دی۔ مائی گاڈ! بہت بڑا فائیٹر ہے۔ اپنے مقابل آنے والوں کو ہاتھ لگانے کا موقعہ تک نہ دیا۔ دو ہی ہاتھ میں فرش پر سلا دیا۔"

وہ سب تیزی سے چلتے ہوئے دفتر میں پہنچے۔ اب وہاں کئی فوجیوں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ اور ان کے درمیان فرہاد نیگریس کو سینے سے لگائے کھڑا تھا۔

ایک کسٹم آفیسر نے غصے سے کہا: "تم نے یہاں آتے ہی قانون کے خلاف حرکتیں کی ہیں۔ ہم تمہارے ملک کے سفارت خانے سے ... اس وقت تک تم حراست میں رہو گے"

بایونک فرہاد نے ٹھنڈے لہجے میں کہا: "... قانون کے خلاف حرکت کی ہے۔ جب پاسپورٹ اور ویزا میں میری تصویریں موجود ہیں ... میری اجازت کے بغیر میری تصویر کیوں اتاری جارہی تھی ... نہیں ..."

"میں ایک بات جانتا ہوں کہ کسی کی اجازت کے بغیر اس کی تصویر اتارنا خلافِ قانون ہے۔ اگر آپ کے ملک میں یہ خلافِ قانون نہیں ہے تو آپ پہلے میرے ملک کے سفیر سے اجازت حاصل کریں۔"

میں بائیونک فرہاد کی باتیں سن کر حیران ہو رہا تھا کیونکہ وہ ہو بہو میرے لہجے اور میرے انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔ پھر اچانک اس کی نظر جبران پر پڑی۔ وہ مسکرا کر بولا: "ہیلو مسٹر جبران! کیا ہم ایک دوسرے سے متعارف نہیں ہیں؟"

جبران کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ایسے وقت کیا کہنا چاہئے؟ میں نے اسے سنبھالا۔ وہ جواباً مسکرا کر آگے بڑھا۔ پھر مصافحہ کرتے ہوئے بولا: "جی ہاں! سونیا کے ذریعے آپ کا غائبانہ تعارف ہو چکا ہے۔ لیکن آپ نے مجھے کیسے پہچانا؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "کسی ماسٹر نے میرے پاس آپ کی تصویر بھیجی تھی۔ مجھے بتایا تھا کہ سونیا آپ کے پاس محفوظ ہے۔ آپ نے میری جان کی حفاظت کی۔ میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"میں نے کوئی احسان نہیں کیا لیکن آپ برا نہ مانیں تو کہوں۔ سونیا نے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "وہ کیسے؟"

"وہ مجھے کوئی اطلاع دیئے بغیر رس ونتی کو لے کر کہیں چلی گئی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "کوئی بات نہیں۔ میں ان دونوں کو پندرہ منٹ کے اندر ڈھونڈ نکالوں گا۔"

اتنے میں بائیونک فرہاد کے ملک کا سفیر وہاں پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

اسے بات بتائی گئی۔ سفیر نے کہا: "آپ خود عقل سے سوچیں کہ میرے ملک کے ایک سیاح کو خواہ مخواہ پریشان کیا گیا۔ اسے مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے تحفظ کے لئے آپ کے آدمیوں پر ہاتھ اٹھائے۔ آپ اس کی تصویر چاہتے ہیں تو میرے سفارت خانے سے طلب کریں۔ مگر برائے مہربانی اسے چھوڑ دیں۔ ورنہ ہمارے سفارتی تعلقات میں بدمزگی پیدا ہو جائے گی۔"

تھوڑی دیر بعد فرہاد کو چھوڑ دیا گیا۔ وہ اپنی نیگریس اور جبران کے درمیان چلتا ہوا عمارت سے باہر جانے لگا۔ ایسے وقت میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کی سوچ کو گرفت میں لیا۔ پھر خود ہی احمق بن گیا کیونکہ بایونک فرہاد کی آواز انداز اور لہجہ سب میری طرح تھا۔ میں اس لہجے کو گرفت میں لے کر فوراً اپنے دماغ کی سوچ تک واپس آگیا۔

میرے اور اس کے دماغ میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ صرف لہجے کی یکسانیت نے مجھے میری طرف پہنچا دیا تھا۔ ایک اہم نکتہ اور ہے۔ وہ لہجہ اس کی سوچ تک بھی پہنچا سکتا تھا۔ یعنی میں بیک وقت اپنی اور اس کی سوچ پڑھ سکتا تھا۔ لیکن ادھر سناٹا رہا جیسے اس نے اپنے دماغ کے دروازے کو مقفل کر دیا ہو۔

پھر اس کی سوچ سنائی دی۔ وہ جبران سے کہہ رہا تھا: "مسٹر جبران! رس ونتی میرے خیالات پڑھنے کی کوشش کر رہی ہے مگر افسوس بے چاری نہیں پڑھ سکے گی۔ بہتر ہے کہ وہ تمہارے ذریعے میری باتیں سنتی رہے۔"

میں نے پھر اس کی سوچ کو گرفت میں لیا۔ چشم زدن میں اس کا دماغ مقفل ہو جاتا تھا۔ میں پھر اپنی طرف واپس آگیا تھا۔ مجبوراً میں نے جبران کا ہی سہارا لیا۔ اس کی سوچ کے ذریعے اس فرہاد کو دیکھتا رہا۔ وہ اپنی نیگریس اور جبران کے درمیان چلتا ہوا عمارت کے باہر آیا۔ سڑک کے کنارے کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ اچانک وہ فرہاد اپنے دائیں بائیں نیگریس اور جبران کے بازو تھام کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے شیر نے شکاری کی آہٹ سن لی ہو۔

ایک کار تیز رفتاری سے گزرتی جا رہی تھی۔ بائیونک فرہاد کی سماعت اور بصارت بے یقینی کی حد تک حیرت انگیز تھیں۔ اس نے نیگریس اور جبران کو دو طرف زور کا دھکا دیا۔ اسی لمحے گزرنے والی کار کی کھڑکی سے تڑا تڑ فائرنگ ہوئی۔ نیگریس اور جبران دور زمین پر گرے ہوئے تھے۔ فائرنگ کی زد سے محفوظ رہے۔ جبران نے گرنے کے بعد اتنا ہی دیکھا تھا کہ وہ فرہاد حیرت انگیز طور پر فضا میں اچھل کر بلندی پر گیا تھا پھر جو کار فائرنگ کرتی ہوئی جا رہی تھی اس کی چھت پر پہنچ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

اس ناگہانی فائرنگ سے بھگدڑ مچ گئی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے راستہ ویران ہو گیا تھا۔ ایک فوجی موٹر سائیکل اسٹارٹ کر رہا تھا۔ جبران دوڑتا ہوا اس کے پاس پہنچا پھر اس کے پیچھے بیٹھتے ہوئے بولا: "ہری اپ! وہ کار نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔۔۔۔"

موٹر سائیکل اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی۔ پھر اس کی تیز رفتاری بڑھتی چلی گئی۔ کسی تیز رفتار گاڑی کی چھت پر کھڑے رہنا ناممکن ہے لیکن وہ قدم جمائے کھڑا تھا جیسے آندھیوں کی زد میں قد آور چٹان کھڑی ہو۔ پھر وہ کود کر کار کے پیچھے سڑک پر آگیا۔ کار تیزی سے آگے بھاگتی چلی گئی۔ لیکن وہ کتنی دور جا سکتی تھی۔ فرہاد اس کے پیچھے دوڑ لگا رہا تھا، پچیس میل، تیس میل، چالیس میل پھر پچاس میل فی گھنٹے کی رفتار سے دوڑتا چلا جا رہا تھا۔

جبران کے ہوش گم تھے اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کے سامنے بایونک فرہاد دوڑ لگا رہا ہے۔ پھر جبران نے دیکھا وہ کار کے پچھلے حصے کو پکڑ کر اسے روک رہا تھا۔ پختہ سڑک پر اس کے جوتوں کے تلے سر ر ر ر۔۔۔ گھستے جا رہے تھے جیسے جوتوں سے بریک لگا رہا ہو۔

بریک لگ گئے۔ کار اس طرح رکی کہ اس کے پہیے بدستور گھوم رہے تھے کیونکہ کار چلانے والے نے بریک نہیں لگائے تھے۔ شاید کار میں بیٹھنے والوں کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس قسم کا بھوت ان کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ گاڑی سے نکل کر اس پر فائرنگ کرتے۔ اس نے کار کے پچھلے حصے کو دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھا دیا۔ اوپر۔ اور اوپر۔ حتیٰ کہ کار دوسری طرف

الٹ گئی ——

اندر سے چیخ و پکار سنائی دی۔ الٹی ہوئی کار سے دروازہ کھول کر جو پہلے باہر نکلا۔ اس کے منہ پر بائیونک فلائنگ کک لگی۔ اس کی اسٹین گن ہاتھ سے نکل گئی۔ دوسروں کو باہر نکلنے میں ذرا وقت لگا۔ جب وہ باہر نکلے تو ان کی ٹانگوں پر فائرنگ شروع ہو گئی۔ تاکہ وہ جلد نہ مر سکیں۔ اگر زندہ بھی رہیں تو اپاہج بن کر.....

جبران قریب پہنچ گیا تھا۔ فوجی نے گاڑی کے انجن کو بند کرتے ہوئے کہا "مسٹر فرہاد! آپ قانون کو ہاتھ میں نہ لیں۔ انہیں قتل نہ کریں۔ میں انہیں عدالت تک پہنچاؤں گا۔"

فرہاد نے اسٹین گن کو فوجی جوان کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا "آپ ان کے ساتھ جو بھی سلوک کریں۔ میں نے دشمنوں کو پہچان کر سزا دے دی ——ماسک مین کے لئے یہ اپاہج تحفے کافی ہوں گے۔"

اس نے سر اٹھا کر دور سے آنے والی کار کو دیکھا۔ کار نمبرا ای ٹوڈون ٹو، ٹو آ رہی تھی۔ اس میں مقامی جاسوس ڈرائیور کے روپ میں تھا اور پچھلی سیٹ پر نیگرس بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کار جبران اور فرہاد کے قریب آ کر رک گئی۔ نیگرس نے دشمنوں کا بگڑا ہوا حلیہ دیکھ کر کہا "چچ... چچ... بے چارے۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آئی۔ پھر پچھلی سیٹ سے ایک بریف کیس اٹھا کر بولی "ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ اب تک تمہیں سونیا اور رس ونتی کے پاس پہنچ جانا چاہیئے تھا۔"

یہ کہہ کر اس نے بریف کیس کو کھولا۔ پھر اس میں سے ایک زنانہ لباس نکال کر فرہاد کی طرف بڑھا دیا۔ فرہاد اس لباس کو ہاتھ میں لے کر سونگھنے لگا۔ جبران نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا؟"

نیگرس بولی "یہ سونیا کا لباس ہے۔ بحری جہاز میں چھوڑ کر گئی تھی......"

یہ بات سنتے ہی میرے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ بائیونک فرہاد کی مختلف صلاحیتیں ظاہر ہو رہی تھیں۔ وہ سونیا کے لباس کو ایک طرف پھینک کر سر اٹھائے فضا میں سونیا کی بُو سونگھ رہا تھا۔ اس بُو کی سمت کا تعین کر رہا تھا۔

پھر وہ کار کو چھوڑ کر ایک ڈھلان کی طرف دوڑنے لگا۔ اسی وقت مجھے خیال آیا کہ ریڈ پاور کے نقاب پوش باس کے سامنے بھی کتے لائے گئے تھے۔ سونیا اپنا لباس رومانیہ میں بھی چھوڑ کر آئی ہو گی اور وہ لباس ان کتوں کی رہنمائی کرے گا۔

ایک طرف ریڈ پاور کے کتے دوسری طرف سپر ماسٹر کا کتا۔ صرف ایک رس ونتی کو حاصل کرنے سونیا کی بُو کی سمت دوڑے جا رہے تھے۔ پچیس میل، تیس میل، چالیس میل، پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے.....

میرا ذہن چیخنے لگا "سونیا جاگو۔ جاگو سونیا۔ آ۔ آ۔ آ۔ آ...."

بے شک وہ حیرت انگیز رفتار سے دوڑ لگا رہا تھا۔ یوں ہی دیکھتے دیکھتے سونیا اور رس ونتی تک پہنچنے والا تھا۔ تاہم اس کی رفتار پچاس میل فی گھنٹہ ہو سکتی تھی۔ بجلی کی تیزی نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ کی رفتار سے تیز نہیں جا سکتا تھا۔ میں تو پلک جھپکتے ہی رس ونتی کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجانے پہنچ گیا۔

حالانکہ ایسے وقت مجھے براہِ راست سونیا کے پاس پہنچنا تھا لیکن میں ابھی سونیا سے اپنی ٹیلی پیتھی چھپانا چاہتا تھا۔ لہٰذا رس ونتی کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہ کچھ بے چین سی تھی۔ مگر بے چینی کو کریدنے کا موقع نہیں تھا۔ میں نے فوراً ہی اسے مخاطب کیا "ہیلو رس ونتی! فوراً اٹھو۔ سونیا کو بتاؤ کہ سپر ماسٹر کا بائیونک مین اور ریڈ پاور کے کتے سونیا کی بُو سونگھتے ہوئے وہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔"

وہ بستر سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر ذرا پریشانی سے بولی "فرہاد! سونیا پوچھے گی کہ مجھے یہ اطلاع کیسے ملی؟"

"مجبوری ہے۔ تم کہہ دینا کہ تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں۔"

"پھر وہ مجھ سے بدک جائے گی اور زیادہ دشمن بن جائے گی۔ مجھے مار ڈالنے کا منصوبہ بنائے گی اور میں غفلت میں ماری جاؤں گی۔"

"فکر نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

"تم ہمیشہ ساتھ نہیں رہتے ہو اور وہ دشمن سائے کی طرح رہتی ہے۔"

"تم بحث میں وقت ضائع کر رہی ہو۔ وہ بائیونک بلا پہنچنے والی ہے۔"

وہ نہیں چاہتی تھی۔ مگر حالات سے مجبور ہو کر سونیا کے پاس پہنچ گئی۔ پھر بغیر کسی تمہید کے بولی "سونیا! میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں۔"

سونیا چونک کر اسے بے یقینی سے دیکھنے لگی۔ پھر اپنی زبان میں بولی "تم جھوٹا بات بولتی ہو۔"

میں نے اس کے دماغ کو معمولی سا جھٹکا پہنچایا۔ وہ لڑکھڑا گئی تھی۔ ذرا سا ڈگمگا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ رس ونتی نے میری ہدایت کے مطابق کہا "یہ میں نے ہلکا سا جھٹکا پہنچایا ہے۔ تاکہ تم فوراً ہی یقین کرو اور میری باتوں پر عمل کرو۔ تم نے اپنا لباس رومانیہ کی ایک رہائش گاہ اور بحری جہاز میں چھوڑ دیا تھا۔ بائیونک فرہاد اور ریڈ پاور کے کتے اس کے ذریعے تمہاری بُو سونگھتے ہوئے یہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے سونیا کے دماغ میں اس کی سوچ میں کہا "مجھے اس دشمن عورت کی باتوں کا یقین کرنا چاہئے کیونکہ یہ خود اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہی ہے۔ تنہا کہیں بھاگ نہیں سکتی۔ یہ اب بھی میری مدد کی محتاج ہے۔ اس لیے مجھے خطرے سے آگاہ کر رہی ہے۔ بہرحال مجھے فوراً ہی فرہاد کی تکنیک استعمال کرنی چاہیے۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی سونیا نے مریم کو آواز دی۔ مریم کے آتے ہی اس نے بتایا کہ کتے اس کی بُو سونگھتے آ رہے ہیں۔ لہٰذا گھر میں جتنی خوشبو کی بوتلیں ہیں۔ اس کے سامنے فوراً حاضر کی جائیں۔

میں نے سونیا کی اس پلاننگ پر اطمینان کی سانس لی۔ فی الحال خطرات کے ٹل جانے کی امید پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں پڑھا۔ اس نے سمجھایا کہ اس کے جتنے استعمال شدہ کپڑے ہیں انہیں فوراً اچھی طرح دھو دیا جائے یا ان پر خوشبو چھڑک دی جائے۔ تاکہ بدن کے پسینے کی بُو ختم ہو جائے۔ سونیا جو اقدامات کر رہی تھی۔ میں نے ان کے متعلق رس ونتی کو بتایا۔ وہ بولی "اب سونیا ٹیلی پیتھی کے متعلق مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرے گی۔"

میں نے پوچھا "مثلاً؟"

"مثلاً وہ چاہے گی کہ میں سوچ کے ذریعہ تمہارا پتہ لگاؤں۔"

"کوئی بات نہیں میرے متعلق من گھڑت باتیں بتا دینا مگر وہ باتیں اخباری اطلاعات کے مطابق ہونی چاہئیں۔ مثلاً یہ کہ میں ملایا میں ہوں۔ سپر ماسٹر، ماسک مین اور وہاں کی انٹیلی جنس والے مجھے تلاش کر رہے ہیں اور میں ایک شخص کے بہروپ میں بنکاک جا رہا ہوں۔"

"یہ تو اخباری اطلاعات ہوئیں۔" رس ونتی نے چوٹ کی۔ "من گھڑت باتوں میں تمہارے ساتھ کسی لڑکی کا ذکر ہونا چاہیے کیونکہ سونیا تمہیں شرافت کا پتلا نہیں سمجھتی ہے۔"

"بھئی تمہارے لیے میں شریف بن گیا ہوں۔"

"ہاں۔ انگور نہ ملنے پر ایک لومڑی نے اسی طرح شرافت سے انگوروں کو کھٹا سمجھ لیا تھا۔"

"یعنی میری شرافت پر بھی طعنے؟ کوئی بات نہیں، ابھی میں بحث نہیں کر سکتا۔ بائیونک بلا کو دیکھنے جا رہا ہوں۔ خدا تمہیں عقل دے۔"

"تم پر عاشق ہونے والی عقل نہ دے....."

وہ کچھ اور بھی کہتی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ بائیونک فرہاد کے دماغ تک پہنچنے کا مسئلہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اس سلسلہ کی دو باتیں میں پھر عرض کر دوں۔ ایک تو اس کی آواز اور لہجہ بالکل میرے ہی جیسا تھا۔ ذرہ برابر فرق نہ تھا۔ اس لیے اس لہجہ کو گرفت میں لے کر میں خود اپنے دماغ اور اپنی سوچ کی طرف واپس آ جاتا تھا۔ دوسری بات یہ کہ ایک بائیونک شخص کا صنعتی دماغ ابھی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ وہ دماغ سماعت اور بصارت کا حیرت انگیز نمونہ تھا۔ اس دماغ میں کچھ ایسی صلاحیتیں بھی رکھی گئی تھیں کہ ٹیلی پیتھی کی لہروں کو محسوس کرتے ہی وہ دماغ ابھر جاتا تھا۔ یا پھر خطرہ کا الارم اسے محتاط کر دیتا تھا۔

بہرحال میں اس بائیونک مین کے پاس براہِ راست نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس لیے میں جبران کے پاس پہنچا۔ وہ شہر کی طرف واپس جا رہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ جب بائیونک فرہاد بُو سونگھنے کے بعد ایک سمت بھاگتا چلا گیا تو جبران نے نیگرس سے کہا "تمہارے پاس کار ہے۔ ہمیں فرہاد صاحب کے پیچھے جانا چاہیے۔"

نیگرس نے جواب دیا "تم فرہاد کی فکر نہ کرو اور میں کسی اجنبی کے ساتھ کار میں سفر نہیں کروں گی۔ ڈرائیور! گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

وہ بڑی بے رُخی سے جبران کو چھوڑ کر اپنی کار میں چلی گئی۔ جبران نے اسے جانے دیا۔ ایک تو اس لیے کہ نیگرس اور بائیونک فرہاد کو ان کے ملک کے سفیر کی پشت پناہی حاصل تھی۔ دوسرے یہ کہ جبران کا ایک ذہین جاسوس ڈرائیور کے روپ میں نیگرس کے ساتھ موجود تھا۔ اسے اس جاسوس کے ذریعہ اطلاعات ملتی رہتیں۔

نیگرس کی آواز اور اس کا لہجہ میرے ذہن میں محفوظ تھا۔ میں اس کے سہارے اس کالی حسینہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ کار ایک طرف آہستہ آہستہ جا رہی تھی۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی گود میں ایک بالشت کا ٹی وی رکھا ہوا تھا۔ اس کے اسکرین پر بائیونک فرہاد کہیں دور دوڑتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس کے سر پر ایک فولادی ٹوپی تھی۔ نیگرس کی سوچ نے سمجھایا کہ اس فولادی ٹوپی کے ساتھ ایک ایسا ننھا سا کیمرہ ہے جو بائیونک مین کی تصویر اور اس کے ماحول کو ٹی وی اسکرین تک نشر کرتا ہے۔

میں نے رس ونتی کے لہجہ میں جبران کو مخاطب کیا "ہیلو جبران! اپنے فوجی افسران کو فوراً اطلاع دو کہ وہ ٹی وی سیٹ آن کر کے مختلف چینل کو آزمائیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بائیونک فرہاد اسکرین پر نظر آئے گا۔"

"کیا واقعی؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں دیر نہ کرو۔"

وہ شہر کی حدود میں پہنچ گیا تھا۔ اب میری ہدایت کے مطابق ایک ٹیلیفون بوتھ کی طرف جا رہا تھا۔ میں نیگرس کے پاس واپس آ گیا۔

اب وہ پریشان نظر آ رہی تھی۔ کیونکہ اسکرین پر بائیونک فرہاد بھی کچھ پریشان سا تھا۔ ایک جگہ کھڑے ہو کر چاروں طرف سونگھ رہا تھا اور اسے اپنی مطلوبہ بُو نہیں مل رہی تھی۔

اگر میں ریڈ پاور کے ان کتوں کے جوانوں تک پہنچ سکتا، جو کتوں کو سونیا کی طرف لے جا رہے تھے تو میں وہاں بھی یہی تماشا دیکھ سکتا تھا۔ یعنی ان کے کتے بھی دوڑتے دوڑتے اچانک تھم گئے ہوں گے اور مطلوبہ بُو کو تلاش کرنے کی ناکام کوششیں کر رہے ہوں گے۔

میں نے ٹی وی اسکرین پر بائیونک مین کی آواز سنی۔ میری ہی آواز میرا ہی لہجہ تھا۔ اس نے نیگرس کو اس کے نام سے مخاطب کیا۔ "مانسوری۔ رنی! تم سمجھ گئی ہو کہ سونیا محتاط ہو گئی ہے؟"

مانسوری رنی نے ٹی وی کا ایک مائیک آن کرنے کے بعد کہا۔

"ہاں سمجھ رہی ہوں۔ سابقہ ریکارڈ کے مطابق ایک بار فرہاد نے خوشبوؤں میں گم ہو جانے کی تدبیر کی تھی۔ سونیا اُسی تدبیر پر عمل کر رہی ہے۔"

وہ بولا: "ہمیں انتظار کرنا ہوگا۔ وہ چوبیس گھنٹے خوشبو میں بسی نہیں رہے گی۔"

"ہاں۔ اب یا تب وہ خوشبو سے باہر آئے گی۔ ایک بات ہے۔ کیا خوشبو کا تجزیہ کیا جائے؟"

"کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

"تم وقت سے پہلے کیسے کہہ سکتے ہو؟ دیکھو اِس وقت اسکندریہ اور اُس کے مضافات میں بے شمار لوگوں نے خوشبو لگائی ہوگی۔ شینیل، یوڈی کلون، پروفیسی، ایوننگ اِن پیرس، ایپل بلوزم اور بہت سی خوشبوؤں کا تجزیہ تم کر سکتے ہو کہ تمہارے آس پاس میلوں دُور تک کون سی خوشبو کتنے حصے تک ہے اور ایسی کون سی خوشبو ہے۔ جو بار لگانے کے باعث وقفہ وقفہ سے پھر تازہ اور شدید ہو جاتی ہے۔"

بالونک مین نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "میں ایسا کر سکتا ہوں مگر میں تمہیں یہ بتانا بھول گیا کہ ایئرپورٹ میں رس ونتی نے میرے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ ناکام ہونے کے بعد اب وہ تمہاری سوچ کے ذریعہ مجھے دیکھ رہی ہوگی۔ میں جتنی خوشبوؤں کا تجزیہ کروں گا وہ میرے عمل کو سمجھتی رہے گی اور سونیا کو بتاتی رہے گی۔"

"اب وہ کچھ نہیں بتا سکے گی۔ میں تم سے رابطہ ختم کر رہی ہوں، تمہارا رابطہ دوسری برانچ سے رہے گا۔"

مانسوری۔ری نے کوئی جواب سُنے بغیر رابطہ ختم کر دیا۔ ٹی وی کو آف کر کے اُسے ایک چمکیلے غلاف میں چھپایا۔ اب وہ ٹی وی کے بجائے لیڈیز پرس نظر آ رہا تھا۔ وہ پرس کو اپنے قریب سیٹ پر رکھ کر مسکراتی ہوئی بولی: "ہیلو رس ونتی! اب تمہارا باپ بھی میرے فرہاد تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اگر میری باتیں سُن رہی ہو تو میرا مشورہ مان لو۔ میرے فرہاد کو نہ دوڑاؤ۔ ہماری دوست بن جاؤ یقین کرو تم سپر ماسٹر کے تعاون سے ساری دُنیا پر حکومت کر سکو گی۔"

میرا جی چاہتا تھا کہ مانسوری۔ری سے باتیں کروں لیکن اُسے اِس اُلجھن میں مبتلا رکھنا بہتر تھا کہ واقعی رس ونتی نے بالونک فرہاد تک پہنچنے کے لیے اُسے واسطہ بنایا تھا یا نہیں؟ اُس نے اپنی دانست میں اپنے فرہاد سے رابطہ قائم کر کے بے تُک ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ اب بالونک فرہاد کے آس پاس ایسا کوئی نہیں تھا، جس کا سہارا لے کر میں وہاں تک پہنچ سکتا۔

لیکن خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے تھوڑی سی فرصت مجھے بھی دی ہے۔ پہلے میں نے جبران کو ٹٹولا۔ پھر اُن فوجی افسران کو ٹٹولا جن کے دماغوں کو میں پہلے سمجھ چکا تھا۔ اُن میں سے دو افسران ایک ٹی وی کے سامنے بیٹھے اُس کے اسکرین پر بالونک فرہاد کو دیکھ رہے تھے۔ اسکرین پر بہت ساری لکیریں پڑ رہی تھیں۔ وہ کبھی نظر آتا تھا اور کبھی مٹ جاتا تھا۔ اُس کے ساؤنڈ سسٹم میں بھی بے چینی پیدا ہو رہی تھی۔

یہ پریشانی کی بات تھی۔ بالونک مین تک پہنچنے میں ناکامی تو وہ خوشبوؤں کا تجزیہ کرنے کے بعد سونیا تک پہنچ جاتا۔ ... رس ونتی کے پاس آیا۔ وہ اطمینان سے ایک صوفے پر آنکھیں بند کیے ... تھی۔ میں نے پوچھا: "کیا بات ہے؟ کیا خیال خوانی شروع کر چکی ہو؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی: "خیال خوانی کی ایکٹنگ کر رہی ہوں۔ سونیا کو اسی طرح یقین آئے گا کہ میری صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں۔"

"اچھا۔ سونیا سے پوچھو۔ مریم کے گھر میں کتنی قسم کی خوشبوئیں ہیں؟"

"وہ سوال کرے گی کہ میں یہ سوال کیوں کر رہی ہوں؟"

"بالونک فرہاد خوشبوؤں کا تجزیہ کر رہا ہے۔ شہر اسکندریہ سے دریائے نیل تک گڈمڈ ہونے والی خوشبوؤں کو وہ الگ الگ ... اُن میں سے ایسی خوشبوؤں کو چھانٹ کر علیحدہ کرے گا۔ جو ... سے آ رہی ہیں جس سمت اُسے سونیا کی بُو بلا رہی تھی۔"

"اِس سلسلہ میں سونیا کیا کرے گی؟"

"مریم کے ہاں مختلف خوشبوئیں نہ ہوں تو ابھی وہاں کے بازار سے خوشبوؤں کا اسٹاک خرید لیا جائے۔ اُس کے بعد تم سونیا، مریم، سلمیٰ اور وہاں اور کوئی ہو تو سب علیحدہ علیحدہ خوشبو لگائیں گے۔ ... بہت سی خوشبوئیں اسکندریہ سے آنے والی خوشبوؤں کے ساتھ ... ہو جائیں گی۔"

رس ونتی نے آنکھ کھول دی۔ اُس کے سامنے اور آس پاس کے صوفوں پر سونیا، مریم، سلمیٰ اور دو نوجوان بیٹھے ہوئے تھے۔ رس ونتی نے سونیا سے کہا: "مریم سے پوچھو۔ یہاں کتنی قسم کی خوشبوئیں ہیں۔ بالونک فرہاد خوشبوؤں کا تجزیہ کر رہا ہے۔ اُسے اُلجھانے کے لیے بہت سی اقسام کی ضرورت ہے۔"

سونیا مریم سے انگریزی میں بولنے لگی۔ مریم نے کہا: "یہاں میں اور سلمیٰ دو طرح کی خوشبوئیں استعمال کرتی ہیں اور یہ سب تمہارے سامنے ہے۔ کیا اِن کے علاوہ بھی چاہیے؟"

سونیا نے رس ونتی سے پوچھ کر جواب دیا: "ہاں۔ ابھی بازار سے جتنی خوشبوئیں منگوا سکتی ہو۔ فوراً منگوالو۔"

ایک نوجوان اُٹھ کر بولا: "میں ابھی بازار کا سارا اسٹاک خرید کر لے آؤں گا۔"

سونیا نے کہا: "ذرا سوچ سمجھ کر خریداری کرنا۔ ریڈ پاور کے جاسوس یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ آج اچانک ہی بہت سا اسٹاک خرید کر کون لے گیا ہے اور کہاں لے گیا ہے؟"

وہ نوجوان چلا گیا۔ مریم نے کہا: "سونیا! عجیب بات ہے۔ رس ونتی مجھ سے انگریزی زبان میں باتیں کر چکی ہے۔ اب یہ صرف ہندوستانی زبان کیوں بول رہی ہے؟"

سونیا نے چونک کر پوچھا: "یہ۔ اِس نے تم سے انگریزی میں باتیں کی تھیں؟ ناممکن..."

"میں سچ کہتی ہوں آج صبح چار بجے اُس نے مجھے ٹریپ کیا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ مجبور کیا کہ میں اِسے کھانا کھلاؤں۔"

سونیا نے پوچھا: "تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا؟"

"اِس نے دھمکی دی تھی کہ اگر سونیا کو یہ بات بتائی گئی تو یہ میں اور جبران کو نقصان پہنچائے گی۔ میں اِس کی شکایت نہیں کر رہی ہوں میں تو احسان مند ہوں۔ اِس نے مجھے بتایا تھا کہ ہماری حکومت اور ریڈ پاور کے لوگوں نے جبران کو نظر بند رکھا ہے اور جاسوس ہمیں تلاش کر رہے ہیں۔"

سونیا کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ اُس نے رس ونتی کو گھور کر انگریزی میں سوال کیا: "کیا یہ سچ ہے؟ تم یہ زبان بولتی ہو؟"

رس ونتی کی زبان میری سوچ کے ذریعہ انگریزی بولنے لگی۔ "میں یہ زبان نہیں جانتی۔ اُس کے باوجود یہ زبان بول رہی ہوں۔ یہ ٹیلی پیتھی کی ایک تکنیک ہے۔"

سونیا نے بے یقینی سے پوچھا: "ذرا مجھے بھی یہ تکنیک سمجھاؤ۔"

وہ بولی: "یہاں اسکندریہ میں ایک ہندوستانی لڑکی ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعہ اُس کے ذہن کو اپنے ذہن سے منسلک کر لیا ہے۔ اِس وقت وہ ہندوستانی لڑکی میری زبان سے بول رہی ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسی تکنیک ہے۔ فرہاد نے کبھی ایسا نہیں کیا۔"

"فرہاد بہت سے معاملات میں مجھ سے پیچھے ہے۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ تک پہنچنے سے نہیں روک سکتا۔ میں یوگا کے ذریعہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے آگے دیوار کھڑی کر دیتی ہوں۔ اگر کوئی ہندوستانی بہت سی زبانیں بول سکتا ہے تو میں اُسے اپنا معمول بنا کر اُس کے ذریعہ مختلف زبانیں بول سکتی ہوں۔ میں بہت زیادہ باصلاحیت ہوں، اِسی لیے فرہاد کو جیونٹی بنا کر رکھ دیا تھا۔"

سونیا غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولی: "جیونٹی نہیں جیونٹا بولو۔ جو تمہاری صلاحیتوں پر تھوک کر تمہیں بیمار بنا کر چلا گیا۔" رس ونتی: "میں بہت نڈر ہوں۔ تیری ٹیلی پیتھی سے خوف زدہ نہیں ہو سکتی۔ اگر اب تُو نے فرہاد کو کم تر کہا تو میں تیری ٹیلی پیتھی کے ہاتھوں مرتے مرتے بھی تجھے مار ڈالوں گی۔"

اگر اِس وقت رس ونتی ٹیلی پیتھی جانتی اور سونیا کے چیلنج کو سمجھ سکتی تو دونوں ہی مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتیں مگر اُس کی زبان انگریزی بول رہی تھی۔ دماغ اُس کا مفہوم نہیں سمجھ رہا تھا۔ وہ میری سوچ کی زبان سے بولی: "سونیا غصہ نہ دکھاؤ۔ ابھی ہماری دشمنی ہم سب کے لیے مہنگی پڑے گی۔"

وہ بولی: "سپر ماسٹر اور ماسک مین سب ہی تمہیں حاصل کرنے کے لیے میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اگر تم مر جاؤ تو سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔"

"میں مر جاؤں گی تو تمہیں فرہاد کے متعلق کون بتائے گا کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟"

سونیا جیسے ایک دم سیدھی ہو گئی: "آں ہاں۔ ابھی میں پوچھنا ہی چاہتی تھی۔ وہ کہاں ہے؟"

"وہ ٹیلی پیتھی سے محروم ایک عام آدمی ہے۔ اگرچہ ملایا میں اُس نے بڑے کارنامے دکھائے ہیں مگر وہ خطرناک تنظیموں کے جال میں وہ پھنسنے ہی والا ہے۔ صرف میں اُس کی مدد کر سکتی ہوں۔"

سونیا میرے لیے بڑی سے بڑی بازی ہار سکتی تھی۔ وہ عاجزی سے بولی: "مجھے اُس کے بارے میں بتاؤ؟"

"بالونک فرہاد کا خطرہ ٹل جانے دو۔ پھر بتاؤں گی۔ اب میں مراقبہ میں جا رہی ہوں۔"

اس کے بعد رس ونتی نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے اُسے بتایا کہ ابھی وہ انگریزی زبان میں سونیا سے کیا باتیں کرتی رہی تھی وہ بولی: "یہ سونیا بڑی بدمزاج ہے۔ کسی دن میرے ہاتھوں سے مرے گی۔"

میں نے کہا: "بہتر ہے کہ مجھے مارنے کے متعلق سوچو۔ کیونکہ اُس کی موت میری موت ہوگی۔"

"تمہارے جیسا ہرجائی سونیا کے ساتھ اتنی شدت سے وابستہ ہو۔ یقین نہیں آتا۔"

"تم میرے ہرجائی پہلو کو دیکھتی ہو۔ سونیا کی شدتِ وفا کو دیکھ کر سمجھ لو کہ میرے اندر کوئی ایسا سچا اور کھرا آدمی چھپا ہے، جس پر وہ اب تک جان دے رہی ہے۔"

"اپنی تعریف نہ کرو۔ مجھے زہر لگتی ہے۔"

"میں تمہارے آبِ حیات جمشید جبران کے پاس جا رہا ہوں۔ خوش ہو جاؤ۔"

"ٹھہرو۔ یہ بتاؤ۔ میں آنکھیں کھولنے کے بعد سونیا سے کیا کہوں گی؟"

"آنکھیں بند رکھو میں معلومات حاصل کر کے ابھی آتا ہوں۔"

میں اُس افسر کے پاس پہنچ گیا۔ جو ٹی وی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اسکرین پر اب بھی لکیریں پڑ رہی تھیں۔ کبھی کبھی بالونک فرہاد کی جھلک نظر آ جاتی تھی۔ پھر وہ دبیز لکیروں میں گم ہو جاتا تھا۔ لیکن اِس دوران اُس افسر کے ماتحت نے ساؤنڈ ٹریک پر بالونک مین کی آواز میں وضاحت پیدا کر لی تھی۔ وہ کسی سے کہہ رہا تھا: "ابھی سونیا اور رس ونتی دونوں ہی محتاط ہیں اور رس ونتی یہ سُن چکی ہوگی کہ میں خوشبوؤں کا تجزیہ کرنے والا ہوں۔ یقیناً وہ دونوں احتیاطی تدابیر کریں گی۔"

کسی دوسرے کی آواز سنائی دی: "تم درست کہہ رہے ہو۔ میرا خیال ہے کہ ابھی دونوں کو ڈھیل دی جائے۔ تم نیل کے ساحل پر جاؤ۔ وہاں تمہاری رہائش کا انتظام ہے۔ وہاں آرام سے بیٹھ کر دونوں کو ٹریس آؤٹ کرتے رہنا۔"

یہ اور زیادہ خطرے کی بات تھی کہ بالونک ہن دریائے نیل کی ساحلی آبادی میں پہنچ جاتا۔ میں اُس شخص کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔ جو بالونک ہن کو مشورے دے رہا تھا۔ وہ بھی ایک ٹی وی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کے آس پاس ماسٹروں کی تنظیم کے کچھ اور اہم لوگ تھے۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک شخص شراب کا جام ہاتھ میں لیے کہہ رہا تھا۔ "رس ونتی نے مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ وہ خیال خوانی کے ذریعہ سونیا کو اطلاعات پہنچا رہی ہے اور سونیا اُس کی حفاظت کر رہی ہے۔"

دوسرے شخص نے کہا: "مگر اب رس ونتی صرف مانسوری اری تک محدود رہے گی۔"

تیسرے نے کہا: "میرا خیال ہے۔ مانسوری ۔دری کو بالونک فرہاد سے دُور کر دیا جائے۔ ڈاکٹر! تمہارا کیا خیال ہے؟"

بالونک فرہاد کی صحت اور دماغی حالت کا جائزہ لیتے رہنے کے لیے وہاں ڈاکٹر اور سائنسداں وغیرہ بھی پہنچے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر نے کہا: "بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے طور پر ایک مکمل فرہاد بنایا ہے۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں اصل فرہاد جنس زدہ ہے۔ ہم نے اپنے فرہاد کی بھی ایسی ہی ذہنیت رکھی ہے تاکہ دونوں میں کوئی فرق نہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا فرہاد مانسوری ۔دری کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اُس کی جگہ کسی دوسری حسینہ کو فرہاد کے پاس بھیجا جا سکتا ہے مگر اِس کی کیا ضمانت ہے کہ رس ونتی اُس دوسری حسینہ کے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گی؟"

ایک نے کہا: "دوسری حسینائیں اُس کے پاس آتی جاتی رہیں گی لیکن مانسوری ۔دری کو اس مہم میں باقاعدہ فرہاد کی پارٹنر بنا کر یہاں بھیجا گیا ہے!"

"وہ برابر اُس کے ساتھ رہے گی تو رس ونتی ہمارے فرہاد کی مہم کو ناکام بناتی رہے گی۔"

"بہتر ہے کہ مانسوری ۔دری صرف اُس کی خلوت میں رہے۔ پھر مہماتی عمل کے دوران اُس سے دُور ہو جائے۔"

سب نے اِس بات کی تائید کی۔ میں نے ڈاکٹر کے ذہن میں ایک سوال پیدا کیا۔ ڈاکٹر نے ایک شخص سے وہی سوال کیا: "مسٹر وارڈ! اپنے فرہاد کو نیل کی ساحلی آبادی میں کیوں رہنے کے لیے کہا جا رہا ہے؟"

وارڈ نے جواب دیا: "ہمارا فرہاد، سونیا کی بُو پاتے ہوئے دریائے نیل کی سمت دوڑ لگا رہا تھا۔ پھر اچانک بُو ختم ہو گئی۔ اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سونیا اور رس ونتی ساحلی آبادی کی طرف ہیں۔"

ڈاکٹر نے میری سوچ کے مطابق کہا: "یہ اندازہ درست ہے لیکن سونیا نے بھی ہمارے فرہاد کی سمت کو سمجھا ہوگا۔ وہ عارضی طور پر اپنی بُو کو ختم کرنے کے بعد سب سے پہلے وہ جگہ اور وہ سمت بدل کر کہیں دوسری طرف جائے گی۔"

"یقیناً وہ ایسا کرے گی مگر ہم کیا کریں؟ ابھی مجبوری ہے۔ اپنے فرہاد کو کہیں تھوڑی دیر قیام کرنا ہے۔ اِس لیے وہ ساحلی آبادی میں قیام کرے گا۔"

اُن کی باتوں سے میں سمجھ گیا کہ بالونک ہن ساحلی آبادی میں ہی قیام کرے گا۔ میں یہ اہم اطلاع دینے سونیا اور رس ونتی کے پاس پہنچا۔ رس ونتی چونک کر سوچنے لگی: "کیا مصیبت ہے؟ یہ سونیا کمرے میں کیوں بند ہو گئی ہے؟"

میں نے پوچھا: "کیا بات ہے رس ونتی؟"

"اوہ فرہاد! تم آ گئے۔ میں بڑی پریشان ہوں۔ میں نے سونیا سے پوچھا کہ وہ کمرے میں بند ہونے کیوں جا رہی ہے تو اُس نے جواب دیا۔ اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعہ معلوم کر لو کہ میں کمرے میں پہنچ کر کیا کرنے والی ہوں۔"

"اچھا میں معلوم کرتا ہوں۔ مریم اور سلمیٰ کہاں ہیں؟"

وہ بولی: "ہم سب مختلف خوشبوئیں لگا کر اس کمرے کے چاروں طرف ہیں جس کے اندر سونیا گئی ہے۔"

میں کمرے کے اندر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کھڑکی دروازے بند کرنے کے بعد اسکیپنگ کر رہی تھی۔ یعنی دونوں پاؤں کے پنجوں پر اچھل رہی تھی۔ ایسی ورزشیں کر رہی تھی کہ اُس کے جسم کا لباس پسینے سے تر ہو رہا تھا۔ قریب ہی ایک طرف گتے کے کارٹن، سیلفن کاغذ کے تھیلے اور رسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ پسینے سے تربتر ہونے کے بعد وہ ننگی ہو گئی۔ اپنا لباس اُتارتے ہی اُسے سیلفن کے ایک تھیلے میں ٹھونس کر ایک چھوٹے سے کارٹن میں بند کر دیا۔ دوسرے لفظوں میں اپنے بدن کی مخصوص بُو کو ایک جگہ پیک کر دیا۔ کارٹن کو رسیوں سے باندھ دیا۔

پھر وہ دوسرا لباس پہننے کے بعد دوبارہ ورزش کرنے لگی۔ میں اُس کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ میں سونیا کی ذہانت کی تعریف کیا کروں؟ میری داستانِ حیات پڑھنے والوں نے بارہا پڑھا ہے کہ دشوار گزار مراحل میں جبکہ اچھے اچھے لوگ حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے وقت سونیا اور رُعنا دلیری کے علاوہ بے مثال ذہانت کا ثبوت دیتی ہیں۔

سونیا اُس وقت بالونک فرہاد کو گھن چکر بنانے کی تدبیر پر عمل کر رہی تھی۔ تدبیر یہ تھی کہ وہ اپنے پسینے سے بھیگے ہوئے ملبوسات کو مختلف کارٹن میں پیک کر کے مریم، سلمیٰ اور دو جوانوں کے ذریعہ انہیں مختلف مقامات پر بھیج کر کارٹن کھولنے کے لیے کہتی۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ بالونک ہن کو ہر سمت سے دُور دُور تک سونیا کی بُو ملتی رہتی اور وہ پریشان ہوتا رہتا کہ اُسے کس سمت جانا چاہیے۔

بہت عمدہ تدبیر تھی۔ میں نے چند لمحوں تک غور کیا۔ پھر رس ونتی

کے لہجہ میں اُسے مخاطب کیا: "سونیا! میں تمہارے طریقہ کار کو سمجھ گئی ہوں۔ پہلے ایک اہم بات بتا دوں۔ بالونک فرہاد اس علاقہ میں عارضی رہائش کے لیے آ رہا ہے۔ میں پریشان تھی کہ اُس سے کس طرح دُور رہا جا سکتا ہے۔ تم نے یہ بہت عمدہ تدبیر نکالی ہے۔ اس سلسلہ میں میں ایک عمدہ مشورہ دینا چاہتی ہوں۔ تم اپنا ایک لباس ایک بریف کیس میں پیک کرو۔ میں جبران سے رابطہ قائم کرتی ہوں۔ اُس بریف کیس کو ائیرپورٹ پہنچایا جائے گا۔"

"ہوں۔" سونیا کی سوچ نے کہا: "تمہارا مشورہ میری سمجھ میں آ رہا ہے۔ اگر میرا لباس کسی ایسے طیارے تک پہنچایا جائے۔ جو پرواز کرنے والا ہو تو بالونک ہن یہی رائے قائم کرے گا کہ میں اُس طیارے کے ذریعہ اسکندریہ سے باہر جا رہی ہوں۔"

میں نے خوش ہو کر کہا: "ہاں۔ میں یہی چاہتی ہوں۔ اِس طرح یہ بالونک ہن اسکندریہ سے چلا جائے گا۔ اچھا اب میں جبران کے پاس جا رہی ہوں۔"

میں نے رس ونتی کو سونیا کے ساتھ ہونے والی باتیں بتائیں۔ پھر جبران کے پاس پہنچ گیا: "ہیلو جبران! کیا میرا انتظار کر رہے ہو؟"

"اوہ رس ونتی! اب ہر لمحہ تمہارا ہی انتظار رہتا ہے۔ یہی سوچتا رہتا ہوں کہ ہم ایسے وقت دماغی طور پر قریب آئے ہیں جب مسائل نے ہمیں جسمانی طور پر دُور کر دیا ہے۔"

میں نے کہا: "اب قریب ہونے کی ایک تدبیر ہے۔ بالونک ہن سونیا کی بُو پر بھاگ رہا ہے۔ مقصد میرا حصول ہے۔ ہماری تدبیر یہ ہے کہ سونیا کے پسینے سے بھیگا ہوا ایک لباس کسی ایسے طیارے تک پہنچایا جائے جو ابھی چند گھنٹوں میں پرواز کرنے والا ہو۔"

جبران نے تائید کی: "اچھی تدبیر ہے۔ بالونک فرہاد ائیرپورٹ کی طرف دوڑا آئے گا۔ دیکھو اُس لباس کو پیک کرنے کے بعد یہاں بھیجو۔ میں انتظام کرتا ہوں کہ لباس کی وہ پیکنگ ایسے وقت کھولی جائے جب طیارہ کا انجن اسٹارٹ ہو جائے۔"

"ہاں یہی تدبیر کی جائے۔ سونیا کا لباس پیک ہو چکا ہے میں ابھی بھیج رہی ہوں۔ اب میں چلی....."

میں نے رس ونتی کے پاس آ کر کہا: "ہیلو۔ اب مریم سے کہو کہ وہ اپنے ایک جوان ساتھی کو سونیا کے لباس والا بریف کیس دے کر ائیرپورٹ بھیج دے۔ جبران اُس کا انتظار کر رہا ہے۔ تیار ہو جاؤ۔ تمہاری زبان انگریزی بولنے والی ہے۔"

دوسرے ہی لمحہ وہ مریم سے انگریزی میں باتیں کرنے لگی۔ سونیا لباس بدل کر اور خوشبو میں نہا کر کمرے سے باہر آ گئی تھی۔ مریم نے وہ بریف کیس ایک نوجوان کے ذریعہ جبران کے پاس بھیج دیا۔ سونیا نے کہا: "رس ونتی! آؤ اب اطمینان سے بیٹھ کر فرہاد کے متعلق بتاؤ۔"

میری سوچ نے رس ونتی کی زبان سے کہا: "ابھی اطمینان کہاں ہے؟ وہ بالونک ہن اس علاقہ میں آ چکا ہے۔ میں اُس کی نگرانی کرنے جا رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر رس ونتی اپنے کمرے میں آ گئی۔ اُس نے پوچھا: "فرہاد! تمہاری سوچ مجھے میرے کمرے میں کیوں لے آئی ہے؟"

"سونیا تم سے میرے متعلق باتیں کرنا چاہتی تھی۔ تم نے اُسے کہہ دیا کہ بالونک فرہاد اس علاقہ میں موجود ہے۔ اِس لیے اُس کی نگرانی کرنے جا رہی ہو۔"

وہ بستر پر لیٹ کر انگڑائی لینے لگی۔ میں نے کہا: "یوں غضب کی انگڑائی نہ لو۔ ورنہ میں تمہارے دماغ سے اُڑ جاؤں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی: "تم رس ونتی بن کر جبران سے باتیں کرتے ہو۔ وہ یقیناً لگاوٹ کی باتیں کرتا ہو گا۔"

"ہاں ابھی وہ کہہ رہا تھا کہ تم دماغی طور پر اُس کے قریب آئی ہو مگر مسائل نے تم دونوں کو جسمانی طور پر دُور کر دیا ہے۔"

"اُس کی پیار بھری باتیں میرے لیے ہیں۔ تم کیوں سنتے ہو؟"

"مجبوری ہے۔ وہ مجھے رس ونتی سمجھتا ہے۔"

"تم نے اُسے یہی سمجھایا ہے تاکہ ہم دونوں کے دل کی باتیں معلوم کرتے رہو۔"

"خواہ مخواہ الزام دے رہی ہو۔ تم نے خود ہی کہا تھا کہ میں جبران کے دل کا حال معلوم کروں۔"

"اُس کے دل کا حال معلوم کر کے تمہارے دل پر قیامت گزر رہی ہو گی۔"

"میں ایسا کمزور نہیں ہوں کہ تمہیں نہ پا کر عشقیہ ماتم شروع کر دوں۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نے اپنے دل و دماغ سے تمہارا خیال نکال دیا ہے۔"

"بڑا حوصلہ ہے۔ ذرا یہ تو بتاؤ۔ دِل کا گھر خالی کرتے وقت کیسی چوٹ لگی؟"

"رس ونتی! تم بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہو۔ میرے دل پر چوٹ کیسے لگے گی۔ جبکہ تمہاری جیسی حسینائیں آئے دن مجھ پر مرتی رہتی ہیں۔"

میں نے محسوس کیا جیسے اُس کا دل ڈوب رہا ہو۔ پھر وہ سنبھل کر بولی: "اونہہ۔ تم یہ کہہ کر میری توہین کرنا چاہتے ہو۔ دیکھو میں کچھ نہیں ہوں۔ دُنیا میں تمہارے لیے ایک سے بڑھ کر ایک حُسن بکھرا پڑا ہے مگر یہ خلش تمہارے دل میں ہمیشہ رہے گی کہ رس ونتی تمہیں کبھی نہیں ملے گی۔ کبھی نہیں....."

"میرے دل میں خلش نہیں اطمینان ہے کہ تم میرے دوست کی امانت ہو۔ اچھا میں چلوں اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا....."

اُس نے آواز دی: "ٹھیرو۔ میری بات سُنو۔"

میں خاموش رہا مجھے شبہ ہوگیا تھا کہ وہ مجھے تڑپانے اور للچانے کے لیے خود کو جبران سے وابستہ کر رہی ہے۔ اُس نے مجھے پھر آواز دی۔ میں ظاہر کر رہا تھا کہ اُس کے دماغ سے جا چکا ہوں۔ وہ آنکھیں بند کیے دماغ کی تاریکی میں مجھے ڈھونڈتی رہی۔ دماغ کے کسی چور گوشہ سے ایک دھیمی دھیمی سوچ اُبھر رہی تھی: "نہیں! ابھی فرہاد موجود ہے۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "نہیں۔ وہ چلا گیا ہے۔"

وہ سوچنے لگی: "میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ وہ موجود ہے مگر اُس کی موجودگی یا عدم موجودگی سے کیا فرق پڑتا ہے؟ میں تو اپنے جبران کے متعلق سوچتی رہوں گی۔"

اُس نے جبران کا تصوّر کیا۔ میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ چند لمحوں کے لیے توقف کیا۔ پھر اچانک ہی اُس کی سوچ کے دائرے میں پہنچ گیا۔ تب میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ وہ ہولے سے چونک کر سنبھل گئی ہے۔ جیسے میری سوچ کی لہروں نے اُسے میری آمد کی اطلاع دے دی ہو۔ میں نے سنجیدگی سے کہا: "رس ونتی! تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔"

"آں۔ نہیں تو۔ میں بھلا کیا چھپاؤں گی؟"

میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا: "تمھاری خیال خوانی کی صلاحیتیں.... واپس آگئی ہیں۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی: "آہ۔ کاش ایسا ہوتا۔"

"یعنی تم انکار کر رہی ہو؟"

"فرہاد! تمھیں شبہ کیوں ہو رہا ہے؟ تم دوست بھی ہو اور بہت بڑے محسن بھی۔ میں بھلا اپنی ٹیلی پیتھی تم سے کیوں چھپاؤں گی؟ میں تو خود چاہتی ہوں کہ یہ صلاحیت واپس آئے اور میں تمھارے ساتھ مل کر دشمنوں سے مقابلہ کروں۔"

"دیکھو رس ونتی! تم یوگا کی ماہر ہو۔ میں پہلے بھی آزما چکا ہوں کہ جب بھی میری سوچ کی لہریں تمھارے دماغ تک پہنچتی تھیں تم چونک جایا کرتی تھیں۔ اپنے دماغ کے دروازے کو بند کر لیتی تھیں۔ ابھی میں دوبارہ آیا ہوں تو تم چونک گئی تھیں۔"

"تم غلط نہیں کہہ رہے ہو۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ یوگا کی پرانی مشقیں اثر دکھا رہی ہیں۔ بیماری کے بعد میری حس میں پھر بیداری آ رہی ہے۔ تم اب سے پہلے بھی میرے دماغ میں آئے تو میں چونک گئی تھی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں نے خیال خوانی شروع کر دی ہے۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمھیں یوگا کے فوائد دوبارہ حاصل ہو رہے ہیں۔ اس کے باوجود ٹیلی پیتھی سے محروم ہو؟"

"تم خود سمجھ سکتے ہو فرہاد! یوگا اور ٹیلی پیتھی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یوگا کی مشقیں اس حد تک آسان ہیں کہ ہماری دنیا کے ہزاروں لوگ یوگا کے ماہر نظر آتے ہیں لیکن میرے اور تمھارے سوا شاید ہی کسی نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہو۔ کوئی مستقل مزاج اور قوتِ ارادی کا مالک بھی یہ علم حاصل نہیں کر سکے گا۔ تاوقتیکہ اُس کے دماغ کی ساری کمزوریاں دُور نہ ہو جائیں۔ میں سچ کہتی ہوں میرا دماغ ابھی تک ایسا کمزور ہے کہ سوچ کی لہروں کو پرواز کرانا چاہتی ہوں تو ایک دم سے سر چکرانے لگتا ہے۔"

"تمھاری یہ دماغی کمزوری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"میں خود نہیں سمجھ سکتی۔ ویدراج زندہ ہوتے تو میری حالت پر دھیان دیتے۔ نیپال میں ایک اور ویدراج ہیں وہ میرا علاج کر سکتے ہیں۔ فرہاد! کوشش کرو کہ میں اور سونیا یہاں سے نکل کر ہندوستان چلے جائیں۔"

"کیا جبران کو چھوڑ کر جاؤ گی؟"

وہ مسکرائی پھر بولی: "محبت کا کچا دھاگا اُسے مضبوطی سے باندھ کر وہاں پہنچا دے گا۔"

"اچھا تم کچے دھاگے سے باندھو میں جا رہا ہوں۔ یہاں ملایا میں میری مصروفیتیں مجھے بلا رہی ہیں۔"

"ٹھہرو۔ پہلے یہ تو معلوم کر لو کہ سونیا کا سپنے والا کپڑا یا یونگ سانپ کو دھوکا دے سکتا ہے یا نہیں؟"

"میں معلوم کر لوں گا۔ کوئی خطرہ پیش آیا تو میں یہاں پہنچ جاؤں گا۔ بس اب خدا حافظ...."

یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میں رس ونتی کے دماغ میں چور کی طرح چھپ کر نہیں رہ سکتا۔ فی الحال اُس کا کوئی بھید معلوم کرنے کی دلچسپی بھی نہیں تھی۔ اس لیے میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔

⁂

میں ملایا میں اپنے ایک انجانے میزبان کا مہمان تھا اور اُس میزبان کے ایک بنگلہ کے بیڈروم میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ ڈرائنگ روم میں میری منہ بولی بہن بے بی، رُوبانہ اور شرلاک جونیئر بیٹھے ہوئے تھے۔ بڑی دیر ہو گئی تھی۔ جب میں اسکندریہ جانے کے لیے رُوبانہ وغیرہ سے رخصت ہوا تھا اُس وقت ملایا کے وقت کے مطابق پونے تین ہو رہے تھے اور اب دیواری گھڑی چھ بجا رہی تھی۔

تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ شرلاک جونیئر سے نئی دوستی ہوئی تھی۔ بے بی ابھی ابھی بہن بنی تھی۔ وہ دونوں میری تین گھنٹے کی غیر حاضری سے بور ہو سکتے تھے مگر رُوبانہ میرے پچھلے کارنامے کچھ اس انداز سے سنا رہی تھی کہ وہ دونوں ہر لمحہ ایک نئی دلچسپی سے سُنتے جا رہے تھے اور انھیں وقت گزرنے کا احساس تک نہیں ہو رہا تھا۔

میں نے رُوبانہ کو مخاطب کیا: "ہیلو! میں واپس آگیا ہوں۔"

وہ بولی: "شکر ہے۔ تمھیں ہمارا خیال تو آیا۔"

"میری جان! اسکندریہ میں بالونگ فرہاد نے بڑی آفت مچائی ہے۔ سونیا اور رس ونتی ایک جگہ چھپی بیٹھی ہیں۔ مجھے پھر تھوڑی دیر کے لیے جانا ہوگا۔ بے بی سے کہو۔ میں اُسے مخاطب کر رہا ہوں۔"

رُوبانہ نے بے بی سے کہا: "تمھارے بھائی! تم سے مخاطب ہو رہے ہیں۔"

اُس کے ساتھ ہی میں نے مخاطب کیا: "ہیلو بے بی! کیا بور ہو رہی ہو؟"

"اوہ میرے بھائی!" وہ خوش ہو کر بولی: "اپنے دماغ میں آپ کو محسوس کر کے عجیب سا لگ رہا ہے۔ یہاں ہمارے بور ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رُوبانہ آپ کے کارنامے سُنا رہی ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے ساری زندگی سُنتی رہوں۔ آپ یہاں آ جائیں ناں!"

"تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔ شرلاک سے کہو میں اُسے مخاطب کر رہا ہوں۔"

بے بی نے شرلاک سے کہا۔ وہ ذرا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا: "مسٹر شرلاک! آپ کچھ خیال نہ کریں۔ میں بہت مصروف ہوں۔"

شرلاک نے کہا: "ایک شرط پر کچھ خیال نہیں کروں گا کہ آپ مجھے آپ اور مسٹر کہہ کر مخاطب نہ کریں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "تم بھی مجھے آپ سے مخاطب نہ کرو۔"

وہ مسکرا کر بولا: "ابھی مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں ٹیلیفون کے ذریعہ دماغی سماعت میں تمھاری آواز سُن رہا ہوں۔ بے بی نے ٹھیک ہی کہا کہ تمھیں اپنے دماغ میں محسوس کر کے عجیب سا لگتا ہے۔ ابھی آپ آ رہے ہیں؟"

"تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔ تھوڑی مصروفیت اور رہ گئی ہے اور کے بائی۔"

میں نے اُن سے رخصت ہو کر مونا عرف مادام زہریلی کی خبر لی۔ آج شام کے بعد چیانگ پلازہ کی عمارت تباہ ہو سکتی تھی۔ مونا نے مجھے بتایا تھا کہ وہ شام سے پہلے اس عمارت کو چھوڑ دے گی۔ مونا سے رابطہ قائم کرنے کا ایک اہم مقصد یہ تھا کہ میں اپنے اجنبی میزبان کی چھپی ہوئی شخصیت کو معلوم کرنا چاہتا تھا۔

جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں مجھے سُپر ماسٹر اور ماسک مین پر شبہ تھا کہ اُن میں سے کوئی ایک بہت دُور سے گہری چال چل رہا ہے۔ اگرچہ میرا اجنبی میزبان دونوں ہی کو گالیاں دیتا تھا اور اُن دو تنظیموں کے خلاف میری مدد کر رہا تھا۔ میرے خیال میں یہ بھی ایک چال ہو سکتی تھی کہ خود کو گالیاں دے کر اور میری دوستی کا شرف حاصل کر کے مجھ سے نامعلوم فائدے حاصل کیے جاتے۔

اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اجنبی میزبان کا تعلق اُن دو شیطانوں سے نہ ہو وہ کسی تیسری تنظیم کا سربراہ ہو اور میری دوستی کے ذریعہ اپنی ذاتی تنظیم کے مفادات حاصل کر رہا ہو۔ بہرحال وہ جو کوئی بھی تھا اندھیرے میں تھا اور اندھیرے میں میں صرف حسین عورتوں سے دوستی کرتا ہوں اور مجھے یقین تھا کہ وہ اجنبی میزبان عورت نہیں ہے۔ اُسے روشنی میں آنا ہوگا اور میں اُسے اپنے سامنے لاؤں گا۔

میرا ایک خیال یہ تھا کہ سُپر ماسٹر نے مونا کو آلۂ کار بنا کر مجھے اُس کے حُسن و شباب سے للچا رہا ہے اور اُس کے ذریعہ معلومات حاصل کر رہا ہے۔ دوسری طرف کسی کو میرا اجنبی میزبان بنا لیا ہے۔ اس میزبان نے مجھے اطلاع دی کہ چیانگ پلازہ میں دو تنظیموں کا ٹکراؤ ہونے والا ہے اور میری پسند مونا کو وہاں نقصان پہنچ سکتا ہے۔

یہ اطلاع ملتے ہی میں نے چیانگ شی کا کی سوچ کے ذریعہ معلومات حاصل کیں اور مونا کو بتایا کہ چیانگ پلازہ کے فرش کی تہہ میں اس طرح ڈائنامائٹ کا جال بچھا ہوا ہے کہ فرش کو اُکھاڑنے کی کوشش کی جائے تو دھماکے شروع ہو جائیں گے۔ مونا نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ شام ہونے سے پہلے سُپر ماسٹر سے کوئی بہانہ کر کے اس عمارت سے چلی جائے گی۔

میں مونا کی چور سوچیں بھی پڑھ چکا تھا۔ وہ مجھ سے کسی قسم کا فراڈ نہیں کر رہی تھی۔ سُپر ماسٹر کی تنظیم میں رہ کر میرے لیے وفاداری سے کام کرنا چاہتی تھی۔ بے شک وہ پُرخلوص اور وفادار تھی لیکن سُپر ماسٹر مونا کے انجانے پن میں بھی اُسے آلۂ کار بنا کر رکھ سکتا تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ مونا کے اُس عمارت سے باہر جانے کے بعد اگر دوسرے ماسٹر اور اہم افراد بھی اس عمارت سے نکل جاتے تو پھر یقیناً سُپر ماسٹر گہری چال چل رہا ہے اور میری خفیہ معلومات سے فائدے اُٹھا رہا ہے۔

میں مونا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پے نانگ شہر میں تھی اور اب وہاں سے کوالالمپور جانے والی تھی۔ میں نے اُسے مخاطب کیا: "ہیلو مونا! میں آگیا ہوں۔ اپنا حال سُناؤ۔"

"اوہ فرہاد! اس طرح اچانک مخاطب کیا کرو۔ میں چونک جاتی ہوں۔ کلیجہ دھک سے رہ جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اب میں غیر شعوری طور پر ہر لمحہ تمھارا انتظار کرتی ہوں کہ اب تم میرے دماغ میں آنے ہی والے ہو۔ پھر ہر لمحہ مایوسی ہوتی ہے۔ مایوسی کے دوران اچانک ہی مخاطب کرتے ہو تو میرا دل گھبرانے لگتا ہے۔"

میں نے کہا: "مونا! تمھارے لاشعور میں یہ بات ہے کہ تم عورت ہو اور ایک مرد کا انتظار کر رہی ہو۔ آج تک تم نے اپنی ذات پر کسی کو ترجیح نہیں دی اور اب اپنی ذات کو بھول کر میرا انتظار کرتی رہتی ہو۔ اندر ہی اندر ڈرتی رہتی ہو کہ ایک محبت کرنے والی عورت کی طرح تمھیں انتظار کا روگ لگ رہا ہے۔"

وہ بولی: "ہاں تم دماغ میں جھانک کر دل کی کتاب بھی پڑھ لیتے ہو۔ میں اس حقیقت سے انکار نہیں کروں گی کہ میں تمھاری شخصیت سے متاثر ہو چکی ہوں مگر متاثر ہونے کے باوجود میں کبھی یہ نہیں چاہوں گی کہ تم ہوس پرست ہو کر میری ذات کی توہین کرو۔ فرہاد! دُنیا کی ہر عورت سستی نہیں ہوتی۔ وہ اپنے حسن، اپنے شباب، اپنا غرور اور اپنی ذات کو ایسا قیمتی سرمایہ سمجھتی ہے، جسے صرف اپنے مرد پر لُٹایا جاتا ہے اور تم صرف میرے مرد کبھی نہیں بن سکو گے۔ تم اپنی عادت

سے مجبور ہماو میں ایک عورت کی ترحم لکھنے پر مجبور ہوں۔"

"مونا! تم بہت اچھی ہو۔ میں نے تمھیں اب تک ٹیلی پیتھی کے ذریعہ مجبور نہیں کیا اور نہ ہی کبھی کروں گا۔ میں تو صرف تمھاری اندرونی کش مکش کو ظاہر کر رہا تھا۔ آئندہ میں تمھیں بڑی آہستگی اور سہولت سے مخاطب کروں گا۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ تمھارے ساتھ سپر ماسٹر کے کتنے آدمی چیانگ پلازہ سے نکل آئے ہیں؟"

"کوئی نہیں۔ میں تنہا آئی ہوں۔"

"کیا تم نے محسوس کیا ہے کہ تمھارے اچانک چلے آنے سے وہاں کسی ماسٹر وغیرہ کو حالات کی سنگینی کا علم ہو گیا ہو یا کسی قسم کا شبہ ہوا ہو؟"

"کسی کو شبہ نہیں ہوا۔ سپر ماسٹر مجھے پہلے بھی ایسے مقامات سے دُور کر دیا کرتا تھا، جہاں خطرات کا اندیشہ ہوتا تھا۔ چیانگ پلازہ میں اب بھی ایک ماسٹر اور تنظیم کے جانباز موجود ہیں۔ اب بھی اُن کا یہی خیال ہے کہ ریڈ پاور والے چیانگ پلازہ کو گھیر کر حملہ کریں گے۔ انھیں فرش کے نیچے بچھے ہوئے ڈائنا مائٹ کا علم نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اب میں جا رہا ہوں۔"

"ٹھہرو فرہاد! سپر ماسٹر کی طرف سے پوچھا گیا ہے کہ میں کہاں جانا چاہتی ہوں۔ میں نے کہا کہ کوالالمپور پہنچ کر جواب دوں گی۔ تم بتاؤ کہ مجھے کہاں رہنا چاہیے؟"

"جہاں تم مناسب سمجھو۔ تم کہیں بھی رہو گی تو میں تم سے رابطہ قائم کر لیا کروں گا۔"

"یہ تو میں جانتی ہوں۔ تمھارے لیے کام کرتی رہوں گی تو تم رابطہ قائم کرتے رہو گے لیکن میں تم سے زیادہ دُور نہیں رہنا چاہتی۔ جانے کیوں مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"عجیب بات ہے میرے انتظار کا روگ لگے تو ڈر لگتا ہے۔ مجھ سے دُور رہنے کے خیال سے بھی تمھیں ڈر لگتا ہے۔ اب تم خود ہی اپنا نفسیاتی تجزیہ کرو۔ تمھارے اس "ڈر" کے پیچھے عورت کی وہ کمزوری چھپی ہے، جو کسی مرد کو اپنا محافظ بنانے پر مجبور کرتی ہے۔"

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا: "ٹھیرو، پہلے میری پوری بات سُن لو۔ میں تمھارا نفسیاتی تجزیہ اس لیے نہیں کر رہا ہوں کہ اس طرح باتوں کی ہیرا پھیری میں تمھیں اپنی طرف مائل کر لوں۔ نہیں، میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ خدا نے تمھیں غیر معمولی حسن دیا ہے۔ چیانگ شی کا ——— جیسا درندہ تمھارا دیوانہ ہے۔ میں بھی تمھاری تمنا کرتا ہوں مگر جبراً نہیں ... کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تم تنہا کب تک اپنے حسن و شباب اپنے غرور اور اپنی ذات کے قیمتی سرمایہ کو بچا کر رکھو گی۔ کوئی اچانک ہی شب خون مار سکتا ہے۔ بہتر ہے کسی سے شادی کر لو۔"

وہ چند ساعتوں تک چپ رہی۔ پھر بات بدل کر بولی: "تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ اب مجھے کہاں جانا چاہیے؟"

"میں جواب دے چکا ہوں۔ جہاں مناسب سمجھو چلی جاؤ۔ میں ہر جگہ تمھارے قریب رہوں گا۔"

"شکریہ فرہاد! مجھے حوصلہ رہے گا۔"

میں اُس سے رخصت ہو گیا۔ ابھی اس بات کی تصدیق کرنا تھی کہ مونا کی معلومات کے مطابق کوئی ماسٹر اور تنظیم کے جانباز چیانگ پلازہ میں موجود ہیں یا نہیں؟ اس مقصد کے لیے میں چیانگ شی کا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ چیانگ پلازہ سے تقریباً ایک میل دُور ایک عمارت کی تیسری منزل میں بیٹھا ٹیلیفون پر باتیں کر رہا تھا۔ کسی سے کہہ رہا تھا: "اچھی طرح سوچ لو۔ یہ دھمکی نہیں ہے۔ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد تم سب اس عمارت کے ساتھ تباہ ہو جاؤ گے۔ میری گھڑی سے وقت ملا لو۔ اس وقت چھ بجکر پچیس منٹ ہوئے ہیں ..."

دوسری طرف سے آواز سنائی دی: "بکواس مت کرو۔ ہمیں اپنی تباہی منظور ہے۔ ہم سپر ماسٹر کے حکم پر اپنی آخری سانس تک ناگہانی موت کا انتظار کرتے ہیں۔ تم ہم سے یہ عمارت خالی نہیں کرا سکو گے۔"

اتنا کہنے کے بعد ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں کہنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ تنظیم کا ماسٹر تھا اور سوچ رہا تھا: "آخر وہ کس طرح عمارت کو تباہ کر سکتے ہیں؟ اُوپر سے بمباری کر سکتے ہیں یا پھر اس عمارت میں بارودی سرنگیں ہو سکتی ہیں لیکن نہیں۔ یہ عمارت کروڑوں ڈالر کی لاگت سے تیار کی گئی ہوگی۔ یہاں کی مشینیں بھی کروڑوں ڈالر کی ہیں، سپر ماسٹر خوب سمجھتا ہے کہ ماسک مین اتنی قیمتی عمارت کو تباہ نہیں کرے گا۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "وہ اس لیے تباہ کر سکتا ہے کہ وہ قیمتی مشینیں سپر ماسٹر کے کام نہ آئیں۔"

وہ سوچنے لگا: "ہاں ایسا ممکن ہے مگر مجھ جیسا ماسٹر اور اس عمارت میں مورچہ بنانے والے جانباز بھی سپر ماسٹر کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ سپر ماسٹر ہم سب کو اندھا دھند موت کے منہ میں نہیں دھکیلے گا۔ اُسے یقین ہے کہ فتح ہماری ہوگی اور دشمنوں کی دھمکیاں محض عمارت خالی کرانے کے لیے ہیں۔"

ماسٹر کی سوچ نے تصدیق کر دی کہ سپر ماسٹر اُس عمارت کی تہہ میں چھپے ہوئے ڈائنا مائٹ سے بے خبر ہے۔ اگر سپر ماسٹر میرا اجنبی میزبان بنے رہنے کے لیے مونا کو آلہ کار بنا رہا ہوتا تو فوراً ہی اپنے ماسٹر اور دوسرے جانبازوں کو عمارت سے باہر نکلنے کا حکم صادر کر دیتا۔ اِس کے برعکس تنظیم کے اہم افراد پندرہ منٹ کے بعد اُن کی عمارت کے ساتھ تباہ ہونے والے تھے۔

میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں پندرہ منٹ کے بعد اُن کی تباہی کا تماشا دیکھتا۔ میں واپس جبران کے پاس پہنچا۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ اُسے سونیا کا بریف کیس مل گیا ہے۔ ایک جہاز وہاں سے دو گھنٹے بعد فرانس، انگلینڈ اور پھر امریکہ جانے والا ہے۔ اُس کی ایک ایئر ہوسٹس جبران کی احسان مند بلکہ عقیدت مند ہے۔ ماضی میں اُس نے ایئر ہوسٹس کی بے لوث مدد کی تھی۔ بہرحال ایئر ہوسٹس نے اُس کے منصوبے کے مطابق وعدہ کیا تھا کہ پرواز سے پہلے جب طیارے کا دروازہ بند ہونے لگے گا تو وہ سونیا کا لباس نکال لے گی۔ دروازہ بند ہونے تک وہ لباس اُس کے ہاتھ میں رہے گا۔ اتنی دیر میں وہ بالونک مین اُس بُو کو پا کر ایئر پورٹ کی طرف دوڑ لگائے گا۔ پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑنے کے باوجود وہ آدھ گھنٹہ سے پہلے ایئر پورٹ نہیں پہنچ سکے گا۔ اس وقت تک طیارہ پرواز کر چکا ہو گا۔

میں نے رس وتی کو اس منصوبہ سے آگاہ کیا۔ اُس نے سونیا اور مریم کو بتایا کہ دو گھنٹے بعد سونیا کے پسینہ آلود لباس کا نتیجہ ظاہر ہو گا۔ سونیا نے کہا: "رس وتی! ہمیں دو گھنٹے تک محتاط رہنا ہے۔ چلو اس وقت تک فرہاد سے رابطہ قائم کرو۔"

رس وتی کی زبان نے میری سوچ کے مطابق کہا: "میں فرہاد کے بارے میں تمھیں یقین دلاتی ہوں کہ وہ خطرات میں گھرا ہوا ہے مگر خیریت سے ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعہ اُس کی مدد کروں گی مگر اُس سے رابطہ قائم نہیں کروں گی۔"

"کیوں؟" سونیا نے پوچھا۔

"میں اُسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتی ہوں۔ اُس نے میرے سر پر اسی لیے حملہ کیا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی سے محروم ہو جاؤں۔ وہ اب بھی یہی سوچ رہا ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ اگر میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال ہوتی تو میں اُس سے انتقام لینے کے لیے اُس کے ذہن کو ضرور نقصان پہنچاتی۔"

سونیا نے پوچھا: "میں یہ سوال کرتی ہوں کہ تم نے مجھ سے اور فرہاد سے انتقام کیوں نہیں لیا؟"

"میرا مزاج بدل گیا ہے۔ حالات نے سکھا دیا ہے کہ مجھے زیادہ سے زیادہ دوست بنانا چاہیے۔ ورنہ فرہاد جیسے آہنی ارادے کے لوگ میری غفلت میں مجھے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اسی لیے میں تمھیں اور فرہاد کو دوست بنا رہی ہوں۔"

"تو پھر دوست بن کر فرہاد سے رابطہ قائم کرو۔"

"نہیں۔ میرا اپنا ایک طریقہ کار ہے۔ جب میں ضروری سمجھوں گی تو اُس سے رابطہ قائم کروں گی۔ میں فی الحال تمھارے اور اُس کے کام آ کر دوستی کا ثبوت دے رہی ہوں۔ اچھا اب میں دو گھنٹے بعد ملاقات کروں گی۔"

وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ سونیا نے کہا: "سُنو! تم نے کہا تھا کہ ہندوستان میں کوئی ایسی دوا ہے جس کے استعمال کے بعد فرہاد کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال ہو سکتی ہیں۔ مجھے بتاؤ۔ میں اُس دوا کے لیے ہندوستان جاؤں گی۔"

"ہم دونوں کو اب یہاں سے ہندوستان کی طرف ہی جانا چاہیے۔ میں فرہاد کو بالواسطہ مجبور کروں گی کہ وہ بھی وہاں کسی نہ کسی طرح پہنچ جائے۔"

سونیا خوش ہو کر بولی: "اوہ رس وتی! یہ کہہ کر تم نے میرا دل جیت لیا۔ تم فرہاد کو مجبور کرو کہ وہ ہم سے ہندوستان میں ملاقات کرے۔"

"ہاں میں ایسا ہی کروں گی۔"

وہ جانے لگی۔ سونیا اپنی جگہ سے اُٹھتی ہوئی بولی: "ایک بات اور بتا دو۔ کیا رُوانہ اُس کے پاس پہنچ گئی ہے؟"

"نہیں۔" میں نے رس وتی کی زبان سے جھوٹ کہا: "وہ فرہاد کی تلاش میں بھٹک رہی ہے۔ فرہاد کو بھی علم نہیں ہے کہ رُوانہ اُس کی تلاش میں ملایا پہنچ گئی ہے۔"

سونیا نے جلدی سے آگے بڑھ کر خوشامدانہ انداز میں رس وتی کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "میری بہن! فرہاد کو جلد از جلد ہندوستان پہنچنے پر مجبور کرو۔ نہیں تو وہ حرام زادی اُسے ڈھونڈ نکالے گی۔"

"تم اطمینان رکھو۔ میں اُسے فرہاد سے ملنے نہیں دوں گی۔"

رس وتی اپنا ہاتھ چھڑا کر اپنے بیڈ روم میں آ گئی۔ میں اُسے بتانے لگا کہ وہ سونیا سے کیا باتیں کر چکی ہے۔ وہ کرسی پر بیٹھ کر مسکراتی ہوئی بولی: "اچھا تو رُوانہ تمھارے پاس نہیں ہے؟"

میں نے کہا: "بعض بعض حالات میں اپنوں کو بھی اپنا راز بتایا نہیں جاتا۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ سونیا کیسے مزاج کی عورت ہے۔ میں اُس عورت سے سچی محبت کرتا ہوں مگر جھوٹ بول کر گزارہ کر رہا ہوں۔"

"بس لفاظی نہ کرو۔ کام کی باتیں کرو۔ فرہاد! میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ ہم ہندوستان میں ملیں۔"

"یہ مجھ سے نہیں جبران سے کہو۔ تمھیں اُسی سے ملتے رہنا ہے۔"

"کیا جل کر بول رہے ہو؟ میرا اور جبران کا معاملہ الگ ہے۔ تم اپنی بات کرو۔ میں تمھیں اپنے دیس میں آنے کی دعوت دیتی ہوں۔"

"اچھا دعوت قبول ہو گئی۔ میں جا رہا ہوں۔ پھر آؤں گا۔"

"کیا مجھے جبران کے متعلق کچھ نہیں بتاؤ گے؟"

"دو گھنٹے بعد ..."

میں وہاں سے چلا آیا۔ میں نے ایک منٹ میں وان ڈے کی خیریت معلوم کی۔ وہ اپنے بیوی بچوں میں بخیریت وقت گزار رہا تھا۔ میں بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ بے بی مجھے دیکھتے ہی خوشی سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے قریب آ کر اُسے اپنے پاس صوفہ پر بٹھا لیا: "اچھا تو رُوانہ تم دونوں کو میری تمام کہانی سنا رہی ہے۔"

شرلاک نے مسکرا کر کہا: "بائی گاڈ فرہاد! تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ جو کارنامے دکھائے ہیں، انھیں سُن کر عقل حیران ہے۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعہ میرے مرحوم باپ کی ساری دولت اور جائداد مجھے دلاؤ گے۔"

بے بی نے شرلاک سے کہا: "جی ہاں۔ یہ بھی یقین کرلو کہ اب تم جولیا سے شادی نہیں کرسکو گے۔"

میں اور رُومانہ بے اختیار ہنسنے لگے۔ شرلاک نے جھینپ کرکہا۔ "بے بی تم خواہ مخواہ شبہ کرتی ہو۔ میں جولیا سے شادی کرنا ہی کب چاہتا تھا۔ ایسی نک چڑھی لڑکی سے بھگوان بچائے۔"

رُومانہ نے کہا: "ایسی نک چڑھی لڑکی اگر بے حد حسین ہے تو بھگوان سب کو بچائے گا مگر فرہاد کو نہیں بچائے گا۔ دیکھ لینا۔ یہ حضرت شکار ہوجائیں گے۔"

بے بی نے کہا: "میرا بھائی ایسا نہیں ہے۔ جولیا پر تھوکے گا بھی نہیں۔"

رُومانہ بولی: "یہی تو میں کہہ رہی ہوں۔ تمھارے بھائی صاحب جولیا پر نہیں تھوکیں گے۔"

"رُومانہ کیوں میرے پیچھے پڑگئی ہو؟ کیا سونیا کا دل لوا کر رہی ہو؟"

بے بی نے کہا: "ہاں بھائی! ابھی تمھاری داستان میں سونیا کا ذکر ہورہا تھا۔ کیا تم ابھی اُسی کے پاس تھے؟"

رُومانہ نے کہا: "ہاں فرہاد! ہمیں بتاؤ۔ وہاں اسکندریہ میں کیا ہورہا ہے؟"

میں شروع سے اب تک سارے حالات تفصیل سے بتانے لگا۔ بے بی اور شرلاک آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بالونک فرہاد کے متعلق سُن رہے تھے۔ میری باتیں ختم ہونے کے بعد بے بی سہم کر بولی: "بھائی! وہ۔ وہ بالونک بدمعاش تمھیں مارنے کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ ہے نا؟"

"ہاں۔ سُپر ماسٹر کے دو مقاصد ہیں۔ وہ یہ کہ ہر قیمت پر رس وتی کو... حاصل کیا جائے اور ہر قیمت پر مجھے مار ڈالا جائے۔"

بے بی نے جلدی سے اُٹھ کر صوفہ پر گھٹنے ٹیک دیے۔ پھر دونوں ہاتھوں سے مجھے سمیٹ کر میرے سر کو اپنے سینے میں چھپا لیا۔ اُس کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ وہ بول رہی تھی: "وہ کاروں کی رفتار سے بھاگتا ہے۔ انسان کی بُو سونگھ لیتا ہے۔ میلوں دُور کی آوازیں سُن لیتا ہے۔ دیواروں کے آرپار دیکھ لیتا ہے۔ ہائے میں کیا کروں۔ بھائی! میں تمھیں کہاں چھپالوں؟"

میں فوراً ہی اُسے تسلی دے سکتا تھا مگر مجھے بہن کے ممتا بھرے سینے میں چھپ کر سکون مِل رہا تھا۔ اِس لیے میں چُپ رہا۔ دل کی ہر دھڑکن کے ساتھ میرے سر پر اور میرے کان کے پاس اُس کے آنسو ٹپک رہے تھے۔ میرے لیے رونے والا ایک مقدس رشتہ پیدا ہوگیا تھا۔

رومانہ بے بی کو سمجھا رہی تھی: "جسے اللہ رکھتا ہے اُسے کوئی نہیں چکھتا۔ تم ایک دلیر بھائی کی بہن ہو۔ تمھاری آنکھوں میں آنسو اچھے نہیں لگتے۔ فرہاد! تم چُپ کیوں ہو؟ اس پگلی کو سمجھاتے کیوں نہیں؟"

میں نے سر اُٹھا کر مسکراتے ہوئے بے بی کو دیکھا۔ پھر کہا: "بہنیں اپنے بھائیوں کے لیے روتی ہوئی اچھی لگتی ہیں۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں بے بی کی بانہوں میں اپنے گھر پہنچ گیا ہوں۔"

وہ میری پیشانی کو چوم کر بولی: "بھائی! تم مسکرا رہے ہو۔ وہ بالونک موت ہے۔ کیا تمھیں ڈر نہیں لگتا؟"

"جو ڈرتے ہیں وہ مرتے ہیں اور میں ابھی جینا چاہتا ہوں۔"

وہ بڑی معصومیت سے بولی: "کیا ایسا کوئی بایونک طریقہ نہیں ہوسکتا کہ میری عمر تمھارے پاس ٹرانسفر ہوجائے؟"

شرلاک نے ہنستے ہوئے کہا: "اگر تمھاری عمر دو منٹ کی رہ گئی ہو تو دیا کرکیا فائدہ پہنچے گا؟"

رومانہ ہنسنے لگی۔ میں نے کہا: "بُری بات ہے کسی بچے کے رونے پر ہنسنا نہیں چاہیے۔"

پھر میں نے بے بی کو دوبارہ اپنے پاس بٹھا کر اُس کے آنسو پونچھتے ہوئے پوچھا: "اچھا یہ بتاؤ۔ تم لوگوں نے بنکاک جانے کی کوئی تدبیر سوچی ہے یا نہیں؟"

شرلاک نے کہا: "ہم سب نے ایک تدبیر پہ اتفاق کیا ہے۔ وہ یہ کہ تم میرے میک اپ میں میرا چارٹرڈ طیارہ لے کر چلے جاؤ۔ میں یہاں رہ جاؤں گا۔"

میں نے کہا: "تمھارے لیے مشکلات پیدا ہوجائیں گی۔ انٹیلی جنس والے سوال کریں گے کہ تم یہاں ہو تو پھر چارٹرڈ طیارے میں کون شرلاک گیا ہے؟"

"تم میک اپ کے ماہر ہو۔ میرا حُلیہ بدل دینا۔ میں کسی اجنبی کے میک اپ میں نیا پاسپورٹ بنوا کر جلد ہی بنکاک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

"یہ تدبیر بڑی حد تک قابلِ قبول ہے لیکن شرلاک تم نے اور تمھارے مرحوم ڈیڈی نے کاروباری دُنیا میں دولت حاصل کرنے کے لیے بڑے بڑے اُستادی گُر سیکھے ہوں گے۔ جرائم کی دُنیا میں وہ گُر کام نہیں آتے۔ یہاں بڑی مکاری اور چالبازی کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرے یہاں سے جانے کے بعد تم کسی نہ کسی مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ میری یا رُومانہ کی رہنمائی تمھارے لیے لازمی ہے۔"

رُومانہ نے کہا: "فرہاد! میں تم سے دُور ہونے کا تصور نہیں کرسکتی اور یہاں تمھارے اطراف قانون اور مجرموں کا گھیرا تنگ ہوتے بھی نہیں دیکھ سکتی۔ سب سے بڑی رکاوٹ اینٹی ایم لو کیمرے ہیں جو شہر کی تمام چوکیوں میں نصب کر دیے گئے ہیں۔ تم میک اپ میں جہاں جاؤ گے تمھاری فرہاد کی صورت کیمرے کی آنکھیں دیکھ لیں گی۔"

شرلاک نے کہا: "رُومانہ! میں کہہ چکا ہوں کہ پہلے میں کیمرے کے سامنے سے گزر کر ائیرپورٹ میں داخل ہوں گا۔ پھر آگے جاکر یہ بہانہ کروں گا کہ اپنے سیکریٹری کو ایک ضروری فون کرنا بھول گیا ہوں۔ ٹیلیفون بُوتھ انٹرنس والے دروازے سے الگ ہے۔ میں ایگزٹ والے دروازے سے اجازت لے کر باہر جاؤں گا۔ دس منٹ بعد اسی ایگزٹ والے دروازے سے فرہاد ائیرپورٹ میں داخل ہوجائے گا۔"

میں نے کہا: "اِس منصوبہ پر عمل کے دوران رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔ ایگزٹ والے دروازے پر کھڑے ہوئے فوجی مجھے یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں دوبارہ انٹرنس والے دروازے سے جاؤں جہاں وہ جاسوس کیمرہ نصب کیا گیا ہے۔"

رُومانہ بولی: "ہم اس پہلو پر بھی غور کرچکے ہیں۔ کسی بھی منصوبہ میں تھوڑے بہت خدشات کھٹکتے ہی ہیں۔ تمھیں یہ خطرہ مول لینا ہوگا۔ دیکھو! اگر جب تمھیں ایگزٹ والے دروازے سے اندر جانے سے روکا جائے گا تو تم واپس ٹائلٹ میں آجانا۔ شرلاک ٹائلٹ سے نکل کر انٹرنس کی طرف جائے گا اپنے طیارے میں بنکاک چلا جائے گا۔ تم ناکام ہوجاؤ گے تو دوسری تدبیر سوچی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ خطرہ مول لیا جائے گا۔ ابھی تو زوروں کی بھوک لگی ہے پہلے کھانا کھلاؤ۔ پھر میں شرلاک بنوں گا اور شرلاک کو کسی دوسرے بہروپ میں لاؤں گا۔"

ڈنر کا وقت ہورہا تھا۔ رُومانہ کچن کی طرف چلی گئی۔ اتنے میں کال بیل کی آواز سُنائی دی۔ میں صوفے سے اُٹھ کر دروازے کے پاس آیا۔ یقین تھا کہ باہر کوئی دشمن نہیں ہوگا۔ میں نے دروازہ کھولا تو باہر وہی گونگا کھڑا تھا۔ اُس نے اندر آکر ایک بڑا سا لفافہ میری طرف بڑھا دیا۔ اُس لفافہ میں تصویریں تھیں اور جن کی تصویریں تھیں اُن کے پاسپورٹ اور اُن کے متعلق تفصیلات موجود تھیں۔ ایک رقعہ بھی تھا۔ میں نے کھول کر پڑھا۔ ہمارے اجنبی میزبان نے لکھا تھا۔

"مسٹر فرہاد! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ شرلاک جونیئر اور اُس کی ساتھی لڑکی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ ہم شرلاک کے سیکریٹری انتونی کو یہاں روک رہے ہیں۔ انتونی کی تصویر، پاسپورٹ اور دیگر تفصیلات لفافہ میں موجود ہیں۔ اُسی طرح ایک نوجوان لڑکی روزی اینڈرسن کی تصویریں وغیرہ بھی موجود ہیں۔ آپ اور رُومانہ دس بجے تک انتونی اور روزی کا سوانگ بھر لیں۔ ٹھیک دس بجے آپ دونوں ٹرام کے ذریعہ والامپور جائیں گے۔ وہاں ایک کار جس کا نمبر ایک ہزار دو سو ستر ہے۔ آپ کے لیے ہوگی۔ اُس کا ڈرائیور آپ لوگوں کو ریلوے اسٹیشن پہنچائے گا۔ ایک ٹرین سوا گیارہ بجے بنکاک کے لیے روانہ ہوگی۔ آپ دونوں کے لیے ائیر کنڈیشنڈ کوچ کا ریزرویشن ہوچکا ہے۔ ریلوے اسٹیشن کے انٹرنس کے پاس جو اینٹی ایم لو کیمرے نصب کیے گئے ہیں اور جن افسران کی وہاں ڈیوٹی ہے۔ دس بجے انھیں ریلیف ملے گا۔ اُن کی جگہ ایسے افسران ڈیوٹی پر آئیں گے جنھیں میں نے بھاری رقم کے عوض خرید لیا ہے۔ آپ اور رُومانہ بے دھڑک کیمرے کے سامنے سے گزر سکتے ہیں۔ وہ افسران آپ لوگوں کو نظر انداز کردیں گے۔ اور کچھ معلومات حاصل کرنا چاہیں تو اپنے سوالات لکھ بھیجیں۔

فقط آپ کا فرمانبردار دوست ......"

دوست واقعی خوب تھا۔ میں نے وہ خط شرلاک اور بے بی کو دیا۔ وہ دونوں پڑھنے لگے۔ میں انتونی اور روزی کی تصویریں دیکھ کر دیگر معلومات حاصل کرنے لگا۔ بے بی نے خط پڑھنے کے بعد کہا۔ "بھائی! یہ انجانا دوست کہیں فوجیوں کے سامنے پہنچا کر پھانسنا تو نہیں چاہتا ہے؟"

میں نے کہا: "یہ اجنبی دوست فی الحال میرا دشمن نہیں ہے۔ آج صبح ہم بے خبر سو رہے تھے، اس وقت وہ چاہتا تو ہمیں ہلاک کرسکتا تھا۔ فوجیوں کو اطلاع دے کر اس بنگلہ کا گھیراؤ کرسکتا تھا۔ اگرچہ یہ دوستی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ تاہم اس دوستی کا فائدہ اُٹھا کر میں اس ملک سے باہر نکل جاؤں گا۔"

رُومانہ نے اطلاع دی کہ کھانا تیار ہے۔ ہم سب کھانے کی میز کے اطراف آکر بیٹھ گئے۔ بے بی بضد تھی کہ وہ میرے ساتھ ٹرین میں سفر کرے گی۔ میرا بھی جی چاہتا تھا کہ پیاری سی بہن کو اپنے ساتھ رکھوں۔ میں نے اجنبی دوست کو لکھ بھیجا کہ ہم تیار رہیں گے۔ اگر شرلاک اور بے بی کے لیے بھی ائیر کنڈیشنڈ کوچ کا ایک کیبن ریزرو ہوجائے تو بہتر ہوگا۔

میں نے کھانے کے دوران بے بی سے کہا: "اگر وہ اجنبی مہربان تم دونوں کے لیے بھی ریزرویشن حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے تو سفر کے دوران ہمارا وقت اچھا گزرے گا۔ ورنہ مجبوراً تم شرلاک کے ساتھ بذریعہ طیارہ چلی جانا۔ ہم بنکاک میں ملیں گے۔"

ہم نے ساڑھے سات بجے کھانا ختم کیا۔ پھر میک اپ میں مصروف ہوگئے۔ سوا نو بجے بے بی اور شرلاک جونیئر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہمیں دیکھنے لگے کیونکہ فرہاد اور رُومانہ گم ہوگئے تھے اور اب اُن کے سامنے شرلاک کا سیکریٹری انتونی ایک نوخیز لڑکی روزی کے ساتھ نظر آرہا تھا۔

"بائی گاڈ فرہاد! تمھیں دیکھ کر خدا کو ماننا پڑتا ہے کہ اُس نے انسان کو کیسی کیسی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ تم واقعی حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔ ہمارے دھرم میں دیوتاؤں کا جو تصور ہے تم اُس تصور کی زندہ تصویر ہو۔"

رُومانہ نے اُس سے کہا: "شرلاک! اتنی تعریف بھی نہ کرو کہ یہ صاحب مغرور ہوجائیں۔"

میں نے کہا: "واقعی قدم قدم پر کسی کی تعریفیں کرتے رہو تو وہ سوائے مغرور بننے کے اور کسی کام کا نہیں رہ جاتا۔ تعریف سے حوصلے کی بلندی بھی ملتی ہے اور ذلت کی پستی بھی......"

اتنے میں پھر وہ گونگا ایک بڑا سا لفافہ لے کر آگیا۔ معلوم ہوتا

تھا کہ وہ اجنبی میزبان طلایا کا بے تاج بادشاہ ہے اُس کا ہر کام چٹکی بجاتے ہی ہو جاتا تھا۔ بے بی اور شرلاک کے لیے بھی ریزرویشن ہو چکا تھا۔ بے بی خوشی سے کھل رہی تھی۔ میں نے اُس سے کہا: "اب تم شرلاک کے ساتھ جاؤ اور اپنا سامان پیک کر کے ریلوے اسٹیشن پہنچ جاؤ۔ ہم وہیں ملیں گے۔ میں نے کہا یہ رہے تمھارے ٹکٹ اور ریزرویشن کی پرچی۔"

یہ چیزیں لفافے میں آئی تھیں۔ میں نے اپنے اور رُومانہ کے ٹکٹ رکھ کر اُنھیں لفافہ دے دیا۔ پھر ہم اُنھیں باہر تک چھوڑنے گئے۔ میں نے کہا: "بے بی! تم مجھے پا کر خوشی سے پاگل ہو رہی ہو۔ اپنے اِس پاگل پن میں کسی سگے رشتہ دار کے سامنے بھی یہ فخر نہ کرنا کہ تم میری بہن بن چکی ہو۔"

"بھائی! میری جان بھی چلی جائے مگر یہ بات میری زبان پر نہیں آئے گی۔"

اُنھیں رخصت کرنے کے بعد ہم بنگلہ میں واپس آئے۔ رُومانہ سامان پیک کرنے لگی۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ کر جمشید جبران کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بہت خوش تھا اور دماغی رابطہ کے لیے رس ونتی کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اُس کی آرزو پوری کر دی۔

"ہیلو جبران! کیسا رہا؟"

"او رس ونتی! میں بڑی دیر سے انتظار کر رہا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں۔ بریف کیس کے متعلق بتاؤ۔"

"ایئر ہوسٹس نے میرے منصوبے کے مطابق عمل کیا تھا۔ پرواز سے پہلے طیارے کا دروازہ بند ہونے کا وقت آیا تو اُس نے سونیا کے لباس والا بریف کیس کھول دیا۔ تقریباً دس منٹ تک دروازہ کھلا رہا۔ پھر بند ہو گیا۔ بیس منٹ کے بعد طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا۔ میں بالکونی میں کھڑا دوربین لگائے دیکھ رہا تھا۔ بیچارہ بالونگ مین پتہ نہیں کتنی تیز رفتاری سے آیا ہوگا۔ میں نے اُسے رن وے کی طرف دیکھا۔ وہ آسمان کی جانب سر اُٹھائے دُور بلندی پر طیارے کو نگاہوں سے اوجھل ہوتے دیکھ رہا تھا۔ رس ونتی! ہمارا منصوبہ کامیاب ہوا ہے۔ اب وہ یقیناً اسکندریہ سے چلا جائے گا۔"

"ٹھہرو۔ میں ذرا اُن کا پروگرام معلوم کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر میں تنظیم کے اہم فرد ماسٹر کے پاس پہنچا۔ جو بہت پہلے ٹی وی اسکرین پر بالونگ مین کو دیکھ رہا تھا اور اُس سے باتیں کر رہا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہ تنظیم کے اہم افراد کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ یہ اہم سوال زیرِ بحث تھا کہ سونیا تنہا اسکندریہ سے گئی ہے یا رس ونتی بھی اُس کے ساتھ ہے؟

ایک نے کہا: "یہ سوچنا سراسر حماقت ہے کہ وہ رس ونتی کو ہمارے لیے یہاں چھوڑ دے گی۔"

دوسرے نے کہا: "رس ونتی کے متعلق ہماری معلومات یہ ہیں کہ وہ بچپن سے مندروں میں داسی رہی ہے۔ ساڑھی کے سوا کوئی دوسرا لباس پہننا نہیں جانتی۔ وہ انڈین عورت اپنے چہرے، اپنی چال ڈھال کے باعث ہزاروں میں پہچانی جا سکتی ہے۔ پھر سونیا اُسے طیارے میں کیسے لے گئی؟"

ماسٹر ایک فائل کھول کر ایک حسین لڑکی کی تصویر دیکھنے لگا۔ اُس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ رس ونتی کی جڑواں بہن وسنتی کی تصویر دیکھ رہا ہے۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ یوگا کے ماسٹر تن ینگ کے ہاں جڑواں بیٹیاں پیدا ہوئی تھیں۔ ایک وسنتی اور دوسری رس ونتی تھی۔

دونوں بہنیں ہم شکل تھیں۔ اسی لیے ماسٹروں نے فائل میں وسنتی کی تصویر رکھی تھی۔ اسی تصویر سے وہ رس ونتی کو پہچان سکتے تھے۔ ماسٹر وسنتی کی تصویر کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا: "ہم نے رس ونتی سے دوستی کرنے کی خاطر وسنتی اور تن ینگ کو آزاد کیا تھا۔ وہ باپ بیٹی ہندوستان میں ہیں۔ اُس کے باپ نے کہا تھا کہ رس ونتی صرف ہندی زبان جانتی ہے۔ یہاں ہمارے ایک جاسوس نے بتایا ہے کہ وہ انگریزی جانتی ہے۔ اسکندریہ کے چند فوجی افسروں کو وہ انگریزی زبان سے مخاطب کر چکی ہے۔ یقیناً اس دوران سونیا نے اُسے بہت کچھ سکھا دیا ہوگا۔ اب وہ خالص ہندوستانی عورت نہیں رہی۔ وہ سونیا کے ساتھ کسی عیسائی لڑکی کے بھیس میں یہاں سے گئی ہے۔"

دوسرے ماسٹر نے کہا: "دراصل فرہاد اور سونیا کے ریکارڈ میں بہت سی کمی رہ گئی ہے مثلاً یہ کہ ہمارا بالونگ مین سونیا کی بو سونگھ سکتا ہے مگر اُس کی آواز کے ذریعہ اُس کے پاس نہیں پہنچ سکتا۔"

ایک نے تائید کی: "ہاں۔ اگر ہمارے پاس سونیا کی آواز کا ٹیپ ہوتا تو بالونگ مین اُسے ایک بار سننے کے بعد یہاں سے اُس کی آواز میلوں دُور سے سن لیتا۔"

ماسٹر نے کہا: "دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے پاس فرہاد کی آواز کا ٹیپ موجود ہے جس کے ذریعہ ہم نے بالونگ مین کو فرہاد کا لب و لہجہ سکھایا ہے لیکن فرہاد کی بو ہمارے پاس ریکارڈ کے طور پر نہیں ہے۔"

ایک ماسٹر نے کہا: "ابھی فرہاد کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ابھی رس ونتی اہم ہے۔ وہ طیارہ تین گھنٹے بعد پیرس پہنچے گا۔ ہمارے آدمی طیارے کی مسافر عورتوں کو چیک کریں گے۔ یعنی جتنی مسافر عورتیں ہوں گی۔ اُن کی رہائش کا پتہ لگائیں گے۔ اُس وقت تک ہم بالونگ مین کے ساتھ چارٹرڈ طیارے میں پیرس پہنچ جائیں گے۔ اسی طرح لندن اور نیویارک جانے والی عورتوں کو بھی چیک کیا جائے گا۔"

"ہاں چیک کیا جائے گا مگر یہ ماننا پڑتا ہے کہ سونیا تنہا سب کو نچا رہی ہے۔"

"تنہا نہیں۔ رس ونتی کی ٹیلی پیتھی اُسے سہارا دے رہی ہے۔"

"اُس کے مقابلے میں ہم بالونگ مین کو ساتھ لائے ہیں جو تھکا نہیں کرتی پھر بھی وہ سونیا اور رس ونتی تک پہنچنے میں ناکام رہا۔"

ماسٹر نے دانت پیس کر کہا: "ابھی تو ابتدا ہے اور ابتدا میں صرف چوہے بلی کا کھیل کھیلا جاتا ہے۔ وہ دو عورتیں آخر کتنے ہتھکنڈے آزمائیں گی۔ بالونگ مین تھکنا نہیں جانتا۔ وہ تو دنیا کے آخری سرے تک اُن کا تعاقب کرتا رہے گا۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ رس ونتی سے رابطہ قائم کرنے کے بعد اُسے ساری باتیں بتائیں۔ وہ بولی: "میں ایسی بدنصیب ہوں کہ پیدا ہونے کے بعد ماں باپ سے جُدا ہو کر مندر کے آشرم میں پہنچ گئی۔ جوان ہونے کے بعد ماں باپ اور بہن سے ملنا چاہتی تھی مگر ہمارے دیس کی حکومت نے میری ٹیلی پیتھی سے فائدہ اُٹھانے کے لیے پہلی بار مجھے دیس سے باہر بھیج دیا۔ میں نے سوچ کے ذریعہ اپنے باپ اور وسنتی سے باتیں کیں مگر اب تک انھیں روبرو نہ دیکھ سکی۔ مجھے ہندوستان جانا ہی ہوگا۔"

میں نے کہا: "بہتر ہے اب تم سونیا سے اپنی زبان میں باتیں کر کے ہندوستان جانے کی پلاننگ کرو۔"

"نہیں تم میری زبان سے اُسے انگریزی میں سمجھا دو۔"

"رس ونتی! ابھی میں بہت مصروف ہوں۔ سونیا مجھ سے ملاقات کے لیے سر کے بل تمھارے دیس جائے گی۔ تم باتیں کرو۔"

"مگر وہ انگریزی میں باتیں کرنا چاہے گی۔"

"اب اُس سے کہہ دینا جس لڑکی کو تم معمول بنا کر انگریزی بولتی تھیں وہ مر گئی ہے۔ اس لیے جب تک تم کسی دوسری لڑکی کو معمول نہیں بناؤ گی اپنی ہی زبان میں باتیں کرو گی۔ اچھا میں چلتا ہوں۔"

میں چپ ہو گیا جیسے اُس کے دماغ سے جا چکا ہوں۔ اُس نے آواز دی: "فرہاد! ابھی نہ جاؤ۔ ایک بات اور سن لو۔"

مگر میں خاموش رہا۔ وہ بھی ذرا چپ رہی۔ پھر سوچنے لگی: "کیا مصیبت ہے۔ سونیا کی اُردو زبان سن کر وحشت سی ہوتی ہے مگر مجبوری ہے اُس کے ٹیڑھے میڑھے الفاظ سننے ہی پڑیں گے۔۔۔"

رس ونتی کی چور سوچ کو میں نے پکڑ لیا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ میں اُس کے دماغ میں موجود ہوں۔ ہمارے آپ کے سوچنے کے دوران ایک چور سوچ بھی ہوتی ہے جسے بہت کم لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر کوئی سوچتا ہے کہ وہ اپنی محبوبہ کی گلی میں جائے گا تو سوچ کے پیچھے یہ خوف ہوتا ہے کہ محلے والے دیکھ لیں گے۔ یہ خوف دراصل سوچ کا چور ہے۔ کیونکہ خوف، بے باکی، خوشی یا غم کی کوئی لہر سوچ کے بغیر پیدا نہیں ہوتی۔

ٹھیک اسی طرح میں نے رس ونتی کی سوچ کے دوران سمجھ لیا کہ وہ اپنے دماغ میں میری موجودگی کو محسوس کر رہی ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ مجھ سے کچھ چھپا رہی ہے اور چھپائے گی کیا؟ میرا خیال ہے کہ اُس کی یوگا کی مہارت پوری طرح بحال ہو گئی تھی یا پھر یہ ہو سکتا تھا کہ خیال خوانی کا خطرناک ہتھیار اُسے واپس مل گیا ہو۔

عورت اپنی فطرت سے مجبور ہوتی ہے۔ جسے دل و جان سے چاہتی ہے اُس سے بھی اپنے دل کی کوئی بات چھپاتی ہے۔ میں اُس کا محبوب نہیں تھا۔ اُس کا محسن تھا۔ وہ میری دشمن نہیں تھی۔ میری ممنون تھی۔ اگر اُس کی یہی خوشی تھی کہ وہ مجھ سے کوئی راز چھپا کر رکھے تو میں اُس کے خلاف ضد نہیں کر سکتا تھا اور اُس کی کسی چوری کو پکڑنے کی فرصت بھی نہیں تھی۔ اِس لیے میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔

رُومانہ سفر کی تیاری مکمل کر چکی تھی۔ ہمارے لیے بنگلے کے سامنے ایک گاڑی بھی آ گئی تھی۔ گونگا ہمارا سامان اُٹھا کر لے گیا۔ میں اور رُومانہ گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔ صرف دو میل کا فاصلہ تھا۔ اُس کے بعد ہم لیک کر ٹرام میں سوار ہو گئے۔ گونگا ہمارے سامان کے ساتھ ٹرام کے دوسرے جھولے میں تھا۔ بڑا ہی آرام دہ جھولا تھا۔ رُومانہ میرے پہلو میں جھول رہی تھی۔ نیچے بہت دُور ٹورسٹ گارڈن کے قمقمے ستاروں کی طرح روشن تھے۔ آگے بہت دُور کوالالمپور کی بھی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔

رُومانہ کی قربت للچا رہی تھی۔ وہ روزی کے میک اپ میں بھی آگ بھڑکا رہی تھی۔

میں اُس کے مزاج کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔ اس لیے بڑے ہی رومانی انداز میں اُسے رام کرنا پڑتا تھا۔

میرا ایک ہاتھ اُس کے شانے پر تھا۔ میں نے ہولے ہولے اُس کے بازو کو سہلانا شروع کیا۔

وہ بدک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ ایک اجنبی لڑکی کی طرح دیکھتی ہوئی بولی: "یہ کیا حرکت ہے؟"

"تم پر مجھے پیار آ رہا ہے رُومانہ!"

"رُومانہ؟" وہ تعجب سے بولی: "میرا نام رُومانہ نہیں روزی ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "ہاں میں بھول گیا تھا۔ اب تمھارا نام روزی ہے۔"

میں نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ ہاتھ جھٹک کر بولی: "آپ کا مطلب کیا ہوا؟ میرا تو پیدائشی نام ہی روزی ہے۔"

"بھئی میں مانتا ہوں تم پیدائشی روزی ہو مگر ایسی بے رخی تو نہ دکھاؤ۔"

اُس کی بھنویں تن گئیں۔ اُس نے ناگواری سے پوچھا: "کیا تم مجھے کوئی سوسائٹی گرل سمجھتے ہو؟"

"نہیں تم دُنیا کی سب سے جنگلی لڑکی ہو جسے صرف فرہاد ہاتھ لگا سکتا ہے۔"

"کون فرہاد؟" اُس نے تعجب سے پوچھا۔

اب میرے حیران ہونے کا مقام تھا۔ اُس کی سنجیدگی، ناگواری اور اجنبیت بتا رہی تھی کہ وہ رُومانہ نہیں ہے۔ میں نے فوراً ہی اُس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی "میں کس مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔ یہ کبھی مجھے رُومانہ کہتا ہے اور کبھی کسی فرہاد کا ذکر کرتا ہے۔ یہ۔ یہ اگرچہ خوبرو ہے۔ اسمارٹ بھی ہے لیکن میں اسے اپنا ہاتھ پکڑنے نہیں دوں گی۔ میں سستے جذبوں کے بازار میں بکنے والی لڑکی نہیں ہوں . . . ."

وہ تیزی سے سوچتی جا رہی تھی۔ اُس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ رُومانہ نہیں روزی ہے۔ میرا فرض تھا کہ میں فوراً ہی سوچ کا سفر طے کر کے رُومانہ کے پاس پہنچتا۔ اُس کی خیریت معلوم کرتا کہ وہ کہاں لے گئی ہے؟ اور کس حال میں ہے؟

وہ جہاں بھی تھی۔ بخیریت تھی۔ ابھی اُس کے ذکر سے کیا فائدہ؟ ابھی نگاہوں کے سامنے روزی اینڈرسن کا شباب سلگ رہا تھا۔ ایک نیا حُسن کہہ رہا تھا کہ اُسے بڑے صبر و تحمل سے آہستہ آہستہ اپنی طرف مائل کیا جا سکتا ہے۔ میں نے بڑی شرافت سے سر جھکا کر کہا "روزی! مجھے افسوس ہے۔ میں نے تمھیں رُومانہ سمجھ کر ہاتھ پکڑا تھا۔"

وہ نرم پڑ گئی میرے پاس آرام سے بیٹھتے ہوئے بولی "کوئی بات نہیں۔ میں سمجھ گئی ہوں کہ ابھی تم غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔"

ہمارے درمیان تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ اس لمحہ پتہ چل رہا تھا کہ رومانس کرنا میرے لیے کتنا مشکل کام ہے۔ اب تک یہی ہوتا رہا تھا کہ کسی حُسن کو بھی دیکھا، پسند کیا۔ دونوں راضی ہوئے پھر ایک دوسرے کی آغوش میں پہنچ گئے۔ سونیا اور رُومانہ کو میں نے دل سے پسند کیا تھا مگر میری چاہت سے زیادہ اُن کی چاہت تھی۔ دونوں بڑی تیزی سے میرے قریب آئی تھیں۔ اِس دنیا نے بہت دِنوں تڑپا کر راستہ بدل لیا تھا مگر یہ میری شخصیت سے سہمی ہوئی تھی۔ مجھ سے کترانے کی ناکام کوششیں کر رہی تھی۔ فی الحال مجھے اُس کی ضرورت نہیں تھی۔ اِس لیے میں بھی ڈھیل دے رہا تھا۔

لیکن روزی تو عین نگاہوں کے سامنے تھی میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ پہلو میں آگ روشن ہو تو اُس کی آنچ آتی اور ہولے ہولے جلاتی رہتی ہے۔ میں روزی کو ڈھیل نہیں دے سکتا تھا۔ کیونکہ ٹرین میں بنکاک تک اُس کے ساتھ ایک لمبا سفر طے کرنا تھا اور یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دوستی کرنے کے لیے پہلے کیسی باتیں چھیڑنا چاہئیں۔

سوچتے سوچتے ہم کوالالمپور کے ایک اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ میں شہزوروں کو اُٹھا کر اُس پہاڑی سے نیچے پھینک سکتا تھا مگر روزی جیسی کمزور حسینہ کو اُٹھا کر سینے سے لگانے کے لیے عشق کا سفر طے نہیں کر سکتا تھا۔ پبک اسٹیشن کے پارکنگ ایریا میں ہمارے لیے وہ کار موجود تھی۔ اُس کے ڈرائیور کو یقیناً انتونی اور روزی کی تصویریں دکھائی گئی ہوں گی کیونکہ اُس نے ہمیں دیکھتے ہی آ کے کار کا دروازہ کھول دیا تھا۔

روزی میرے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "میں کبھی کسی لڑکی کے ساتھ اتنی دیر خاموش نہیں رہا۔ اتنی دیر سے سوچ رہا ہوں مگر بات کرنے کے لیے موضوع نہیں مل رہا ہے۔ کچھ تم ہی میری مدد کرو۔"

وہ مسکرانے لگی "مسٹر انتونی! میں سمجھتی ہوں کہ جو شخص کسی لڑکی کا دل جیتنا نہ جانتا ہو وہ کچھ نہیں جانتا۔"

"ہاں۔ اس وقت مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ ایک دم اُلّو کا پٹھا ہوں۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ میں نے چاہت سے دیکھتے ہوئے کہا "تمھاری ہنسی میں رس ہے۔ ترنم ہے۔"

وہ مسکرا کر دوسری طرف کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔ اُس کی سنہری زلفیں شانوں پر سے گزر کر سینے کی بلندیوں پر سانسیں لے رہی تھیں۔ اُس کے نکھرے نکھرے چہرے پر لبوں کی لالی مسکرا رہی تھی اور آنکھوں کا کاجل شرما رہا تھا۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ ایسے رومانس ہی کتنی دلکشی ہوتی ہے، جو رفتہ رفتہ اپنی منزل کو پاتا ہے۔

میں نے کہا "ٹرین میں ہمارے دو ہم سفر ساتھیوں سے ملاقات ہوگی۔ میں تمھاری اجنبیت کو برداشت کر رہا ہوں مگر وہ کیا سوچیں گے؟"

وہ تھوڑی دیر چپ رہی پھر بولی "میں ایئرکنڈیشنڈ کوچ میں پہنچتے ہی اپنے کیبن میں جا کر دروازہ اندر سے بند کر لوں گی۔ تم اُن سے کہہ دینا کہ میری طبیعت خراب ہے۔ میں صبح اُن سے ملاقات کروں گی۔ تم اُن دونوں کے کیبن میں تھوڑی دیر وقت گزار لینا۔ جب واپس آ کر دستک دو گے تو میں دروازہ کھول دوں گی۔"

"شکریہ۔ میں تو سمجھ رہا ہوں کہ تم مجھے بھی کیبن سے باہر رکھو گی۔"

وہ بولی "ایسا ہی ہوتا مگر مجبوری ہے۔ وہ کیبن ہم دونوں کے نام سے ریزرو کیا گیا ہے۔"

ہماری کار اسٹیشن کے احاطہ میں پہنچ گئی۔ میں نے کہا "اب اس جاسوس کیمرے کے سامنے سے گزرنے کا مرحلہ آ رہا ہے۔"

"مرحلہ تمھارے لیے ہے۔ میں روزی اینڈرسن ہوں۔ کیمرہ مجھے کچھ نہیں کہے گا۔"

میں نے مسکرا کر دل ہی دل میں کہا "کیا تجاہلِ عارفانہ ہے۔ واقعی تم روزی کی طرح تھوڑی تھوڑی سی مجھے مل رہی ہو۔"

ہم کار سے باہر آ گئے۔ دُور ہی سے پتہ چل گیا کہ اسٹیشن کے

داخلی دروازے کی طرف فوج کا سخت پہرہ ہے۔ روزی کی بات درست نکلی کہ کیمرہ اُسے کچھ نہیں کہے گا۔ ہم نے آگے بڑھ کر دیکھا، ایک بڑے سائز کا کیمرہ ایسی جگہ نصب کیا گیا تھا کہ دروازے کی طرف جاتے وقت اُس کے سامنے سے گزرنا پڑتا تھا۔ عورتوں اور بچوں کے گزرنے کے لیے دوسرا راستہ تھا۔ فوجی جوان صرف مرد مسافروں کو کیمرے کے سامنے سے گزرنے کا حکم دیتے تھے۔ کیونکہ انھیں صرف ایک مفرور مرد عازم کی تلاش تھی۔

روزی نے پوچھا "کھڑے کیا سوچ رہے ہو۔ آگے بڑھو۔"

میں نے کہا "ٹھیرو۔ ذرا چند مسافروں کو گزر جانے دو۔"

اُس نے طنزیہ پوچھا "کیا دل گھبرا رہا ہے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "تم احتیاط کو گھبراہٹ سمجھ رہی ہو۔"

اتنے میں وہ گونگا تمت آ گیا۔ وہ ہمارا سامان اُٹھائے ہوئے تھا۔ اُس نے اپنی شرٹ کی جیب کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اشارے کو سمجھ کر اُس کی جیب سے اجنبی میزبان کا ایک خط نکالا۔ اس میں لکھا تھا۔ "ہمارے سارے انتظامات مکمل ہیں۔ آپ بے جھجک آگے بڑھتے ہوئے کیمرے کے سامنے سے گزر جائیں۔ آپ یقین کریں۔ کیمرے کے پیچھے اسکرین کے سامنے بیٹھے ہوئے افسران آپ کو نظرانداز کر دیں گے۔ فقط گونگا۔"

اچھا تو وہ گونگا لکھنا پڑھنا بھی جانتا تھا۔ ابھی مجھے پس و پیش میں دیکھ کر اُس نے ابھی یہ پرچی لکھی تھی۔ میں نے ایک سگریٹ نکال کر سلگایا اس جلتی ہوئی تیلی سے اس پرچی کو جلا دیا۔ اُس کے بعد روزی کے بانہہ میں بانہہ ڈال کر داخلی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

کیمرے کے قریب پہنچنے سے پہلے ایک فوجی افسر نے ہمیں روک کر روزی کو دوسرے دروازے سے جانے کے لیے کہا۔ پھر ہم دونوں کے ٹکٹ اور پاسپورٹ طلب کیے۔ میں نے اپنے ٹورسٹ بیگ سے اُس کی مطلوبہ چیزیں نکال کر دے دیں۔ وہ اُنھیں لے کر کیمرے کے پیچھے بیٹھے ہوئے افسران کے پاس چلا گیا۔ ایک فوجی جوان نے مجھے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

میں نے سگریٹ کا ایک کش لگایا۔ پھر دھواں چھوڑتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ ٹھیک کیمرے کی آنکھ کے سامنے پہنچ کر چند سیکنڈ کے لیے کھڑا ہونا پڑا۔ حکم یہی تھا۔ میں نے کیمرے کے پیچھے بیٹھے ہوئے افسران کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دیکھی۔ اس کے بعد آگے بڑھ کر داخلی گیٹ کے پاس آ گیا۔ میرے ٹکٹ پر مہر لگا کر واپس کیا گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ مجھے چیک کر لیا گیا ہے۔

روزی پلیٹ فارم پر کھڑی ہوئی میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ دُور ایک ایئرکنڈیشنڈ کوچ کے دروازے پر بے بی کھڑی ہوئی ہاتھ ہلا رہی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعہ کہا "بے بی! یہاں ہماری جان پہچان کسی پر ظاہر نہ ہو تو بہتر ہے۔ تم شرلاک کے ساتھ اپنے کیبن میں رہو۔ ٹرین چلنے کے بعد میں تمھارے پاس آؤں گا۔"

"اچھا میں جا رہی ہوں۔" اُس کی سوچ نے کہا۔ پھر وہ دروازے سے ہٹ کر اندر چلی گئی۔

روزی نے میرے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا "کیمرے کے پیچھے بیٹھے ہوئے افسران ہمیں دیکھ رہے ہیں۔"

میں نے شرارت سے کہا "دیکھنے کی چیز تم ہو۔ لوگ پتھر کو نہیں پھول کو دیکھتے ہیں۔"

"تم باتیں خوب کرتے ہو۔"

"نگاہوں کے سامنے صورت خوب ہو تو خوب سے خوب باتیں نکلتی ہیں۔"

وہ مسکراتی ہوئی کمپارٹمنٹ میں داخل ہوئی۔ میں نے بھی اندر آ کر دروازے کو بند کیا۔ ہمارے سامنے ایک لمبی راہ داری تھی راہ داری کے دونوں طرف مختلف نمبروں کے کیبن تھے۔ ہمارے کیبن کا نمبر چار تھا ٹھیک ہمارے کیبن کے مقابل بیس نمبر کا کیبن تھا۔ جس کے بند دروازے کے پیچھے بے بی اور شرلاک تھے۔ گونگا ہمارے کیبن میں سامان رکھ چکا تھا۔ اُس کے جانے کے بعد میں نے دروازے کو بند کیا۔ روزی انگڑائی لے کر برتھ پر دراز ہوتی ہوئی بولی "ہائے میں تو تھک گئی ہوں۔"

میں نے اپنی برتھ پر بیٹھ کر کہا "ہاں۔ رات آرام کے لیے ہوتی ہے مگر مجھے ابھی بے بی سے جا کر ملنا ہوگا ورنہ وہ یہاں آ جائے گی۔"

"تو پھر جاؤ۔ یہاں بیٹھے کیوں ہو؟"

"جانے کو جی نہیں چاہتا۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کر اُٹھتے ہوئے کہا "مگر جانا ہی پڑے گا۔"

میں نے دروازہ کھولتے ہوئے اُس پر ایک نظر ڈالی۔ ایک نظر کی بات ہے، اُسے تو نظر بھر کر دیکھنے سے بھی دل نہ بھرتا۔ وہ برتھ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک شباب کی دکان سجائے لیٹی ہوئی تھی۔ وہ گھور کر بولی "ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔ جاؤ۔"

میں مجبوراً کیبن سے باہر آ گیا۔ پھر سامنے والے دروازے پر دستک دی۔ بے بی میرے ہی انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس نے فوراً ہی دروازہ کھول دیا۔ اُسی وقت ٹرین چل پڑی۔ بے بی نے پوچھا۔ "رُومانہ کہاں ہے؟"

میں نے اندر آ کر پوچھا "اُس کے سر میں درد ہے تھکن محسوس کر رہی ہے۔"

"میں جا کر خیریت معلوم کرتی ہوں۔"

وہ جانے کے لیے پلٹ گئی۔ میں نے اُسے اپنی طرف پلٹا کر کہا۔ "وہ لائٹ آف کر کے سو رہی ہے۔ اُسے تنہا آرام کرنے دو۔"

شرلاک نے کہا "میں بے بی سے یہی کہہ رہا تھا کہ آدھی رات ہونے والی ہے۔ فرہاد کو بھی سونے کا موقعہ دیا جائے۔"

میں نے بے نی کے ساتھ ایک برتھ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "خرلاک! جب تک ہم اِس میک اَپ میں رہیں گے۔ ہمیں انتونی اور لوزی کہہ کر ہی مخاطب کیا کرو۔ تنہائی میں بھی ہمارا اصل نام نہ لو۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اب ہم محتاط رہیں گے مسٹر انتونی۔ ویسے روزی کی طبیعت زیادہ خراب تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ تشویش کی بات نہیں ہے۔ رات بھر آرام کرنے کے بعد ٹھیک ہو جائے گی۔"

بے نی نے کہا۔ "بھائی! میں ظالم نہیں ہوں۔ آپ کو بھی آرام کرنے کا موقع دوں گی۔ بس ایک کپ کافی پی کر چلے جائیں۔"

میرا دھیان روزی کی طرف لگا ہوا تھا۔ بے نی ... ایک تھرماس میں سے تین پیالیوں میں کافی انڈیلتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ وہ خاص طور پر میرے لیے گھر سے تیار کر کے لائی ہے۔ میں نے چند لمحوں کے لیے روزی کی سوچ پڑھی۔ میرے سامنے بے رُخی دکھانے والی پیچھے مجھے یاد کر رہی تھی اور زیرِ لب مسکرا رہی تھی۔

بے نی نے کافی کی پیالی میری طرف بڑھائی تو مجھے واپس آنا پڑا۔ میں نے کافی کا ایک گھونٹ لے کر تعریف کی۔ وہ خوش ہو گئی۔ واقعی ایسی مزیدار کافی میں نے پہلے کبھی نہیں پی تھی۔ اگرچہ میرا دھیان روزی کی طرف تھا لیکن ایسی پیاری خوشیاں مدتوں بعد نصیب ہوتی کہ ایک بہن نے میرے لیے خاص طور پر ایک پیالی کافی تیار کی ہو۔ میں نے کہا۔ "بنکاک پہنچ کر میں صرف تمہارے ہاتھوں کا کھانا کھاؤں گا اور تمہارے ہاتھوں کی بنائی ہوئی کافی پیا کروں گا۔"

وہ خوشی سے کھِل رہی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر اُن سے رُخصت ہو کر اُن کے کیبن سے باہر آ گیا۔ کیبن نمبر چار کے دروازے پر دھڑکتے ہوئے دل سے دستک دی۔ اُس کی سوچ سے پتہ چلا کہ دروازہ اندر سے بند نہیں ہے۔ میں نے ہینڈل پر دباؤ ڈالا تو وہ کھل گیا۔ اُس کے ساتھ ہی خوشبو کا ایک جھونکا آیا۔ اندر دھیمی دھیمی روشنی تھی۔ وہ کھڑکی کے پاس یوں کھڑی تھی جیسے میری آمد کا علم نہ ہو۔ وہ گلابی رنگ کے باریک کپڑے کی نائٹی پہنے ہوئے تھی۔ نائٹی کے نیچے اُس کے بدن کی گلابیت صاف اشارے کر رہی تھی۔

میں نے دروازہ بند کیا تو اُس نے ایک ذرا سر گھما کر دیکھا۔ پھر منہ پھیر کر کھڑکی کے پار دیکھنے لگی۔ میں نے کھڑکی کے پاس آ کر پوچھا۔ "باہر اندھیرے میں کچھ نظر آ رہا ہے کیا؟"

"ہاں۔ تاریکی میں دیکھو تو خیالی تصویریں روشن ہو کر نگاہوں کے سامنے چلنے پھرنے لگتی ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ہم دونوں بھی دو تصویریں ہیں۔ کہو تو اندھیرا کر دوں۔ ہم بھی روشن ہو جائیں گے۔"

وہ چُپ رہی۔ میں نے کہا۔ "تم اتنی حسین ہو کہ تمہارے حُسن کی تعریف ... لفظوں سے کرنا کنجوسی ہو گی۔ فیاضانہ تعریف یہ ہے کہ تمہیں چھو کر فلک کو چھو لوں۔"

میں نے اُس کے شانہ پر ہاتھ رکھا۔ تعجب ہے کہ نائٹی اُس کے بدن پر کیوں نہیں پھسل رہی تھی؟ میرا ہاتھ پھسل رہا تھا۔ اُس کی گردن کے پاس سنہری زلفوں کے سائے میں ڈوب رہا تھا۔ میں نے قدرے قریب ہو کر آہستگی سے کہا۔ "تمہارے وجود سے مسحور کر دینے والی خوشبو اُٹھ رہی ہے۔"

ریل گاڑی پٹریاں بدل رہی تھی۔ کھٹ کھٹا کھٹ۔ کھٹا کھٹ۔ کھٹ کھٹا کھٹ۔ اُسے بھی بے رُخی کی پٹری بدلنا پڑی۔ بے رُخی تو محض دکھاوا تھی محض اس لیے تھی کہ میں رومانس کے مرحلے طے کرتا ہوا اُس کے قریب پہنچوں۔ اِسی لیے اُس نے اپنے اندازِ ... کو چھپا لیا تھا۔ مکمل روزی بن گئی تھی۔ میرے لیے نئے حُسن کی سوغات پیش کر رہی تھی۔ سوچنے کی بات ہے جب چہرا روزی کا تھا، انداز اور لہجہ بھی بدلا ہوا تھا تو مجھے اُس کی ذات سے نیا پن کیوں نہ ملتا؟

البتہ جب پہلی بار بیک ٹرام میں اُس نے ضد کی کہ وہ رُومانہ نہیں روزی ہے تو میں نے اُس کی سوچ کے ذریعے اصلیت معلوم کر لی تھی۔ وہ روزی بن کر سوچ رہی تھی۔ لیکن میں نے رُومانہ کی چور سوچ کو پکڑ لیا تھا۔ اُس کے بعد جان بوجھ کر انجان بن گیا تھا۔ مجھے اچھا لگ رہا تھا۔ میرے پہلو میں ایک نئی لڑکی تھی اور میرے اس جذبے کی تسکین کر رہی تھی جو نئے حُسن کی طرف بھٹکتا ہے۔

کیبن کی لائٹ نے آنکھ بند کر لی۔ مکمل تاریکی چھا گئی۔ ایک بار اُس نے کہا تھا۔ "فرہاد! میں کوئی چلتے پھرتے کھانے کی چیز نہیں ہوں۔ محبت کا ایک مزاج، ایک ماحول اور ایک وقت ہوتا ہے۔ دھیمی دھیمی سی موسیقی ہو۔ بُجھا بُجھا سا اندھیرا ہو۔ ہم ایک دوسرے کے پاس ہوں اور ایک دوسرے کو ڈھونڈتے ہوں۔ کبھی پاتے ہوں، کبھی کھو دیتے ہوں۔ ہماری جوانی، ہمارے جذبے کبھی سمجھ میں آتے ہوں، کبھی سمجھ میں نہ آتے ہوں۔ محبت کی اس آنکھ مچولی میں جو لذت ہے، وہ دن کے اُجالے میں کہاں؟"

واقعی جس ماحول اور جس انداز کی بات کی تھی، اُسی ماحول اور اُسی انداز سے مل رہی تھی۔ بڑی دیر تک للچایا تھا۔ انتظار کرایا تھا تاکہ مجھے اُس کی قدر و اہمیت کا اندازہ ہو اور مجھے ہو رہا تھا۔ مجھے تو دیوانہ بنا کر رکھ دیا تھا۔ ایسے ماحول میں ریل گاڑی کی کھٹا کھٹ بھی سُر تال والی موسیقی لگتی ہے۔ تاریکی میں ریل کی پٹری دُور تک بچھی ہوئی تھی۔ اُس کی قسمت میں بچھونے کی طرح بچھی رہنا تھا۔ ٹرین اُس پر سے گزر رہی تھی۔ ٹرین کی قسمت میں روندتے ہوئے گزرنا تھا۔

کھٹ کھٹا کھٹ۔ کھٹ کھٹا کھٹ۔

وقت اور فاصلہ کا دھیان نہ رہا۔ پتہ ہی نہ چلا کہ کتنا سفر طے ہو گیا۔ وہ میرے سینے پر سر رکھے لیٹی ہوئی تھی۔ ذرا حواس درست ہونے کے بعد اُس نے پوچھا۔ "سچ سچ بتاؤ، میں کیسی لگی؟"

"رُومانہ! تم ہر لمحہ نئی اچھوتی اور ناقابلِ فراموش لگتی ہو۔"

"اچھا تو تم میری سوچ پڑھ کر معلوم کر چکے تھے کہ میں روزی کا رول ادا کر رہی ہوں۔"

"میں نے صرف ایک بار تمہاری ... سوچ پڑھی۔ تم بڑی کامیابی سے روزی بن کر سوچ رہی تھیں۔ تم نے نیا پن پیدا کرنے کے لیے بہت اچھا رول ادا کیا ہے۔"

وہ اندھیرے میں مسکرانے لگی۔ میں نے اُسے تھپکتے ہوئے کہا۔ "اب سو جاؤ۔"

وہ میرے سر میں اپنی انگلیوں سے کنگھی کرتی ہوئی بولی۔ "نہیں پہلے تمہیں سلاؤں گی۔ چلو سو جاؤ۔"

"ابھی میں سونیا اور رس ونتی کی خیریت معلوم کروں گا۔ پتہ نہیں کتنا وقت گزر جائے۔ تم سو جاؤ۔ تاکہ صبح اُٹھ کر بے نی اور خرلاک کے ساتھ وقت گزار سکو۔ میں صبح دیر تک سوتا رہوں گا۔"

وہ راضی ہو گئی۔ میں اُٹھ گیا۔ دوسری برتھ پر آ کر آرام سے پھیل کر لیٹ گیا۔ رُومانہ تھکا دیتی تھی۔ دُور ہونے کے بعد بھی اپنی یاد دلاتی تھی۔ اُس کی طلسماتی ادائیں میرے ذہن میں نقش ہو کر رہ گئی تھیں۔ جی مچل رہا تھا کہ پھر حُسن کے حضور پہنچ جاؤں اور یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ کھانا ٹھنڈا ہو جانے کے بعد وہ نہیں کھلاتی ہے۔ پہلے وہ ہلکی آنچ میں پکاتی ہے۔ ایک ایک ڈش کی اہمیت جتا کر سامنے لاتی ہے۔ پھر گرما گرم کھانے کی اجازت دیتی ہے۔ اُس نے میرے سوچنے کا انداز بدل دیا تھا۔ جب میں سوچتا تھا کہ وہ ابھی نہیں ملے گی تو اُس کی اہمیت بڑھ جاتی تھی۔ میں اُسے خیالوں میں بسا کر اُس کے متعلق سوچتا رہ جاتا تھا۔

اچانک مجھے احساس ہوا کہ واقعی اب دُنیا والوں کے سونے کا اور میری خیال خوانی کا وقت ہے اور میں جاگ رہا ہوں اور تاریکی میں رُومانہ کے متعلق سوچتا جا رہا ہوں۔ میں نے اُسے ذہن سے جھٹک دیا۔ فوراً ہی خیال خوانی کا سفر شروع کر دیا۔ دلِ ناداں کو بہلانے کے لیے ... کھلنے کی طرف پہنچ گیا۔

اسکندریہ میں رات کے دس بجے تھے۔ رس ونتی اپنی خواب گاہ میں سو رہی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ اُسے میری آمد کا علم نہیں ہو سکا ہے۔ ... کو جاگتے وقت میری سوچ کی لہریں اُس کے دماغ کو چھو لینا چاہتیں ... وہ کھٹک جاتی تھی۔ فوراً ہی سمجھ لیتی تھی کہ میں اُس کی سوچ پڑھنے آ گیا ہوں لیکن اس وقت وہ اپنے بستر پر بے حس پڑی ہوئی تھی۔

پہلے خیال آیا کہ گہری نیند کے باعث اُسے میری آمد کا علم نہ ہو سکا لیکن نہیں یوگا کے ماہر اپنی سانسوں پر ایسی قدرت حاصل کر لیتے ہیں کہ گہری نیند کی حالت میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی چونک جاتے ہیں۔ اُس کا مطلب تھا کہ رس ونتی کی یوگا کی صلاحیتیں پوری طرح بحال نہیں ہوئی تھیں۔ ابھی اُس کا دماغ اندر سے اس حد تک کمزور تھا کہ وہ نیند کی حالت میں بے سُدھ ہو جاتی تھی۔ ذہنی صلاحیتیں بھی سو جاتی تھیں۔

یہ موقعہ تھا کہ میں اُس کے دماغ کے چور خانہ میں داخل ہو کر اُس راز کو معلوم کر سکتا تھا، جسے وہ مجھ سے چھپا رہی تھی۔ اس لمحہ اُس کا دماغ بہت ہی پُرسکون تھا۔ کوئی خواب ہی نہ تھا۔ ہلکی ہلکی دُھند چھائی ہوئی تھی جیسے خلا میں رنگ ہوتے ہیں، دھواں ہوتا ہے اور سناٹا چھایا رہتا ہے۔ اُس سناٹے میں میری سوچ ایک پجاری کی طرح سرگوشی کرنے لگی۔ "ہری اوم۔ ہری اوم۔ ہے بھگوان تیری پجارن تیرے چرنوں میں آئی ہے ..."

اس سوچ کے ساتھ ہی خواب کی اسکرین پر رس ونتی نے خود کو پجارن کے روپ میں دیکھا۔ اُس کے سامنے بھگوان کی مورتی تھی اور مندر کی کتنی ہی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ انسانی سوچوں کی یہ خاصیت ہے کہ کسی بھی سوچ کو ذرا سا چھیڑ دو تو پھر وہ اس سوچ کے تسلسل سے سوچتا ہی چلا جاتا ہے۔

میں نے رس ونتی کے ساتھ بھی یہی کیا۔ اُس کی بھگوان بھگتی کو چھیڑ کر چُپ ہو گیا۔ بھگتی یا عبادت محبت کا دوسرا نام ہے۔ رس ونتی کے خوابوں میں پھول کھِل رہے تھے۔ پھول جو بھگوان پر چڑھائے جاتے ہیں اور محبوب کو پہنائے جاتے ہیں۔ وہ ہاتھ جوڑ کر کہہ رہی تھی۔

"ہے کرشن مراری! میں بڑی ابھاگن ہوں۔ بچپن سے جوانی کی دہلیز تک دیوتاؤں کی داسی بنی رہی۔ ایسے دیوتا جو ساجن کے رُوپ میں نہیں مل سکتے تھے۔ اب یہ ناداں دل دھرتی کے جس دیوتا کے لیے پاگل ہو رہا ہے، وہ بڑا ہی کٹھور ہرجائی ہے۔ وہ اپنا ہرجائی پن نہیں چھوڑے گا۔ میں اپنے پریم کی پوترتا (تقدس) کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی۔ ہے بنسی والے! میں نے اٹھارہ برس تک تیری پُوجا کی ہے۔ آج میں اس پُوجا کی سپھلتا (قبولیت) چاہتی ہوں۔ اُس کٹھور کے ہردے (دل) کو صرف میرے لیے دھڑکنا سکھا دے اور وہ دُنیا کی ساری عورتوں کو بھول جائے تو چاہے تو وہ میرے سوا سب کو بھول جائے گا ..."

رس ونتی کی پرارتھنا سُن کر میرے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ یہی وہ راز تھا جسے وہ مجھ سے چھپا رہی تھی۔ اُس کے دل میں کچھ تھا اور زبان پر کچھ اور اِس کچھ ہی کچھ کے نیچے وہ میرے متعلق بہت کچھ سوچتی رہتی تھی۔

میں نے اُس کے دماغ کی اسکرین سے پُوجا والا خواب مٹانے کے لیے سوچ کی سرگوشی میں جبران کا نام لیا۔ اِس کے ساتھ ہی اُس کے خواب میں جبران کا مکمل سراپا نظر آنے لگا۔ وہ کچھ پریشان سی ہو گئی۔

پھر سنبھل کر بولی "تم۔ تم میرے کمرے میں کیسے آ گئے؟"

میری سوچ نے جبران کے لہجے میں کہا "جب میں تمہارے دل میں آ گیا ہوں تو کیا کمرے میں نہیں آ سکتا؟"

"یہ جھوٹ ہے میں نے۔ میں نے کبھی تم سے دل کی بات نہیں کی۔"

"رس ونتی! تم میرے خیالوں میں آ کر بولتی تھیں۔ تم نے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔"

"میں نے نہیں۔ فرہاد نے ——— رس ونتی بن کر تم سے مذاق کیا ہے۔"

"رس ونتی! دل لگی اچھی ہوتی ہے مگر دل کی لگی کو دل لگی بتانا ظلم ہے۔ سچ بتاؤ کیا تم نے فرہاد سے۔ نہیں کہا تھا کہ تم جبران کو پسند کرنے لگی ہو؟"

"کہا تھا۔ اب بھی فرہاد کو یہی کہوں گی۔ اُسے جھڑک لگاؤں گی کہ اُس کے ہرجائی پن نے مجھے دوسرے کی محبت میں مبتلا کر دیا ہے۔"

"کیا تم نے یہ نہیں سوچا کہ تم ایک طرف فرہاد کو جھڑک لگا رہی ہو۔ دوسری طرف میرے دل کی دُنیا کو ذرا آباد کر کے اُجاڑ رہی ہو۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی "سب ہی اپنے اپنے دل سے مجبور ہوتے ہیں۔ میں اپنا دل بہت پہلے ہار چکی ہوں۔ تم اسے جیت نہیں سکو گے۔ بس یہ مذاق تھا۔ اِسے بھول جاؤ۔ ورنہ۔ ورنہ میں خیال خوانی کے ذریعہ تمہارے دماغ سے عشق کا بھوت اُتار دوں گی۔"

"خیال خوانی؟" میں نے جبران کے لہجے میں حیرانی سے پوچھا "مگر تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں تو گم ہو چکی ہیں۔"

وہ مسکراتی ہوئی بولی "اگر یہ صلاحیتیں نہ ہوتیں تو میں تمہارے دماغ میں کیسے بولتی؟"

میں اُلجھ کر رہ گیا۔ جبران کے دماغ میں رس ونتی کی طرف سے میں بولتا تھا مگر اُس کا خوابیدہ دماغ کہہ رہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ رابطہ قائم کر رہی ہے۔ کیا وہ درست کہہ رہی تھی؟ یا خواب کی حالت میں بکواس کر رہی تھی؟

میں نے اُس کے خواب سے جبران کو مٹا دیا۔ خود رس ونتی کے لہجہ میں سرگوشی کی "میں ہوں تیری ہم زاد۔ دیکھ اپنی ہم زاد کو دیکھ......"

وہ دماغ کی اسکرین پہ اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔ میں نے اُس کی ہم زاد کے لہجے میں پوچھا "کیوں ری! کیا تو اپنی ٹیلی پیتھی کا راز چھپا رہی ہے؟"

"ہاں۔ میں چاہتی ہوں کہ اب یہ راز کسی کو معلوم نہ ہو۔"

"میں تمہارا انٹرویو لے رہی ہوں۔ تم نے کب سے خیال خوانی شروع کی ہے؟"

"میں اپنی بیماری کے دوران کوشش کرتی رہی تھی مگر میرا دماغ تھک جاتا تھا۔ پھر یوں ہوا کہ فرہاد کی سوچ کے ذریعہ میری زبان بولنے لگی۔ اُس کا اثر صرف زبان پر ہی نہیں میرے دماغ پر بھی ہوتا تھا مجھے ذہنی پرواز کے لیے فرہاد کی سوچ کا سہارا ملتا رہتا تھا۔ میری سوچ اُس کے سہارے اس طرح پرواز کرنے لگی جیسے ننھے بچے اپنے والدین کے سہارے رفتہ رفتہ اُڑنا سیکھ لیتے ہیں۔"

"اچھا تو تم نے فرہاد کی نادانستگی میں اُس کا سہارا لے کر گمشدہ صلاحیتوں کو حاصل کر لیا ہے لیکن فرہاد تو تمہارا صرف دوست ہی نہیں دلدار بھی ہے۔ اُس سے اپنی ٹیلی پیتھی کیوں چھپا رہی ہو؟"

"میں چھپاؤں گی۔ اس میں بہت سے فائدے ہیں۔"

"مثلاً؟"

"مثلاً یہ کہ فرہاد میری لاعلمی میں اُن چور خیالات کو نہیں پڑھ سکے گا، جو اُس کے لیے ہوتے ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ اُسے میری محبت کا علم ہو۔"

"ایسا کب تک ہوگا؟"

"جب تک وہ اپنے ہرجائی پن سے باز نہیں آئے گا۔"

"اچھا دوسرا فائدہ کیا ہے؟"

"یہ کہ میں چپکے چپکے خیال خوانی کے ذریعہ سونیا اور رُسوانہ کا ذہنی توازن بگاڑ دوں گی۔ اِس طرح فرہاد اُن کے ذہنوں سے نکل جائے گا۔ فرہاد اُن کے ذہنی توازن کو برقرار رکھنا چاہے گا تو میں پھر گڑبڑ کروں گی۔ اُسے کبھی پتہ نہیں چلے گا کہ یہ گڑبڑ میری طرف سے ہو رہی ہے۔"

رس ونتی کے سازشی خیالات پڑھ کر میں پریشان ہو گیا۔ میں بھول گیا تھا کہ محبت میں دو عورتیں یا دو عدد ایک دوسرے کی رقابت میں جانی دشمن بن جاتے ہیں۔ وہ بھگوان کے سامنے پرارتھنا کرتی تھی کہ فرہاد اُس کے سوا ساری دُنیا کی عورتوں کو بھول جائے اور وہ سامنے کی عورتوں کو میرے سامنے سے مٹانے کے لیے بہت آہستہ آہستہ اپنے منصوبے پر عمل کرنے والی تھی تاکہ مجھے شبہ نہ ہو کہ یہ سب کچھ اُس کی ٹیلی پیتھی کے کارنامے تھے۔

یہ رس ونتی اچانک ہی بالی وڈ ہیروئن کی طرح خطرناک بن گئی تھی وہ جسمانی طور پر ناقابلِ شکست تھی۔ یہ ٹیلی پیتھی کے اعتبار سے بھی برتر تھی، اُس کی مخالفت شروع ہوتی تو میں اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا۔ اُسے مجھ سے ذاتی دشمنی نہیں تھی۔ وہ میرے لیے جان دے سکتی تھی مگر محبوباؤں کی جان لے سکتی تھی اور مجھے یہ گوارا نہ تھا۔

میں حتی الامکان یہی کوشش کرتا رہا کہ دوستی اور محبت سے رس ونتی کو خرید لوں۔ میری خریداری ایک پہلو سے کامیاب تھی تاہم دوسرے پہلو سے مصیبت بن گئی تھی۔ رس ونتی کا مزاج مجھے سمجھا رہا تھا کہ دوستی میں بالکل ہی خلوص نہیں ہونا چاہیے۔ تھوڑی سی خود غرضی بھی ... اپنے دوست بنا کر اُس کی کمزوری کا سراغ لگانا چاہیے۔

میں نے اُس کی ہم زاد کے لہجہ میں کہا "رس ونتی! تو فرہاد کی ... میں دیوانی ہو گئی ہے۔ خواہ مخواہ اُس سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں ... دشمن بن گئی ہے جب کہ وہ بیچاریاں بھی تیری طرح اپنے اپنے دل ... مجبور ہیں۔"

"میں صرف اپنے دل کو سمجھتی ہوں۔ میری پہلی اور آخری خواہش ... ہے کہ فرہاد پہ صرف میری حکومت ہو۔"

"تُو اپنے آپ کو بہت طاقتور سمجھنے لگی ہے۔ فرہاد تیری کسی ... کمزوری سے کھیل سکتا ہے۔"

"میری کوئی کمزوری نہیں ہے۔"

"سوچ۔ سوچ اچھی طرح۔ ہر انسان میں ایک نہ ایک کمزوری ہوتی ہے۔"

وہ سوچنے لگی۔ میں نے اُسے نیند کی حالت میں کسمساتے ہوئے ... محسوس کیا۔ وہ بڑی سنجیدگی سے اپنی کسی کمزوری کو تلاش کر رہی تھی۔ پھر ایک ہائے کے ساتھ بولی "ہائے میری کمزوری تو وہی سنگدل ہے۔ ... میں نے اُسے اپنے دماغ سے دھتکار دینے کے لیے کتنے ہی جتن کیے۔ ... میں نے اُسے ایک مسلمان کہہ کر نفرت کرنے کی کوشش کی۔ دشمن بن کر ... اُسے گالیاں دیں۔ بعد میں یوں لگا کہ وہ گالیاں مجھے لگ رہی ہیں۔ اس ... گالی کو گالی سمجھ کر بھی گلے لگانے پر مجبور ہو گئی۔ اب میرے سامنے یہی ... راستہ ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ تمام لڑکیوں کو اُس کے پاس جانے ... سے روکتی رہوں۔"

میں نے ہم زاد کے ذریعہ کہا "تو اُسے اس قدر چاہتی ہے اگر ... وہ تجھ سے نفرت کرنے لگے تو تیری کمزوری تجھے مار ڈالے گی۔"

وہ بولی "وہ مجھ سے کبھی نفرت کر ہی نہیں سکتا۔ میں اُس کی ... ہوتی رہتی ہوں۔ اگرچہ اُس نے جبران کو دوست اور محسن سمجھ کر ... بظاہر بے رُخی کو برداشت کر لیا ہے مگر اُس کے چور خیالات ... میری تمنا میں سسک رہی ہیں۔ میں اُس کے لاشعور میں پڑھ رہی ہوں۔"

... وہ درست کہہ رہی تھی۔ ہم دونوں ہی ایک دوسرے کی کمزوریاں ... بنے ہوئے تھے۔ اب سونیا اور رُسوانہ کی خاطر مجھے بڑی قوتِ ارادی سے ... فیصلہ کرنا تھا کہ آئندہ رس ونتی میرے دل اور دماغ کی دُنیا سے ... نکل جائے۔ میں بظاہر اُس سے دوستی کروں مگر اُسے اپنی کمزوری ... بنے ہوں۔ دُنیا میں ایک سے ایک حسن و شباب بکھرا پڑا ہے۔ کیا ضروری ... ہے کہ رس ونتی کی تمنا کروں؟ بس یہ فیصلہ ہو گیا کہ اُس سے صرف ... رابطہ رہے گا۔ دل کا کوئی رابطہ نہیں رہے گا۔

ابھی اُس نے کہا تھا کہ وہ میری سوچ پڑھتی رہی ہے۔ اس کا ... مطلب تھا کہ وہ میری سوچ کے ذریعہ مونا، رُسوانہ، بے بی، بخرلاک اور ... مائی میزبان وغیرہ کو بھی جانتی ہے۔ میں نے اُس کی ہم زاد کے ذریعہ پوچھا "جب تو فرہاد کی سوچیں پڑھتی ہے تو یہ بھی جانتی ہوگی کہ کوئی پُراسرار شخص اُس کا گمنام دوست بنا ہوا ہے؟"

"ہاں۔ میں اُس کی سوچ کے ذریعہ یہ تماشے دیکھ رہی ہوں۔ فرہاد کی طرح میں بھی اس پُراسرار اجنبی کے دماغ تک نہیں پہنچ سکی۔ کیونکہ وہ گونگے ملازموں کو سامنے رکھ کر خط و کتابت کے ذریعہ رابطہ قائم کرتا ہے۔"

"تیرا کیا خیال ہے؟ کیا وہ بڑی تنظیموں میں سے کسی ایک کی یہ چال نہیں ہو سکتی؟"

"ہو سکتی ہے۔ میں نے فرہاد کے تجربہ کے مطابق مونا کے دماغ میں جگہ بنائی۔ فرہاد کسی کے دماغ میں پہنچ کر اُس کی سوچ پڑھ سکتا ہے مگر یہ نہیں معلوم کر سکتا کہ جس کے دماغ میں موجود ہے اُسی دماغ میں کوئی اور بھی موجود ہے۔ مثلاً میں فرہاد کے دماغ میں رہتی ہوں وہ نہیں جانتا۔ میں مونا کے دماغ میں تھی وہ نہیں جانتا مگر میں جانتی ہوں کہ مونا کے دماغ میں میرے اور فرہاد کے علاوہ کوئی تیسری ہستی بھی چھپی رہتی ہے۔"

یہ چونکا دینے والی بات تھی۔ میں نے حیرانی سے سوال کیا "یہ تُو کیا کہہ رہی ہے؟ مونا کے دماغ میں تیسری ہستی کون رہتی ہے؟"

وہ بولی "میں اِس خوش فہمی میں تھی کہ میرے علاوہ صرف فرہاد ٹیلی پیتھی جانتا ہے مگر ایک اور بزدل ہے، جو ہم سے چھپ رہا ہے۔ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہوں مگر اس سوچ کا لہجہ سُنے بغیر اُسے گرفت میں نہیں لے سکتی۔ وہ تیسری ہستی چھپ رہتی ہے فرہاد اور مونا کی باتیں خاموشی سے سُنتی رہتی ہے۔ یقیناً وہ تیسری ہستی ہمارے مقابلے میں احساسِ کمتری کا شکار ہے اور ڈرتی ہے کہ کہیں ہم اُس کے دماغ تک پہنچ کر اُسے اپنی گرفت میں نہ لے لیں۔"

"کیا وہ پُراسرار اجنبی میزبان ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا؟"

"ممکن ہے۔ وہ تیسری ہستی وہی ہو۔ فرہاد کے دماغ کو بھی چھپ چھپ کر پڑھتا ہو اور اُسے دھوکہ دینے کے لیے محض خط و کتابت کے ذریعہ رابطہ رکھ رہا ہو۔"

میرے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ خطرہ یہ نہیں تھا کہ کوئی شخص ہمارے مقابلے میں ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ہم پہ جارحانہ حملے کرے گا نہیں۔ رس ونتی کا خیال درست لگ رہا تھا کہ وہ ہمارے مقابلہ میں کمتر ہے۔ وہ ہم سے چھپ کر ہی رہے گا۔ خطرہ یہ تھا کہ وہ چھپ کر میری سوچیں پڑھ رہا تھا۔

اچانک ذہن میں یہ بات آئی کہ جو شخص چھپ کر میرے دماغ سے تمام معلومات حاصل کر رہا ہو۔ وہ بھلا اجنبی میزبان بننے کی زحمتیں کیوں اُٹھائے گا؟ میرے لیے گونگے ملازم کیوں رکھے گا؟ افسران کو ہزاروں ڈالر کی رشوت دے کر مجھے بحفاظت بنکاک کیوں پہنچائے گا؟ وہ اجنبی

مہربان ہے بغیر بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعہ گمنام رہ کر میرے لیے راستے ہموار کر سکتا ہے۔

اس معاملہ پر غور کرنے کا وقت نہیں تھا۔ ابھی مجھے رس ونتی کی گہری نیند سے فائدہ اٹھانا تھا۔ میں نے اس کی ہم زاد کے ذریعہ سوال کیا۔ "رس ونتی! مونا کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟"

"وہ بہت اصول پسند لڑکی ہے۔ کسی فریبی مرد کو اپنا نہیں سکتی۔ اُس نے فرہاد کی سوچ سے معلوم کیا ہے۔ وہ پوری سنجیدگی سے فرہاد کو نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ میں اُس کی مدد کروں تو وہ فرہاد سے بچنے میں کامیاب ہو جائے گی لیکن میں اپنی سوچ کو اُس کے دماغ میں ظاہر نہیں کرنا چاہتی۔ وہ تیسری ہستی جو اُس کے دماغ میں موجود تھی ہے اُسے اسی دھوکے میں رہنا چاہیے کہ صرف فرہاد مونا سے سوچ کے ذریعہ رابطہ قائم کرتا ہے۔"

اس کی ہم زاد نے سوال کیا: "رُمانہ کے متعلق کیا خیال ہے؟"

وہ بولی: "وہ فرہاد کے دل و دماغ پر چھا رہی ہے۔ میرا بس چلے تو پہلے اسی کا ذہنی توازن بگاڑ دوں مگر اس کی زبان اور لہجہ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"یاد کر رس ونتی! اپرنسس آئی لینڈ کے ایک کھنڈر میں سونیا اور رُمانہ کا مقابلہ ہوا تھا۔ تُو نے دونوں کو ذہنی جھٹکے پہنچائے تھے۔ اس وقت رُمانہ کے دماغ تک کیسے پہنچ گئی تھی؟"

رس ونتی نے کہا: "کیا تُو میری ہم زاد ہو کر نہیں جانتی؟ اس وقت میں نے فرہاد کے دماغ کو کمزور بنا دیا تھا۔ اس کی خیال خوانی کی پرواز ختم ہو چکی تھی۔ وہ میری قید میں بیٹھا سونیا اور رُمانہ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ اُس وقت میں نے اُس کی سوچ کو کھنڈر تک پرواز کرایا تھا۔ فرہاد یہ بات ابھی تک نہیں جانتا ہے کہ میں نے اُس کی کمزور سوچ کے سہارے سونیا اور رُمانہ کو ذہنی جھٹکے پہنچائے تھے۔ اب میں سونیا کے روبرو اُس کی آنکھوں میں جھانک کر اسے ذہنی اذیتیں پہنچا سکتی ہوں مگر رُمانہ مجھ سے دُور ہے۔ میں فرہاد کے دماغ میں بیٹھ کر اُس کی آواز سنتی ہوں مگر صرف آواز سننے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کسی کی سوچ میں سمانے کے لیے اُس کے لہجے کو پکڑنا ضروری ہوتا ہے اور وہ اتنی روانی سے انگریزی بولتی ہے کہ اُس کا ایک لفظ بھی میرے پلے نہیں پڑتا۔"

مجھے اطمینان ہوا کہ رُمانہ اس کی ٹیلی پیتھی کے حملوں سے محفوظ رہے گی۔ میں نے اس کی ہم زاد کے ذریعہ سوال کیا: "اب تُو ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اگر تیرا سامنا بالوہنگ مین سے ہو جائے تو؟"

وہ بولی: "فرہاد کی رپورٹ ہے کہ سوچ کی لہریں اس کے دماغ تک نہیں پہنچتیں۔ شاید اس کا دماغ مقفل ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ اُس بالوہنگ فرہاد کی آواز اور لہجہ فرہاد جیسا ہے۔ میں اس لہجہ کو گرفت میں لے کر حملہ کروں گی تو فرہاد کو نقصان پہنچے گا۔"

میں نے آخری سوال کیا: "تیری خیال خوانی بحال ہونے کے بعد تُو نے اور کتنی اہم معلومات حاصل کیں؟"

وہ چند لمحوں کے لیے خاموش رہی، پھر بولی: "میں ... کو... نہیں بھول سکتی تھی۔ اُنھوں نے میری بیماری سے فائدہ ... عزت سے کھیلنے کی کوشش کی تھی۔ وہ دونوں ہندوستان ... اُنھوں نے سرکاری رپورٹ تیار کی تھی کہ میری بیماری کے ... غنڈوں نے ان دونوں کو زخمی کر دیا تھا اور رس ونتی کو ..."

وہ ذرا خاموش رہنے کے بعد پھر بولی: "میں ... منزلہ عمارت کی چھت سے چھلانگ لگا کر خودکشی کے لیے ... سمیت رائے کے دماغ میں ایسے زلزلے پیدا کیے کہ وہ ... اپنی رپورٹ بدلنے پر مجبور ہو گیا۔ اُس نے سچ سچ بتا دیا کہ ... ویدراج کو قتل کیا تھا اور اُن کی وجہ سے رس ونتی اُن کے ... نکل کر سونیا اور رُمانہ کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تھی۔ سمیت ... ماری گئی مگر اس دوران وہاں بہت ہی اہم معلومات حاصل ..."

وہ پھر چند لمحوں کے لیے چپ ہوئی۔ اُس کے بعد بولی: "... دیس کی سرکار ریڈ پاور کی دوست ہے۔ وہاں یہ اطلاع ... کہ میں اسکندریہ میں سونیا کے ساتھ ہوں۔ اگر ہندوستان سے ... ہوئے کپڑے بھیج دیے جائیں تو شکاری کتے ان کپڑوں کے ... ڈھونڈ نکالیں گے۔"

رس ونتی کو پھانسنے کے لیے جال کے تار دُور دُور تک ... تھے۔ مجھے پھر ایک سوال کرنا پڑا: "رس ونتی! تیرے دیس ... بھی ملکی مفاد کے لیے ریڈ پاور والوں سے تیرا سودا کرے گی ... کیوں جانا چاہتی ہے؟"

اُس نے کہا: "وہاں میرے ماتا پتا اور بہن وسنتی کو نظر ... ہے۔ تاکہ میں اُن کی رہائی کے لیے سرکار کے سامنے گھٹنے ٹیک ..."

"اچھا تو تُو گھٹنے ٹیکنے جا رہی ہے؟"

"نہیں۔ وہاں میں نے فرہاد کو بلایا ہے۔ میں چھپ ... اور فرہاد کے ذریعہ اپنے خاندان والوں کو قید سے آزاد کرا ... اُنھیں سرحد پار دوسرے کسی ملک میں پناہ دینے کے لیے ..."

"یہ کام فرہاد تنہا کر سکتا ہے۔ تُو وہاں جائے گی تو خواہ ... میں پھنس جائے گی۔"

"لیکن میں وہاں فرہاد کو ملنے کے بہانے بلا سکتی ہوں ... سکتی کہ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اپنے خون کے رشتوں کو ... دیکھا ہے۔ میں اپنی ٹیلی پیتھی کا راز فرہاد پر ظاہر نہیں کروں ..."

"ٹھیک ہے۔ ظاہر نہ کر مگر فرہاد سے اتنا کہہ دے کہ ... باپ اور اپنی بہن کے لیے پریشان ہے۔ وہ خود ہی کسی ... کی خیریت معلوم کرے گا اور جب خیریت نظر نہیں آئے گی ... مدد کے لیے وہاں پہنچ جائے گا۔"

... ونتی قائل ہو کر بولی: "اچھی بات ہے۔ اب فرہاد مجھ سے ... گا تو میں اپنی پریشانی ظاہر کروں گی۔"

... سے بات نکلتی ہے میرے ذہن میں سوالات پیدا ہو رہے ہیں ... ایک اور سوال داغ دیا: "کیا تُو ہمیشہ ایسی ہی گہری نیند سوتی ہے؟"

"... بیماری کے بعد ایسی ہی گہری نیند آنے لگی ہے۔"

"... ایسی نیند کے دوران فرہاد تیری سوچ پڑھنے آ جائے تو تجھے ..."

"... ہو گی۔ یوگا میں مہارت حاصل کرنے کا یہی فائدہ ہے۔ نیند ... پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوتی ہے اور آنکھ کھل جاتی ہے۔"

... ونتی کی یہ بات غلط ثابت ہو رہی تھی۔ میری سوچ کی لہروں ... چونک کر آنکھ نہیں کھولی تھی۔ ویسے میری اپنی معلومات ... نے درست کہا تھا۔ یوگا کے ماہر نیند کی حالت میں بھی ... کی لہروں سے چونک جاتے ہیں۔ پھر ایسی کیا بات تھی کہ ... نہیں ہو رہی تھی؟

... کی ذہنی حالت بتا رہی تھی کہ وہ بے ہوش نہیں ہے۔ میں نے ... "مجھے احساس ہے کہ تُو خلافِ معمول بہت ہی گہری نیند سو رہی ہے؟"

"... میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔ رات کو کھانے کے بعد بہت ... رہی تھی۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ مجھے بہت اچھا ... بستر پر آرام سے لیٹ گئی تھی۔ اب آرام سے سو رہی ہوں۔"

مجھے تشویش ہوئی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ مجھے معلوم کرنا ... اتنی گہری نیند کیوں سو رہی ہے؟ یہ معلوم کرنے کے لیے وہاں ... میرا ذریعہ بن سکتی تھیں۔ میں نے سونیا کے دماغ میں ... گیا۔ اب وہاں آدھی رات گزر چکی تھی۔ سونیا بھی اپنے بستر ... خوشبو چھڑکنے کے بعد آرام سے سو رہی تھی اور خواب میں ... ایک بہت ہی خوفناک بلا اس کے پیچھے پڑ گئی تھی اور ... چھپ کر اپنی جان بچا رہی تھی۔ پھر اُس نے دیکھا کہ وہ اُس ... بہلا کر شراب پلا رہی ہے۔ بہت زیادہ شراب پینے کے ... ہو گئی۔ سونیا اس بے ہوشی کے دوران اُس بلا کے لانبے لانبے ... کھینچنے لگی تاکہ وہ آئندہ پنجے نہ مار سکے۔

... خواب کا نفسیاتی پس منظر یہ تھا کہ وہ رس ونتی کو ایسی بلا ... نے ٹیلی پیتھی کے پنجے مارنے شروع کر دیے تھے۔ سونیا ... رس ونتی یوگا میں مہارت حاصل کرنے کے بعد ٹیلی پیتھی کے ... اور کسی وقت بھی وہ فرہاد کو اپنا غلام بنا ... فرہاد کو سونیا سے دُور لے جا سکتی ہے۔

... سونیا کی خوابیدہ حالت میں اُس سے سوالات کیے۔ جواب ... کے دماغ کو کمزور بنانے پر تُل گئی ہے۔ اُس نے مریم ... میڈیکل بکس میں ایک دوا کی شیشی دیکھی تھی۔ اُس دوا کی خاصیت یہ تھی کہ اُس کے چند قطرے چائے، کافی یا کسی سوئٹ ڈش میں ملا کر کھائے جائیں تو ہلکا سا خواب آور سرور محسوس ہوتا ہے اور تمام اعصاب سست پڑ جاتے ہیں۔ دماغ سوچنے کے بجائے سو جانے کو ترجیح دیتا ہے۔ ایسی صورت میں سوچ کی پرواز ممکن نہیں ہوتی۔

سونیا نے سوئٹ ڈش میں وہی دوا رس ونتی کو کھلا دی تھی۔ رس ونتی نے بڑے مزے سے کھایا تھا اور بڑے مزے سے سو رہی تھی۔ اُس کا دماغ اس حد تک سست پڑ گیا تھا کہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکا۔

رس ونتی کے پاس خیال خوانی والا خطرناک دماغ تھا۔ سونیا کے پاس شکست نہ کھانے والی مکار ذہانت تھی جو اپنے پسینہ آلود کپڑے کے ذریعہ بالوہنگ مین کا راستہ بدلنے کی مکاری دکھا سکتی تھی۔ وہ بھلا رس ونتی کو کب خاطر میں لاتی؟ لہٰذا اب وہ اُس کی ٹیلی پیتھی کا کباڑا کرنے پر آمادہ ہو گئی تھی۔

میں کشمکش و پیچ میں مبتلا ہو گیا۔ کیسے سمجھاؤں کہ ایک دوسرے کے خلاف انتقامی کارروائی نہ کی جائے۔ کوئی میری بات سمجھنے کے لیے تیار نہ ہوتی۔ سونیا کے خطرناک منصوبے کو میں خیال خوانی کے ذریعہ سمجھ گیا تھا۔ ایک طرح سے مجھے سونیا کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اگر وہ رس ونتی کو اتنی گہری نیند نہ سلاتی تو میں رس ونتی کے خطرناک منصوبے کو سمجھ نہ پاتا جو سونیا اور رُمانہ کے خلاف تھے۔

سونیا نے بہت اچھا کیا تھا مگر میں رس ونتی کا بُرا نہیں چاہتا تھا۔ کچھ تو اِس لیے کہ وہ اپنے دماغ کے تہہ خانہ میں چھپ کر میری پوجا کرتی تھی اور کچھ اِس لیے کہ رس ونتی جیسے زبردست مہرے کو اپنے ہاتھ میں رکھنا دانشمندی ہوتی۔ وہ میرے کسی برے وقت میں ضرور کام آتی۔ میں نے سونیا کے خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لے کر کہا: "تم آئندہ وہ دوا رس ونتی کے کھانے میں نہیں ملاؤ گی۔"

"میں آئندہ وہ دوا رس ونتی کے کھانے میں نہیں ملاؤں گی۔"

"اب تم اٹھو اور اُس دوا کو اپنے سوٹ کیس میں اپنے کپڑوں کے نیچے چھپا کر رکھ دو۔"

اُس نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ دوا اُس کے بیڈروم میں تھی۔ سوٹ کیس بھی وہیں تھا۔ اس شیشی کو کپڑوں کے نیچے چھپانے کے بعد وہ سوٹ کیس بند کر کے دوبارہ بستر پر آ کر لیٹ گئی۔

میں نے کہا: "آنکھیں بند کر لو۔"

اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے کہا: "اب تم بھول جاؤ گی کہ تم نے وہ شیشی کہاں رکھی ہے۔"

"میں بھول جاؤں گی۔"

"بس اب آرام سے سو جاؤ۔"

وہ فوراً ہی سو گئی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ ٹرین رک گئی تھی

تھی صبح کا اُجالا کھڑکی کے راستے ہمارے کیبن میں داخل ہو رہا تھا۔ رُومانہ آنکھ کھولے مجھے دیکھ رہی تھی۔ نظریں ملتے ہی وہ اُٹھ کر میرے پاس آگئی۔ پھر میرے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی: "مائی گڈنس تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟"

"ہاں۔ اتنی ساری معلومات حاصل ہو رہی تھیں کہ ابھی تک سونے کی فرصت نہیں ملی۔"

"اوہ فرہاد! اس طرح تو تمھاری صحت خراب ہو جائے گی۔ چلو اب سو جاؤ۔"

"دس منٹ اور۔ ذرا بالونک مین کے متعلق کچھ معلوم کرلوں۔"

"جہنم میں جانے دو سب کو۔"

"تمھارے مشورے پر عمل کر کے جہنم میں پہنچ جاؤں گا۔ بس ایک منٹ...."

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ اسکندریہ کے ایک ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ بالونک فرہاد ایک چارٹرڈ طیارے کے ذریعہ پیرس گیا ہے۔ میں نے بالونک فرہاد کے ساتھ رہنے والے ڈاکٹر کی سوچ پڑھی۔ وہ سوچ رہا تھا: "کیا مصیبت ہے۔ سونیا پیرس اور لندن میں بھی نظر نہیں آئی۔ اب نیویارک آخری منزل ہے۔ ہم اس مکار عورت کو وہاں ضرور پکڑ لیں گے۔"

یہ معلوم ہو گیا کہ بالونک فرہاد نیویارک کی طرف سفر کر رہا ہے اور اسکندریہ میں فی الحال سونیا کی بُو سونگھنے والے صرف ریڈیا ور کے کتے رہ گئے ہیں۔ میں سونیا اور رس ونتی سے یہ پوچھنا بھول گیا تھا کہ وہ اسکندریہ سے کب فرار ہونے والی ہیں؟ بہرحال مجھے بعد میں یہ معلوم ہو جاتا۔ میں تھک گیا تھا۔ اب آرام سے سو جانا چاہتا تھا۔ اِس لیے رُومانہ کے پاس واپس آگیا۔

میں نے کہا: "چند ضروری معلومات ہیں۔ میں سونے سے پہلے تمھیں بتا دینا چاہتا ہوں۔ پہلی اہم بات یہ ہے کہ رس ونتی سوچ پڑھنے لگی ہے۔"

"اچھا؟" وہ حیرانی سے بولی: "پھر تو وہ تمھارے لیے مصیبت بن جائے گی۔"

"ہاں میں اپنی کوئی اہم بات اُس سے نہیں چھپا سکوں گا۔ وہ میری جان کی دشمن نہیں ہے لیکن تمھارا اور سونیا کا ذہنی توازن بگاڑ دینا چاہتی ہے تاکہ تم دونوں کسی قابل نہ رہو۔"

"کیا اُس نے تم سے کہا ہے؟"

"نہیں۔ سونیا نے اُسے اعصاب شکن دوا کھلا دی ہے۔ وہ بے سُدھ ہو کر سو رہی ہے۔ ایسی حالت میں اُس کی یوگا کی صلاحیتیں میری سوچ کی لہروں کو نہیں روک سکتیں۔ میں نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھا کر یہ معلومات حاصل کی ہیں۔ ورنہ وہ تو مجھ سے بھی اپنی ٹیلی پیتھی کا راز چھپا رہی ہے۔"

"فرہاد! اُس کی دوستی میں خلوص نہیں ہے۔ تم نے اُسے کیا نہیں کیا؟ مگر وہ تم سے بھی ڈبل گیم کھیل رہی ہے۔"

"بیچاری اپنے عشق سے مجبور ہے۔ ابھی یہ راز بھی ... کہ وہ مجھے جلانے کے لیے جبران سے لگاوٹ کا اظہار کر رہی ... حقیقت یہ ہے کہ وہ مجھے ہرجائی پن سے باز رکھنے کے لیے ... میری تمام دوست لڑکیوں کو مجھ سے دُور کر دینا چاہتی ..."

"مبارک ہو۔ جو ہاتھ سے پھسل گئی تھی وہ پھر ہاتھ ..." میں مسکرانے لگا۔ وہ بولی: "ہائے کیا مسکرانا ہے ... اپنے گلفام ہونے پر...."

"بھئی میں اِس لیے مسکرا رہا ہوں کہ تم میری واحد محبوبہ ... میری دوسری محبوباؤں سے نہیں جلتی ہو۔"

"مجھے اپنی صحت کا خیال ہے۔ میں خواہ مخواہ اپنا خون ... نہیں چاہتی۔ مجھے یقین ہے تم جہاں بھی جاؤ گے واپس میرے پاس آؤ گے۔"

"ایک بات ہے رُومانہ! فی الحال رس ونتی تمھارے ... نہیں پہنچ سکے گی۔ اب کوشش یہ ہونا چاہیے کہ اُس کا ... سامنا کبھی نہ ہو۔ میں ہندوستان جاؤں گا تو تم کسی دوسرے ... میرے ساتھ رہو گی مگر مجھ سے دُور رہو گی۔ وہ اعصاب شکن دوا ... تیشی خرید کر ہمیشہ اپنے پاس رکھو۔ پتہ نہیں کب حالات ... ہو کر رس ونتی کو ٹریپ کرنا پڑے۔"

پھر میں نے اُسے ہندوستان جانے کی وجوہات بتلا ... بتایا کہ بالونک مین سونیا اور رس ونتی کی تلاش میں نیویارک ... اُس کے بعد یہ طے پایا کہ میں سو جاؤں گا۔ رُومانہ دروازہ بند ... بے بی اور شرلاک کے پاس چلی جائے گی۔ اُس نے مسکرا کر میرے ... میں اُنگلیاں پھیریں پھر میرے چہرے پر جھک ...

اتنے میں دروازے پر دستک ہونے لگی۔ میں نے آنکھ ... پھر کھول کر کہا: "بے بی پریشان ہے۔ جلدی دروازہ کھولو۔"

رُومانہ نے اُٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ بے بی تیزی سے ... ہوئی بولی: "بھائی! کچھ پتہ ہے۔ ٹرین اتنی دیر سے کیوں رُکی ... کوئی پریشانی کی بات ہے کیا؟"

"ہاں۔ ملایا اور تھائی لینڈ کے درمیان یہ جو جنگل ہے ... کمیونسٹ گوریلا جنگ میں مصروف رہتے ہیں۔ آج انھوں نے ... ٹرین کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔"

میں نے برتھ پر سے اُٹھ کر کھڑکی کے پار دیکھا۔ دُور تک ... ناریل کے درخت اور بانسوں کا جنگل دکھائی دے رہا تھا۔ ... جھاڑیوں کے آس پاس کتنے ہی مسلح لوگ نظر آئے۔ وہ ... فوج کے گوریلا سپاہی تھے۔ میں نے پوچھا: "شرلاک کہاں ..."

اتنے میں شرلاک آگیا۔ اُس نے کہا: "ہم ٹرین کے گارڈ سے ... رہا ہوں۔ ہم خطرات میں گھر گئے ہیں۔ سب سے پہلے تو ڈائننگ کے ... بجھا دیے گئے ہیں۔ مسافروں کو سگریٹ پینے کی ممانعت ہے۔ ... ٹرین کی پٹری کے نیچے دُور تک بارود بچھی ہوئی ہے۔"

معاملہ بہت ہی سنگین تھا۔ میں نے پوچھا: "کیا ملایا اور تھائی لینڈ ... انتہائی افسوس ہے کہ کمیونسٹ اس جنگل میں معصوم اور بے ضرر ... مسافروں کو روک کر پریشان کر رہے ہیں؟"

شرلاک نے کہا: "یہ شاید دو سال کے عرصہ میں پہلی بار ایسا ہوا ہے۔ ملایا اور تھائی لینڈ کے فوجی اقدامات یہاں بہت سخت ہوتے ہیں۔ کمیونسٹ اس جنگل سے گزرنے والی ریل لائن کے قریب نہیں آتے ... مگر پتہ نہیں کیسے آج کمیونسٹ گوریلوں کا پلّہ بھاری ہو گیا ہے۔"

"آخر وہ مسافروں کو روک کر کیا حاصل کر لیں گے؟"

"ریلوے گارڈ نے بتایا ہے کہ تھائی لینڈ کی سرکار نے گوریلا فوج کے ایک لیڈر اور دس جانبازوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ وہ اُن کی رہائی کے لیے ہمیں یرغمال بنا رہے ہیں۔ انھوں نے اعلان کر دیا ہے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اُن کے جانبازوں کو رہا نہ کیا گیا تو اس ٹرین کا ایک مسافر بھی زندہ سلامت تھائی لینڈ نہیں پہنچ سکے گا۔"

رُومانہ نے کہا: "یہ لمبا چکر ہے۔ چوبیس گھنٹے تک دہشت زدہ مسافر کھانا پینا اور سونا بھول جائیں گے۔"

شرلاک نے کہا: "کھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ گوریلا فوج نے اس ٹرین کے کچن پر قبضہ جما لیا ہے۔ انھیں جنگل میں اچھی خوراک نہیں ملتی۔ تھائی لینڈ والے لذیذ کھانوں سے اپنی حسرت پوری کریں گے۔"

رومانہ میرے شانہ پر ہاتھ رکھ کر بولی: "میں نے تم سے کہا تھا کہ رات کو نیند پوری کر لو مگر تم نے خیال خوانی میں صبح کر دی۔ اب کیا تمھیں سکون سے نیند آئے گی؟"

بے بی میرے پاس بیٹھ کر بولی: "بھائی! آپ تمام رات جاگتے رہے ہیں۔ ایسے تو آپ کی صحت خراب ہو جائے گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "فکر نہ کرو۔ طوفان تو آتے ہی رہتے ہیں۔ میں سو جاؤں گا۔ میری حفاظت کے لیے یہ روزی کافی ہے۔ حالات مزید سنگین ہوتے تو میں بیدار ہو جاؤں گا۔"

بے بی نے کہا: "تو پھر لیٹ جائیں۔ میں آپ کو تھپک کر سُلا دوں گی۔"

رُومانہ اور شرلاک دوسری برتھ پر بیٹھ گئے۔ میں اپنی برتھ پر لیٹ گیا۔ بے بی مجھ پر جھک کر میرا سر سہلانے لگی۔ باہر زندگی اور موت کے درمیان دہشت طاری کرنے والے ہنگامے ہوں گے مگر ہمارے کیبن میں خاموشی تھی۔ پھر اس خاموشی میں بے بی کی مترنم آواز گنگنانے لگی۔ وہ مجھے سُلانے کے لیے بھولے بھالے کوئی گیت گا رہی تھی۔ گیت کے بول اس کی زبان میں تھے، جنھیں میں نہیں سمجھ سکتا تھا۔ لیکن گیت کے پیچھے محبت کی مٹھاس کو سمجھ رہا تھا۔ ایک بہن کے مقدس اور سُریلے جذبے تھے جو دل میں اُتر رہے تھے۔

کیبن کا دروازہ کھلا رہ گیا تھا۔ باہر سے کسی نے سخت لہجہ میں کہا: "یہاں ہم سب کی جان پر بنی ہے اور اِس کیبن میں گیت گائے جا رہے ہیں۔"

رُومانہ اُٹھ کر باہر گئی۔ پھر اپنے منہ پر انگلی رکھ کر بولی: "شش! شور نہ مچاؤ۔ وہ اپنے بچے کو لوری دے کر سُلا رہی ہے جاؤ یہاں سے...."

اُس نے اندر آکر دروازے کو بند کر دیا۔ ہاں وہ لوری ہی تھی جو میرے دماغ میں ممتا کا سحر پھونک رہی تھی۔ میری پیدائش کے بعد میری والدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ وہ مجھے لوری دے کر سُلانے سے پہلے ہی... اس جہاں سے گزر گئی تھیں۔ یعنی لوری کا قرض باقی تھا۔ جسے بے بی کا بہنا پا ادا کر رہا تھا۔

میں نے بہن کو محبت اور عقیدت سے دیکھا۔ پھر آنکھیں بند کر لیں۔ سوچ کے ذریعہ رُومانہ سے کہا: "میں کم از کم تین گھنٹے تک سونا چاہتا ہوں۔ ذرا ہوشیار رہنا۔"

وہ بولی: "اپنی نیند کا وقت محدود نہ کرو۔ آرام سے سوتے رہو۔ اوّل تو تمھیں یہاں کوئی پہچانتا نہیں ہے۔ تمھارا کوئی ذاتی دشمن نہیں ہے۔ اگر ہوا بھی تو ہم اُسے کیبن میں داخل ہونے کا موقعہ نہیں دیں گے۔"

مجھے اطمینان ہو گیا۔ اُس کے باوجود میں نے کہا: "رُومانہ! تم بے بی سے کہو کہ میں سو گیا ہوں۔ تم تینوں کو دوسرے کیبن میں وقت گزارنا چاہیے۔ تم لوگوں کے جانے کے بعد میں اپنے دماغ کو ہدایت دوں گا کہ میری نیند کے دوران کوئی اِس کیبن میں داخل ہو تو میری آنکھ کھل جائے۔ ہمیں ہر پہلو سے محتاط رہنا چاہیے۔"

رُومانہ نے بے بی کو آہستگی سے بتایا کہ اُس کا بھائی سو رہا ہے۔ اب انھیں بے بی کے کیبن میں وقت گزارنا چاہیے۔ وہ تینوں اُٹھ کر باہر چلے گئے۔ رُومانہ نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ میں نے حسب معمول اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ میں آرام سے سوتا رہوں گا۔ مجھے رُومانہ آکر بیدار کرے گی یا پھر کوئی بھی کیبن میں داخل ہو تو میری آنکھ کھل جائے اور اگر کوئی مداخلت نہ کرے تو نیند پوری ہونے کے بعد آنکھ خود بخود کھل جائے۔

ہر ممکن احتیاط برتنے کے بعد سو گیا۔ مسلسل خیال خوانی ہوتی رہے تو دماغ تھک جاتا ہے۔ ایسی تھکن کے بعد یقیناً گہری نیند آتی ہے۔ میں آرام سے سوتا رہا۔ رُومانہ مجھے جگانے کے لیے نہیں آئی۔ کوئی دشمن بھی کیبن میں داخل نہیں ہوا۔ ایسی صورت میں میری آنکھ اُسی وقت کھلتی جب نیند پوری ہو جاتی اور نیند پورے نو گھنٹے کے بعد پوری ہوئی۔

آنکھ کھلتے ہی میں نے محسوس کیا کہ ٹرین پھر تیز رفتاری سے چلنے لگی ہے۔ شاید تھائی لینڈ کی حکومت نے کمیونسٹ گوریلوں کا مطالبہ

تسلیم کرکے اُن کے لیڈر اور جانبازوں کو رہا کر دیا۔ اسی لیے اب تمام مسافر بخیریت اپنی منزل کی طرف جا رہے تھے۔ میں ایک انگڑائی لے کر اُٹھ بیٹھا۔ رُومانہ اور بے بی وغیرہ نے مجھے اسی لیے سوتے رہنے کی ڈھیل دے دی تھی کہ اب کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا۔

میں نے بے بی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ خرلاک اور رُومانہ کے ساتھ تاش کھیلنے میں مصروف تھی۔ خرلاک نے رومانہ سے کہا۔ "بھئی تم کیا سوچ رہی ہو۔ پتا پھینکو۔"

بے بی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "رُومانہ کا دھیان میرے بھائی کی طرف لگا ہے۔"

خرلاک نے کہا۔ "تم نے پھر رُومانہ کہا؟ تمہارے بھائی نے سمجھایا تھا کہ اس سفر کے دوران ان دونوں کو انتونی اور روزی کہہ کر مخاطب کرنا چاہیے۔"

"سوری بھول گئی تھی۔ اب میں روزی کہوں گی۔"

میں مسکراتے ہوئے برتھ پر سے اُٹھ کر ٹائیلٹ میں چلا گیا۔ غسل کرنے کے بعد بدن ہلکا ہو گیا۔ دماغ تازگی محسوس کرنے لگا۔ میں نے اجنبی میزبان کے بھیجے ہوئے نئے جوتے اور نیا سوٹ پہنا پھر آئینہ کے سامنے اپنا جائزہ لینے لگا۔ اتنے میں دروازہ کھل گیا۔ وہاں روزی کھڑی تھی۔ اُس نے سنہرے بالوں سے میچ کرتی ہوئی سنہرے رنگ کی میکسی پہنی ہوئی تھی میکسی پر سیاہ اور نارنجی رنگ کے پھولوں کی چھاپ تھی۔ وہ پھول اُس کے بدن کے نشیب و فراز کے ساتھ کھل رہے تھے۔ جی میں آ رہا تھا کہ پھولوں کی انجمن میں دونوں ہاتھوں سے لُوٹ مار مچا دوں۔

مگر وہ حسب عادت پھر اجنبی بن گئی تھی مجھ پر گہرے نیلے رنگ کا سوٹ بج رہا تھا ـــــ کیونکہ مجھ پر نظر پڑتے ہی وہ چند لمحوں تک مجھے دیکھتی رہ گئی تھی۔ پھر جلدی اُس نے نظریں ہٹا لیں۔ اجنبی سی بن کر اندر آئی۔ میں نے پوچھا "تم نے یہاں آ کر مجھے جگایا نہیں؟"

وہ برتھ پر بڑے تکلف سے بیٹھتے ہوئے بولی۔ "میں گاڑی چلنے کے بعد یہاں آنا چاہتی تھی مگر تاش کی بازی ادھوری تھی۔ وہ ختم ہونے کے بعد آئی ہوں۔ مجھے شرمندگی ہے کہ آپ میرا انتظار کر رہے تھے اور میں کھیل رہی تھی۔"

میں مسکرانے لگا۔ وہ آپ والے تکلف سے گفتگو کر رہی تھی خود کو ایک نئی لڑکی ثابت کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "مجھے بھوک لگی ہے۔ چلو ڈائننگ کار میں چلیں۔"

میں نے اپنا ایک ہاتھ بڑھایا۔ تاکہ وہ میرے ہاتھ کا سہارا لے کر برتھ پر سے اُٹھ جائے مگر وہ بیٹھی رہی۔ کہنے لگی۔ "مسٹر خرلاک نے کیبن میں کھانا لانے کا آرڈر دیا ہے انھوں نے کہا کہ میں آپ کو جگاؤں اور تیار ہونے کے لیے کہوں۔ آپ تو پہلے ہی سے تیار ہیں۔"

"تو پھر چلو بے بی کے پاس چلتے ہیں۔"

وہ اُٹھ کر دروازے کی طرف جانے لگی۔ میں راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ "میری جان! بار بار یہ اجنبیت اچھی نہیں لگتی۔ مجھے تمہارا اصلی رُوپ ہی پسند ہے۔"

میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا۔ "آؤ رُومانہ!"

"رُومانہ؟" وہ حیرانی سے بولی۔ "اس کیبن میں پہلی بار بھی تم نے مجھے رومانہ کہا تھا۔ میں رُومانہ نہیں ہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بہت اچھا رول ادا کر رہی ہو مگر بہتر یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے اداکاری بھول جاؤ۔ تمہیں سینے سے لگانے کو جی مچل رہا ہے۔"

میں نے آگے بڑھ کر بڑی نرمی سے اُس کے دونوں بازوؤں کو تھام لیا۔ وہ اتنی ہی سختی سے ہاتھ جھٹک کر پیچھے جاتی ہوئی دیوار سے لگ گئی۔ اسی لمحہ اُس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر چھوٹا سا پستول نکال لیا۔ "خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ ورنہ ہوس میں مارے جاؤ گے۔"

کھٹ کھٹا کھٹ۔ کھٹ کھٹ کھٹا کھٹ۔ ٹرین کی رفتار سے زیادہ پستول کی گولی اپنی رفتار دکھاتی ہے۔ ہوس میں مرنا منظور نہ تھا۔

اور گولی کی رفتار سے زیادہ سوچ کی رفتار اپنا اثر دکھاتی ہے لیکن میں سامنے کھڑی ہوئی روزی کی آنکھوں کے راستے اُس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکا۔ کیونکہ اُس کی آنکھوں پر روزی کی مصنوعی آنکھوں کے آئی لینس چڑھے ہوئے تھے اور جس روزی کے میک اَپ میں رُومانہ سفر کر رہی تھی وہ روزی نہ جانے کب کی مر کھپ چکی تھی۔

میں نے اُس اجنبی حسینہ کے لہجہ کو یاد کیا۔ چونکہ میں اب تک اسے رُومانہ کی اداکاری سمجھ رہا تھا۔ اِس لیے اجنبی لب و لہجہ پر دھیان نہ دے سکا تھا۔ اس وقت بھول گیا۔ بہرحال اُس پستول والی سے بعد میں بھی نمٹ سکتا تھا۔ مجھے رُومانہ کی فکر تھی کہ وہ کہاں چلی گئی ہے۔ مجھے فوراً ہی اُس کے پاس پہنچنا تھا۔

اس سے پہلے کہ میں رُومانہ سے دماغی رابطہ قائم کرتا۔ وہ حسینہ بول پڑی۔ "مسٹر انتونی! آج تک مجھے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکا۔ مجھے یقین دلایا گیا تھا کہ میں اس کیبن میں محفوظ رہوں گی لیکن تم مجھے اپنی محبوبہ سمجھ کر مجھ سے آگے بڑھنا چاہتے ہو۔"

میں نے اُس کے لہجے کی ڈور کو تھام لیا مگر خود کسی عورت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے بچے کا کان پکڑ کر اُسے ڈانٹ رہی تھی۔ یعنی وہ پستول والی کا اپنا لہجہ نہیں تھا۔ وہ اب تک اسرار کے پردے میں چھپی تھی۔ میں نے کہا۔ "تم روزی نہیں ہو؟"

وہ بولی۔ "اگر تمہاری روزی ہوتی تو پستول نہ دکھاتی۔"

"پھر تم کون ہو؟"

"یہ بنکاک پہنچ کر بتاؤں گی۔"

میں نے کہا۔ "ہم بنکاک تک ہم سفر رہیں گے۔ کیا ہی اچھا ہو تم اپنے بارے میں باتیں کرتیں۔"

وہ مجھے گھور کر دیکھنے لگی۔ کچھ سوچ رہی تھی۔ پھر بولی۔ "تمہاری یہ بات مجھے اُلجھا رہی ہے۔"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ مجھے ہدایت دی گئی ہے کہ میں اپنے مخصوص لہجے میں انتونی سے باتیں نہ کروں اور تم میرے مخصوص لہجہ کی بات کر رہے ہو۔ مجھے بتاؤ کہ میرے مخصوص لہجہ کو اتنی اہمیت کیوں حاصل ہو گئی ہے۔"

میں نے جواب دیا۔ "شاید اِس لیے کہ میں تمہیں تمہارے لہجے سے پہچان لوں گا۔"

"میں تمہیں نہیں پہچانتی۔ کیا تمہارا یہ اصل رُوپ نہیں ہے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں اصلی آدمی نظر نہیں آ رہا ہوں۔"

وہ مجھے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "تمہیں دیکھ کر میک اپ کا شبہ نہیں ہو رہا ہے مگر کبھی کبھی تمہارا لہجہ کچھ جانا پہچانا سا لگتا ہے۔"

میں نے ذرا محتاط ہو کر کہا۔ "شاید ہم پہلے کبھی مل چکے ہوں ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنا چاہیے۔"

"میں ایک سوال کرتی ہوں۔ صرف اتنا بتا دو۔ کیا تم فرہاد ہو؟"

میں نے چونک کر اُسے دیکھا۔ پھر فوراً ہی سنبھل کر پوچھا۔ "فرہاد؟ کون فرہاد؟ کیا تمہارا کوئی بوائے فرینڈ ہے؟"

وہ سخت لہجے میں بولی۔ "میں نے کبھی کسی مرد سے دوستی نہیں کی۔ بس مجھے کبھی کبھی تمہارا لہجہ فرہاد کی طرح لگتا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا فرہاد کوئی ایسا عجوبہ ہے جس کے سامنے لہجہ بدل کر گفتگو کی جاتی ہے۔"

حسینہ نے کہا۔ "یہی بات مجھے اُلجھا رہی ہے کہ تمہارے سامنے آنے سے پہلے مجھے آنکھوں پر لینس چڑھانے اور لہجہ بدلنے کے لیے کیوں کہا گیا؟"

"کس نے تمہیں کہا ہے؟"

"میں تمہیں کیوں بتاؤں؟ تم میرا اصلی رُوپ دیکھنا چاہتے ہو۔ وہ بنکاک میں دیکھ لو گے۔"

"اِس کا مطلب ہے کہ تمہیں ہدایات دینے والے یہ چاہتے ہیں کہ میں بنکاک پہنچنے تک زندہ رہوں۔"

اُس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ میں نے پوچھا۔ "تو پھر تم مجھے گولی کیسے مار سکو گی؟"

"ایں؟" وہ گڑبڑا گئی۔ پھر جلدی سے بولی۔ "میں میرے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو گی تو گولی مار دوں گی۔"

"تمہارے مزاج کے خلاف کوئی بات نہیں ہو گی۔"

یہ کہتے ہوئے میں کھڑکی کی طرف جانے کے لیے گھوم گیا۔ مقصد یہ تھا کہ فاصلہ ناپ لوں کہ میری لات کتنے فاصلے سے پستول پر پڑے گی فلمنگ کے دوران ایک ایک انچ کے فاصلے اور ایک ایک لمحہ کا حساب بڑی اہمیت رکھتا ہے اور میں ایسے حساب کتاب کا عادی ہو گیا تھا میری لات ٹھیک اُس کی کلائی پر پڑی۔ پستول ہاتھ سے نکل کر برتھ پر چلا گیا۔ جُوتے کی ٹھوکر پڑتے ہی وہ تکلیف سے چیخ پڑی۔ تکلیف محسوس ہونے کے بعد تنہا ہونے کا احساس ہوا۔ وہ پلٹ کر کیبن سے بھاگنا چاہتی تھی۔ مگر اتنی دیر میں مَیں نے اُسے بازو سے پکڑ کر اپنی آغوش میں بھر لیا۔

وہ میری آغوش سے نکلنے کے لیے خاموشی سے جدوجہد کرنے لگی۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اپنی آواز، اپنے لہجے میں بولے اُسے بولنے پر مجبور کرنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ پہلے اُس کے لبوں پر مُہر لگا دی جائے۔ پھر جیسے بوتل سے کاک اُڑتا ہے اُسی طرح اُس کے لب کھل جائیں گے۔

"اُوں۔ وُں۔ وُں ...." جیسے الف لیلوی بوتل میں جن بند ہوتا ہے۔ ویسے اُس کی آواز قید ہو گئی تھی۔ وہ سر کو جھٹک کر میری گرفت سے نکلنا چاہتی تھی مگر اُس کا سر میرے ہاتھوں کے شکنجہ میں تھا۔

میں نے اچانک اُسے چھوڑ دیا۔ اچانک ہی زلزلہ آ گیا۔ وہ غصہ سے بے قابو ہو کر مجھے مارنے اور گالیاں دینے لگی۔ "ذلیل کمینے بدمعاش میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی تجھے مار ڈالوں گی یا خود مر جاؤں گی۔"

میں نے اُسے دھکا دے کر برتھ پر گرا دیا۔ پھر برتھ پر سے پستول اُٹھا لیا۔ اُس کے غصے سے بے قابو ہونے والے لہجے نے بتا دیا تھا کہ وہ مونا ہے۔

وہ برتھ پر گرنے کے بعد دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رو رہی تھی اِس لیے رو رہی تھی کہ آج تک کوئی اُس تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ میں اُس کی زندگی میں پہلا ظالم تھا۔ میں کیا کروں؟ اگر مجھے پہلے معلوم ہو جاتا کہ وہ مونا ہے تو میں اُس کے غرور کو کبھی ٹھیس نہ پہنچاتا۔ غلطی اُس کی تھی۔ ایک تو گولی مارنے کی دھمکی دے رہی تھی۔ دوسرے پُراسرار بن رہی تھی اور میں کسی بھی پُراسرار ہم سفر کے ساتھ بنکاک تک کا فاصلہ طے نہیں کر سکتا تھا۔

وہ رونے کے دوران سوچ کے ذریعے مجھے پکار رہی تھی۔ "فرہاد! تم کہاں ہو، کل سے مجھے بھولے ہوئے ہو۔ اب تو آ جاؤ۔ اِس کمینے کو ایسی دماغی اذیتیں پہنچاؤ کہ یہ میرے سامنے تڑپ تڑپ کر مر جائے۔"

میں سچ کہتا ہوں۔ اُس وقت میرے دل میں اُس کے لیے بڑا درد پیدا ہوا۔ میں نے بڑے دُکھ سے سوچا کہ انجانے میں سہی مگر ایک پارسا لڑکی پر میں نے ظلم کیا ہے۔ پہلے سوچا کہ اپنی اصلیت ظاہر کر دوں پھر خیال آیا۔ اُس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی۔ وہ بڑے اعتماد سے مجھے پکار رہی تھی۔ میں تو لیٹرا بن چکا تھا۔ میں جو وعدہ کر چکا تھا کہ اُسے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اپنی طرف مائل ہونے پر مجبور نہیں کروں گا۔

میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "میں اب تمہیں ہاتھ بھی

نہیں لگاؤں گا۔ مجھے معاف کر دو۔"

وہ اپنے چہرے پر سے ہاتھ ہٹا کر غصہ سے دیکھنے لگی۔ پھر مٹھیاں بھینچ کر بولی: "مجھے وہ پستول دو۔ میں تمھیں مار ڈالوں گی۔"

"میں ابھی یہ پستول تمھیں نہیں دوں گا۔ مگر مجھے اپنی صفائی میں کچھ کہنے دو۔ تمھیں اپنی عزت پیاری ہے۔ مجھے اپنی جان عزیز ہے۔ میں جان بچانے کے لیے غصہ میں ایسی حرکت کر بیٹھا۔ تم خود ہی سوچو غصہ میں انسان سب کچھ بھول جاتا ہے۔ تم بھی بھول کر اپنے اصل لہجے میں بول رہی ہو۔"

وہ چونک کر سوچنے لگی: "آں۔ ہیں۔ میں سچ مچ اپنی آواز میں اتنی دیر سے بول رہی ہوں۔ مجھے ماسٹر نے سمجھایا تھا کہ یہ سپر ماسٹر کا حکم ہے۔ مجھے انتونی کے سامنے آواز اور لہجہ بدل کر بولنا چاہیے۔ مگر کیوں؟ کیا یہ مجھے میرے لہجہ سے پہچان رہا ہے؟"

اُس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر اُسے میرا جارحانہ انداز یاد آیا۔ وہ غصہ سے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا: "میں اپنی غلطی کی معافی مانگ رہا ہوں۔ تم بھی اپنی غلطی کا اعتراف کرو مادام زہریلی۔"

وہ ایک دم سے اُچھل کر کھڑی ہو گئی: "کون ہو تم؟ مجھے کیسے پہچان گئے؟"

"میں فرہاد کا ایک جانثار دوست ہوں۔ جب تم اسکندریہ سے ماسٹر زیدا کے ساتھ کوالالمپور آ رہی تھیں تو اُس طیارے میں میں بھی موجود تھا۔ تمھارے باس نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ میں تمھاری آواز اور لہجے سے تمھیں پہچان لوں گا۔"

وہ مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی: "اچھا تو اُس طیارے میں رُومانہ بھی تھی اور ابھی بے فی اور تم نے مجھے رُومانہ کہا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ تمھارے ساتھ اس کیبن میں رُومانہ سفر کر رہی تھی۔"

"ہاں ہم دونوں فرہاد کو تلاش کرنے ملایا آئے تھے۔ اب بنکاک جا رہے ہیں۔ اب تم سچ سچ بتا دو کہ رُومانہ کو کہاں غائب کیا گیا ہے اور تم اُس کی جگہ کیسے آ گئیں؟"

وہ بولی: "میں نے اس ٹرین میں رُومانہ کو دیکھا تک نہیں ہے۔ میں اپنے کیبن نمبر گیارہ میں تھی۔ بنکاک کا ایک ماسٹر جسے میں صورت شکل سے نہیں پہچانتی ہوں۔ اُس نے کوڈ ورڈز کے ذریعہ اپنا تعارف کرایا۔ پھر ایک سوٹ کیس کھول کر روزی کی تصویر اور میک اپ کا سامان میرے سامنے رکھتے ہوئے بولا: سپر ماسٹر کا حکم ہے۔ روزی کا میک اپ کرو۔ یہ لڑکی کیبن نمبر چار میں ایک انتونی نامی شخص کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ اِسے ہم نے غائب کر دیا ہے۔ لہٰذا مجھے بنکاک تک روزی کا رول ادا کرنا ہو گا۔ میں اپنی آواز اور لہجے میں نہ بولوں۔ ورنہ تم مجھے پہچان لو گے۔ مکمل رازداری کے لیے آنکھوں پر یہ آئی لینس بھی چڑھا دیے گئے۔"

اس دوران میں اُس کے ذہن کو پڑھتا رہا۔ وہ درست کہہ رہی

تھی۔ میں نے چہرے سے پریشانی ظاہر کی جیسے سوچ رہا ہوں۔ مگر [illegible] میں میری سوچ کی لہریں رُومانہ تک پہنچ گئی تھی۔ وہ بانس کی ایک [illegible] میں ایک بستر پر آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے کہا: "ہیلو رُومانہ! [illegible] کہاں پہنچ گئیں؟"

"اوہ فرہاد! اتنی دیر بعد تمھیں میرا خیال آیا ہے۔ کیا تمھیں کوئی حادثہ پیش آ گیا تھا؟"

"نہیں میں خیریت سے ہوں۔ تفصیلی باتیں تھوڑی دیر بعد کروں گا۔ اتنا بتا دو تمھارے لیے کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟"

"فی الحال خطرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ شاید میں اُسی جنگل میں ہوں جہاں ٹرین روکی گئی تھی۔"

"تم کوئی تر نوالہ تو نہیں ہو کہ جنگل والے تمھیں ہوش و حواس میں آسانی سے نگل لیتے۔ کیا ہوا تھا؟"

"میں ڈائننگ کار میں کافی پی رہی تھی۔ پینے کے بعد احساس ہوا کہ کوئی نیند یا خمار آلود دوا میرے حلق سے اُتر چکی ہے۔ پھر مجھے [illegible]"

"میں سمجھ گیا۔ آرام کرو۔ میں ابھی رابطہ قائم کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں دماغی طور سے مونا کے سامنے کیبن میں حاضر ہو گیا۔ [illegible] اب بھی مجھے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا: "مونا! تھوڑی دیر پہلے تم مجھ پر فرہاد ہونے کا شبہ کر رہی تھیں۔ کیا تم فرہاد سے مل چکی ہو؟"

"ہاں۔ مجھے اُسی کا انتظار ہے۔ وہ سوچ کے ذریعہ رابطہ قائم کرے گا تو میں تمھیں عبرتناک سزا دلاؤں گی۔ تم شیطان کے بچے......"

میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا: "تم زیادتی کر رہی ہو۔ اپنی غلطی کو نہیں سمجھ رہی ہو۔ بہر حال میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ میرا تمھارا فیصلہ وہی کرے گا۔ ہم صرف انسان کی صورت کو دیکھتے ہیں۔ وہ انسان کی نیت کو پڑھ لیتا ہے اور میری نیت نہ تو پہلے تم پر خراب تھی اور نہ اب ہے۔"

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ بے فی کی آواز سنائی دی۔ مونا نے دروازہ کھول دیا۔ بے فی نے کہا: "بھائی چلیے کھانا آ گیا ہے۔"

مونا سامنے والے کیبن میں چلی گئی۔ میں نے بے فی کو اندر بلا کر آہستگی سے کہا: "دیکھو یہ روزی ہے۔ اُس کے سامنے مجھے فرہاد بھائی کہہ دینا۔ یہ رُومانہ نہیں ہے۔"

"اچھا!" وہ حیرانی سے بولی: "پھر کون ہے؟ رُومانہ کہاں ہے؟"

"میں بعد میں سب کچھ بتا دوں گا۔ تم شرلاک بلا کر یہی سمجھا دینا کہ مجھے فرہاد کہہ کر مخاطب نہ کیا جائے۔ اب چلو۔"

میں اُس کے ساتھ اُن کے کیبن میں آیا۔ بے فی نے کہا: "شرلاک! ذرا ایک منٹ۔ میری بات سن لو۔"

شرلاک باہر چلا گیا۔ پھر تھوڑی دیر میں وہ دونوں واپس آ کر کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ میں نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا: "شرلاک!

میں ایک چونکا دینے والی بات کر رہا ہوں۔ یہ جو ہمارے ساتھ روزی بیٹھی ہے۔ یہ نہ تو روزی ہے۔ نہ رُومانہ......"

"کیا واقعی؟" شرلاک اور بے فی دونوں نے حیرانی کا اظہار کیا۔ میں نے کہا: "بے فی! میں نے اپنے ایک دوست فرہاد کا ذکر کیا تھا۔ یاد ہے نا؟"

وہ بولی: "ہاں۔ ایسے عجیب و غریب شخص کو کون یاد نہیں رکھے گا۔ مگر یہ محترمہ کون ہیں؟"

"یہ مونا ہے میرے دوست فرہاد کی دوست ہے۔"

"اچھا۔ پھر تو مونا سے مل کر ہمیں خوشی ہو رہی ہے مگر رُومانہ کہاں ہے؟"

میں نے کہا: "تم لوگوں کو اُس کی فکر ہو گی لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ ہے کی بھا لیہ ہے۔ اُسے کوئی چھپا نہیں سکے گا۔ میں بنکاک پہنچتے ہی دوسری ٹرین سے واپس اُسی جنگل میں پہنچوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ رُومانہ کو اغوا کر کے اُسی جنگل میں لے جایا گیا ہے۔ اچھا اب مجھے کھانے دو۔ تمھیں معلوم ہے کہ میں کھاتے وقت باتیں نہیں کرتا۔"

بے فی اور شرلاک سمجھ گئے کہ میں خیال خوانی شروع کر رہا ہوں۔ مونا چُپ چاپ سر جھکائے کھانے میں مصروف تھی۔ میں رُومانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی۔ رابطہ قائم ہوتے ہی بولی: "فرہاد! میں اِس جھونپڑی میں ایک بوڑھی عورت اور اُس کے جوان بیٹے کے ساتھ ہوں۔ وہ نوجوان ابھی کہہ رہا تھا کہ فرہاد رابطہ قائم کرے تو اُسے اطلاع دی جائے۔ گوریلا فوج کا ایک کمانڈر تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔"

"اُسے بتا دو میں آ گیا ہوں۔ وہ اپنے کمانڈر کو بلا لے۔"

وہ بستر سے اُٹھ کر باہر جانے لگی۔ اُٹھنے کے بعد اُس کا سر ذرا چکرانے لگا تھا۔ میں نے پوچھا: "کیا اُس دوا کا اثر ابھی تک ہے؟"

"ہاں۔ ہلکا ہلکا سا سرور ہے۔ میں نے کبھی نشہ کی کوئی چیز استعمال نہیں کی۔ اس لیے ایسا محسوس کر رہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد نارمل ہو جاؤں گی۔"

وہ جھونپڑی کے باہر آئی۔ وہ جھونپڑی بانسوں کے جھنڈ میں چھپی ہوئی تھی۔ اس جھنڈ سے پرے اکا دُکا مسلح گوریلے نظر آ رہے تھے۔ جھونپڑی کے برآمدے میں ایک پیتل کی تھال لٹک رہی تھی۔ اُس کے ساتھ لکڑی کا ایک ہتھوڑا تھا۔ رُومانہ نے اس ہتھوڑے کو لے کر تھال پر مارا۔ اُس کی آواز جنگل کے سناٹے میں دُور تک لرزتی لہراتی چلی گئی۔

ایک منٹ بعد ایک مسلح جوان بانس کی جھاڑیوں سے گزرتا ہوا رُومانہ کے سامنے آ کر سپاہیانہ ادب سے کھڑا ہو گیا: "یس مادام؟"

"اپنے کمانڈر کو اطلاع دو۔ رابطہ قائم ہو گیا ہے۔"

"آل رائٹ مادام۔" وہ اباؤٹ ٹرن ہو کر چلا گیا۔

رُومانہ جھونپڑی کے اندر کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے اُسے بتایا کہ اُس کے اغوا کے بعد مونا، روزی کے میک اپ میں میرے پاس پہنچ گئی ہے۔ وہ مسکرا کر بولی: "اللہ شکر خورے کو شکر دیتا ہے۔ مبارک ہو، نئی شکر برآمد ہو گئی ہے۔"

"نہیں رُومانہ! میں اُسے ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

"میرے سامنے پارسائی نہ جتاؤ۔"

"پارسا میں نہیں ہوتا ہے۔ تم جانتی ہو جو راضی نہ ہو میں اُس کی رضا پر اُسے چھوڑ دیتا ہوں۔"

میں نے اُسے بتایا کہ وہ کس طرح پستول تان کر مجھے مار رہی تھی اور میں نے کس طرح اُسے اسرار کے پردے سے باہر نکالا تھا اور وہ روتی ہوئی فرہاد کو پکار رہی تھی۔ رُومانہ نے کہا: "وہ سچ مچ اچھی لڑکی ہے مگر پھنس جائے گی۔ کیونکہ ایسے وقت میں تمھیں ہی یاد کرتی ہے۔"

میں نے اس موضوع سے ہٹنے کے لیے کہا: "تم نے کس بحث میں اُلجھا دیا ہے۔ ہمیں موجودہ سچویشن پر بحث کرنا چاہیے۔"

وہ بولی: "پہلے کمانڈر سے مذاکرہ ہو جائے۔ پھر اُس کی روشنی میں بحث ہو گی۔"

اُسی وقت کمانڈر جھونپڑی میں داخل ہوا۔ اُس کے پیچھے دو مسلح جوان تھے۔ اُس نے بڑی نرمی سے پوچھا: "مادام! کیا مسٹر فرہاد موجود ہیں؟"

"ہاں۔ اب وہ تم سے باتیں کریں گے۔"

کمانڈر نے رُومانہ کے سامنے الرٹ ہوتے ہوئے اپنے جوانوں کو حکم دیا: "الرٹ اینڈ ہیو اے سلیوٹ اِن ریسپکٹ آف گریٹ فرہاد علی تیمور۔"

کمانڈر اور اُس کے مسلح ماتحت میرے اعزاز میں فوجی سلیوٹ ادا کر رہے تھے۔ دوسرے لفظوں میں مجھے مکھن لگا رہے تھے۔ میں نے کہا: "ہیلو کمانڈر! فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہے۔"

اُس نے بوکھلا کر اپنے سر کو تھام لیا: "ایں۔ میں سوچ رہا ہوں یا واقعی مسٹر فرہاد مجھ سے مخاطب ہیں؟"

میں نے کہا: "اب تمھاری سوچ تمھاری نہیں ہے۔ کہو تو ثبوت پیش کرنے کے لیے تمھیں مرغا بنا دوں؟"

"آں۔ نن۔ نہیں۔ میں نے آپ کی ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ آپ نے سونیا کے ذریعہ رُومانہ میں جو کمالات دکھائے ہیں اُن کی ریکارڈ کی کاپیاں تنظیم کی تمام شاخوں میں موجود ہیں۔"

"اچھا تو پھر کام کی باتیں کرو۔ مجھے بتاؤ کہ رُومانہ کو قیدی کیوں بنایا گیا ہے؟"

"یا ئی گاڈ مادام قیدی نہیں ہیں۔ یہ جس وقت جہاں چاہیں جا سکتی ہیں۔ البتہ آپ کی یہ شکایت درست ہو گی کہ ہم مادام کو اغوا کر کے یہاں لے آئے۔ آپ یقین کریں کہ یہ سب کچھ غلط فہمی کی بنا پر ہوا ہے۔"

۔ غلط فہمی کی وضاحت کرو۔"

وہ کہنے لگا "جناب! یہ سلسلہ چیانگ پلازہ سے شروع ہوا ہے۔ وہاں ریڈ پاؤر کے ایک باس نے سپر ماسٹر کے کتوں کو چیانگ پلازہ سے بھگانے کے لیے ڈائنا میٹ کے دھماکے کیے تھے۔ ابتدائی دھماکے معمولی سے تھے۔ ماسک مین کو یہ منظور نہ تھا کہ وہاں کی قیمتی مشینیں تباہ ہو جائیں۔ اِس لیے انھیں ابتدائی دھماکوں سے دہشت زدہ کیا گیا۔ نچلی منزل کی تباہی دیکھ کر وہ وہاں سے فرار ہونے لگے مگر ایک ماسٹر ہمارے ہاتھ آ گیا۔"

وہ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولا "ہم اُس ماسٹر کو اپنے ایک آپریشن ہیڈ کوارٹر میں لے کر آئے۔ وہاں دشمنوں کو ایسی اذیتیں دی جاتی ہیں کہ بڑے بڑے شہ زوروں کا پِتّا پانی ہو جاتا ہے۔ ماسٹر کو اپنی تنظیم کا راز اگلنا پڑا۔ ہمارا سب سے اہم سوال یہ تھا کہ اسکندریہ میں بالونک مین رس ونتی کو حاصل کر کے کہاں لے جائے گا؟"

ماسٹر نے جواب دیا "سونیا بالونک مین کی گرفت میں نہیں آ سکی۔ وہ اسکندریہ سے فرار ہو گئی ہے۔ بالونک مین اُس کے تعاقب میں ہے۔ رس ونتی کا کوئی پتہ نہیں ہے۔"

ہم نے ماسٹر کی باتوں کا یقین نہیں کیا۔ یہ اطلاع ہمیں مِل چکی تھی کہ بالونک مین اور سونیا چوہے بلی کا کھیل کھیل رہے ہیں اور اس کھیل کے دوران رس ونتی کو چُپ چاپ اسکندریہ سے باہر کہیں بھیج دیا گیا ہے۔ ہم نے ماسٹر کو مزید اذیتیں پہنچائیں تب اُس نے کہا۔

"بتاتا ہوں، بتاتا ہوں، وہ جمشید جبران نے رس ونتی کو اپنے ایک ماتحت کے ساتھ کوالالمپور بھیج دیا ہے۔ اب وہ دو گھنٹے بعد بذریعہ ٹرین بنکاک جائیں گے۔ جبران کا ماتحت انتونی نامی ایک شخص کے میک اپ میں ہے اور رس ونتی روزی کے بہروپ میں اُس کے ساتھ رہے گی۔"

کمانڈر کی باتیں سُن کر میں نے پوچھا "اچھا تو تم رُومانہ کو... رس ونتی سمجھ کر لے گئے ہو؟"

"جی ہاں۔ پہلے ہمیں یقین نہیں تھا مگر ہم نے اُس ٹرین میں ماسٹروں کی تنظیم کی ایک اہم مادام زہریلی (مونا) کو دیکھا۔ ہمارے قیدی ماسٹر نے بتایا تھا کہ مادام زہریلی ٹرین میں رس ونتی پر کڑی نظر رکھنے کے لیے اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود رہے گی۔ یہ سب کچھ دیکھنے اور یقین کرنے کے بعد ہم نے ٹرین کو جنگل میں روک دیا تھا۔ بظاہر یہ مطالبہ تھا کہ ہمارے ایک لیڈر اور جانبازوں کو رہا کیا جائے۔ لیکن حقیقتاً اس دُنیا کی دو بڑی تنظیموں کا واحد اور اہم مطالبہ رس ونتی ہے۔"

"اچھا پھر کیا ہوا؟"

"پھر میں ایک ماسٹر بن کر مادام زہریلی کے کیبن میں گیا۔ مجھے ماسٹر اور مادام کے تعارفی کوڈ ورڈز معلوم ہیں۔ میں نے مادام زہریلی سے کہا۔ یہ کیمونسٹ گوریلے رس ونتی کو اغوا کر سکتے ہیں۔ اس لیے ... ٹرین میں ہی رس ونتی کو روزی کے میک اپ کی بجائے ... میک اپ میں چھپا دیں گے۔ سپر ماسٹر کا حکم ہے کہ مادام زہریلی ... تک روزی کا رول ادا کرے۔"

میں نے کمانڈر سے سوال کیا "مادام زہریلی سے یہ کیوں کہا ... تھا کہ وہ اپنی آواز اور لہجے میں گفتگو نہ کرے؟"

"اس لیے کہ مادام زہریلی اسکندریہ میں جبران کے ماتحتوں ... ٹکرا چکی تھی۔ ہم نے سوچا۔ رس ونتی کے ساتھ سفر کرنے والا ماتحت ... زہریلی کو اُس کے چہرے آنکھوں سے یا آواز سے پہچان لے گا ... ہم نے زہریلی کو پُراسرار بنا دیا۔"

"اس مقصد کے لیے مادام زہریلی کو کیوں استعمال کیا گیا؟"

"ہم نے سپر ماسٹر کے ساتھ ایسا مذاق کیا تھا کہ وہ پاگل ... تک جھنجلاہٹ میں مبتلا ہو جاتا۔ ہماری معلومات کے مطابق ... نمبر چار میں رس ونتی روزی بن کر سفر کر رہی تھی۔ بنکاک میں سپر ماسٹر ... آدمی جب روزی کے میک اپ کے پیچھے رس ونتی کو دیکھنا چاہتے ... تو انھیں اپنی ہی مادام زہریلی نظر آتی۔"

میں نے کمانڈر سے کہا "سپر ماسٹر بیوقوف نہ بن سکا تم ... بن کر میری رُومانہ کو لے گئے۔"

"مجھے افسوس ہے فرہاد صاحب کہ ہماری وجہ سے آپ کو الجھن ..."

میں نے کہا "جو کچھ بھی ہوا۔ رُومانہ کو اب بنکاک پہنچا دو۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ مگر پہلے آپ ہمارے ماسک ... کا پیغام سُن لیں۔"

"سناؤ۔"

"یہ ماسک مین کی دوستانہ اطلاع ہے کہ سپر ماسٹر آپ کے خلاف آپ کی لاعلمی میں کوئی گہری چال چل رہا ہے۔"

کمانڈر کی بات دُرست معلوم ہوئی۔ کیونکہ رس ونتی کی ... حالت میں یہ راز ظاہر ہوا تھا کہ مونا کے دماغ میں خیال خوانی کرنے ... والی تیسری ہستی موجود رہتی ہے۔ میں نے پوچھا "تمھارے ماسک ... سپر ماسٹر کی کسی چال کا کیسے علم ہوا؟"

"جناب! یہ میں نہیں جانتا۔ ماسک مین نے مجھے آپ تک ... پہنچانے کے لیے کہا ہے کہ سپر ماسٹر بظاہر آپ کو نظر انداز کر کے ... رس ونتی کے پیچھے پڑا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی سازشی منصوبے کے ... مطابق آپ کے ساتھ ساتھ ہے۔ آپ کو ملایا سے نکال کر بنکاک ... میں اُسی کا ہاتھ ہے۔"

ماسک مین کی اطلاع میرے شُبہ کے مطابق دُرست تھی۔ ... لے پوچھا "تم لوگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ میں بنکاک میں ہوں؟"

"یہاں ہمارے پاس مادام رُومانہ کی موجودگی یہ ثابت کرتی ...

... انتونی کے رُوپ میں بنکاک جا رہے ہیں۔ اگر مادام کو اغوا کرنے کے ... ہمیں یہ اطلاع مِل جاتی تو میں ٹرین میں آپ سے ضرور ملاقات کرتا۔ ... ماسک مین کا مشورہ ہے کہ آپ بنکاک میں زیادہ قیام نہ ... سپر ماسٹر کسی گہری سازش کے تحت آپ کو وہاں پہنچا رہا ہے۔"

"ہوں ... میں ماسک مین کے اِس مشورے پر غور کروں گا۔"

وہ بولا "جناب! تھائی لینڈ کا راستہ ہمارے لیے بند ہے۔ ہم ... کو بنکاک نہیں پہنچا سکیں گے۔ ابھی ہماری ایک ٹیم کوالالمپور ... ہے۔ ہم مادام کو اُس ٹیم کے ساتھ بھیج دیں گے۔ چونکہ آپ کوالالمپور ... نہیں جا سکیں گے۔ اِس لیے مادام اُس ٹیم کے ساتھ ہندوستان چلی جائیں گی۔ آپ کے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ مناسب سمجھیں تو ... بنکاک سے ہندوستان چلے جائیں۔ اُمید ہے کہ آپ ہماری مجبوری سمجھیں گے۔"

سونیا اور رس ونتی نے بھی ہندوستان کا قصد کیا تھا۔ رس ونتی بھی وہاں جانا چاہتی تھی۔ اپنے ماں باپ اور بہن کو میکے ... ہندوستان سے باہر لانا چاہتی تھی۔ کیا یہ بھی ایک اتفاق تھا کہ ... کر وہ لوگ اُسی دیس میں پہنچ رہے تھے۔

نہیں۔ اتفاق نہیں گہری سازش تھی۔ بہت دُور سے جال بچھایا ... ہے تھے کہ میں، سونیا، رومانہ اور رس ونتی سب کے سب ایک جگہ ... ہو جائیں۔ میں نے چند لمحوں تک غور کیا۔ پھر جواب دیا "اچھی بات ... رُومانہ کو ہندوستان بھیج دو۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"تھینک یو مسٹر فرہاد! اور کوئی حکم؟"

"حکم نہیں گزارش ہے کہ رُومانہ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔"

"جناب! ہم شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔ آپ کی عزیز ہستی ... پھولوں کی مسند پر بٹھا کر ہندوستان پہنچائیں گے۔"

"شکریہ۔ اب میں جا رہا ہوں۔ او کے سو فار..."

میں رُومانہ کے وجود میں پہنچ گیا۔ کمانڈر اپنے ماتحتوں کے ساتھ ... جا رہا تھا۔ میں نے رُومانہ سے کہا "وہ بیوقوف اُونچی آواز میں مجھ ... ہم کلام تھا۔ تم نے ساری باتیں سمجھ لی ہوں گی۔"

"ہاں سمجھ گئی ہوں مگر اُس کے باوجود اور بھی سمجھنے کے لیے بہت ... ہو گیا ہے۔ مثلاً یہ کہ ریڈ پاور جیسی تنظیم کے لیے مجھے بنکاک بھیجنا اتنا ... مشکل نہیں ہے جیسا کہ وہ ظاہر کر رہے ہیں۔ اِس بہانے وہ مجھے ہندوستان ... بھیج رہے ہیں۔"

"بہت خوب رُومانہ! تم بہت ذہین ہو۔ آگے بتاؤ تم نے کیا ... اندازہ کیا ہے؟"

"یہ کہ وہ ٹرین رس ونتی کے لیے نہیں تمھارے لیے روکی گئی تھی۔ ... براہِ راست چھیڑنا نہیں چاہتے تھے۔ اِس لیے مجھے لے آئے۔ ... ہندوستان پہنچا یا جائے تو تم بھی مجبوراً میری خاطر وہاں پہنچ جاؤ۔"

"تم ٹھیک میری لائن پر سوچ رہی ہو۔"

وہ بولی "جیسا کہ میں ابھی کہہ چکی ہوں۔ وہ تمھیں براہِ راست چھیڑنا نہیں چاہتے۔ میری اِس بات کو اہمیت دے کر سوچو کہ وہ اجنبی میزبان تمھیں براہِ راست نہیں چھیڑ رہا ہے۔ پھر وہ بالواسطہ چھیڑنے والا اجنبی مہربان کیا ماسک مین نہیں ہو سکتا؟"

اُس نے بڑی چونکا دینے والی بات کہی تھی۔ میں نے کہا "رُومانہ! میں تھوڑی دیر کے لیے اُس اجنبی مہربان کو بھول گیا تھا۔ تمھاری بات دل کو لگ رہی ہے۔ ٹھہرو۔ ذرا مجھے سوچنے دو۔"

میں سوچنے کے لیے دماغی طور سے بے بی اور شرلاک کے کیبن میں حاضر ہو گیا۔ مونا کھانے سے فارغ ہو کر جا رہی تھی۔ میں نے اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ بولی "سوری میں ذرا تنہائی چاہتی ہوں کیبن میں آرام کروں گی۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ بے بی نے دروازہ بند کرتے ہوئے رُومانہ کی خیریت دریافت کی۔ میں نے کہا "وہ خیریت سے ہے۔ ریڈ پاور کا ماسک مین اُسے ہندوستان بھیج رہا ہے۔ اب رُومانہ کے لیے مجھے بھی وہاں جانا ہو گا۔"

وہ ایک دم سے اُداس ہو کر بولی "بھائی! کیا ہم ساتھ نہیں رہ سکیں گے؟"

"بے بی! تم میری داستانِ حیات سُن چکی ہو۔ سُننا اور ہے دیکھنا اور ہے۔ دیکھ لو کہ مجھے ایک پَل کا ثبات حاصل نہیں ہے۔ تقدیر میری پیٹھ پر کوڑے مار مار کر اِدھر سے اُدھر بھگاتی رہتی ہے۔"

"کیا آپ رُومانہ کو ہندوستان سے بنکاک نہیں بُلا سکتے؟"

"ایسا ہو سکتا ہے لیکن رس ونتی کا خاندان وہاں مصائب میں گِھرا ہوا ہے۔ میرا وہاں جانا ضروری ہے۔"

وہ بولی "میں دُعا کروں گی کہ اُن کی مصیبتیں دُور ہو جائیں اور آپ میرے ہی پاس رہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا "میں بھی دعا کروں گا کہ تمھاری دُعا قبول ہو جائے۔ اچھا اب تم شرلاک سے باتیں کرو۔ میں ذرا موجودہ حالات پر غور کروں گا۔"

میں برتھ کی پچھلی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ پہلے میں نے مونا کی سوچ پڑھی۔ وہ میرے کیبن میں تھی اور اُس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا تھا۔ میں نے اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اب اُس اجنبی مہربان کے متعلق سوچنا تھا۔ اُس نے بظاہر حد سے زیادہ دوستی کا ثبوت دیا تھا۔ وہ چاہتا تو اُس بنگلے میں صبح کے وقت مجھے نیند کی حالت میں قتل کر سکتا تھا۔ موتی ملازمہ کے ذریعہ میرے کھانے میں زہر ملا سکتا تھا۔ یہ باتیں دوستی کا مظہر تھیں۔

لیکن سیاست یہ تھی کہ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے اور میری ذات

سے اُسے فائدے پہنچتے رہیں۔ بقولِ رُومانہ وہ مجھے براہِ راست نہیں چھیڑ رہا تھا۔ میری ساتھی رُومانہ کو آلۂ کار بنا رہا تھا تاکہ میں ہندوستان میں رس ونتی تک پہنچوں اور وہ میرے ذریعے رس ونتی تک پہنچ جائے۔

ایک سوال یہ ہے کہ اجنبی مہربان کو یہ اطلاع کیسے ملی کہ ہندوستان میں رس ونتی کے رشتے داروں کو نظر بند رکھا گیا ہے؟

نظر بندی کے اس خاص اور اہم راز کو صرف وہاں کی سرکار جانتی تھی۔ چونکہ اُس دیس میں ریڈ پاور کا اثر ہے اس لیے ماسک مین وہاں کے سرکاری راز کو جانتا ہے۔

ماسک مین جانتا ہے کہ رس ونتی اپنے ماں باپ اور بہن کی رہائی کے لیے وہاں پہنچے گی تو سونیا اُسے ہزار پردوں میں چھپا کر رکھے گی۔ لہٰذا فرہاد کو بھی وہاں پہنچایا جائے۔ ماسک مین وہاں بھی فرہاد کا اجنبی میزبان اور دوست بن کر معلومات حاصل کرتا رہے گا کہیں نہ کہیں تو دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ملاقات ہوگی۔ جب بھی وہ کسی ایک مقام پر یکجا ہوں گے۔ انھیں گونگے اور بہرے شکنجوں میں جکڑ لیا جائے گا۔

موجودہ حالات کا اس طرح تجزیہ کرنے سے وہ اجنبی میزبان یقین کی حد تک ماسک مین نظر آرہا تھا۔ وہ بڑی محبت اور خوبصورتی سے مجھے ٹریپ کر رہا تھا۔ ایک بات اور سمجھ میں آئی۔ اُس نے مجھے اپنے بنگلے میں میزبان بنا کر چیانگ پلازہ کی عمارت سے دُور رکھا تھا۔ تاکہ ریڈ پاور کو دوبارہ اُس عمارت کا قبضہ آسانی سے مل جائے۔ اُنھوں نے دوچار دھماکے وہاں کیے۔ سپر ماسٹر کے آدمیوں کو وہاں سے بھگایا اور اب وہ پھر وہاں کے مالک تھے۔

اُسی نے مجھے اطلاع دی تھی کہ چیانگ پلازہ میں میری پسند مونا خطرے میں ہے اور میں نے مونا کو وہاں سے ہٹا دیا تھا۔ یعنی وہ ماسک مین میرے آس پاس رہنے والے ساتھیوں سے فائدہ اُٹھا رہا تھا۔ وہاں ملایا میں میری ساتھی رُومانہ رہی، مونا رہی اور وان ڈے...

وان ڈے کا خیال آتے ہی میں نے اُس سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ پھر ایک دم سے دل دھڑکنے لگا۔ اُس کا دماغ موت کی تاریکیوں میں گم ہو چکا تھا۔ وہ اچانک کیسے مر گیا؟ وہ تو اچھا خاصا صحت مند تھا۔ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ وقت گزار رہا تھا۔ چند سیکنڈ کے لیے میرے اندر ماتمی سکوت طاری رہا۔ میں اُس کے بیوی بچوں کے ذہن تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ کبھی اُن سے رابطہ نہیں رہا تھا۔

ملایا میں ریڈ پاور کا ایک اہم شخص میری سوچ کے شکنجے میں آ سکتا تھا اور وہ تھا چیانگ شی کا۔ میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ جہاں پہنچا ہوا تھا۔ اُس کی توقع میں نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کم بخت ملایا کے جنگل میں رُومانہ کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ ریڈ پاور کی جو ٹیم رُومانہ کو کوالالمپور اور پھر ہندوستان پہنچانے والی تھی۔ چیانگ شی کا اس ٹیم کا لیڈر تھا۔ وہ جنگل کے کچے راستے پر جیپ ڈرائیو کر رہا تھا۔ اُس کے ساتھ والی سیٹ پر رُومانہ بیٹھی تھی اور پیچھے مسلح جوان بیٹھے ہوئے تھے۔ چیانگ شی کا شراب و شباب کا رسیا تھا۔ اِس لیے رُومانہ کے حسن و شباب کے متعلق للچا کر سوچ رہا تھا۔ ماسک مین کے حکم سے رُومانہ کو ہاتھ لگانے اور اُس کے مزاج کے خلاف کوئی بات کرنے کی ممانعت تھی۔ اِس لیے وہ اپنے دل پر جبر کر رہا تھا۔

میں نے رُومانہ کو مخاطب کیا: "ہیلو رُومانہ! یہ چیانگ شی کا تمھارا ہم سفر بن گیا ہے؟"

"ہاں۔ ابھی تمھارے متعلق بکواس کر رہا تھا۔"

"کیا کہہ رہا تھا؟"

"کہہ رہا تھا کہ تم سے مقابلہ کرنے کی حسرت ہے۔ اگر تم ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال نہ کرو تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے تمھارا بھرتہ بنا دے۔"

"میں اُسے اپنی حسرت پوری کرنے کا موقع دوں گا۔ ابھی بُری خبر سنو۔ بیچارہ وان ڈے مر گیا ہے۔"

وہ افسوس کرتے ہوئے بولی: "او گاڈ! مے ہی بی اِن پیس! کیسے مر گیا؟"

"یہی تو معلوم کرنے کے لیے میں چیانگ شی کا کے دماغ میں پہنچا تو اُس کے ساتھ نظر آگئیں۔ میرا خیال ہے وہ بیچارہ ریڈ پاور کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔"

"ٹھہرو۔ میں معلوم کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اُس نے چیانگ شی کا کو مخاطب کیا: "تم میرے علاوہ فرہاد کے اور کتنے ساتھیوں کو دیکھ چکے ہو؟"

اُس نے جواب دیا: "میں فرہاد کے تمام ساتھیوں کو جانتا ہوں لیکن اُس رات چیانگ پلازہ میں مجھے تمھاری اور وان ڈے کی موجودگی کی اطلاع ملی تھی۔"

"وان ڈے کہاں ہے؟"

"یہ تم مجھ سے پوچھ رہی ہو جبکہ وہ تم لوگوں کے ساتھ تھا۔"

"ہم نے اُسے پے نانگ واپس بھیج دیا تھا۔"

"تو پھر وہ پے نانگ میں ہوگا۔ چونکہ وہ فرہاد کے ساتھ رہا ہے اس لیے ماسک مین اُسے ہمیشہ نظروں میں رکھے گا۔ مگر میں نہیں جانتا۔ تم فرہاد سے پوچھ لو۔"

رُومانہ نے مجھ سے پوچھا: "کیا اِسے بتا دوں کہ وہ مر گیا ہے؟"

"نہیں۔ میں چیانگ شی کا کے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔ وہ بھی وان ڈے کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔ میں اُس کی موت کا سبب معلوم کرنے کی فکر میں ہوں۔ تم بے فکر رہو۔ چیانگ شی کا تمھیں ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔ ماسک مین نے اُسے سختی سے منع کیا ہے۔"

وہ بولی: "تمھارا کیا خیال ہے فرہاد! اگر ماسک مین اُسے منع نہ کرتا تو وہ مجھے موم کی طرح پگھلا دیتا؟"

"نہیں میری جان! تم لوہے کا چنا ہو۔ وہ چبا نہیں سکے گا۔ اچھا میں پھر آؤں گا۔"

میں اُس کے دماغ سے نکل کر سوچنے لگا۔ مجھے کسی نہ کسی ذریعے سے وان ڈے کی موت کا سبب معلوم کرنا تھا۔ اچانک یاد آیا کہ میں نے ٹائیگر کو جنگل کے خفیہ زمین دوز اڈے کا انچارج بنایا تھا۔ شاید وان ڈے نے اپنی موت سے پہلے ٹائیگر سے رابطہ قائم کیا ہو۔ یہ سوچتے ہی میں ٹائیگر کے دماغ میں پہنچ گیا۔

میں بڑی جدوجہد کے بعد خفیہ زمین دوز اڈے کا مالک بن گیا تھا۔ ارادہ تھا کہ کبھی کبھی وہاں جا کر وقت گزاروں گا۔ لیکن ٹائیگر کی سوچ پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہاں دوسرے نامعلوم لوگ گھس آئے ہیں اور ٹائیگر اُن کا محکوم اور وفادار بن کر اُس اڈے کے متعلق انھیں معلومات پہنچا رہا ہے۔ میں ٹائیگر کے ذریعے نامعلوم افراد کے دماغوں تک نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ سب گونگے بنے ہوئے تھے۔ اُن میں سے ایک شخص کاغذ پر لکھ کر سوالات کرتا تھا اور ٹائیگر جواب دیتا تھا۔

جب میں وہاں پہنچا تو ٹائیگر سے آخری تحریری سوال کیا گیا۔ ٹائیگر کی سوچ نے اُس آخری سوال کو پڑھا۔ لکھا تھا: "اب تم مرنے سے پہلے اپنی آخری خواہش بیان کرو۔"

وہ موت کے ڈر سے گھگھیانے لگا: "تم۔ مجھے نہ مارو۔ میں نے یہاں کے متعلق ساری باتیں سچ سچ بتا دی ہیں۔ میں آئندہ بھی تم لوگوں کا وفادار بن کر رہوں گا۔ مجھے آزما کر دیکھ لو۔"

اُس کے سامنے کھڑے ہوئے شخص نے ایک کاغذ پر کچھ لکھا۔ پھر اُس کی طرف بڑھا دیا۔ اُس کی سوچ نے پڑھنا شروع کیا: "بے شک تم وفادار ہو۔ جب ہم نے وان ڈے کے ننھے سے بچے کو اُلٹا لٹکا کر پانی میں بار بار ڈبویا تھا تو اُس نے بھی وفادار رہنے کا عہد کیا تھا مگر افسوس ہم کسی بھی ایسے شخص کو زندہ نہیں رکھ سکتے جس کی سوچ کے ذریعے فرہاد ہم تک پہنچ جائے۔"

ٹائیگر نے وہ تحریر پڑھنے کے بعد سر اُٹھا کر کچھ کہنا چاہا۔ اُسی وقت ٹھائیں کی آواز سنائی دی اور اُس کی سوچ مجھ سے کٹ کر موت کے گلے لگ گئی۔

میں نے ایک ہاتھ سے اپنا سر تھام لیا۔ میں غصّے کو حرام سمجھتا ہوں مگر مجھے غصّہ آرہا تھا۔ ماسک مین نے اجنبی مہربان کا رول ادا کر کے مجھ سے خوب فائدے اُٹھائے تھے۔ چیانگ پلازہ کو دوبارہ حاصل کیا تھا اور میرے ایک بہت ہی اہم خفیہ اڈے پر قابض ہو گیا تھا اور اب ہندوستان میں میرے ذریعے رس ونتی کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔

میں نے رُومانہ کے پاس پہنچ کر اُسے بتایا کہ ماسک مین نے دوست بن کر کیسی شاطرانہ چالیں چلی ہیں۔ میرے خفیہ اڈے پر قابض ہو کر مجھے ملایا سے باہر نکال دیا ہے۔ وہاں کی فوجی ناکہ بندی کے باعث میں واپس بھی نہیں جا سکتا۔ انتقاماً ماسک مین کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ ابھی رُومانہ اُن کے گھیرے میں ہے۔

رُومانہ نے کہا: "اور تم نقصان پہنچا بھی کیسے سکتے ہو؟ سوچ کے ذریعے صرف چیانگ شی کا اور اُس کمانڈر کو نقصان پہنچا سکتے ہو اور ہاں میں تو بتانا ہی بھول گئی۔ وہ کمانڈر بھی ہماری اس جیپ میں پیچھے بیٹھا ہوا ہے۔ یعنی اُسے گوریلا فوج سے ہٹا دیا گیا ہے تاکہ تم اُس کے ذریعے تمام گوریلا فائیٹ کرنے والوں تک پہنچ جاؤ۔"

"یہ ماسک مین میری توقع سے زیادہ شاطر نکلا۔"

"کوئی بات نہیں فرہاد! تم ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود مجبور تھے۔ وہ تمھاری لاعلمی میں چالیں چلتا رہا۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "اب میری چال شروع ہوگی۔ میں ماسک مین کو محسوس نہیں ہونے دوں گا کہ اُسے اجنبی کی حیثیت سے پہچان چکا ہوں۔ میں دوست بن کر اُس کی چالیں اُسے واپس کروں گا۔"

"کیا ارادے ہیں؟"

میں نے کہا: "تم ہندوستان پہنچ کر چیانگ شی کا کی ٹیم سے بچھڑ جاؤ گی۔"

"میں ہندوستان کی زبان اور وہاں کی تہذیب کو نہیں سمجھتی ہوں۔ وہاں خود کو چھپانا مشکل ہو جائے گا۔"

"دیکھو تم چیانگ شی کا سے کہو گی کہ فرہاد ہندوستان میں نیپال کے ایک شہر کھٹمنڈو میں ملاقات کرے گا۔ اس طرح تمھیں یقیناً کھٹمنڈو پہنچایا جائے گا۔ وہاں مغربی ممالک سے سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں ہپی لڑکیاں آتی ہیں۔ تم ہپی کے رُوپ میں چھپ جاؤ گی۔ میں تمھیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

"کیا تم نہیں آؤ گے؟"

"ابھی میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ اگر بحالتِ مجبوری وہاں جانا پڑا تو کسی کی آنکھ مجھے پہچان نہیں سکے گی۔"

"ٹھیک ہے فرہاد! اب بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"اچھا اب جا رہا ہوں۔ پھر کسی وقت تمھارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

میں واپس آگیا۔ پھر میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ میرے سامنے والے برتھ پر بے بی اور شرلاک خاموشی سے بیٹھے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میری آنکھ کھلتے ہی دونوں مسکرانے لگے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا: "ارے تم دونوں اتنی دیر سے خاموش بیٹھے ہو۔"

"یہ بے بی کہہ رہی تھی کہ باتیں کرنے سے تمھاری خیال خوانی میں گڑبڑ ہوگی۔"

"بالکل نہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ ہنگاموں کے دوران بھی اپنی سوچ کو کسی ایک دماغ پر مرکوز کر دیتے ہیں۔ تم آرام سے باتیں کرو۔ ابھی میرا کام ختم نہیں ہوا ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ مونا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنی دانست میں سپر ماسٹر کے حکم کے مطابق انتونی کے کیبن میں آکر پھنس گئی تھی اور بنکاک پہنچنے تک بے چینی سے وقت گزار رہی تھی۔ میں نے اُسے مخاطب کیا تو وہ اچھل کر برتھ پر اُٹھ بیٹھی "فرہاد! اوہ فرہاد! تم کہاں رہ گئے تھے۔ میں تمھارے کہنے کے مطابق سپر ماسٹر کے احکامات کی تعمیل کر رہی ہوں مگر اب مجھ سے یہ نہیں ہوگا۔ تم مجھے اس منحوس کیبن سے نکالو۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "کیا ہوا؟ تم کس کیبن کی بات کر رہی ہو؟ تمھاری سوچ سے پتہ چل رہا ہے کہ کسی ٹرین میں سفر کر رہی ہو۔ مجھے اپنے حالات بتاؤ۔"

اُس نے وہی باتیں بتائیں، جو مجھے معلوم ہو چکی تھیں۔ پھر وہ یہ کہتے کہتے رُک گئی کہ انتونی نے ..... اُس کے ہاتھ سے پستول گرانے کے بعد کیا سلوک کیا تھا۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟ تم رُک کیوں گئیں؟"

"تم۔ میں کیا بتاؤں؟ ہماری تہذیب میں بوسے بازی معیوب نہیں ہے مگر میں معیوب سمجھتی ہوں۔ اُس بدمعاش نے زبردستی مجھے کِس کیا (چوم لیا) ہے۔"

"مونا! تم معمولی سی بات کو اتنی اہمیت دے رہی ہو۔"

"یہ معمولی بات نہیں ہے میرے لبوں تک آج تک کوئی نہیں پہنچ سکا تھا۔"

"تمھیں اِس دَور میں پیدا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ تعجب ہے تم اتنی خطرناک تنظیم میں رہ کر خود کو کیسے بچائے رکھتی ہو۔"

"سپر ماسٹر کے اہم احکامات میں سے ایک حکم یہ ہے کہ کوئی مجھے ہاتھ نہ لگائے۔"

"ایک طرف اُس نے ایسا حکم دیا۔ دوسری طرف تمھیں انتونی کے کیبن میں بھیج دیا۔ یہ دوغلی پالیسی ہے۔"

وہ بولی "میں حیران ہوں۔ اب سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا جب میں کسی مرد کے قریب گئی۔ میری حفاظت خاص طور سے اور خفیہ طور سے ہوتی رہی۔ سپر ماسٹر خود چاہتا ہے کہ میرا حسن اور میرا جسم اچھوتا رہے۔ پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ کوئی مجھے انتونی کی زیادتی سے بچانے نہیں آیا۔"

"میری بات سمجھو مونا! تمھارے ساتھ دوہری چال چلی جا رہی ہے۔ تمھیں جان بوجھ کر بلایا بھیجا گیا تھا۔ تاکہ کسی طرح تم سے میرا سامنا ہو جائے اور میں تمھارے حسن و شباب کو دیکھ کر اپنا دل ہار جاؤں تم سے دوستی کرلوں۔ دوستی تو ہو ہی چکی ہے۔ اب جانتی ہو کہ ہماری دوستی سے سپر ماسٹر کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے؟"

"مجھے بتاؤ۔ میں جاننا چاہتی ہوں۔"

میں نے کہا "سپر ماسٹر کے پاس کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص ہے، جو چپ چاپ تمھارے دماغ میں موجود رہتا ہے اور تمھارے دماغ سے میری باتیں سُن کر میرے متعلق معلومات حاصل کرتا رہتا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں۔ شاید اِس وقت بھی وہ ہماری باتیں سُن رہا ہے۔"

وہ اپنا سر تھام کر بولی "اوہ میں کیا کروں؟ کیا تم اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی سوچ تک نہیں پہنچ سکتے؟"

"میں نہیں پہنچ سکتا مگر رس ونتی پہنچ جائے گی۔ اُسے یوگا آرٹ میں مہارت حاصل ہے۔ وہ تمھارے دماغ سے اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نکال دے گی۔ بلکہ اُسے اِس دُنیا سے باہر نکال دے گی۔"

"تو پھر رس ونتی کو بلاؤ۔"

"وہ کل صبح مجھ سے رابطہ قائم کرے گی۔"

"اچھا یہ بتاؤ۔ میں اس کیبن میں انتونی کے ساتھ کیسے رات گزار سکتی ہوں۔ سُنا ہے کہ ٹرین کل صبح بنکاک پہنچے گی۔"

"فکر نہ کرو۔ انتونی میرا وفادار ہے۔ ابھی میں اُسے سمجھا دیتا ہوں وہ تمھارے مزاج کے خلاف کوئی بات نہیں کرے گا۔"

"شکریہ۔ تمھاری باتوں سے مجھے حوصلہ ہو رہا ہے۔ کیا تم بنکاک میں ہو؟"

"میں کہاں ہوں۔ یہ بتا نہیں سکتا۔ تمھارے دماغ میں چھپا ہوا جاسوس سُن لے گا۔ کیا یہ کافی نہیں ہے کہ تم سے دُور ہو کر بھی تم سے قریب ہوں۔"

"ہاں۔ مگر پتہ نہیں کیوں میں خود کو تنہا تنہا سی محسوس کرتی ہوں۔ تم آنے ہو تو لگتا ہے جیسے ساری دُنیا میرے ساتھ ہے۔"

"کسی بھی عورت کے ایسے احساسات صرف اپنے مرد کے لیے ہوتے ہیں۔ تم غور کرو۔ میں جا رہا ہوں۔"

میری بات سُن کر اُسے خیال آیا کہ اُس نے اپنے احساسات بتا کر نادانستگی میں اپنے دل کی بات کہہ دی ہے۔ وہ ایک دم سے جھینپ کر گھبرانے لگی۔ گھبراہٹ اِس بات کی تھی کہ وہ اپنے ضبط اور اختیار کے باوجود بے اختیار میری طرف جھکی جا رہی تھی۔ پھر وہ سنبھل کر بولی "نہ تم۔ تم میرے احساسات کو غلط رنگ دے رہے ہو۔ میں عام عورتوں کے انداز میں تمھارے متعلق نہ سوچتی ہوں۔ نہ کبھی سوچوں گی۔ سُن رہے ہو نا؟"

میں خاموش رہا۔ اُس نے بار بار آواز دی۔ پھر اُسے یقین ہو گیا کہ میں جا چکا ہوں۔ وہ ایک گہری سانس لیتی ہوئی برتھ پر لیٹ گئی۔ سوچنے لگی کہ میرے متعلق نہیں سوچے گی۔ ورنہ میں اچانک اُس کے دماغ میں پہنچ کر اُس کے خیالات پڑھ لوں گا۔ اُس وقت اُس کی سوچیں کچھ ایسی ہی تھیں .....

"میں بنکاک پہنچ کر سپر ماسٹر سے شکایت کروں گی کہ مجھے انتونی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا تھا۔"

چور خیالات یہ تھے "وہاں بنکاک میں فرہاد سے ملاقات ہو سکتی ہے۔"

وہ ذہن کو جھٹک کر سوچنے لگی "مجھے سپر ماسٹر کے متعلق سوچنا چاہیے۔"

چور خیالات "فرہاد نے بتایا ہے کہ سپر ماسٹر کا جاسوس میرے دماغ کو پڑھتا رہتا ہے۔ یقیناً اُس جاسوس نے سپر ماسٹر کو بتایا ہوگا کہ میں فرہاد کے لیے کام کر رہی ہوں۔ اُس کی دوست بن گئی ہوں۔ ہائے اُس کی دوستی سے کیا اعزازی فخر حاصل ہوتا ہے۔ ساری دُنیا کو ایک پلڑے پر رکھو اور اُس کی دوستی کو دوسرے پلڑے پر تو اُس کی دوستانہ شخصیت سے دل کا پلڑا جھک جاتا ہے ....."

میں مسکراتا ہوا اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ دُنیا کا ہر انسان سوچ کی نگری میں بھٹکتا ہے۔ وقتاً فوقتاً بے خیالی میں چور خیالات کی رو میں بہتا چلا جاتا ہے۔ میری بات کو ایک عام آدمی یوں سمجھ سکتا ہے کہ آدمی کے دماغ میں ایک حاضر سوچ ہوتی ہے اور ایک غائب سوچ۔ یعنی حاضر سوچ کے دوران ہم حاضر دماغی سے سوچتے اور کام کرتے رہتے ہیں اور غائب سوچ ہمیں غائبانہ طور پر بہلا کر کسی اور دُنیا میں لے جاتی ہے جسے ہم جاگتی آنکھوں کا خواب کہتے ہیں۔

بہرحال میں نے اُسے غائب سوچ کی رَو میں بہنے کے لیے چھوڑ دیا۔ یہاں میں اب تک اپنے موجودہ حالات کو سمجھنے اور ان سے نمٹنے کا طریقہ کار سوچنے میں اِس قدر مصروف رہا تھا کہ سونیا اور رس ونتی کی طرف نہ جا سکا۔ اُن کی طرف سے ذرا اطمینان اس لیے تھا کہ رس ونتی کی خیال خوانی نے مجھے تقویت پہنچائی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ خود کو اور سونیا کو دشمنی سے محفوظ رکھ سکے گی۔ پھر یہ کہ میری معلومات کے مطابق بالو تک مین نیویارک کی طرف گیا تھا۔

اسکندریہ میں شام کے چھ بجنے والے تھے جب میں رس ونتی کے دماغ میں پہنچا تو وہ زیرِ لب مسکرانے لگی۔ خود ہی مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد! ابھی میری یاد آئی ہے؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "پتہ نہیں تمہاری ٹیلی پیتھی کب واپس آئے گی۔ اگر تم میرے خیالات پڑھ سکتیں تو پتہ چل جاتا کہ میں یہاں کس قدر مصروف رہتا ہوں۔"

اب میں رس ونتی سے باتیں کرنے کے دوران محتاط رہتا تھا کہ میری غائب سوچ یا چور سوچ اُبھرنے نہ پائے۔ پھر اُس سے رابطہ ختم کرنے کے بعد میری یہی کوشش ہوتی تھی کہ ہمہ وقت انگریزی زبان میں سوچتا رہوں۔ اِس طرح رس ونتی میرے چور خیالات تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

وہ بولی "میں جانتی ہوں۔ تمھاری مصروفیات لڑکیوں تک محدود رہتی ہیں۔"

میں نے کہا "تم جو چاہے سمجھ لو۔ ابھی تو مجھے اپنا پروگرام بتاؤ۔"

"میں تمھیں بتانے کے لیے ہی بے چینی سے تمھارا انتظار کر رہی تھی۔ میں سونیا کے ساتھ ہندوستان جا رہی ہوں۔ تم بھی آجاؤ۔"

"ہاں تم نے سونیا سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے ہندوستان بلا کر اُس سے ملاؤ گی۔"

"ہاں یہی سمجھ لو۔ کب وہاں پہنچ رہے ہو؟"

"کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ میں تم دونوں کی خواہش کے مطابق وہاں پہنچ جاؤں۔"

"کیا تم میری بات نہیں مانو گے؟"

"تمھیں مجھ سے نہیں، جبران سے اپنی باتیں منوانے کا حق ہے۔"

"رقابت سے جل کر بول رہے ہو۔"

"رقابت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم سے صرف دماغی رابطہ ہے۔ دل کی دُنیا سے میں تمھیں نکال چکا ہوں۔"

میں نے صاف محسوس کیا کہ اُس کے دماغ کو ہلکی سی ٹھیس پہنچی ہے، اِسے عام طور پر دل کو ٹھیس پہنچنا کہتے ہیں۔

وہ جبراً مسکرا کر بولی "یہ میرے لیے خوشخبری ہے کہ میں تمھارے دل کی کال کوٹھری سے نکل چکی ہوں مگر اُس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم مجھے اور سونیا کو ہندوستان میں تنہا چھوڑ دو۔ وہاں ہم پر نہ جانے کیسی کیسی مصیبتیں نازل ہوں گی۔"

"میں جانتا ہوں رس ونتی! وہاں تمھارے ماں باپ اور تمھاری بہن وسنتی کو نظر بند رکھا گیا ہے تاکہ تم اُن کی رہائی کے لیے وہاں آنے پر مجبور ہو جاؤ۔"

رس ونتی نے چونک کر پوچھا "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ وہاں میرے لہو کے رشتوں کو قید کیا گیا ہے؟"

"یہاں میرے ساتھ بھی یہی سازش ہو رہی ہے۔ میں نے ماسک مین کے ایک باس کی سوچ پڑھی ہے۔ اُس کے ذریعہ علم ہوا کہ میرے پاس سے رُخسانہ کو اغوا اِس لیے کیا ہے کہ اُسے ہندوستان پہنچایا جائے اس طرح اُس کے پیچھے میں بھی وہاں پہنچ جاؤں۔ دیکھو اُن کی سازش یہ ہے کہ ہم سب کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ ہم کسی ایک جگہ آسانی سے اُن کی گرفت میں آسکیں گے۔"

"اوہ میں نہیں جانتی تھی کہ تمھارے ساتھ بھی ایسی ہی کوئی سازش ہو رہی ہے۔ اب تم نے کیا سوچا ہے؟"

"یہی کہ تمھیں ہندوستان نہیں جانا چاہیے۔"

"مگر میرے ماں باپ اور بہن ....."

"اُنھیں میں تمھارے پاس پہنچا دوں گا۔"

"تم وہاں تنہا جاؤ گے اور میں یہاں بے چین رہوں گی کہ پتہ نہیں وہاں تم پر کیا گزرتی ہوگی۔"

وہ بڑی معصومیت سے اپنی ٹیلی پیتھی کا راز چھپا رہی تھی۔ میں نے کہا: "میں وہاں پہنچ کر بھی تم سے دماغی رابطہ رکھوں گا۔"

"نہیں فرہاد! ایسا کرو۔ میں ہندوستان جاؤں گی اور تم دُور رہ کر خیال خوانی کے ذریعہ میری راہنمائی کرو گے۔ خیال خوانی والے کو دشمنوں کے ٹارگٹ سے دُور ہی رہنا چاہیے۔"

میں نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا: "اچھی بات ہے۔ تم کب جا رہی ہو؟"

"میں، سونیا، مریم اور سلمیٰ سب ہی سفر کے لیے تیار بیٹھی ہیں۔ جبران کی طرف سے کسی وقت بھی اطلاع ملے گی اور ہم روانہ ہو جائیں گے۔ ہم ابھی نہیں کہہ سکتے کہ خشکی، بحری اور فضائی راستوں میں سے کون سا راستہ ہمارے لیے کھلے گا۔"

"اچھا۔ میں ذرا وہاں کے ماسٹر کے پاس پہنچ کر دیکھتا ہوں کہ بالونک مین کہاں پہنچا ہوا ہے؟"

میں اسکندریہ کے اُس ماسٹر کے دماغ تک پہنچ گیا۔ جو ٹی وی اسکرین پر بالونک فرہاد کو سونیا کی بُو پر دوڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور ٹرانسمیٹر کے ذریعہ اُس سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ ماسٹر اپنے ملک کے سفیر سے گفتگو کر رہا تھا: "جناب! مجھے یہ بتایا جائے کہ بالونک فرہاد کا رابطہ ہم سے کیوں توڑ دیا گیا۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے، ہم نے کوئی غلطی نہیں کی ہے۔"

سفیر نے کہا: "غلطی ہو چکی ہے۔ پہلی غلطی تو یہ کہ مانسوری۔ ری کا دماغ رس ونتی کا شکار ہو گیا۔ ہم نے مانسوری۔ ری سے بالونک مین کا رابطہ ختم کیا۔ لیکن تم لوگ یہ بھول گئے کہ رس ونتی نے ٹی وی اور ٹرانسمیٹر والے رابطے کو سمجھ لیا ہے۔ وہ تم لوگوں کے دماغوں تک پہنچ گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سونیا نے نیویارک کی طرف جانے کا فریب دیا۔"

"فریب؟" ماسٹر نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں۔ سونیا اور رس ونتی نیویارک نہیں گئی ہیں۔ اُس سے آگے خود میں نہیں جانتا۔"

اُس کی بات سنتے ہی میں نے بالونک مین کے خاص ڈاکٹر کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ نیویارک کی ایک رہائش گاہ میں کافی پیتے ہوئے سوچ رہا تھا: "مائی گاڈ! اتنا لمبا سفر اور اس بڑھاپے میں؟ تھکن سے بدن ٹوٹ رہا ہے۔"

میں نے اُس کی سوچ میں سوال کیا: "بالونک مین بھی تھک گیا ہو گا؟"

"لعنت ہے بالونک مین اور سونیا پر۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ سونیا ہم سے آگے جانے والے طیارے میں سفر کر رہی ہے اور بالونک مین ایک اجنبی کے میک اپ میں میرے ساتھ طیارے میں کہیں موجود ہے مگر سونیا پیرس، لندن اور نیویارک میں نہیں ملی۔ غصہ مجھے اس بات پر ہے کہ مجھے کیوں تھکایا گیا۔ نیویارک پہنچ کر معلوم ہوا کہ بالونک مین میرے ساتھ آیا ہی نہیں۔ وہ اسکندریہ میں ہی ہے۔"

اُس کی جھنجلاہٹ کو پڑھتے ہی یک بیک خطرے کا احساس ہو گیا۔ میں پوری حاضر دماغی سے سوچنے لگا کہ اگر بالونک مین اسکندریہ میں موجود ہے تو مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کس جگہ ہے اور کیا کر رہا ہے؟

ماسٹر اور اُس کے ملکی سفیر اور ڈاکٹر کے دماغوں کو پڑھتے پڑھتے ایسے ہی ایک گھنٹہ گزر چکا تھا۔ میں نے سوچا پھر ایک بار سفیر کے چور خیالات کو پڑھنے کی کوشش کی جائے مگر بے سود۔ وہ سچ مچ بالونک مین سے بے خبر تھا۔ اچانک مانسوری۔ ری کا خیال آیا۔ شاید اُس سے کچھ معلوم ہو سکے۔ اگرچہ اُسے بالونک مین سے الگ کر دیا گیا تھا تاہم ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے۔ میں اُس کے پاس پہنچ گیا۔

وہ بحری جہاز کی ریلنگ کے پاس کھڑی شیشے کے ساغر سے شراب کی چسکی لے رہی تھی۔ اُس کی نظریں ساحل پر بالونک فرہاد کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ جہاز کی سیڑھیاں تیزی سے طے کرتا ہوا اُس کی طرف آ رہا تھا۔

میں نے مانسوری۔ ری کی سوچ میں سوال کیا: "بالونک فرہاد سے میرا رابطہ توڑ دیا گیا تھا۔ پھر یہ رابطہ کیسا؟"

اِس سوال کا مجھے خاطر خواہ جواب مل جاتا لیکن بالونک مین اُس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اُس نے پوچھا: "کہاں ہے سونیا؟"

میرے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ سونیا کی شہ رگ تک پہنچ گیا تھا۔

مانسوری۔ ری نے ہاتھ اُٹھا کر کیبن نمبر پانچ کی طرف اشارہ کیا۔ بالونک مین تیز نظروں سے اُس کیبن کو دیکھنے لگا۔ مانسوری۔ ری کی سوچ بتا رہی تھی کہ بالونک مین کی نگاہوں کے سامنے ٹھوس دیواریں ٹرانسپیرنٹ ہو جاتی ہیں۔ وہ دیوار کے دوسری طرف سونیا کو دیکھ رہا تھا۔

پھر بالونک مین نے خوش ہو کر کہا: "ہاں سونیا آدری برتھ پر ایک سوٹ کیس رکھ رہی ہے۔ اُس کے ساتھ ایک لڑکی ساڑھی پہنے ہوئے ہے اور وہ رس ونتی ہے۔ تھینک یو مانسوری۔ ری...."

میں چند ساعتوں تک ذرا بدحواس سا رہا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بالونک موت اتنی جلدی اس طرح خلافِ توقع سونیا اور رس ونتی تک پہنچ جائے گی۔ اور مجھے کچھ سوچنے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔ اب سونیا اور رس ونتی کے بھی بدحواس ہونے کی باری تھی۔ ابھی تک وہ وہاں بالونک مین کی آمد سے بے خبر تھیں۔ سونیا کیبن کے اندر سامان سلیقے سے رکھ رہی تھی۔ رس ونتی ایک برتھ پر لیٹی ہوئی تھی۔ کیبن کی چار دیواری میں بڑا ہی سکون اور اطمینان تھا۔

طوفان کی آمد سے پہلے سمندر کی لہریں بھی بڑی پُرسکون نظر آتی ہیں۔ پتہ نہیں اُس بحری جہاز میں کیسا طوفان آنے والا تھا۔ میں اب تک مانسوری۔ ری کی دماغی آنکھوں سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ ایسی سچویشن میں تو مجھے فوراً ہی رس ونتی کے پاس پہنچ کر اُسے خطرے سے آگاہ کرنا چاہیے تھا تاکہ سونیا پوری طرح محتاط ہو جاتی لیکن میں ایک لمحہ کے لیے بھی مانسوری۔ ری کے دماغ کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ بالونک مین کسی بھی پل کوئی سا بھی خطرناک قدم اُٹھا سکتا تھا۔ میں فی الحال اُس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا مگر مانسوری۔ ری کے ذریعہ اُسے تھوڑی دیر کے لیے روک سکتا تھا۔

مانسوری۔ ری نے بالونک مین سے کہا: "تم دیوار کے آر پار دیکھ لیتے ہو۔ میک اپ کے آر پار بھی چھپے ہوئے چہروں کو دیکھ لیتے ہو۔ پہلے تصدیق کر لو کہ تم سونیا اور رس ونتی کو ہی دیکھ رہے ہو۔"

وہ کیبن کی جانب دیکھتے ہوئے بولا: "سونیا سامان رکھتے ہوئے اِدھر اُدھر حرکت کر رہی ہے۔ وہ صاف طور سے نظر آ رہی ہے۔ وہ میک اپ میں نہیں ہے اور میں اُس کی بُو کو پہچان رہا ہوں۔ رس ونتی ساڑھی پہنے برتھ پر لیٹی ہے۔ اُس کا منہ دیوار کی طرف ہے۔ وہ دوسرے کیبن کی مشترکہ دیوار ہے۔ اُس کا منہ دیکھنے کے لیے مجھے دوسرے کیبن میں جانا پڑے گا۔"

"اس تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ سیدھے رس ونتی کے کیبن تک پہنچ جاؤ۔"

"نہیں اچانک جانے سے بیچاریاں دہشت سے مر جائیں گی۔ ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ جہاز کو چلنے دو۔ ذرا سمندر میں پہنچنے دو تاکہ فرار کی راہیں مسدود ہو جائیں۔ تب مزہ آئے گا۔"

"اگر اس دوران ٹیلی پیتھی کے ذریعہ رس ونتی تمہیں یہاں دیکھ لے تو؟"

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اوّل تو میں رس ونتی کو اس جہاز سے فرار نہیں ہونے دوں گا۔ دوم یہ کہ تم جہاز کے دوسرے حصے میں چلی جاؤ۔ وہ تمہارے ذریعہ ہی میری حرکات کو دیکھ سکتی ہے۔"

"اچھی بات ہے جب جہاز سوئز کنال سے نکل کر کھلے سمندر میں پہنچے گا تب میں تمہارے پاس آؤں گی۔"

وہ جانے لگی۔ اُس نے کہا: "ٹھہرو۔ اپنا ٹرانسمیٹر دو۔ میں ماسٹر کو کال کروں گا۔ رس ونتی کو بیچ سمندر سے لے جانے کے انتظامات کرنے کے لیے انھیں کہوں گا۔"

وہ اپنا پاکٹ ٹرانسمیٹر اُسے دے کر چلی گئی۔ اُس کے ساتھ مجھے بھی جانا پڑا۔ کیونکہ بالونک مین کے پاس رہنے کے لیے میں اُس کی سوچ کو گرفت میں نہیں لے سکتا تھا۔ اُس کا غیر معمولی حساس دماغ میری موجودگی کو سمجھ لیتا اور میں ابھی اُسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا۔ میں سونیا کو خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے رس ونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ مسکرانے لگی۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں وہ اپنے دماغ میں میری موجودگی کو محسوس کر لیتی تھی۔ پہلے تو میں نے اطمینان کی سانس لی کیونکہ رس ونتی بحری جہاز میں نہیں تھی۔ وہ ایک طیارے میں مریم کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ اس دوران اُس نے چپکے چپکے میری سوچ پڑھی ہو گی مگر کچھ سمجھ نہ سکی ہو گی۔ اِس لیے کہ اب میں ہمہ وقت انگریزی زبان میں سوچتا تھا۔ جب سے اپنا وطن چھوڑا تھا۔ انگریزی بولنے والوں سے ہی سابقہ پڑتا رہا تھا۔ دن رات یہ زبان بولتے بولتے اسی زبان میں سوچنے کا عادی ہو گیا تھا۔ اس علامت سے اب فائدہ پہنچ رہا تھا۔ رس ونتی چوری چھپے میرے چور خیالات نہیں پڑھ سکتی تھی۔

اس وقت وہ طیارے میں سفر کرنے کے دوران اس بات سے بے خبر تھی کہ سونیا بالونک مین کی زد میں آ گئی ہے۔ میں نے اُسے مخاطب کیا۔ "ہیلو رس ونتی! مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرنے کے بعد بھی انجان بنی ہوئی ہو۔"

"میں چاہتی تھی کہ تم مجھے مخاطب کرو، آج میں بہت خوش ہوں۔ ایک مدت کے بعد اپنے دیس واپس جا رہی ہوں۔ ویسے پہلے ہم برما جائیں گے۔"

"اپنی باتیں ابھی رہنے دو۔ وہ بالونک مین سونیا کے قریب پہنچ گیا ہے۔"

وہ چونک کر اپنی سیٹ پر سیدھی بیٹھ گئی۔ میں اُسے بتانے لگا کہ میں کس طرح بالونک مین کی خبر رکھنے کے لیے مختلف دماغوں میں بھٹکتا ہوا مانسوری۔ ری کے دماغ تک پہنچ گیا تھا اور اب اُس کے ذریعہ میں نے اُس خوف ناک شخص کو بحری جہاز میں پا لیا ہے۔

"اب کیا ہو گا فرہاد؟"

میں نے رس ونتی کے لاشعور میں چھپی ہوئی خوشی دیکھی۔ اُس کے دماغ کے چور گوشے میں یہ بات تھی کہ بالونک مین سونیا کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس پوشیدہ مسرت کے باوجود وہ بظاہر پریشانی سے پوچھ رہی تھی: "اب کیا ہو گا فرہاد؟"

میں نے بڑے عزم سے کہا: "سونیا کو کچھ نہیں ہو گا۔ اگر میں بالونک مین کا کچھ نہیں بگاڑ سکا اور سونیا کی زندگی خطرے میں پڑ گئی تو میں اُس کی زندگی اور سلامتی کے لیے خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دوں گا۔ سپر ماسٹر اور بالونک مین بخوشی سونیا کو نقصان پہنچانے سے باز آ جائیں گے۔"

اُس کی اُمیدوں پر اوس پڑ گئی۔ اُس کا خیال تھا کہ میں سونیا کو تل

جان سے چاہنے کے باوجود ہزاروں میل کی دُوری سے اُس کی موت کا تماشا بے بسی سے دیکھتا رہ جاؤں گا۔ اپنی تمام صلاحیتوں کے باوجود سونیا کو بچا نہیں سکوں گا۔ وہ بولی: "فرہاد! بے شک تم جسے چاہتے ہو، اُس کے لیے اپنی زندگی کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہو مگر یہ تمہارے پیار کی دیوانگی حماقت کہلائے گی۔"

میں نے کہا: "میں ہزار کارنامے دکھاؤں اور جان چھڑکنے والی ایک محبوبہ کو نہ بچا سکوں تو میری ساری زندگی کی جدوجہد بے مقصد بے معنی ہو جائے گی۔"

"فرہاد! تم ذہین ہو، سمجھ سکتے ہو کہ سپر ماسٹر یہی چاہتا ہے، سونیا کو خطرے میں ڈال کر تمہیں سامنے آنے کی دعوت دینے والا ہے۔"

"میں اُس کی خواہش پوری کروں گا۔"

وہ چڑ کر بولی: "سونیا پر مرنا چاہتے ہو اور میرے پاس وقت ضائع کر رہے ہو، جاؤ اُس کے پاس۔"

"ابھی تھوڑی دیر تک وہ محفوظ رہے گی۔ میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں، اگر تمہاری کوئی عزیز ہستی سونیا کی طرح مصیبت میں مبتلا ہوتی تو کیا تم اسی طرح خاموش بیٹھی رہتیں؟"

"میں تم سے امداد کی التجا کرتی۔ کیا میرے عزیز رشتے دار ہندوستان میں مصیبتیں نہیں جھیل رہے ہیں؟ کیا میں نے تم سے مدد نہیں مانگی ہے؟"

"تم درست کہہ رہی ہو، تم مجبور ہو۔ اگر تمہاری ٹیلی پیتھی بحال رہتی تو تم شاید بالونک مین کے مقفل دماغ کو جھٹکے پہنچا سکتی تھیں۔ میری معلومات کے مطابق تم یوگا کے علم کی جس انتہا کو پہنچی ہو، وہاں سے بالونک مین کے دماغ کی کھڑکیاں ہلا سکتی ہو۔"

"تمہاری معلومات درست ہیں، کاش یوگا کی وہی مہارت مجھ میں ہوتی مگر بنیادی بات یہ ہے کہ میرا دماغ خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔"

"کوئی بات نہیں، تم اپنی جگہ مجبور ہو اور میں اپنی وفا سے مجبور ہوں۔ خود کو داؤ پر لگانے جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں اُس کے دماغ سے نکل آیا، اب وہ خود ہی سوچے گی کہ میں سونیا کے لیے سپر ماسٹر کے سامنے بازی ہارنے والا ہوں اور فیصلہ کرے گی کہ میری چاہت اور حفاظت کی خاطر وہ سونیا کی مدد کرے گی یا نہیں؟

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اُس کے ساتھ ساڑھی پہنی ہوئی دوشیزہ سلومی تھی۔ سونیا اُسے برتھ پر سے اُٹھنے کے لیے کہہ رہی تھی اور وہ جواباً کہہ رہی تھی: "ساڑھی پہن کر لیٹے رہنے کو جی چاہتا ہے۔ پتہ نہیں یہ انڈین عورتیں ساڑھی پہن کر کس طرح چلتی پھرتی ہیں۔ میرے لیے تو جہاز کی سیڑھیاں چڑھنا دشوار ہو گیا تھا۔"

سونیا نے کہا: "جہاز اب چلنے لگا ہے۔ چاہو تو ساڑھی اُتار دو۔ ہمارا پیچھا کرنے والے کتوں میں سے کسی نے تمہیں دیکھا ہو گا تو یہ سمجھ کر جہاز میں آ چکا ہو گا۔ اگر کسی نے نہیں دیکھا ہے تو یہ بہروپ ضروری نہیں رہا۔"

سلومی ساڑھی اُتارتی ہوئی بولی: "رس ونتی نے ابھی تک دماغی رابطہ قائم نہیں کیا۔ خدا کرے وہ بخیریت ہو۔"

میں نے رس ونتی کے لہجے میں کہا: "سلومی! میں خیریت سے ہوں، تمہارے ساتھ سفر کر رہی ہوں۔"

سلومی چونک کر بولی: "سونیا! رس ونتی بول رہی ہے۔"

میں نے سونیا سے کہا: "سونیا! بہت بڑی خبر سنا رہی ہوں، وہ بالونک مین تمہارے جہاز میں پہنچ گیا ہے۔"

وہ بے یقینی سے بولی: "ایں۔ وہ یہاں کیسے پہنچ سکتا ہے؟ تم نے تو کہا تھا کہ وہ اپنے چارٹرڈ طیارے میں میری بو کا تعاقب کرتا ہوا امریکہ کی طرف گیا ہے۔"

"ہاں، صرف میں ہی نہیں، اسکندریہ کا ماسٹر اور سفیر بھی یہی سمجھ رہے تھے۔ دراصل جس طرح ہم انہیں فریب دے رہے تھے، اسی طرح سپر ماسٹر ہمیں فریب دیتا آ رہا ہے۔ بالونک مین اسکندریہ میں ہمیں تلاش کر رہا تھا۔ اتفاق سے مانسوری ری نے تمہیں اور سلومی کو بحری جہاز میں دیکھ کر اپنے بالونک فرہاد کو وہاں بلا لیا ہے۔"

سونیا کے تیور بدل گئے۔ یوں کہنا چاہیے کہ تیور بگڑ گئے۔ بزدلی کے بچے کبھی خوف کھانے کا سبق نہیں سیکھتے۔ سونیا نے بھی ماں کا، شیرنی کا دودھ پیا تھا۔ خوف کی ہلکی سی لہر بھی اُسے چھو کر نہیں گزری جبکہ بالونک مین جیسا غیر معمولی مشینی انسان اُس کی موت بن کر آیا تھا۔ وہ اب تک ناقابلِ شکست بنی رہی مگر اب شکست لازمی تھی۔ زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر موت آخری فیصلے کے لیے آ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ سونیا کی زندگی کا وہ آخری موڑ اور آخری فیصلے کی گھڑی آ گئی تھی۔

مگر وہ دانت پیس کر سوچ رہی تھی: "اُلو کا پٹھا! میں زندگی کی آغوش میں پہنچنے ہندوستان جا رہی ہوں اور وہ اتنی جلدی موت بن کر میرے پاس آ گیا ہے۔"

میں نے رس ونتی کے لہجے میں پوچھا: "تم کیا کر سکو گی سونیا؟"

"میں نہیں جانتی کہ کیا کر سکوں گی۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ اپنے ذہن تک ضرور پہنچوں گی۔ رس ونتی! مجھے نہیں معلوم کہ تم کتنی دیانت داری سے میرے کام آ سکتی ہو۔ یاد کرو، ایک بار میں نے اور رضانہ نے تمہیں سپر ماسٹر کی قید میں جانے سے بچایا تھا۔ اس احسان کا بدلہ میں یہ چاہتی ہوں کہ تم میری مدد کرو یا نہ کرو لیکن جب بالونک مین سے میرا ٹکراؤ شروع ہو جائے تو اُس وقت میرے دماغ سے نہ کھیلنا۔ ایک بار مجھے فرہاد سے مل لینے دو، پھر تم اپنا انتقام لیتی رہنا۔"

"یہ کیسی باتیں کرتی ہو سونیا! مجھے انتقام لینا ہوتا تو خیال خوانی کی ذہین بحال ہوتے ہی تمہیں مار ڈالتی۔ یقین کرو میں تمہارے لیے بہت پریشان ہوں۔ میں بتا چکی ہوں کہ وہ بالونک شیطان اپنے دماغ تک پہنچنے کا موقع نہیں دیتا ہے۔ صرف ایک مانسوری ری ایسی ہے جس کے ذریعے میں اس مشینی انسان کی حرکتوں کو سمجھ رہی ہوں۔"

سونیا نے پوچھا: "اِس وقت وہ کہاں ہے؟"

"آدھ گھنٹہ پہلے جہاز کے انٹرنس کے پاس تھا، میں پھر اُسے دیکھنے جا رہی ہوں۔ وہ تمہیں کیبن کی دیوار کے پار دیکھ چکا ہے۔ سلومی کو بھی اُس نے ضرور دیکھ لیا ہوگا۔ بالونک آپ کے پیچھے دیکھ کر سمجھ لے گا کہ وہ رس ونتی نہیں ہے۔ جب وہ جہاز کھلے سمندر میں پہنچ جائے گا تو وہ تمہارے سامنے آ کر رس ونتی یعنی میرا مطالبہ کرے گا۔"

"اچھا اب میں کیبن سے باہر نکلوں گی۔"

"ٹھہرو۔ آدھ گھنٹے بعد نکلنا۔ اس منصوبے کے ساتھ کہ جہاز میں زیادہ سے زیادہ مرد عورتوں سے ملو گی اور اُن سے باتیں کرو گی۔ میں وہاں کے تمام لوگوں کے دماغوں تک پہنچنا چاہتی ہوں۔ اُن میں سے کوئی بھی میرا آلۂ کار بن سکتا ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔ تمہارا شکریہ رس ونتی۔"

"اچھا میں جا رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر میں مانسوری ری کے پاس پہنچ گیا۔ وہ عجیب سی زبان میں سوچ رہی تھی۔ شاید وہ افریقہ کے کسی جنگلی قبیلے کی زبان ہو گی۔ میں نے اُس کے دماغ میں بالونک فرہاد کا تصور لے کر گیا تو وہ مسکرانے لگی۔ پھر اچانک ہی وہ انگریزی زبان میں سوچنے لگی: "ہاؤ سویٹ اینڈ ڈائنامک! ہائے ہائے وہ کتنا شیریں اور کیسا دھماکہ خیز مرد ہے۔"

وہ باتھ روم میں آئینے کے سامنے لباس بدلتے بدلتے رک گئی۔ اپنے بھرپور شباب بدن کو دیکھنے لگی، سوچنے لگی: "مجھے فخر ہے کہ وہ میرا مرد ہے۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "وہ کم بخت سونیا اور رس ونتی نہ ہوتیں تو اِس وقت وہ میرے کیبن میں ہوتا۔"

ایک ہائے کے ساتھ اُس نے تصور میں دیکھا کہ وہ بالونک کی لذت کی آغوش میں پہنچ گئی ہے۔

اس حسین ملاپ کے دوران میں نے اُس کی سوچ میں مایوسی پیدا کرنے کے لیے کہا: "سونیا کے ریکارڈ کے ہر صفحے پر اُس کی ذہانت اور دلیری کے واقعات بھرے پڑے ہیں۔ کون جانتا ہے کہ وہ کمینی اب کے کیسی چال چلے گی۔"

"ایک بار" اُس کے تصور کی رنگینی میں سنگینی آ گئی۔ اُس نے دل کو تسلی دینے کے لیے سوچا: "میرا بالونک محبوب مٹی کا پتلا نہیں ہے کہ ایک عورت کے ہاتھوں سے ٹوٹ جائے گا۔"

میں نے سمجھایا: "بات جسمانی قوت کی نہیں، ذہانت کی ہے۔ سونیا کی ذہانت کی بے شمار مثالیں موجود ہیں اور بالونک مین ابھی ابھی میدانِ عمل میں آیا ہے۔ اسکندریہ میں سونیا نے اُسے چکرا کر رکھ دیا۔ اب مقابلے کا دوسرا راؤنڈ اس جہاز میں ہو گا۔ ہمیں اِس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ بالونک فرہاد غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے اور سونیا کو چیونٹی کی طرح مسل ڈالے گا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ لباس بدلنے کے بعد باتھ روم سے نکل کر کیبن میں آئی۔ پھر اوپر سامان رکھے ہوئے برتھ پر اپنی کہنی ٹیک کر سوچنے لگی۔ میں یہی چاہتا تھا کہ وہ اندیشوں میں گھِر کر بالونک مین کی حفاظت کے لیے اپنے طور پر منصوبے بنائے اور میں اُن منصوبوں کو پڑھ لوں۔

پہلے تو اُس نے اپنے متعلق سوچا: "میں سونیا سے کسی طرح کم تر نہیں ہوں۔ جتنے عرصے تک میرے بالونک محبوب کو مکمل فرہاد بننے کی ٹریننگ دی گئی، اُتنے ہی عرصے تک مجھے سونیا کے تمام داؤ پیچ سکھائے گئے ہیں۔ سپر ماسٹر کہتا ہے، فرہاد سونیا کے بغیر اور سونیا فرہاد کے بغیر نامکمل ہے۔ لہٰذا بالونک فرہاد کے ساتھ بھی سونیا کی ایک ہم پلہ لڑکی ہونا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے سونیا کے قد و قامت اور رنگ و روپ کی نو لڑکیاں ٹریننگ کے لیے منتخب ہوئیں۔ میں دسویں لڑکی تھی۔ سونیا کی طرح سانولی نہیں کالی ہوں۔ اِس لیے ابتدا میں مجھے نظر انداز کیا گیا لیکن ٹریننگ کے دوران میں ہر مقابلے میں اوّل آتی رہی۔ فائنل مقابلہ بھی میں نے جیت لیا۔ اِس طرح بالونک محبوب کو جیت کر یہاں تک آ پہنچی ہوں۔"

مانسوری ری کی سوچ پھر سونیا کی طرف واپس آ گئی۔ وہ سوچنے لگی: "اگر میرے محبوب نے مجھے موقع دیا تو میں اُسے پیس کر رکھ دوں گی لیکن مقابلے کے دوران میرا پلّہ بھاری ہوگا تو رس ونتی میرے دماغ کو نقصان پہنچائے گی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ ابھی میری سوچ کو پڑھ رہی ہو؟"

اُس نے ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام لیا۔ میں نے اُس کی سوچ میں اُسے تسلی دی: "نہیں، رس ونتی اب میری طرف رُخ نہیں کرے گی، اُسے معلوم ہو چکا ہے کہ مجھے بالونک فرہاد سے الگ کر دیا گیا ہے اور وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ بالونک فرہاد سونیا کی بو کے پیچھے امریکہ کی طرف گیا ہے۔ وہ اس جہاز میں نہیں آئے گی۔"

ایسے ٹھوس دلائل سے وہ قائل ہو کر سوچنے لگی: "ہاں جب تک بالونک فرہاد سے سامنا نہیں ہو گا یا وہ مجھے اِس جہاز میں نہیں دیکھے گی تب تک مطمئن رہے گی۔"

اتنے میں دروازے پر دستک سنائی دی۔ اُس نے دروازہ کھولا۔ سامنے بالونک فرہاد کھڑا ہوا تھا۔ اُس کے پیچھے ایک بیرا کافی کی ٹرے لیے ہوئے تھا۔ وہ دونوں کیبن کے اندر آ گئے۔ مانسوری ری بیرے کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ وہ ایک میز پر کافی کی ٹرے رکھ رہا تھا۔ جب وہ واپس جانے لگا تو وہ بولی: "سنو، تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ ادب سے بولا: "مادام! خادم کو خادم بیگ کہتے ہیں۔ میں ترکی کا باشندہ ہوں۔"

"اچھا تمھیں یہاں کتنی تنخواہ مِل جاتی ہے؟"

"یوں تو چار سو امریکی ڈالر ملتے ہیں مگر آپ لوگوں کی دی ہوئی ٹپ آمدنی آٹھ نو سو ڈالر تک پہنچ جاتی ہے۔"

"کیا تم یہاں کے تمام کیبنوں میں کھانے پینے کی چیزیں پہنچاتے ہو؟"

"جی ہاں ہم دو ملازم کیبنوں کے لیے مخصوص ہیں۔ ہماری ڈیوٹی بدلتی رہتی ہے۔"

"اگر میں تمھیں ابھی دس ہزار ڈالر دوں تو میرا کام کرو گے؟"

"دس ہزار؟" لالچ کا منہ حیرانی سے کھل گیا۔

مانسوری ری ایک اٹیچی کھول کر اُس کے سامنے رکھتی ہوئی بولی۔ "اس میں سے ابھی دس ہزار گن کر نکال لو۔"

"کک۔ کام کیا ہے؟"

مانسوری ری نے ایک سوٹ کیس کھول کر ایک سیاہ رنگ کی شیشی نکالتے ہوئے کہا۔ "کیبن نمبر پانچ میں دو عورتیں ہیں۔ جب بھی اُن کے لیے کھانے کی چیزیں لے جاؤ، اُن چیزوں میں ایک چٹکی سفوف اس شیشی سے نکال کر ملا دیا کرو۔"

"مگر، اُن عورتوں کو کچھ ہو گیا اور جہاز کے ڈاکٹر نے اُن کا معائنہ کیا تو پکڑا جاؤں گا۔"

"یہ زہر نہیں ہے۔ ڈاکٹر کبھی اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے گا کہ کھانے کی چیزوں میں کوئی چیز ملا کر دی گئی ہے۔ تم خود سوچو، تم پھنسو گے تو ہم بھی پھنسیں گے اور ہم اتنے احمق نہیں ہیں کہ پھنسنے کا کوئی کام کریں۔"

خادم بیگ راضی ہو گیا۔ اُس نے دس ہزار کے نوٹ گن کر تسلی کی۔ ان سب کو ایک بڑے سے رومال میں چھپایا، پھر کیبن سے چلا گیا۔ اُس کے جانے کے بعد بالونک مین نے پوچھا۔ "کیا چکر چلا رہی ہو؟"

"میں نے تمھیں بتایا تھا کہ میری ماں وچ ڈاکٹر تھی۔ میرا باپ جنگل کی جڑی بوٹیوں سے مضر رساں دوائیں تیار کرتا تھا۔ یہ سفوف جو میں نے خادم بیگ کو دیا ہے۔ اُس کے استعمال سے سونیا اور رس ونتی کے دماغ کمزور ہو جائیں گے اس طرح وہ ہم پر ٹیلی پیتھی کا حملہ نہیں کر سکے گی۔"

"ہم پر نہیں، تم پر۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ ویسے یہ احتیاطی تدبیر اچھی ہے۔"

مانسوری ری نے پوچھا۔ "تم اچانک میرے کیبن میں کیسے آ گئے؟"

وہ بولا۔ "جہاز چل چکا ہے۔ وہ دونوں یہاں سے فرار نہیں ہو سکیں گی۔ پھر میں دیکھ رہا ہوں کہ رس ونتی بہت مطمئن ہے اگر اُسے یہاں میری موجودگی کا علم ہوتا تو وہ سونیا کو ضرور بتاتی اور سونیا کی فطرت ایسی ہے کہ ایسے حالات میں وہ کیبن کے اندر کبھی سکون سے نہ بیٹھتی۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ رس ونتی مطمئن ہے کہ تم سونیا کی بُو کا پیچھا کرتے ہوئے امریکہ گئے ہو۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "ہاں جب تک وہ مطمئن ہے، تب تک آؤ ہم بھی اطمینان کے خوب صورت لمحات گزار لیں۔ میں بے چارہ کل سے گھٹن جھیل رہا ہوں۔"

اُس نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ مانسوری ری کا سیاہ چمکتا ہوا سارا بدن ایسے چمک رہا تھا۔ جیسے کالے جوتے کو پالش کے بعد ہو۔ بالونک فرہاد اُس کا تمنائی تھا۔ جبکہ کالا حسن میرے مزاج کے خلاف ہے۔ اس سے ثابت ہو رہا تھا کہ وہ بالونک مین میری مکمل نقل ہونے کے باوجود بنیادی طور پر مزاجاً مجھ سے مختلف تھا۔ صرف ٹریننگ کے مطابق میری کامیاب نقل کر رہا تھا۔

اُس بالونک فرہاد کی اپنی ایک پیدائشی عادت، اپنی مادری زبان، اپنا لہجہ اور اپنی سوچ ہو گی۔ میں نے اُسی کی بنیاد کو گرمیئے (؟) کر دیا۔ مانسوری ری کے دماغ میں یہ سوچ پیدا کی۔ "میں اور ہم دونوں کی آغوش میں ہوں۔ یہ بیک وقت فرہاد بھی ہے اور فرہاد کے روپ کے پیچھے ......"

میں نے سوچ ادھوری چھوڑ دی۔ وہ آپ ہی آپ سوچنے لگی۔ "ہاں۔ اس رُوپ کے پیچھے دوسری شخصیت ہے لیکن سپر ماسٹر نے سختی سے منع کیا ہے کہ اس شخصیت کا ذکر کبھی زبان پر نہ آئے اور نہ ہی اُس کے اصل لہجے میں کبھی بات کی جائے۔"

میں نے کہا۔ "مگر میں چاہتی ہوں کہ دونوں رُوپ سامنے آئیں۔ ایک ٹکٹ میں دو کھیل کا لُطف آئے۔"

وہ گہری سنجیدگی سے سوچنے لگی۔ "ہاں میں سوچتی ہوں کہ فرہاد کی شخصیت سے متاثر ہوں یا اپنے محبوب کی اصل شخصیت سے؟ جو شخصیت چھپی رہے اس کے لیے تجسس پیدا ہوتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ اپنی چھپی ہوئی شخصیت کو آشکار کرے۔"

وہ ایک لمحے کے لیے چپ ہوئی۔ پھر سوچنے لگی۔ "جب میری شہوانی آندھی کی زد میں آتا ہے اور دیوانہ وار بولتا جاتا ہے تو اس کی آواز اور لہجہ بدل جاتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہی اُس کی اصل آواز اور اصل لہجہ ہے۔ بعد میں وہ اس حقیقت سے انکار کرتا ہے۔ سپر ماسٹر کا تو سب سے پہلا حکم یہی ہے کہ اُس کے آلۂ کار اپنی حقیقت کا کبھی اعتراف نہ کریں۔"

میں نے کہا۔ "مگر میں اعتراف کراؤں گی۔ میرا محبوب ایسے تو نہیں مانے گا لیکن جذبوں کی سان پر زبان کی چھُری رکھی جائے گی تو چنگاریاں ضرور آئیں گی اور میں چنگاریاں ضرور اُڑاؤں گی۔"

اتنا کہہ کر میں نے پھر اُسے سوچ کے تیز بہاؤ پر چھوڑ دیا۔ وہ بالونک فرہاد سے بولی۔ "تم اچھی طرح جانتے ہو، میں گونگا پیار پسند نہیں کرتی ایسے وقت میں بولتی رہتی ہوں۔ تم بھی بولتے رہو، بولو میرے پہاڑ"

پہاڑ بولنے لگا۔ میں اس بات کی وضاحت کر دوں کہ پہاڑ دو مواقع پر بولتا ہے۔ ایک اُس وقت جب کوئی اُس کی طرف منہ کر کے صدا لگاتا ہے۔ وہ اُس کی صدا کو اپنے گونجتے ہوئے تیور سے واپس کر دیتا ہے جسے ہم بازگشت کہتے ہیں۔ دوسرا موقع وہ ہوتا ہے جب دریا کی سیلابی لہریں اُس کے قدموں سے ٹکراتی ہیں اور وہ غرّا کر انھیں واپس ندی کی گود میں اُچھال دیتا ہے۔ پہلے وہ ندی اُس کی طرف منہ کیے لہر لہر صدا لگاتی رہی، پہاڑ کی دھیمی دھیمی صدائے بازگشت سُنائی دیتی رہی، پھر ندی چڑھنے لگی۔ سیلابی لہریں پہاڑ کے قدموں میں چھم چھا چھم بجنے لگیں، جذبوں کے رقص پاسے پائل بولی تو ساز بھی بولنے لگا۔ جذبے کی ادا، شوق کی آواز اور جنون کا لہجہ چھپائے نہیں چھپتے۔ جنون اُسے کہتے ہیں جو امارت کے پردوں کو چاک کر کے آدمی کی اصلیت کو بے نقاب کر دیتا ہے۔

میں اُس کی اصل آواز سُن رہا تھا اور اُس کے اصل لہجے کو ایک اہم سبق کی طرح یاد کر رہا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اُس کی آواز اور لہجے کو ازبر کرنے کے باوجود میں اُس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا، اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا پھر بھی میں نے اُس کے بولنے کے انداز کے ایک ایک اُتار چڑھاؤ کو اپنے ذہن میں نقش کر لیا۔

میرے اور رس ونتی کے لیے ایک خوش آیند بات یہ تھی کہ بالونک مین پیدائشی طور پر ہندوستانی تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ دیسی عیسائی ہے۔ اُس کے ہندوستانی ماں باپ نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور وہاں کے ہندوستانیوں کی طرح ہندی زبان ہی بولتے رہے تھے۔ بالونک مین غصے، جوش اور جنون کی حالت میں ورثے میں ملی ہوئی زبان بے اختیار بولنے لگتا تھا۔

بہرحال رس ونتی ہی بالونک مین سے ٹکرا سکتی تھی بشرطیکہ وہ سونیا کی حفاظت کرنا چاہتی۔ میرے لیے سب سے زیادہ پریشانی کی بات یہ تھی کہ رس ونتی، سونیا اور روحانہ ایک دوسرے کی جانی دشمن تھیں، کسی بھی موقع پر وہ کسی کی جان لے سکتی تھیں یا خاموشی سے اُن کی جان جانے کا تماشہ مزے لے کر دیکھ سکتی تھیں۔

اِن تینوں میں رُوحانہ نارمل تھی میرے ایک اشارے پر دونوں کو نظرانداز کر دیتی یا کسی موقع پر فراخدلی سے اُن کی مدد بھی کرتی مگر رس ونتی ماننے والی چیز نہیں تھی۔ سونیا بھی اتنی خوددار تھی کہ اُس نے رس ونتی سے مدد نہیں مانگی۔ اتنا کہا کہ جب وہ بالونک مین سے ٹکرائے تو رس ونتی انتقاماً کوئی قدم نہ اُٹھائے۔ مختصر یہ کہ اُن کے آپس کے جھگڑے میرے لیے مشکلات پیدا کر رہے تھے۔ اب مجھے کوئی ایسی تدبیر کرنا تھی کہ رس ونتی کسی طرح مجبور ہو کر سونیا کی مدد کے لیے تیار ہو جائے۔

پہلے تو میں رس ونتی کے لہجے میں سونیا کے دماغ تک پہنچ گیا۔ اُس سے سوال کیا۔ "کیا تم لوگوں نے کھانے پینے کی کسی چیز کا آرڈر دیا ہے؟"

"ابھی میں سوچ رہی تھی کہ کسی بیرے کو کال کروں۔"

"ابھی کال نہ کرو کیبن سے نکلو اور اُس جہاز کے جنرل اسٹور سے کھانے پینے کے سربند ڈبے اور بوتلیں خرید لو۔ جتنے دن کا سفر ہو، اتنے دنوں کا اسٹاک محفوظ کر لو۔"

وہ سلمیٰ کے ساتھ شاپنگ کے لیے نکل گئی۔ میں نے اُسے بتایا کہ بالونک مین ابھی مانسوری ری کے ساتھ کیبن میں وقت گزار رہا ہے۔ جس نے ایک بیرے خادم بیگ کے ذریعہ اُن کے کھانوں میں ایسی دوا ملا کر انھیں کھلانے کا بندوبست کیا ہے۔ جسے کھانے کے بعد سونیا اور سلمیٰ کے دماغ کمزور ہو جائیں گے۔

سونیا نے کہا۔ "رس ونتی! اگر ایسے موقع پر فرہاد ہوتا تو وہ اُن کی چال اُن پر اُلٹ دیتا۔ کیا تم خادم بیگ کے ذریعہ اُن کی دوا انھیں استعمال نہیں کرا سکتیں؟"

"میں موقع کی تاک میں ہوں، ایسا ہی کروں گی مگر ابھی تمھیں احتیاطاً کھانے کا فاضل اسٹاک اپنے پاس رکھنا چاہیے۔ تم دکھاوے کے لیے کیبن میں کھانے کا آرڈر کبھی کبھی دے دینا جب وہ کھانا آئے تو چپکے سے اُسے ضائع کر دینا۔ دشمنوں کو خوش فہمی میں مبتلا رکھو، کبھی تازہ کھانے کا دل چاہے تو اُس وقت ڈائننگ ہال میں جانا جب میں تمھارے دماغ میں موجود رہوں گی۔"

"رس ونتی! جیسے تم میرا ساتھ دے رہی ہو، ویسے ہی ہندوستان میں تم خاموشی سے تماشہ دیکھنا کہ میں تمھارے لہو کے رشتوں کو کس طرح سرکاری نظربندی سے نکال کر سرحد پار لے جاؤں گی۔ میں سونیا ہوں، محبت کا جواب محبت سے دیتی ہوں۔"

"میں جانتی ہوں سونیا! تمھارا دل بہت خوب صورت ہے، اچھا میں جا رہی ہوں، تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

میں نے مانسوری ری کے کیبن میں پہنچ کر بالونک مین کو دیکھا۔ جہاز ابھی سوئز کنال سے نکل کر کھلے سمندر میں نہیں پہنچا تھا۔ اِس لیے وہ دونوں کیبن میں آرام کر رہے تھے میرے اندازے کے مطابق ایک گھنٹے بعد سونیا اور بالونک مین کا سامنا ہونے والا تھا۔

میں رس ونتی کے پاس آ گیا وہ طیارے میں اطمینان سے بیٹھی مریم کے ساتھ رات کا کھانا کھا رہی تھی۔ مجھے یاد آیا کہ ملایا اور تھائی لینڈ کے درمیان رات کے بارہ بج رہے ہیں۔ میں ٹرین میں سفر کرتا ہوا اپنی بہن بے بی کے کیبن میں موجود تھا اور بے بی شرلاک کے ساتھ خاموشی سے میری خیال خوانی کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ دونوں آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔ بے بی مجھے آنکھ کھولتے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے کہا۔ "بے بی! تم سوچ رہی تھیں کہ میرے ساتھ اس سفر میں بڑا مزہ آئے گا، مگر دیکھ لو مجھے خیال خوانی سے فرصت نہیں مل رہی ہے۔ دشمن نہیں چاہتے کہ میں سکون سے ذرا وقت گزاروں۔"

وہ میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ میرا ہاتھ تھام کر بولی۔ "بھائی! ایسے تو آپ بیمار پڑ جائیں گے۔ آپ کو آرام کرنا چاہیے۔"

میں نے کہا: "میں دن کے وقت آٹھ گھنٹے تک ستا رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رُسانہ مجھ سے بچھڑ گئی، اب آرام کروں گا تو خدانخواستہ سونیا ہمیشہ کے لیے مجھ سے بچھڑ جائے گی۔ آج میرا رت جگا ہے تم ایسا کرو میرے کیبن میں جا کر سو جاؤ۔"

"نہیں۔ میں بھی آپ کے ساتھ جاگتی رہوں گی۔"

"پھر تو یہ احساس میرے لیے تکلیف دہ بن جائے گا کہ میری خاطر تم دونوں یہاں جاگ رہے ہو۔"

"آپ کو ایسا احساس نہیں ہونا چاہیے۔ ہم تو خوشی سے جاگ رہے ہیں۔"

شرلاک نے کہا: "انو تی! یقین کرو کہ ہم تمھیں قریب پا کر کھانے پینے اور سونے کے بغیر خوش رہ سکتے ہیں۔ ہم سے ہماری خوشیاں نہ چھینو۔ تم آرام سے خیال خوانی کرتے رہو۔ بے بی یہاں آجاؤ۔"

بے بی میرے پاس سے اُٹھ کر پھر شرلاک کے پاس چلی گئی۔

میں نے آرام سے برتھ پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے کیبن میں مونا کو دیکھا، وہ جاگ رہی تھی۔ اس خیال سے نہیں سو رہی تھی کہ میں ایک اجنبی اُس کیبن میں آکر رات گزارنے والا تھا۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اُسے سُلا دیتا۔ اُسے اُس کے حال میں چھوڑ کر میں رس ونتی کے پاس پہنچ گیا۔

رس ونتی ایک لقمہ چباتی ہوئی بولی: "کیا بات ہے؟ ابھی تم میرے دماغ میں آکر واپس چلے گئے تھے؟"

میں نے کہا: "میں تم سے باتیں کرنے سے پہلے اپنے ماحول کا ایک جائزہ لینا چاہتا تھا۔ یہاں سب خیریت ہے۔ اس لیے جلد ہی تمھارے پاس واپس آگیا۔"

وہ مسکرا کر بولی: "کھانا کھاؤ گے؟ بڑا لذیذ ہے۔"

"میں خود اتنا لذیذ ہوں کہ مجھے فکر کھا رہی ہے۔"

"زیادہ نہ بنو فرہاد! تمھارے جیسے پتھر کو فکر اور پریشانیاں نہیں چبا سکتیں۔ چلو بتاؤ سونیا پر کیا گزر رہی ہے؟"

"تم جانتی ہو، میں تمھاری آواز اور لہجے میں سونیا سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ میں نے بالوزنگ مین کے متعلق اُسے بتایا ہے۔ سانسوسی رِی ایک دوا اُس کے کھانے کی چیزوں میں ملا کر اُس کا دماغ کمزور بنانا چاہتی ہے۔ سونیا محتاط ہے اور تمھاری احسان مند ہے۔"

"میں نے اُس کے لیے کچھ نہیں کیا۔ بیٹھے بٹھائے اُس کی محسنہ بن گئی۔"

"تم چاہو تو بہت کچھ کر سکتی ہو۔"

"کاش میں اس قابل ہوتی۔"

میں نے اُس کے اندر تجسس پیدا کرنے کے لیے کہا: "بالوزنگ مین کی اصلیت مجھے معلوم ہو گئی ہے۔ وہ ہندوستانی ہے اور تمھاری زبان بولتا ہے۔"

"سچ؟" اُس کے ہاتھ سے لقمہ چھوٹ کر پلیٹ پر گر پڑا۔

"ہاتھ نہ روکو، کھاتی رہو، میں بول رہا ہوں۔"

میں نے اُسے بتایا کہ بالوزنگ مین کیسے جنون کی حالت میں اپنی پیدائشی زبان بول رہا تھا۔ رس ونتی ناراض ہو کر بولی: "تمھیں شرم نہیں آتی، کسی کی تنہائی میں جھانکنا خلافِ تہذیب ہے۔"

"میں نے پہلے کبھی ایسا نہیں کیا مگر تم ہی سوچو، اس شیطان سے نمٹنے کے لیے شیطانی طریقہ اختیار نہ کرتا تو اُس کے اصل لب و لہجہ تک کبھی نہ پہنچ سکتا۔"

"ذرا اُس کا لب و لہجہ مجھے سناؤ۔"

"تم سن کر کیا کرو گی، تم تو ٹیلی پیتھی سے محروم ہو۔"

"ایں۔" وہ ذرا گڑبڑائی۔ پھر سنبھل کر بولی: "میرا مطلب ہے نہ جانے کس وقت میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال ہو جائے مجھے اُس بالوزنگ شیطان کے لہجے کو یاد رکھنا چاہیے۔"

"اچھا تو پھر یاد کرو۔ میں بول رہا ہوں۔"

میں اُس کے دماغ میں بالوزنگ مین کے اصل لہجے میں بولنے لگا۔ وہ یاد کرنے لگی۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے جتنی زبانیں سیکھتے ہیں اُن زبانوں کے ایک ایک حرف کے مخرج کو سمجھنے اور برتنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ رس ونتی نے اُس کے لب و لہجہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد جھوٹ موٹ اپنے شوق کا اظہار کیا: "ہائے اگر مجھے خیال خوانی آتی تو ابھی اُس کے دماغ تک پہنچ جاتی۔"

میں نے کہا: "تمھارا یہ شوق ضرور پورا ہو گا۔ تم خیال پڑھو گی۔"

"کیا مطلب؟" وہ ذرا چونک گئی۔

"مطلب یہ کہ تم صحت مند ہو، تمھارا دماغ بھی کمزور نہیں ہے۔ تم مجھے پریشان نہیں دیکھ سکتیں، تم یہ بھی نہیں چاہو گی کہ میں سونیا کو بچانے کے لیے خود کو سپر ماسٹر کے حوالے کر دوں۔ اس لیے میری خاطر صرف میری خاطر تم سونیا کی حفاظت کرو گی۔"

"کیسے حفاظت کروں گی؟ تم گول مول باتیں کر رہے ہو۔"

وہ اضطراب میں مبتلا ہو گئی، سوچنے لگی کہ میں اُس کے ایک بھید کو سمجھ رہا ہوں۔ میں نے سوال کیا: "تمھاری چور سوچ کسی بھید کے متعلق ہے۔ وہ بھید کیا ہے؟"

وہ جلدی سے بولی: "یہ میرا اور جبران کا بھید ہے۔ تم جاؤ یہاں سے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے سانس روک لی۔ مجھے اپنے دماغ سے باہر نکال دیا۔ میں اپنی عادت کے مطابق انگریزی زبان میں سوچنے لگا۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ مجھے دماغ سے نکالتے ہی میری سوچ پڑھے گی اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے گی کہ میں نے اُس کی ٹیلی پیتھی کے راز کو سمجھ لیا ہے یا نہیں؟

اچانک ہی میرے اندر میری سوچ نے اُردو زبان میں کہا: "مجھے

مادری زبان کو نہیں بھولنا چاہیے۔ میں دن رات انگریزی بولتا ہوں مگر سوچتے وقت اپنی زبان میں سوچنا چاہیے۔"

صاف ظاہر تھا کہ یہ میری سوچ نہیں تھی۔ رس ونتی میری سوچ میں مجھے مادری زبان میں سوچنے کی طرف مائل کرنا چاہتی تھی۔ میں نے مسکرا کر کہا: "خوب ادا ہے کہ اپنے گھر سے نکال کر میرے گھر آگئیں میں خوش آمدید کہنے کے لیے شعر عرض ہے۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے۔"

وہ خاموش رہی۔ میں نے کہا: "ایک شرمیلی میری سوچ کی سیج پر گُم بیٹھی سوچ رہی ہے۔ ہائے ری دیّا! کا بولوں؟ بولوں تو نٹ کھٹ بالم گلے پڑ جاوے ہے۔"

آخر وہ بول پڑی: "فرہاد! تمھارے جیسا مکار میں نے نہیں دیکھا۔ تم کب سے میری خیال خوانی کو سمجھ رہے ہو؟"

"جب سے تم پردہ کر رہی ہو۔"

"مگر تم نے کیسے سمجھا کہ میں اپنی اس صلاحیت کو چھپا رہی ہوں؟"

"دیکھو تم اپنا طریقہ کار چھپا رہی تھیں۔ میں نے خود معلوم کیا۔ تم نے نہیں پوچھا تم بھی مجھ سے نہ پوچھو۔"

"میں پوچھوں گی۔ تمھیں بتانا پڑے گا۔"

"اپنی زبان سے کبھی نہیں بتاؤں گا۔"

"فرہاد! مجھے پریشان نہ کرو، کوئی بات مجھ سے چھُپی رہے تو میں ایک دم سے بے چین ہو جاتی ہوں۔"

"میری بھی یہی حالت ہوتی ہے جب تم مجھ سے کچھ چھپاتی ہو۔"

"وعدہ کرتی ہوں اب کبھی تم سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گی۔"

"تمھارے وعدے میں کتنی سچائی ہے؟"

"تمھیں کیسے یقین آئے گا؟"

میں نے مسکرا کر کہا: "جو تمھیں دل و جان کی طرح عزیز ہے اُس کی قسم کھا کر کہو کہ تم اب بھی کچھ نہیں چھپا رہی ہو۔"

اُس کی طرف سے جواب نہیں ملا۔ شاید وہ چپ رہ کر میرے چور خیال کو پڑھنا چاہتی تھی۔ میں نے اُس کے دماغ کے ایک راز ٹیلی پیتھی کو سمجھ لیا تھا۔ اب دل کا ایک راز تھا کہ اُس کی دھڑکنوں میں میں اور دن میں ہوں مگر زبان پر جبران کا نام رہتا ہے۔ یہ ایک راز ابھی تک اُس نے چھُپا رکھا تھا اور چپ رہ کر معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کہیں میں اُس کے دل کی چور دھڑکنوں کو تو نہیں سمجھ گیا ہوں؟

لیکن میں اُس کے چپ ہوتے ہی عادتاً انگریزی زبان میں سوچنے لگا تھا۔ وہ جھلا کر بولی: "اے تم اس زبان میں نہ سوچا کرو۔ کیوں میرے اندر تجسس کی آگ بھڑکا رہے ہو؟"

میں نے کہا: "تم نے اپنے عزیز از جان کی قسم نہیں کھائی۔"

اگر میں اُس کے دماغ میں ہوتا تو اُس کی ہچکچاہٹ کو سمجھ لیتا۔ چند لمحوں کے بعد وہ جھوٹ بولی: "جمشید جبران مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے میں اُس کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ تم سے کچھ نہیں چھپا رہی ہوں۔"

میں نے اجنبی زبان میں سوچا۔ کنواری لڑکیاں خصوصاً محبت کے معاملے میں رس ونتی کی طرح شرمانے والی لڑکیاں اپنے دل کے نہاں خانے میں بڑے جتن سے اپنے محبوب کو چھپا کر رکھتی ہیں۔ اپنے محبوب کے سامنے بھی محبت کا بھید نہیں کھولتیں۔ اس لیے میں نے رس ونتی کو جھوٹی نہیں کہا۔ کیونکہ اُس کے جھوٹ کے پیچھے میرا ہی پیار چھُپا ہوا تھا۔

میں نے کہا: "مجھے تمھاری قسم پر یقین ہے۔"

"تو پھر بتاؤ کب سے میری خیال خوانی کو سمجھ رہے ہو اور کیسے؟"

"کل رات تم گہری نیند سو رہی تھیں۔ تمھیں کچھ یاد ہے؟"

وہ کچھ سوچ کر بولی: "ہاں۔ صبح اُٹھنے کے بعد مجھے ایسا لگا جیسے میں سوئی نہیں، بلکہ مر گئی تھی۔ مجھے موت کی طرح گہری نیند پہلے کبھی نہیں آئی۔ بعد میں حساب کیا تو معلوم ہوا میں نو گھنٹے تک سوتی رہی تھی۔"

"تم بھول رہی ہو، بیماری کے دوران تم کبھی دو دن کبھی ایک دن بے سُدھ ہو کر سوتی رہی ہو۔"

"بیماری کی بات اور ہے۔ اب تو میں صحت مند ہوں۔"

"تم ڈاکٹر نہیں ہو۔ تمھاری کل کی نیند بتا رہی ہے کہ جسمانی طور پر تو تم ٹھیک ہو مگر دماغ میں اب بھی ایسی کمزوریاں ہیں جنھیں تم سمجھ نہیں سکتیں۔"

"اے میں تمھاری رگ رگ کو پہچانتی ہوں۔ تم اس لیے اتنی گھما پھرا کر باتیں کر رہے ہو کہ میں تمھاری کسی چال کو نہ سمجھ سکوں۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں تم نے سونیا وغیرہ کے ذریعے مجھے کسی طرح خواب آور دوا کھلائی ہو گی۔"

"واہ کیا سمجھداری ہے۔ مجھ پر الزام لگانے کے پیسے نہیں لگتے اور دو چار الزامات عائد کر دو۔"

"تم سچ نہیں بولو گے؟"

"ایسا ہی سوال میں کرتا ہوں کیا میری سچائی کو نہیں سمجھو گی؟"

"سچائی تو تمھیں چھو کر نہیں گزری۔ میرا خیال ہے جب سے تم پیدا ہوئے ہو جھوٹ ہی بولتے آرہے ہو۔"

"یہ کھسیانی باتیں ہیں۔ تم نے سمجھ لیا ہے کہ تمھاری گہری نیند کے دوران میں نے تمھارے جھوٹ سچ کو اچھی طرح کُرید لیا ہے۔ تمھارے دھڑکتے ہوئے دل کا جو خوبصورت فیصلہ میرے دل میں دھڑک رہا ہے اس سے تم انکار نہیں کر سکو گی۔ اس لیے جھگڑا شروع کر رہی ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ نیند سے بھرا ہوا دماغ غلط فیصلہ کرتا ہے۔ میں ہوش و حواس میں رہ کر تم سے نفرت کرتی ہوں۔"

"نفرت بھی اپنوں سے کی جاتی ہے۔"

"دیکھو میں ابھی تمھاری کھوپڑی میں زلزلے پیدا کر دوں گی۔

مجھے غصہ نہ دلاؤ۔"

"میرے دماغ کا کباڑا کر کے تمہارا غصہ دُور ہو سکتا ہے تو سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔"

"سنو فرہاد! اب میں اپنی نیند کو دماغ کے کنٹرول میں رکھوں گی۔ آئندہ تم کبھی میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکو گے اور جاگتے رہنے کے دوران بھی میں تمہیں اجازت نہیں دوں گی کہ سوچ کے ذریعہ گفتگو کرو۔ اب میں ہمیشہ کے لیے تم سے رابطہ ختم کر رہی ہوں۔"

"رس ونتی! غصہ تھوک دو۔ سونیا کی زندگی خطرے میں ہے۔"

"اس چڑیل کو بالونک مین کے ہاتھوں ہی مرنا چاہیے۔ تمہاری تمام چاہنے والیوں کو سسک سسک کر مرنا چاہیے۔"

"اپنے آپ کو بددعا نہ دو۔"

اُس کا غصہ انتہا کو پہنچ گیا۔ کیونکہ میرے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا پہنچا تھا۔ جیسے عورت اپنے مرد کو پیار سے اور نخرے سے "جاؤ میں نہیں بولتی" کے انداز میں نازک ہاتھوں سے مارتی ہے۔ اُسی طرح اُس نے ٹیلی پیتھی کے ہاتھوں سے نازک سا جھٹکا پہنچایا۔ میری آنکھ کھل گئی۔

میں ایک برتھ پر لیٹا ہوا تھا۔ دوسری برتھ پر شرلاک اور بے بی باتوں میں مصروف تھے۔ انھوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ میں نے جلدی سے آنکھیں بند کرلیں۔ رس ونتی کی سوچ نے کہا "مجھے مجبور نہ کرو کہ ان جھٹکوں میں شدت آجائے۔"

میں نے گہری سنجیدگی سے کہا "اگر تم نے محبت سے ایسا کیا تھا تو میں محبت سے برداشت کر رہا ہوں اور اگر یہ تمہارا چیلنج ہے تو فرہاد کسی کا چیلنج برداشت نہیں کرتا۔ اپنے الفاظ واپس لو۔ یا پھر میرے دماغ سے نکل جاؤ۔"

"ہاں ہاں میں جا رہی ہوں کبھی واپس نہ آنے کے لیے...."

"گیٹ آؤٹ" میں نے ناگواری سے کہا۔

شاید وہ چلی گئی میرے دماغ میں خاموشی رہی۔ میرا موڈ خراب ہو گیا۔ ایک تو میں سونیا کے لیے فکرمند تھا۔ بالونک موت کا راستہ کاٹنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ رس ونتی سے اُمید تھی کہ وہ کچھ کر گزرے گی لیکن اُس کے غرور کو ٹھیس پہنچی تھی کہ میں اُس کے دماغ کے خفیہ خانے میں کیوں پہنچ گیا؟

یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی، میں اُسے سمجھا منا لیتا محبت سے عورت سر پہ چڑھے تو میں چڑھا لیتا ہوں مگر چیلنج کرے تو میں اُس کی برتری برداشت نہیں کر سکتا۔ اصل بات یہ تھی کہ بحری جہاز میں سونیا اپنی زندگی کے آخری لمحات گزار رہی تھی۔ رس ونتی اس سچویشن کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ اُس کی دلی خواہش تھی کہ میری چاہنے والیاں ایک ایک کر کے ایسے ہی فنا ہو جائیں۔ اگر ایسے وقت وہ دوست بن کر رہتی تو اُسے میری دوستی کی خاطر سونیا کی حفاظت کرنی پڑتی۔ اس لیے اُس نے جھگڑا کرنے اور مجھ سے رابطہ ختم کرنے کا بہانہ ڈھونڈ لیا تھا۔

اور اب وہ عملاً رابطہ ختم کر چکی تھی اور میں ایسا نہیں ہوں کہ کوئی مجھ سے منہ موڑ کر جائے اور میں خوشامدانہ انداز میں اُس کے پیچھے جاؤں۔ میں نے اس وقت رس ونتی کو نظر انداز کر دیا۔ سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے اور سلومی نے بند ڈبوں کا تھوڑا سا کھانا اسٹاک کر لیا تھا۔ انھیں کیبن میں لا کر چھپا دیا تھا اور اب دونوں پتلون اور شرٹ پہن کر دوبارہ کیبن سے باہر جانے والی تھیں۔

میں سمجھ گیا کہیں کسی سے مقابلے کی توقع ہو تو سونیا اکثر پتلون بنیان یا شرٹ پہن کر رہتی تھی۔ سلومی کے لیے بھی اب ساڑھی لازمی نہیں تھی۔ وہ رس ونتی کے میک اپ میں نہیں تھی، صرف اُس کا لباس پہن کر آئی تھی۔ تاکہ پیچھا کرنے والے اُسے رس ونتی سمجھیں۔ سونیا وغیرہ کا خیال تھا کہ رس ونتی کو کوئی چہرے سے نہیں پہچانتا ہے۔ جبکہ اُسے پہچاننے کے لیے سپر ماسٹر اور اُس کے ماتحتوں کے پاس رس ونتی کی ہم شکل بہن وسنتی کی تصویریں موجود تھیں۔

بہرحال جب وہ دونوں کیبن سے نکل کر ڈائننگ ہال کی طرف جانے لگیں تو بہت سے مسافر انھیں دلچسپی سے دیکھنے لگے۔ کسی کی نگاہوں میں سوال تھا کہ وہ دو چلبلیاں کون ہیں؟ کوئی اُن کی چال کو اور انداز کو تعریفی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور کسی کی نگاہوں میں اُن کے لیے ہوس تھی۔ وہ دونوں ڈائننگ ہال کے دروازے پر پہنچ گئیں۔

ہال کے ایک خوب صورت سے پارٹیشن کے پیچھے بار روم تھا۔ مانسوری نے دُور ہی سے بالونک فرہاد کو دیکھ لیا۔ وہ بار کاؤنٹر کے پاس ایک عورت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ مانسوری تھی اور ایک جام میں لیے شراب کی چسکیاں لے رہی تھی۔ بالونک مین نے بھی اُسے دیکھ لیا۔ اُس نے مانسوری سے کچھ کہا۔ میں مانسوری کے پاس پہنچ گیا۔

وہ شیشے کے جام کو چہرے کے سامنے لا کر سونیا اور سلومی کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر آہستگی سے بولی "یہ سونیا کے ساتھ خوب صورت سی لڑکی کون ہے؟"

بالونک مین نے کہا "اُس کے ساتھ رس ونتی کو ہونا چاہیے۔ شاید وہ میک اپ میں ہے۔ میں ابھی دیکھتا ہوں۔"

میں نے مانسوری کی سوچ کے ذریعہ سمجھا کہ بالونک مین پلکیں جھپکائے بغیر سونیا کی ساتھی کو دیکھ رہا تھا جو سونیا کے ساتھ چلتی ہوئی بار روم کے قریب ایک میز کی طرف آ رہی تھی۔ پھر وہ بولا "یہ رس ونتی نہیں ہے۔"

"پھر یہ کون ہو سکتی ہے؟ کیا رس ونتی اپنے کیبن میں ہے؟"

"چپ رہو۔ میں اُن کی باتیں سن کر معلوم کرتا ہوں۔"

وہ غیر معمولی قوتِ سماعت کا مالک تھا۔ جیب چاپ کان لگا کر سننے لگا۔ میں نے سونیا کو مخاطب کیا "سونیا! بالونک مین کان

لگا کر تمھاری باتیں سن رہا ہے۔ تم سلومی سے ایسی باتیں کرو جس سے ظاہر ہو جائے کہ میں تمھارے ساتھ سفر نہیں کر رہی ہوں۔"

وہ بولی "اچھا تم سلومی کو بھی سمجھا دو کہ وہ سوچ سمجھ کر باتیں کرے۔"

یہ کہہ کر سونیا ویٹر کو کھانے کا آرڈر دینے لگی۔ میں نے سلومی کے دماغ میں جھانک کر کہا "ہیلو سلومی! میں رس ونتی بول رہی ہوں جیسا کہ تمھیں معلوم ہے۔ بالونک مین دُور کی آوازیں سن لیتا ہے۔ اب بھی اُس کے کان تم دونوں کی طرف لگے ہیں۔ میں نے سونیا سے کہہ دیا ہے کہ وہ اس جہاز میں میری غیر موجودگی ظاہر کرنے والی گفتگو چھیڑے۔ تم اُسی مناسبت سے جواب دینا۔"

وہ بولی "اچھی بات ہے، میں ہی بات چھیڑتی ہوں۔"

یہ کہہ کر سلومی نے سونیا سے کہا "تعجب ہے۔ رس ونتی نے ہمیں رخصت کرنے کے بعد اب تک دماغی رابطہ قائم نہیں کیا۔ کیوں سونیا! تمھیں تشویش نہیں ہے؟"

سونیا نے جواب دیا "ہاں۔ میں بہت دیر سے سوچ رہی ہوں کہ رس ونتی کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو گئی ہو۔"

سلومی نے کہا "میں نے پہلے ہی مخالفت کی تھی کہ رس ونتی کو اسکندریہ میں نہ چھوڑا جائے اور مجھے ساڑھی پہنا کر رس ونتی نہ بنایا جائے۔"

سونیا ہنستی ہوئی بولی "بھئی تمھیں ساڑھی پہن کر چلنا دشوار ہو گیا تھا۔ تم کارٹون لگ رہی تھیں مگر میری یہ پلاننگ کامیاب رہی۔ میں سوچ رہی تھی کہ بالونک مین امریکہ کی طرف چلا گیا ہے۔ اب صرف ریڈ پاور والے رس ونتی کا پیچھا کریں گے مگر تمھیں ایک چونکا دینے والی بات بتاؤں؟"

"بتاؤ۔ میں چونکنے کی کوشش کروں گی۔"

"سلومی تم مذاق سمجھ رہی ہو۔ یہاں کوئی ریڈ پاور کا آدمی تو نظر نہیں آیا مگر تمھیں رس ونتی سمجھ کر بالونک مین یہاں پہنچ گیا ہے۔"

سلومی نے ایک دم سے چونکنے کا مظاہرہ کیا "نہیں۔ بالونک مین اور یہاں؟ نہیں وہ تو امریکہ...."

سونیا بات کاٹ کر بولی "ہم دھوکا کھا رہے تھے۔ بالونک مین اسکندریہ میں ہی تھا۔ تمھارا پیچھا کرتا ہوا اس جہاز میں آ گیا ہے۔ میں نے ابھی اُسے بار روم میں دیکھا ہے۔"

"کیا واقعی؟ یعنی وہ ہمارے اتنے قریب ہے۔"

بالونک مین کی آواز سنائی دی "چاہو تو مجھے اور اپنے قریب رکھ کر دیکھ سکتی ہو۔"

سونیا نے نظریں اُٹھائیں۔ سلومی نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے سونیا سے بولا "ہیلو سونیا!"

سونیا نے زہریلی مسکراہٹ سے کہا "ہیلو بہروپیے۔ آؤ سونیا کے ساتھ بیٹھنے کا شرف حاصل کر لو۔"

وہ قریبی کرسی کے پاس آ کر بولا "میں شرف حاصل نہیں کرتا۔ جہاں چاہتا ہوں بیٹھ جاتا...."

وہ کرسی پر بیٹھ رہا تھا۔ بات ادھوری ہی تھی کہ سونیا نے کرسی پر ایک لات ماری۔ وہ بیٹھتے بیٹھتے گرنے والی کرسی کے ساتھ گر پڑا۔ ہال میں ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔ سب لوگ اُن کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سونیا غرّا کر بولی "اپنے الفاظ واپس لو۔ ورنہ میرے پاس نہیں بیٹھ سکو گے۔"

بالونک مین۔ دنیا کا سب سے خطرناک انسان۔ تقدیر کی طرح پتھر موت کی طرح اٹل۔ وہ ایک عورت کی ہلکی سی جنبش سے گر جائے اور وہاں قیامت نہ آئے، یہ ممکن نہ تھا اور یہ بھی ممکن نہ تھا کہ سونیا زندہ سلامت اپنی جگہ بیٹھی رہ جائے۔

پہلے تو وہ فرش پر چند لمحوں تک بیٹھا رہا، اِدھر اُدھر دور و نزدیک کتنے ہی مردوں اور عورتوں کے ہنسنے کی آوازیں آئیں۔ وہ قہقہے جلتی پر تیل چھڑکنا چاہتے تھے۔ اِن چند لمحوں میں مانسوری بار روم سے دوڑتی ہوئی آئی۔ وہ سونیا پر جھپٹنا چاہتی تھی مگر پھر ایک دم سے رُک گئی۔

بالونک مین نے اُسے ڈانٹ کر رُک جانے کے لیے کہا تھا۔ وہ غصہ سے چیخ کر بولی "او فرہاد! کیا ہو گیا ہے تمھیں؟ کیا اپنی توہین کا احساس نہیں ہو رہا ہے؟"

وہ فرش پر سے اُٹھتے ہوئے اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے اِدھر اُدھر ہنسنے والوں کو دیکھنے لگا۔ سب کے قہقہے رُک گئے۔ پھر اُس کے سفید چمکیلے دانت نظر آئے۔ اُس نے دانت پر دانت جما کر بڑی ہی سرد نظروں سے سونیا کو دیکھا۔ سنا ہے موت کے ہاتھ بھی بڑے سرد ہوتے ہیں۔ میں سونیا کے دماغ میں بالکل تیار تھا۔ کسی بھی لمحے کچھ ہونے والا تھا۔

بالونک مین نے سونیا پر سے نظریں ہٹا کر پارٹیشن کے دروازے کو دیکھا۔ دروازے کے اوپر ڈیکوریشن کے طور پر دو لانبے فولادی راڈ لگے ہوئے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ پھر اُس نے ایک آہنی راڈ کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ دوسرے ہی لمحہ کڑکڑاکڑ کی آواز سنائی دی۔ آہنی راڈ اپنی جگہ سے اکھڑ رہا تھا۔ پارٹیشن کے در و دیوار لرز رہے تھے۔ جہاز کے دو اسٹیوارڈ دوڑتے ہوئے آئے "ارے مسٹر! یہ کیا کر رہے ہو؟"

مانسوری اچھل کر دونوں اسٹیوارڈ کے سامنے آ گئی "رُک جاؤ۔ میرے آدمی سے دُور رہو۔ یہاں جو بھی توڑ پھوڑ ہو گی۔ ہم تمھاری منہ مانگی رقم سے اس نقصان کی تلافی کریں گے۔"

اتنی دیر میں بالونک مین وہ آہنی راڈ لے کر سونیا کے سامنے پہنچ گیا۔ سونیا یہ تو لڑنے کے لیے بالکل تیار تھی۔ راڈ کا ایک سرا بالونک مین کے

ہاتھ میں تھا۔ دوسرے سرے کو وہ سونیا کے چہرے کے سامنے آہستہ آہستہ دائیں بائیں لہرا رہا تھا۔ سونیا محتاط انداز میں حساب لگا رہی تھی کہ راڈ کا وہ سرا کدھر سے منہ پر پڑنا چاہیے گا اور وہ کدھر جھکائی دے گی۔

پھر اچانک ہی سونیا نے اس راڈ کو لپک کر مضبوطی سے تھام لیا۔ خلافِ توقع بالیونک ہین نے راڈ کو چھوڑ دیا۔ اُسے دانستہ سونیا کے حوالے کرتے ہوئے بولا: "یہ سنہرا موقع ہے۔ اپنی سلامتی کے لیے مجھ پر حملہ کرو۔"

سونیا نے کہا: "کوئی ضروری نہیں ہے کہ میں حملہ کروں۔"

وہ سرد لہجے میں بولا: "جو موت کو بھگا نہیں سکتے، موت انھیں زندگی سے بھگا دیتی ہے۔"

وہ آہنی راڈ کو ایک طرف پھینکتی ہوئی بولی: "جب موت بن کر آؤ گے تو دیکھا جائے گا۔"

"دیکھو سونیا! تم نے اپنی شرارت سے مجھے گرا کر میری انسلٹ کی ہے۔ میں جواباً تمھارا کچومر نکال سکتا ہوں لیکن اپنی طاقت، اپنی مردانگی ثابت کرنے کے اور بھی طریقے ہیں۔ میں ان ہنسنے والوں کو یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ فرہاد عورتوں پر ہاتھ نہیں اُٹھاتا۔"

"فرہاد عورتوں کے مزاج کے خلاف کوئی بات بھی نہیں کہتا۔ جبکہ تم جبراً میرے ساتھ بیٹھنے کا دعوےٰ کر رہے تھے۔"

بالیونک ہین نے اُس کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ڈائننگ ہال کے تمام حاضرین کو مخاطب کیا: "یہاں کوئی ایسا شہ زور ہے جو مجھ سے کسی بھی انداز میں مقابلہ کرے۔ میں ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ میں اپنی انسلٹ کا بدلہ لے سکتا ہوں۔"

ہال میں سناٹا چھا گیا۔ وہاں اچھے خاصے صحت مند لوگ تھے۔ اپنی آن پر مرنے والے بھی موجود تھے مگر شریف لوگ خواہ مخواہ کسی کا چیلنج قبول نہیں کرتے۔ اُس نے تمام لوگوں پر حقارت کی سرسری نظر ڈالتے ہوئے کہا: "اگر پانچ منٹ کے اندر کسی نے میرا چیلنج قبول نہ کیا تو میں مجبوراً اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے اس عورت کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دوں گا۔"

سونیا اپنی جگہ سے اُٹھ کر بولی: "کیوں مداری کا تماشہ کر رہے ہو۔ آؤ مجھے سمندر میں پھینک دو۔ ذرا دیکھو کہ ہم دونوں میں سے کون وہاں ڈبکیاں لگاتا ہے۔"

بالیونک ہین نے اُس کی طرف گھوم کر اُسے یوں دیکھا جیسے چیونٹی کو دیکھ رہا ہو۔ پھر بولا: "اس سے پہلے میں پوچھوں گا کہ رسی جلتی کہاں ہے۔"

سونیا کے جواب دینے سے پہلے ہال کے دروازے سے آواز آئی: "اے مسٹر فرہاد! ابھی تمھارے چیلنج کے پانچ منٹ نہیں گزرے۔ اُس عورت کو ہاتھ نہ لگاؤ۔"

سب کی نگاہیں اُدھر اُٹھ گئیں۔ ہال کے دروازے پر دو شخص نظر آئے جس نے بالیونک ہین کو فرہاد کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ وہ ایک دبلا پتلا سا بوڑھا تھا۔ دوسرا شخص میرا اور بالیونک ہین کا ہم عمر تھا۔ قد میں نکلتا ہوا تھا۔ جسامت میں بھی ہم سے سوا تھا۔ میں اُس دُبلے پتلے بوڑھے کے دماغ میں پہنچ کر اُس قد آور جوان کو سمجھ رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ پاؤں ایسے سخت اور پتھر لگ رہے تھے، جیسے کسی چٹان کو تراش کر آدمی بنا دیا گیا ہو۔ اُس کے چہرے کی سفاکی اور بے رحمی کو دیکھ کر اذیت پسند عورتیں اُس پر مرتی ہوں گی لیکن شہ زور اُسے دیکھ کر تھرا جاتے ہوں گے۔

اُس نے اپنے بوڑھے ساتھی سے اجنبی زبان میں کچھ کہا۔ بوڑھے نے انگریزی میں اُس کا ترجمہ پیش کیا: "میرا آقا کہتا ہے یہاں شریف آدمیوں کو پریشان نہ کرو۔ جہاز کے پروجیکشن ہال میں آجاؤ۔ وہاں تمھاری حسرت پوری ہو جائے گی۔"

ترجمہ پیش کرنے کے بعد وہ بوڑھا اپنے آقا کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ میں سونیا کی سوچ سے بالیونک ہین کو سمجھنے لگا۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا جیسے اُسے من پسند شکار مل گیا ہو۔ اُس نے سونیا سے کہا: "آؤ میری جان! اپنی سلامتی کی خوشی میں میرے ساتھ چل کر دیکھو کہ میں اپنے شکار سے کیسے کھیلتا ہوں۔"

مانسوری ری اپنے بالیونک فرہاد کے پاس آگئی۔ سونیا نے سلومی کو ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ وہ کچھ پریشان نظر آ رہی تھی۔ وہ سونیا کے ساتھ جانے لگی۔ میں سونیا کے دماغ سے نکل کر اُس کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی: "او گاڈ! آقا سبحانی کو اُس سے مقابلہ ——— نہیں کرنا چاہیے۔ وہ نہیں جانتا ہے کہ اُس کے مقابل ایک بالیونک ہین ہے۔"

سلومی کی سوچ نے بتایا کہ وہ اُس قد آور درندے کو جانتی ہے۔ اُس کا نام آقا سبحانی ہے۔ ہوا یوں کہ ایک گھنٹہ پہلے سلومی اپنے کیبن سے تھوڑی دیر کے لیے باہر گئی تھی۔ وہاں عرشے پر آقا سبحانی نظر آیا۔ اُس کی شخصیت ایسی تھی کہ عورتیں متوجہ ہوئے بغیر نہیں رہتی تھیں۔ سلومی بھی ہزار ضبط کے باوجود اُسے دیکھتی رہی۔ جب وہ قریب آیا تو اُس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ اُسے یوں لگا جیسے وہ انسان نما درندہ اُس کے حواس پر چھا گیا ہے۔ اُس کے وجود کے اندر سما گیا ہے۔ اُسے جھرجھری سی محسوس ہوئی۔

وہ اجنبی زبان میں کچھ بولا۔ سلومی سمجھ نہ سکی۔ پھر وہ کوئی دوسری زبان بولا۔ وہ سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھتی رہی۔ آخر میں اُس نے مصری زبان میں پوچھا: "کیا تم یہ زبان سمجھتی ہو؟"

وہ بے اختیار مسکرانے لگی۔ جواباً آقا بھی مسکرایا۔ اُس کی مسکراہٹ سے بھی بے رحمی جھلکتی تھی۔ وہ بولا: "کتنی ہی حسین عورتیں دوست بننے کے لیے مجھے پریشان کرتی رہتی ہیں۔ میں سب کو دھتکار دیتا ہوں۔ پتہ نہیں تم کیا چیز ہو، میں زندگی میں پہلی بار آپ ہی آپ کھنچا چلا آیا ہوں۔

اپنا نام بتاؤ، میں تمھیں اپنے نام کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اُس کی بے باکی سے گھبرا گئی۔ گھبرانے کی وجہ خوف نہیں تھا بلکہ یہ پریشانی تھی کہ وہ بھی اپنے مزاج کے خلافِ زندگی میں پہلی بار ایک شخص سے اچانک ہی متاثر ہو گئی تھی۔ وہ اپنے دل کے اس نازک سے معاملہ کو سمجھنا چاہتی تھی۔ اس لیے جلدی سے پلٹ کر دُور ہو گئی۔ دُور جا کر اُس نے دیکھا۔ آقا سبحانی کسی درندے کی طرح اپنی بتیسی دکھا رہا تھا۔ شاید یہ اُس کی رومانی مسکراہٹ تھی۔ سلومی کا دل ڈول رہا تھا۔ وہ ڈولتی ڈگمگاتی ہوئی کیبن میں واپس چلی گئی۔

اب وہ سونیا کے ساتھ پروجیکشن ہال کی طرف جا رہی تھی۔ اُس کے آس پاس بالیونک ہین، مانسوری ری اور جہاز کے بہت سے مسافر تھے۔ سب ہی لوگ وہ تماشہ دیکھنے جا رہے تھے۔ وہ پروجیکشن ہال اسی لیے بنایا گیا تھا۔ وہاں ہر رات ایک فلم دکھائی جاتی تھی اور اسٹیج شو ہوا کرتے تھے لیکن دو درندوں کا ٹکرانے والا اسٹیج شو پہلی بار ہو رہا تھا۔

جہاز کا کیپٹن یہ خبر ملتے ہی ریزرو پولیس کے ساتھ دوڑا آیا۔ آقا سبحانی اسٹیج کے کنارے پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوا تھا۔ بالیونک ہین اسٹیج کے قریب پہنچ رہا تھا۔ کیپٹن نے کہا: "ٹھہرو! ہمارے جہاز میں ایسے مقابلوں کی ممانعت ہے۔"

بالیونک ہین نے کہا: "ساری دنیا میں ایسے مقابلے ہوتے ہیں۔ تمھارا جہاز بھی اسی دنیا میں ہے۔"

مانسوری ری بولی: "کیپٹن! خواہ مخواہ اعتراض نہ کرو۔ یہاں ریسلنگ کی شرائط کے مطابق مقابلہ ہوگا۔"

سونیا نے ریزرو پولیس کے افسر سے کہا: "یہاں سب ہی یہ چاہتے ہیں۔ آپ اس مقابلے کا فیصلہ کرنے کے لیے دو چار جج مقرر کر دیں۔ جہاز کا ڈاکٹر بھی موجود ہے۔ فوری طبی امداد پہنچائی جا سکتی ہے۔"

دوسرے مسافر مرد و عورتوں کو بھی ہونے والے مقابلے سے دلچسپی تھی۔ سب ہی تائید کرنے لگے۔ آقا سبحانی خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کا بوڑھا ساتھی اُسے بتا رہا تھا کہ وہاں کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ سلومی بے اختیار آقا کے پاس آ کر اپنی زبان میں کچھ بولنے لگی۔ میں نے سوچ کے ذریعہ اُسے قائل کیا کہ وہ اپنی بولی کو شعور کے دوسرے خانہ میں انگریزی زبان میں بھی دہراتی جائے۔

وہ آقا کو بتا رہی تھی کہ اُس کے مقابلے میں بالیونک ہین ہے جسے شاید دنیا کا کوئی شہ زور شکست نہیں دے سکتا۔ آقا نے سر گھما کر اسٹیج پر کھڑے ہوئے بالیونک ہین کو دیکھا۔ وہاں آقا کا بوڑھا ساتھی بھی تھا۔ اور چار جج انھیں مقابلے کی شرائط سنا رہے تھے۔ آقا نے سلومی سے کچھ کہا۔ سلومی کی سوچ نے اُس کا ترجمہ پیش کیا۔ وہ کہہ رہا تھا: "لڑکی! تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔"

"میرا نام سلومی ہے مگر یہ مقابلہ..."

وہ بات کاٹ کر بولا: "وعدہ کرو تم مجھے انعام میں مل جاؤ گی تو میں یہ مقابلہ جیت لوں گا۔"

"تم پاگل ہو۔ میں تمھیں خطرے سے آگاہ کر رہی ہوں اور تم، تم نہیں میں ایسا کوئی وعدہ نہیں کروں گی۔"

"سلومی! میری جو ضد پوری نہیں ہوتی، میں اُسے جبراً پوری کر لیتا ہوں مگر میرے باپ نے مجھے سمجھایا تھا کہ عورتوں سے دُور رہنا اور اگر کبھی کوئی پسند آ جائے تو بڑی محبت سے اُس کی محبت کو حاصل کرنا۔ میں تم سے تمھیں مانگ سکتا ہوں، تم پر ظلم نہیں کر سکتا۔"

اتنے میں وہ بوڑھا آ کر آقا سے اُس کی زبان بولنے لگا۔ آقا وہاں سے اُٹھ کر اسٹیج پر آ گیا۔ تمام جج وغیرہ اسٹیج سے باہر جا کر بیٹھ گئے تھے۔ دوسرے تمام مسافر بھی اُس تھیٹر کی کرسیوں پر دُور تک بیٹھے ہوئے تھے۔ سونیا، سلومی اور مانسوری ری اگلی قطار میں تھیں۔ ایک ایمپائر بالیونک ہین اور آقا سبحانی کی جامہ تلاشی لے رہا تھا۔ دونوں کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ دونوں نہتے تھے۔

پھر ایمپائر اسٹیج کے ایک گوشہ میں چلا گیا۔ دونوں شہ زور ایک دوسرے کے مقابل تن کر کھڑے ہوئے تھے۔ میں سلومی کے دھڑکتے ہوئے دل اور اندیشوں بھری سوچ کے ذریعے اسٹیج کے حالات معلوم کر رہا تھا۔ وہ یقین کی حد تک سوچ رہی تھی کہ بالیونک ہین شرائط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آقا کو مار ڈالے گا۔ اُسے قتل کی سزا سے بچانے کے لیے اُس کی پشت پر ایک بہت بڑی تنظیم تھی۔

مقابلے کے ابتدائی لمحات بڑے سنسنی خیز تھے۔ بالیونک ہین مسکرا رہا تھا۔ آقا نے شاید مسکرانا کبھی نہیں سیکھا تھا۔ بالیونک ہین نے ذرا جھک کر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ آقا نے اپنا ہاتھ پیش کر دیا۔ پھر دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے میں جم گئے۔ صاف پتہ چل رہا تھا کہ بالیونک ہین آقا کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے رفتہ رفتہ اپنی قوت میں اضافہ کر رہا ہے۔

اسٹیج کے ایک طرف آقا کے بوڑھے ساتھی نے کھڑے ہو کر کمنٹری شروع کی: "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! میرا آقا گینڈے کی طرح طاقتور اور چیتے کی طرح پھرتیلا ہے۔ یہ آگے بڑھنے والے ہیوی ٹرک کو پیچھے سے پکڑ کر روک لیتا ہے...."

وہ بوڑھا یقیناً درست کہہ رہا ہوگا۔ کیونکہ مجھے بالیونک ہین کی قوت کا اندازہ تھا۔ پتہ نہیں وہ کتنے ہارس پاور کا زور لگا کر آقا سبحانی کو اپنی طرف کھینچ رہا ہوگا اور وہ تھا کہ اپنی جگہ قدم جمائے کھڑا تھا۔ اُس کے سرخ ہونے والے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بھی بالیونک ہین کی کوشش کو ناکام بنانے کے لیے اپنی قوت صرف کر رہا ہے۔

مانسوری ری اپنی جگہ سے اُٹھ کر اسٹیج پر آئی اور بولنے لگی: "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! میرا فرہاد انسان ہے۔ یہ اس منحوس بوڑھے کی طرح

اپنے مرد کو گینڈا اور چیتا نہیں کہوں گی ابھی آپ خود ہی دیکھیں گے کہ میرا آدمی اپنے جسم میں حیرت انگیز قوتیں رکھتا ہے۔ تھوڑی دیر میں یہ اپنے مقابل کی گردن توڑ کر۔۔۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ کیونکہ تمام تماشائی زوردار قہقہے لگا رہے تھے۔ ہوا یہ تھا کہ بالونک مین آقا کا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے کے دوران ایک جھٹکے سے لڑکھڑاتا ہوا اپنے ہی زور میں پیچھے چلا گیا تھا۔ اس کا گرنا لازمی تھا مگر وہ لڑکھڑانے کے دوران ہی بڑی مشاقی سے سنبھل گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں آقا کا دستانہ پھنسا ہوا تھا۔

تب پتہ چلا کہ آقا سبحانی نے اپنے جلد کی رنگت سے ملتا جلتا کسی جانور کی باریک کھال کا دستانہ پہن رکھا تھا۔ پھر کھینچا تانی کے دوران آقا نے کمال چالاکی سے اپنا ہاتھ اس میں سے نکال لیا تھا اور وہ دستانہ بالونک مین کے ہاتھ میں رہ گیا تھا اس مضحکہ خیز سچویشن پر تمام حاضرین قہقہے لگا رہے تھے۔

بالونک مین نے سونیا کی شرارت برداشت کر لی تھی لیکن آقا کا یہ مذاق برداشت نہ کر سکا اس نے اچانک ہی بڑی پھرتی سے حملہ کیا۔ تابڑ توڑ کئی گھونسے آقا کے منہ پر، سینے پر اور شانے پر لگے۔ آقا مار کھاتا ہوا پیچھے ہٹنے کے دوران اپنے جیکٹ کے بٹن کھولتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے جیکٹ کو دونوں ہاتھوں سے یوں پھیلایا جیسے پرندہ پر پھیلا رہا ہو۔ بالونک مین کے حملہ کرنے والے دونوں ہاتھ جیکٹ کے اندر گھس گئے۔

آقا سبحانی نے وہ کون سا داؤ استعمال کیا تھا، پہلے تو سمجھ میں نہیں آیا، کیونکہ وہ خود پھنس گیا تھا۔ بالونک مین نے اسے دونوں ہاتھوں سے لپیٹ کر سینے سے لگا لیا تھا اور اسے پوری بالونک قوتوں سے بھینچ کر اوپر اٹھا رہا تھا۔ وہ یقیناً آقا کی ریڑھ کی ہڈی توڑنے والا تھا۔

مگر یکایک پورا ہال پھر ایک بار قہقہوں سے گونجنے لگا۔ کوئی اپنا پیٹ پکڑ کر اور کوئی اچھل اچھل کر قہقہے لگا رہا تھا۔ تماشائیوں کے سامنے آقا سبحانی اسٹیج پر ٹہلتا ہوا اپنے چہرے کو سہلا رہا تھا۔ بالونک مین کے گھونسوں نے بہر حال اپنا اثر دکھایا تھا لیکن ہنسنے کی بات یہ تھی کہ بالونک مین کے دونوں ہاتھ جیکٹ کے اندر پھنسے ہوئے تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ آقا کس طرح بالونک گرفت سے پھسل کر اپنے جیکٹ کے اندر سے نکل گیا تھا۔

وہ چمڑے کا جیکٹ تھا۔ بالونک مین اس کے چیتھڑے اڑا کر اس سے نجات حاصل کر سکتا تھا مگر کوئی الجھن تھی کہ وہ دونوں ہاتھوں سے کام نہ لے کر اپنے دانتوں سے اس جیکٹ کو تار تار کر رہا تھا۔ اتنی دیر میں آقا کو اپنے بدن کی چوٹیں سہلانے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ متاثرہ حصوں کا مساج کرتے ہوئے اپنی زبان میں بڑبڑا رہا تھا۔

اس کے بوڑھے ساتھی نے کہا "لیڈی اینڈ جنٹلمین! میرا آقا کہہ رہا ہے کہ اس کا مقابل بالونک مین ہے۔ یعنی یہ ایسا آدمی ہے جسے تخلیق کرنے والے سائنس داں دعوے کرتے ہیں کہ یہ خدا کے پیدا کردہ اشرف المخلوقات سے زیادہ اشرف اور برتر ہے مگر آج میرا آقا یہ ثابت کرے گا کہ خدا نے انسان کو جو عظمت اور حوصلہ دیا ہے۔ اس کے آگے ایسے آہنی بت زمین بوس ہو جاتے ہیں۔۔۔"

چمڑے کا جیکٹ تار تار ہو چکا تھا۔ سب نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ بالونک مین کی دونوں کلائیوں میں نائیلون کی ہتھکڑی لگی ہوئی تھی۔ آقا سبحانی انسانی ذہانت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ وہ صرف طاقت ور ہی نہیں بے انتہا چالاک بھی تھا۔ بالونک دشمنوں یا شیطانی قوتوں کو بے بس کرنے کے حربے پہلے سے تیار رکھتا تھا۔

اب بالونک مین اپنے تیز دانتوں سے نائیلون کی ہتھکڑی کو کاٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آقا نے گھوم کر ایک لات اس کے منہ پر ماری۔ وہ ڈگمگاتا ہوا دو قدم پیچھے چلا گیا۔ مانسوری ری نے چیخ کر کہا "معزز جج صاحبان! یہ مقابلہ کی شرائط کے خلاف جنگ ہے۔ کوئی اپنے مقابل کے ہاتھوں کو باندھنے کا حق نہیں رکھتا۔"

سونیا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر بولی "معزز جج صاحبان! بالونک مین کا وجود ہی شرائط کے خلاف ہے۔ سائنس کی اصطلاح میں یہ بظاہر انسان اور بباطن مشین ہے۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ یہ انسان ایک مشین سے ٹکرا رہا ہے۔ ایسی صورت میں اسے یہ حق حاصل ہے کہ یہ صرف طاقت سے ہی نہیں ذہانت سے بھی کام لے۔۔۔"

ججوں نے فوراً ہی فیصلہ سنایا کہ وہ مقابلہ روک دیا جائے لیکن مقابلہ تو اب شروع ہوا تھا۔ وہ دونوں مرنے مارنے پر تل گئے تھے۔ بالونک مین کے ہاتھ اب تک بندھے ہوئے تھے۔ اسے نائیلون کے پھندے سے نکلنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ تاہم وہ آقا کے حملوں سے بچ رہا تھا۔ جیسا کہ وہ فضا میں بالونک چھلانگیں لگانے کا عادی تھا۔ اب انھی چھلانگوں کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ تماشائی حیرانی سے دیکھ رہے تھے اور تسلیم کر رہے تھے کہ وہ واقعی بالونک مین ہے۔ وہ فضا میں اچھل کر آقا کے سر کے اوپر سے گزرتا تھا، فضا میں قلابازی کھاتا تھا۔ پھر اسٹیج کے دوسری طرف پہنچ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ اس دوران نائیلون کے پھندے کو دانتوں سے چباتا بھی رہتا تھا۔

مانسوری ری نے اس کی مشکل آسان کر دی۔ دوڑتی ہوئی اس کے پاس گئی۔ پھر اپنے پرس سے چاقو نکال کر پھندے کو کاٹنے لگی۔ میں مانسوری ری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مجھے شبہ ہوا کہ وہ اپنا چاقو اپنے بالونک یار کو دے کر آئے گی۔ اس وقت آقا کے بوڑھے ساتھی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "اٹینشن پلیز۔ میرا آقا کہتا ہے کہ اس کا مقابل ایک عورت کی مدد حاصل کر رہا ہے۔ بہتر ہے کہ وہ کسی مرد سے مقابلہ نہ کرے۔۔۔۔"

اچانک مانسوری ری کے دماغ میں ٹک ٹک کی آواز محسوس ہوئی۔ [اپ]نے یار سے بولی "فرہاد! ٹرانسمٹر پر اشارہ مل رہا ہے۔ میں ابھی [رابطہ] کر کے آتی ہوں۔"

بالونک مین پھندے سے نجات پا چکا تھا۔ مانسوری ری تیزی [سے] چلتی ہوئی ہال کے باہر جا رہی تھی۔ میرے لیے اس مقابلے سے زیادہ [مانس]وری ری اہم تھی۔ اس لیے میں اس کے ساتھ پروجیکشن ہال سے [باہر آ]یا۔ باہر ہیلی کوپٹروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ قریب [کے] ڈائننگ ہال کے ایک ٹائیلٹ میں گھس گئی۔ دروازے کو اندر [سے] بند کیا پھر پرس میں سے ٹرانسمٹر نکال کر اسے آن کر کے بولی "ہیلو [ہیلو] مانسوری ری اٹینڈنگ اوور۔"

دوسری طرف ہیلی کوپٹر کے شور میں کسی نے پوچھا "تمھارا [کوڈ] ورڈ؟ اوور۔"

"میرے کوڈ ورڈز ہیں۔ افریقہ کی کالی بلا۔ ایشیائی شہباز کی [س]اتھی۔ اوور۔"

"رائٹ مانسوری ری۔ ہم بحری جہاز کے اوپری عرشے پر ہیلی کوپٹر [ا]تارنا چاہتے ہیں مگر یہاں دوسرا ہیلی کوپٹر بھی چکر لگا رہا ہے۔ تم جہاز [کے] کیپٹن سے بولو کہ ہمیں اترنے کے لیے فلیگ سگنل دے اور دوسرے [ہی]لی کوپٹر کو نظر انداز کرے۔ وہائٹ اسٹرائپس والا کوپٹر ہمارا ہے۔ نمبر [ہ]ے اوتھری زیرو سیون۔ اوور۔"

مانسوری ری نے سوچا "میں آنے والوں کو بتا دوں کہ بحری جہاز [پر] مارس وتی نہیں ہے جسے وہ ہیلی کوپٹر میں لاد کر لے جانا چاہتے ہیں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "نہیں، ایسا کہنے سے ہیلی کوپٹر واپس [چ]لا جائے گا۔ یہاں وہ آقا سبحانی دیوار بن رہا ہے۔ بہتر ہے کہ اسے بے بس [کر]کے اپنے ہیلی کوپٹر میں بھیج دیا جائے۔ وہ دیوار گرا دی جائے۔"

وہ قائل ہو کر بولی "اچھا میں کیپٹن کے پاس جا رہی ہوں۔ اوور [ا]ینڈ آل۔"

وہ ٹائیلٹ سے نکل کر دوڑتی ہوئی ڈائننگ ہال سے باہر آئی۔ [دوس]ری طرف پروجیکشن ہال میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ بالونک مین اور آقا [اب] کسی کے قابو میں نہیں آ رہے تھے۔ ایک دوسرے پر حملے کرتے ہوئے [پروج]یکشن ہال سے باہر آ رہے تھے۔ تھوڑی سی دیر میں دونوں ہی لہولہان [ہو] گئے تھے مگر ایسے جیدار تھے کہ تھکنا اور گرنا نہیں جانتے تھے۔ کوئی [ان] کے قریب بیچ بچاؤ کے لیے جاتا تھا اور مار کھا کر بھاگ آتا تھا۔ سیکورٹی [کے] ایک افسر اور جہاز کے کیپٹن نے ریوالور نکال کر انھیں دھمکی دی۔ [ان] دونوں درندوں کی دو ٹھوکریں ان کے ریوالوروں پر پڑیں۔ پھر دو [گھ]ونسوں نے ان کے جبڑے ہلا کر رکھ دیے۔ جتنی دیر میں وہ سنبھلتے اتنی [دیر] میں ان کے ریوالور سمندر میں پھینک دیے گئے تھے۔

مانسوری ری نے کیپٹن کو ایک طرف کھینچ کر کہا "انھیں قابو میں کرنے کے لیے میں نے بحری پولیس کو اطلاع دی تھی۔ وہ ہیلی کوپٹر میں آ گئے ہیں۔ ہیلی کوپٹر کو لینڈ کرنے کے لیے فوراً سگنل دینا چاہیے۔"

کیپٹن بھاگتا ہوا ریڈیو روم میں گیا۔ مانسوری ری اس کے ساتھ تھی۔ وہاں کیپٹن نے ہیلی کوپٹر والوں سے دو چار سوالات کیے پھر اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا کہ لینڈنگ ڈیک پر ہیلی کوپٹر کو اترنے کا سگنل دیا جائے۔

دوسری طرف وہ درندے بھی لڑتے ہوئے اوپر لینڈنگ ڈیک کی طرف جا رہے تھے۔ شاید دونوں کا یہ خیال تھا کہ اپنے حریف کو جہاز کی سب سے بلندی سے سمندر میں پھینک سکیں گے۔ اس جنگ میں آقا سبحانی بلاشبہ تعریف و تحسین کا مستحق تھا۔ گوشت پوست کا انسان ہو کر ایک ایسے انسان سے ٹکرا رہا تھا جسے سائنسدانوں نے مشین بنانے کی کوشش کی تھی۔

میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں کہ یہ بالونک مین کیا ہوتا ہے؟ یہ ایک ناقابلِ شکست ہستی کا تصور ہے یا بگڑے ہوئے مقدر کا ایک روپ ہے۔ اکثر ہم سب کا مقدر اسی طرح بالونک بلا بن کر ہمیں آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔ کوئی فرہاد علی تیمور اور کوئی آقا سبحانی اپنے حوصلوں سے یہ ثابت کرتا ہے کہ انسان نے ہمیشہ اپنے بالونک مقدر کو شکست دے کر اپنی عظمت کو قائم رکھا ہے۔

میری یہ بات کوئی الجھا ہوا فلسفہ نہیں ہے۔ یہ ہماری آپ کی زندگی کی ناقابلِ انکار سچائی ہے۔ اگر میں اپنی داستان میں بالونک آدمی پیش کرتا ہوں تو یہ جھوٹ اور من گھڑت کردار نہیں ہے۔ آپ دیکھ چکے ہوں گے یا پھر دیکھیں گے کہ آج نہیں تو کل تقدیر آپ کو بھی ایسے ہی بالونک انداز میں آزمائے گی۔ خدا ہمارے انسانی حوصلوں کی لاج رکھے۔ آمین!۔

وہ دونوں لڑتے ہوئے لینڈنگ ڈیک پر پہنچ گئے تھے۔ ان کے پیچھے آنے والے تماشائی نیچے ہی رک گئے۔ کیونکہ اوپر ہیلی کوپٹروں کے گردش کرتے ہوئے پنکھوں سے طوفانی ہوائیں چل رہی تھیں۔ صرف سونیا، سلویٰ، مانسوری ری اور کیپٹن ریلنگ کو تھامے ہوئے طوفانی ہواؤں میں سنبھلتے ہوئے کبھی آسمان کی طرف اور کبھی عرشے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ عرشے پر دو وحشی زود نہ ختم ہونے والی جنگ میں معروف تھے اور آسمان پر دو ہیلی کوپٹر ایک دوسرے سے ذرا فاصلے پر ادھر سے ادھر چکر لگا رہے تھے۔ دونوں ہی عرشے پر اترنے کے لیے پہل کرنا چاہتے تھے۔

پھر اچانک ہی فائرنگ شروع ہو گئی۔ دونوں ہیلی کوپٹر والے ایک دوسرے کی طرف گولیاں چلا رہے تھے۔ عرشے پر فلیگ سگنل دینے والا اپنی جان بچانے کے لیے نیچے بھاگ گیا۔ حالانکہ گولیاں اوپر چل رہی تھیں۔ ایسے ہی وقت بالونک مین کی چیخ سنائی دی۔ میں نے سلویٰ کی دماغی آنکھوں سے دیکھا۔ آقا سبحانی کے ہاتھوں میں ایک آہنی راڈ آ گیا تھا۔

اُس نے بالونگ مین کے سَر پہ ضرب لگائی تھی اور اب اُس کے سینے پر دوسری ضرب لگا رہا تھا۔

آہنی راڈ۔ اور آقا سبحانی کی ظالمانہ ضرب نتیجہ خیز تھی۔ بالونگ مین کا سَر اور چہرہ لہو میں چھپ رہا تھا۔ سینے پر لگنے والی ضرب ایسی تھی کہ منہ سے خون اُبل پڑا لیکن بالونگ قوتِ برداشت واقعی حیرت انگیز تھی۔ تیسرے حملے کے وقت اُس نے آہنی راڈ کو پکڑ لیا۔ پھر دونوں اُس راڈ کو حاصل کرنے کے لیے کھینچا تانی کرنے لگے۔

بالونگ مین اتنے شدید زخم کھانے کے بعد خونخوار درندہ بن گیا تھا۔ پورے جوش و جنون سے اپنی بے پناہ قوت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ذرا سی دیر میں وہ آقا پر حاوی ہونے لگا۔ آہنی راڈ کو دونوں ہاتھوں سے تھامے اُسے پیچھے دھکیلنے لگا۔ آقا صرف اپنی جسمانی قوت سے نہیں، جنگی چالوں اور مکاریوں کو آزماتے ہوئے لڑ رہا تھا۔ اُس نے بالونگ مین کو غالب آنے دیا۔ راڈ کو دونوں ہاتھوں سے تھامے دھکے کھاتا ہوا ریلنگ کی طرف گیا۔ پھر اچانک گر پڑا۔ اُس کا مقابل اُس کے اُوپر آیا۔ پھر اُس کی ٹانگوں کی زد میں اچھل کر ریلنگ پر سے گزرتا ہوا سمندر کی طرف چلا گیا۔

پھر ایک بار اُس کی چیخ سنائی دی۔ سلومی دوسروں کے ساتھ دوڑتی ہوئی دوسرے ریلنگ کی طرف آئی۔ بحری جہاز کے اطراف اتنی تیز و تند لہریں تھیں کہ آدمی خفیف تنکے کی طرح بہہ کر کہیں سے کہیں پہنچ جاتا۔ بالونگ مین نظر نہیں آیا۔ سب نے یہی سمجھا کہ وہ سمندر کی گہرائی میں ڈوب چکا ہے۔ مگر کئی منٹ کے بعد وہ بہت دُور سمندر کی سطح پر ہاتھ مارتا نظر آیا۔ ایک ہیلی کوپٹر اُس کے سَر پہ پہنچ گیا تھا اور ہیلی کوپٹر سے اُس کے لیے سیڑھی لٹکائی جا رہی تھی۔

مجھے مانسوری رِی کا خیال آیا۔ سلومی نے میری سوچ کے اشاروں پر سر گھما کر دیکھا۔ وہ نیچے جانے والے زینے کے پاس کھڑی ٹرانسمٹر کو اپنے پرس میں رکھ رہی تھی۔ میں نے مانسوری رِی کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ اُسی نے ٹرانسمٹر کے ذریعہ ہیلی کوپٹر والوں کو بتایا تھا کہ بالونگ مین سمندر میں گر پڑا ہے۔ اس کی طرف سے اطلاع ملتے ہی وہ ہیلی کوپٹر بالونگ مین کی مدد کے لیے اُس کے پاس پہنچ گیا تھا۔

ان حالات میں دوسرے ہیلی کوپٹر کو اُس ڈیک پر اُترنے کا موقع مل گیا۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ حیرانی سے سلومی کو دیکھ رہی تھی۔ کیونکہ سلومی بے اختیار آقا سبحانی کی گردن میں باہیں ڈال کر اُس قد آور پہاڑ کی بلندی سے لٹک رہی تھی اور اُس کے چہرے کو چومتے ہوئے دیوانہ وار کہہ رہی تھی "تم جرأت اور دلیری کی زندہ مثال ہو۔ انسانی عظمت کا مینار ہو۔ میں تمھارے لیے مرجانا چاہتی ہوں۔ مجھے اپنے بازوؤں میں لے کر مار ڈالو۔"

آقا نے اُسے دونوں بازوؤں میں اُٹھا کر اپنے چٹان سے سینے سے لگاتے ہوئے کہا "تم میرے لیے مجسمۂ جرأت ہو۔ بس مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

ڈیک پر اُترنے والے ہیلی کوپٹر کا گردش کرتا ہوا پنکھا تھم گیا تھا۔ اس میں سے مسلح افراد باہر آرہے تھے۔ پھر وہ ڈیک کے آخری سرے پر سونیا کو دیکھ کر رُک گئے۔ اُس کا مطلب یہ تھا کہ وہ سونیا کو پہچانتے تھے۔ دنیا کی دو بڑی تنظیموں کا کوئی فرد ایسا نہ تھا جو اُسے اور مجھے پہچانتا نہ ہو۔

ہیلی کوپٹر سے آنے والے مسلح افراد کے ایک لیڈر نے سونیا کے سامنے پہنچ کر اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالا پھر اُسے سونیا کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اُسے ہاتھ میں لے کر پڑھنے لگی۔ لکھا تھا "مادام سونیا! ہم مین آج بھی آپ کا دوست ہے۔ آپ سے دوستانہ انداز میں رس ونتی کا مطالبہ کرتا ہے۔ آپ اُس ہندوستانی دوشیزہ کو میرے آدمیوں کے حوالے کردیں۔ میرے یہ تمام ماتحت گونگے ہیں۔ اِن کی آنکھوں پر آئی لینس چڑھے ہوئے ہیں۔ رس ونتی اور فرہاد صاحب انھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ نہیں کرسکیں گے۔ آپ سے درخواست ہے کہ بحری جہاز میں ہنگامہ نہ کریں۔ یہ لوگ ہر حال میں رس ونتی کو ہیلی کوپٹر میں لے جائیں گے۔ فقط۔ ماسک مین۔"

سونیا نے اُس کے خط کے کئی پُرزے کیے۔ پھر اُن پرزوں کو اپنی ہتھیلی پہ رکھ کر اُس لیڈر کے منہ کی طرف پھونک دیا۔ خط کے پُرزے اُس کے چہرے کے سامنے مکھیوں کی طرح اُڑنے لگے۔ پھر وہ بولی "پورے جہاز کی تلاشی لو۔ رس ونتی مل جائے تو اُسے لے جاؤ۔"

وہ ناگواری سے سونیا کو دیکھنے لگا۔ وہ بولی "جانتے ہو وہ جو ابھی سمندر میں ڈبکیاں لگا رہا تھا اور جسے سُپر ماسٹر کا ہیلی کوپٹر ڈوبنے سے بچا رہا تھا۔ وہ کون ہے؟"

لیڈر اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ سونیا نے کہا "وہ بالونگ مین تھا۔ یہاں رس ونتی کو حاصل کرنے آیا تھا مگر میرے اِس محسن آقا سبحانی نے اُسے سمندر میں پھینک دیا۔"

لیڈر نے بے یقینی سے آقا کو سر سے پیر تک دیکھا۔ آقا نے سلومی کی زبان میں اُس سے پوچھا۔ سلومی کے دماغ نے حسبِ ہدایت سُنایا۔ آقا نے اُس سے پوچھا تھا "یہ ہیلی کوپٹر والے کیا چاہتے ہیں؟"

سلومی نے اُسے بتایا کہ رس ونتی نام کی ایک ہندوستانی لڑکی ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اِس لیے دو بڑی تنظیمیں اُسے حاصل کرنے کے لیے اتنے ہنگامے کررہی ہیں۔ آقا نے پوچھا "کیا رس ونتی اس جہاز پر موجود ہے؟"

"نہیں۔ ہم اُسے اسکندریہ میں چھوڑ کر آئے تھے۔ آقا میں تمھیں اس کے متعلق بعد میں بتاؤں گی۔ فی الحال تو بالونگ مین کے بعد یہ لوگ مصیبت بن کر آگئے ہیں۔"

"وہ لاپرواہی سے بولا "مصیبت بننے دو۔ پھر دیکھا جائے گا۔"

اُن کی باتوں کے دوران وہ لیڈر کاغذ پر کچھ لکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے وہ کاغذ سونیا کو دیا۔ اس میں لکھا تھا "میں تمھارے محسن آقا سبحانی کو سمجھتا ہوں۔ اُس کے ساتھ باتیں کرنے والی لڑکی نے نادانستگی میں تصدیق کردی ہے کہ یہاں سچ مچ رس ونتی نہیں ہے۔ پھر بھی ہم باقی اس جہاز کی تلاشی لینے کے بعد مطمئن ہوکر واپس جائیں گے۔"

سونیا نے اُس کاغذ کو مٹھی میں بھینچ کر سمندر میں پھینک دیا۔ لیڈر اپنے ساتھیوں کے ساتھ جہاز کے نچلے حصے میں رس ونتی کو ڈھونڈنے گیا۔ دو مسلح جوان ہیلی کوپٹر کے پاس پہرہ دینے کے لیے موجود تھے۔ سونیا، سلومی اور آقا نیچے جانے لگے۔ سونیا نے زینے سے آتے ہوئے سلومی سے پوچھا "یہ مانسوری رِی کہاں چلی گئی ہے؟"

میں مانسوری رِی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے کیبن کے اندر دروازہ بند کیے ٹرانسمٹر کے ذریعے ہیلی کوپٹر والوں سے رابطہ قائم کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہوگیا۔ "میں اتنی دیر سے کال کر رہی ہوں۔ مجھے اِس طرح نظر انداز کیوں کیا جا رہا ہے؟ اوور۔"

دوسری طرف سے جواب ملا "مادام! تھوڑی دیر پہلے میں نے تم سے رابطہ قائم کیا تھا۔ ہیلی کوپٹر کو جہاز کے عرشے پر اُتارنے کے لیے تمھارے تعاون کی ضرورت تھی مگر ہمارا وہ مقصد پورا نہ ہوا۔ ہم سمجھ رہے ہیں کہ رس ونتی تمھارے ذریعہ میرے دماغ تک پہنچ گئی تھی۔ بہرحال اس وقت ہم بالونگ مین کو طبی امداد پہنچانے کے لیے اپنے ہیلی کوپٹر میں لے جارہے ہیں۔ رس ونتی مجھے اپنا معمول بنا کر اس ہیلی کوپٹر کو تباہ کرسکتی ہے۔ اس لیے مجھے ایک گوشے میں بٹھا دیا گیا ہے۔ میرا ایک ساتھی مجھ پر ریوالور تانے میرے سامنے بیٹھا ہے۔ جیسے ہی رس ونتی میرے ذریعہ کوئی گڑبڑ کرنا چاہے گی۔ یہاں مجھے گولی مار دی جائے گی۔ اگر رس ونتی نے مجھ پہ کرم کیا اور کوئی گڑبڑ نہ کی تو مجھے ہسپتال پہنچا کر بالونگ مین کو اُتار دینے کے بعد پھر اس ہیلی کوپٹر کا کوئی فرد تم سے بات کیا کرے گا۔ اوور۔"

"میرا کیا ہوگا؟ میں یہاں اکیلی رہ گئی ہوں۔ سونیا مجھے ضرور چھیڑے گی۔ یہاں میرے لیے بھی امداد پہنچنا چاہیے۔ اوور۔"

اِس بار بالونگ مین کی آواز سنائی دی۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا "میں آقا کو تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔ تم اپنا حوصلہ برقرار رکھو۔ یہ معلوم کرو کہ وہ کون ہے اور کہاں جا رہا ہے۔ تم اُس کے ساتھ ہی رہو۔ میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ پھر وہیں پہنچ جاؤں گا۔ تب رس ونتی کو اُس کی لاش پر سے گزر کر لاؤں گا۔ اوور اینڈ آل۔"

مانسوری رِی ٹرانسمٹر کو آف کرکے پرس میں رکھتے ہوئے سوچنے لگی۔ بڑی مشکل ہے۔ ابھی سونیا کے غرور کی کوئی حد نہ ہوگی۔ میں اُس سے دوستی کرنا چاہوں گی تو وہ حقارت سے دھتکار دے گی۔ میں کیا کروں؟

وہ اُٹھ کر ٹہلنے لگی۔ موجودہ حالات سے نمٹنے کے لیے کئی طرح کی تدبیریں اس کے دماغ میں آرہی تھیں۔ پھر اُسے یہ تدبیر پسند آئی کہ آقا سبحانی سے دوستی کرے۔ اُسے اپنی جوانی کی سوغات پیش کرے۔ اُسے اپنے آپ پر ناز تھا۔ وہ بالونگ مین اور آقا سبحانی جیسے درندوں کو اپنے کالے شباب سے کالے جادو کی طرح تسخیر کرلیتی تھی۔

اس نے کال بیل کے ذریعہ خادم بیگ کو طلب کیا۔ وہ خادم بیگ کو اپنا جاسوس بنا کر یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ آقا کب اپنے کیبن میں سونے کے لیے جائے گا۔ مجھے خیال آیا کہ سونیا، سلومی اور آقا فتح کی خوشی میں کھانے بیٹھیں گے تو خادم بیگ اُن کے کھانوں میں وہ دوا نہ ملا دے۔ میں اس ملازم کے دماغ میں پہنچ گیا۔

کچن کے ایک گوشے میں خادم بیگ سہما کھڑا تھا اور سونیا اُس سے کہہ رہی تھی "تم نے اس کالی عورت کے عاشق کا انجام دیکھ لیا۔ کہو تو تمھیں بھی سمندر میں پھینک دیا جائے۔"

وہ خوف سے کانپتے ہوئے بولا "میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں مجھ پر رحم کرو۔ میں وہ دوا اور دس ہزار ڈالر تمھیں دے دوں گا۔ میری جان بخش دو۔ میں تمھارا غلام بن کر رہنے کو تیار ہوں۔"

"اچھا میں تمھیں معاف کرتی ہوں۔ دس ہزار ڈالر بھی تم رکھ لو۔ وہ دوا مجھے دے دو۔"

وہ فوراً ہی کچن سے ملحقہ ایک کمرے میں گیا۔ پھر وہاں سے دوا کی وہ شیشی لاکر سونیا کو دے دی۔ وہ اُسے اپنے پرس میں رکھتی ہوئی بولی "تم ایک کام اور کرو گے۔ جب وہ کالی عورت کھانے پینے کا آرڈر دے تو کھانے پینے کی ٹرے میرے پاس لانا۔ میں یہ دوا ڈال کر دوں گی۔ پھر وہ ٹرے اُس کے پاس پہنچانا۔۔۔"

خادم بیگ نے وعدہ کیا۔ سونیا وہاں سے چلی آئی۔ ڈائننگ ہال میں بڑی چہل پہل تھی۔ ایک نوجوان ہاتھ میں گٹار لیے آقا سبحانی کی شان میں ایک گیت گا رہا تھا۔ ایک عورت رقص کررہی تھی۔ ہال میں بیٹھنے والے آرکسٹرا کی دھن کے مطابق ٹھہر ٹھہر کر تالیاں بجا رہے تھے۔ سلومی مسکرا رہی تھی اور آقا اُسے بڑے پیار سے چبا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سونیا اُن کے پاس آکر کھانے کے لیے بیٹھ گئی۔

میں نے رس ونتی کے لہجے میں سونیا سے کہا "سونیا! میں خاموشی سے یہ سارے تماشے دیکھتی رہی۔ تمھارے لیے کوئی خطرہ نہ تھا اس لیے خاموش رہی۔ اب مجھے سونے کی اجازت دو مگر اس سے پہلے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اب آہستہ آہستہ آقا سبحانی کو کریدنے کی کوشش کرو۔ معلوم کرو کہ وہ کون ہے اور کہاں جا رہا ہے؟"

"ہاں مجھے بھی یہ تجسس ہے۔ سلومی آقا کے بہت قریب ہوگئی۔ کیوں نہ اُس سے کام لیا جائے؟"

"نہیں۔ میں سلومی کی سوچ اچھی طرح پڑھ چکی ہوں۔ وہ آقا کے لیے ایسی دیوانی ہورہی ہے کہ اُس سے کہا بھی نہیں کہا جائے

گا۔ آقا کے ہاتھوں میں کھیلنے والی ہمارے لیے سنجیدگی سے کام نہیں کرسکے گی۔ اُسے ابھی الگ ہی رکھو۔ یہ کام تم ہی کرو۔"

سونیا راضی ہوگئی۔ میں اُس بحری جہاز سے واپس آگیا۔ ریل گاڑی تھائی لینڈ کے کسی سرحدی اسٹیشن پر رُکی ہوئی تھی۔ کیبن کی دوسری برتھ پر بے فی اور شرلاک بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ میری آنکھ کھلتے ہی بے فی مسکرانے لگی۔ شرلاک نے کہا "نہ مسکراؤ۔ تمھارے بھلے صاحب پھر مراقبے میں چلے جائیں گے۔"

میں نے مسکرا کر اُٹھتے ہوئے کہا "کافی پینے کے لیے مل جائے تو اتنی جلدی واپس نہیں جاؤں گا۔"

بے فی ایک پیالی میں کافی اُنڈیلتے ہوئے بولی "بھائی! آپ کی مسکراہٹ بتا رہی ہے کہ اُدھر سونیا کی طرف خیریت ہے۔"

"ہاں ابھی خیریت ہے مگر میری وجہ سے تم دونوں کی خیریت نہیں ہے۔ ابھی تک جاگ رہے ہو۔"

میں نے اپنی رسٹ واچ دیکھی۔ تھائی لینڈ کے وقت کے مطابق ایک بج کر پچیس منٹ ہوئے تھے۔ میں بے فی کے ہاتھ سے کافی لے کر پینے لگا۔ اس نے فرمائش کی کہ میں بحری جہاز کے واقعات سناؤں۔ میں نے کہا "دس منٹ انتظار کرو۔ میں ذرا رُومانہ کی خیریت دریافت کرلوں۔"

میں نے کافی کی ایک چسکی لی اور رُومانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ آرام سے سو رہی تھی۔ اُس کے خوابیدہ دماغ نے بتایا کہ وہ کوالالمپور کے ایک مکان کے ایک کمرے میں بخیریت ہے۔ صبح سات بجے کی فلائٹ سے وہ چیانگ شی کا کی ٹیم کے ساتھ نیپال جانے گی۔ میں نے پوچھا "چیانگ شی کا رویہ کیسا ہے؟"

وہ بولی "بظاہر شریفانہ رویہ ہے۔ بے چارہ مجھے دیکھ دیکھ کر للچا رہا ہے اور صبر کر رہا ہے۔"

"جب تک صبر کرتا ہے کرنے دو۔ اُس پاگل کتے کے گلے میں ماسک مین نے زنجیر ڈال رکھی ہے۔"

"فرہاد! میں نے سوچا ہے کہ نیپال پہنچنے تک اُس سے ہلکا ہلکا رومانس شروع کردوں گی۔ اِس طرح وہ آگے بڑھے گا تو مجھے جھگڑا کرکے اُس کی ٹیم سے فرار ہونے کا بہانہ مل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں صبح ملاقات کروں گا۔ آرام سے سوتی رہو۔"

کافی کی پیالی خالی ہوگئی۔ میں نے پیالی کو ٹرے پر رکھتے ہوئے بے فی کو رُومانہ کی خیریت بتائی پھر بحری جہاز کے واقعات سنانے لگا۔ رات گزرتی جا رہی تھی۔ دو بجے میں نے اُٹھتے ہوئے کہا "اب ہمیں آرام کرنا چاہیے۔ میں صبح آؤں گا۔"

بے فی میرے ساتھ دروازے تک آکر بولی "مونا تو سوگئی ہوگی۔"

"میں اس کا خیال پڑھ کر معلوم کرلوں گا۔ اگر وہ سو رہی ہوگی تو (؟) ہے۔ نیند کی حالت میں اُٹھ کر دروازہ کھولے گی پھر اپنے بستر پر جاکر سو جائے گی۔ صبح اُٹھنے کے بعد وہ کبھی سوچے گی بھی نہیں کہ رات کو اُس نے نیند کی حالت میں دروازہ کھولا ہوگا۔"

وہ بچوں کی طرح خوش ہوکر بولی "بھائی آپ ٹیلی پیتھی سے کیسے کیسے تماشے کرتے ہیں۔ بائی گاڈ بڑا مزہ آتا ہے۔"

میں مسکراتا ہوا کیبن سے باہر آگیا۔ بے فی نے شب بخیر کہہ کر دروازہ بند کرلیا۔ اُس وقت ٹرین چلنے لگی تھی۔ میں ایئرکنڈیشنڈ بوگی کی راہ داری میں کھڑا ہوا تھا۔ راہ داری کے دونوں طرف مختلف کیبن بنے تھے جن میں مسافر آرام کر رہے تھے۔ راہ داری دُور تک سنسان تھی۔ میں نے ایک سگریٹ نکال کر سلگاتے ہوئے مونا کے دماغ کو ٹٹولا۔ وہ کیبن میں نہیں تھی۔ بوفے کار میں بیٹھی کافی پی رہی تھی۔ اُس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ مجھ جیسے اجنبی کے ساتھ کیبن میں رات نہیں گزارے گی۔ بوفے کار میں صبح تک بیٹھی رہے گی۔

میں بوفے کار کی طرف جانے کے لیے راہ داری سے گزرنے لگا۔ آس پاس کے کیبن بالکل خاموش تھے۔ بڑے بڑے سرمایہ دار عیاشی کی نیند سو رہے تھے۔ ایک کیبن کے قریب سے گزرتے ہوئے میں ٹھٹک گیا۔ اُس کیبن کے دروازے پر اندر سے دھکا لگا تھا۔ ٹرین تیز رفتاری سے کھٹا کھٹ کا شور مچاتی بھاگی جا رہی تھی۔ اتنے شور میں کیبن کے اندر کی آواز سنائی نہیں دے سکتی تھی۔ میں نے دروازے سے کان لگا دیے۔ اُدھر دروازے کو رہ رہ کر دھکے لگ رہے تھے۔ یہ اندازہ ہوا کہ اندر دو یا دو سے زیادہ ہستیاں جدوجہد میں مصروف ہیں۔ میں بلا تامل دروازے پر دستک دینے لگا۔

دروازے کے پیچھے جیسے جدوجہد تھم گئی تھی۔ شاید وہ لوگ سوچ رہے تھے کہ دستک دینے والا کون ہوسکتا ہے؟ میں نے دوبارہ دستک دی پھر سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے انتظار کرنے لگا۔ سگریٹ کا تیسرا کش لگاتے ہی دروازہ ذرا سا کھلا۔ ایک ادھیڑ عمر کا چہرہ نظر آیا۔ اُس کا سر منڈا ہوا تھا۔ آنکھیں سُرخ جیسے انگارہ تھیں۔ بڑا ہی خون آشام درندہ لگ رہا تھا۔ وہ ایسا تھا کہ اُسے دیکھ کر کمزوروں کے دل دہل جاتے۔

اُس کا ہاتھ دروازے کے سرے پر تھا تاکہ وہ ذرا سا کھلا رہے اور میں اندر نہ جھانک سکوں۔ وہ غرّا کر بولا "کیا بات ہے؟ کون ہو تم؟"

میں نے سگریٹ کا ایک کش لے کر اُس کی سلگتی ہوئی آگ کو اچانک ہی اُس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ ایک دم سے تلملا گیا۔ دروازہ ذرا سا اور کھلا۔ میں نے ایک جھٹکے میں اُسے پوری طرح کھول دیا۔ آگ کی جلن سے وہ سنبھلنے نہ پایا تھا۔ اس لیے دروازے کے ساتھ دھکا کھاتا ہوا پیچھے چلا گیا۔

اندر ایک برتھ پر دس برس کا ایک لڑکا سو رہا تھا۔ دوسری برتھ پر ایک ادھیڑ عمر کی عورت آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔ شاید وہ بچے تھی۔ وہاں تو سکون ہی سکون تھا۔ گویا یہ ہوئے کسی ہنگامے کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ وہ سر منڈا غصے سے بولا "یہ کیا بدمعاشی ہے۔ شریفوں کے کیبن میں گھس آئے ہو۔ میں ریلوے پولیس کو کال کروں گا۔"

میں نے کہا "میں نے یہاں سے گزرتے ہوئے محسوس کیا تھا کہ دروازے پر اندر سے دھکے لگ رہے ہیں۔ کیا تم دھکے مار رہے تھے؟"

"ہاں۔ یہ چٹخنی جام ہوگئی تھی۔ میں دروازے کو دھکے مار کر اُسے کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

اُس نے بڑا معقول جواب دیا تھا مگر بھلا ہو ٹیلی پیتھی کا۔ وہ اندر کے جھوٹ کو اُگل دیتی ہے۔ وہ سُرخ آنکھوں والا سر منڈا اندر سے اضطراب میں مبتلا تھا اور اُس کا ایک ہاتھ پتلون کی جیب میں بند چاقو کو تھامے ہوئے تھا۔ میں نے معذرت چاہتے ہوئے کہا "میں خطرے کی بُو سونگھ کر آیا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو پریشان کیا۔ سوری۔"

یہ کہہ کر میں واپس جانے کے لیے دروازے کی طرف پلٹ گیا۔ وہ بھی دروازے تک آنے کے لیے آگے بڑھا۔ اسی وقت میں نے اچانک گھوم کر ایک اُلٹا ہاتھ اُس کے منہ پر رسید کردیا۔ "اونک" کی آواز کے ساتھ اُس کا منہ او پر اُٹھا۔ میرا دوسرا گھونسا اُس کی ٹھوڑی پر پڑا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑاتا ہوا اُس عورت کے اوپر جا گرا۔ وہ کم از کم ڈھائی من کا آدمی ضرور ہوگا۔ اُس کا بوجھ پڑنے کے باوجود وہ عورت بیدار نہیں ہوئی بس ذرا سا کسمسا کر رہ گئی۔

میں نے پوچھا "یہ عورت بے ہوش پڑی ہے۔ معاملہ کیا ہے؟"

وہ اُچھل کر کھڑا ہوگیا۔ ایک کھٹاکے کی آواز کے ساتھ اُس کے ہاتھ میں چاقو کھل گیا تھا۔ میں ٹائیلٹ کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ اپنی بھلائی کے لیے مجھے ختم کردینا چاہتا تھا تاکہ میں باہر جاکر اُسے قانون کے حوالے نہ کرسکوں۔ اُس نے یک بیک حملہ کیا۔ وہ دوسروں کے لیے ناگہانی حملہ ہوسکتا تھا مگر مجھے تو اُس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ میرے جسم پر کہاں اور کس لیے چاقو اُتارنا چاہتا ہے۔

چاقو اُتر گیا۔ اتنا بھرپور وار تھا کہ چاقو کا پھل ٹائیلٹ کی لکڑی کی دیوار میں کھب گیا۔ اُسی وقت ٹائیلٹ کے اندر سے کسی لڑکی کی سہمی ہوئی سی گھٹی گھٹی سی آواز سنائی دی "آں۔ نن۔ نہیں۔ ہیپ" اُس نے شاید ہیپ۔ کہتے ہی اپنے ہونٹوں کو سختی سے بند کرلیا تھا یا پھر کسی نے جبراً اُس کا منہ بند کردیا تھا۔

وہ سر منڈا فوراً ہی لکڑی کی دیوار سے چاقو نہ نکال سکا۔ میں نے اُس کی چکنی کھوپڑی پر ایک چپت لگا کر ایک زور کی پھونک ماری۔ میں ایسا ولی نہیں ہوں کہ کسی کو پھونک سے اُڑا دوں۔ وہ اُس کی کھوپڑی پر ٹیلی پیتھی کی پھونک تھی۔ وہ بدحواسی میں لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ خیال خوانی پھر اُسے آگے لائی تاکہ میرا گھونسا اُس کی ناک پر پڑے۔

وہ ناک پکڑ کر بیٹھنے لگا۔ میں نے اُس کے پیٹ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ بیٹھنے سے پہلے ہی فرش پر اوندھے منہ گر پڑا۔ سر منڈا ایسا نازک اندام نہیں تھا کہ اتنی آسانی سے مار کھاتا چلا جاتا۔ میری خیال خوانی اُسے مار رہی تھی۔ وہ ایسا موقع نہ تھا کہ میں ٹیلی پیتھی کو ایک طرف رکھ کر اُس سے مردانہ وار مقابلہ کرتا۔ اگر میں ایسا کرتا تو اچھی خاصی جنگ ہوتی۔ جوڑ توڑ کے مقابلے میں اُس کوچ کے تمام مسافر بیدار ہو جاتے۔ بڑا ہنگامہ برپا ہو جاتا۔ اِس لیے میں خاموشی سے نمٹ رہا تھا۔

میں نے اس کی ننگی کھوپڑی پر ایک ٹھوکر مارتے ہوئے پوچھا۔ "ٹائیلٹ میں کون ہے؟"

میرے اتنے زبردست حملوں کا اُس پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ گھنٹوں مقابلے پر ٹھہر سکتا تھا مگر سوچ رہا تھا اگر لڑائی جاری رہی تو میں پکڑا جاؤں گا۔ میرا مقابل اب تک خاموشی سے لڑ رہا ہے۔ شاید یہ معقول رشوت لے کر اسی طرح خاموشی سے چلا جائے۔

اُس نے سر اُٹھایا۔ اُس کی ناک سے خون بہتا ہوا ہونٹوں اور ٹھوڑی پر پھیل رہا تھا۔ وہ ہانپتے ہوئے بولا "دوستی کرلو۔ میں دوستوں کے لیے جان دیتا ہوں۔ تمھارے کسی بُرے وقت کام آؤں گا۔"

میں نے سخت لہجے میں پوچھا "ٹائیلٹ میں کون ہے؟"

"ایک لڑکی ہے۔ وہ بہت ڈرپوک ہے۔ میں نے اُسے دھمکی دی تھی کہ وہ شور مچائے گی تو میں اُس کی ماں اور اُس کے بھائی کو قتل کردوں گا۔ اِس لیے وہ منہ دبا کر ٹائیلٹ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ تم میری مان لو۔ اِس معاملے میں نہ پڑو۔ تم جتنی بھی رقم کا مطالبہ کروگے، میں ایک گھنٹے کے اندر ادا کردوں گا۔"

میں نے کہا "وہ عورت کسمسا رہی ہے۔ اُس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارو۔"

وہ دانت پیس کر سخت لہجے میں بولا "میں کہتا ہوں اِس معاملے میں نہ پڑو۔"

میں نے اُس کے منہ پر ایک ٹھوکر لگائی۔ وہ دوسری طرف اُلٹ کر ذبیحے کی طرح ڈکرانے لگا۔ میں نے کہا "ایسا نہ ہو کہ مجھے تمھارے منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے پڑیں۔"

وہ آہستہ آہستہ اُٹھتے ہوئے مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ میں اُس کے حملوں سے کیسے بچ رہا ہوں۔ اُس نے اُٹھنے کے دوران اچانک ہی میری ٹانگوں میں ٹانگیں پھنسا کر مجھے گرانا چاہا۔ اِس سے پہلے ہی میں اُچھل کر اُس کی ٹانگوں پر سوار ہوگیا۔ میرے بوجھ سے اُس کے گھٹنے جیسے ٹوٹنے والے تھے۔ بے اختیار اُس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ میں دوبارہ اُچھل کر ایک قدم پیچھے گیا پھر ایک قدم آگے بڑھ کر ایک اور ٹھوکر اُس کے منہ پر لگائی۔ وہ چاروں

نشانے چت ہوگیا۔

اب اُس کی کھوپڑی اُسے سمجھا رہی تھی کہ اُس کے آگے سمندر ہے اور وہ اُسے عبور نہیں کر سکے گا۔ وہ سُرخ سُرخ دیدے پھیلا کر مجھے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے میں اُس کی سمجھ میں نہیں آیا۔ پھر وہ آہستگی سے اٹھا، میز پر سے پانی کا جگ اُٹھا کر بڑی فرماں برداری سے اِس بے ہوش عورت کے منہ پر چھینٹے مارنے لگا۔

وہ عورت پہلے ہی ہوش میں آنے کے لیے کسمسا رہی تھی ٹھنڈے پانی سے اُس کی آنکھ کھل گئی۔ ذہن کھل گیا اور وہ اپنے حواس میں آکر کیبن کے اس ماحول کو سمجھنے لگی، اُس نے اپنے دشمن کو دیکھا پھر مجھے دیکھا پھر ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ اِس کے دماغ میں یہی بات آئی تھی کہ دشمن اب ایک سے دو ہوگئے ہیں۔

میں نے کہا: "میں دشمن نہیں، دوست ہوں آپ اپنے دشمن کے بگڑے ہوئے حلیے سے سمجھ سکتی ہیں کہ آپ کی بے ہوشی کے دوران یہاں کیسی جنگ ہو چکی ہے۔"

وہ مطمئن ہوگئی ممتا بھرے لہجے میں بولی: "بیٹا تم کون ہو؟"

"میں آپ کی طرح ایک مسافر ہوں۔ شاید آپ بے ہوش ہونے سے پہلے ایسی جدوجہد میں مصروف تھیں کہ دروازہ پر دھکا لگنے کے باعث مجھے یہاں خطرے کا احساس ہوگیا ویسے آپ بے ہوش کیسے ہوگئی تھیں؟"

"اس شیطان نے میرے سر پر چاقو کا دستہ مارا تھا۔"

میں نے پیچھے ہٹ کر ٹائیلٹ کا دروازہ کھولا۔ وہاں ایک نوعمر نوجوان لڑکی دونوں ہاتھوں سے اپنے منہ کو دبائے سہمی ہوئی بیٹھی تھی میں نے اس عورت سے پوچھا: "کیا یہ تمھاری بیٹی ہے۔"

وہ جلدی سے اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ پھر تیزی سے اُٹھ کر ٹائیلٹ کے اندر گئی۔ لڑکی ماں کو دیکھتے ہی دوڑ کر لپٹ گئی۔ روتے ہوئے کہنے لگی: "ممی مجھے یہاں سے لے چلو یہ لوگ ہمیں مار ڈالیں گے۔"

وہ اپنی بیٹی کو تھپکتے ہوئے بولی: "حوصلہ کرو تانیہ ہم ابھی محفوظ ہیں۔"

میں نے بھی اُسے تسلی دی: "یہاں تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اپنی ممی کے ساتھ وہاں جاکر بیٹھو۔"

وہ اپنی ماں کے ساتھ ٹائیلٹ سے باہر آئی پھر اس دشمن کے خون آلود چہرے کو دیکھ کر چیخ مارتی ہوئی ماں سے لپٹ گئی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا: "تم تو بہت ہی بزدل ہو۔ دیکھو تمھارا چھوٹا بھائی کتنے آرام سے سو رہا ہے۔"

وہ اپنی ممی کے سینے میں منہ چھپا کر بولی: "میں اُسے نہیں دیکھوں گی اسے بھگا دو یہاں سے بھگا دو۔"

وہ بہت زیادہ دہشت زدہ تھی معلوم ہوتا تھا بہت ہی نازونعم میں پلی ہوئی ہے پہلی بار زندگی کا بگڑا ہوا چہرہ دیکھ رہی ہے میں نے اُس کی ممی سے کہا: "خاتون اگر اپنے دشمن سے کوئی حساب کتاب دوستانہ ہو تو میں آپ کے سامنے اس کا محاسبہ کرتا ہوں ورنہ تانیہ سہمی ہوئی ہے میں اس شخص کو باہر رخصت کر کے آؤں گا۔"

"نہیں بیٹے مجھے اس بدمعاش سے کچھ لینا دینا نہیں تم اُسے قانون کے حوالے کردو۔"

"دیکھیے قانون کا چکر بہت لمبا ہوتا ہے میں ایک مسافر ہوں آپ کو اس مصیبت سے بچا سکتا ہوں لیکن تھانے پولیس کے چکر میں نہیں پڑ سکتا۔"

"تم جو چاہو کرو مگر اس منحوس کو یہاں سے لے جاؤ۔"

میں نے دروازہ کھول کر منحوس کو باہر بلا لیا۔ وہ اپنے رومال سے چہرے کا لہو پونچھتا ہوا میرے ساتھ راہ داری میں چلتا ہوا بولا: "دوست تم خواہ مخواہ اس پھڈے میں پڑ رہے ہو۔ یقین کرو میں تمھیں بڑی سے بڑی رقم دوں گا تم اس کیبن کا راستہ بھول جاؤ۔"

"مجھے رقم نہیں چاہیے اتنا بتا دو کہ ان لوگوں سے کیا چاہتے ہو۔"

"کچھ نہیں ہماری خاندانی دشمنی ہے۔"

"تم اپنے چہرے اور ڈیل ڈول کے مطابق جانوروں کے خاندان سے لگتے ہو اور وہ معزز گھرانے کے لوگ ہیں۔"

وہ غرّا کر مجھے دیکھنے لگا میں سمجھ گیا کہ وہ آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ ہم آخری کیبن سے مُڑ کر کوچ کے دروازے پر آگئے میں نے کہا: "میں آسانی سے تمھارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ میں یہ دروازہ کھول رہا ہوں۔ تم مجھے چلتی گاڑی سے باہر پھینک کر مجھ سے پیچھا چھڑا سکتے ہو۔"

یہ کہتے ہوئے میں نے دروازہ کھولا دروازے سے زیادہ اُس کا کھلا ہوا ذہن میری خیال خوانی کی ہتھیلی پر رکھا ہوا تھا اُس نے مجھے دھکا دینے سے پہلے میری گردن پر کراٹے کا ہاتھ مارنا چاہا مگر اُس کی کھڑی ہتھیلی دروازہ پر پڑی۔ ٹرین پتہ نہیں کتنی رفتار سے بھاگی جا رہی تھی۔ تیز ہوا کے جھونکے ہمیں سوکھے پتوں کی طرح اڑا دینا چاہتے تھے۔ میں نے اُس کی ہتھیلی پر زور سے کہنی ماری۔ وہ پسلی کو پکڑ کر نیچے جھکا میں بیٹھ گیا وہ مجھ پر اُوندھا ہوگیا۔ میں نے ایک جھٹکے سے اُٹھ کر دھوبی پاٹ کا داؤ آزماتے ہوئے اپنے کاندھے پر سے اُسے گزارتے ہوئے باہر پھینک دیا۔ اُس کی چیخیں دُور ہوتی جا رہی تھیں۔ میں نے دروازے کو بند کر دیا۔

میں نے اپنا لباس درست کرتے ہوئے بوڑھی عورت کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ تانیہ کہہ رہی تھی: "ممی آپ وہ کاغذات جلا کر پھینک دیں۔ نہیں تو وہ ہمیں مار ڈالیں گے۔"

"تانیہ دنیا میں ڈر کر جینے والے کتوں جیسی زندگی گزارتے ہیں۔

میں نے وہ کاغذ تمھارے چچا کے حوالے کر دیے یا اُنھیں جلا ڈالا تو پھر تمہیں اپنے مرحوم باپ کی جائداد میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ میں یہ ثابت نہیں کر سکوں گی کہ میری اُن سے شادی ہوئی تھی اور تم اُن کی بیٹی ہو۔ اور دیکھو خدا ہماری مدد کر رہا ہے ایسا نہ ہوتا تو وہ اجنبی فرشتہ بن کر یہاں ہماری مدد کو نہیں آتا۔"

تانیہ گھبرا کر بولی: "ممی وہ اجنبی پھر آئے گا نہیں اب دروازہ نہ کھولیں۔ مجھے اُس سے بھی ڈر لگتا ہے۔ آپ دروازہ نہ کھولیں۔"

میں نے مسکرا کر سوچا میرا فرض ادا ہوگیا اب اُنھیں کوئی خطرہ نہیں ہے بہتر ہے کہ اب میں اس معاملے میں نہ پڑوں میرے تجربات شاہد ہیں کہ جس معاملہ میں پڑتا ہوں وہ شیطان کی آنت کی طرح لمبا ہوتا چلا جاتا ہے۔ پھر یہ کہ رات سونے اور آرام کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ آرام کرنے کا خیال آیا تو مونا خیالوں میں آگئی اُس کی پارسائی نے مجھے پریشان کر رکھا تھا پتہ نہیں کس اُلّو کے پٹھے نے اس کو مشورہ دیا تھا کہ وہ خطرناک مجرموں کے ماحول میں رہ کر کام کرے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ کوئی اُس کے جسم کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ سپر ماسٹر کے حکم سے اس کی باقاعدہ نگرانی اور حفاظت کی جاتی ہے۔

شاید پہلی بار اُس کا دعویٰ غلط ہو رہا تھا۔ وہ میرے کیبن میں آکر پھنس گئی تھی۔ میں نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ میں اُس لڑکی کو جبراً اُس کے مزاج کے خلاف حاصل نہیں کروں گا ویسے کوئی کسی کی کہاں تک نگرانی کر سکتا ہے۔ وہ بے حد حسین تھی اور بدن کے نشیب و فراز تو بہ شکن تھے کوئی بھی اُسے لُوٹ کا مال سمجھ سکتا تھا۔

اُس وقت بھی وہی ہوا۔ وہ بوفے کار میں بیٹھ کر صبح کرنا چاہتی تھی مگر وہاں ایک عاشق مزاج نوجوان اُس کی میز کے سامنے آکر بیٹھ گیا تھا اور اُس سے راہ و رسم بڑھانے کے لیے بازاری انداز میں باتیں کر رہا تھا۔ مونا نے دھمکی دی: "مجھے تنہا نہ سمجھو میرے محافظوں نے تمھیں دیکھ لیا تو وہ تمھارا قیمہ بنا کر رکھ دیں گے۔"

وہ بڑا ڈھیٹ ثابت ہوا۔ کہنے لگا: "میں اس دنیا میں تنہا ہوں۔ میرے مرنے پر کوئی نہیں روئے گا۔ البتہ میرے ہاتھوں سے تم مر گئیں تو تمھارے بہت سے عاشق تمھاری جوانی کا ماتم کریں گے۔"

وہ بل ادا کرنے کے بعد غصے سے اُٹھ کر کیبن کی طرف آنے لگی۔ میں تیزی سے چلتا ہوا اس سے پہلے اپنے کیبن میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے مونا کی سوچ پڑھی اب اس کے پیچھے ایک کے بجائے دو عاشق تھے۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی پریشان ہو کر بار بار پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔ میں نے اُسے مخاطب کیا: "ہیلو مونا! گھبراؤ نہیں میں تمھارے ساتھ ہوں۔ مسکراتی رہو اور کیبن کے دروازے پر پہنچ کر اُن میں سے ایک عاشق کو اندر آنے کی دعوت دو۔"

وہ خوش ہوگئی۔ میری ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ میں ٹائیلٹ کے اندر چلا گیا۔ اسی وقت وہ کیبن کا دروازہ کھولتی ہوئی مسکرا کر بولی: "میں کسی ایک کے ساتھ اس کیبن میں رہ سکتی ہوں۔"

جو شروع سے اُسے چھیڑ رہا تھا وہی آگے بڑھا۔ مونا اندر آگئی۔ عاشق صاحب نے پہلے دروازے پر کھڑے ہو کر کیبن کا جائزہ لیا۔ وہاں کسی کو نہ پایا تو اطمینان سے دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی۔ مونا میری ہدایت کے مطابق اٹھلاتی ہوئی بستر پر جا کر بیٹھ گئی وہ آگے بڑھا تو میں ٹائیلٹ کا دروازہ کھول کر اُس کے پیچھے پہنچ گیا۔ آہٹ پاتے ہی وہ تیزی سے گھوما۔ میرا ہاتھ بھی گھوم گیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا اپنا توازن نہ سنبھال سکا۔ مونا کے قدموں کے پاس جا گرا مونا نے اس پر تھوک دیا۔ وہ اچھا ہٹا کٹا جوان تھا مگر بزدل تھا۔ ایک ہاتھ پڑتے ہی گھگھیانے لگا: "مجھے معاف کرو میں یہاں بُری نیت سے نہیں آیا ہوں۔"

میں نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا: "مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اُسے اپنی بہن سمجھ کر آئے ہو۔ جاؤ بیٹے فیڈر سے دودھ پی کر سو جاؤ۔"

وہ جلدی سے اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ میں نے اُس کے لیے دروازہ کھول دیا۔ وہ تیر کی طرح وہاں سے نکلا مونا کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ اُس وقت وہ بھول گئی تھی کہ میں بھی اس کے لیے ایک اجنبی ہوں جب میں نے دروازہ بند کیا تو اُس کی ہنسی پر بریک لگ گیا وہ اک دم سے چپ ہوگئی۔ وہ سنجیدگی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پہلے وہ مجھے دیکھ کر پریشان ہو جاتی تھی۔ میں نے یہی محسوس کیا کہ وہ سنجیدہ تو ہے مگر میری موجودگی سے پریشان نہیں ہے۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا دوسری برتھ پر آکر بیٹھ گیا اس دوران وہ سوچ رہی تھی: "فرہاد نے سوچ کے ذریعے مجھ سے کہا تھا کہ وہ میری حفاظت کرے گا مگر اس انٹونی نے میری حفاظت کی۔ کیا فرہاد نے مجھے پیش آنے والے خطرے سے انٹونی کو آگاہ کر دیا تھا۔ نہیں مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ میرے سامنے فرہاد موجود ہے۔"

میں نے اُس کی سوچ میں مداخلت نہیں کی۔ آرام سے برتھ پر لیٹ گیا۔ وہ اپنی دھن میں سوچتی جا رہی تھی: "ماسٹر نے مجھے اس کیبن میں بھیجتے وقت کہا تھا کہ میں انٹونی کو اپنی آواز نہ سناؤں اور میری آنکھیں چھپانے کے لیے مجھے یہ آئی لینس پہنایا گیا ہے ایسی احتیاطی تدابیر صرف فرہاد کے ڈر سے کی جاتی ہیں۔ مجھے اس کیبن میں آتے ہی شبہ ہوا تھا مگر اس انٹونی نے یہ کہہ کر مجھے مطمئن کر دیا تھا کہ اُس نے میری آواز اسکندریہ سے آتے وقت طیارہ میں سنی تھی اور وہ آواز سے چھپی ہوئی شخصیتوں کو پہچان لیتا ہے مگر یہ آئی لینس کیوں؟

میں تو اس کے متعلق پوچھنا ہی بھول گئی تھی۔"

اُس نے سر اُٹھا کر میری جانب دیکھا۔ میں آنکھیں بند کیے ہوئے لیٹا تھا اس نے مجھے مخاطب کیا: "مسٹر انٹونی تم نے کہا تھا کہ تم نے طیارہ میں میری آواز سُنی تھی یہ ٹھیک ہے کہ تم مجھے آواز سے پہچان لیتے لیکن ماسٹر نے مجھے یہ آئی لینس پہننے کو کیوں کہا؟"

"اس لیے کہ روزی کی آنکھیں بھوری تھیں اور تم روزی کے میک اپ میں ہو۔"

وہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگی میں نے معقول جواب دیا تھا مگر وہ اندر سے مطمئن نہیں تھی۔ ایک شبہے نے جڑ پکڑ لی تھی۔ وہ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولی: "مسٹر تم بھی میک اپ میں ہو یہ تمہارا اصلی چہرہ نہیں ہے۔"

"شاید۔ اس دُنیا میں ہر جگہ ملاوٹ پائی جاتی ہے ہو سکتا ہے کہ مجھ میں بھی ملاوٹ ہو مگر تمہاری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا تم آرام سے سو جاؤ۔"

وہ ذرا جھنجلا کر بولی: "کیسے سو جاؤں؟ میں نہیں جانتی کہ تقدیر مجھے کس کے پاس لے آئی ہے تم نے میری اصلیت جان لی اس لیے مطمئن ہو تمھیں بھی میرے اطمینان کے لیے اپنی اصلیت بتانی چاہیے۔"

"وہ تمھارے ماسٹر نے تمھیں یہ نہیں بتایا کہ جس انٹونی کے پاس جا رہی ہو اس کا اصل چہرہ کوئی نہیں دیکھ سکتا۔"

"کیا تمام عمر میک اپ میں منہ چھپائے رہتے ہو؟ ایسا تو ممکن نہیں ہو سکتا۔"

"میں نے کہا نا آرام سے سو جاؤ۔"

"اور میں کہہ چکی ہوں کہ اجنبیت ختم کرو اپنا چہرہ دکھا دو۔"

"کیا چہرہ دکھانے سے اجنبیت ختم ہو جائے گی؟ کیا تم پورے اطمینان اور اعتماد سے سو سکو گی؟"

"ہاں سو سکوں گی بشرطیکہ تمھارا چہرہ خوفناک نہ ہو۔"

میں نے اُسے ٹالنے کے لیے ایک سوال کیا: "تم کہہ رہی تھیں کہ فرہاد سے تمھاری اچھی واقفیت ہے کیا اُس نے تم سے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا؟"

"تم مجھے ٹال رہے ہو۔"

"نہیں میں اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ دماغی رابطہ قائم ہو تو فرہاد سے میری اصلیت معلوم کر لو۔"

وہ تھوڑی دیر تک گہری اور ٹٹولتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھتی رہی۔ میں بدستور آنکھیں بند کیے ہوئے لیٹا ہوا تھا اور اُس کی اُلجھی ہوئی سوچوں کو پڑھ رہا تھا اُس کا دماغ چیخ چیخ کر اُس سے کہہ رہا تھا کہ اُس کے سامنے فرہاد علی تیمور ہے۔ پھر وہ ایک گہری سانس چھوڑتے ہوئے بولی: "کیا تمھارا دوست فرہاد اپنوں کے سامنے آکر بھی منہ چھپاتا ہے؟"

"بعض حالات میں اُن اپنوں کے سامنے منہ چھپانا پڑتا ہے جو خود اس بہانے سے اپنائیت تو ظاہر کرتے ہیں مگر اپنے اندر کی بہت سی باتیں چھپاتے ہیں۔"

"کیا مونا بھی دل کی بات چھپاتی ہے؟"

"ہاں یہیں بے اختیار ہاں کہتے ہی گڑبڑا گیا۔ کیونکہ کوئی انٹونی کی حیثیت سے یہ نہیں جان سکتا تھا کہ مونا فرہاد سے اپنے دل کی دھڑکنیں چھپا رہی ہے۔

وہ ایک دم سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ مجھے ایسے دیکھنے لگی جیسے میں ایک پردہ ہوں اور وہ ابھی اس پردہ کو اُٹھا کر اُس کے پیچھے فرہاد کو دیکھ لے گی۔ عورت جب شکی ہو جاتی ہے تو اس شک کو مٹانے کے لیے بچی ہو جاتی ہے اُس کا پکا اعتماد متزلزل نہیں ہوتا اُس نے برتھ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ بڑی نرمی اور اعتماد سے میرا ایک ہاتھ کو تھام لیا۔ پھر سرگوشی میں جیسے دُور سے بولی: "فرہاد!"

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ بہت ہو چکا اب نہ میں چھپا سکتا تھا اور نہ وہ چھپنے دینا چاہتی تھی۔ میرا ایک ہاتھ اُس کے ہاتھوں میں تھا۔ میں نے اُس کی طرف کروٹ بدل کر اپنا دوسرا ہاتھ اُس کے ہاتھوں پر رکھ دیا۔ پھر آہستگی سے بولا: "ہاں۔ میں فرہاد ہوں تم سے اِس لیے چھپ رہا تھا کہ میری موجودگی سے تمھاری اُلجھنیں بڑھ جاتیں۔ تم بظاہر مطمئن رہتیں کہ میری پناہ میں محفوظ ہو مگر تمھارا دل ڈرتا کہ میں مرد ہوں۔ تم سمجھتی ہو نا؟ میں کیا بتاؤں تم اپنے اندر جس طرح اپنے آپ سے لڑتی رہتی ہو۔ اس لڑائی کا سب حال میں جانتا ہوں۔"

اب اس کے ہاتھ میرے ہاتھوں کی پناہ میں لرزنے لگے تھے۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اگر وہ مجھے اجنبی سمجھ کر ہی کیبن میں رات گزار لیتی تو ہر لمحہ یہ دھڑکا نہ رہتا کہ میں اُس کے بہت قریب رہ کر اُس کے چور جذبوں کو پڑھ رہا ہوں۔

وہ جلدی سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اُس نے ایک جھٹکے سے اپنے ہاتھوں کو چھڑایا تھا جیسے نہ چھڑاتی تو ان ہاتھوں کے ساتھ سرا پا میرے ہاتھوں میں چلی آتی۔ وہ پلٹ کر اپنی برتھ پر گئی۔ پھر ایک گوشے میں سمٹ کر بیٹھتے ہوئے بولی: "تم۔ تم نے انٹونی کے رُوپ میں مجھ پر ظلم کیا تھا۔"

وہ مجھے یاد دلا رہی تھی جب پہلی بار وہ رُخسانہ کی جگہ روزی کے میک اپ میں یہاں آئی تھی اور اپنی آواز اور لہجے کو مجھ سے چھپا رہی تھی تو میں نے اُسے یک بارگی اپنی آغوش میں سمیٹ کر اُس کے منافقانہ رویے کے خلاف اُسے غصہ دلایا تھا وہ غصہ سے بے قابو ہو کر اپنے اصلی لہجے

[..] نے لگی تھی۔ ابھی اُس کی شکایت سن کر میں نے اپنی صفائی پیش کی۔ [..] دیکھو مونا اس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ تم مونا ہو۔ میں نے [..] وعدہ کیا تھا کہ تمھاری مرضی کے خلاف کبھی تمھیں ہاتھ نہیں لگاؤں [..] زیادتی اس سچویشن کو سمجھو تم پُراسرار بن رہی تھیں اور تمھیں [..] کے پردے سے باہر لانے کی وہی ایک تدبیر تھی۔"

وہ منہ پھیر کر منہ پھلائے بیٹھی تھی۔ اُس کے دماغ کی اسکرین [..]ی منظر تھا۔ وہ میرے شکنجے سے نکلنے کے لیے تڑپ رہی تھی مجھے [..]ن سنا رہی تھی۔ پھر میں نے اُس کے لبوں پر خاموشی کی مہر ثبت [..]ی تھی۔ وہ لڑکی جو کبھی کسی کا سایہ برداشت نہیں کر سکتی تھی اس [..]زانی منظر کو برداشت کر رہی تھی۔

میں نے کہا: "یقین کرو مونا میں آج بھی تمھاری عزت کرتا [..]۔ وہ جو کچھ بھی ہوا محض ایک دوسرے کی اجنبیت کے باعث [..] جب مجھے پتہ چلا کہ تم مونا ہو تو مجھے بے حد ندامت محسوس ہوئی۔ [..] میں اپنی زبان کا دھنی ہوں۔ تم سے کیے ہوئے وعدہ پر آج بھی قائم [..]۔ اس انجانی غلطی کو بھول جاؤ۔ یہاں ہمارے درمیان میرے وعدے [..]ار حائل رہے گی۔"

یہ کہہ کر میں پھر برتھ پر لیٹ گیا۔ اُسے آرام سے سونے کے لیے کہہ [..] کر دیوار کی طرف منہ پھیر لیا۔ اُس کی آواز سنائی دی: "میں بچی [..] ہوں۔ جانتی ہوں کہ تم سونے کا بہانہ کر رہے ہو مگر مجھے نیند [..] نہ آئے گی۔"

"کیا مشکل ہے" میں اُٹھ کر بیٹھ گیا: "تمھیں نہ اس کروٹ چین ہے [..] اس کروٹ۔ تم نے یہ جو پارسائی کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے تو آخر یہ [..]سلسلہ کب تک رہے گا؟ تم حسین ہو جوان ہو۔ میں تمھیں بار ہا مشورہ [..] چکا ہوں کہ کسی کو اپنا جیون ساتھی بنا لو۔ میں ہرجائی ہوں مجھے اپنے [..]ں کی جنت سے نکال دو مگر تم نہ تو مجھے دل سے نکالتی ہو اور نہ [..] کو جیون ساتھی بناتی ہو۔" میں اُٹھ کر کھڑا ہو گیا: "مونا جرائم کے اس ماحول سے نکل جاؤ [..] خوبصورت ہو تیں تو میں یہ مشورہ نہ دیتا مگر جرائم کی دُنیا میں زیادہ [..] شباب پر ہی ڈاکے جاتے ہیں مگر تم نہیں سمجھو گی بہر حال میں [..] کے باہر کہیں بھی رات گزار لوں گا تم دروازے کو اندر سے بند [..] سو جاؤ۔"

میں نے ایک جھٹکے سے دروازے کو کھولا پھر راہداری میں آکر [..] آواز... سے اُسے بند کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دور جانے [..] اُس کی آواز سنائی دی: "فرہاد۔ سنو فرہاد...."

مگر میں تیزی سے بڑھتا ہوا اس کوچ سے نکل کر دوسری کوچ میں [..] پھر وہاں سے بوفے کار میں آگیا۔ مجھے غصہ نہیں آتا۔ میں نے صرف مونا کو سمجھانے کے لیے اور اپنے مشوروں کی اہمیت جتانے کے لیے اُسے غصہ دکھایا تھا۔ میں نے کافی کا آرڈر دیا پھر ایک سگریٹ سلگا کر اُس کے کش لگانے لگا۔ بے شک میں حسن پرست ہوں مگر ہوس پرست نہیں ہوں۔ قدرت کا حسن ہر جگہ بکھرا پڑا ہے۔ اُسے دیکھنا اُسے پسند کرنا اور اُس کی قدر کرنا ایک طرح کی شاعری ہے۔ کسی قصائی کا یہ تکا آپریشن نہیں ہے۔ میں مونا کے حُسن و شباب کا قدر دان ہوں مگر جو پھول میرے کالر میں نہ سجے میں اُسے توڑنا بھی پسند نہیں کرتا۔

کافی آگئی میں نے سوچا۔ وقت گزارنے کے لیے خیال خوانی کی جائے۔ کوالالمپور میں رُخسانہ بخیریت تھی آرام سے سو رہی تھی۔ بحری جہاز میں سونیا بھی اپنے کیبن میں سونے کے لیے چلی گئی تھی۔ میں نے رس ونتی کے لہجہ میں اُسے مخاطب کیا: "ہیلو سونیا کیا آقا سبحانی کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہوئیں؟"

وہ اپنے بستر پر لیٹ کر انگڑائی لیتی ہوئی بولی: "آقا سبحانی تو ایک معمہ ہیں۔ ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا اور اتنی جلدی کیا خاک سمجھوں گی وہ اور سلمیٰ لیلیٰ مجنوں بن گئے ہیں۔"

"اچھا تو سلمیٰ اُسی کے کیبن میں ہے؟"

"ہاں۔ وہ دونوں جیسے مجھے بھول گئے ہیں۔ اپنے آپ میں مگن ہیں۔ آقا سبحانی تمھاری طرح ہندی زبان نہیں جانتا تم کسی انگریز عورت کو ٹریپ کر کے انگریزی زبان کی سوچیں پڑھ لیتی ہو۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم سلمیٰ کو ٹریپ کر کے اُس کی مصری زبان کو سمجھ سکو؟ آقا بھی وہی زبان بولتا ہے۔"

"میں صرف اسی کو ٹریپ کر سکتی ہوں جو ہندی زبان کے علاوہ دوسری زبانیں جانتی ہو کیونکہ اُن کے لاشعور میں ہندی زبان کا ترجمہ ہوتا رہتا ہے اور سلمیٰ ہندی نہیں جانتی۔"

"پھر تو مشکل ہے۔ میں کل تک کوئی تدبیر سوچوں گی۔ ہاں ایک تدبیر ہے تم فرہاد سے رابطہ قائم کیوں نہیں کرتیں؟ ہیرا پھیری اور چالبازیوں میں اُس کا جواب نہیں ہے۔ وہ تمھیں ضرور کوئی اچھی چال بتائے گا۔"

"وہ کیا چال بتائے گا۔ وہ تو میری چال بگاڑنے پر تُلا ہوا ہے۔ تم اُسے لگام نہیں دے سکتیں؟ ہندوستان میں جب اُس سے سامنا ہو تو اُسے اچھی طرح سمجھا دینا کہ رس ونتی اُس کے جال میں پھنسنے والی لڑکی نہیں ہے۔ اگر وہ باز نہ آیا تو میں اُسے ذہنی اذیتیں پہنچاؤں گی۔"

سونیا میری عاشق مزاجی سے پریشان رہتی تھی مگر اُسے یہ گوارا نہ تھا کہ رس ونتی مجھے ذہنی اذیتیں پہنچانے کا چیلنج کرے۔ اس نے ناگواری سے منہ بنایا پھر یہ سوچ کر سنبھل گئی کہ رس ونتی اُس کی ناگواری کی تہہ میں پہنچ رہی ہوگی۔ میں نے کہا: "اچھا اب تم سو جاؤ

میں صبح رابطہ قائم کروں گی۔ اوکے بائے۔"

میں سونیا کے دماغ سے نکل کر سوچنے لگا۔ سلومی کا دماغ میرے سامنے مصری زبان کا ترجمہ پیش کرتا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ میں اس لڑکی کے دماغ میں پہنچ جاؤں لیکن وہ آقا سبحانی کے ساتھ بند کیبن میں سنسنی خیز لمحات گزار رہی تھی۔ ایسے وقت کسی کی تنہائی میں جھانکنا تہذیب کے منافی ہے۔ اب کسی دوسرے وقت ہی سلومی کے دماغ کو ٹٹولا جا سکتا ہے۔

میں نے اپنی رسٹ واچ میں وقت دیکھا۔ تین بج کر پندرہ منٹ ہو چکے تھے۔ صبح ہونے تک خاموش بیٹھے بیٹھے وقت گزارنا دوبھر ہو رہا تھا۔ تفریح کے خیال سے میں کتنے ہی دماغوں کو پڑھ سکتا تھا۔ وہ ہستیاں جو مجھ سے ملتی رہیں اور بچھڑتی رہیں۔ انھیں میں پھر اپنے دماغ کی اسکرین پر دیکھ سکتا تھا مگر میں اپنے شناساؤں سے کتراتا تھا اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ میں بے مروت ہوں۔ اصل بنیادی وجہ یہ ہے کہ جس شناسا سے بھی دماغی رابطہ قائم کرتا ہوں اس کی ذاتی الجھنوں میں خود الجھ جاتا ہوں۔ ان کے جو مسائل ہوتے ہیں۔ ان کا حل پیش کرنے کے لیے پھر مجھے کئی سمت بھاگنا پڑتا ہے۔ میرے لیے سب سے زیادہ سونیا اور رُومانہ اہم تھیں۔ رس ونتی سے بھی اپنائیت تھی لیکن ابھی اس سے سرد جنگ جاری تھی۔

میرے کہنے کا مطلب ہے کہ میں سونیا، رُمانہ اور رس ونتی تین سمتوں میں بھاگتا رہتا ہوں۔ چوتھی سمت میری اپنی ہے کہ مجھے اپنے حالات سے بھی نمٹنا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر میں بچھڑنے والوں سے رابطہ قائم کروں تو اور زیادہ سمتیں بکھرتی جائیں گی اور میں بیک وقت کسی کے لیے بھی چارہ گر نہ بن سکوں گا۔

کافی کی پیالی خالی ہو گئی۔ میں نے دوسرا سگریٹ سلگایا پہلا کش لگا کر دھواں چھوڑتے ہی اس کی دھند میں روزی کا چہرہ نظر آیا۔ روزی جس کے پیچھے مونا کا چہرہ تھا وہ میز کے دوسری طرف میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر نظریں جھکا کر بولی "میں بھی جاگتی رہوں گی۔"

"یہ رت جگا بے معنی ہے کسی کا بھلا نہیں ہوگا۔"

"تم جا کر سو جاؤ مجھے یہ سوچ کر ندامت ہو رہی ہے کہ تم جب تک جاگتے رہتے ہو مصائب سے گزرتے رہتے ہو یہ تمھارے آرام کرنے کا وقت ہے اور میں تم سے تمھارا آرام اور سکون چھین رہی ہوں۔"

"نہیں مونا مجھے کانٹوں کے بستر پر بھی نیند آجاتی ہے۔ تم نازک بدن ہو تمھیں کیبن میں جا کر سو جانا چاہیے۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ اچھا چلو میں وہاں بیٹھی رہوں گی تم سو جانا۔"

میں کافی کا بل ادا کر کے اٹھ گیا۔ ہم خاموشی سے کیبن کی طرف جانے لگے بظاہر خاموشی تھی مگر پیچھے مونا کے اندر کا شور ... دے رہا تھا۔ وہ گھبرائی ہوئی سی تھی۔ وہ ایسی گھبراہٹ تھی جس ... ہوتا ہے۔ جھجک ہوتی ہے۔ کسی کے لیے مر مٹنے کو جی چاہتا ہے ... مرحلہ ہوتا ہے کہ مرنے سے خوف نہیں آتا صرف اپنے اصول ... دھمکاتے رہتے ہیں۔

ہم کیبن میں آگئے۔ میں نے کوئی بات نہیں چھیڑی کیونکہ ... بات کرنے سے جذبے بھڑک اٹھتے ہیں۔ میں چپ چاپ برتھ پر ... آکر لیٹ گیا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی رہی۔ میں نے کہا "... میں مجھے نیند نہیں آئے گی۔ لائٹ آف کر دو۔"

وہ پھر اندر سے کانپ گئی۔ لائٹ آف کرنے کی بہت ... وجوہات ہوتی ہیں چونکہ اس کا دل چور جذبوں سے دھڑک رہا تھا ... اس لیے اس کے دماغ نے لائٹ آف کرنے کے جو معنی ... تھے۔ بہرحال اس نے سوئچ آف کر دیا۔

تیز رفتار ٹرین ریل کی پٹڑی پر دھڑکنوں کی طرح بجتی جا رہی تھی۔ وہ چپ چاپ کھڑی تھی۔ میں نے دوسری طرف منہ پھیرتے ہوئے ... میں سو رہا ہوں بہتر ہے کہ تم بھی عقل سے کام لو۔ شب بخیر۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں دماغ کا دریچہ کھلا رکھا اور ... دریچے سے جھانک کر اسے کیبن کی تاریکی میں دیکھتا رہا میرے ... سو جانے سے اسے ایک معلوم سی جھنجلاہٹ محسوس ہو رہی تھی ... چاہتے ہوئے بھی یہ چاہتی تھی کہ میں بے رخی نہ دکھاؤں کیونکہ ... کسی بھی عورت کو اپنی بے قدری کا احساس ہوتا ہے۔

وہ آہستگی سے اپنی برتھ پر بیٹھ گئی۔ اسے کسی کل قرار نہیں ... مجھ پر اعتماد اس حد تک تھا کہ اس بند کیبن میں میرے پاس آگئی تھی ... مطمئن ہو کر سو نہیں سکتی تھی۔ عجیب چیز تھی۔

پھر وہ اچانک ہی دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی ... اندر سے آندھی کی طرح شور مچاتے مچل اور اوپر آنکھیں معصومیت ... کمزور ہاتھوں سے روکنے کی کوشش کی جائے تو ایسا ہی ہوتا ہے ... پر رونا آجاتا ہے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آہٹ پا کر اس نے چہرے پر سے ہاتھوں کو ہٹایا۔ ٹرین کسی آباد علاقہ سے گزرتی جا رہی تھی۔ کیبن کی کھڑکی سے روشنیاں بھی گزرتی جا رہی تھیں وہاں اندھیرے اجالے کی آنکھ مچولی ہو رہی تھی۔ وہ سہم کر کھڑی ہو گئی۔ جیسے میں اندھیرے کی آنکھ مچولی کھیلنے آگیا ہوں لیکن میں نے خلافِ توقع اس کے منہ پر ایک طمانچہ جڑ دیا۔ وہ بستر پر گر پڑی۔ زور زور سے رونے لگی۔

میں نے ڈانٹ کر کہا "چپ چاپ سو جاؤ صرف تم ہی ایک پارسا نہیں ہو۔ بے شک میں ہرجائی ہوں مگر تمھاری لاج رکھنے کے لیے یہاں ثابت قدم رہ سکتا ہوں لیکن تمھاری یہ ادائیں مجھے ... چپ ہو گئی تھی مگر آہستہ آہستہ سسکیاں بھر رہی تھی۔ ... کہا "دیکھو مونا! اگر میں بھڑک گیا تو اپنے وعدے پر قائم نہ رہ سکوں گا۔ بہتر ہے کہ چپ چاپ سو جاؤ میں یہاں کھڑا رہوں ... اب اٹھو گی تو دبوچ لوں گا۔"

وہ سہمی سمٹی سی پڑی رہی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے آہستہ ... اس کے ذہن کو تھپکنے لگا۔ اس کی بھٹکنے والی سوچوں کو لگام دینے ... ایک ہی سوچ پر لا کر ٹھیرا دیا کہ اب اسے سو جانا چاہیے۔ بہت ... اس کے ذہن کو تھپکتے رہنے کے بعد وہ سو گئی۔ میں نے اطمینان کا سانس لی پھر آکر اپنی برتھ پر لیٹ گیا۔ میں بڑی بڑی آزمائشوں سے گزرا ہوں مگر اس رات سب سے بڑی آزمائش یہی تھی کہ حسن و شباب میں لپٹا ہوا جسم میرے پاس تھا اور میں کوئی زیادہ شریف آدمی نہیں تھا۔ لیکن کبھی کبھی ایک بُرا آدمی بھی کسی کی شرافت کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔ مجھے خوشی تھی کہ میں ایک بہت بڑی آزمائش سے گزر کر اپنے بستر پر کنوارہ ہی سو گیا۔

سونیا اور رُومانہ سے یہ بات کہی جاتی تو وہ کبھی یقین نہ کرتیں کہ فرہاد کسی جوان لڑکی کے پاس یوں شرافت سے منہ گھما کر سو جائے گا۔ ... سات بجے میرے دماغ نے میری ہدایت کے مطابق مجھے جگا دیا۔ مونا مجھ سے پہلے ہی بیدار ہو گئی تھی اور اپنے بستر پر بیٹھی کچھ حیران پریشان ہو کر میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا "... مارننگ۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ ایک ٹک مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ پھر وہ میری برتھ کے پاس میرے قدموں پر آکر بیٹھ گئی۔ میرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بولی "تم بہت عظیم ہو۔ بہت بلند ہو تمھارے قدموں میں رہ کر تمھاری بلندی کو سمجھا جا سکتا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "اچھا اب جاؤ غسل کرو لباس تبدیل کرو میں باہر جا کر دیکھتا ہوں۔ شاید بینی اور شرلاک بھی جاگ رہے ہوں گے۔"

"فرہاد میں بہت دیر سے تمھارے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ پتہ نہیں تم کتنی لڑکیوں سے دوستی کر چکے ہو۔ میں سمجھتی ہوں کہ وہ سب تمھاری شیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے متاثر ہوئی ہوں گی مگر مجھے تمھاری شرافت نے مار ڈالا ہے میں تمھیں کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"ہاں۔ دوستی ایسی ہی ہو جو بھلائی نہ جا سکے اور ہماری دوستی ایسی ہی ہوگی۔"

میں نے اپنے گھٹنوں پر رکھے ہوئے اس کے ہاتھوں کو تھام لیا پھر اس کے ساتھ اٹھ کر کھڑا ہو گیا ہم دونوں روبرو تھے۔ میں اس کی دھڑکنوں کو سمجھ سکتا تھا۔ اسے میرے جذبات کا پتہ نہ تھا۔ خود مجھے پتہ نہ تھا کہ میرے اندر کا وہ رنگیلا فرہاد کیسے سو رہا ہے۔

میں اپنے ایک ہاتھ سے اس کے ایک ہاتھ کو پیار سے تھپک کر کیبن سے باہر آگیا۔ بینی اور شرلاک بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ بینی نے دروازہ کھول دیا۔ کیبن کی محدود فضا میں کافی کی مہک اٹھ رہی تھی۔ میں نے ایک گہری سانس کھینچ کر کہا "بڑے اچھے موقعے پر آیا ہوں جلدی سے ایک پیالی پلا دو۔"

میں ایک برتھ پر بیٹھ گیا۔ شرلاک نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر پوچھا "رات کیسے گزری میرا خیال ہے وہ لڑکی ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "پچھلی رات اس نے بہت پریشان کیا۔ وہ اپنے آپ کو بہت ہی بچا کر رکھنے والی لڑکی ہے۔"

شرلاک نے پھر معنی خیز سوال کیا "تو بچ گئی؟"

بینی نے شرلاک کو گھورتے ہوئے کہا "شرم نہیں آتی ایسی باتیں کرتے ہوئے؟ میرا بھائی ایسا نہیں ہے۔"

میں نے کہا "ہاں۔ میں ایسی لڑکیوں کی قدر کرتا ہوں۔ وہ سہمی ہوئی تھی، سونا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر سلا دیا۔"

"یہ ٹیلی پیتھی بھی خوب ہے کبھی لوری سناتی ہے کبھی دھماکے کرتی ہے۔"

ہم کافی پیتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ ایک گھنٹہ بعد مونا کی سوچ نے بتایا کہ وہ لباس وغیرہ تبدیل کر چکی ہے۔ میں کیبن میں واپس آیا تو اسے دیکھ کر ایک ذرا ٹھٹھک گیا۔ کیونکہ اس نے روزی کا میک اپ اتار دیا تھا۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ وہ اپنے اصل روپ میں بلا کی حسین تھی۔ اس مہتاب کے آگے روزی وغیرہ کی صورتیں ستاروں کی طرح بجھ جاتی تھیں۔ میں چند لمحوں تک اس شاہکار حسن کو دیکھتا رہ گیا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں ایسی کجلائی ہوئی تھیں کہ سیدھی دل میں اترتی تھیں۔ ستواں ناک اس کے غرور کی طرح اٹھی ہوئی تھی۔ گلابی لبوں کی پنکھڑیاں بڑی خوب صورتی سے تراشی گئی تھیں۔ چہرہ جیسے مکھن کو کاٹ کر بنایا گیا تھا۔ اس وقت میرے دھڑکتے ہوئے دل نے بتایا کہ میرے اندر کا رنگیلا فرہاد ایسے چیلنج کرنے والے حسن و شباب کے آگے سو نہیں سکتا۔

تب میں نے پچھلی رات کی پارسائی کا تجزیہ کیا تو یہ حقیقت سمجھ میں آئی کہ روزی کا چہرہ میرے لیے پرانا اور آزمودہ تھا۔ اس لیے میں سنبھلا ہوا تھا۔ دھوپ میں کوئی بھی کھڑا رہ سکتا ہے۔ انگاروں میں کھڑا رہنا ناممکن ہے۔ میں نے اس سے نظریں چراتے ہوئے پوچھا "یہ

تم نے کیا کیا ؟"

"کیا ؟" وہ بڑی معصومیت سے مجھے دیکھنے لگی۔

"تمھیں روزی کے میک اَپ میں رہنا چاہیے تھا۔"

"میں بہروپ سے بیزار ہو گئی ہوں۔ یہ زندگی مجھے ایک ویران اور خشک صحرا نظر آتی ہے۔ اگر میں کچھ روز اور اس طرح زندہ رہی تو یہ زندگی مٹ جائے گی۔"

"شکر ہے کہ تمھیں اپنی ویرانی کا احساس ہوا اب بولو کیا ارادہ ہے ؟"

"میں جرائم کے ماحول سے کہیں دُور جانا چاہتی ہوں۔ میں نے تمھاری باتوں پر غور کیا ہے۔ اگر میں سپر ماسٹر کے لیے کام کرتی رہی تو کوئی نہ کوئی درندہ مجھے کھا جائے گا۔ میں سپر ماسٹر سے کہوں گی کہ وہ مجھے اپنی تنظیم سے خارج کر دے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "وہ ایسا نہیں کرے گا تنظیم کو چلانے والے ماسٹر یا سپر ماسٹر کسی پر اس حد تک بھروسہ نہیں کر سکتے۔ وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ خارج کیے جانے والے باہر جا کر تنظیم کے اہم راز اُگل سکتے ہیں۔"

"میں ایسی نہیں ہوں۔"

"میں جانتا ہوں مگر سپر ماسٹر جاننا نہیں چاہے گا۔"

"پھر میں کیا کروں ؟"

"کسی خوبرو اسمارٹ اور دولت مند شخص سے شادی کر لو۔ جب تم بچے کھلانا شروع کرو گی تو شاید اس وقت سپر ماسٹر تمھیں کچھ ڈھیل دے دے گا۔ ایسے کام نہیں لے گا۔ جو تمھارے مزاج کے خلاف ہوتے ہیں۔"

وہ منہ پھیر کر سوچ رہی تھی کہ اگر میں چاہوں تو اُسے سپر ماسٹر سے کہیں دُور پہنچا کر پناہ دے سکتا ہوں۔ میں نے انجان بن کر پوچھا۔ "کیا سوچ رہی ہو ؟"

وہ آہستگی سے بولی۔ "انجان نہ بنو تم میری سوچ پڑھ رہے ہو۔"

"میں ہر لمحہ کسی کی سوچ نہیں پڑھتا۔ خود کو حاضر دماغ رکھنے کے لیے اپنے دماغ میں حاضر رہتا ہوں۔"

وہ میرے جھوٹ کو سچ سمجھ کر بولی۔ "سونیا اور رومانہ تمھاری پناہ میں رہتی ہیں۔ سپر ماسٹر اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کیا تم میری حفاظت نہیں کر سکتے ؟"

"جب سے دوستی ہوئی ہے۔ میں تمھاری حفاظت کر رہا ہوں۔ میں نے چیانگ پلازہ کے خطرے سے تمھیں نکالا۔ کل رات سے اس کیبن میں تمھاری عزت بحال رکھی۔ میں تو تمھاری حفاظت کر ہی رہا ہوں لیکن تم جس ذہنی عذاب میں مبتلا ہو اس عذاب سے شادی کے بعد ہی نجات مل سکتی ہے۔"

وہ چپ چاپ سر جھکائے کھڑی رہی، اُس کے دماغ میں کشمکش جاری تھی۔ اُس کی سوچ اُس سے سوال کر رہی تھی۔ "میں کس سے شادی کروں ؟ جو ایک بار پسند آ گیا اُس کے بعد کوئی دوسرا مَن پسند نہیں ..."

میں نے کہا۔ "میں سمجھ رہا ہوں مونا ! مگر میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں شادی اور گھر گرہستی کی عیاشیں نہیں پال سکتا۔ ہماری ساری عمر کی دوستی مل سکتی ہے مگر گھر اور بچے نہیں مل سکتے۔"

وہ فوراً ہی پلٹ کر تیزی سے چلتی ہوئی کیبن سے باہر چلی گئی۔ وہ اپنی کمزوریوں کو سمجھ گئی تھی کہ میری قربت ایک پہاڑ ہے۔ اگر رہ جاتی تو پہاڑ تلے دب کر رہ جاتی۔ میں نے اُسے جانے دیا۔

ٹائیلٹ میں پہنچ کر میں نے سونیا کی خیریت معلوم کی۔ رات کا پچھلا پہر تھا۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں سلومی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ آقا سبحانی کے سائے میں سو رہی تھی۔ وہ دونوں بھی گہری نیند میں ڈوبے ہوئے تھے۔ سلومی سہانا خواب دیکھ رہی تھی۔ میں نے اُس کے خوابیدہ تصور میں سونیا کو اجاگر کیا۔ تاکہ دو سہیلیوں کے درمیان بے تکلف رازونیاز کی باتیں ہو سکیں۔

میں نے سونیا کے لہجے میں پوچھا۔ "کہو سلومی آقا سبحانی کی بانہوں میں پہنچ گئی ہو کیسا وقت گزرا ؟"

سلومی خواب کی اسکرین پر خود کو بھی دیکھ رہی تھی۔ وہ انگڑائی لیتی ہوئی بول رہی تھی۔ "ہائے مت پوچھو مجھ سے بتایا نہ جائے گا۔"

میں نے سوال کیا۔ "یہ آقا سبحانی کون ہیں ؟"

"میرا محبوب۔"

"محبوب تو ہے مگر اُس کی ہسٹری کیا ہے ؟ کون ہے ؟ کہاں سے آیا ہے ؟ اور کہاں جا رہا ہے ؟"

"میں کون ہوں ؟ اور کدھر بہتی جا رہی ہوں ؟ مجھے اپنی خبر نہیں ہے۔ میں اُس کے بارے میں کیا بتاؤں ؟"

"ایسی بے خودی اچھی نہیں تم جمشید جبران کے حکم پر رس دنتی کے ایک مشن پر جا رہی ہو۔ تمھارا فرض ہے کہ آقا سبحانی جیسی شخصیتوں کو آنکھیں بند کر کے قبول نہ کرو۔ بے شک تمھیں اپنی آسودگی کے لیے نفرت کرنا چاہیے مگر اُس کی اصلیت کو بھی کریدنا چاہیے۔"

وہ بولی۔ "سونیا تم اپنے فرہاد کی اچھائیوں اور بُرائیوں کو ایک حد تک سمجھ کر چھپا لیتی ہو۔ رس دنتی کے مشن پر جانے کے لیے تم فرہاد کے کاموں کا حساب نہیں کرو گی۔ آقا سبحانی بھی میرے لیے اتنا ہی اہم ہے۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ کون ہے ؟ اور کیا ہے ؟ تب بھی میں اُس کے متعلق کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی۔"

اُس کے خیالات پڑھ کر پتہ چل گیا کہ وہ آقا سبحانی کی کس قدر دیوانی بن گئی ہے۔ اپنی تنہائیوں کا راز وہ سونیا کو بتا سکتی تھی لیکن آقا سبحانی کے خلاف کوئی بات زبان سے نہ نکالتی۔ میں نے کہا۔ "بے شک اپنے محبوب سے وفاداری لازمی ہے آیندہ میں تم سے اُس کے بارے میں نہیں پوچھوں گی۔ مگر دوستانہ مشورہ دیتی ہوں کہ اپنے محبوب کی زندگی کے ہر پہلو اپنی نظر میں رہنا چاہیے۔ تاکہ محبت میں ملنے والی دھوپ چھاؤں کو اچھی طرح سمجھ سکو۔ اچھا میں جا رہی ہوں۔"

خواب کی اسکرین سے سونیا غائب ہو گئی مگر میں اُس کے دماغ میں موجود رہا۔ وہ سنجیدگی سے سوچ رہی تھی کہ اپنے مرد کے ماضی کو ضرور سمجھنا چاہیے اور اب وہ ضرور سمجھے گی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ میں آیندہ کبھی اُس کی حاصل کردہ معلومات تک پہنچ سکتا تھا۔

دن کے آٹھ بج رہے تھے۔ رومانہ کا سفر شروع ہو چکا تھا۔ وہ طیارہ میں چیانگ شی کا کے ساتھ بیٹھی ہوئی کافی کی چسکیاں لے رہی تھی۔ چیانگ شی کا کے ہاتھ میں شراب کا جام تھا اور وہ سرگوشی کی حالت میں رومانہ کے حسن کی تعریفیں کر رہا تھا۔ رومانہ زیرِ لب مسکراتی ہوئی یہ تاثر دے رہی تھی کہ وہ عام لڑکیوں کی طرح اپنی تعریفیں سُن کر پگھل رہی ہے۔ چیانگ شی کا نے بڑے ہی رومانٹک انداز میں اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

وہ اپنا ہاتھ چھڑاتی ہوئی بولی۔ "یہ مجھے پسند نہیں ہے۔"

وہ بڑے ڈرامائی انداز میں بولا۔ "میں ہرجائی نہیں ہوں حسن کا قدر داں ہوں۔ ساری عمر تمھاری قدر کروں گا۔"

"میں نہیں چاہتی کہ تمھاری ٹیم کے دوسرے لوگ یہ رومانس دیکھیں۔"

"کوئی بات نہیں ہم تنہائی میں پیار کریں گے۔"

وہ شرمانے لگی۔ میں نے کہا۔ "تمھیں تو فلمی اداکارہ بننا چاہیے تھا۔"

"شکریہ۔" وہ بولی۔ "تم آ گئے ؟"

"ہاں پچھلی رات تم نے نیند کی حالت میں مجھے بتایا تھا کہ صبح تمھارا سفر شروع ہو رہا ہے۔"

"اچھا ٹھیرو۔ پہلے مجھے اپنے اِس عاشق سے نجات حاصل کرنے دو۔ مجھے انتظار فرمائیے۔" کہہ کر اُس نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ "ہائے میں رات بھر سو نہ سکی۔ کبھی فرہاد کے بارے میں اور کبھی تمھارے بارے میں سوچتی رہی۔"

اُس نے خوش ہو کر ایک ہی سانس میں جام خالی کر دیا پھر پوچھا۔ "میرے بارے میں کیا سوچ رہی تھیں ؟"

"یہی کہ تمھاری شخصیت فرہاد سے زیادہ متاثر کرتی ہے شاید اُسی کی طرح دلیر بھی ہو۔"

"شاید کیا۔ میں فرہاد جیسے چار فرہادوں سے اکیلا نمٹ سکتا ہوں۔"

"مگر میں نے تو آنکھوں سے تمھارا کوئی کارنامہ نہیں دیکھا۔"

"میں نیپال پہنچتے ہی دکھاؤں گا۔"

"ایک اور بات ہے۔ فرہاد ابھی سو رہا ہے۔ مجھ سے اُس کا دماغی رابطہ قائم ہو گا تو تم محبت کی باتیں نہ کرنا۔ ورنہ وہ تمھاری کھوپڑی خراب کر دے گا۔"

وہ غصے سے بولا۔ "وہ بزدل ہے۔ پتلی پیچھے کے ہتھیار سے لڑتا ہے اور تم اُسے دلیر کہتی ہو۔ کوئی بات نہیں۔ جب تم اشارہ کرو گی تو میں تم سے رومانس نہیں کروں گا۔"

وہ جماہی لیتی ہوئی بولی۔ "مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"آہ ! تم سو جاؤ گی تو میں تنہا رہ جاؤں گا۔"

"اچھا تو تم خود غرض ہو۔ تمھیں اپنی تنہائی کی فکر ہے۔ میری نیند کا خیال نہیں ہے۔"

"اُں۔ نن۔ نہیں جانِ من ! تم سو جاؤ۔ میں تو بس یونہی کہہ رہا تھا۔ تم سو جاؤ۔"

رومانہ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی سیٹ پر پھیل کر آنکھیں بند کر لیں۔ پھر مجھے مخاطب کیا۔ میں نے کہا۔ "اب تم انتظار فرماؤ۔ میں ذرا چیانگ شی کا کی نیت سمجھ لوں۔"

وہ دوسرا جام بھرنے کے بعد رومانہ کو دیکھ رہا تھا۔ اُس کی نگاہوں کے سامنے وہ بھرے ہوئے جام کی طرح للچا رہی تھی۔ اُس کے چکنے چکنے گلابی چہرے سے حسن کی نرمی نہیں غرور کی سختی جھلکتی تھی۔ اُس کا حسن متاثر کرتا تھا مگر اُس سے زیادہ مرعوب کرتا تھا۔ وہ ایسی چند حسیناؤں میں سے ایک تھی جنھیں چھیڑنے کے لیے بڑے حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔

میں اس کے دماغ میں واپس آ گیا۔ اُس نے پوچھا۔ "وہ شیطان کیا کر رہا ہے ؟"

میں نے کہا۔ "اپنی نگاہوں کی اُنگلیوں سے تمھارے حسن و شباب کو ٹٹول رہا ہے۔"

"میں تمھاری ہوں تمھیں غیرت نہیں آ رہی ہے ؟"

"اِن حالات میں کسی مرد کو غیرت نہیں آنا چاہیے۔ جو لوگ کسی دوسرے سے اس بات پر لڑتے ہیں کہ وہ اُن کی عورت کو میلی نظروں سے کیوں دیکھ رہا تھا تو یہ اُن کی حماقت ہے۔ کیونکہ کسی بھی عورت کو دیکھ کر سر جھکا کر گزرنے والے لوگ کم ہوتے ہیں۔ اُن سر جھکانے والوں میں بھی ایسے لوگ زیادہ ہوتے ہیں جو سر جھکانے کے بعد اُس ایک نظر کے دیکھے ہوئے حسن و شباب کو تصور کی اسکرین پر تفصیل سے دیکھتے ہوئے اندر ہی اندر لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ اگر شریف آدمیوں کے منہ پر یہ کہا جائے تو وہ کبھی تسلیم نہیں کریں گے مگر میں کیا کروں۔ میں خیالات پڑھتا ہوں۔ لوگوں کے اندر کی کمزوریوں کو سمجھتا ہوں۔ اس لیے میں اوپر سے غیرت مند نہیں بن سکتا۔ کیوں کہ انسانوں کے اندر جو شجر ممنوعہ پھلتا پھولتا رہتا ہے اُسے میں جڑ سے اکھاڑ کر نہیں پھینک سکتا۔"

وہ بولی۔ "واقعی تم انسان کے اندر کے انسان کو خوب سمجھتے ہو۔

بہرحال یہ بتاؤ۔ کیا رس ونتی ہندوستان جارہی ہے۔ سونیا کا کیا حال ہے؟"

میں نے اُسے بتایا: "رس ونتی سے کشیدگی پیدا ہوگئی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ تم اور سونیا کچھ اس طرح میری زندگی سے دُور ہوجاؤ کہ تم دونوں کی تباہی کا الزام اُس پر نہ آئے اور میں دل ہی دل میں اُس کی پوجا کرتا رہوں۔"

"سونیا بحری جہاز میں بالونک مین سے ٹکرا گئی تھی۔ ہمارے لیے یہ بات خوش آئند ہے کہ بالونک مین ہندوستانی زبان جانتا ہے۔ رس ونتی لیوگائی مہارت کے ذریعے اُس کے دماغ تک پہنچ سکتی ہے۔ میں نے رس ونتی کو اُس کی آواز اور لہجہ اچھی طرح یاد کرادیا ہے۔ وہ میرے لیے بالونک مین کے دماغ کا کباڑا کرسکتی ہے مگر سونیا کی مدد کرنے سے اس نے انکار کردیا۔"

"کیا کہہ رہی تھی؟"

"صاف طور سے انکار نہیں کرسکتی تھی۔ اِس لیے مجھ سے جھگڑا کر لیا۔ کہنے لگی کہ نہ وہ میری سوچ پڑھے گی نہ مجھے اپنے دماغ تک پہنچنے دے گی۔ میں سمجھتا ہوں۔ اُس نے اُس وقت تک کے لیے رابطہ ختم کیا ہے جب تک کہ سونیا بالونک مین کے ہاتھوں ختم نہ ہوجائے۔"

"یہ تو کھلی خود غرضی ہے۔ سونیا اور بالونک مین کے متعلق بتاؤ۔"

"جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے۔ وہاں آقا سبحانی نام کا ایک پہاڑ بالونک مین کے سامنے حائل ہوگیا ہے۔"

میں رُخسانہ کو آقا سبحانی اور بالونک مین کے مقابلے کی روداد سنانے لگا۔ وہ دلچسپی سے سن رہی تھی۔ پھر بولی: "واقعی خدا نے انسان کو اشرف المخلوقات یونہی۔ ۔ ۔ نہیں بنادیا۔ سائنسی ترقی کا جو شیطانی پہلو ہے انسان اُس کے خلاف اپنی عظمت اور حوصلوں کی پائداری ثابت کرتا جارہا ہے۔"

"ہاں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ آقا سبحانی کیا چیز ہے؟"

"کب دیکھوگے؟ کب سمجھوگے؟"

"معلومات کا کوئی سورس (ذریعہ) نہیں مل رہا ہے۔ سونیا سلوی اور آقا سبحانی کو نیند سے بیدار ہونے دو۔ پھر کوئی راستہ نکالوں گا۔"

"یہ مجھے اس ونتی پر غصہ آرہا ہے۔ اب کیا ضروری ہے کہ میں اُس کی مدد کے لیے ہندوستان جاؤں؟"

"نہیں رُخسانہ! ہم مصلحت سے کام لیں گے۔ ہندوستان میں جہاں رس ونتی ناکام ہوگی۔ وہاں ہم اُس کے کام آئیں گے۔ اُسے احساس دلائیں گے کہ مہاتی زندگی گزارنے کے لیے صرف ٹیلی پیتھی کی نہیں فرہاد کی بھی اُسے ضرورت ہے۔"

"یوں کہو نا کہ تمھارے دل کو اُس کی ضرورت ہے۔"

"دیکھو۔ میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاتا۔ ایک نہ ایک دن اُسے ضرور حاصل کروں گا۔ اِس بات سے قطع نظر ہماری یہ دانشمندی ہوگی کہ ہم اُسے دوست بناکر رکھیں۔"

"میں پیشین گوئی کرتی ہوں کہ اِس دوستی کی آڑ میں وہ ایک دن مجھے اور سونیا کو یا تو مار ڈالے گی یا ہمارا ذہنی توازن بگاڑ دے گی۔"

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

"زیادہ خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی فرہاد!"

"یہ خوش فہمی نہیں، حکمتِ عملی ہے۔ میں نے سوچ رکھا ہے جب تک وہ تم دونوں کو دوست نہیں سمجھے گی، میں اُس کی دوستی قبول نہیں کروں گا۔"

"پھر وہ دعوے کیسے پورا ہوگا کہ تم اُسے ایک نہ ایک دن ضرور حاصل کروگے؟"

"میں اس دعوے سے باز آجاؤں گا۔ میں حسن پرست ہوں ہوس پرست نہیں ہوں۔ اِس کا ثبوت یہ ہے کہ مونا جیسا قیامت برپا کرنے والا حسن و شباب تمام رات میرے پاس بند کیبن میں رہا۔ میں نے ہاتھ نہیں لگایا۔ کوئی بھی ہوس میری قوتِ ارادی کو چیلنج نہیں کرسکتی۔"

اُس نے مسکرا کر میری قوتِ ارادی کو تسلیم کیا۔ میں نے کہا: "مسکرانے سے پرہیز کرو۔ وہ چیاننگ شی کا سمجھ لے گا کہ مجھ سے باتیں ہورہی ہیں۔"

اُس نے چہرے پر سنجیدگی طاری کرلی۔ میں نے سوال کیا: "کب پہنچ رہی ہو؟"

"شاید تین بجے تک۔ ۔ ۔"

"شاید اس وقت میں بھی ہنرکاک پہنچ جاؤں۔ اب اجازت دو۔ میں بے بی کے پاس جاؤں گا۔"

میں اُس سے رخصت ہوگیا۔ اُس وقت تک میں غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر چاکلیٹ کلر کا سوٹ پہن چکا تھا۔ دوسروں کے دماغوں میں جھانک کر میں اُن کے چہرے دیکھتا ہوں۔ آئینے میں جھانک کر خود کو دیکھا تو مسٹر انتونی کو بے حد اسمارٹ پایا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی آئینہ دیکھ کر بھی خود کو دیکھ لو سمجھ نہیں پاتا۔ میں آئینے سے رخصت ہوکر کیبن سے باہر آگیا۔

مونا دوسرے کیبن میں بے بی اور شرلاک کے پاس بیٹھی باتیں کررہی تھی۔ انھیں بتارہی تھی کہ اُس نے مجھے فرہاد کے طور پر پہچان لیا ہے۔ وہ بے بی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے بیٹھی تھی۔ اس لیے کہ وہ میری بہن تھی اور اُس بہن کے رشتے سے وہ میرے کردار کی خوبیوں کا حساب کررہی تھی۔ میں نے اُس کیبن میں جانے کا ارادہ ترک کردیا۔ اپنے کیبن میں آگیا۔ میری رسٹ واچ کہہ رہی تھی کہ سونیا کے پاس پہنچنے کا وقت ہوچکا ہے۔

وہ بحری جہاز عدن کی بندرگاہ پر لنگر انداز تھا۔ میں ٹھیک وقت پر

پہنچا۔ وہاں حالات اچانک ہی سنگین ہوگئے تھے۔ میں سلوی کے ذریعے معلومات حاصل کررہا تھا۔ وہ آقا سبحانی کے کیبن میں پریشان ہورہی تھی۔ کیونکہ دو گونگے اسٹین گن لیے دروازے پر کھڑے تھے۔ اُن میں سے ایک نے تحریر کے ذریعے وارننگ دی تھی کہ آقا سبحانی اپنی برتھ سے اُٹھنے کے لیے ذرا بھی جنبش کرے گا تو مزید وارننگ کے بغیر اسٹین گن کی گولیاں اُسے بھون کر رکھ دیں گی۔

دشمنی کی وجہ ظاہر تھی۔ سپر ماسٹر کی طرف سے بالونک مین کی شکست کا بدلا لیا جانے والا تھا۔ آقا سبحانی آرام سے لیٹا ہوا یوں اپنا سر ہلارہا تھا جیسے دونوں گونگوں کو اسٹین گن سمیت چبا رہا ہو۔ میں اُسے وہیں چھوڑ کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کیبن کے باتھ روم میں لباس بدل رہی تھی۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ بالونک مین واپس آگیا ہے اور اُس کے کیبن میں بیٹھا اِس انتظار میں ہے کہ وہ لباس بدل کر اُس کے ساتھ ڈائننگ ہال میں جائے گی۔

خود بالونک مین نے سونیا سے کہا تھا کہ وہ بہترین لباس پہن کر اُس کے ساتھ کیبن سے باہر چلے۔ سونیا کسی کا حکم ماننے والی بندی نہیں تھی لیکن وہ اس لیے راضی ہوگئی کہ بالونک مین نے دوستانہ انداز میں کہا تھا۔ پھر وہ اس سے نمٹنے کے لیے مناسب موقعے کا انتظار کررہی تھی۔ اُسے رس ونتی کا بھی انتظار تھا۔ میں اُس کے دماغ میں خاموش رہا۔ کہتا بھی کیا؟ میں ابھی تک رس ونتی کے لہجے میں اُسے دھوکہ دے رہا تھا اور رس ونتی سے مدد ملنے کی ذرا سی بھی توقع نہیں تھی۔

وہ لباس بدل کر باتھ روم سے آگئی۔ اُس کی نگاہوں نے بتایا بالونک مین کے سر سے ٹھوڑی کے نیچے تک پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ آقا سبحانی نے آہنی راڈ سے جیسی شدید ضرب میں لگائی تھیں، کوئی دوسرا ہوتا تو مرگیا ہوتا مگر وہ بالونک قوتِ برداشت والا آدمی زندہ بیٹھا تھا۔ وہ سونیا کو للچائی ہوئی تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "اے میری شہد کی مکھی! تمھارے ڈنک مارنے سے بھی لطف حاصل ہوتا ہوگا۔"

سونیا نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر طعنہ دیا: "یہ شہد کی مکھی کھارے پانی میں ڈوبنے والوں کو ڈنک مارنا اپنی توہین سمجھتی ہے۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا: "مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ میں ابھی جانے کے تمام راستوں کو تماشہ دکھاؤں گا کہ وہ آقا کس طرح کھارے پانی میں ڈوب جائے گا۔"

"وہ ازہ کہتی ہوئی کیبن سے باہر آگئی۔ بالونک مین نے کہا۔ تمھارے حکم سے اُس ملازم نے مانسوری رے کے کھانے میں وہ دوا ملادی تھی۔ میری ساتھی کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔ وہ شیشی مجھے دے دو۔"

"وہ شیشی میں نے سمندر میں پھینک دی۔"

"میں تمھیں بھی پھینک دوں گا۔ سیدھی طرح وہ شیشی میرے حوالے کردو۔"

سونیا کے تیور بگڑ گئے۔ وہ حقارت سے بولی: "گوریلا یونک بندر! کیا سپر ماسٹر نے تمھیں نہیں بتایا کہ میں کسی کا چیلنج برداشت نہیں کرسکتی۔ اگر تم انسان کی طرح میرے ساتھ ڈائننگ ہال تک چل سکتے ہو تو چلو ورنہ۔ ۔ ۔"

"میں چل رہا ہوں۔" اچانک وہ نرمی سے بولتا ہوا اُس کے ساتھ چلنے لگا: "مجھے فرہاد کی طرح دماغ کو ٹھنڈا رکھنا سکھایا گیا ہے۔ مجھے تمھارے غصے پر غصہ نہیں آئے گا۔"

وہ بولی: "چلو، تمھیں فرہاد کے طفیل عقل آتی رہے تو تمھارے ہی حق میں بہتر ہوگا۔"

"سونیا! میں بہت پہلے سے جانتا ہوں کہ تم ٹیڑھی کھیر ہو۔ فرہاد کے راستے میں کھڑی ہوئی سب سے اُونچی دیوار ہو۔ سپر ماسٹر کا سب سے پہلا حکم یہی ہے کہ میں تمھیں پہلی فرصت میں ختم کردوں۔"

"تمھیں وہ پہلی فرصت کب ملے گی؟"

"میں دل سے مجبور ہوں۔ تم یقین نہیں کروگی سونیا! میں تم سے بہت متاثر ہوں۔ تمھیں ہر قیمت پر اپنانا چاہتا ہوں۔ یقین کرو سمندر میں گرتے وقت میرے تصور میں تمھاری تصویر تھی۔ اس لمحے میں نے دعا مانگی تھی کہ او گاڈ! مجھے سونیا کے لیے زندگی دے اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھے تمھارے ہی نام سے یہ دوسری زندگی ملی ہے۔"

"اگر رس ونتی تمھارا دماغ پڑھ سکتی تو میں اُس سے پوچھتی کہ تمھارے اِن رومانی مکالموں میں جھوٹ کتنا ہے۔"

"کسی کے دل کی سچائی کو سمجھنے کے لیے ٹیلی پیتھی ضروری نہیں ہے۔ تم مجھے کسی وقت بھی کسی طرح بھی آزما سکتی ہو۔"

وہ ریلنگ کے پاس ٹھہر کر تعجب سے بولی: "میں خوب صورت نہیں ہوں۔ نوخیز لڑکی بھی نہیں ہوں۔ تم مجھ پر کیوں مرے جارہے ہو؟"

"یہ ہم جیسے مرد جانتے ہیں کہ تم کتنی حسین ہو۔ میں نے یورپ میں گورے رنگ کا بے اثر حسن بہت دیکھا ہے۔ میں پیدائشی طور پر ہندوستانی ہوں اور تمھارے سانولے سلونے چہرے کو پوجتا ہوں۔"

سونیا نے انجان بن کر پوچھا: "اچھا تم ہندوستانی ہو؟ ذرا وہاں کی زبان بولو تو؟"

وہ آہستگی سے بولا: "میں ضرور بولوں گا۔ تمھاری خاطر فرہاد اور رس ونتی کو اپنی اصل آواز اور لہجہ سنادوں گا۔ تم اپنی محبت دو تو میں سپر ماسٹر کی تنظیم سے بھی بغاوت کردوں گا مگر مجھے یقین ہونا چاہیے کہ تمھارا دل تمھارا دماغ تمھاری محبت اور تمھاری وفا سب میرے لیے ہے۔"

وہ حیران ہوکر سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھی پھر بے یقینی

سے بولی "کیا تمہاری بالونک قوتیں ختم ہوگئی ہیں کہ اب محبت کا جال بچھا رہے ہو؟"

"بالونک قوتیں دشمنوں پر آزمانے کے لیے ہیں سونیا! مجھے ڈاکٹروں اور سائنسدانوں نے ناقابلِ تسخیر بنایا ہے۔ آقا سبحانی جیسے شہ زور مجھے موت کی طرف لے جاتے لے جاتے تھک جائیں گے۔ میں بار بار زندگی کی طرف لوٹ آؤں گا۔ میری حالیہ شکست کا مطلب میری کمزوری نہیں، میری ناتجربہ کاری ہے۔ تم ایک باکمال فائٹر ہو۔ اتنا جانتی ہو کہ تجربات کے دوران بار ہا مار کھانے کے بعد مارنے اور غالب آنے کی ذہانت اور مکاری پیدا ہوتی ہے۔ میں تمہیں اس لیے بھی دل و جان سے چاہتا ہوں کہ تم زندگی کے عملی میدان میں بھی میری قوتوں اور صلاحیتوں کے نمایاں نشان ہو۔"

میں بہت دیر سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ سونیا کے لیے اس کے جذبات میں اتنی سچائی تھی کہ اس نے میری آواز اور لہجے کی نقالی ترک کر دی تھی۔ وہ اپنے مخصوص لہجے میں بول رہا تھا "اگر اس وقت ہماری تنظیم کا کوئی جاسوس میری آواز اور لہجہ سن رہا ہوگا تو ابھی یہ بات سپر ماسٹر تک پہنچ جائے گی اور میں غدار قرار دیا جاؤں گا مگر میں کیا کروں؟ میں اپنے دل کے جذبات فرہاد کی آواز میں بیان نہیں کر سکتا۔ جب تمہارے لیے دل میرا ہے تو زبان بھی میری ہی رہے گی۔"

سونیا الجھ کر رہ گئی تھی۔ بلاشبہ بالونک مین کی سچائی اسے متاثر کر رہی تھی۔ وہ دوستانہ جذبے سے اس کا ہاتھ تھام کر بولی "تم فرہاد کے لہجے میں بولو۔ میں تمہارے دلی جذبات کی قدر کرتے ہوئے یہ چاہتی ہوں کہ تم ابھی سپر ماسٹر سے دشمنی مول نہ لو۔"

"اوہ سونیا! مائی سویٹ! یہ کہہ کر تم نے مجھے خرید لیا ہے۔ اب تو میں تمہاری خاطر ساری دنیا سے دشمنی مول لے لوں گا۔"

"دیکھو۔ جلد بازی اچھی نہیں ہوتی۔ میں جب تک تمہیں آزماؤں گی اس وقت تک اپنا پیار تمہارے نام نہیں کروں گی۔"

میں چونک گیا۔ کیونکہ وہ گہری سنجیدگی سے اس کی طرف مائل ہو رہی تھی۔ میں نے اس دنیٰ کے لہجے میں پوچھا "سونیا! یہ کیا؟ تمہارا دل تو سچ مچ اس کی طرف جھک رہا ہے۔ کیا تم فرہاد کو بھلا دو گی؟"

اس کی سوچ سے ایک آہ نکلی۔ وہ ٹوٹے ہوئے دل سے بولی "فرہاد نے میرا دل توڑ دیا ہے۔ میں اس سے دور رہ کر بھی اس کی پوجا کرتی تھی۔ مجھے اس پر بڑا مان تھا مگر کل شام کا اخبار پڑھ کر یقین ہو گیا کہ وہ مجھے محبت کے نام پر بیوقوف بنا رہا ہے۔"

"تم نے شام کے اخبار میں کیا پڑھا ہے؟"

وہ پھر ایک آہ بھر کر بولی "میں نے بارہا پیار محبت سے التجا کی تھی کہ مجھے ایک بچے کی خواہش ہے۔ میں اس کا بچہ اپنی گود میں کھلانا چاہتی ہوں مگر اس نے سختی سے مخالفت کی۔ صاف کہہ دیا کہ وہ بچے اور گھر گرہستی کی مصیبت نہیں پالے گا مگر اب وہ دوسری عورت کے بچوں کا باپ بن رہا ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں نہیں، اخبارات کہہ رہے ہیں۔ ملایا کے جنگل میں ڈبل جوئنیل (دو بدن) سے اس کے تعلقات تھے۔ اب وہ ڈبل عورت امریکہ میں ہے اور وہ دونوں عورتیں بیک وقت اس کے بچوں کی مائیں بننے والی ہیں۔"

میری کھوپڑی گھوم کر رہ گئی۔ دو بدن سے تعلقات کے مناظر نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے۔ کیا وہ دونوں۔ کیا بیک وقت وہ دونوں میرے لیے دو بیٹیاں یا دو بیٹے پیدا کرنے والی ہیں؟

میں سے آئے دن یہ جو رنگین اور سنگین الجھنوں کا شکار ہوتا رہتا ہوں تو اس کی وجہ میں خود ہوں۔ میں نے اپنے اطراف اتنے سارے بکھیڑے پھیلا رکھے ہیں کہ اس کا صحیح یا غلط نتیجہ سامنے آتا رہتا ہے۔ لوگ بھیڑ بکریاں اور مرغیاں ڈھیر پالتے ہیں اور میں محبوبائیں پالتا ہوں۔ پھر یہی ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی دن کوئی نہ کوئی محبوبہ میرے لیے عذابِ جان بن جاتی ہے۔

میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دو بدن میرے بچوں کی مائیں بننے کی تیاریاں کر رہی ہوں گی۔ میں نے تو اس دو دھاری محبوبہ کو بھلانے کی کوشش کر ڈالی تھی لیکن وقت کسی کو نہیں بھلاتا۔ گزرے ہوئے عمل کا نتیجہ سامنے آتا ہے اور اب وہ نتیجہ بچوں کی صورت میں سامنے آ رہا تھا۔

میں ابتدا ہی سے بیوی بچے اور گھر گرہستی کی مصیبتوں سے کتراتا آیا ہوں۔ عیش و عشرت کے اندھے لمحات میں بھی میں نے احتیاط سے کام لیا تاکہ کوئی بچہ میرے لہو کا حساب کرنے کے لیے پیدا نہ ہو اور اب وہ چونکا دینے والی اطلاع ملی تھی کہ یک نہ شد دو شد۔ ایک نہیں دو بچے بیک وقت جنم لینے والے تھے۔ وہ دو بدن جو ایک ساتھ بولتی تھیں اور ایک ساتھ ایک جیسی حرکتیں کرتی تھیں اور ایک ساتھ سوتی تھیں اور ایک ساتھ جاگتی تھیں جیسے وہ دو بلب ہوں اور بجلی کے ایک ہی سوئچ سے منسلک کر دی گئی ہوں۔ قدرت کے ایک ہی سوئچ سے آن ہو کر وہ جاگتی تھیں اور اسی ایک سوئچ کے آف ہونے پر وہ سو جاتی تھیں۔ جب میں ان کی محبت کی سیج پر گیا تو دونوں نے میرے ساتھ ایک ہی وقت میں ایک ہی انداز میں محبت کا سفر طے کیا تھا۔ محاورتاً ایک ہی تیر سے دو شکار کھیلنے کی باتیں کی جاتی ہیں لیکن حقیقتاً میں نے ایک ہی تیر سے دو شکار کھیلے تھے۔ ویسے میں اپنی داستان میں پہلے بھی اس شکار کی تفصیلات پیش کر چکا ہوں۔

دو بدن کے ڈاکٹروں اور سرپرستوں نے انتہائی کوششیں کر ڈالی تھیں کہ کسی طرح دو بدن کے ذریعے ایسی نسل پیدا کی جائے جو دو بدن کی طرح ایک ہی جیسی حرکتیں کرتی ہو۔ مگر وہ برسوں کی کوششوں کے باوجود ناکام رہے تھے۔ شاید قدرت کو یہی منظور تھا کہ فرہاد علی تیمور کی نسل آگے بڑھے۔ میں بے شک بچے نہیں چاہتا تھا مگر جب بیج پڑ ہی چکا تھا اور ایک اچھی فصل کے آثار نظر آ رہے تھے تو مجھے ان ان دیکھے جنم لینے والے بچوں سے بے انتہا محبت کا احساس ہو رہا تھا۔

میری محبت کے اس احساس کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ پہلی بار میرے لہو کی ایک بوند اچھل کر اس کرۂ ارض پر آ رہی تھی۔ میں نے اب تک اپنے اور پرائے سبھی سے محبت کی۔ سبھی کے کام آتا رہا۔ کسی سے دشمنی بھی ہوئی کسی سے دوستی بھی ہوئی مگر ان سارے تعلقات کے درمیان میرے لہو کا ذکر کبھی نہیں رہا۔ زندگی میں پہلی بار خود میرا دل میرے لہو کی طرف کھنچتا جا رہا تھا۔

قسمت کی ستم ظریفی دیکھیے، یہ بچوں والی اطلاع مجھے اس وقت ملی جب سونیا میرا ساتھ چھوڑ رہی تھی۔ سونیا سے جیسے میرا صدیوں کا ناطہ تھا مگر وہ بڑی سنجیدگی سے اب بالونک مین کی طرف مائل ہو رہی تھی۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس معاملے میں کس حد تک سنجیدہ ہے لیکن مجھے دو بدن سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے تھوڑی دیر کے لیے سونیا کا ساتھ چھوڑ دیا اور دو بدن کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کہیں ایک آرام دہ بستر پر سو رہی تھیں۔ وہاں رات کے تقریباً دو بجے تھے۔ میں نے ان کی گہری نیند میں انہیں جھانک کر دیکھا تو وہ بکھرے بکھرے سے سپنے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے ان کے خوابیدہ خیال کے ذریعے اپنے تصور کو ابھارا۔ وہ دماغ کے اسکرین پر مجھے دیکھنے لگیں۔ نیند میں کسمسانے لگیں کیونکہ وہ خواب کے اسکرین پر مشتاق ہوتی مجھ سے آکر لپٹ رہی تھیں اور شکایتیں کر رہی تھیں۔

"کہاں رہ گئے تھے تم؟ تم نے میرا ساتھ کیوں چھوڑ دیا؟ تم سنگدل ہو، میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ دیکھو فرید! میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

میں نے باتیں بنائیں "ڈیر! میں بہت سی مصیبتوں میں گھرا ہوا ہوں اسی لیے تمہاری طرف آ نہ سکا۔ جیسے ہی مجھے ان مصائب سے نجات ملے گی میں تمہارے پاس آ جاؤں گا۔"

وہ مجھے جھنجھوڑتی ہوئی بولیں "اب میں تمہیں جانے نہیں دوں گی۔ تم جاؤ گے تو میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی۔ تم جانتے ہو کہ میں کیسی ضدی ہوں۔ اپنی بات منوا کر ہی رہتی ہوں۔"

ہاں میں جانتا تھا کہ وہ کیسی ضدی ہے۔ میں جو کچھ اسے سمجھانا چاہتا تھا وہ حالات کے مطابق سمجھنا نہیں چاہتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ میں ایسی کسی لڑکی کا ساتھ نہیں دے سکتا جو میری ہم مزاج نہ ہو اور میرے سمجھانے کے مطابق حالات کو نہ سمجھتی ہو۔ ایسی لڑکیاں مصیبت بن جاتی ہیں۔

وہ کہہ رہی تھیں "میرے پیا کہہ رہے تھے کہ تم کوئی پُراسرار علم جانتے ہو اور انسان کے خوابوں میں چلے آتے ہو۔ ایک بار تم نے پیا کے خواب میں آکر انہیں نیند میں بیدار کیا اور کہا تھا کہ وہ فوراً ہی "ملایا" کے جنگل میں پہنچیں کیونکہ ان کی اپنی بیٹی اس جنگل میں موجود ہے۔ شاید یہ جو کچھ میں دیکھ رہی ہوں یہ بھی خواب نہیں ہے، یہ حقیقت ہے اور اگر حقیقت نہیں ہے تو پھر تم اسی پُراسرار علم کے ذریعے میرے خواب میں آتے ہو۔ بتاؤ، مجھے بتاؤ پھر واپس تو نہیں جاؤ گے؟"

وہ تقریباً سمجھ گئی تھیں کہ میں کسی علم کے ذریعے ان کے خواب میں آیا ہوں۔ انہوں نے پوچھا "میں تمہیں کس نام سے پکاروں۔ تم بہت بڑے بہروپیے ہو۔ تمہارا نام فرید ہے تمہارا نام علازم ہے۔ تمہارا نام فرہاد علی تیمور بھی ہے۔ میں تمہیں کس نام سے پکاروں؟ پیا کہتے ہیں کہ تمہارا اصل روپ فرہاد علی تیمور کا روپ ہے۔"

اب میری اصلیت چھپی نہیں رہی تھی۔ اخبارات کے ذریعے عام ہو چکی تھی "ہاں میرا اصل نام فرہاد ہے مگر ایک بات کو اچھی طرح گرہ میں باندھ

وکہ جب تک تم انسانی سوسائٹی میں رہ کر اچھی طرح تہذیب اور سلیقہ نہیں سیکھو گی' اس وقت تک میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔"

وہ جلدی سے بولیں۔ "میں سیکھ رہی ہوں۔ کتنے ہی ٹیچر میرے لیے رکھے گئے ہیں۔ بہت سی گورنس اپنے اپنے وقت کے مطابق آتی ہیں اور کوئی نہ کوئی بات سکھاتی رہتی ہیں۔ میں اب پہلے جیسی نہیں رہی۔ تمہاری جدائی نے اب مجھے بہت بڑا سبق دیا ہے۔"

میں نے سر ہلا کر کہا۔ "ہاں! یہ اچھا ہے کہ مجھ سے دور رہ کر تم کچھ سیکھ لو، اور جو سب سے اہم بات تمہیں سیکھنی ہے وہ یہ کہ بے جا ضد نہ کیا کرو۔ اس طرح تم میری راہ کی رکاوٹیں بنتی رہا کرو گی۔ جب میں اچھی طرح مطمئن ہو جاؤں گا کہ تم میری راہ کا پتھر نہیں پھول ہو تو میں تمہیں اٹھانے کے لیے آجاؤں گا۔"

وہ دونوں دانت پیس کر مجھے دیکھنے لگیں۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "دیکھو دیکھو تمہیں غصہ آرہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے دماغ کی گرمی ابھی دور نہیں ہوئی ہے۔ تم دنیا والوں کو تو ایک طرف رکھو۔ جسے چاہتی ہو اس محبوب کی باتوں کو بھی نہیں سمجھتیں' اور نہ ہی اس پر عمل کرنا چاہتی ہو۔"

وہ فوراً ہی سنبھل کر بولیں۔ "نہیں نہیں مجھے غصہ نہیں آرہا ہے۔ میں تو سوچ رہی تھی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں نے دانت پیس کر سوچتے ہوئے آج تک کسی کو نہیں دیکھا۔ بہرحال اب میں جاؤں گا۔"

انہوں نے میرے ہاتھوں کو تھام لیا، پھر بولیں۔ "کیا اپنے بچوں کو دیکھنے بھی نہیں آؤ گے؟"

اس وقت مجھے بڑا عجیب سا لگا کہ میں بچوں کا باپ بن گیا ہوں اور ان کی مائیں اپنے بچوں کے باپ سے اپنے حقوق مانگ رہی ہیں۔ میں نے کہا۔ "ہاں! اپنے بچوں کو دیکھنے ضرور آؤں گا اور تم سے بھی ملاقات کروں گا بس اب مجھے جانے دو۔"

وہ دونوں مجھ سے لپٹ گئیں۔ مجھے قید کرنے کے لیے دو طرف سے پیار کے بندھنوں میں باندھنے لگیں۔ وہ بڑا ہی خوبصورت بندھن تھا لیکن میں ایسے پیار کو اس وقت تسلیم نہیں کرتا جب وہ میرے حالات کے مطابق نہیں ہوتا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ مجھے اس طرح نہیں جانے دیں گی مگر وہ تو خواب کی اسکرین پر ایک تماشہ ہو رہا تھا۔ میں نے ان کے خیال کے ذریعے اپنے تصور کو گم کر دیا۔ خواب کے اسکرین سے میں بھی غائب ہو گیا۔ وہ دونوں تنہا رہ گئیں۔

میرے جاتے ہی وہ ہڑبڑا کر بستر پر اٹھ بیٹھیں۔ دونوں کی آنکھوں سے نیندیں اڑ چکی تھیں اور وہ اپنے اپنے دھڑکتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھے سوچ رہی تھیں کہ وہ سپنا تھا۔ جھوٹ تھا مگر اس جھوٹ اور اس سپنے کے پیچھے وہ ضرور ان سے ملنے آیا تھا۔ اُن کی سوچ نے بتایا کہ اخبارات میں اسی لیے یہ خبریں شائع کی گئی تھیں تاکہ دنیا بھر کے اخبارات میں جب اس بات کا چرچا ہو کہ کوئی دو بدن فرہاد علی تیمور کے بچوں کی مائیں بننے والی ہیں تو یہ خبر فرہاد علی تیمور تک بھی پہنچے گی۔

اس کے بعد ڈاکٹر فینی نے اسے سمجھایا تھا کہ فرہاد اپنے بچوں کی خاطر اُن سے ملنے ضرور آئے گا اور اگر بہ نفسِ نفیس نہ آیا تو خوابوں کے راستے سے گزر کر ضرور اُن سے رابطہ قائم کرے گا اور دو بدن یہی سوچ رہی تھیں کہ فرہاد ابھی ان کے پاس آیا تھا اور بڑی سنگدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے واپس چلا گیا۔

دو بدن جیسی سنگدل، بے رحم، مغرور اور ناقابلِ شکست عورتیں کبھی نہیں روتیں۔ مگر پہلی بار اُن کے دل رو رہے تھے اور وہ دونوں خود کو تسلیاں دے رہی تھیں کہ وہ پھر آئے گا۔ اس نے وعدہ کیا ہے وہ پھر آئے گا۔ ان کی یہ پریشانیاں، یہ جذبات دیکھ کر میں متاثر ہوا لیکن یہ تاثر اگر میرے اندر پائیدار ہو جاتا تو پھر میں نہ اِدھر کا رہتا نہ اُدھر کا۔ میں اپنے حالات سے پیچھا چھڑا کر صرف انہی کا بن کر نہیں رہ سکتا تھا۔ میری جو ذمہ داریاں ہیں، انہیں سنبھالنے کے لیے میں نے سوچ لیا کہ میں پھر اُن سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا لیکن اُن کے جذبات سے مجھے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ یہ سوچ کر میں ان کے دماغ سے نکل آیا۔

اسی لمحے بے اختیار میرا دماغ اردو زبان میں سوچنے لگا کہ اب مجھے سونیا کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہیے وہ میرے ہاتھ سے نکلی جا رہی ہے۔

پھر میرے دماغ نے سوچا۔ "اگر وہ میرے ہاتھ سے نکلی جا رہی ہے تو اس میں میرا قصور ہے کیونکہ میں نے ایک عرصے سے اسے چھوڑ رکھا ہے۔ کبھی اسے قریب آنے کا موقع نہیں دیا۔ جذبات کے انگاروں میں رہنے اور جلنے والی اگر بایونک مین کی طرف مائل ہو رہی ہے تو یہ عین فطری تقاضوں کے مطابق ہے۔ مجھے فراخدلی کا ثبوت دینا چاہیے۔ جب میں اتنی محبوباؤں سے مل نہیں سکتا۔ ان کے لیے مخصوص اوقات مقرر نہیں کر سکتا تو مجھے یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ میں کسی کے راستے میں رکاوٹ بنوں۔ حتیٰ کہ سونیا جس راہ پر چلنے والی ہے اُس راہ پر بھی مجھے دیوار نہیں بننا چاہیے۔"

میں بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔ میرے اندر ایسی کھلبلی مچی ہوئی تھی جیسے میری کوئی عزیز ترین چیز چھینی جا رہی ہو اور میں اسے اپنی ملکیت بنائے رکھنے میں ناکام ہو رہا ہوں۔ میں کم از کم سونیا کے متعلق اتنی فراخدلی سے یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ مجھے چھوڑ کر اپنی محبت کسی دوسرے کو دے۔ مگر پھر میرے دماغ نے مجھے سمجھایا۔ "اگر میں اپنی ضد پر اور اپنے جذبات پر قائم رہ کر سونیا کو واپس لانے کی کوشش کروں گا تو یہ قدرتی تقاضوں کے خلاف ہوگا۔ جو بات ہونی ہے وہ ہو کر رہتی ہے۔ سونیا مجھ سے بدظن ہو چکی ہے اور اس کا بدظن ہونا بھی جائز ہے کیونکہ میں نے اس کے ایک بچے کی خواہش پوری نہیں کی تھی اور اسے طیش دلانے کے لیے دوسری طرف دو بچوں کا باپ بن رہا ہوں۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ اپنے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ اُس وقت مجھے پتہ چلا کہ دل اور دماغ کے درمیان بعض اوقات کیسی جنگ ہوتی ہے۔ میرا دل سونیا کے لیے دھڑک رہا تھا، اور دماغ بضد تھا کہ سونیا کو اس کے مزاج اور اس کی خواہشات کے مطابق چھوڑ دیا جائے۔ وہ اپنی محبت اور اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرے گی۔ دماغ رہ رہ کر میرے اندر میری سونیا کے خلاف چیخ رہا تھا۔

تب میں اچانک ہی ٹھٹھک گیا۔ اس سے پہلے کہ دوسری طرف سے وہ سنبھلتی، میں نے فوراً ہی اسے مخاطب کیا۔ "رسونتی! تم۔ میں سمجھ گیا۔ تم میرے دماغ میں میری آواز اور میرے لہجے میں بول رہی ہو۔ مجھے سونیا کے خلاف بھڑکا رہی ہو۔"

جواب میں خاموشی رہی۔ میں نے تھوڑا سا انتظار کیا پھر کہا۔ "دیکھو رسونتی! میں نادان نہیں ہوں۔ اب میری سمجھ میں آگیا کہ میں اچانک ہی اردو میں کیوں سوچنے لگا تھا۔ یہ تحریک تم نے پیدا کی تھی اور تم مختلف سوچوں کے ذریعے میرے اندر انتشار پیدا کر رہی تھیں۔"

میرے دماغ میں خاموشی رہی۔ میں نے ناگواری سے کہا۔ "تمہیں اپنی صلاحیتوں پر بڑا ناز ہے۔ تم نے میرے بُرے وقت میں کام آنے سے انکار کر دیا تھا۔ اب پھر چھپ چھپ کر میرے معاملات میں مداخلت کر رہی ہو۔"

تب میں نے اس کی ہنسی محسوس کی' وہ بولی۔ "نہیں فرہاد! میں نے تمہارے آڑے وقت میں کام آنے سے کبھی انکار نہیں کیا۔ کبھی ایسا وقت آئے گا تو میں جان کی بازی لگا کر تمہارے کام آؤں گی۔ ہاں! سونیا یا تمہاری دوسری محبوباؤں کی ذمہ داریاں مجھ پر عائد نہیں ہوتیں۔"

"اگر ایسا ہے تو پھر سونیا کے خلاف مجھے کیوں بھڑکا رہی ہو؟"

"یہ بھڑکانا نہیں ہے، میں حقیقت بیان کر رہی ہوں۔ جو کچھ بھی میں نے سونیا کے بدلتے ہوئے خیالات اور رجحانات کے متعلق کہا ہے اس میں کوئی غلط بات نہیں ہے۔ یہ تمہاری زیادتی تھی جس کے نتیجے میں وہ دوسری طرف لڑھک رہی ہے۔ اگر تم اسے اس کے حال پر نہیں چھوڑو گے تو آنے والا وقت بتلائے گا کہ تم فطرت کے خلاف کبھی جنگ نہیں کر سکو گے۔"

"یہ بھی فطرت کے عین مطابق ہے کہ تم سوکن والے جلاپے سے کام لے رہی ہو۔ تم مجھے صرف اپنی ملکیت بنانے کے لیے یہ چاہتی ہو کہ سونیا اسی طرح پیار محبت سے دوسری طرف چلی جائے۔"

وہ بولی۔ "یہ خوش فہمی اپنے دل سے نکال دو کیونکہ میں نے تمہیں ہمیشہ کے لیے دل سے نکال دیا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں ایک قہقہہ لگایا پھر کہا۔ "رسونتی! تم فطری تقاضوں کی بات کرتی ہو اور اپنے معاملے میں ان تقاضوں سے انکار کرتی ہو۔ اگر تم نے مجھے دل سے نکال دیا ہے تو یہ رابطہ کس سلسلے میں ہے۔ میں تمہارا کون ہوتا ہوں جو تم مجھے اس طرح سونیا کے راستے سے ورغلانا چاہتی ہو۔"

"مجھے کیا پڑی ہے کہ میں کسی کو تم سے ورغلانے جاؤں۔ میں جو یہ رابطہ قائم کر رہی ہوں تو محض اس لیے کہ میں تم سے دوستی قائم رکھنا چاہتی ہوں۔ تم میری دکھ بیماری میں کام آتے رہے تھے۔ میں تمہیں بھول نہیں سکتی اور تمہیں مصائب میں گھرا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ اکثر تمہارے دماغ میں جھانک کر یہ معلوم کرتی رہتی ہوں کہ تم خیریت سے ہو یا نہیں بس یہی تعلق ہے۔"

"تم ایسی سیدھی نہیں ہو جیسا کہ تم ظاہر کر رہی ہو۔ میں نے خواب کی حالت میں تمہاری چور سوچوں کو اچھی طرح پڑھ لیا ہے۔"

اس کی طرف سے خاموشی رہی، میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کاش کہ میں تمہارے دماغ میں جھانک کر تمہاری سوچ کو پڑھ سکتا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت تمہیں مجھ پر غصہ آرہا ہے کہ میں نے کیوں تمہارے چور خیالات پڑھ لیے۔"

ان باتوں کے دوران اچانک ہی میرے دماغ نے ایک اہم نکتے کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے فوراً ہی سوال کیا۔ "رسونتی! کہیں ایسا تو نہیں کہ تم بایونک مین اور سونیا کے خیالات کو رومانس کی طرف موڑ رہی ہو اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے دلچسپی پیدا کر رہی ہو؟"

"میں ایسا کیوں کروں گی اور میں ایسا کر بھی نہیں سکتی۔ تم جانتے ہو کہ سونیا ٹوٹی پھوٹی اردو بولتی ہے۔ میں اس کے لہجے میں اس کے دماغ کو کسی دوسری طرف مائل نہیں کر سکتی۔ اسے پوری طرح کنٹرول کرنے کے لیے اس کی زبان کو سمجھنا بہت ضروری ہے اور وہ زبان میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

میں نے کہا۔ "لیکن تم بایونک مین کی زبان تو سمجھ سکتی ہو۔ وہ ہندوستانی زبان بہت اچھی طرح جانتا ہے اور اس کا لب و لہجہ بھی میں تمہیں اچھی طرح یاد کرا چکا ہوں۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم بایونک مین کے دماغ میں تن کی آگ بھڑکا رہی ہو۔ اسے سونیا کی طرف مائل کرتی جا رہی ہو۔"

وہ بولی۔ "اوہ! اب تو تم ایسے ہی الٹے سیدھے الزامات مجھ پر عائد کرو گے۔ اب بھلا میں اس الزام کا کیا جواب دے سکتی ہوں۔"

"دیکھو رسونتی! اب آہستہ آہستہ تمام باتیں میری سمجھ میں آرہی ہیں۔ بایونک مین جب اس بحری جہاز میں مانسوی رسی کے بلانے پر پہنچا تھا تو اس وقت اس نے سونیا میں دلچسپی نہیں لی تھی' نہ ہی اس کے دماغ پر عشق کا بھوت سوار ہوا تھا اور نہ ہی اس نے ایک ہلکی سی بھی دلچسپی سونیا کے لیے ظاہر کی تھی۔ اب وہ اچانک ہی کیسے اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا ہے؟ یہ ساری ہیرا پھیری تمہاری ہے۔"

"دیکھو فرہاد! میں نے اس بات کی واضح دلیل دی ہے کہ میں سونیا کو اس کی زبان کے ذریعے کسی کی طرف مائل نہیں کر سکتی۔ اگر میں نے بایونک مین

کے ساتھ ایسا کیا ہے تو تم جواب دو کہ سونیا کیسے اس کی طرف مائل ہو رہی ہے؟"

میں نے جواب دیا" یہ میری غلطی ہے۔ سونیا مجھ سے بدظن ہو کر دوسری طرف بھٹکنے والی ہے لیکن میں اسے سنبھال لوں گا بشرطیکہ تم مداخلت نہ کرو۔"

"میں تو بس اتنا ہی کہہ سکتی ہوں کہ تم خواہ مخواہ مجھ پر شبہ کر رہے ہو۔"

میں نے اس سے مزید بحث کرنا فضول سمجھا۔ اسے چھوڑ کر فوراً ہی سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بابو نک مین کے ساتھ ایک میز پر بیٹھی ہوئی تھی اور وہ لوگ ویٹر کو کھانے کا آرڈر دے رہے تھے۔ وہ رہ رہ کر بابو نک مین کو دیکھ رہی تھی۔ وہ میری مکمل نقل تھا۔ بالکل میری شکل صورت، قد و قامت سب کچھ میرا ہی تھا۔ گویا میں اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اسے فرہاد سمجھ کر بہل سکتی تھی۔ جب ویٹر آرڈر کی تعمیل کے لیے چلا گیا تو اس نے پوچھا" بابو نک فرہاد! تمہارا اصل نام کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا" میرا نام جیمز براتٹ ہے۔ میرے حلقے کے لوگ مجھے جمی کہہ کر بلایا کرتے تھے۔"

تب سونیا نے میری سوچ کے مطابق سوال کیا" جمی! یہ بتاؤ کہ تم اچانک ہی مجھ پر عاشق کیوں ہو گئے؟ اس سے پہلے جب تم مانوری ری کے ساتھ یہاں آئے تھے تو تم نے مجھ میں دلچسپی نہیں لی تھی؟"

"سونیا! جب سے میں نے تمہاری تصویر دیکھی ہے اور جب سے میں نے تمہارا تمام ریکارڈ پڑھا ہے، اُس وقت سے میں تمہاری تمنا کر رہا ہوں اور یہ تمنا اب ایک عبادت بن گئی ہے۔ میں اکثر سوچتا رہا کہ اگر تم میری بن جاؤ گی تو میں جیسے ساری دنیا کو فتح کر لوں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی" یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔"

جمی نے سر ہلا کر کہا" تمہاری بات کا جواب یہ ہے کہ جب میں مانسوری ری کے ساتھ یہاں آیا تو مجھ پر بڑی پابندیاں تھیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تم سے دلچسپی ظاہر کروں اور مانسوری ری حسد اور جلاپے کے باعث سپر ماسٹر تک رپورٹ پہنچا دے۔ پھر یہ کہ پہلے میں نے غلط انداز میں سوچا تھا کہ تمہیں ذرا رعب دکھا کر اور اپنی صلاحیتوں سے متاثر کر کے تمہیں جیت لوں گا۔ میرا یہ خیال غلط نکلا۔ اس لیے میں اب محبت سے تمہاری محبت مانگ رہا ہوں۔"

وہ کمبخت جمی بڑے ہی خوبصورت انداز میں دلائل پیش کرتے ہوئے اپنی محبت کا ثبوت دے رہا تھا۔ میں نے سونیا کی سوچ میں کہا" مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ سچ مچ مجھ سے محبت کرنے لگا ہے۔ یہ بہت چالاک ہے اور اپنی معصومیت دکھا کر میرا دل جیتنا چاہتا ہے۔"

سونیا کی اپنی سوچ نے کہا" نہیں! یہ مجھ سے فراڈ نہیں کر رہا ہے اگر یہ فریبی ہوتا تو اپنی اصل آواز اور اپنا اصل لہجہ مجھے کبھی نہ سناتا۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ یہ ابھی میرے ایک اشارے پر سپر ماسٹر کے خلاف کھڑا ہو جائے گا لیکن میں اسے ایسا نہیں کرنے دوں گی۔"

میں اُلجھ کر رہ گیا کیونکہ سوچ کے ذریعے سونیا کو اپنی طرف واپس لانا چاہتا تھا مگر وہ سچ مچ اُس سے متاثر ہو رہی تھی اور یہ درست بھی تھا کہ جمی دل و جان سے اس سے محبت کر رہا تھا اور قدم قدم پر محبت کا ثبوت پیش کرنے کے لیے تیار تھا۔

اتنے میں سونیا نے دیکھا ڈائننگ ہال کے انٹرنس سے سلومی اور آقا سبحانی داخل ہو رہے تھے۔ ان کے پیچھے چار مسلح نوجوان تھے اور اُن کی اسٹین گنوں کا رُخ آقا سبحانی کی طرف تھا۔ سونیا نے حیرانی سے پوچھا "جمی! یہ کیا حرکت ہے؟"

جمی نے پلٹ کر آنے والوں کو دیکھا پھر سونیا سے بولا" اس آقا سبحانی کو سمندر میں پھینکا جائے گا۔ میں نے سپر ماسٹر سے کہا ہے کہ میں باقاعدہ اس کا مقابلہ کروں گا کیونکہ پہلی بار میں نے جوش اور جذبے میں بلکہ اپنی صلاحیتوں کے گھمنڈ میں بہت سی غلطیاں کیں جس کی وجہ سے مجھے شکست کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ مگر اب میں ثابت کر دوں گا کہ آقا سبحانی سے کس طرح کھلونے کی طرح کھیل کر میں اسے سمندر کی تہہ میں پہنچا سکتا ہوں۔"

"نہیں جمی! اس دشمنی کو فی الحال بھول جاؤ۔ یہ کوئی دلیری نہیں ہے کہ تم اس دلیر آدمی کو چاروں طرف سے گھیر لو۔ اسے اس احساس میں مبتلا کرو کہ اگر وہ فتح یاب ہوا تو اسے اسٹین گنوں سے بھون دیا جائے گا۔"

وہ میز پر جھک کر بولا" سونیا! تمہیں آقا سبحانی کی حقیقت معلوم ہونی چاہیے۔ اسے محض اس لیے اسٹین گنوں سے گھیر کر رکھا ہے کہ وہ ریڈ پاور کا بہت ہی اہم آدمی ہے۔"

سونیا نے چونک کر آقا سبحانی کی طرف دیکھا۔ اس وقت وہ ان کے قریب آگیا تھا اور مسلح جوانوں کے حکم سے وہیں ایک کرسی پر بیٹھ رہا تھا۔ سلومی سونیا کے پاس ایک کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی" سونیا! یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ لوگ آقا کو مار ڈالنا چاہتے ہیں۔"

سونیا نے کہا" سلومی! اگر تمہیں آقا کی محبت پر ناز ہے تو اس سے کہو کہ یہ اپنی حقیقت نہ چھپائے۔ ابھی صاف صاف بتا دے کہ یہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اور کہاں جانا چاہتا ہے؟"

سلومی نے جواب دیا" میں نے پوچھا تھا۔ یہ فار ایسٹ کی طرف تفریح کی غرض سے جا رہا تھا۔ مجھ سے ملاقات ہوئی تو اب یہ وہیں جائے گا جہاں میں جاؤں گی۔ یعنی یہ اب ہمارے ساتھ ہندوستان جائے گا۔"

سونیا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا" نہیں سلومی! یہ تمہیں دھوکہ دے رہا ہے۔ یہ دراصل پہلے ہی ہندوستان جانے کے ارادے سے جہاز میں سوار ہوا ہے تاکہ یہ ہم سے دوستی کرے اور دوستی کی آڑ میں ہمارے ساتھ ہندوستان پہنچ کر رسوتی تک پہنچ جائے۔"

"کچھ بھی ہو یہ آقا سبحانی اس بابو نک شیطان سے بہتر ہے۔ ایسے وقت میں جب ہم بے یار و مددگار رہیں۔ رسوتی بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارا ساتھ نہیں دے رہی ہے تو یہ آقا سبحانی ہمارا محافظ بنا ہوا ہے۔ ہمیں اس کی

دوستی کو قبول کرتے رہنا چاہیے۔"

"نہیں! میں ایسی دوستی کی قائل نہیں ہوں جس کی آڑ میں دشمنی ہوتی رہے۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ اس بابو نک مین سے میری دوستی ہو گئی ہے۔"

سلومی طنزیہ انداز میں مسکراتی ہوئی بولی" کیسی دوستی؟ کیا یہ بابو نک مین دوستی کی آڑ میں دشمنی نہیں کرے گا؟ تمہارے ساتھ ہندوستان پہنچ کر رسوتی کو حاصل نہیں کرے گا؟"

سونیا نے بڑے یقین اور اعتماد سے کہا" نہیں! اگر میں اسے دوستی کا واسطہ دوں تو یہ اپنا راستہ بدل لے گا۔ میں خود اپنا راستہ بدل دوں گی۔ تم اپنی محبت اور دوستی کو آزماؤ اور آقا سے بولو کہ ہم ہندوستان نہیں جائیں گے۔ اگر اسے تم سے محبت ہے اور بابو نک مین کو مجھ سے لگاؤ ہے تو یہ دونوں اپنے راستے بدل دیں گے۔ یوں سمجھو کہ یہ محبت کی آزمائش کا وقت ہے۔"

اُن کی باتیں جمی سمجھ رہا تھا لیکن آقا سبحانی کچھ نہ سمجھتے ہوئے اُن کا منہ تک رہا تھا۔ سلومی نے اسے مصری زبان میں مخاطب کیا۔ وہ دونوں تھوڑی دیر تک اس اجنبی زبان میں گفتگو کرتے رہے۔ پھر سلومی نے سونیا سے کہا" آقا مجھے بے حد چاہتا ہے۔ میرے کہنے کے مطابق یہ اپنا راستہ بدل سکتا ہے لیکن کہہ رہا ہے کہ ہندوستان ابھی بہت دور ہے اس کا فیصلہ ہم بعد میں بھی کر سکتے ہیں کہ اب ہماری منزل کونسی ہو گی۔"

سونیا نے کہا" سلومی! یہ تمہیں ٹال رہا ہے۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہو چکا ہے کہ اس کا تعلق ریڈ پاور سے ہے۔"

سلومی نے بے یقینی سے سونیا کو دیکھا اور کہا" پتہ نہیں تم کیوں آقا کی مخالفت کرنے لگی ہو۔ پہلے اس کی دوستی پر شبہ کیا اب اسے ریڈ پاور کا آدمی کہہ رہی ہو جبکہ اسی نے بابو نک مین سے تمہاری جان بچائی تھی۔"

سونیا نے سلومی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے نرمی سے تھپتھپاتے ہوئے کہا" طیش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تم سے پہلے بھی کوئی دشمنی نہیں تھی اور نہ ہی میں تمہارے پیار سے جلتی ہوں۔ میں تمہیں سمجھا رہی ہوں۔ جو معلومات میرے پاس ہیں، اس کے مطابق تم آقا کا محاسبہ کرو ورنہ پچھتاؤ گی۔"

وہ تیور بدل کر ناگواری سے بولی" بھلا کیسے پچھتاؤں گی؟ کیا تمہارا بابو نک مین مجھے مار ڈالے گا؟ یہ کوئی دلیری تو نہیں ہے کہ آقا جیسے شہ زور کو اسٹین گنوں کی زد میں رکھ کر مجبور کر دیا جائے۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا" پگلی میں لڑنے کے انداز میں یہ نہیں کہہ رہی ہوں کہ تم شکست کھا کر پچھتاؤ گی۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر تم نے آقا کا محاسبہ نہ کیا تو یہ آگے چل کر تمہیں زبردست دھوکہ دے سکتا ہے یہ ماسک مین کا وفادار ہے۔ تمہارے عشق کا پابند نہیں رہے گا۔"

سلومی تلخ لہجے میں بولی" سونیا! تمہیں فرہاد پر بڑا ناز تھا۔ وہ تمہیں دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک چکا ہے۔ ایک عرصے سے تمہاری خبر نہیں لی۔ یہاں تمہاری مدد کے لیے بھی نہ پہنچ سکا، پھر کیا تم پچھتا رہی ہو؟ میرا خیال ہے تم پچھتانے والی عورتوں میں سے نہیں ہو۔ فرہاد چھوٹ گیا کوئی پروا نہیں، اب تم بابو نک مین کی طرف مائل ہو رہی ہو۔ کبھی میری زندگی میں بھی پچھتانے کا موقع آئے گا تو میں بھی راستہ بدل کر دوسرا ساتھی ڈھونڈ لوں گی۔"

اتنے میں آقا سبحانی نے سلومی کو اپنی زبان میں مخاطب کیا۔ وہ دونوں تھوڑی دیر تک نہ جانے کیا باتیں کرتے رہے پھر سلومی نے بابو نک مین سے کہا" آقا تم سے براہِ راست گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ تم کون کونسی زبان جانتے ہو۔ ہو سکتا ہے اُن میں سے کوئی ایک زبان آقا بھی جانتا ہو۔"

بابو نک مین مسکرا کر بولا" رسوتی اور فرہاد جتنی زبانیں جانتے ہیں۔ اُن زبانوں میں تمہارا آقا نہیں بولے گا۔ یہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ زبان کھولتے ہی ٹیلی پیتھی کی زد میں آجائے گا۔"

"اونہہ!" سلومی نے کہا" یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔"

جمی عُرف بابو نک مین میرے مخصوص لہجے میں طنز کرتے ہوئے بولا۔ "تم ایسی نادان تو نہیں ہو کہ میرا جواب نہ سمجھ سکو۔ آقا نے تمہیں بالغ بنا دیا ہے۔ چلو واضح طور پر یہ سمجھ لو کہ میں فرہاد کی طرح ہندوستانی زبان کے علاوہ انگریزی اور جاپانی زبان بول لیتا ہوں۔"

سلومی آقا سے مخاطب ہوئی۔ پھر اس کا جواب سُن کر اس نے کہا۔ "آقا یہ زبانیں نہیں جانتا ہے۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا" جانتا ہے مگر ٹیلی پیتھی کے خوف سے نہیں بولے گا۔"

جمی نے مسکراتے ہوئے کہا" سلومی! اپنے مسخرے سے بولو کہ وہ تمہیں انٹرپریٹر بنا کر باتیں کرے۔"

سلومی ناگواری سے بولی" یہ مسخرا ہے یا ناقابلِ شکست چٹان ہے آئینے میں اپنی مرہم پٹیوں کو دیکھ کر سمجھ لو۔"

جمی غصہ سے سُرخ ہو کر بولا" کیا ابھی بتاؤں کہ میں چٹان کو کس طرح پارا پارا کر سکتا ہوں؟"

سونیا نے جلدی سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "جمی! برداشت کرو، غصہ مجھے پسند نہیں ہے۔"

وہ ایک دم سے ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ پر رکھے ہوئے سونیا کے ہاتھ کو دیکھا۔ پھر بڑے پیار سے اسے تھام کر کہا" سوری سونیا! اب میں اپنا دماغ ٹھنڈا رکھوں گا۔"

سونیا نے جاپانی زبان میں اس سے کہا" ہاں جمی! تمہیں خاص طور پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آقا نے لڑنے کے دوران مسخراپن کرتے ہوئے تمہیں کئی بار طیش دلایا تھا اور تمہارے غصے اور جھنجلاہٹ سے فائدہ

اٹھا مار رہا تھا۔"

"ہاں! میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں، جو لوگ غصے کی حالت میں حاضر دماغ نہیں رہتے وہ میدان ہار جاتے ہیں۔ اب کی بار میں آقا کے ہوش اڑا دوں گا۔"

آقا نے سلومی سے کچھ کہا۔ سلومی نے جمی سے کہا "میرا آقا صحیح معنوں میں مرد ہے۔ یہ کہہ رہا ہے کہ تم بُری طرح زخمی ہو چکے ہو اور یہ کبھی کسی زخمی سے نہیں لڑتا۔ تمہاری صحت یابی کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔"

جمی نے مسکرا کر سونیا سے کہا "دیکھا سونیا! ابھی میں آقا سے مقابلہ کی بات کر رہا تھا۔ اگر یہ جاپانی زبان نہیں سمجھتا ہے تو اس نے مقابلہ والی بات کا جواب کیسے دے دیا؟"

سونیا نے تائید کی "اپنی اصلیت کو دیر تک چھپائے رکھنا ممکن نہیں ہوتا۔ اسے خوش فہمی میں مبتلا رہنے دو۔ ایک بات کہوں؟"

"ہزار بات کہو، سر تسلیم خم رہے گا۔"

"آقا پر سے اسٹین گنوں کا پہرہ ہٹا دو۔ یہ تمہارے شایانِ شان نہیں ہے۔"

"یقین کرو سونیا! یہ حرکتیں میری نہیں، سپر ماسٹر کی ہیں۔ سپر ماسٹر یہ نہیں چاہتا کہ ریڈیا ورکا کوئی آدمی تمہارے پیچھے ہندوستان جائے۔ وہ یہ دیکھ کر خوش ہوگا کہ میں نے تمہیں ہلاک کرنے کے بجائے تم سے دوستی کی ہے اور اس دوستی کی آڑ میں تمہارے ساتھ رسونتی تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسلح جوان ہندوستان پہنچنے سے پہلے آقا کو ختم کر دیں گے۔"

"ہاں! راستے کا پتھر ہٹایا ہی جاتا ہے۔ میری مردانگی کا تقاضہ یہ ہے کہ میں مردانہ وار آقا سے مقابلہ کروں۔ ہم میں سے موت کو جس طرف آنا ہوگا آ جائے گی۔ لیکن آقا کا فیصلہ معلوم ہو گیا ہے کہ ابھی یہ مجھ سے مقابلہ نہیں کرے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تنظیم کے لوگ اسے مار ڈالیں گے۔"

سونیا نے فیصلہ کن انداز میں کہا "میں آقا جیسے دلیر شخص کو یوں بے بسی کی موت مرنے نہیں دوں گی۔"

جمی نے پریشان ہو کر کہا "تمہارا یہ فیصلہ میرے لیے مشکلات پیدا کر دے گا۔ تنظیم کے لوگ تمہارے خلاف قدم اٹھائیں گے تو میں خاموش تماشائی بن کر نہیں رہ سکوں گا۔ میں یہ بھی نہیں سوچوں گا کہ آقا میرا دشمن ہے۔ تمہاری خاطر مجھے بھی اس کی حفاظت کے لیے لڑنا پڑے گا۔"

سونیا سوچنے لگی "عجیب سچویشن ہے۔ جمی اور آقا آپس میں دشمن ہیں۔ جمی میرے دل میں جگہ بنا رہا ہے اور آقا نے بھی میری خاطر جمی سے مقابلہ کر کے مجھ پر ایک احسان کیا ہے۔ میں دونوں کی سلامتی چاہتی ہوں اور دونوں کے لیے یہ چاہتی ہوں کہ یہ ہندوستان نہ جائیں تو بہتر ہوگا۔"

وہ سلومی سے بولی "فی الحال بایونک مین بھی تمہارے آقا سے مقابلہ نہیں کرے گا۔ میں آقا کی قدر کرتی ہوں کیونکہ جب بایونک مین میرے خلاف تھا تب آقا نے ہماری حفاظت کی تھی۔"

"مجھے یہ سُن کر خوشی ہوئی ہے کہ تم میرے آقا کا احسان مان رہی ہو۔"

"سلومی! بظاہر آقا نے مجھ پر احسان کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ آقا رسونتی کو حاصل کرنے کے لیے ہماری حفاظت کے لیے مجبور تھا۔ میں صرف اس لیے اس کی قدر کر رہی ہوں کہ میں اس کے بُرے وقت میں کام آؤں گی تو وہ بھی میری قدر کرے گا۔ جن کے پاس جرأت اور حوصلہ ہوتا ہے وہ اسی طرح ظاہری احسان کا بدلہ چکاتے ہیں۔"

سلومی نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا "تمہارے ارادے کیا ہیں؟"

"سلومی! مجھے جلدی غصہ نہیں آتا۔ تمہیں سمجھاتی ہوں کہ لہجہ درست کر کے باتیں کرو۔ میرے لیے نہ سہی، اپنے آقا کی سلامتی کے لیے مصلحت سے کام لو۔ کیا ان اسٹین گنوں کے سامنے اس کی دلیری کام آئے گی؟"

سلومی نے سنجیدگی سے اسٹین گنوں کی جانب دیکھا۔ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ واقعی مصلحت سے کام لینا ہوگا، وہ بولی "سوری سونیا! ان لوگوں سے نجات حاصل کرنے کی کوئی تدبیر ہو تو بتاؤ۔"

"ایک ہی راستہ ہے۔ ہم ہندوستان نہ جائیں۔ آگے کراچی کی بندرگاہ آئے گی۔ ہم آقا کے ساتھ وہاں اپنا سفر ملتوی کر دیں گے۔"

سلومی نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد آقا کو یہ بات سنائی۔ پھر آقا کا جواب سُن کر خوشی سے بولی "آقا مجھ پر جان دیتا ہے۔ میں جہاں جاؤں گی یہ وہیں جائے گا۔"

میں نے سلومی کے یہ خیالات پڑھے۔ ان خیالات کے مطابق آقا موجودہ سچویشن کی نزاکت کو سمجھ رہا تھا۔ موت اٹل نظر آ رہی تھی اس لیے وہ سونیا اور سلومی کے ساتھ اپنا سفر ملتوی کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔

جمی نے پوچھا "سونیا! کیا پاکستانی بندرگاہ پر پہنچ کر میرا ساتھ چھوڑ دو گی؟"

وہ مسکرا کر بولی "میں تمہارے جیسے دوست کو چھوڑ نہیں سکتی۔ تم سپر ماسٹر سے اپنی دو باتیں منوا سکتے ہو۔ ایک تو یہ کہ زخم مندمل ہونے کے بعد تم آقا سے باقاعدہ مقابلہ کر کے اپنی شکست کا انتقام لو گے۔ اس وقت تک آقا کو جانی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ دوسری بات یہ کہ تم سونیا کے ساتھ پاکستان جاؤ گے۔ اس مقصد کے لیے یہ بات بنا سکتے ہو کہ سونیا کا اچانک ہی کراچی میں ٹھہر جانا کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ رسونتی سے نایا سونیا سے ملنے کا پروگرام بنایا ہو۔"

جمی نے کہا "سپر ماسٹر اچھی طرح جانتا ہے کہ رسونتی اپنے عزیزوں کی مدد کے لیے ہندوستان جائے گی۔ مجھ سے یہی کہا جائے گا کہ میں تمہیں پاکستان جانے دوں اور خود ہندوستان چلا جاؤں۔"

"تم سپر ماسٹر کو اپنی باتوں سے قائل کرنے کی کوشش تو کرو۔ جب وہ نہیں مانے گا تو کوئی دوسرا راستہ نکالا جائے گا۔"

جمی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا "میں ابھی تنہائی میں جا کر اس سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ وہ مان جائے۔"

وہ وہاں سے جانے لگا۔ ڈائننگ ہال میں بیٹھنے والے مسافر اپنا کھانا پینا چھوڑ کر بہت پہلے ہی وہاں سے چلے گئے تھے اور باہر کھڑے ہو کر تماشہ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے آقا سبحانی کو اسٹین گنوں کی زد میں دیکھ کر سمجھ لیا تھا کہ وہاں زبردست ہنگامہ شروع ہونے والا ہے۔ سونیا نے سلومی سے کہا "دوسرے مسافر ناحق پریشان ہو رہے ہیں۔ تم آقا کے ساتھ کیبن میں چلی جاؤ تو بہتر ہوگا۔"

وہ بولی "ہم یہاں کھانے کے لیے آئے تھے۔ کوئی بات نہیں کھانا کیبن میں منگوا لیں گے۔"

اس نے شاید آقا کو سمجھایا تھا کہ ان کی وجہ سے دوسرے مسافر پریشان ہو رہے ہیں۔ سونیا نے مسلح جوانوں سے بھی یہی کہا۔ بات معقول تھی۔ وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی مسافر دو دو، چار چار کی ٹولی میں اپنی اپنی میز پر آ گئے۔ کچھ عورتیں سونیا سے پوچھنے لگیں "کیا دونوں شہ زوروں کے درمیان سمجھوتہ ہو رہا ہے یا جھگڑا بڑھنے والا ہے؟"

"کیا یہ اسٹین گن والے آقا سبحانی کو مار ڈالیں گے؟"

"یہ ظلم ہے آقا کو زندہ رہنا چاہیے۔ وہ زندہ رہے گا نا؟"

سونیا سے طرح طرح کے سوالات کیے جا رہے تھے۔ اس نے اندازہ لگایا کہ مرد عورتیں سب ہی آقا سبحانی کی سلامتی چاہتے ہیں اور بایونک مین کو ظالم سمجھتے ہیں۔ جمی نے ابتدا میں کچھ ایسی حرکتیں کی تھیں کہ اس کے خلاف لوگوں کی نفرت یقینی تھی۔ سونیا نے اپنے طور پر انہیں سمجھایا "خواتین و حضرات! بایونک مین کا مزاج اب بدل گیا ہے۔ پہلے وہ میرے بھی خلاف تھا مگر مجھ سے دوستی ہو گئی ہے اور اب میں آقا سبحانی سے اس کی دوستی کرانے کی بھرپور کوشش کر رہی ہوں۔"

سب ہی خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ سونیا کی یہ باتیں اس حقیقت کی غماز تھیں کہ وہ لوگوں کی نظروں میں جمی کا وقار بلند کرنا چاہتی تھی۔ ادھر میں پریشان ہو رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "ہائے یہ مجھے کیا ہو گیا ہے میں جمی کو لوگوں کی نفرتوں سے یوں بچا رہی ہوں جیسے وہ میرا اپنا ہو۔ کیا میں دل و جان سے اسے چاہنے لگی ہوں؟"

"ہاں!" اس کی سوچ نے کہا "جمی کے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہے میں اس کے پیار کا جواب پیار سے دیتی رہوں گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "کیا میں اس کی آغوش میں چلی جاؤں گی؟ کیا اپنا سب کچھ اس کے حوالے کر دوں گی؟"

وہ سر کو جھٹک کر سوچنے لگی "یہ میں کیسی واہیات باتیں سوچ رہی ہوں؟ میں ایسے کمزور دماغ کی عورت نہیں ہوں کہ جمی کو ناقابلِ شکست آزمائشوں سے گزارے بغیر اس کی جھولی میں گر جاؤں۔ جمی نے ابھی تک صرف میرا ریکارڈ پڑھا ہے۔ مجھے پڑھتا رہے گا تو اس کے ہوش اڑ جائیں گے۔ پھر وہ خود فیصلہ کرے گا کہ میں اس کے لیے سستی پڑوں گی یا مہنگی؟"

میں نے غدا اطمینان کی سانس لی۔ یہ بات دل سے نکل گئی کہ وہ ابھی جمی کے ہاتھوں میلی نہیں ہو گی۔ ایسے ہی وقت میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں جس کیبن میں بیٹھا ہوا تھا اور وہاں مونا اپنے حُسن و شباب کی حشر سامانیوں کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ ریل گاڑی تیز رفتاری سے بھاگی جا رہی تھی۔ میں پلک جھپکتے ہی بحری جہاز کا سفر چھوڑ کر ریل کا سفر شروع کر چکا تھا۔

وہ بولی "سوری تم خیال خوانی میں مصروف تھے۔ میں نے مداخلت کی۔ کہو تو چلی جاؤں؟"

"نہیں مونا! آؤ بیٹھو۔ فی الحال میری کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔"

اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ میں اسے نظر بھر کر دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ مگر وہ قدرت کا ایسا حسین شاہکار تھی کہ نگاہیں خود بخود اسے دیکھنے کے لیے مچلتی تھیں۔ وہ انگور کے دانوں کی طرح رس بھری تھی۔ ایک مے سے دل میں بھر جاتی تھی۔ مشکل یہ تھی کہ وہ انگور کی طرح حلال تھی مگر اس انگور کی شراب حرام ہو جاتی تھی۔

وہ سامنے والی برتھ پر بیٹھ گئی۔ اس کے اٹھنے بیٹھنے اور چلنے میں بلا کی نزاکت اور نسائیت تھی۔ میں برداشت کر رہا تھا مگر چپکے چپکے لُٹ رہا تھا۔ اگر فریاد کی جاتی کہ یہ رس بھریاں کس طرح خاموشی سے لوٹ لیتی ہیں تو تہذیب اس لوٹ مار کو تسلیم نہیں کرے گی۔ اور جب میں لوٹنے پر آتا ہوں تو فوراً ہی لٹیرا کہلانے لگتا ہوں۔ مونا نے مجھے بڑے عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا۔

ہمارے درمیان تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر وہ سر جھکا کر بولی "میں بہت پریشان ہوں۔"

"ہاں! تمہاری سوچ بتا رہی ہے کہ تم کیوں پریشان ہو۔ اب تم سنجیدگی سے کسی کو جیون ساتھی بنا کر پُر سکون زندگی گزارنا چاہتی ہو مگر ڈر یہ ہے کہ سپر ماسٹر تمہیں آزاد نہیں چھوڑے گا۔"

"تم مجھے مشورہ دو کہ میں اس سلسلے میں سپر ماسٹر سے بات کروں؟"

"تمہیں خود ہی اس سے بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ سپر ماسٹر کے پاس ایسا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے جو چُپ چاپ تمہارے دماغ میں موجود رہتا ہے۔ اور ہماری باتیں سنتا رہتا ہے مجھے یقین ہے کہ اس وقت بھی وہ سن رہا ہوگا۔ سپر ماسٹر ہمارے ایک ایک پل کی باتوں اور حرکتوں سے واقف رہتا ہے۔"

مونا نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر برتھ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا "کون ہے۔ میرے دماغ میں؟ میرے دماغ میں چھُپ کر رہنے والے میں تم سے مخاطب ہوں پلیز، مجھ پر مہربانی کرو۔ سپر ماسٹر سے سفارش کرو کہ وہ مجھے سیدھی سادی زندگی گزارنے کی اجازت دے دے۔"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "ناممکن۔ تم ایک طرف خود کو سپر ماسٹر کی وفادار ثابت کرتی رہیں اور دوسری طرف مجھ سے دوستی نباہتی رہی ہو۔ سپر ماسٹر ایک عرصے سے تمہاری دوہری چال کو سمجھ رہا ہے۔ وہ کبھی یقین نہیں کرے گا کہ تم تنظیم سے الگ ہو کر غیر جانبدار رہو گی وہ

یہی سمجھے گا کہ تم میرے ساتھ رہ کر اس کے خلاف تخریبی کارروائیاں کرو گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی۔ تم سے بہت دور چلی جاؤں گی۔ تمہاری دوستی نے مجھے بڑے عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ تم ایک ایسا لقمہ ہو، جس کی لذت کو میں سمجھتی ہوں مگر نگل نہیں سکتی۔ اس لقمے کے زہریلے اثر کو سمجھتی ہوں مگر اگل نہیں سکتی۔ خدا کے لیے مجھے کوئی ایسی جگہ بتا دو جہاں تمہاری سوچ بھی نہ پہنچ سکتی ہو۔ میں تم سے اور تمہاری سوچ کی حدود سے دور، بہت دور چلی جاؤں گی۔"

وہ بڑے کرب سے بول رہی تھی اور اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ جیسے میں مجرم تھا۔ نہ لُٹتے ہوئے اسے لوٹ رہا تھا اور وہ رو رو کر فریاد کر رہی تھی۔ میری زندگی میں عجیب و غریب موڑ آتے ہیں۔ میں نے سونیا سے ٹوٹ کر محبت کی مگر اسے بیوی بنانے اور بچوں کا باپ بننے سے انکار کیا۔ دوسرے موڑ پر دو بدن نے مجھے بچوں کا باپ بنا دیا۔ اس موڑ پر سونیا مجھ سے بچھڑنے لگی۔ اور ایک موڑ پر مونا کھڑی ہوئی تھی۔ میں حسن و شباب کے اس حسین شاہکار کو بھی بیوی بنا کر پناہ نہیں دے سکتا تھا اور اس پیار کا مجرم بن رہا تھا جو وہ مجھ سے کر رہی تھی کیونکہ وہ پیار کسی نتیجے پر نہیں پہنچ رہا تھا۔

میں نے تھک ہار کر کہا "تم بنکاک پہنچنے کے بعد مجھ سے جدا ہو جاؤ۔ پھر کہیں بھی چلی جاؤ۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ جہاں جاؤ گی، وہاں میری سوچ نہیں پہنچے گی۔ جب سپر ماسٹر کو یہ یقین ہو جائے گا کہ میرا تمہارا رابطہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا ہے اور تم اپنے شوہر کے ساتھ سیدھی سادی زندگی گزار رہی ہو تو وہ بھی تمہیں نظر انداز کرے گا۔"

میں سر جھکائے کہہ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اس کا دل ڈوب رہا ہے کیونکہ وہ اب تک یہی توقع کر رہی تھی کہ میں اس کی محبت کی انتہا اور ذہنی کرب کو کسی بھی طرح سمجھنے اور متاثر ہونے کے بعد اس سے شادی کر لوں گا۔ اس کے برعکس میں اس کے کسی نادیدہ شوہر کی بات کر رہا تھا۔

وہ شکستہ دلی سے سوچ رہی تھی "یہ آدمی نہیں پتھر ہے۔ ایسا پتھر جسے ٹھوکر مارنا چاہو تو اپنے ہی پاؤں ٹوٹ جائیں۔ آہ! میں اس کے لیے کیوں ٹوٹ رہی ہوں۔ یہ کیا ستم ہے کہ میری جوانی مجھ کو ہی جلا رہی ہے اور اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔"

اچانک ہی وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی، پھر فیصلہ کن لہجے میں بولی "اب میں اپنے آپ کو تباہ کر لوں گی اور میری تباہی کے ذمہ دار تم ہو گے۔"

یہ کہہ کر وہ جانے لگی میں نے پوچھا "تم جان بوجھ کر خود کو تباہ کرو گی تو میں ذمہ دار کیسے ہو سکتا ہوں؟"

وہ دروازے کے پاس سے پلٹ کر بولی "میں جانتی ہوں کہ کسی سے شادی کر کے خوش نہیں رہ سکتی۔ میں سپر ماسٹر کے لیے کام کرتی رہوں گی۔ جرائم کے ماحول میں رہوں گی۔ جو لوگ بھی میری عزت سے کھیلنے آئیں گے، ایسے وقت میں آنکھیں بند کر کے تمہارا تصور کروں گی اور تمہارے نام سے تباہ ہوتی رہوں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ میں کھلے ہوئے دروازے کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہ گیا۔ اچھی زبردستی تھی۔ میں ساری عمر اسے تحفظ نہیں دے سکتا تھا۔ اسے ایک گھریلو ماحول نہیں دے سکتا تھا اس لیے وہ بدستور جرائم کے ماحول میں رہ کر میرے نام سے اپنی عزت کی دھجیاں اڑانا چاہتی تھی۔ عجیب دھمکی تھی۔

میرے ضمیر نے کہا "فرہاد! اس حقیقت سے نظریں نہ چراؤ کہ پارس اسے آلۂ کار بنائے رکھنے کے لیے حسین چڑیا سمجھتا ہے اور ہمیشہ اس کے پر کاٹ کر گندے ماحول میں رکھے گا۔ تمہارے سوا کوئی اس کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ تم سے مایوس ہو کر وہ صرف تباہی کے راستے پر ہی چل سکتی ہے۔"

میں نے جواباً سوچا "میں کیا کروں؟ دنیا میں کتنی ہی حسین اور بے سہارا لڑکیاں بے یار و مددگار ہیں۔ کیا میں سب کا ٹھیکیدار بن جاؤں؟"

میرے دل نے ضد کی "مونا جیسا لاجواب حسن، بے مثال شباب، ایسے طوفانی جذبے اور ایسی تڑپنے والی وفائیں ڈھونڈنے سے نہیں ملیں گی۔"

میں نے دل کو سمجھایا "حسن و وفا کی قدر کرنے کے لیے سونیا اور رُومانہ کافی ہیں۔ یہ مقام میں اور کسی کو نہیں دینا چاہتا۔ دینا چاہوں گا تو وفا کرنے والی حسیناؤں کی ایک فوج تیار ہو جائے گی۔"

میں ذہن کو جھٹک کر وہاں سے اٹھ گیا۔ تنہائی میں بیٹھ کر سوچو تو سوچوں کی یلغار شروع ہو جاتی ہے۔ میں نے اپنے کیبن سے نکل کر بے بی کے کیبن کے دروازے پر دستک دی۔ شرلاک نے دروازہ کھول کر مجھے دیکھتے ہی کہا "اچھا! اب تمہیں ہماری یاد آئی ہے؟"

میں اندر آ گیا، بے بی نے مجھے دیکھ کر مسکرائی "بھائی! گیارہ بج رہے ہیں۔ آپ نے تو ناشتہ نہیں کیا ہو گا۔"

میں نے اس کے پاس بیٹھ کر اپنے ایک بازو میں سمیٹ لیا۔ پھر اس کی پیشانی کو چوم کر کہا "میری گڑیا میرے کھانے پینے کا کتنا خیال رکھتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ دنیا میں بے غرض اور بے لوث رشتہ صرف ماں اور بہن کا ہوتا ہے۔"

بے بی نے کہا "آپ تعریفیں کر کے مجھے نہ بہلائیں۔ یہ بتائیں کہ آپ خود اپنا خیال کیوں نہیں رکھتے ہیں؟"

میں نے گہری سانس لے کر کہا "یہ خیال خوانی فرصت ہی نہیں دیتی۔ تم کل سے دیکھ رہی ہو کہ تم سے باتیں کرنے کی فرصت بھی کم ہی ملتی رہی۔"

شرلاک نے کہا "اب بھی باتیں کرتے رہو گے تو کھانے کی فرصت نہیں ملے گی۔ چلو بوفے کار میں چلتے ہیں۔ وہ مونا کہاں ہے؟"

میں نے آنکھ بند کر کے معلوم کیا۔ شرلاک نے جلدی سے کہا "ارے رے پھر خیال خوانی شروع کر دی۔ بھئی ہم مونا کو نہیں پوچھ رہے ہیں، واپس آ جاؤ۔"

میں نے آنکھ کھول کر مسکراتے ہوئے کہا "مونا اُس کیبن میں چلی گئی ہے جو اس کے اپنے نام سے ریزرو ہے۔"

ہم کیبن سے باہر آتے اُسے لاک کیا۔ پھر کاریڈور سے گزرتے ہوئے بے بی نے کہا "ہاں۔ اس نے معذرت کا میک اپ اتار دیا ہے شاید اسی لیے اپنے کیبن میں چلی گئی ہے۔"

میں نے ٹالنے کے لیے کہا "ہاں یہی بات ہے۔"

شرلاک ہمارے آگے آگے چل رہا تھا وہ ہاتھ اٹھا کر بولا "بھئی مجھے تو دال میں کچھ کالا نظر آتا ہے۔ تم دونوں کی آپس میں دال نہیں گل ہو گی اس لیے چلی گئی۔"

بے بی کی سمجھ میں بات نہیں آئی، وہ بولی "یہ دال گلنا کیا ہوتا ہے تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ تمہارے بھائی نے کوئی شرارت کی ہو گی وہ بھاگ گئی۔"

وہ بولی "یو شٹ اپ! ایسی باتیں کرتے شرم نہیں آتی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "تم بُرا کیوں مانتی ہو۔ شرلاک زندہ دل ہے اُسے مذاق کرنے دو۔"

ہم بوفے کار میں پہنچ کر ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ شرلاک میرے لیے ناشتہ طلب کرنا چاہتا تھا، میں نے کہا "ناشتہ نہیں میں پیٹ بھر کر کھاؤں گا۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میرے کھانے پینے اور سونے جاگنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ پتہ نہیں تھوڑی دیر بعد میرے حالات مجھے دوپہر کا کھانا کھانے کا موقع دیں گے یا نہیں۔"

شرلاک میرے لیے کھانے کا اور اپنے اور بے بی کے لیے ہلکے ناشتہ کا آرڈر دینے لگا۔ بے بی نے پوچھا "خیال خوانی کا ایک طویل سلسلہ جاری ہے آخر یہ کبھی ختم بھی ہو گا یا نہیں؟"

"جب تک دوستی اور محبت کے رشتے سلامت ہیں، دشمنوں کی نفرتیں اور عداوتیں جاری ہیں، خیال خوانی کا سلسلہ جاری رہے گا۔ میں ہزاروں میل دور جانے والی محبتوں کو بھلا نہیں سکتا۔"

"اب کس کا خیال پڑھنا ہے؟"

شرلاک نے کہا "اب تمہارا خیال پڑھا جائے گا۔ تم اپنے دل کی بہت سی باتیں مجھ سے چھپاتی ہو۔ فرہاد! پلیز ذرا بے بی کے خیالات جلدی سے پڑھو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "میری بہن کا چہرہ اس کے دل کی طرح صاف ہے۔ یہ کوئی بات دل میں نہیں رکھتی۔ منہ پر صاف کہہ دیتی ہے۔"

بے بی شرلاک کو ٹھینگا دکھا کر بولی "سُن لیا نا؟ اب تو تسلی ہو گئی؟"

وہ ڈھٹائی سے بولا "جی نہیں۔ بھائی تو اپنی بہن کی بڑائی ضرور کرے گا۔ میں کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے رجوع کروں گا۔ خیال خوانی والے بازار میں بہت مل جاتے ہیں۔"

اس کی بات پر ہم سب دل کھول کر ہنسنے لگے۔ عام لوگوں کے لیے یہ ہنسنے ہنسانے کی بات شاید نہ ہو لیکن مجھے ایسے پُرخلوص رشتوں کا ماحول کبھی کبھی ملتا ہے اس لیے سیدھے سادے مذاق پر بھی دل کھول کر ہنسنے لگتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد کھانا آ گیا۔ میں چند لمحوں کے لیے رُومانہ کے پاس پہنچا۔ وہ نیپال کے شہر کھٹمنڈو پہنچ گئی تھی۔ میں اس سے یہ وعدہ کر کے واپس آ گیا کہ جلد ہی پھر دماغی رابطہ قائم کروں گا۔

کھانے کے دوران ہماری میز کے پاس وہ آ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ تانیہ!

تانیہ کا ذکر میں کر چکا ہوں۔ پھر یاد دلاؤں کہ پچھلی رات جب میں بوفے کار کی طرف آنے کے لیے کیبنوں کے درمیان راہداری سے گزر رہا تھا تو ایک کیبن کے دروازے کے پیچھے سے کچھ ایسی آوازیں سنائی دی تھیں جیسے دو افراد وہاں جدوجہد میں مصروف ہوں۔ میں نے اس دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھلنے میں دیر لگی کیونکہ اندر گڑبڑ جاری تھی۔ ایک قد آور اور پہاڑ جیسے ڈیل ڈول والے بدمعاش نے ایک بوڑھی عورت کو بیہوش کر کے ایک برتھ پر سُلا دیا تھا۔ دوسری برتھ پر دس بارہ برس کا ایک لڑکا گہری نیند سو رہا تھا۔ اور یہ سولہ یا سترہ برس کی کمسن لڑکی تانیہ جو اس وقت ہماری میز کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی تھی، پچھلی رات اس بدمعاش نے اسے ٹائیلٹ میں بند کر دیا تھا۔

تانیہ میں چند خوبیاں تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ جوان تھی مگر بچی لگتی تھی۔ کسی بھی اجنبی کو دیکھ کر سہم جاتی تھی اور اس کا سہما ہوا حسن بڑا ہی پیارا لگتا تھا۔ اسے دیکھ کر صبر سے یہی سوچا جا سکتا تھا کہ یہی لڑکی ستائے گی جوانی میں، جوانوں کو جواں ہو کر... بہرحال میں نے پچھلی رات اسے دماغ سے نکال دیا تھا۔ ان ماں بیٹی کو اُس بدمعاش سے نجات دلائی تھی۔ پھر ان کے پاس پلٹ کر نہیں گیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ جتنے تعلقات بڑھاؤ، اتنی ہی خیال خوانی کی الجھنیں بڑھتی جاتی ہیں۔ میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اب دوستی اور دشمنی کے دائرے محدود کرتا جاؤں گا۔

تانیہ نے مجھ سے کہا "آپ بہت اچھے ہیں۔ میں نہیں جانتی کہ آپ کا شکریہ کس طرح ادا کرنا چاہیے۔ وہاں میری ممی بیٹھی ہیں آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔"

اس نے ایک میز کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے ادھر دیکھا۔ بوڑھی خاتون مجھے دیکھ کر ممتا بھرے انداز میں مسکرا رہی تھیں۔ ان کے ساتھ ان کا بارہ برس کا بیٹا بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے جواباً مسکرا کر احتراماً ذرا سر کو جھکایا پھر تانیہ سے کہا "اپنی ممی سے کہو میں کھانے کے بعد ملاقات کروں گا۔"

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ میں نے سر جھکا لیا اسے جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ خواہ مخواہ یہ نظریں اس کی چال پر شاعری کرنے لگتیں۔

بے بی نے پوچھا "یہ کون تھی؟"

میں نے لقمہ چباتے ہوئے کہا "خیال خوانی کی نئی مصیبت۔" میں بے بی اور شرلاک کو پچھلی رات کا واقعہ سنانے لگا۔ پھر آخر میں بولا "اگر میں ان ماں بیٹی سے میل جول رکھوں گا تو میرا تجربہ سمجھاتا ہے کہ خیال خوانی کی مصروفیات اور بڑھ جائیں گی۔"

"بھائی! آپ اُن سے ملاقات نہ کریں۔ میں وہاں جا کر بوڑھی

خاتون کو سمجھا دیتی ہوں کہ آپ بہت مصروف رہتے ہیں۔"

بے بی میری مصروفیات کے باعث پہلے ہی فکرمند تھی۔ میرا جواب سُنے بغیر وہاں سے اٹھ کر بوڑھی خاتون کے پاس چلی گئی۔ میں نے سوچا ٹھیک ہے اس طرح میں معذور سمجھا جاؤں گا۔ مگر نئی مصیبتوں سے نجات ملتی رہے گی۔"

کھانے کے بعد کافی کا دور چلنے لگا۔ بے بی اُس خاتون کے پورے خاندان کے ساتھ آ رہی تھی لیکن قریب پہنچ کر خاتون مجھے مسکراتے ہوئے دیکھ کر اپنے بچوں کے ساتھ آگے بڑھ گئی اور بوفے کار سے باہر چلی گئی۔ بے بی نے میرے پاس بیٹھ کر اپنی پیالی میں کافی انڈیلتے ہوئے کہا۔ "بھائی! مصیبت اسی کو کہتے ہیں جو پیچھا نہ چھوڑے۔ وہ خاتون بڑی التجا کر رہی ہیں۔ گڑگڑا رہی ہیں کہ صرف پندرہ منٹ کے لیے ہم ان کے کیبن میں آئیں۔"

"مگر کیوں؟ تم نے پوچھا نہیں؟"

"پوچھا تھا۔ وہ ہمیں چونکا دینے والی باتیں سنانا چاہتی ہیں۔"

میں نے ایک سرد آہ بھری۔ "آہ! میری زندگی بھی کیا ہے۔ جتنے لوگ ملتے ہیں اپنے چونکا دینے والے حالات کے ساتھ ملتے ہیں۔"

شرلاک نے کہا۔ "ابھی تو ہم کافی پی رہے ہیں۔ اُس بڑھیا کے پاس جانے سے پہلے تم یہیں بیٹھ کر معلوم کر لو کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔"

واقعی تجسس تھا کہ وہ خاتون ہمیں کس طرح چونکانا چاہتی ہیں۔ میں سر جھکا کر تانیہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ماں بیٹی باتیں کرتی ہوئی اپنے کیبن میں داخل ہو رہی تھیں۔ میں ان کی باتیں سنتا رہا۔ خاتون کے خیالات کو بھی کریدتا رہا۔ پھر سر اٹھا کر شرلاک کو دیکھنے لگا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ خیریت تو ہے نا؟"

میں نے بے بی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس خاتون کے ساتھ وہ ہو چکا ہے جو آج بے بی کے ساتھ ہو رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟ بھئی پہیلیاں نہ بجھواؤ، صاف صاف کہو۔"

میں نے کہا۔ "شرلاک! تمہاری منگیتر جولیا ہے۔ تمہارے آنجہانی ڈیڈی کی وصیت کے مطابق تم جولیا سے شادی کرو گے تو تمہیں باپ کی ساری جائداد ملے گی۔ ورنہ اس جائداد کا تھوڑا سا حصہ ملے گا۔ تم جولیا کو اور اس کے خاندان والوں کو ٹرخا رہے ہو۔ ان سے چھپ کر تم نے بے بی سے شادی کی۔ ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں مگر تم ہماری بات کیوں لے بیٹھے؟ بات اس خاتون کی ہو رہی ہے۔"

میں نے کہا۔ "اس خاتون کا قصہ بھی بے بی کی طرح ہے۔ آج سے سترہ برس پہلے ایک سرمایہ دار نے اس خاتون سے چھپ کر شادی کی تھی اُس سرمایہ دار سے اس کے دو بچے ہوئے۔ ایک لڑکا ایک لڑکی، جنہیں ہم ابھی دیکھ چکے ہیں۔"

بے بی نے چبھتی ہوئی سوالیہ نظروں سے شرلاک کو دیکھا۔ اس لیے دیکھا کہ اس چوری چھپے والی شادی کے بعد شرلاک بچے چاہتا تھا اور بے بی بضد تھی کہ جب تک شادی کا اعلان نہ ہو گا بچے پیدا نہیں ہونے چاہئیں اس نے پوچھا۔ "کیا اس سرمایہ دار نے اس شادی کا اعلان بعد میں نہیں کیا؟"

"نہیں اس سرمایہ دار کو صرف اپنی برادری میں شادی کی اجازت ہے۔ اگر وہ شادی کا اعلان کرتا تو اپنے باپ کی دولت اور جائداد سے محروم ہو جاتا۔"

شرلاک نے کہا۔ "اوہ! اُس بوڑھی کی داستان بالکل ہمارے جیسی ہے۔"

میں نے کہا۔ "تمہارے جیسی نہیں بلکہ تمہارے ہی خاندان کی داستان ہے۔ وہ بوڑھی خاتون تمہاری ماں ہے۔"

"کیا؟" شرلاک کے ہاتھ سے پیالی چھوٹتے چھوٹتے رہ گئی۔

بے بی نے بھی حیرانی سے پوچھا۔ "بھائی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"میری بہن! میں درست کہہ رہا ہوں۔ شرلاک کے ڈیڈی نے پہلے اپنے خاندان میں شادی کی۔ وہاں یہ شرلاک پیدا ہوا۔ پھر سترہ برس پہلے اس کے ڈیڈی نے پیرس میں اُس خاتون سے شادی کی۔ وہ ہر دوسرے تیسرے ماہ وہاں جاتے تھے۔ دو ہفتے خاتون کے پاس قیام کرتے تھے اپنی مجبوری بیان کرتے تھے کہ اگر خاتون نے اعلانیہ اپنے ازدواجی حقوق مانگے تو وہ اپنے والد کی جائداد سے محروم ہو جائیں گے۔"

شرلاک الجھا ہوا تھا، اس نے پوچھا۔ "مگر اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ میرے ڈیڈی نے اس سے شادی کی تھی؟"

"تمہارے ڈیڈی نے تمہاری والدہ اور تمہاری تصویریں خاتون کو دی تھیں۔ ابھی یہاں تمہیں میرے ساتھ بیٹھے دیکھ کر انہوں نے تمہیں پہچان لیا۔ وہ اپنے کیبن میں بیٹھی اپنے بچوں تانیہ اور ماسٹر ٹنڈمی کو تمہارے بارے میں بتا رہی ہیں۔"

شرلاک نے سر کو جھکا لیا۔ ہمارے درمیان ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔ صرف تیز رفتار ٹرین کی کھٹا کھٹ کانوں میں بج رہی تھی۔ پھر بے بی نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "شرلاک! تم نے اپنے ڈیڈی کی داستان میرے ساتھ دہرائی۔ اس خاتون کو دیکھ کر مجھے اپنا انجام نظر آ رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "بے بی! میرے ہوتے ہوئے تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ بولی۔ "بے شک! بہن اپنے بھائی پر ناز کرتی ہے۔ مگر بھائی! اگر آپ نے شرلاک کو میرے ازدواجی حقوق کے لیے مجبور کیا تو یہ زبردستی ہو گی محبت نہیں ہو گی۔ محبت تو وہ ہوتی ہے جو مرد دل سے اپنی عورت کو دیتا ہے محبت مانگنے والی عورتیں بھائی اور باپ کی امداد حاصل کرتی ہیں۔ محبت چھیننے والی عورتیں بازاروں میں بیٹھتی ہیں۔ میرا کیا مقام ہے شرلاک؟"

شرلاک نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تم جذباتی ہو رہی ہو۔ ورنہ تم خود دیکھ رہی ہو کہ میں اب تک سچائی سے ساتھ نبھا رہا

آ رہا ہوں۔"

"تمہارے ڈیڈی بھی اس خاتون کا ساتھ نباہتے آ رہے تھے میں بھی اس خاتون کی طرح یہ نہیں چاہتی کہ تم باپ کی جائداد سے محروم ہو جاؤ۔ میں اور وہ خاتون ایک ہی کشتی پر سوار ہیں۔ اس نے شوہر کے انصاف کا انتظار کرتے کرتے شوہر کو ہی کھو دیا۔ بتاؤ میرے انتظار کی حد کیا ہے؟"

"بے بی! مجھے شرمندہ نہ کرو۔ میری مجبوریوں کو بھی سمجھو۔ مگر یہ مجبوریاں ختم ہونے والی ہیں۔ فرہاد ہمارے ساتھ ہے۔ جیت تمہاری ہو گی بے بی!"

میں نے کہا۔ "شرلاک! صرف بے بی کی جیت نہیں، اس خاتون کو اور ان بچوں کو بھی ان کے جائز حقوق ملنے چاہئیں۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "میں ابھی اپنی اُس ماں سے ملوں گا۔"

میں اور بے بی بھی اُٹھ گئے۔ میں نے بوفے کار سے نکلتے ہوئے کہا۔ "کہیں جاتے ہی ممی نہ کہہ دینا۔ تمہیں تو خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوا ہے، وہاں جب تک بات نہ کھلے انجان بنے رہنا۔"

ہم تینوں باتیں کرتے ہوئے، تنگ راہداری سے گزرتے ہوئے اس کیبن کے سامنے پہنچ گئے۔ دستک دیتے ہی دروازہ کھل گیا۔ بوڑھی خاتون نے مجھے دیکھتے ہی خوش ہو کر کہا۔ "بیٹا! میں تمہاری شکر گزار ہوں۔ تم اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود آئے ہو۔ آؤ اندر آ جاؤ۔"

ہم سب اندر آ کر بیٹھ گئے۔ بے بی ایک برتھ پر تانیہ اور اس خاتون کے ساتھ بیٹھ گئی۔ میں اور شرلاک ماسٹر ٹنڈمی کے ساتھ دوسری برتھ پر تھے۔

خاتون نے کہا۔ "کل رات تم نے ہم تینوں کی جانیں بچا کر جو احسان کیا ہے اس کا بدلہ میں کبھی نہیں دے سکوں گی۔"

میں نے کہا۔ "آپ ہمیں کچھ چونکا دینے والی باتیں بتانا چاہتی ہیں۔"

"ہاں بیٹا! اگرچہ مجھے سوتیلے رشتوں کے سامنے یہ باتیں نہیں کہنا چاہیے ڈر ہے کہ پھر ہماری جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ مگر تمہاری دلیری اور شرافت پر بھروسہ کرتے ہوئے بول رہی ہوں۔ پہلے تو مجھے اس بات پر حیرانی ہے کہ کل رات تم اس بدمعاش کو پکڑ کر لے گئے پھر واپس نہیں آئے۔"

"تانیہ سہمی ہوئی تھی، اس لیے میں نے یہاں واپس آنا مناسب نہیں سمجھا۔"

خاتون نے کہا۔ "پھر بھی تمہیں تجسس تو ہونا چاہیے کہ وہ بدمعاش ہمارا دشمن کیوں بن گیا تھا؟"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں تجسس تو ہے اب آپ بتا دیں۔"

"بیٹے! سترہ برس پہلے بنکاک کا ایک بہت بڑا سرمایہ دار پیرس آیا تھا۔ وہاں اس نے مجھ سے شادی کی۔ وہ کردار کے لحاظ سے شریف اور سچا تھا۔ اس نے بتا دیا تھا کہ پہلے اس کی شادی ہو چکی ہے اور وہ برادری کے باہر کسی سے شادی نہیں کر سکتا مگر اس نے وعدہ کیا کہ کوئی مناسب موقع دیکھ کر ہماری شادی کا اعلان کرے گا۔ اس انتظار میں تقریباً سولہ برس گزر گئے۔ شادی کے اعلان سے پہلے وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔"

میں نے افسوس کا اظہار کیا۔ "آپ نے محبت اور شوہر پرستی میں بڑے دکھ اٹھائے ہیں۔ میری ہمدردی آپ کے ساتھ ہے۔ بتایئے میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

وہ خوش ہو کر بولیں۔ "مجھے تم سے یہی امید ہے۔ میں بنکاک پہنچ کر اپنے بچوں کے جائز حقوق چاہتی ہوں۔ مجھے دولت کی ہوس نہیں ہے۔ تانیہ کے باپ نے اپنی زندگی میں میرے لیے ایک بہت بڑے بزنس سنٹر میں چھ منزلہ جنرل اسٹور کھولا تھا۔ اس اسٹور سے مجھے سالانہ ستر اسی لاکھ ڈالر ملتے ہیں۔ میرے بچوں کا مستقبل محفوظ ہے مگر میں اپنے بچوں کے لیے شرلاک خاندان کا نام اور برتری چاہتی ہوں۔"

شرلاک نے چونکنے کی ایکٹنگ کی۔ "یہ تو میرا خاندان ہے۔"

خاتون نے سنجیدگی سے مسکراتے ہوئے شرلاک کے ڈیڈی کی ایک تصویر پیش کی۔ "ہاں بیٹے! میں اسی خاندان کی بہو ہوں۔ تمہارے ڈیڈی میرے شوہر تھے۔"

شرلاک نے پوچھا۔ "آپ کے پاس اپنے بیان کی سچائی کا اور کوئی ٹھوس ثبوت ہے؟"

"ایک نہیں کئی ثبوت ہیں۔ میرے پاس نکاح نامہ ہے۔ کاروباری دستاویزات ہیں جو میرے نام سے ہیں مگر ان پر تمہارے ڈیڈی کے دستخط ہیں ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے بہت سے خطوط بھی ہیں۔ میں نے ابھی بوفے کار میں تمہیں تمہاری تصویر سے پہچانا ہے۔ یہ دیکھو تمہاری تصویر!"

شرلاک نے اپنی تصویر لے کر دیکھی۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر خاتون کے سامنے پہنچ کر کہا۔ "میں آپ کو اپنی ماں تسلیم کرتا ہوں۔ کیا آپ مجھے بیٹا کہیں گی؟"

"بے شک کہوں گی مگر تمہاری زبان میں سچائی نہیں ہے اگر ہوتی تو کل رات تم اس بدمعاش کو یہاں نہ بھیجتے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" وہ حیرانی سے بولا۔ "میں تو اب سے پہلے آپ کو جانتا تک نہیں تھا۔"

بے بی نے تائید کی۔ "ممی! میں یقین دلاتی ہوں کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ کم از کم آپ میرا یقین کریں، میں آپ کی بہو ہوں۔"

"بہو؟" خاتون ایک دم سے گھبرا کر ذرا پیچھے ہٹ کر بولیں۔ "تم... تم جولیا ہو؟"

"نہیں میرا نام بے بی ہے۔ شرلاک نے اپنی برادری سے باہر چھپ کر مجھ سے شادی کی ہے۔ میری اور آپ کی زندگی ایک جیسی ہے۔"

خاتون بے یقینی سے بے بی کو دیکھ رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ "ممی! یہ بے بی میری منہ بولی بہن ہے اور اس کے سوا دنیا میں میرا کوئی عزیز نہیں ہے۔ اگر آپ مجھ پر بھروسہ کرنا چاہیں تو میں یقین دلاتا ہوں کہ شرلاک اور بے بی محبت کرنے والا دل رکھتے ہیں۔ یہ اب سے پہلے آپ کو نہیں جانتے تھے۔ یقیناً انجانے دشمن آپ کو غلط فہمی میں مبتلا کر رہے ہیں۔"

خاتون نے کہا۔ "بیٹا! تم شرلاک جونیئر سے پوچھو۔ کیا اس نے جولیا کے

باپ کو میرے پاس پیرس نہیں بھیجا تھا۔ کیا دھمکی نہیں دی تھی کہ اگر میں اس کے باپ کو بدنام کرنے کے لیے بنکاک آ کر نکاح نامہ دکھاؤں گی اور بچوں کے خاندانی حقوق مانگوں گی تو ہمیں بنکاک پہنچنے سے پہلے قتل کر دیا جائے گا؟"

میں نے کہا "یہ سراسر جھوٹ ہے۔ شرلاک پر بے بنیاد الزام ہے۔ آپ میری بات اس طرح سمجھ سکتی ہیں کہ شرلاک کے تعلقات جولیا اور اس کے باپ سے بہتر ہوتے تو بے بی سے شادی نہ کرتا۔ جولیا کے گھر والوں سے تو اس کی دشمنی ہے۔"

خاتون کی بدگمانی کسی قدر کم ہوئی۔ وہ کبھی شرلاک کو اور کبھی بے بی کو دیکھ کر سوچنے لگی "پتہ نہیں یہ واقعی بے بی ہے یا جولیا! میں نے جولیا کو دیکھا نہیں ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "مگر مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ جولیا انگریز ہے شرلاک کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے جبکہ یہ بے بی صورت شکل سے تھائی لینڈ کی مقامی لڑکی لگتی ہے۔"

خاتون ذرا اور قائل ہو گئیں۔ میں نے کہا "ممی! اگر میری بہن اور شرلاک آپ کے دشمن ہوتے تو کل رات میں اس قاتل سے آپ لوگوں کو نہ بچاتا۔ میں تو یہی چاہتا کہ میری بہن جس دولت اور جائداد کی مالکہ بننے والی ہے اس کا کوئی حصہ دار نہ رہے۔"

وہ اپنی پیشانی کو سہلاتی ہوئی بولیں "میں ایسے حالات سے گزر رہی ہوں کہ اچھی طرح سوچے سمجھے بغیر کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔"

میں نے کہا "بے شک آپ کی پریشانی اور بے اعتمادی بجا ہے۔ جب تک آپ کو ہم پر مکمل اعتماد نہیں ہوگا ہم آپ سے دور رہیں گے۔"

"یہی تو بات ہے بیٹا! کل رات کے بعد میں تم پر اتنا بھروسہ کرنے لگی ہوں کہ اب تمہارے سوا کوئی میرا اپنا نظر نہیں آتا۔ میں نے اس لیے یہاں بلایا ہے کہ تم ابھی اسی لمحہ ہم ماں بچوں کی زندگی اور موت کا فیصلہ کر دو۔ ہم دشمنوں کے خوف سے سہم سہم کر زندگی نہیں گزارنا چاہتے۔ ہم چپ چاپ مر جائیں گے ہمیں مار ڈالو۔"

تانیہ ماں سے لپٹ کر رونے لگی۔ ماسٹر رومی دلیر تھا، وہ تیور بدل کر بولا "مائی برادر شرلاک! یہ دلیری نہیں ہوگی۔ مجھے بھی ایک پستول دو پھر دیکھو کہ کون کس کو مارتا ہے۔"

شرلاک مسکرانے لگا۔ میں نے خوش ہو کر کہا "شاباش بیٹے! تم سچ مچ دلیر ہو۔ مگر دو بھائیوں کے درمیان پستول نہیں پیار ہونا چاہیے۔"

شرلاک نے دونوں بازو پھیلا کر کہا "میرے ننھے بھائی! اگر اتنے ہی دلیر ہو تو بے دھڑک میرے بازوؤں میں آ جاؤ۔"

ماسٹر رومی بے باکی سے تن کر کھڑا ہوا۔ شرلاک ہنستے ہوئے اسے بازوؤں میں اٹھا کر چومنے لگا۔ خاتون کے چہرے سے اطمینان بھری مسکراہٹ کا اظہار ہوا۔ بے بی نے ان سے کہا "ممی! ہم نے بھی اپنا ایک اہم راز آپ کو بتایا ہے اگر آپ بنکاک پہنچ کر کسی کو یہ بتائیں گی کہ شرلاک نے مجھ سے شادی کی ہے تو شرلاک جائداد سے محروم ہو جائیں گے۔"

خاتون نے بے بی کی پیشانی کو چوم کر گلے لگا لیا "تم میری بہو بعد میں ہو، تم سے پہلے میں تمہارا دکھ اٹھا چکی ہوں۔ اطمینان رکھو، ہماری زبان خاموش رہے گی۔"

ماسٹر رومی شرلاک کے بازوؤں میں تھا بے بی خاتون کے گلے لگی ہوئی تھی۔ اچانک ہی تانیہ آگے بڑھ کر مجھ سے لگ گئی۔ اگر وہ میرے قد تک پہنچ سکتی تو گلے لگ جاتی اور اس طرح لگنے میں محض اپنائیت کے سوا کچھ نہ تھا وہ ایک دم سے چہک کر بولی "تم بہت اچھے ہو۔ کل اس دشمن سے ہمیں بچایا آج جنہیں دشمن سمجھ رہے تھے انہیں ہمارا اپنا بنا دیا۔"

کاش وہ مجھ سے یوں نہ چہک جاتی۔ دراصل اسی وقت پتہ چلا کہ وہ بچی نہیں ہے۔ یعنی ایسی بھی لڑکیاں ہوتی ہیں جو اپنی جوانی کو بدن کی تجوری میں چھپا کر رکھتی ہیں۔ اوپر سے ڈھیلے لباس کا غلاف چڑھا کر رکھتی ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ کسی نہ کسی بہانے کسی نہ کسی جوانی کا تجزیہ کرنے بیٹھ جاتا ہوں۔ تو بہ ہے پھول خود ہی سانسوں میں آ کر نہ مہکے تو کون اس کا تجزیہ کرے؟ میں خواہ مخواہ ایسا نہیں کرتا۔ یہ گل مجھے گل چیں بنا دیتے ہیں۔

اچانک ہی یاد آیا کہ تانیہ اب کوئی اجنبی لڑکی نہیں ہے۔ یہ شرلاک کی سوتیلی بہن ہے۔ مجھے اس سے دور رہنا چاہیے، اور اس کے حسن و شباب پر تبصرہ نہیں کرنا چاہیے ورنہ کسی دن شرلاک اسے میرے گلے کا ہار بنانا چاہے گا۔ اصولی بات یہی ہوگی کہ اس نے میری بہن کو شریکِ حیات بنا کر رکھا ہے تو مجھے بھی بدلے کا رشتہ قبول کرنا چاہیے۔ (خطرہ)

میں فوراً ہی تانیہ کو اپنے سے الگ کرتے ہوئے بولا "تانیہ! ہم سب تمہارے اپنے ہیں۔ جاؤ پہلے اپنی بھابی کو پیار کرو۔"

وہ میرے پاس سے پلٹ کر بے بی سے لپٹ گئی۔ دراصل وہ ذہنی طور پر بچی تھی۔ اپنے دل سے دہشت دور ہوتے ہی وہ ایک ایک سے لپٹ کر اپنے تحفظ اور سلامتی کا یقین کر رہی تھی۔ وہ بے بی کے بعد شرلاک کے پاس آئی۔ شرلاک نے اپنی تہذیب کے مطابق بہن کے رخسار کا بوسہ لیکر اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

پھر سب بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ اب ان کی خاندانی باتیں لامحدود ہو سکتی تھیں۔ میں نے کہا "ممی! اب مجھے اجازت دیں۔ آپ اپنے بیٹے اور بہو سے باتیں کریں مجھے ضروری کام ہے۔"

ممی اور تانیہ مجھے روکنا چاہتی تھیں مگر بے بی اور شرلاک میری خیال خوانی کی مصروفیات کو سمجھتے تھے اس لیے جلد ہی مجھے وہاں سے چھٹی مل گئی۔ میں اس کیبن سے نکل کر راہداری سے گزرنے لگا۔ ٹرین کے گارڈ سے سامنا ہو گیا۔ میں نے پوچھا "ٹرین کب تک بنکاک پہنچے گی؟"

اس نے بتایا ہم تین بجے تک بنکاک میں ہوں گے۔ اس وقت گیارہ بج کر چالیس منٹ ہوتے تھے۔ میں نے اپنے کیبن میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ایک برتھ پر آرام سے لیٹ کر رومانہ کے پاس پہنچ گیا۔

کھٹمنڈو کے بازار میں گھوم رہی تھی۔ وہ شہر گویا ہپی لڑکیوں اور لڑکوں کا بلتا ہے۔ جہاں نظر اٹھا کر دیکھو غیر ملکی ہپی نظر آتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ شراب اور نشے کا سامان جہاں ہوتا ہے وہاں جرائم زیادہ ہوتے ہیں قانون کی سختیاں برقرار رہتی ہیں۔ اس کے باوجود مجرم اپنا کام دکھاتے رہتے ہیں۔

غیر ملکی کھٹمنڈو کو چرس کی جنت سمجھتے ہیں۔ اس جنت میں جہنم کے بین الاقوامی شیطان ہوتے ہیں۔ نیپال کی حکومت سے اپنی مجرمانہ شخصیات چھپانے کے لیے سیاحوں تاجروں اور ہپیوں کے نقاب میں وہاں جاتے ہیں۔ میں نے رومانہ کو مخاطب کیا "ہیلو جانی! میں تمہارے ساتھ یہ شہر دیکھ رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میں بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ یہاں مجھے تنہائی نصیب نہیں ہو رہی ہے۔ ریڈ پاور کا ایک آدمی میرے ساتھ لگا ہوا ہے۔"

میں نے پوچھا "چیانگ شی کا کہاں ہے؟"

"اسے ایک ہپی لڑکی پسند آ گئی ہے۔ چونکہ وہ مجھ سے عشق کر رہا تھا میرے سامنے اس لڑکی کے پیچھے نہیں جا سکتا تھا اس لیے میں نے ہی کہہ دیا کہ میں تنہا شاپنگ کے لیے جا رہی ہوں۔ اس کی مراد پوری ہو گئی میں یہاں آئی ہوں وہ یقیناً اس لڑکی کے پیچھے گیا ہوگا۔"

"اب کیا چاہتی ہو؟"

"میں کسی ہپی سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ فرار ہونے کے بعد کہیں پناہ لینے کے لیے پہلے سے ٹھکانہ ڈھونڈ لینا چاہیے۔"

"اچھا۔ ریڈ پاور کا جو آدمی تمہارے ساتھ ہے اس سے باتیں کرو۔"

رومانہ نے اس شخص سے کہا "جیری! اگر تمہاری ٹیم کا لیڈر، ماسک مین کے حکم کی خلاف ورزی کرے تو ماسک مین تک کیسے شکایت پہنچائی جائے گی؟"

وہ بولا "اس صورت میں میں اس سے رابطہ قائم کر سکتا ہوں تم جانتی ہو براہِ راست ماسک مین باتیں نہیں کرتا مگر ہماری باتیں سن لیتا ہے اور کسی نہ کسی ذریعہ ہدایات ہم تک پہنچا دیتا ہے۔"

رومانہ نے کہا "تو پھر ماسک مین تک یہ بات پہنچا دو کہ چیانگ شی کا مجھے ابھی خاموشی سے چھیڑ رہا ہے لیکن اس نے دست درازی کی تو اس کے حق میں بہت برا ہوگا۔"

"مادام! آپ اطمینان رکھیں۔ میں ابھی ماسک مین تک یہ خبر پہنچاؤں گا۔ آپ کسی ریسٹورنٹ میں بیٹھنا پسند کریں گی؟ میں پندرہ منٹ کے لیے جاؤں گا پھر واپس آ جاؤں گا۔"

رومانہ نے کہا "میں وہ سامنے والے ریسٹورنٹ میں انتظار کروں گی۔"

جیری اس کا ساتھ چھوڑ کر دوسری طرف جانے لگا۔ میں نے کہا "رومانہ! میں جیری کے ساتھ جا رہا ہوں اسے واپس آنے سے روکوں گا تم آزاد ہو۔"

جیری سوچ رہا تھا "مادام رومانہ نہ کہتی تب بھی میں سمجھتا ہوں کہ چیانگ شی کا حرامی ہے حسین عورت کو دیکھ کر ہوس میں اندھا ہو جاتا ہے، وہ رومانہ کو ضرور چھیڑے گا۔"

وہ ذرا دور جا کر ایک دکان کے سامنے میں کھڑا ہو گیا۔ اس ریسٹورنٹ کی جانب دیکھنے لگا جہاں رومانہ انتظار کرنے جا رہی تھی۔ یعنی وہ دور رہ کر رومانہ کی نگرانی کر رہا تھا مگر اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کے علاوہ ریڈ پاور کے دو اور آدمی رومانہ کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اب ان میں سے ایک بدستور رومانہ پر نظر رکھے گا اور دوسرا آدمی جیری کے پاس آئے گا۔ ایک منٹ کے بعد ایسا ہی ہوا۔ ایک آدمی اس کے قریب آ کر بولا "کیا بات ہے جیری؟"

جیری نے اسے باب کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے رومانہ کی شکایت سنائی، پھر اس سے بولا "یہاں کے باس کو اطلاع دے دو کہ چیانگ شی کا کی عیاشی سے مادام رومانہ ناراض ہو جائیں گی۔ فرہاد پھر دشمن بن جائے گا۔"

باب واپس جانے لگا۔ میں نے رومانہ کے پاس پہنچ کر کہا "جانِ من! تمہاری نگرانی کے لیے دور تک جال بچھا ہوا ہے۔ جیری کے علاوہ دو اور آدمی تمہاری نگرانی کر رہے ہیں۔ وہاں ریڈ پاور کا ایک باس تمہارے متعلق ایک ایک پل کی خبر رکھتا ہے۔ ماسک مین کو پورا یقین ہے کہ میں تمہارے پاس ہندوستان آؤں گا اور ہم سونی کی مدد کریں گے۔"

رومانہ نے ویٹر کو کافی کا آرڈر دینے کے بعد کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی مجھے یہاں کسی سے دوستی نہیں کرنا چاہیے۔ میرے دوست! تم کب آ رہے ہو؟"

"ابھی تو ٹرین کا سفر ختم نہیں ہوا ہے۔ بنکاک پہنچ کر سوچوں گا۔"

"کیا سونی ہندوستان پہنچ گئی ہے؟"

"یقیناً پہنچ گئی ہوگی۔"

"کیا اس سے رابطہ قائم نہیں کرتے ہو؟"

"نہیں، وہ بڑی دوہری چالیں چل رہی ہے۔ تمہارے لیے ایک اطلاع یہ ہے کہ اس نے بابو نک مین کے دماغ میں گھس کر اسے سونیا کا عاشق بنا دیا ہے۔"

"کیا واقعی؟" اس نے مسکرا کر پوچھا "سونیا کا ردِعمل کیا ہے؟"

"وہ بھی بابو نک مین کی طرف مائل ہو رہی ہے۔"

"مجھے بے وقوف نہ بناؤ۔ سونیا مر جائے گی مگر تمہارے سوا کسی کا تصور نہیں کرے گی۔"

"یقین کرو رومانہ! وہ مجھ سے بدظن ہو گئی ہے کیونکہ میں دو بدن کے دو بچوں کا باپ بننے والا ہوں۔"

"فرہاد! میرا جی چاہتا ہے کہ زور زور سے ہنسنا شروع کر دوں مگر یہ ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے لوگ مجھے پاگل سمجھیں گے۔ تم اور باپ بن رہے ہو؟ یہ کیسی مضحکہ خیز بات ہے۔"

"میرا باپ بننا مضحکہ خیز کیسے ہو گیا؟"

"اب میں کیا کہوں۔ تصور میں بچوں کو فیڈر سے دودھ پلاتے نظر آ رہے ہو اور ان بچوں کے مستقبل کی فکر میں بوڑھے ہوتے دکھائی دے رہے ہو۔"

"بھئی تم بات کو کہاں سے کہاں لے گئیں۔ میں نے باپ بننے کے متعلق کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ یہ اپنی ہوسناک حماقت سے ایسا ہو گیا۔ اس سے پہلے سونیا نے کئی بار ضد کی۔ اب چونکہ میرے بچے اس کی گود میں نہیں دو بدن کی گود میں کھیلیں گے، اس لیے وہ مجھ سے بددل ہو گئی ہے۔ سمجھ رہی ہے کہ میں جان بوجھ کر اس سے کتراتا ہوں۔ اسے ہمیشہ اپنے سے دور رکھتا ہوں اور اس سے زیادہ دو بدن کو اہمیت دے رہا ہوں۔"

"وہ غلط نہیں سمجھ رہی ہے۔ تم نے بچوں کے سلسلے میں اپنی حماقت تسلیم کی۔ یہ بھی تسلیم کرو کہ تم نے ایک طویل عرصہ سے سونیا کو چھوڑ رکھا ہے۔"

"چلو اپنی یہ غلطی تسلیم کر لیتا ہوں۔"

"اب پہلی فرصت میں سونیا کی غلط فہمی دور کرو۔"

"نہیں روحانہ! زندگی کے نشیب و فراز کو سمجھنا دشوار ہوتا ہے اس سے زیادہ محبت کے نشیب و فراز کو سمجھ کر ثابت قدم رہنا دشوار ہو جاتا ہے۔ میں خاموش تماشائی ہوں۔ سونیا کو خود ہی عقل آ جائے گی کہ اپنا مرد دوسری باہوں میں جا کر بھی اپنا ہی رہتا ہے۔ پھول کو اڑنا نہیں آتا وہ اپنی شاخ پر رہتا ہے۔ بھنورا اڑتا ہے مگر گھوم پھر کر اس پھول کے پاس ہی آتا ہے۔"

"تمہاری محبت کا یہ فلسفہ سونیا کو بابو نک مین کی جھولی میں ڈال دیگا۔"

"نہیں، ابھی مجھے اطمینان ہے۔ ابھی وہ میری امانت بابو نک مین کے حوالے نہیں کرے گی۔"

"تمہیں اطمینان ہے تو میں خواہ مخواہ بحث نہیں کرنا چاہتی۔ چلو یہاں کے حالات پر باتیں کریں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک خوبرو جوان اس کی میز کے پاس آ کر بولا۔ "اگر تم مائنڈ نہ کرو تو میں یہاں بیٹھ جاؤں۔"

روحانہ نے گہری سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "مسکراؤ اور اسے لفٹ دو۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں کیسے مائنڈ کر سکتی ہوں۔ ریسٹورنٹ والوں نے یہ کرسیاں ہم سب کے لیے رکھی ہیں۔ البتہ تم مائنڈ کرو تو میں چلی جاؤں۔"

وہ بیٹھتے ہوئے بولا۔ "ارے نہیں، میں تو تمہارے ہی لیے یہاں آیا ہوں۔ بہت دیر سے تمہارے پیچھے پیچھے بازار میں گھوم رہا تھا مگر تمہارے ساتھ کوئی تھا۔"

روحانہ نے کہا۔ "ہاں، ابھی وہ واپس آنے والا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "میں جب تک نہ چاہوں، وہ واپس نہیں آ سکے گا۔ میرے آدمی اسے اٹھا کر لے گئے ہیں۔"

"اچھا۔" وہ سنجیدگی سے جیسے کاروباری انداز میں بولی۔ "کیا تم آدمیوں کو اٹھا کر کہیں سپلائی کرتے ہو؟"

"کیا تم مذاق سمجھ رہی ہو؟"

"نہیں، میں تو یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کیا عورتوں کو بھی اٹھا کر لے جانے کا کاروبار ہے؟"

"نہیں ڈارلنگ! میں حسین عورتوں کی قدر کرتا ہوں۔ بہت کم سچ بولتا ہوں اور یہ سچ بول رہا ہوں کہ تمہارا حسن اور شباب دونوں ہی غضبناک ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ تم جمناسٹک کی مشق کرتی ہو۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے۔"

"آج کل لڑکیاں بڑے شوق سے جوڈو کراٹے سیکھتی ہیں۔"

"ہاں میں بھی سیکھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"کہاں سے آئی ہو؟"

"کیا ضروری ہے کہ میں تمہارے سارے سوالوں کا جواب دوں؟"

"کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ تم مجھ سے میرے متعلق پوچھو، میں جواب دیتا رہوں گا۔"

روحانہ نے کہا۔ "میں قیافہ شناس ہوں۔ اپنے سامنے والے سے کچھ نہیں پوچھتی، اس کا چہرہ پڑھ لیتی ہوں۔"

"اچھا، تو پھر اپنا کمال دکھاؤ، میں اور زیادہ تمہاری قدر کروں گا۔"

"ابھی بتاتی ہوں۔" وہ مسکرا کر اس کا منہ تکنے لگی جیسے چہرہ پڑھ رہی ہو۔ اس نے سوچ کے ذریعہ مجھے مخاطب کیا۔ "کیا خیال ہے۔ تم اس کے متعلق بتاؤ گے یا میں قیافہ شناسی والی بات مذاق میں اڑا دوں؟"

میں نے کہا۔ "میں بول رہا ہوں۔ تم ٹھہر ٹھہر کر بولتی جاؤ۔"

وہ بولنے لگی۔ "تم ہندوستانی ہو، مگر تمہارے ماں باپ میں کوئی ایک انگریز تھا۔"

وہ سر ہلا کر بولا۔ "درست ہے۔ میری ماں انگریز تھی، باپ ہندوستانی۔ میں زیادہ ماں کے پاس مغربی ممالک میں رہا۔ بظاہر انگریز نظر آتا ہوں مگر میرا دل ہندوستانی ہے۔"

روحانہ نے کہا۔ "یہ سب کچھ تمہارے چہرے پر لکھا ہوا ہے۔ اپنا نام بتاؤ۔"

"کنور راج پال۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "کیا یہ نام چہرے پر نہیں لکھا ہے؟"

"نہیں۔" وہ بولی۔ "چہرے نام نہیں کام بتاتے ہیں۔ تم ایک ٹھنڈا دماغ رکھتے ہو مگر گرم دھندے کرتے ہو۔"

"بہت خوب! آگے بولو۔"

"تم فولادی ارادوں کے مالک ہو۔ میرے لیے جو بھی ارادہ کیا ہے اسے فولادی رکاوٹوں کے باوجود پورا کرو گے۔"

"کمال ہے، میں بہت دیر سے تمہیں تاڑ رہا تھا۔ میرا تجربہ کہتا تھا کہ تم بہت کام کی لڑکی ہو۔ اور تم میری توقع سے زیادہ باکمال ہو۔ اب میرا ارادہ سن لو، میں تمہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں اور تمہارے علم نے بتایا ہے کہ میں تمہیں لے جا کر ہی رہوں گا۔ بہتر ہے کہ اب خاموشی سے چلی چلو۔"

"میں انکار نہیں کروں گی مگر میں کسی پراسرار گروہ کے لوگوں میں گھری ہوئی ہوں۔ تم نے جس آدمی کو میرے پاس واپس آنے سے روکا ہے وہ اسی گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ لوگ ادھر ادھر پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ یقیناً ہم دونوں کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "میں سمجھ رہا تھا کہ تمہیں زبردستی لے جانا ہوگا مگر اب تم تعاون کر رہی ہو تو کسی کا باپ بھی مجھے نہیں روک سکے گا۔ چلو اٹھو۔"

وہ اٹھنے لگا، روحانہ نے کہا۔ "ایک منٹ! کراؤن ہوٹل میں میری اٹیچی ہے۔ اسے لوں گی کیونکہ اس میں میرا پاسپورٹ ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "پاسپورٹ اور قانون سیدھے سادے شریف لوگوں کے لیے ہوتے ہیں۔ تم چلو، میں تمہارے لیے ڈھیر سارے پاسپورٹ بنوا دوں گا۔"

"میرے لیے اپنا ایک ہی پاسپورٹ کافی ہے۔ میں اپنی اٹیچی لیے بغیر نہیں جاؤں گی۔"

"یہ تمہاری ضد ہے۔ کیا میرا چہرہ تمہیں یہ نہیں بتا رہا ہے کہ میں کسی کی ضد برداشت نہیں کرتا؟"

"ہاں۔ تمہارا چہرہ یہ بھی بتا رہا ہے کہ تم عورتوں کی جائز بات مان لیا کرتے ہو۔"

وہ مسکرانے لگا۔ "اچھی بات ہے چلو، مگر یہ نہ سمجھنا کہ وہاں ہوٹل میں تمہارے آدمی مجھے کوئی نقصان پہنچا سکیں گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی بولی۔ "میں بتا چکی ہوں کہ وہ میرے آدمی نہیں ہیں مگر تمہیں بتائے دیتی ہوں کہ وہ سب خطرناک ہیں۔"

"کتنے ہیں؟ کمرہ نمبر بتاؤ۔"

"کمرہ نمبر تین اور چار میں چار آدمی ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اور بھی ہوں گے جنہیں میں نہیں جانتی۔"

"میں سب سے نمٹ لوں گا۔ اب تو چلو۔"

وہ بیرے کو کافی کے بل کے طور پر ایک بڑا سا نوٹ دے کر کنور راج پال کے ساتھ جانے لگی۔ وہ ساتھ چلتے ہوئے بولا۔ "تم اتنی پرکشش اور باوقار ہو کہ تمہارے ساتھ چلتے ہوئے شاہانہ شان و شوکت کا احساس ہوتا ہے۔ تم یقیناً کسی اونچے خاندان سے تعلق رکھتی ہو۔"

وہ بولی۔ "میرے خاندان میں دو ہی افراد ہیں۔ ایک میں، دوسرا میرا محبوب ہے۔"

"اس محبوب کو بھول جاؤ۔ اب میں آگیا ہوں۔"

"میری محبت بڑی مہنگی پڑتی ہے۔ اگر تم یہ مہنگائی برداشت کر لو گے تو پھر سوچوں گی۔ ابھی تم مجھے یہاں سے بخیریت لے جانے کے متعلق سوچو۔"

وہ ایک سڑک پار کر کے دوسری طرف پہنچے۔ وہاں سرخ رنگ کی ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہاں دو جوان کھڑے ہوئے تھے۔ کنور راج پال نے ان سے ہندوستانی زبان میں کہا۔ "کراؤن ہوٹل کے کمرہ نمبر تین اور چار میں چار آدمی ہیں، وہاں سے ایک اٹیچی لے کر آنا ہے۔"

کنور نے گھوم کر روحانہ سے پوچھا۔ "اٹیچی کی پہچان بتاؤ۔ وہ کس کمرے میں ہے؟"

"کمرہ نمبر تین میں سرخ رنگ کی اٹیچی ہے۔"

کنور نے اپنے آدمیوں سے پوچھا۔ "سن لیا نا؟ میں دھرم شالہ کے پیچھے میدانی راستے پر انتظار کروں گا۔ اپنے ساتھ جتنے آدمی لے جانا چاہو لے جاؤ۔ میں آدھے گھنٹے کا وقت دے رہا ہوں، جاؤ۔"

وہ لوگ دوسری کار میں بیٹھ کر چلے گئے۔ روحانہ کنور کے ساتھ سرخ رنگ کی کار میں بیٹھ گئی۔ کنور نے ایک بٹن دبایا، ڈیش بورڈ کا خانہ کھل گیا۔ اندر شراب کی بوتل، ٹرانسمیٹر، ریوالور اور نوٹوں کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے دوسرا بٹن دبایا۔ ایک ٹرے میں شراب کی بوتل اور دو گلاس سرکتے ہوئے سامنے آ گئے۔ اس نے کہا۔ "جام بناؤ۔"

"میں کسی نشہ کو ہاتھ نہیں لگاتی۔ میرا محبوب ایسی چیزوں کو پسند نہیں کرتا۔"

وہ کھڑکی کے باہر تھوکتے ہوئے بولا۔ "پھر تو وہ نامرد ہوگا۔"

روحانہ ایک دم سے گرم ہو گئی۔ وہ ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر مارنا چاہتی تھی مگر میں نے روک دیا۔ "نہیں روحانہ! غصہ نہ دکھاؤ۔ ذرا برداشت کرو۔ اس کے ساتھ جا کر تم ریڈ پانڈا والوں سے دور جا سکو گی۔"

روحانہ کی سوچ نے کہا۔ "تمہیں نامرد کہلانا پسند ہے تو میں برداشت کر لیتی ہوں۔"

"میری جان! اس کے کہہ دینے سے کیا ہوتا ہے۔ تم تو اپنے مرد کو پہچانتی ہو نا؟"

وہ بے اختیار مسکرانے لگی، کنور نے پوچھا۔ "تم میرے ریمارک پر مسکرا رہی ہو۔ کیا واقعی وہ کمبخت مرد نہیں ہے؟"

وہ شوخی سے بولی۔ "وہ تو ایسا ہے کہ اس کے تصور سے اس کی محبوبہ کو جھرجھری سی آ جاتی ہے۔"

وہ ناگواری سے سخت لہجے میں بولا۔ "میرے سامنے کسی کا قصیدہ مت پڑھو۔ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے؟ میں اس کی زندگی مختصر کر دوں گا۔"

"کنور! کیا تم سمجھتے ہو کہ اس دنیا میں کوئی تم پر سوا سیر نہیں ہو سکتا؟"

"میرا اپنا تجربہ یہی ہے۔ میرے سامنے آج تک جو بھی سوا سیر آیا میں نے اسے سوا چھٹانک کا بھی نہیں رہنے دیا۔ بہرحال میں آگے بڑھنے سے پہلے ایک پیگ پینا چاہتا ہوں۔ میرے حسین ساقی! جام بڑھاؤ۔"

"میں ساقی نہیں ہوں، میرا نام روحانہ ہے اور روحانہ نے آج تک کسی کے لیے جام نہیں بنایا۔"

وہ غرا کر دیکھنے لگا۔ وہ مسکرانے لگی۔ "کیا تم دیکھنا چاہتی ہو کہ میں کیسا جابر ہوں؟"

"کسی دوسرے وقت دیکھ لوں گی۔ ابھی سرعام تماشہ بننے سے کیا فائدہ؟"

اس نے چبھتی ہوئی نظروں سے روحانہ کو دیکھا۔ پھر ایک بٹن دبایا۔ شراب کی ٹرے خانے کے اندر چلی گئی۔ ڈیش بورڈ بند ہو گیا۔ پھر وہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "یہ ٹھیک ہے۔ میں سرعام تمہیں تماشہ نہیں بنانا چاہتا۔ ابھی ہم جہاں جا کر تمہاری اٹیچی کا انتظار کریں گے، وہاں تم میرے

لیے جام بناؤ گی۔"

وہ خاموش رہی۔ کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھتی رہی۔ کنور نے کہا "میں تمہارا ٹائپ سمجھ گیا ہوں۔ تم اذیت پسند عورت ہو۔ مرد کو غصہ دلاتی ہو تاکہ وہ تمہاری پٹائی کرے، تمہیں خوب اذیتیں پہنچائے۔ تمہارے جیسی عورتوں کو بے ہوشی کی حد تک مار کھا کر تسکین حاصل ہوتی ہے۔"

"ہائے کنور! تم نے مجھے بالکل ہی سمجھ لیا ہے۔ میرا محبوب مجھے بڑی اذیتیں پہنچاتا ہے۔ اتنی اذیتیں کہ میں تھک ہار کر اس کی آغوش میں چلی جاتی ہوں۔ اب تم بھی سن لو۔ جب تک تم مجھے اذیتیں نہیں پہنچاؤ گے میں تمہارے لیے جام نہیں بناؤں گی۔"

وہ گاڑی کے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے بولا "ایک نیلے رنگ کی کار بہت دیر سے ہمارے پیچھے چلی آ رہی ہے۔ پیچھے دیکھ کر بتاؤ کیا وہ تمہارے ساتھیوں کی کار ہے؟"

وہ بولی "ہم آج دوپہر کو یہاں پہنچے ہیں۔ اب تک ہمارے پاس کوئی کار نہیں تھی۔ ویسے تم جنہیں میرا ساتھی کہہ رہے ہو۔ وہ سب ایک [illegible] ہی خطرناک تنظیم کے لوگ ہیں۔ ساری دنیا میں ان کے ایسے ذرائع ہیں کہ منٹوں میں اپنے لیے کار، کرنسی اور ہتھیار وغیرہ مہیا کر لیتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اس دنیا میں کتنی ہی خطرناک تنظیمیں ہیں۔ ان میں سے آج تک کسی نے فرہاد علی تیمور کا کچھ نہیں بگاڑا۔ کیا تم نے فرہاد کا نام کبھی سنا ہے؟"

رومانہ نے ہونٹوں پر آنے والی مسکراہٹ کو چھپاتے ہوئے پوچھا "کیا یہ فرہاد تمہارا کوئی ساتھی ہے؟"

"کیا تم اخبارات نہیں پڑھتی ہو؟ آج کل دنیا کے اخبارات میں اس کی تصویریں اور اس کے کارنامے شائع ہو رہے ہیں۔ کو الالمپور میں اس کی ناکہ بندی کی جا رہی ہے۔ اگر اخباری رپورٹ کے مطابق وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو اپنے علم کے ذریعے ملایا کی سرحد پار کرے گا۔ لیکن یہ ٹیلی پیتھی والی بات ناقابلِ یقین ہے۔ یہ بھی کوئی یقین کرنے کی بات ہے کہ وہ دوسروں کی سوچ پڑھ لیتا ہو؟"

وہ بولی "میں نے تو سنا ہے کہ ٹیلی پیتھی ایک باقاعدہ علم ہے جسے سیکھا جا سکتا ہے۔"

"بکواس ہے۔ جب یہ اخبارات والے کسی کو شہرت کی بلندیوں پر پہنچانا چاہتے ہیں تو سچائی میں تھوڑا سا جھوٹ ملا کر اسے ہیرو بنا دیتے ہیں۔ فرہاد کے ساتھ بھی ٹیلی پیتھی کا دم چھلا لگا کر اسے ایک پُراسرار شخص بنا رہے ہیں۔"

"مگر تم ابھی خود ہی فرہاد کو ہیرو بنا رہے تھے کہ دنیا کی خطرناک تنظیمیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔"

"ہاں اخبارات پڑھنے سے وہ فولادی معلوم ہوتا ہے۔ میں ایسے انمول ہیروں کی تلاش میں رہتا ہوں۔ میں نے اپنے جاسوس کو الالمپور میں پھیلا دیئے ہیں۔ وہ کسی طرح فرہاد کو تلاش کر کے میرے پاس لے آئیں گے۔"

کنور باتوں کے دوران عقب نما آئینے میں دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ نیلی کار برابر تعاقب کر رہی تھی۔ رومانہ نے پوچھا "اچھا تو فرہاد جیسے لوگ تمہارے لیے انمول ہیرے اور مجھ جیسی لڑکیاں قیمتی نگینہ کہلاتی ہیں؟ تم ایسے جوہری بن کر کیا کرتے ہو؟"

"جوہری دولت ہی کمایا کرتے ہیں۔ اب یہ نہ پوچھنا کہ کیسے دولت کمائی جاتی ہے۔ تم ایسی بچی نہیں ہو کہ سمجھ نہ سکو۔"

"وہ تو میں سمجھتی ہوں کہ تم ناجائز دھندے کرتے ہو مگر دھندوں کی بھی قسمیں ہوتی ہیں۔"

"تم قیافہ شناس ہو خود معلوم کر لو۔"

رومانہ نے میری سوچ کے مطابق کہا "تمہاری سانسوں سے چرس کی بو آ رہی ہے۔ دھندا یہی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "بے شک یہی دھندا ہے مگر میں نے چرس کو منہ نہیں لگایا۔"

"پہلے میری پوری بات سن لو۔ تم رئیسِ اعظم ہو مگر کسی کے ماتحت رہ کر کام کرتے ہو۔"

وہ ناگواری سے بولا "تمہاری قیافہ شناسی غلط ہے۔"

"کنور! چہرے جھوٹ نہیں بولتے۔ تمہارے چہرے پر بظاہر رعب داب دبدبہ ہے مگر میں پڑھنے والی جانتی ہوں کہ یہ ایک محکوم کا چہرہ ہے۔"

"مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ میں کسی سالے کا حکم نہیں مانتا۔"

وہ ایک دھرم شالہ کے پیچھے ایک میدان میں پہنچ گئے۔ کنور نے گاڑی روک دی۔ وہاں دور تک کتنی ہی سیاحوں کی بڑی بڑی ویگن کاریں نظر آ رہی تھیں۔ کھلے میدان میں بہت سے ہپی لڑکے لڑکیاں چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی صورت میں اِدھر اُدھر بیٹھے ہوئے چرس کا دم لگا رہے تھے۔ وہ نیلی کار بھی وہاں پہنچ گئی۔ اس کار کا دروازہ کھلنے کے بعد چیانگ شی کا نظر آیا۔ کنور اور رومانہ بھی کار سے باہر آ گئے تھے۔ چیانگ شی کا نے دور سے طنزیہ انداز میں پوچھا "رومانا کیا یہ نیا یار بنا لیا ہے؟"

کنور نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "ہاں بیٹے! تمہاری اماں جان نے مجھے پسند کر لیا ہے۔"

چیانگ شی کا نے ہنستے ہوئے کہا "بہتر ہے کہ ہم دونوں بے وقوف نہ بنیں یہ لڑکی سب کی اماں جان ہے۔ اس سے دور رہو ورنہ فرہاد علی تیمور کو اپنا باپ بنانا پڑے گا۔"

کنور نے چونک کر پوچھا "کیا مطلب؟ کیا تم فرہاد کو جانتے ہو؟"

چیانگ شی کا نے رومانہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ہاں! یہ فرہاد کی جاگیر ہے۔"

کنور نے حیرانی سے پوچھا "کیوں رومانہ! کیا یہ درست ہے؟ کیا تم قیافہ شناس نہیں ہو؟"

"قیافہ شناس ہے" چیانگ شی کا نے زبردست قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

[illegible] اس نے تمہارا چہرہ پڑھ کر تمہارے راز کی باتیں تمہیں بتائی ہوں گی... [illegible] اے احمق! فرہاد تمہاری سوچیں پڑھ چکا ہے۔ اس وقت بھی [illegible] اس لڑکی کے ذریعے اپنی دماغی آنکھوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہا ہے۔"

وہ بے یقینی سے بولا "میں نہیں مانتا کہ ٹیلی پیتھی کا علم اتنا ایڈوانس [illegible] چکا ہے کہ وہ کہیں بیٹھا ہوا ہماری سوچیں پڑھ رہا ہوگا اور ہماری باتیں [illegible] سن رہا ہوگا۔"

"تمہیں یقین نہیں ہے تو اس لڑکی کو چھیڑ کر دیکھ لو، تمہاری کھوپڑی [illegible] گھوم جائے گی۔"

رومانہ کار سے ٹیک لگائے کھڑی... مسکرا کر انہیں دیکھ رہی تھی۔ [illegible] کنور سوچ رہا تھا "مجھے یقین کر لینا چاہیے کہ میرے ساتھ ٹیلی پیتھی کا چکر [illegible] چل رہا ہے۔ میرے اس راز کو کوئی نہیں جانتا کہ میں کسی کے ماتحت رہ کر کام [illegible] کرتا ہوں۔ سب مجھے بگ باس اور نیپال کا بے تاج بادشاہ کہتے ہیں لیکن [illegible] رومانہ نے سمجھ لیا کہ میں کسی کا محکوم ہوں، کیسے سمجھ لیا؟"

وہ رومانہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی [illegible] اس پُراسرار آدمی نے مجھ سے معاہدہ کیا تھا۔ میرے پاس رومانہ کی تصویر [illegible] بھیجی تھی کہ یہ لڑکی آج کھٹمنڈو پہنچ رہی ہے۔ اسے اس کے ساتھیوں سے [illegible] چھڑا کر پھر اسے میک اپ میں چھپا کر دہلی پہنچا دیا جائے۔ اس کام کا معاوضہ [illegible] ایک لاکھ روپے تک [illegible]

اس کی سوچ کے دوران چیانگ شی کا نے کہا "رومانہ اب تک [illegible] فرہاد تمہیں لینے یہاں نہ آئے تم ہمارے پاس اس کی امانت ہو، آؤ چلو۔"

اتنے میں تیسری گاڑی وہاں آ کر رُک گئی۔ کنور کے چار ماتحت [illegible] گاڑی سے اتر رہے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں رومانہ کی اٹیچی تھی۔ کنور نے [illegible] چیانگ شی کا سے کہا "مسٹر! یہ اٹیچی دیکھ کر تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ رومانہ [illegible] میرے ساتھ جا رہی ہے۔ بہتر ہے تم اسے بھول جاؤ۔ ورنہ میرے آدمی تمہیں [illegible] بھلا دیں گے۔"

رومانہ اپنی اٹیچی کے ساتھ کنور کی کار میں بیٹھ رہی تھی۔ چیانگ شی کا [illegible] اسے روکنے کے لیے آگے بڑھا۔ چار آدمیوں نے اس کا راستہ روک لیا۔ پھر [illegible] ہنگامہ شروع ہو گیا۔ کنور نے اسٹیئرنگ سیٹ کے پیچھے بیٹھ کر کار اسٹارٹ [illegible] کی پھر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے چلنے لگا۔ رومانہ نے کہا "اس کا [illegible] چیانگ شی کا ہے۔ بہت ہی خطرناک فائٹر ہے۔ تمہارے چاروں آدمیوں [illegible] کی ہڈیاں توڑ کر رکھ دے گا۔"

"میرے آدمیوں کو جب شکست ہو گی تو وہ ریوالور نکال لیں گے۔"

"وہ لباس کے نیچے بلٹ پروف شیلڈ پہنتا ہے۔"

اس نے ڈیش بورڈ سے ٹرانسمیٹر نکال کر کسی سے رابطہ قائم کرنے کے [illegible] بعد کہا "راج محل کی سڑک پر سیاہ رنگ کی کار لے کر فوراً پہنچو۔ ہری اپ۔ [illegible] اوور اینڈ آل۔"

وہ ٹرانسمیٹر کو واپس رکھتے ہوئے بولا "میں تمہیں ایک کاٹیج میں پہنچاؤں گا۔ وہاں تمہارا حلیہ بدل کر دو گھنٹے بعد ہپیوں کی ایک جماعت کے ساتھ تمہیں دہلی بھیج دیا جائے گا۔"

دس منٹ کے بعد وہ راج محل کی سڑک پر پہنچ گئے۔ وہاں سیاہ رنگ کی کار موجود تھی۔ وہ دونوں سرخ رنگ کی کار چھوڑ کر اس میں بیٹھ گئے گاڑی پھر آگے بڑھ گئی۔ اسی وقت ٹرانسمیٹر پر کال موصول ہوئی۔ ایک ماتحت نے بتایا کہ چیانگ شی کا آدمی نہیں شیطان ہے۔ اس نے تین کو مار گرایا۔ چوتھے نے اس پر فائرنگ کی مگر اس پر اثر نہ ہوا۔ اس چوتھے آدمی نے فرار ہو کر اپنی جان بچائی تھی اور ٹرانسمیٹر کے ذریعے رپورٹ سنا رہا تھا۔

کنور نے ٹرانسمیٹر کو بند کر کے رکھ دیا۔ اسے اطمینان تھا کیونکہ وہ کار بدل چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد رومانہ روپ بدلنے والی تھی۔ چیانگ شی کا اب اس کی گرد کو بھی نہ پا سکتا تھا۔ رومانہ نے مجھ سے کہا "فرہاد! یہ تو خود ہی مجھے دہلی پہنچا رہا ہے۔"

"ہاں ایک پُراسرار شخص نے کنور سے ایک لاکھ روپے میں سودا کیا ہے۔ اس کے عوض وہ تمہیں دہلی پہنچا رہا ہے۔ یقیناً اس شخص کو معلوم تھا کہ تم آج کھٹمنڈو پہنچ رہی ہو۔ یہ بات صرف ریڈ پاور کے آدمی جانتے تھے اور تم ریڈ پاور والوں کے درمیان تھیں، تمہیں ان سے چھیننے والا وہ پُراسرار آدمی سپر ماسٹر سے تعلق رکھتا ہوگا۔"

"لیکن سپر ماسٹر کو کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں کا سفر کر رہی ہوں؟"

"ہاں۔ یہ غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ دونوں تنظیمیں ہمارے متعلق کیسے معلوم کر لیتی ہیں؟"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ ہم دونوں غور کر رہے تھے پھر رومانہ نے کہا "تم سپر ماسٹر کے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھول رہے ہو جو مونا کے دماغ میں چھپ کر رہتا ہے۔ کیا وہ چپکے سے تمہاری سوچیں نہیں پڑھتا ہوگا؟"

میں نے اچانک جاپانی زبان میں کہا "تم نے خوب یاد دلایا۔ ہمیں آئندہ اسی زبان میں پرائیویٹ باتیں کرنا چاہئیں وہ شاید یہ زبان نہ جانتا ہو۔"

اس نے پوچھا "اب کیا ہوگا؟ سپر ماسٹر کے آدمی تو مجھے دہلی میں دیکھتے رہیں گے، میں جن ہپیوں کے ساتھ جانے والی ہوں وہ شاید سپر ماسٹر کے مہرے ہوں۔"

"ہونے دو، تم دہلی پہنچو پھر دیکھا جائے گا۔"

کنور نے ایک کاٹیج کے سامنے گاڑی روک دی۔ رومانہ اپنی اٹیچی لے کر اتر گئی۔ کنور ٹرانسمیٹر اٹھا کر دروازے پر آیا۔ پھر جیب سے چابیاں نکال کر اسے کھولتے ہوئے مسکرا کر بولا "یہ میری عیاشی کی جگہ ہے۔ یہاں صرف حسین لڑکیاں میرے ساتھ آتی ہیں۔"

وہ جواباً مسکرا کر بولی "تمہاری صورت ہی بتا دیتی ہے کہ بے حد حرامی ہو۔"

اس نے دروازہ کھول کر کہا "بعض لڑکیاں پہلے گالیاں دیتی ہیں، پھر میرے تلوے چاٹنے لگتی ہیں۔ اندر چلو۔"

وہ اندر آ گئی۔ کنور نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد ٹرانسمیٹر

www.urdubooksfree.pk

کے ذریعہ کسی کو حکم دیا کہ ایک نہایت ہی خوبصورت لیڈیز پرس اور اٹیچی خرید کر لائی جائے۔ پھر وہ ٹرانسمیٹر بند کرتے ہوئے بولا "وہ چیانگ شی کا کتا تمہارے پرس اور اٹیچی سے پہچان سکتا ہے لہٰذا یہ چیزیں بھی بدل جانا چاہئیں۔"

وہ کاٹج بڑی خوبصورتی سے سجا ہوا تھا۔ دیواروں پر بڑی بڑی ننگی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ وہ خواب گاہ میں پہنچ کر بولا "میں بستر پر سے جانے سے پہلے پیتا ہوں۔ وہ رہا شراب کا کیبنٹ، اسے کھول کر میرے لیے جام بناؤ، میں انکار نہیں سنوں گا۔"

وہ اٹیچی اور پرس کو ایک طرف رکھ کر بہ آواز بلند مجھ سے بولی۔ "کیوں فرہاد! انکار کی صورت میں مجھے ہاتھ پاؤں ہلانا ہوگا یا تم نمٹ لوگے؟"

میں نے کہا "یہ کنور بھی زبردست فائٹر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم ہی بازی لے جاؤ گی مگر لڑائی جھگڑے میں بڑا وقت ضائع ہوگا۔ تم خاموشی سے میک اپ کرنا شروع کرو۔ میں اسے ہینڈل کرتا ہوں۔"

رومانہ نے ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آکر دیکھا۔ وہاں میک اپ کا تمام سامان موجود تھا۔ وہ آئینے کے سامنے بیٹھ گئی۔ کنور مسکراتے ہوئے آگے بڑھا، تاکہ اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اسے کھینچتے ہوئے شراب کے کیبنٹ تک لے جائے۔ وہ رومانہ کے پیچھے پہنچا مگر اپنے ہی سر کے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر خود کو کھینچتا ہوا شراب کے کیبنٹ تک پہنچ گیا۔ پھر میں نے اس کے دماغ کو اپنی مٹھی سے آزاد کر دیا۔ وہ بوکھلا کر کبھی خود کو اور کبھی رومانہ کو دیکھنے لگا۔ وہ آرام سے بیٹھی میک اپ میں مصروف ہو گئی تھی اور کنور سوچ رہا تھا کہ وہ خود اپنے ہی بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر رومانہ کے پاس سے واپس کیوں آگیا؟

اس نے سوچا "کیا یہ فرہاد کی ٹیلی پیتھی ہے؟ نہیں، یہ ٹیلی پیتھی نہیں ہے میں ابھی جا کر اس مغرور جوانی کو دبوچ لوں گا۔"

میں اس کے دماغ میں پھر بیٹھ گیا۔ وہ رومانہ کی طرف بڑھا میں نے اسے واپس گھما دیا۔ وہ ضد میں آکر پھر پلٹ گیا۔ میں نے پھر اسے پلٹا دیا۔ اب وہ سنجیدگی سے ٹیلی پیتھی کے بارے میں سوچنے لگا۔ پھر اس نے رومانہ سے پوچھا "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ آئینے میں دیکھتی ہوئی بولی "یہ تمہاری عیاشی کی جگہ ہے کوئی تمہارے ساتھ عیاشی کر رہا ہوگا۔"

وہ آگے بڑھ کر بولا "کیا فرہاد مجھے تمہارے پاس آنے سے روک رہا ہے؟"

"تم تو میرے پاس آ ہی گئے ہو۔"

اس نے اچانک ہی رومانہ کو طمانچہ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ مگر وہ ہاتھ چہرے کے قریب سے گزر گیا۔ دوسری بار اس کا ہاتھ رومانہ کے سر کے اوپر سے گزرا۔ وہ بولی "ٹھیک ہے مکھیاں اڑاتے رہو۔"

اس نے جھلا کر اس پر چھلانگ لگائی۔ وہ سامنے بیٹھی ہوئی تھی اور چھلانگ اس کی مرضی کے خلاف پیچھے کی طرف لگی۔ وہ فرش پر گر پڑا۔ پھر فوراً ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پاس رکھے ہوئے ایک پیتل کے گلدان کو اٹھا لیا۔ اس کا

ٹارگٹ رومانہ کا سر تھا۔ اس کے برعکس وہ اپنے سر پر گلدان سے ضربیں لگاتا رہا ایک بار، دو بار، چار بار، وہ ساری ضربیں شدید تھیں۔ اس کے سر سے بہتا ہوا لہو چہرے کو لال کر رہا تھا۔ پھر وہ ایک صوفے پر گر کر ساکت ہو گیا۔

رومانہ نے میک اپ کرتے ہوئے پوچھا "اچھا تو اپنا ہی لہو اچھالنے کی عیاشی کرتے ہو؟"

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے وہ بیٹھی ہوئی رومانہ کو دیکھ رہا تھا۔ کہہ رہا تھا "جب میرا دماغ ہی میرے بس میں نہیں رہتا تو میں کیا کروں، میں ضد میں آکر زخمی ہو گیا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھے ہلاک بھی کر سکتا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "ہاں میں ایسے نادیدہ دشمن کی طرح ہوں جس پر ہاتھ نہیں لگا سکتا جو موجود نہ ہو اور موجود ہو۔ مجھے فوراً ہی اپنی مرہم پٹی کرنا چاہیے"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر باتھ روم میں آگیا۔ فرسٹ ایڈ باکس کھول کر وہ سوچتے ہوئے اس نے سوچا "کیا فرہاد یہاں باتھ روم کے اندر بھی ہوگا؟ مجھے معلوم کرنا چاہیے کہ وہ یہاں ہے یا نہیں؟"

اس نے ایک بیک اپنے منہ پر ایک زور کا طمانچہ رسید کیا۔ میں نے اس کے ذہن کو آزاد چھوڑا تو وہ بوکھلا کر بولا "اں۔ ہاں۔ ہے، وہ یہاں موجود ہے"

پھر وہ بڑی شرافت سے اپنی مرہم پٹی میں مصروف ہو گیا۔ میں اس کے ساتھ لگا رہا۔ مرہم پٹی کے بعد میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں ایسی ذلت اٹھانے کے بعد رومانہ کو اپنے سامنے برداشت نہیں کر سکوں گا۔ بہتر ہے کہ اس کا میک اپ ختم ہوتے ہی اسے دہلی کے لیے رخصت کر دوں۔"

اس نے ٹرانسمیٹر اٹھا کر رابطہ قائم کیا۔ کسی کو حکم دیا کہ ہیتی ٹیم اپنی کار کے ساتھ کاٹج کے سامنے آ جائے۔ وقت سے پہلے روانگی ہوگی۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے بیرونی دروازے کو کھولا۔ اس کا ماتحت رومانہ کے لیے پرس اور اٹیچی لے کر آیا تھا۔ کنور شراب کی بوتل لے کر اپنے بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اپنے ماتحت کے ہاتھوں سے پرس اور اٹیچی کو رومانہ کے پاس بھیج دیا۔ خود اس سے سامنا کرنے سے کترا رہا تھا۔

آدھ گھنٹہ بعد ہیتیوں کی ایک ٹیم وہاں پہنچ گئی۔ رومانہ نے ایک پاسپورٹ کی تصویر کے مطابق میک اپ کیا تھا۔ اب وہ بدن سے تندرست والی ایک ہیتی لڑکی بن گئی تھی اور اس کا نام مارتھا ایڈورڈ تھا۔ تب کنور نے اس کا سامنا کیا۔ کیونکہ حسن رومانہ کے سامنے جاتے ہوئے جھینپ رہا تھا اب وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ بہرحال وہ ہیتیوں کے ساتھ ویگن کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئی۔ کنور سے پیچھا چھوٹ گیا۔

میں نے چیانگ شی کا کی خبر لی۔ وہ ایئرپورٹ پہنچ گیا تھا تاکہ کوئی لیلیٰ کو کسی طیارے کے ذریعے نہ لے جائے۔ اس نے ریڈ پاور کے دوسرے آدمیوں کو مختلف راستوں کی ناکہ بندی پر مامور کر دیا تھا۔ ہائی وے پر اس کے آدمی گزرتی ہوئی گاڑیوں کو روک کر اندر جھانکتے تھے۔ کسی لڑکی پر شبہ ہوتا تو اس کے چہرے کو چھو کر ٹٹول کر میک اپ کا اندازہ کرتے تھے، پھر انہیں جانے کی اجازت دے دیتے تھے۔ رومانہ کی گاڑی کو بھی روکا گیا۔ اگر وہ رومانہ پر شبہ کرتے

...ان کے شبہے کو سوچ کے ذریعے یقین میں بدل دیتا، مگر ایسا نہیں ہوا۔ شاید بے شمار گاڑیوں کے مسافروں کو چیک کرتے کرتے اکتا گئے تھے، انہوں نے سرسری نظروں سے دیکھ کر انہیں جانے کی اجازت دے دی۔

میں نے کہا "رومانہ! اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تم سفر جاری رکھو۔ ...میں جا رہا ہوں۔"

ہم بنکاک پہنچ گئے۔ اپنی مصروفیت کے باعث میں کتنی ہی باتیں بھول جاتا ہوں۔ اس دوران میں اس اجنبی میزبان کو بھول گیا تھا جس نے کوالالمپور میں بڑی بے لوث دوستی اور مہمان نوازی کا ثبوت دیا تھا مگر اس کی بدمعاشی یہ تھی کہ مجھ سے اب تک چھپا ہوا تھا۔ مجھے دوستی کا فریب دے کر ملایا کے ...ل میں خفیہ تہہ خانہ پر قابض ہو گیا تھا۔ چیانگ بلانزہ پر بھی دو بار ریڈ پاور ...قبضہ ہو گیا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اجنبی میزبان ریڈ پاور کا کوئی ...ت ہی چالاک باس یا خود ماسک مین ہے۔

یہاں یہ ذکر چھیڑنے کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت میں انتونی کے میک اپ ...تھا اور وہ اجنبی میزبان مجھے اس روپ میں پہچانتا تھا۔ یقیناً وہ یا اس کے ...ے میری نگرانی کر رہے ہوں گے۔ میں چاہتا تھا کہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو ...وں مگر فی الحال یہ ممکن نہ تھا۔

شرلاک کی بڑی خواہش تھی کہ مجھے اپنے خاندان والوں میں لے جائے ...ن میں اس کے سیکرٹری انتونی کے میک اپ میں تھا۔ انتونی کو اس کے تمام ...ندان والے جانتے تھے۔ وہاں شرلاک میرے ساتھ بے تکلفی سے باتیں نہیں ...کر سکتا تھا۔ پھر یہ کہ ابھی بے بی کو بھی اپنے خاندان والوں سے دور رکھنا تھا۔ ...دوسرے یہ کہ سوتیلی ماں اور سوتیلے بھائی بہن کا ایک نیا خاندان پیدا ہو گیا تھا۔ آخر ...طے پایا کہ ہم سب شرلاک کی ایک پرائیویٹ کوٹھی میں ٹھہریں گے۔

مختصر یہ کہ ہم اس پرائیویٹ کوٹھی میں پہنچ گئے۔ شرلاک سے تنہائی ...میں باتیں ہوئیں۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ شام تک میرے لیے میک اپ کا ...سامان لے کر آئے گا۔ پھر میں اپنا حلیہ بدل لوں گا۔ اس کے جانے کے بعد میں ...نے بے بی سے کہا "میں تقریباً ایک گھنٹے سے تمہارے ساتھ ہوں۔ اب تم اپنی ...ممی وغیرہ سے باتیں کرو۔ میں تنہائی چاہتا ہوں۔"

"بھائی اب تو آپ میک اپ بدل دیں گے۔ ممی اور تانیہ اور ...ڈرومی یہ سب کچھ دیکھیں گے۔ خواہ مخواہ تجسس میں مبتلا رہیں گے۔ آپ ...سے بہتر سمجھ سکتے ہیں کہ کیا وہ قابل اعتماد ہیں یا نہیں؟ اگر اعتماد کے قابل ...ہیں تو انہیں اپنی اصلیت بتا دیں۔"

میں نے کہا "ممی پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ تانیہ ڈرپوک ہے اور اسٹر ...الی بچہ ہے۔ وہ کسی نہ کسی کے سامنے میری اصلیت اگل دیں گے۔"

"تو پھر وہ لوگ آپ کو دوسرے میک اپ میں دیکھ کر کیا سوچیں گے؟"

"میں چپ چاپ دوسرا میک اپ کروں گا اور ان کے سامنے آئے بغیر یہاں سے شرلاک کے ساتھ چلا جاؤں گا۔"

"یعنی مجھے بھی چھوڑ کر چلے جائیں گے؟"

"نہیں، جب تک اس ملک میں ہوں کسی نہ کسی بہانے تمہارے قریب رہوں گا۔"

وہ خوش ہو کر چلی گئی۔ میں نے ایک کمرے میں آکر دروازے اور کھڑکیوں کو بند کرنے کے بعد پردے کھینچ دیئے۔ اس کمرے اور باتھ روم کا جائزہ لیا پھر اطمینان سے بیٹھ کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے کیبن میں تنہا تھی۔ جہاز ایک گھنٹے بعد کراچی کی بندرگاہ پر پہنچنے والا تھا۔ وہ سوٹ کیس کھول کر اپنا ایک لباس تہہ کر کے رکھ رہی تھی۔ میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ اب سوچ کے ذریعے اس سے گفتگو کرنا چاہیے۔ اب اس سے دوری ایک دوسرے سے دائمی جدائی کا باعث بن سکتی تھی۔

میں نے اسے بھولے سے مخاطب کیا۔ وہ حیرت سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پہلے اسے یقین نہیں آیا کہ اس کے دماغ میں میرا لہجہ ابھر رہا ہے۔ میں نے کہا "میری جان! یہ میں ہوں تمہارا فرہاد۔ یقین کرو۔"

یقین کرتے ہی وہ ناگواری سے بولی "کہو میری یاد کیسے آگئی؟"

میں نے کہا "تمہاری یاد کب نہیں آئی ہر سانس کے ساتھ آتی مگر میں خیال خوانی سے محروم تھا۔"

"مجھے تمہاری خیال خوانی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "بھئی غصہ کیوں دکھا رہی ہو؟"

وہ طنزیہ انداز میں بولی "ہاں مجھے غصہ نہیں خوشی کا اظہار کرنا چاہیے تمہیں بچوں کا باپ بننے کی مبارکباد دینا چاہیے۔"

"بچوں کا باپ؟ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"اے میرے صاحب انجان نہ بنو۔ اگر میرے سامنے ہوتے تو میں تمہارا منہ توڑ دیتی۔"

"تمہاری جان کی قسم! یہ بچوں والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ مجھے سمجھاؤ کہ مجھے کون سے بچوں کا باپ بنا رہی ہو کیا تم ماں بننے والی ہو؟"

"دیکھو فرہاد! تمہاری اس بدمعاشی والی معصومیت پہ مجھے غصہ آرہا ہے۔ میں کبھی مان نہیں سکتی کہ تم نے اخبارات میں اپنے متعلق کچھ پڑھا نہ ہو۔"

"میں نے کل سے اخبار کا منہ نہیں دیکھا ہے۔ ملایا کی سرحد پار کرنے کی فکر میں لگا تھا۔ اب یہاں تھائی لینڈ پہنچ گیا ہوں۔ یہاں مجھے تمہیں کا موقع مل گیا۔ ٹیلی پیتھی واپس آگئی۔ واپس آتے ہی سب سے پہلے تم سے مخاطب ہو رہا ہوں۔ میں تمہارے لیے دیوانہ رہتا ہوں اور تم مجھے پروانہ سمجھنے کے بجائے مکھی سمجھ کر اڑا دیتی ہو۔"

"میری نظروں میں تمہاری حیثیت مکھی سے زیادہ نہیں۔ جاؤ یہاں سے دو بدن کی مٹھاس پر بیٹھو۔"

"دو بدن؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "اچھا، ہاں آج کل اخبارات میں میرا خوب تذکرہ ہو رہا ہے۔ دو بدن کا بھی ذکر ہوا تھا۔ تم انہی ڈبل جوئیل کا طعنہ دے رہی ہو؟"

وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کر بولی۔ "وہ ڈبل حرامزادیاں تمہارے بچوں کی مائیں بن رہی ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کسی نے تمہیں میرے خلاف بھڑکایا ہے۔"

"بکواس مت کرو، تمام دنیا کے اخبارات جھوٹ نہیں بول سکتے۔ یقین نہ ہو تو پچھلے دن کا اخبار کہیں سے حاصل کر کے پڑھو۔ میں تمہارے بچوں کی ماں بننے کے قابل نہیں تھی۔ ڈبل جوئیل کے پاس ڈبل حسن، ڈبل ادائیں تھیں اس لیے تم انہیں اپنے ڈبل بچوں کی مائیں بنا رہے ہو۔ ذرا ایک بار سامنے آؤ، میں تمہاری ایسی کی تیسی کر کے رکھ دوں گی۔"

میں نے بدستور اپنی پارسائی جتاتے ہوئے کہا۔ "تمہارے غصے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بچوں والی بات درست ہے مگر تمہیں بھی یقین کرنا چاہیے کہ ایسا انجانے پن میں ہوگیا۔"

وہ ذرا چپ ہو کر سوچنے لگی۔ یہ بات اس کے دل کو ذرا لگی تھی کہ میں انجانے پن میں خواہ مخواہ باپ بن رہا ہوں۔ میں نے اپنی بات پر زور پیدا کرنے کے لیے کہا۔ "تم خود ہی سوچو، اگر ڈبل جوئیل سے دل لگاؤ ہوتا تو وہ امریکہ میں نہ ہوتیں، میرے ساتھ تھائی لینڈ میں رہتیں۔"

"یہ تو میں جانتی ہوں کہ تمہیں دلی لگاؤ کسی سے نہیں ہے۔ آتے دن نئی جو مل جاتی ہے۔"

"جان! تمہاری قسم مجھے صرف تم سے دلی لگاؤ ہے۔"

"اے مجھے جان نہ کہنا۔ اسی زبان سے رومانہ کو بھی جان کہتے ہوگے۔"

"آہ رومانہ!" میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "اس نے میری جدائی سے تنگ آ کر دوسرا ساتھی ڈھونڈ لیا ہے۔"

سونیا اندر سے خوش ہوگئی۔ پھر چونک کر بولی۔ "جھوٹے مکار! ابھی تو تم نے کہا تھا کہ خیال خوانی واپس آتے ہی پہلے مجھ سے رابطہ قائم کیا ہے۔ پھر یہ رومانہ کے متعلق کہاں سے معلومات حاصل ہوگئیں؟"

اس ذہین عورت نے بڑی خوبصورتی سے میرا جھوٹ پکڑا تھا۔ میں ایک ذرا گڑبڑایا۔ لیکن عورت خواہ کتنی ہی ذہین ہو اسے بیوقوف بنانے میں دیر نہیں لگتی۔ میں نے کہا۔ "ابھی میں نے رومانہ سے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا۔ وہ تو یہیں تھائی لینڈ میں ایک خوبرو جوان کے ساتھ ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا ہے۔ میں اپنے اصلی روپ میں نہیں ہوں اس لیے وہ مجھے پہچان نہ سکی۔"

"سچ پوچھو تو میں بھی تمہارا اصلی روپ اب تک پہچان نہ سکی۔"

میں نے درد بھرے لہجے میں کہا۔ "میرا اصلی روپ یہ ہے کہ میں ہارے ہوئے جواری کی طرح واپس تمہیں ہی جیتنے کے لیے آتا ہوں۔ سونیا! میں تمہارے علاوہ مے یون اور رومانہ کو چاہتا تھا۔ مے یون مر چکی ہے۔ رومانہ نے بے وفائی کی۔ یہ سبق ملا کہ صرف تم ہی مجھ سے سچی محبت کرتی ہو۔ میرا دل ایسا ٹوٹ گیا ہے کہ خدانخواستہ جس دن تم مجھے چھوڑو گی، اس دن میں یہ دنیا ہی چھوڑ دوں گا۔"

وہ ایک دم سے پگھل گئی۔ میں جھوٹ بول بول کر اس کی محبت حاصل کر رہا تھا اور وہ سچ مچ مجھے یکا و تنہا اور دل برداشتہ پا کر تڑپ جاتی تھی۔ میرے لیے بکھر جاتی تھی۔ تنکا تنکا ہو کر مجھے اپنے وجود کے ہر تنکے میں سمیٹ کر چھپا لینا چاہتی تھی۔ بظاہر میں اس سے جھوٹ بولتا تھا۔ حقیقتاً وہ ایسے تیز و تند مزاج کی عورت تھی کہ جھوٹ سچ کی ملاوٹ سے ہی اس کی نفرت کو محبت میں بدلا جا سکتا تھا۔ نفرت میں نے غلط کہا۔ وہ مجھ سے نفرت کر ہی نہیں سکتی تھی۔ ہاں اپنی عادت سے مجبور ہو کر غصہ دکھاتی رہتی تھی۔

بہرحال میں نے اسے جیت لیا۔ جب میں نے یہ کہا کہ اگر وہ مجھے چھوڑ دے گی تو میں دنیا چھوڑ دوں گا۔ تو وہ اندر سے تھرا گئی تھی۔ ایک سوچ اشارتاً اس کے دماغ سے گزر گئی کہ فرہاد کو یہ نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ بایونک مین سے برائے نام دلچسپی لے رہی تھی۔ میرے فرہاد کا دل ٹوٹ جائے گا۔ میں نے چپ چاپ مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "چپ کیوں ہو؟ ابھی میں نے ذرا دیر کے لیے تم سے رابطہ ختم کر دیا تھا۔ یہاں خیال خوانی میں مداخلت ہوئی تھی۔ تم نے کچھ کہا ہو تو میں سن نہ سکا۔"

"آں!" وہ مطمئن ہو کر بولی۔ "میں بایونک مین کے متعلق کہہ رہی تھی کہ وہ مجھ میں دلچسپی لے رہا ہے۔"

"ہاں۔ رسونتی نے مجھے بتایا تھا کہ بایونک مین تمہارے پیچھے پڑ گیا ہے اور تم رسونتی کو اس سے چھپاتی پھر رہی ہو۔"

سونیا نے کہا۔ "یہ قصہ پرانا ہوگیا ہے۔ رسونتی ہندوستان چلی گئی ہے اور بایونک مین میرا دوست بن گیا ہے۔ وہ مجھ میں دلچسپی لے رہا ہے کیا میں تمہیں دلچسپی کا مطلب سمجھاؤں؟"

"نہیں، میں صرف اتنا سمجھتا ہوں کہ میری جان کو صرف مجھ سے دلچسپی ہے۔"

وہ مسکرانے لگی۔ اپنے تمام حالات بتانے لگی۔ میں سب کچھ جانتا تھا مگر انجان بن کر سنتا رہا۔ آخر میں اس نے بتایا کہ جمی عرف بایونک مین اس پر بری طرح عاشق ہوگیا ہے۔ ایسا عاشق کہ اس کی خاطر سپر ماسٹر سے بغاوت کر سکتا ہے اور اس کی خاطر وہ اس کے ساتھ کراچی کی بندرگاہ پر اترے گا۔

میں نے کہا۔ "سونیا! ذرا سوچو، سپر ماسٹر کیسے راضی ہوگیا کہ جمی ہندوستان رسونتی کے پیچھے جانے کے بجائے تمہارے ساتھ پاکستان چلا جائے؟"

وہ بولی۔ "جمی کا دعویٰ ہے کہ سپر ماسٹر اس کی ہر بات مان لیتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ سپر ماسٹر اور ماسک مین دونوں ہی رسونتی تک پہنچنے میں ناکام رہے ہیں۔ وہ لوگ صرف میرے ذریعے ہی اسے تلاش کر سکتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ آج نہیں تو کل میں رسونتی کی مدد کے لیے ہندوستان ضرور جاؤں گی یا پھر شاید کہیں اس سے ملاقات کروں گی۔ اس لیے سپر ماسٹر نے جمی کو میرے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔"

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ پھر جمی کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا۔ "جمی سے باتیں کرو میں ذرا معلومات کے دوسرے ذرائع استعمال کرتا ہوں۔ پھر آؤں گا۔"

اس نے کیبن کا دروازہ کھول دیا۔ جمی نے اندر آ کر دروازے کو بند کیا پھر کہا۔ "سونیا! ایک نئی بات سنو۔ آقا سبحانی پر سے پہرہ اٹھا دیا گیا ہے۔"

"اچھا۔ یہ تو تعجب کی بات ہے۔"

جمی نے بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میرا اندازہ ہے کہ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے درمیان مصالحت ہوگئی ہے۔ یہ بات ان کی سمجھ میں آگئی ہے کہ وہ آپس میں ٹکراتی رہیں گی تو کوئی رسونتی تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اس لیے انہوں نے آقا سبحانی کو تمہارے ساتھ لگا رکھا ہے۔"

سونیا نے تائید کی۔ "ہاں! یہ ایسا ہی ہے جیسے دو طاقتوں کے درمیان سمجھوتہ ہوگیا ہو کہ کوئی ایک دوسرے کی راہ میں حائل نہیں ہوگا۔ ان میں سے جو پہلے چاہے تک پہنچ جائے۔"

سونیا اور جمی کے خیالات سے میں بھی متفق تھا اس کے علاوہ بھی کچھ اور باتیں۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین دونوں ہی رومانہ کو ہندوستان میں دیکھ چکے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ میں جلد ہی تھائی لینڈ سے نکل کر رومانہ کے پاس ہندوستان پہنچوں گا۔ اس طرح انہیں امید تھی کہ وہ میرے اور رومانہ کے ذریعے رسونتی تک پہنچ کر پا لیں گے۔ انہوں نے ہر طرف جال پھیلا رکھا تھا۔ فی الحال سارے حالات اس لیے تھے کہ وہ رسونتی تک پہنچنے میں ناکام ہو رہے تھے۔

میری سوچ نے رسونتی کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے ایک دم سانس روک لی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ میں اچانک ہی اس کی کسی کمزوری کو پڑھ لوں۔ پہلے تو اس نے سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو بھٹکا دیا۔ میں واپس آ گیا۔ پھر وہ میرے دماغ میں آ کر بولی۔ "اچھا تم ہو! کیسے یاد کیا؟"

میں نے کہا۔ "تم بہت چالاک بن رہی ہو۔ مجھے اپنے دماغ میں پہنچ کر بات کرنے کا موقع نہیں دے رہی ہو۔"

حقیقت میں وہ اس بات سے ڈرتی تھی کہ میں اس کے دماغ میں آ کر باتیں کروں گا تو باتوں کے دوران اس کے لاشعور میں چھپے ہوئے چور خیالات بھی پڑھ لیا کروں گا۔ اسی لیے وہ میری طرف آتی تھی اور اپنی طرف کے دروازے بند کر دیتی تھی۔

اس نے کہا۔ "تمہاری چالاکیاں بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ اب تم نے دراصل انگریزی زبان میں سوچنے کی عادت ڈال لی ہے تاکہ میں چوری چوری تمہارے خیالات نہ پڑھ سکوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "محبت کرنے والی لڑکیاں چوری چھپے محبوب کے دل پر آتی ہیں۔ کیا تم چھپ چھپ کر اسی رشتے سے میرے ذہن کے دریچوں میں جھانکتی ہو؟"

"فضول باتیں کرو گے تو چلی جاؤں گی۔"

"اچھا تو کام کی باتیں ہو جائیں۔ آؤ ہم وعدہ کریں کہ میں تمہاری خاطر اپنی مادری زبان میں سوچا کروں گا اور تم مجھے اپنے دماغ میں بلا کر باتیں کیا کرو گی، بولو منظور ہے؟"

"نہیں، تم سے دور ہی کی دوستی بھلی ہے۔ چلو بتاؤ مجھے کیوں مخاطب کیا ہے؟"

میں نے ایک آہ کے ساتھ کہا۔ "تم یقین نہیں کرو گی، تمہاری یادیں تڑپاتی ہیں کہ میں تمہیں مخاطب کرنے کے لیے بے چین ہوگیا۔"

"مجھے یقین ہے فرہاد! تمہارے سینے میں کیسا تڑپنے والا بے حیا دل ہے۔ تھوڑی دیر پہلے رومانہ کے پاس تڑپ رہا تھا پھر سونیا کے پاس پہنچ کر تڑپنے لگا۔ اب میرے پاس تڑپ رہا ہے۔ ہائے تم کتنے مظلوم ہو۔ ہر نئی چھوکری کے لیے مر جاتے ہو، اور آئندہ نئی چھوکریوں کے لیے زندہ بھی رہتے ہو۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "تمہیں کیسے پتہ چلا کہ تھوڑی دیر پہلے میں رومانہ اور سونیا کے پاس تھا۔ تم انگریزی نہیں جانتی ہو۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ زبان بدلنے سے نام تو نہیں بدل جاتے جب تم انگریزی سوچ کے دوران رومانہ، سونیا اور مونا کا نام لیتے ہو اور دوسری طرف سے جواباً ان کی سوچ کا لہجہ سنائی دیتا ہے تو میں سمجھ لیتی ہوں کہ فلاں وقت تم فلاں محبوبہ سے عشق کا ڈرامہ کھیل رہے ہو۔"

میں جھینپ کر اپنا سر کھجانے لگا۔ وہ ہندی کے علاوہ کوئی دوسری زبان نہیں جانتی تھی مگر میری رگ رگ سے واقف تھی۔ اجنبی زبان میں بھی لڑکیوں کے نام سن کر میرے عشقیہ کھیل کو سمجھ لیتی تھی۔ میں نے اپنی صفائی پیش کی۔ "رسونتی! میں اپنے حالات سے مجبور ہو جاتا ہوں۔ لڑکیاں ایسے انداز میں ٹکراتی ہیں کہ میں سنبھل نہیں پاتا۔ یہ ایک عالمی حقیقت ہے کہ حسین عورت سے ٹکرانے کے بعد مرد پہلے گرتا ہے۔"

"گرتا نہیں پھسلتا ہے۔ سچائی بیان کرتے وقت لفظوں کا فریب نہ دو۔"

"چلو یہی سہی۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ میں پہلے لڑکیوں سے کترانے کی حتی الامکان کوششیں کرتا ہوں۔ مونا سے کترانے کی مثال سامنے ہے۔ میں نے اس کے ساتھ ایک کیبن میں پچھلی رات گزاری مگر اسے ہاتھ نہیں لگایا وہ کتنی حسین اور کیسی پُرشباب ہے یہ میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں۔"

وہ ذرا چپ رہی۔ میری بات سے تھوڑا بہت متاثر ہوئی ہوگی۔ میں نے اس کی سوچ کو پڑھنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی، پھر بولی۔ "اسے ادھر آنے کی کوشش نہ کیا کرو۔ میں صرف اس لیے تمہاری قدر کرتی ہوں کہ تم پہلے بھی میرے کام آتے رہے۔ اب بھی رومانہ کو ہندوستان پہنچا کر میرے ماں باپ اور بہن کو وہاں سے نکال لانا چاہتے ہو۔"

میں نے پوچھا "کیا تم ہندوستان پہنچ گئی ہو؟"

"ابھی میں رنگون میں ہوں۔ آج رات نو بجے کی فلائٹ سے دہلی جاؤں گی۔"

"کیا میک اپ میں ہو؟"

"ہاں۔ مریم کے ساتھ عیسائی لڑکی بن گئی ہوں۔ میں نہ تو بلاؤز اسکرٹ پہننا پسند کرتی ہوں اور نہ ہی اونچی ایڑی کے سینڈل پہن کر چل سکتی ہوں۔ اس لیے دیسی عیسائی کی طرح بدستور ساڑھی پہنتی ہوں۔ صرف چہرہ بدل لیا ہے۔"

"عیسائیوں کی طرح انگریزی کیسے بولو گی؟"

"میں گونگی لڑکی کا رول ادا کر رہی ہوں۔ دہلی پہنچ کر کسی بڑے ہوٹل میں قیام کروں گی۔"

"رسونتی! میرا ایک مشورہ ہے۔ تم ہندوستان نہ جاؤ۔ تمہارے عزیزوں کو محض اس لیے نظر بند رکھا گیا ہے کہ تم وہاں جاؤ گی۔ تمہارے اور میرے لیے وہاں زبردست جال بچھایا گیا ہے۔ تمہارا ابھی رنگون میں رہنا مناسب ہے۔"

پھر میں نے کچھ سوچ کر کہا "ٹھہرو، پہلے یہ بتاؤ۔ وہ شخص جو تمہارے دماغ میں چھپ کر رہتا تھا۔ کہیں وہ اس وقت ہماری باتیں تو نہیں سن رہا ہے؟"

"نہیں، وہ میرے دماغ تک پہنچ ہی نہیں سکتا اور اگر تمہارے دماغ میں چھپا ہوا ہوتا تو میں اسے محسوس کر لیتی۔ میں پوری طرح مطمئن ہو کر تمہیں اپنا پروگرام بتا رہی ہوں۔ رہ گئی میرے رنگون میں رہنے والی بات تو اصل بات یہ ہے کہ میں اپنی بہن اور ماں باپ سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہوں۔"

"تم ایک عملی زندگی گزار رہی ہو۔ بے چینی اور بے صبری نقصان پہنچایا کرتی ہے۔ دیکھو میری پلاننگ یہ ہے کہ ہم دونوں ہندوستان سے باہر رہیں گے۔ رومانہ کے بعد اب سونیا دہلی پہنچے گی۔ وہ دونوں وہاں اپنا کام دکھائیں گی۔ ہم صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں گائیڈ کریں گے۔"

وہ کچھ سوچنے لگی۔ پھر بولی "فرہاد! کیا حرج ہے اگر میں وہاں جاؤں، تم دور رہ کر میری حفاظت کر سکتے ہو۔"

"تم دو خطرناک تنظیموں کی چالیں نہیں سمجھ رہی ہو۔ ایک تو وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم دونوں ہندوستان پہنچیں گے اور ہمیں وہاں ایک ساتھ گھیرا جائے گا۔ دوسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ تم دونوں تنظیموں کے درمیان فساد کا ذریعہ بنی ہوئی ہو۔ انہیں آپس میں لڑنے دو۔ تمہاری ہر ممکن کوشش یہی ہونا چاہیے کہ وہ تمہیں تلاش کرتے رہیں اور تم نایاب رہو۔"

"اچھی بات ہے۔ تم کہتے ہو تو میں یہیں ٹھہر جاتی ہوں۔ ابھی مریم سے کہتی ہوں کہ فلائٹ کا ریزرویشن کینسل کرا دے۔"

"رسونتی! تم یہ انگریزی الفاظ اچھی طرح ادا کر رہی ہو۔ کیا بات ہے مریم تمہیں انگریزی سکھا رہی ہے کیا؟"

"ہاں، میں جھوٹ نہیں بولوں گی کیونکہ تم مریم کی سوچ کے ذریعے میری انگریزی تعلیم کو سمجھ لو گے۔"

"خطرہ!" میں نے کہا "اب میں جاپانی زبان میں سوچنے کی عادت ڈالوں گا۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "میں رفتہ رفتہ ہر زبان میں تمہارا پیچھا کروں گی۔"

"اسی کو محبت کہتے ہیں۔"

میں نے چھیڑا۔ اس کی ہنسی کو بریک لگ گیا۔ خاموشی چھا گئی۔ جب خاموشی ناقابلِ برداشت ہوئی تو میں نے اسے آواز دی، پتہ چلا کہ وہ بھاگ گئی ہے۔ میری سوچ نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ وہ پھر میرے دماغ میں آ کر بولی "تم کام کی باتیں کم اور بکواس زیادہ کرتے ہو۔"

"اچھا کام کی بات پوچھ رہا ہوں۔ تم نے اپنی بہن اور ماں باپ سے دماغی رابطہ قائم کیا تھا؟"

"ہاں۔ ماتا جی بیمار ہیں، پتاجی بہت پریشان ہیں۔ وسنتی بھی کھوئی کھوئی سی رہتی ہے۔ سرکاری قید میں بظاہر انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جاتی مگر دن رات ان لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ رسونتی ان سے کب رابطہ قائم کرتی ہے؟ وہ کیا کہتی ہے؟ ہندوستان کب آ سکتی ہے؟ ابھی وہ کہاں ہے؟ میرے ماں باپ انکار کرتے ہیں۔ انہیں یقین دلاتے ہیں کہ میں ان سے رابطہ قائم نہیں کر رہی ہوں مگر سرکاری طور پر دھمکی دی گئی ہے کہ اگر میں دن کے اندر ہند سرکار کے سامنے حاضر نہ ہوئی تو میرے تمام عزیزوں کو جیل میں بھیج دیا جائے گا۔ اور انہیں اذیتیں پہنچائی جائیں گی۔"

"انہیں کہاں نظر بند رکھا گیا ہے؟"

"فوجی چھاؤنی کے ایک بنگلے میں۔ اس بنگلے کا نمبر ستائیس ہے۔ دو منزلہ ہے۔ اوپری منزل میں میری بہن اور والدین کو رکھا گیا ہے۔ نچلی منزل میں میجر وشوناتھ رہتا ہے۔ اس بنگلے کے آس پاس دوسرے فوجی افسروں کے بنگلے ہیں۔ وہاں چاروں طرف سخت پہرہ ہے۔ کوئی شہری وہاں قدم نہیں رکھ سکتا۔ یہاں تک کہ فوجی افسران کو بھی بنگلہ نمبر ستائیس تک جانے کے لیے خصوصی اجازت حاصل کرنی پڑتی ہے۔"

میں نے پوچھا "تمہارے عزیزوں کو کھانا پہنچانے کے لیے وہاں ملازم ضرور ہوں گے؟"

"ہاں۔ نقاب پوش گونگے ملازم ہیں۔ میرے ماں باپ سے تحـ... ذریعے سوالات کرتے ہیں۔"

"کیا تم کسی فوجی کے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں؟"

"ابھی تک کامیابی نہیں ہو سکی۔ وہاں گہری خاموشی رہتی ہے۔ منزل میں باتیں کرنے والا کوئی بھی فوجی پہلے ریڈیو یا ریکارڈ کی موسیقی تیز کر دیتا ہے تاکہ ان کی باتوں کی آواز اونچے آرکسٹرا میں گم ہوتی رہے۔"

"رسونتی! میں نے ایک بار تمہارے پتاجی کی آواز سنی تھی۔ بہت...

...ان کا لب و لہجہ یاد نہیں رہا۔ تم مجھے اپنے دماغ میں پہنچنے دو اور ان سے ...قائم کرو۔ میں ان کے لہجے کے ذریعے تمہارے خاندان والوں تک پہنچوں گا۔"

"تم وہاں پہنچ کر کیا کرو گے؟"

"جہاں عورت کا ذہن تھک جاتا ہے وہاں سے مرد کی ذہانت شروع ہوتی ہے۔ ابھی میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ میں وہاں کیا کر سکتا ہوں۔ میں وہاں ...ل کو سمجھنے کے بعد ہی کچھ کہوں گا۔"

وہ بولی "اچھا آؤ میرے پاس۔ میں پتاجی سے رابطہ قائم کر رہی ہوں۔"

اس نے اپنے دماغ کا دروازہ میرے لیے کھول دیا۔ پھر اپنی سوچ کی ...کو اپنے باپ تن سنگھ تک پہنچایا۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں تن سنگھ بھارت میں استاد کا درجہ رکھتا تھا۔ بہت پہلے ماسٹروں کی تنظیم میں ...نے یوگا فوج تیار کی تھی۔ رسونتی نے اپنے باپ اور بہن کو سپر ماسٹر کی ...سے نکال کر ہندوستان پہنچایا تھا اب وہاں ہند سرکار نے ریڈیائی کے ...ان بیچاروں کو اپنے ہی دیس میں قیدی بنا کر رکھ دیا تھا۔

بہرحال میں رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر باپ بیٹی کی باتیں سننے لگا۔ تن سنگھ بہت پریشان تھا۔ کہہ رہا تھا "بیٹی! تمہاری ماں کی حالت نازک ہے۔ سرکار کی طرف سے ایک بہت ہی تجربہ کار ڈاکٹر علاج کر رہا ہے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ابھی آدھ گھنٹہ پہلے چند فوجی تیری ماں کو اسٹریچر پر ڈال کر ہسپتال لے گئے ہیں۔ میں نے اور وسنتی نے ...ار کیا کہ ہمیں بھی مریضہ کے ساتھ جانے دیا جائے مگر ہمیں نیچے سیڑھیوں تک بھی جانے نہیں دیا گیا۔ بیٹی! بھگوان بچاتے رکھے، تیری ماں کا آخری وقت لگتا ہے۔ ہم اتنے مجبور ہیں کہ صرف دعا ہی کر سکتے ہیں۔"

رسونتی نے تسلیاں دیتے ہوئے کہا "پتاجی! آپ پریشان نہ ہوں، حوصلہ دیں۔ میں ماتاجی کے پاس جا رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ماں سے رابطہ قائم کیا۔ پھر ماں کی سوچ کی ...وں کو ...ت میں لینا چاہا، گرفت ناکام ہو گئی۔ بوڑھی ماں کا دماغ ہمیشہ کے لیے ...ش ہو چکا تھا۔ رسونتی کے دماغ کو ایک دھچکا سا لگا۔ میں نے جلدی ...ہا "رسونتی! صبر کرو، حوصلے سے کام لو۔"

وہ یک بیک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ مجھے مریم کی آواز سنائی دی۔ وہ اپنی زبان میں پوچھ رہی تھی "ارے کیا ہو گیا؟ تم اچانک اس طرح ...رو رہی ہو؟"

میں نے اسے آواز دی "مریم! میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ میں نے کہا "یہ حیران ہونے کا ...نہیں ہے۔ رسونتی کی ماں کا انتقال ہو گیا ہے اس لیے یہ رو رہی ہے۔ ...ال دو۔"

مریم نے گہرے دکھ کے ساتھ کہا "آہ بیٹی! یہ میں کیا سن رہی ہوں۔ ...سمجھے کہ تمہاری ماں...!"

اسے اچانک خیال آیا کہ رسونتی انگریزی نہیں سمجھے گی۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر بولنے لگی "یور مدر... ڈائیڈ... فرہاد... ٹولڈ می... یور مدر ڈائیڈ!"

رسونتی انگریزی کے ایسے الفاظ سمجھ لیتی تھی جو ٹھہر ٹھہر کے بولے جاتے تھے۔ اس نے سمجھ لیا کہ فرہاد نے اس کے دکھ کو دور تک پہنچا دیا ہے۔ مریم تک پہنچا دیا ہے۔ اس کے دکھ کو دوسرے ملک اور دوسری قوم کی عورت سمجھ رہی ہے۔ ہم اسی لیے روتے ہیں کہ دوسرے ہمارے آنسوؤں کے درد کو سمجھ سکیں۔ میری اس حکمتِ عملی سے یہ فائدہ ہوا کہ رسونتی کی ڈھارس بندھنے لگی۔ چونکہ میں اس کے دماغ میں موجود تھا اس لیے اس کے چور خیالات کو پڑھ رہا تھا۔ اس وقت وہ ماں کی ابدی جدائی میں بھول گئی تھی کہ میں اس کے چور خیالات تک پہنچ رہا ہوں۔

اس کا لاشعور اسے تسلیاں دے رہا تھا کہ رشتے پیدا ہوتے ہیں اور بچھڑ جاتے ہیں۔ ایسے وقت دل کا رشتہ ہی دل کو سہارا دیتا ہے اور ہزار شکایتوں اور بے اعتمادیوں کے باوجود ایک فرہاد سے ہی دل کا رشتہ ہے۔ ہائے وہ میرے آنسوؤں کو کس طرح دوسرے ملک دوسری عورت یعنی مریم تک پہنچا رہا ہے۔

یہ لاشعور کی باتیں ہیں جسے ہم آپ شعوری طور پر سمجھ نہیں سکتے۔ رسونتی بھی اپنی ماں کی ابدی جدائی اور ماتم کے سیلاب میں یہ نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ وہ کس طرح لاشعوری طور پر فرہاد کا سہارا حاصل کر رہی ہے اور فرہاد جو اس کے دماغ میں متواتر جھانک رہا ہے اور فرہاد سے متعلق جو سہارا اور اعتماد ہے اسے ہزار بار جھٹلانے کے باوجود وہ غیر شعوری طور پر اپنی محبت اور اعتماد کی کمزوری ظاہر کرتی جا رہی ہے۔

قارئین سمجھتے ہیں کہ رسونتی ٹیلی پیتھی کے ہزار پردوں میں چھپ کر بھی میرے معاملے میں دل سے کمزور ہے۔ میں زیادہ تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ وہ خود ہی اپنی زندگی کے کسی نہ کسی جذباتی موڑ پر ایک کھلی کتاب کی طرح سامنے آ جائے گی۔ اس وقت مریم اس کا ہاتھ محبت سے تھامے اس کے سامنے بیٹھی تسلیاں دے رہی تھی۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھا اسے سمجھا رہا تھا "رسونتی! موت ایسی ہی ہوتی ہے۔ ہمارے جس رشتے کو چھین کر لے جاتی ہے پھر ہم ماتم میں سر پھوڑتے رہیں، تب بھی اس رشتے کو واپس نہیں کرتی۔"

وہ روتی ہوئی بولی "مجھے اس بات کا صدمہ ہے کہ ماں کا سایہ کبھی نصیب نہ ہوا۔ پیدا ہوتے ہی مجھے داسی بنا کر مندر میں بھیج دیا گیا۔ اب میں اپنی صلاحیتوں کے بل پر ماں کی گود تک پہنچنا چاہتی تھی۔ ہائے یہ کیسی تقدیر ہے کہ ہم ماں بیٹی ایک دوسرے کو کبھی نہ دیکھ سکیں۔"

"یہ بدنصیبی دشمنوں کی لائی ہوئی ہے۔ آخری وقت وسنتی اور تمہارے پتاجی بھی تمہاری ماں کی آخری باتیں نہ سن سکے۔" اس نے ایک سرد آہ بھری۔ میں نے کہا "کچھ عرصہ پہلے جب میں نے پہلی بار تمہیں سابقہ ماسٹر سے باتیں کرتے سنا تھا اس وقت تم اپنے دیس کی بھلائی کے لیے اس سے دوستی کا معاہدہ کرنا چاہتی تھیں۔ شرط یہ تھی کہ

سپر ماسٹر تمہاری بہن اور پتاجی کو آزاد کر کے ہندوستان بھیج دے۔ اُس وقت میں تمہیں سمجھانا چاہتا تھا کہ تمہیں اپنی ملکی سیاست سے دور رہنا چاہیے، لیکن اس وقت تم میری مخالف تھیں، میری نصیحت کو عداوت سمجھ لیتیں۔ آج میں تمہیں ضرور سمجھاؤں گا۔ سمجھو سونتی! تمہارے ہی دیس میں تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "ہاں سمجھ رہی ہوں۔ میں ان دشمنوں کو عبرتناک سزائیں دوں گی۔"

"فی الحال دشمنوں کو بھول جاؤ، انہیں یاد رکھنے کے لیے میں تنہا کافی ہوں۔ اب تم اپنے پتاجی کے پاس جاؤ۔ انہیں اور دسنتی کو تسلیاں دو۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔ میری اتنی سی نصیحت یاد رکھو کہ غصے، جوش اور جذبے میں مجھ سے مشورہ کیے بغیر کوئی قدم نہ اٹھانا۔"

اس سے رخصت ہو کر میں نے رُومانہ کا خیال کیا۔ وہ بڑے آرام سے ہپیوں کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ ان کے ساتھ ہنس بول رہی تھی۔ یہ معلوم کرنے کی فکر میں تھی کہ ان میں سے کتنے ہپی اصلی ہیں اور کتنے نقلی ہیں۔ میں مطمئن ہو کر وہاں سے واپس آ گیا۔ پھر میں نے ونود شرما کو یاد کیا۔ وہ ونود شرما جو ہندوستان کا ارب پتی سرمایہ دار تھا، جس کے روپ میں میں ہانگ کانگ سے استنبول گیا تھا۔ پھر وہی ونود شرما جو میرا جانی دشمن تھا، ملایا کے جنگل میں صعوبتیں اٹھانے کے بعد میرا دوست بن گیا تھا۔ اب مجھے اس کی ضرورت تھی۔

اس وقت وہ اپنے محل نما بنگلے کے ایک تاریک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کمرہ اس لیے تاریک تھا کہ سامنے چھوٹے سے اسکرین پر بلیو فلم چل رہی تھی۔ سائل کی آغوش میں ایک حسین لڑکی تھی اور وہ اس حسینہ کے ساتھ بلیو فلم کا کردار بنا ہوا تھا۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ایسے وقت مداخلت مناسب نہیں تھی۔ میں تھوڑی دیر بعد اسے مخاطب کر سکتا تھا۔

دوستو! اگر ہم تم اس قابل ہوتے کہ بیک وقت اس دنیا کے تمام گھروں میں جھانک کر دیکھ سکتے تو ہمیں ایک ہی وقت، ایک ہی مختصر سے لمحے میں ہزاروں لاکھوں تماشے نظر آتے۔ چلو بچ کر ایک سیکنڈ پر رسونتی کی ماں نے دم توڑ دیا۔ ٹھیک اسی ایک سیکنڈ میں ونود شرما نے ایک جوانی کے مزے لوٹے اسی ایک سیکنڈ میں ایک ماں ایک بیٹی کو جن رہی تھی۔ دوسرے گھر... میں ایک بیٹی دو سیٹھوں کے لیے عزت بیچ رہی تھی، اسی ایک سیکنڈ میں ایک بیمار بچے کی جان بچائی گئی اسی ایک سیکنڈ میں ایک قاتل نے ایک بچے کو نیزے پر اچھال دیا۔ اس دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک صرف ایک سیکنڈ میں غیرت کے کم اور بے غیرتی کے تماشے زیادہ ہوتے ہیں۔ اچھا ہوا کہ ہم یہ سب کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ ورنہ خود کو جانور اور جانوروں کو اشرف المخلوقات کہنا شروع کر دیتے۔

پندرہ منٹ کے بعد میں نے پھر ونود شرما کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ بلیو فلم ختم ہو چکی تھی۔ اب وہ لڑکی کے پہلو میں بیٹھا بیئر پی رہا تھا۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ہائے! شبانہ یاد آ رہی ہے۔ کیسی ظالم چیز تھی ملایا کے جنگل میں میرے ہتھے نہیں چڑھی۔ در اصل فرہاد سے متاثر ہونے والی کسی لڑکی کو پھانسنا ممکن نہیں ہے۔"

اس سوچ کے دوران میرا نام آیا تو اس کے تصور میں میری صورت ابھر آئی۔ پہلے شبانہ کا تصور تھا جو مٹ گیا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ وہ مجھ سے کس قدر متاثر ہو چکا تھا؟ شبانہ کو اہمیت دینے کے بجائے میرے متعلق سوچنے لگا: "اوہ! یہ فرہاد بھی کیا چیز ہے۔ پہلے تو میں سمجھ رہا تھا کہ وہ صرف ملایا کے جنگل سے گزرنے والا طوفان ہے لیکن بعد میں اخبارات نے انکشاف کیا کہ وہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کے لیے زلزلہ ہے۔ یہ اس کی حماقت ہے یا ذہانت کہ وہ سیاست سے دور رہتا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے چاہے تو جانے کیا کر دے۔

آج کل اخبارات میں میری ٹیلی پیتھی کے چرچے بھی ہو رہے ہیں۔ شبانہ کی سوچ کہہ رہی تھی۔" مگر پتہ نہیں کیوں یہاں کے انٹیلی جنس والے میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ میں نے دہلی پہنچنے کے بعد اخبارات والوں کو بیان دیتے ہوئے کہا تھا کہ فرہاد عرف عارضہ نے میرے علاوہ دنیا کے اور دو بڑے سرمایہ داروں کی جانیں بچائی تھیں ورنہ ہم کبھی زندہ واپس نہ آتے۔ اس بیان کے بعد پرسوں دہلی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل نے مجھ سے ملاقات کی تھی۔ اس نے سرکاری حکم سنایا کہ میں اپنے رشتے داروں اور ملنے جلنے والوں کے ناموں کی فہرست پیش کروں۔

میں نے ڈائریکٹر جنرل سے کہا: دنیا کے ہر ملک میں میرے دوست احباب ہیں میں کتنوں کے نام پیش کروں؟

اس نے کہا: "صرف اُن لوگوں کے نام جو دہلی میں موجود ہیں۔ باہر رہنے والے دوست احباب میں اگر کوئی ملنے کے لیے دہلی آئے تو آپ اس سے ملاقات کرنے سے پہلے انٹیلی جنس والوں کو اطلاع دیں۔ ہم انہیں چیک کریں گے۔"

میں نے پوچھا: "آخر یہ چیکنگ کس سلسلے میں ہے؟"

ڈائریکٹر جنرل یہ کہہ کر چلا گیا کہ یہ سب سرکاری معاملات ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ انٹیلی جنس والے فرہاد کے متعلق مجھ سے کیوں سوالات کرتے ہیں۔ فرہاد نے کبھی میرے سامنے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ظاہر نہیں کیں مگر مجھ سے سوالات کیے جاتے ہیں کہ وہ کس طرح میرے خیالات پڑھتا تھا؟ کیا وہ مجھ سے ملاقات کرنے دہلی آئے گا؟

ونود شرما اسی سوچ کے دوران چونک کر یہ سوچنے لگا: "ہاں اب کچھ سمجھ میں آ رہا ہے۔ شاید انٹیلی جنس والے یہ شبہ کر رہے ہیں کہ فرہاد میرے دوست احباب میں سے کسی ایک کے بہروپ میں مجھ سے ملنے دہلی آئے گا اس لیے یہ چیکنگ کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔"

ونود شرما کی سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اس کے پاس بیٹھی ہوئی لڑکی پوچھ رہی تھی: "باس! کیسی سوچ میں گم ہو گئے ہیں؟"

"ایں!" وہ چونک کر بولا: "کچھ نہیں بس اچانک ہی فرہاد یاد آ گیا ہے۔"

وہ بولی: "اچھا وہی فرہاد جس کے بارے میں انٹیلی جنس والے آپ کو پریشان کرتے رہتے ہیں؟"

"ہاں کلاڈیا! میری معلومات کے مطابق فرہاد سیاسی آدمی نہیں ہے پھر نہیں کیوں یہ سرکاری افسران میرے پیچھے پڑ گئے ہیں؟"

"اوہ باس! میری بڑی خواہش ہے کہ میں فرہاد سے ملوں اور اس سے باتیں کروں۔ جب وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ سے باتیں کرے تو..."

ونود شرما نے اس کی بات کاٹ کر کہا: "تو میں فرہاد سے کہوں کہ وہ تم سے بھی سوچ کے ذریعے باتیں کرے۔ کلاڈیا! یہ بات تم مجھ سے تیسری بار کہہ رہی ہو اور کل سے تمہیں یہی جواب دے رہا ہوں کہ اخبارات والوں نے یہ ٹیلی پیتھی کی خبر اڑائی ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی یقین کرنے کی بات ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے سوچ کے ذریعے باتیں کرتا ہو۔ فرہاد نے تو مجھ سے کبھی ایسی بات نہیں کی۔"

بہت سی لڑکیاں مجھ سے ملنا اور باتیں کرنا چاہتی ہیں اور کچھ لڑکیاں میری ذات سے دلچسپی لیتی ہیں، اُس دلچسپی کے پیچھے دشمنی بھی چھپی ہوتی ہے۔ میرے دماغ میں یہ سوال کلبلایا کہ کلاڈیا مجھ سے کیوں ملنا چاہتی ہے؟ مجھے کسی جوان سے کچھ نہیں لینا تھا اس لیے میں باسی نہیں کھاتا۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سوچ رہی تھی: "یہ شرما یقیناً مجھ سے چھپا رہا ہے۔ فرہاد کے سارے دوست دشمن اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو مانتے ہیں اور شرما انکار کر رہا ہے۔ شاید فرہاد نے چپکے سے میری سوچ پڑھ لی ہو اور اسے سمجھا دیا ہو کہ مجھ سے محتاط رہے۔"

میں مسکرانے لگا۔ کلاڈیا نے خود ہی اُگل دیا کہ وہ ایسی ہے کہ اس سے محتاط رہنا چاہیے۔ میں چپ چاپ اس کی سوچیں پڑھتا رہا اور اس کی باتیں سمجھتا رہا۔ ونود شرما نے ملایا سے واپس آنے کے بعد اسے پرسنل سیکرٹری کی ملازمت دی تھی۔ ایک بہت بڑے سرکاری افسر نے کلاڈیا کی سفارش کی تھی۔ اس سرکاری افسر کی سفارش سے ہی یہ ظاہر ہو گیا کہ کلاڈیا سرکاری جاسوس ہے اور ونود شرما کے قریب رہ کر فرہاد اور اس کے ساتھیوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے سیکرٹری بن کر آئی ہے۔

ونود شرما پر وہاں کے افسران کا شبہ درست تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ میں سونیا یا کسی بہروپ میں دہلی پہنچیں گے چونکہ ونود شرما میرا احسان مند ہے اس لیے ہم وہاں خود کو چھپانے کے لیے اس کا سہارا لیں گے۔ اور میں نے ابھی ابھی دیکھا تھا کہ رُومانہ دہلی کی طرف چلی آ رہی ہے۔ اسے ونود شرما کے ہاں پناہ دینا چاہیے تھا لیکن وہ ہمارے لیے ہماری جانی پہچانی پناہ گاہوں پر پہلے ہی پہرے بٹھائے جا چکے تھے۔

میں نے رُومانہ سے رابطہ قائم کیا، وہ ایک ہپی نوجوان سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ بات پوچھ رہی تھی کہ اس ویگن کار میں وہ لوگ دہلی کتنے دن میں پہنچیں گے۔ میں نے آہستگی سے کہا: "رُومانہ! دہلی نہیں جانا ہے۔ باہر سے آنے والوں کے لیے وہاں بڑی سختیاں ہیں۔ تم اب علی گڑھ یا لکھنؤ میں اپنا سفر ملتوی کر دو گی۔"

اس نے پوچھا: "کیا رسونتی یہاں پہنچ گئی ہے؟"

مجھے اچانک خیال آیا کہ جاپانی زبان میں گفتگو کرنا چاہیے۔ میں نے زبان بدل کر کہا: "کبھی میں بھول جاؤں تو تم یاد رکھا کرو۔ ہمیں اب اسی زبان میں رابطہ قائم کرنا ہے۔ رسونتی کو میں نے ہندوستان جانے سے روک دیا ہے۔ شاید تمہارا... بھی وہاں رہنا دشوار ہو گا۔ لکھنؤ یا علی گڑھ پہنچنے سے پہلے میں تمہیں اپنا فیصلہ سناؤں گا۔"

میں سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کیا رُومانہ کو کلاڈیا بنا دیا جائے اور کلاڈیا کو غائب کر دیا جائے؟

میں کلاڈیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ونود شرما کے پاس سے اٹھ کر باتھ روم میں جا رہی تھی۔ وہ اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں گئی، جو اس کے لیے مخصوص تھا۔ اس کی سوچ نے مجھے بتا دیا کہ باتھ روم جانے کا بہانہ ہے۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اپنی رسٹ واچ دیکھی۔ پانچ بجکر پانچ منٹ ہوتے تھے۔ ساتویں منٹ میں کہیں سے کال آنی تھی۔ اس نے اپنے پرس سے جیبی ٹرانسمیٹر نکالا۔ پھر کال کے انتظار میں بیٹھ گئی۔ دو منٹ کے بعد ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے ایک آئی: "ہیلو... ہیلو۔ زیرو دین کالنگ۔ ہیلو زیرو دین کالنگ۔ اوور۔"

کلاڈیا نے جواباً کہا: "ہیلو۔ زیرو لیڈی ون اینڈ۔ اوور۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا: "شرما کی سرگرمیاں بتاؤ۔ اوور۔"

وہ ناگواری سے بولی: "وہ تو کھلتا ہی نہیں ہے حالانکہ میں اپنے آپ کو پیش کر چکی ہوں۔ اس کی ایک ہی بات ہے کہ فرہاد ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ یہ اخبارات والے اپنی تجارت بڑھانے کے لیے اس قسم کی خبریں شائع کرتے ہیں۔ اوور۔"

"شرما شروع سے یہی بیان دے رہا ہے کہ فرہاد ٹیلی پیتھی نہیں جانتا۔ ہو سکتا ہے واقعی شرما سچ کہہ رہا ہو۔ فرہاد نے کبھی اس کے سامنے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہ کیا ہو۔ مگر وہ شرما سے ضرور رابطہ قائم کرے گا کیونکہ رومانہ یہاں پہنچ گئی ہے۔ ہمارے ایک ایجنٹ نے اُسے کھٹمنڈو سے دہلی کی طرف روانہ کیا ہے ہمیں یقین ہے کہ وہ شرما کے پاس چھپنے کے لیے آئے گی۔"

اُن کی باتیں سن کر ساری بات سمجھ میں آ گئی۔ کھٹمنڈو تک رُومانہ ریڈیا وروادوں کے ساتھ تھی۔ پھر سپر ماسٹر کے کسی ایجنٹ نے کنور رلجپال سے ایک لاکھ روپے میں سودا کر کے رُومانہ کو جانگ شی کا سے چھین لیا۔ وہ جو ویگن کار میں رُومانہ کے ساتھ ہپی تھے وہ سب سپر ماسٹر کے ماتحت تھے۔ کلاڈیا کو پہلے ہی سیکرٹری بنا کر ونود شرما کے پاس بھیج دیا گیا تھا تاکہ رُومانہ وہاں پہنچ کر بھی سپر ماسٹر کے لوگوں کی نظروں میں رہے۔

ابھی صرف سپر ماسٹر کی سرگرمیاں تیز نظر آ رہی تھیں۔ ماسکو میں پتہ نہیں کیا کر رہا ہو گا؟ اس کی خاموشی سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس دیس کی سرکار

جو کچھ کر رہی ہے، وہ ماسک مین کے ایما پر ہو رہا ہے۔ یعنی ہمارے خلاف ریڈ پاور اور سرکار کا ملا جلا محاذ تھا۔

میں بڑی طرح الجھ گیا تھا۔ اتنا تو پہلے ہی سمجھ میں آ گیا تھا کہ وہاں کتنے ہی دشمنوں نے ہمارے خلاف محاذ بنا رکھے ہوں گے مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ دہلی جیسے بڑے شہر میں باہر سے آنے والوں کو سختی سے چیک کیا جاتے گا۔ رسوتی کے دوسرے رشتے داروں اور فرہاد کے دوستوں کے گھروں میں جاسوس چھوڑے جائیں گے۔ اور تن سنگ اور دسنتی کو فوجی چھاؤنی میں نظر بند رکھا جائے گا۔ فی الحال میری اس مہم کو تقریباً ناممکن بنایا جا رہا تھا۔

میں نے ایک سگریٹ نکال کر سلگایا۔ پھر اس کے کش لگاتے ہوئے اطمینان سے موجودہ حالات کا تجزیہ کرنے لگا۔ جو لوگ پریشانیوں کو دماغ سے نکال کر سوچتے ہیں، وہ کامیابی سے کسی نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ بظاہر پریشانیوں کو دماغ سے نکالنا ناممکن لگتا ہے، لیکن اس خیال پر قائم رہا جائے کہ یہ پریشانیاں ہر حال میں تباہی لائیں گی۔ جس طرح موت یقینی ہے، ہم موت سے ڈرنا بھول جاتے ہیں اسی طرح تباہی یقینی ہے تو اسے بھی وقتی طور پر بھولنے کے لیے قہقہہ لگائیں، خود کو کسی خوشگوار معاملے میں الجھا دیں۔ دماغ کو ذرا تازگی دیں، اس سے استنبول گیا تھا، نوں کے ان پہلوؤں پر غور کریں جن کو ہم نے پہلے اہمیت ہیں صعوبتیں اٹھا

ضرورر۔ میں دماغ کی تازگی اور فرحت کے لیے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بحری جہاز کراچی کی بندرگاہ سے چند میل کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ دوسرے جہازوں کے بعد اسے بندرگاہ تک پہنچ کر لنگر انداز ہونے کا موقع ملتا۔ کراچی کی مصروف بندرگاہ تک پہنچنے کے لیے جہازوں کو کئی کئی دن تک سمندر میں کھڑے رہنا پڑتا ہے۔ بہرحال سونیا نے ایک بوٹ کے ذریعے جمی کے ساتھ کراچی شہر جانے کا پروگرام بنایا تھا۔ جانے سے پہلے وہ اپنے کیبن کے باتھ روم میں غسل کر رہی تھی۔ اس کا بے لباس بدن صابن کے جھاگ میں چھپا ہوا تھا۔

میں نے کہا "ہیلو جانِ من!"

وہ چونک کر بولی "اسے شرم نہیں آتی، جاؤ بھاگو یہاں سے۔"

ناراض کیوں ہوتی ہو۔ کیا ہم کبھی ایک حمام میں نہیں رہے ہیں؟ کہو تو سوچ کے ہاتھوں سے صابن پھیر دوں۔ بہت دنوں سے میل نہیں چھڑایا ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "تمہارے جیسا بدمعاش کوئی نہ ہوگا۔ پلیز مجھے نہ چھیڑو میں صبر کر رہی ہوں۔ مجھے صبر ہی کرنے دو۔"

"یعنی دوسرے موضوع پر بات کروں؟"

"ہاں، یہ بتاؤ کب مل رہے ہو؟"

"میں تو ابھی اڑ کر آ جاؤں مگر حالات سازگار نہیں ہیں۔"

"وہ تو کبھی نہیں ہوں گے اور میں انتظار کرتی رہ جاؤں گی۔ کبھی کبھی اپنی حماقت پر غصہ آتا ہے کہ میں کیوں تم پر مرتی ہوں۔ جمی بھی تو دہی بالکل فرہاد ہے، کیوں نہ اس کی آغوش میں چلی جاؤں۔"

"میری جان! عورت اپنے مرد کے ایک مخصوص مزاج کی عادی ہو جاتی ہے۔ مجھ میں جو مروت ہے اور بے مروتی ہے، خوش دلی اور سنگدلی، تم میرے ایسے دوہرے رویے کی عادی ہو گئی ہو۔ کوئی دوسرا فرہاد تمہاری عادت کی تسکین نہیں کر سکے گا۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ مجھے چیلنج کرو گے تو ابھی جمی میرے کیبن میں بیٹھا ہوا ہے، چلی جاؤں گی اس کے پاس۔"

"غیر کی آغوش میں بھی میں تمہارے دل کو اپنے نام سے دھڑکتا سنوں گا۔"

"بے غیرت! کیا میں دوسرے کے پاس اچھی لگوں گی؟"

"بے غیرت! جب خود ہی سمجھ رہی ہو کہ اچھی نہیں لگو گی تو بے غیرتی کی باتیں کیوں کر رہی ہو؟"

وہ جھنجلائی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ بولی "اسے تم کوئی دوسری بات نہیں کر سکتے؟"

"دوسری بات یہ ہے کہ دہلی شہر میں ہمارے خلاف سخت پہرا بٹھایا گیا ہے۔ میں دنو شرما سے کام لینا چاہتا تھا مگر اس کے اطراف بھی خفیہ جاسوس پھیلے ہوئے ہیں۔ تم وہاں پہنچو گی تو تمہاری کڑی نگرانی کی جائے گی۔ اب بھی تمہارے اطراف سپر ماسٹر اور ماسک مین کے دو زبردست پچھلگو ہیں۔ ایک آقا سبحانی، دوسرا جمی عرف بایونک مین۔۔۔"

"اسے خبردار! جمی کو کچھ نہ کہنا۔ ابھی وہ میری ورکنگ لسٹ میں ہے۔ جب بھی تم بدمعاشی کرو گے میں اس سے رومانس شروع کر دوں گی۔"

"دیکھو، تم پھر وہی باتیں چھیڑ رہی ہو، واپس آ جاؤ۔"

اتنے میں باتھ روم کے دروازے پر دستک کے ساتھ جمی کی آواز سنائی دی "سونیا! اگر تمہارے غسل کرنے کا یہی عالم رہا تو سمندر کا پانی ناکافی ہوگا۔ اب آ بھی جاؤ۔"

"سونیا نے کہا "آ رہی ہوں۔" پھر سوچ کے ذریعے مسکرا کر بولی "دیکھو ادھر بھی فرہاد بلا رہا ہے، ادھر بھی فرہاد تڑپ رہا ہے۔ بات بڑا مشکل مرحلہ ہے۔ کس کا ہاتھ پکڑوں، کس کا ہاتھ جھٹک دوں؟"

میں سمجھتا تھا کہ ابھی وہ مذاق کر رہی ہے۔ مگر میرے دل میں ایک چھپا ہوا سا اضطراب تھا کہ سونیا کی یہ دل لگی جمی کے لیے دل کی لگی نہ بن جائے۔ میں اس اضطراب کو ظاہر کر کے اسے مغرور نہیں بنانا چاہتا تھا۔ میں نے بے نیازی سے کہا "کام کی بات سنو۔ تمہارا ہندوستان جانا فضول ہوگا۔ وہاں ہزاروں آنکھیں تمہیں گھورتی رہیں گی۔"

"یہ تو مردوں کی بے حیائی ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں باجماعت گھورتے ہیں۔"

"کیا تم سنجیدگی سے باتیں نہیں کرو گی؟"

"سنجیدگی اور تم سے؟ فرہاد میں تمہاری رگ رگ کو پہچانتی ہوں۔ مجھے ہندوستان جانے سے اس لیے روک رہے ہو کہ میں وہاں تمہاری ٹیلی پیتھی کا تمہارے پیچھے پڑ جاؤں گی۔"

"یہ اگر تم نہ دیکھ سکیں تم سے جیسا کہ آئی ہوں۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم بنکاک میں ہوں۔ آنا چاہو تو چلی آؤ۔ مگر یاد رکھو تمہارے پیچھے دونوں ملکوں کی فوج میری طرف چلی آئے گی۔"

"کیا وہ لوگ نہیں جانتے ہیں کہ تم بنکاک میں ہو؟"

"جانتے ہیں مگر اس خوش فہمی میں ہیں کہ مجھ پر، تم پر اور رسوتی پر ایک ہندوستان میں جال پھینکیں گے۔"

"آئی سی۔" وہ سوچنے لگی، پھر بولی "پھر تو مجھے ہندوستان ضرور جانا چاہیے، جانتے ہو کیوں؟"

"بولو، میں سن رہا ہوں۔"

"تم اس ملک سے دور ہی رہ کر رسوتی کے عزیزوں کو وہاں سے نکالنے کی تدبیر کرو گے۔ میں دہلی میں رہ کر محض دکھاوے کے لیے بھاگ دوڑ کرتی رہوں گی، ایسی حرکتیں کروں گی کہ دشمنوں کی خاص توجہ مجھ پر ہی رہے اور آپ چاپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا کام کرتے رہنا۔"

اس کا مشورہ سن کر دماغ میں تازگی آ گئی۔ فوراً ہی یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ رومانہ کو بھی اپنے اصلی روپ میں دہلی پہنچ کر دشمنوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا چاہیے۔ وہ لوگ یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ فرہاد اور رسوتی بھی دہلی میں ہیں اور سونیا اور رومانہ کو مہروں کی طرح آگے چلا رہے ہیں۔ ان کی تمام کوششیں یہی ہوں گی کہ وہ ان دو عورتوں کے ذریعے ہم تک پہنچ جائیں۔ وہ الجھا رہے تھے اب میری باری تھی کہ انہیں الجھانا شروع کر دوں۔

مگر اس سے پہلے سونیا کے سامنے ایک صفائی پیش کرنا تھی۔ میں اس سے کہہ چکا تھا کہ رومانہ بنکاک میں کسی دوسرے سے عشق کر رہی ہے۔ اگر سونیا دہلی میں میرے لیے کام کرتے دیکھ لیتی تو میرا سر کھا جاتی۔ غصہ اور انتقام میں جمی پر مہربان ہو جاتی۔ خدا مجھے معاف کرے۔ اس منہ زور گھوڑی کو قابو میں رکھنے کے لیے مجھے جھوٹ پر جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔

میں نے پہلے اس کی تعریف کی "واہ سونیا! تمہاری ذہانت کا جواب نہیں ہے۔ تم نے بہت ہی لاجواب مشورہ دیا ہے۔"

وہ خوش ہو گئی۔ میں نے آگے کہا "یہ درست ہے کہ تم دونوں تنظیموں کے افراد کو نچاتی رہو گی۔ انہیں اور زیادہ گھن چکر بنانے کے لیے اگر تمہارے ساتھ رومانہ ہوتی تو۔۔۔"

وہ بگڑ کر بولی "یہ رومانہ کیوں یاد آ رہی ہے؟"

"تم پوری بات سننے سے پہلے ہی بگڑ جاتی ہو۔"

"میں اس کا نام بھی نہیں سننا چاہتی۔ وہ تم سے مایوس ہو کر دوسرے سے پیار کر رہی ہے۔ تم اس سے دماغی رابطہ قائم کرو گے تو وہ پھر تمہاری طرف مائل ہو جائے گی۔"

"میں اس سے دماغی رابطہ قائم نہیں کروں گا۔ پہلے میری بات تو سنو۔"

"جلدی سناؤ، مجھے جمی کے پاس جانا ہے۔"

یہ بات بتانے کے بعد جاتے ہوئے کی دھمکی تھی۔ میں نے دھمکی کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا "رومانہ جس جوان سے عشق کر رہی ہے وہ ہندوستانی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے چپکے سے معلوم کیا ہے۔ وہ رومانہ کو لے کر ہندوستان گیا ہے۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی "جھوٹے، مکار، تم ضرور کوئی چکر چلا رہے ہو۔ مجھے بیوقوف بنا رہے ہو۔"

"تمہاری جان کی قسم کوئی فراڈ نہیں ہے۔ یہ غصے والی مٹھیاں کھول دو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم دہلی پہنچ کر خود ہی رومانہ سے کسی طرح کام لو۔ اس کے سامنے میرے خلاف بولو کہ میں نے اب تک تم سے بھی رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔ تم رسوتی کی مدد کرنے آئی ہو۔ اور اس سلسلے میں رومانہ کی مدد چاہتی ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم اسے راضی کر لو گی۔"

وہ بے بسی سے بولی "فرہاد! سچ کہہ رہے ہو نا؟ کوئی فراڈ تو نہیں ہے؟"

"نہیں میری جان! تم سے فراڈ کر کے کہاں جان بچاؤں گا۔ چلو اب باتھ روم سے نکلو۔ جمی کے ساتھ کراچی کی سیر کرو۔ میں رسوتی سے رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ ہاں یہ بتانا بھول گیا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے رسوتی کی ماں بیماری کی حالت میں مر گئی ہے۔"

سونیا نے افسوس کا اظہار کیا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پہلے دونوں ہاتھوں سے اپنی کھوپڑی کو سہلاتا رہا کیونکہ سونیا کو ہینڈل کرتے وقت دماغ کی چولیں ہل جاتی تھیں۔ پھر میں وہاں سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس آ گیا تاکہ باہر کی تازہ ہوا کھوپڑی کو سہلاتی رہے۔ اس وقت یہ خیال آیا کہ آقا سبحانی شرافت سے خاموش نہیں بیٹھا ہوگا۔ سونیا جمی کے ساتھ کراچی شہر جا رہی ہے۔ آقا سبحانی جمی کے پیچھے ضرور لگا رہے گا۔ اس خیال کے تحت مجھے سلومی کے پاس جانا پڑا۔

سلومی بھی لباس بدلنے کے بعد آقا سبحانی کے ساتھ کراچی شہر جانے کے لیے میک اپ کر رہی تھی۔ آقا سبحانی کچھ کہہ رہا تھا۔ سلومی کی سوچ سے پتہ چلا کہ وہ اس کے حسن و شباب کی تعریف کر رہا ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "اگر بایونک مین اور اس کے مسلح جوان نہ ہوتے تو ہم کتنی آزادی سے رومانس کرتے۔ کسی دشمن کا خوف نہ ہوتا۔"

سلومی سوچنے لگی "اونہہ! میرے آقا کے سامنے بایونک مین کی کیا حیثیت ہے۔ وہ تو آج رات ہی اس بایونک شیطان کو کراچی کی مٹی میں دفن کر دے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "ہاں اس شیطان کو ختم ہو جانا چاہیے مگر آقا کے لیے بھی خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ وہ مسلح جوان اسے گولی مار دیں گے۔"

وہ ہونٹوں پر لپ اسٹک کی سرخی جماتے ہوئے آئینہ میں دیکھتے ہوئے سوچنے لگی "یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے درمیان معاہدہ ہو چکا ہے کہ رسوتی کو حاصل کرنے تک ان کے آدمی آپس میں نہیں لڑیں گے۔ اس معاہدے کے مطابق بایونک مین مطمئن ہے اور سونیا کے ساتھ تنہا کراچی شہر جا رہا ہے۔ ہم بھی دوستوں کی طرح ساتھ ہو جائیں گے۔"

اس نے اپنے لبوں کی سرخی کا جائزہ لیا۔ پھر ایک نیکلس پہنتے ہوئے

سوچنے لگی؟ باؤ ینگ مین کو دھوکے ٹھکانے لگانے کا ایک معقول بہانہ ہاتھ آ گیا ہے۔ آقا کو اطلاع ملی ہے کہ پیٹر ماسٹر کے آدمیوں نے کھٹمنڈو میں سُدمانہ کو ماسک مین کے آدمیوں سے چھین لیا ہے۔ جب وہاں معاہدے کی خلاف ورزی ہو سکتی ہے تو آقا یہاں بھی باؤ ینگ مین کی زندگی چھین سکتا ہے۔"

میں فوراً ہی اس کے دماغ سے نکل کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ باؤ ینگ مین کو میرے متعلق بتا رہی تھی کہ وہ باتھ روم میں اتنی دیر باتیں کرتی رہی تھی۔ جب میں اس کے دماغ میں پہنچا تو جمی کہہ رہا تھا "سونیا! اب تک مجھے یقین تھا کہ تم فرہاد سے دور رہ کر میری محبت کو قبول کرو گی مگر تمہارے چہرے کی رونق بتا رہی ہے کہ تم اسے دوبارہ پا کر بہت خوش ہو۔"

"جمی! میں نے تم سے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں فرہاد کو بھول جاؤں گی۔ عورت کبھی اپنا پہلا پیار نہیں بھولتی۔"

"مگر تم نے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں تمہاری آزمائشوں کے بعد وفادار ثابت ہوا تو تم مجھے اپنی محبت دو گی۔"

"بے شک! میں اب بھی یہی کہتی ہوں۔ میری محبت اور اعتماد تمہارے لیے ہوگا۔ کیا تم مجھ سے بے غرض محبت نہیں کرو گے؟"

وہ حیرانی سے بولا "یہ کیا بات ہوئی؟ مرد اور عورت کی محبت میں شادی اور ازدواجی رشتے کی غرض ہوتی ہے۔"

"ہاں اس عورت سے ہوتی ہے جس نے ازدواجی رشتہ کبھی نہ کیا ہو۔ میں تو فرہاد کے ساتھ اس رشتے سے گزر رہی ہوں۔ تم محبت سے میری جان مانگ سکتے ہو۔ رشتے کا مطالبہ تو صرف فرہاد ہی کر سکتا ہے۔"

"اوہ سونیا! تم تھوڑی دیر پہلے والی سونیا نہیں لگ رہی ہو۔ فرہاد کو بلاتے ہی تمہارے لہجے میں میرے لیے پرایا پن پیدا ہو گیا ہے۔"

"نہیں جمی! میں وہی ہوں۔ مایوسی نے تمہارے سوچنے کا انداز بدل دیا ہے۔"

وہ ایک سگریٹ نکال کر سلگانے لگا۔ بالکل میرا انداز تھا۔ میں بھی کسی مسئلہ میں الجھ کر اسی انداز سے سگریٹ سلگاتا ہوں اور کش لگانے کے بعد سوچتا ہوں۔ کاش کہ میں اس کے دماغ تک پہنچ کر اس کی سوچ کو پڑھ سکتا۔ پتہ نہیں وہ رقابت سے سوچ رہا تھا یا دوستانہ انداز میں۔ ویسے کوئی کمزور یا صلح پسند آدمی ہی محبت میں بازی ہارنا پسند کر لیتا ہو۔ جمی جیسے شہ زور ہارنا نہیں جانتے۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا "سونیا! میں ایک اہم اطلاع دینے آیا تھا کہ تم دونوں کی باتیں سنتا رہ گیا۔ میرا خیال ہے جمی محبت کی بازی ہارنا پسند نہیں کرے گا۔"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ رسونتی نے بتایا تھا کہ باؤ ینگ مین کی سوچ نہیں پڑھی جا سکتی۔ یہ اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہے۔"

"ہاں۔ اسی لیے میں محتاط ہوں۔ اس کے دماغ کو چھیڑنا نہیں چاہتا۔"

وہ بولی "ٹھیک ہے۔ جمی جو سوچتا ہے سوچنے دو۔ دیکھا تمہاری اہم اطلاع کیا ہے؟"

میں نے اسے آقا سبحانی کا منصوبہ بتایا۔ اس نے جمی سے کہا "فرہاد نے مجھے ابھی بتایا ہے کہ آقا سبحانی کے ارادے خطرناک ہیں۔ وہ کسی بہانے تم سے چھیڑ چھاڑ کرے گا۔"

جمی نے بے یقینی سے کہا "آقا سبحانی بے وجہ معاہدے کی خلاف ورزی کیوں کرے گا؟"

"فرہاد نے بتایا کہ کھٹمنڈو میں دونوں تنظیموں کا ٹکراؤ ہو گیا۔ آقا سبحانی کو بھی معاہدے کے خلاف تم سے ٹکرانے کا بہانہ مل گیا ہے۔"

وہ سر ہلا کر بولا "پھر تو وہ ضرور چھیڑ چھاڑ کرے گا۔ کوئی بات نہیں جب چاہے شروع ہو جائے۔ میں بھی پچھلا قرض چکانے کے لیے بیتاب ہوں۔"

میں نے سونیا سے کہا "یہ دو پاگل ہاتھی ایک دوسرے سے ٹکرائے بغیر نہیں رہیں گے۔ کسی کو بھی نصیحت کرنا فضول ہے۔ تم احتیاطاً دوا اپنے پاس رکھو جس کے ذریعے تم نے مالنوری سری کا دماغی توازن بگاڑ دیا تھا۔"

سونیا نے فوراً ہی میری ہدایت پر عمل کیا۔ اس نے جمی کی طرف پیٹھ کر کے اپنا سوٹ کیس کھولا۔ پھر اس میں سے دوا کی شیشی نکال کر اپنے پرس میں رکھ لی۔ جمی نے کہا "سونیا! میری بڑی خواہش ہے کہ میں فرہاد سے بات کروں۔ اس سے کہو کہ مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرے۔"

میں نے اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ تک پہنچایا۔ اس سے پہلے کہ میں اسے مخاطب کرتا، وہ ایک دم سے چونک کر بولا "اوہ فرہاد! تم آ گئے ہو؟"

"ہاں جمی! میں ہوں۔ کچھ سناؤ، میری نقل بن کر کیسی زندگی گزار رہے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں بول رہا ہوں۔ سن لو، تمہاری ہی آواز اور لہجہ ہے۔ قد اور جسامت اور صورت شکل سب تمہاری ہے۔"

میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا "مجھے بھی خوشی ہے کہ میری شخصیت کے سہارے تم ایک نئی زندگی گزار رہے ہو۔"

"جھوٹ نہ کہو فرہاد! تم خوش نہیں ہو سکتے۔ مجھے تو تمہاری موت بنا کر منظر عام پر لایا گیا ہے۔ تمہیں خوشی نہیں، دہشت ہوگی۔"

میں نے خوش دلی سے جواب دیا "فرہاد بن گئے اور اتنا بھی نہ جان سکے کہ فرہاد دہشت کو جوتوں کی طرح پہن کر چلتا رہتا ہے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک میرے قدموں تلے بارود بچھائی گئی ہے اور میں چلتا جا رہا ہوں۔ میں نے کہا نا کہ دہشت میرے قدموں تلے ہی رہے گی۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "افسوس! میں تمہیں چیلنج نہیں کر سکتا کیونکہ سونیا میری کمزوری بن گئی ہے۔"

میں نے کہا "اور میں سونیا کی کمزوری ہوں۔"

وہ بولا "ہاں، اس طرح تم میرے رقیب ہو۔"

"پہلے تم پیٹر ماسٹر کے رشتے سے جانی دشمن بن کر آئے تھے۔ اب سونیا کے رشتے سے رقیب بھی بن گئے۔ بولو کیا ارادے ہیں؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "پتہ نہیں تم کتنی دور بیٹھے ہو۔ تم میرے پاس پہنچ جاتے ہو۔ میں تمہارے پاس نہیں پہنچ سکتا۔ جب ہم کبھی روبرو ہوں گے تو میں اپنا ارادہ بتاؤں گا۔"

یہ بات وہ چیلنج کے انداز میں نہیں کہہ رہا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ میں اسے باتوں میں لگا کر اس کے لاشعور کو کریدتا رہا۔ وہ سونیا کی خاطر مجھ سے لڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے دماغ کے ایک گوشہ میں یہ بات چھپی ہوئی تھی کہ وہ دوستانہ انداز میں سونیا کو مجھ سے مانگ لے گا۔ میں پہلے ہی اس کی دیوانگی کو سمجھ گیا تھا۔ وہ تو سونیا کے لیے پیٹر ماسٹر سے بغاوت کرنے کو تیار تھا۔ اس کی خاطر وہ میرا جاں نثار دوست بن سکتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ کسی چیز کی قدر و قیمت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب اس چیز کا دوسرا طلب گار بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

میرے دل میں سونیا کی اہمیت کبھی کم نہ ہوئی مگر اب وہ اہمیت اور بڑھ گئی۔ مجھے یہ پروا نہ تھی کہ اس کا دوسرا طلب گار آ گیا ہے۔ مجھے یہ فکر تھی کہ سونیا کبھی غصے میں غلط فیصلہ کر کے ادھر نہ مل جائے۔ جمی نے مخاطب کیا "ہیلو فرہاد! خاموش کیوں ہو گئے؟ کیا سوچ رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا "یہی کہ ہم کب اور کیسے ایک دوسرے کے روبرو آ سکتے ہیں؟"

"شاید ہندوستان میں سامنا ہو جائے۔"

میں نے کہا "ذرا سونیا سے پوچھو، کیا ہندوستان میں ہمارا آمنا سامنا ہوگا۔ میں تمہارے دماغ میں اس کا جواب سنتا رہوں گا۔"

وہ سونیا سے باتیں کرنے لگا۔ مجھے موقع ملا تو میں اس کے لاشعور کو پڑھتے ہوئے آہستگی سے بولا "ٹیلی پیتھی کی روک تھام ..."

یہ چند الفاظ اس کے چور خیال کو چھیڑنے کے لیے تھے۔ اس کے ساتھ ہی لاشعور کی دھیمی دھیمی سوچ ابھرنے لگی "فرہاد اور رسونتی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی میں سانس روک لیتا ہوں۔"

میں نے ایک لفظ کی چنگاری سی چھوڑی "یوگا؟"

اس کی سوچ نے کہا "آہ! یہی میری کمزوری ہے کہ یوگا کے فن میں مہارت حاصل نہ کر سکا۔ فرہاد کی طرح میں بھی شباب کا رسیا ہوں سگریٹ نوشی کی عادت ہے اس لیے ایک یا ڈیڑھ منٹ سے زیادہ سانس نہیں روک سکتا۔ بہرحال یہ بھی بہت ہے۔ اتنا تحفظ ہے کہ فرہاد یا رسونتی اچانک ہی میرے دماغ پر حملہ نہیں کر سکتے۔ میرا غیر معمولی حساس دماغ مجھے خطرے سے آگاہ کر دیتا ہے۔"

میں جمی کے لاشعور میں پہنچا ہوا تھا۔ اور وہ شعوری طور پر سونیا سے باتیں کر رہا تھا۔ ایسا ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔ باتیں کرنے کے دوران ہم غیر شعوری طور پر دوسری باتیں بھی سوچتے رہتے ہیں سونیا اور جمی کی باتیں ختم ہوئیں تو لاشعور کی باتیں ابھر کر شعوری طور پر جمی کے دماغ میں آئیں۔ اس نے سوچا کہ وہ سونیا سے باتیں کرنے کے دوران کیا سوچ رہا تھا؟

یک بیک اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ فوراً ہی برہم ہو کر اٹھتے ہوئے بولا "تم۔ تم میرے دماغ میں کیا کر رہے ہو؟ میں سمجھ گیا تم۔ تم میرے چھپے ہوئے خیالات کو کرید رہے تھے ..."

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ مجھے اپنے دماغ سے باہر نکال دیا۔ میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا "اسے کہو کہ فرہاد نے اس کے چور خیالات کو نہیں چھیڑا ہے۔"

سونیا نے یہ بات کہہ دی۔ وہ ناگواری سے بولا "سونیا! تم اس کی وکالت کر رہی ہو۔ کیا یہی تمہاری دوستی یا محبت ہے کہ اپنے محبوب کی خاطر مجھ جیسے دوست سے جھوٹ بول رہی ہو۔ میں آج بھی تمہاری خاطر بڑی بڑی طاقتوں کی مخالفتیں مول لے سکتا ہوں۔ تم میرے اعتماد کو دھوکہ نہ دو۔"

سونیا نے سنجیدگی سے کہا "ذرا صبر کرو جمی! میں ابھی فرہاد سے سچ اور جھوٹ کا حساب کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے جمی کے سامنے ہی مجھ سے بلند آواز میں کہا "فرہاد! جب تک جمی دوست ہے میں اس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی۔ مجھے بتاؤ کہ تم نے جمی کے کون سے خیالات پڑھے ہیں؟"

میں نے اسے بتا دیا۔ سونیا نے اسے بتایا، وہ سر ہلا کر بولا "غلطی میری ہے، میں بھول گیا تھا کہ فرہاد کتنا مکار ہے۔ میں اس مکاری کے جواب

سب رنگ ڈائجسٹ کا مشہور سلسلہ
(دو حصوں میں)
قیمت فی حصہ ۲۵ روپے علاوہ محصول ڈاک
دوسرا ایڈیشن تیار ہے
کتابیات پبلیکیشنز۔ پوسٹ بکس ۲۳ ۔ کراچی

میں اسے کیسے چیلنج کروں۔ تمہارا وجود ایک دیوار ہے جسے میں توڑ نہیں سکتا۔"

وہ بولی "مجھے خوشی ہے کہ تم میری خاطر دماغ ٹھنڈا رکھتے ہو۔ پلیز جمی! فرہاد کے متعلق صلح صفائی کے انداز میں سوچو۔ میں تم دونوں کو چاہتی ہوں اور تم میں سے کسی کا نقصان برداشت نہیں کر سکتی۔"

وہ چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا۔ اب میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے غصہ نہیں دلانا چاہتا تھا۔ اس نے گہری سنجیدگی سے کہا "سونیا! فرہاد سے یہ میری پہلی ملاقات ہے۔ اس ابتدا کو دیکھ کر میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ تم میرے لیے محبت بنو، مسئلہ نہ بنو۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازے تک پہنچا۔ پھر اسے کھولتے ہوتے بولا "میں باہر تمہارا انتظار کروں گا۔"

اس نے باہر جا کر دروازے کو بند کر دیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی سونیا نے پوچھا "فرہاد! تم اپنی مکاریوں سے باز نہیں آؤ گے؟ آخر اسے چھیڑنے کی کیا ضرورت تھی؟"

میں نے جواب دیا "مجھے امید نہیں تھی کہ وہ مجھے اپنے دماغ سے نکالے بغیر تم سے باتیں کرے گا مگر واقعی وہ تمہارے سامنے بہت سی احتیاطی تدابیر کو بھول جاتا ہے۔ جب اس نے تم سے باتیں کرنے کی دھن میں مجھے فراموش کر دیا تو میں اس سنہرے موقعے سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتا؟ کیا مجھے اپنے دشمن کی کسی کمزوری سے واقف نہیں ہونا چاہیے؟"

"وہ کبھی دشمن تھا۔ میں اسے تمہارا دوست بنانے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"تمہاری کوششوں نے اسے رقیب بھی بنا دیا ہے۔"

"تم سمجھتے کیوں نہیں ہو، میں رفتہ رفتہ یہ بات اس کے دماغ میں نقش کر سکتی ہوں کہ میری دوستی اور محبت کی انتہا اس کے لیے ہے۔ مجھ سے صرف ازدواجی رشتہ نہیں ہو سکے گا۔"

"ٹھیک ہے، اس بچے کو سمجھاتی رہو۔ آئندہ میں اسے نہیں چھیڑوں گا۔"

وہ اپنے کیبن سے باہر چلی گئی۔ میں اس کے دماغ سے باہر آ گیا۔

اب میں شرلاک کے اسی پرائیویٹ بنگلے میں تھا۔ اس کے ایک بند کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑا باہر کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد مجھے پھر سونیا کے پاس پہنچنا تھا کیونکہ کراچی شہر میں جمی اور آقا سبحانی کے زبردست ٹکراؤ کی توقع تھی۔ میں نے دوسرا سگریٹ نکال کر سلگایا۔ اس کا کش لگاتے وقت میں نے اس بنگلے کے باغیچے میں دو عورتوں کو دیکھا۔ وہ دونوں گھاس پر بیٹھی ہوئی تھیں اور ان دونوں کی گود میں ایک ایک بچہ تھا۔

اس منظر نے اچانک ہی دوبدن کے تصور کو ابھار دیا۔ میرے دماغ نے کہا "جب وہ مائیں بنیں گی تو ان کی گود میں بھی ایک ایک بچہ ہو گا۔"

مجھے دوبدن کی خیریت معلوم کرتے رہنا چاہیے تھا۔ اپنی مصروفیات میں بہت دیر سے انہیں بھولا ہوا تھا۔ بہرحال یاد آتے ہی میں فوراً ان کے مشترکہ دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک آراستہ بیڈ روم کے ایک گوشے میں کھڑی ہوئی کہہ رہی تھیں "خبردار چڑیلو! میرے قریب آؤ گی تو میں اس چڑیل کی طرح تم سب کا بھی حلیہ بگاڑ دوں گی۔"

دوبدن کے سامنے تین نرسیں ذرا دور سہمی کھڑی تھیں۔ چوتھی نرس فرش پر پڑی کراہ رہی تھی۔ دوبدن نے اس بے چاری کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔ اسی وقت بیڈ روم کا دروازہ کھلا۔ ڈاکٹر فینی ایک اور نرس کے ساتھ کمرے میں داخل ہو کر بولا "جڑیل! تم نے پریشان کر رکھا ہے۔ پلیز اپنا معائنہ کراؤ۔"

دوبدن ایک ساتھ بولیں "مجھے یہ روز روز کا معائنہ پسند نہیں ہے آخر یہ چڑیلیں میرے پیٹ کو گھورتی کیوں ہیں۔ کیا انہیں شبہ ہے کہ میں کے بجائے میں کچھ اور پیدا کرنے والی ہوں؟"

ڈاکٹر فینی نے زخمی نرس کو دیکھا جسے باقی نرسیں سنبھال کر باہر لیجا رہی تھیں۔ پھر وہ نرمی سے بولا "بیٹی! بچے ہی ہوں گے مگر یہ ڈاکٹر وغیرہ ہی بہتر سمجھتے ہیں کہ کس طرح تمہارا خیال رکھنا چاہیے۔ اوپر سے احکامات آئے ہیں کہ روزانہ تمہاری میڈیکل رپورٹ حاصل کی جائے۔"

وہ بولیں "کون اوپر سے احکامات نازل کر رہا ہے؟ اسے میرے پاس بھیجو، میں نمٹ لوں گی۔"

ڈاکٹر نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد دوبدن کے قریب آکر کہا "میں بڑی الجھن میں ہوں۔ سی آئی اے والوں نے میری کوٹھی کے چاروں طرف سخت پہرہ لگا دیا ہے۔ تمہارے لیے زیادہ سے زیادہ طبی سہولتیں فراہم کر رہے ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ انہیں فرہاد کے ان ہونے والے بچوں سے گہری دلچسپی ہے۔"

یہ بات سنتے ہی میرے دماغ میں دشمنوں کی سازشیں چیخنے لگیں۔ ظاہر ہے وہاں وہ دشمن سپر ماسٹر ہی ہو سکتا ہے۔ وہی میرے بچوں سے دشمنی کی حد تک گہری دلچسپی لے سکتا تھا۔

میں نے ڈاکٹر فینی کے دماغ کو کریدنا شروع کیا۔ وہ شکست خوردہ انداز میں ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے سوچنے لگا "اوہ! میں کیا کروں؟ میں نے ڈبل جوئیل کی بڑی محنت سے پرورش کی۔ سوچا تھا کہ یہ جوان ہو گی تو اس کی شادی کرواؤں گا۔ شاید ڈبل جوئیل سے اسی کی طرح ایک مزاج کے دو بچے پیدا ہوں۔ اب میری یہ توقع پوری ہونے والی تھی مگر اب ہماری سرکار دلچسپی لے رہی ہے۔ مجھے اپنی زبان بند رکھنے کی شرط پر یہ بتایا گیا ہے کہ فرہاد کے بچوں کو پیدا ہوتے ہی وہ لوگ یہاں سے کہیں لے جائیں گے اور خود ان کی پرورش کریں گے ...."

ساری باتیں سمجھ میں آ گئیں۔ یقیناً سپر ماسٹر میرے بچوں کو ڈھال بنانا چاہے گا۔ انہیں زندہ رکھ کر مجھے بلیک میل کرے گا۔ اوہ! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ان بچوں کے پیدا ہونے سے پہلے انہیں میرے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ بنا دیا جائے گا۔

ڈاکٹر فینی

صوفے پر بیٹھا سر جھکائے سوچ میں گم تھا وہ خود نہیں چاہتا تھا کہ دوبدن سے ہونے والے بچے کسی دوسرے کی تحویل میں جائیں۔ مگر وہ مجبور تھا۔ اس کی رہائش گاہ کے چاروں طرف سی آئی اے والوں کا سخت پہرہ لگا تھا۔ افسران اس سے اور دوبدن سے پوچھتے رہتے تھے کہ فرہاد ان سے دماغی رابطہ قائم کرتا ہے یا نہیں؟

جواب میں "نہیں" سن کر انہیں شبہ ہوتا تھا کہ فرہاد سے خفیہ رابطہ قائم ہے اور ان سے چھپایا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر فینی بہرحال اپنی حکومت کا وفادار تھا۔ افسران کی نظروں میں دوبدن مشکوک تھیں۔ ان کے بارے میں خیال تھا کہ وہ اپنے عاشق سے سوچ کے ذریعے گفتگو کرتی ہیں اور وہاں سے فرار ہونے کا منصوبہ بنا رہی ہیں۔ اسی لئے دوبدن کی کڑی نگرانی ہو رہی تھی۔ وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ دوبدن ضدی اور غصہ ور ہیں اندیشہ تھا کہ وہ غصے کی حالت میں الٹی سیدھی حرکتیں کر کے نادانستگی میں حمل ضائع کر دیں گی پھر فرہاد کو بلیک میل کرنے کی ترپ چال ختم ہو جائے گی۔

میں سمجھتا ہوں شیرنی جو دوسروں کو کھا جاتی ہے، وہ اپنے بچے نہیں کھاتی۔ ماں ہزار ضدی اور غصہ ور ہونے کے باوجود اپنے بچوں کے لئے موم کی طرح پگھلتی ہے۔ انہیں کبھی ضائع نہیں کر سکتی۔ سب سے زیادہ پریشانی میرے لئے تھی۔ میرا لہو اچھل کر اس دھرتی پر آنے والا تھا اور دشمن اسے بوتل میں ایک جن کی طرح بند کرنے والے تھے اب میرے سامنے یہی راستہ رہ گیا تھا کہ میں دوبدن سے براہِ راست رابطہ قائم کروں۔ اور سپر ماسٹر کے حصار سے اسے نکالنے کی کوشش کروں۔

ایسے بھی میرا نقصان تھا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوبدن میرے پیچھے پڑ جاتیں میرے ساتھ رہنے کی ضد شروع کر دیتیں۔ شاید انہیں اخبارات کی خبریں سنائی نہیں جاتی تھیں۔ ورنہ وہ میری تلاش میں دوبارہ ملایا جانے کے لئے ہنگامے شروع کر دیتیں۔ بہرحال ابھی میرے لئے سوچنے سمجھنے کا موقع تھا۔ میں نے سوچا کہ جب ڈاکٹر فینی وہاں نہیں رہے گا تو میں کسی وقت تنہائی میں دوبدن سے رابطہ قائم کروں گا۔

میں وہاں سے واپس آ گیا۔ اب میں شرلاک کے ایک پرائیویٹ بنگلے کے ایک کمرے میں کھڑکی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ کھڑکی کے باہر بنگلے کے باغیچے میں وہی دو عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں، جن کی گود میں دو بچے دیکھ کر مجھے دوبدن یاد آ گئی تھی۔ میں نے کھڑکی سے پلٹ کر ایک سگریٹ سلگایا۔ پھر اس کے کش لگاتا ہوا ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ میرے دماغ کی اسکرین پر رومانہ نظر آ رہی تھی۔ ایک ٹیکسی کار میں چند ہپی اس کے ہم سفر تھے اور وہ ان کے ساتھ دہلی جا رہی تھی۔

مجھے رومانہ کے سلسلے میں کئی بار پلاننگ کو بدلنا پڑا۔ پہلی پلاننگ کے مطابق وہ ہپی لڑکی کے روپ میں دہلی جا رہی تھی۔ پھر پتہ چلا کہ اس شہر میں ہمارے لئے زبردست ناکہ بندی کی جا رہی ہے۔ باہر سے آنے والے اجنبی لوگوں کو خصوصاً غیر ملکیوں کو سختی سے چیک کیا جا رہا ہے ان حالات میں میں نے رومانہ سے کہا تھا کہ وہ دہلی پہنچنے سے پہلے ہی اپنا سفر ملتوی کر دے۔ میں اسے بتاؤں گا کہ وہ کس شہر میں قیام کرے گی مگر اب یہ ارادہ بھی بدل گیا کیونکہ رومانہ سپر ماسٹر کے آدمیوں کی کڑی نگرانی میں تھی۔

میں نے اسے مخاطب کیا، وہ مسکرانے لگی "ہیلو فرہاد! کون کون سے نگر کی سیر کر کے آ رہے ہو؟"

میں نے کہا "تم بھول گئیں۔ ہمیں جاپانی زبان میں باتیں کرنی چاہییں!"

"سوری! اب نہیں بھولوں گی۔ سونیا اور رس دنتی کا حال سناؤ؟"

"رس دنتی کی ماں اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئی ہے۔ اس کا باپ اور بہن فوجی چھاؤنی کے ایک بنگلے میں نظر بند ہیں۔ وہاں اتنا سخت پہرہ ہے کہ فوجی افسران بھی خصوصی اجازت حاصل کئے بغیر چھاؤنی کے اس حصے میں قدم نہیں رکھ سکتے۔ وہ باپ بیٹی کے سامنے جانے والے فوجی نقاب پوش گونگے ہوتے ہیں تاکہ میں اور رس دنتی ان کے دماغوں تک نہ پہنچ سکیں۔"

رومانہ بولی "یہ تو میں سمجھتی تھی کہ ایسے ہی سخت اقدامات کئے جائیں گے۔ کیا رس دنتی ہندوستان پہنچ گئی ہے؟"

"نہیں۔ میں نے اسے ہندوستان جانے سے منع کیا ہے۔ میں بھی نہیں جاؤں گا۔ تم اور سونیا وہاں ہنگامے کرو گی۔ دشمنوں کو یہی سمجھنا چاہیے کہ میں اور رس دنتی تم دونوں کے پیچھے ہیں اور دہلی میں ہی کہیں چھپے ہوئے ہیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں دہلی جاؤں گی؟"

"ہاں۔ اپنا میک اپ اتار دو۔ تمہارے آس پاس سپر ماسٹر کے آدمی ہیں۔ چھپنا بے کار ہے۔ یوں بھی دہلی شہر کی چوکیوں میں چیکنگ کے دوران تمہارا میک اپ ظاہر ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میک اپ ختم کر دوں گی۔ سونیا کے متعلق بتاؤ؟"

"وہ جمی کے ساتھ کراچی میں ہے۔ پھر ایک بار جمی اور آقا سبحانی کا زبردست ٹکراؤ ہونے والا ہے۔ تھوڑی دیر بعد میں وہاں پہنچوں گا۔ دیکھو رومانہ! تم جانتی ہو کہ سونیا تمہیں برداشت نہیں کرتی۔ میں جھوٹ سچ بول کر اسے موم کر رہا ہوں۔"

"وہ جھوٹ سچ کیا ہے؟"

"بھلا سچ کیا ہو سکتا ہے، سب جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ میں نے اس سے کہا ہے کہ اب تک میری تمہاری ملاقات نہیں ہوئی ہے اور یہ کہ تم مجھ سے مایوس ہو کر کسی ہندوستانی نوجوان سے عشق کرنے لگی ہو۔"

وہ مسکرانے لگی "آگے بولو۔ اور اسے کیا سمجھایا ہے؟"

یہی کہ تم اس ہندوستانی نوجوان کے ساتھ ہندوستان میں ہو۔ اتنے سارے جھوٹ بول کر میں نے سونیا کو راضی کر لیا ہے کہ وہ دہلی پہنچ کر تم سے دوستی کرے اور وہاں کی مہم سر کرنے کے لئے تمہارا تعاون حاصل کرے۔"

"اچھا تو تمہارے اس جھوٹ کو نباہنے کے لئے مجھے کسی ہندوستانی جوان سے عشق کرنا ہو گا۔"

"مجبوری ہے۔ کرنا ہی ہو گا۔"

"فرہاد! ایک بات میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔ تم سونیا سے بہت ڈرتے ہو۔"

"ریہرسل کر رہا ہوں کہ اگر ایک شوہر ہوتا تو سونیا جیسی بیوی کو سمجھا منا کر رکھنے کے لئے کیسے کیسے پاپڑ بیلتا۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ سچ بتاؤ، ڈرتے ہو نا؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "مرد پھر مرد ہوتا ہے۔ اسے عورت نہیں ڈراتی، عورت کی محبت ڈراتی ہے۔ پتھر کہلانے والے مرد صرف محبت سے مرتے ہیں۔"

رومانہ اپنے بیگ سے ایک آئینہ اور وینشنگ کریم نکالنے لگی۔ اب وہ اپنا میک اپ اتار رہی تھی۔ اس کے آس پاس بیٹھی ہوئی لڑکیاں اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھیں۔ ایک لڑکی تعریفی انداز میں بولی: "کمال ہے تم تو چہرے بدل لیتی ہو۔"

"ہاں۔ کھٹمنڈو میں مجھے دشمنوں سے خطرہ تھا۔ اس لئے میں نے خود کو چھپایا تھا۔"

اس کی بات سن کر اگلی سیٹ پر بیٹھنے والے جوانوں نے گاڑی روک دی۔ پیچھے گھوم کر رومانہ کو دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا: "تم فراڈ ہو تم ہمارے ساتھ کسی مارتھا نامی لڑکی کے میک اپ اور پاسپورٹ میں آئی ہو۔"

"آئی تھی۔ اب میں مارتھا نہیں، رومانہ ہوں میرے پاس اپنا پاسپورٹ ہے۔"

اس نوجوان نے پوچھا: "تم کون ہو؟ اپنی اصلیت بتاؤ ورنہ ہم تمہیں اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے۔"

میں نے رومانہ سے کہا: "یہ سب انجان بن رہے ہیں۔ خود کو سپر ماسٹر کے آلۂ کار ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔ محض باتیں بنا رہے ہیں تاکہ میرا تمہارا رابطہ ظاہر ہوتا رہے۔"

رومانہ نے انہیں جواب دیا: "ٹھیک ہے اپنے ساتھ نہ لے جاؤ۔ میں آگے کسی شہر میں ساتھ چھوڑ دوں گی۔"

ایک نوجوان نے دوسرے سے کہا: "اوہ جانی! رومانہ اچھی لڑکی ہے۔ اسے ہم تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ کم آن گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

گاڑی آگے بڑھ گئی۔ رومانہ مسکرانے لگی میں نے کہا: "تم بڑے آرام سے سفر کرو گی۔ مجھے اطمینان ہے۔ اس لئے اب جا رہا ہوں۔"

اس سے دو چار باتیں کرنے کے بعد میں نے رس ونتی کے باپ تن سنگ کے دماغ میں جھانکنا چاہا۔ یوگا کے استاد نے اپنی سانس روک لی پھر آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے پوچھا: "بیٹی! یہ تم ہو؟"

"نہیں، آپ کا بیٹا ہوں فرہاد! کیا ماتا جی کا کریا کرم (مرنے والی کی آخری رسوم) ہو چکا ہے؟"

اس نے جواب دیا: "ہو رہا ہے بیٹے مگر مجھے اجازت نہیں ہے کہ میں اپنی بیوی کی چتا تک جا سکوں۔ کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ مرنے والی کو آخری بار بھی نہ دیکھ سکوں گا۔"

میں نے کہا: "دھیرج رکھیں۔ بھاگوں کا لکھا پورا ہوتا ہے۔ انشاء اللہ ہم جلد ہی آپ کو اور رس ونتی کو وہاں سے نکال لائیں گے۔"

"بہت مشکل ہے۔ یہاں ایسی سختیاں ہیں کہ تم دونوں کی ٹیلی پیتھی کام نہ آ سکے گی۔"

"بے شک وہ لوگ مضبوط بند باندھ رہے ہیں مگر ہم دریا دکھلائی دریا راستہ کاٹ کر، راستہ بدل کر آئیں گے۔ آپ اطمینان رکھیں۔"

بوڑھا تن سنگ ونتی کے ساتھ پوجا کے لئے دوسرے کمرے میں جا رہا تھا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اتنے میں رس ونتی کی سوچ نے مجھے مخاطب کیا: "شکریہ فرہاد! تم میرے پتا جی کو تسلیاں دے رہے ہو مگر میں اب صبر نہیں کر سکتی جو کرنا ہے فوراً ہی کر گزرو۔"

"رس ونتی! جب بہت زیادہ ذہنی پریشانیاں ہوں تو آدمی بے چینی اور بے صبری سے غلط قدم اٹھا لیتا ہے۔"

"تمہیں اتنی ذہنی پریشانی نہیں ہے۔ تمہارا اٹھایا ہوا قدم غلط نہیں ہو گا۔"

"اگر تم مجھے اپنا سمجھتیں تو تمہارا دل گواہی دیتا کہ تمہاری پریشانیاں میری پریشانیاں ہیں۔ میں اپنے پتا جی اور اپنی بہن کو وہاں سے نکالنا چاہتا ہوں۔ یہ بہت بڑی ذمے داری ہے اور میں اس میں ناکام نہیں ہونا چاہتا۔"

وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی: "تمہاری باتیں دل جیت لیتی ہیں میں سوچ کر آئی تھی کہ تمہیں فوراً ہی کوئی قدم اٹھانے پر مجبور کروں گی مگر تمہارے دلائل نے مجھے مجبور کر دیا۔"

"دراصل میں سونیا کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ کراچی میں ہے۔ کل تک اسے دہلی پہنچا دوں گا ابھی میرے منصوبے کا ہلکا سا خاکہ یہ ہے کہ سونیا اور رومانہ دشمنوں کو وہاں الجھائیں گی اور میں چپ چاپ اپنے طور پر کچھ کرتا رہوں گا وہ کیسے الجھائیں گی اور میں کیا کرتا رہوں گا۔ یہ باتیں ابھی میرے ذہن میں واضح نہیں ہیں۔"

وہ چپ رہی۔ شاید کچھ سوچ رہی تھی۔ میں نے پوچھا: "کیا چلی گئیں؟"

"نہیں۔ سوچ رہی ہوں کہ تم ہمیشہ آڑے وقت پر میرے کام آتے ہو جہاں میری ٹیلی پیتھی بے بس ہوتی ہے، وہاں سے تمہارا سہارا شروع

ہوتا ہے۔"

اسے رومانی انداز میں چھیڑنے کا یہ اچھا موقع تھا مگر میں نے ضبط سے کام لیا۔ کیونکہ وہ اپنی ماں کا سوگ منا رہی تھی۔ میں نے کہا "رس ونتی! تم تمام دشمنوں سے چھپنے میں کامیاب رہی ہو۔ آج رات میں بھی دشمنوں کی نظروں سے اوجھل ہونے کی کوشش کروں گا۔"

اس نے پوچھا: "وہ کوالالمپور کا اجنبی میزبان کہاں ہے؟"

"وہ پچھلی رات سے خاموش ہے۔ مجھے ملایا کی سرحد پار کرانے والا مجھ سے غافل نہیں ہو گا۔ وہ مجھے شرلاک کے مہمان کی حیثیت سے دیکھ رہا ہو گا۔ وہ کم بخت خود کو میرے لئے معمہ بنا رہا ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ وہ ماسک مین کا آدمی ہے۔ اس کا طریقہ کار ایسا ہے کہ مجھے اس کی کھوپڑی تک پہنچنے میں ناکامی ہو رہی ہے۔"

"تمہیں روپوش ہونے کے لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم دونوں تنظیموں سے چھپ کر مطمئن ہو جاؤ اور وہ روپوش رہنے والا تمہیں چپ چاپ دیکھتا ہی رہے۔"

"میں محتاط رہوں گا تم میرا ایک کام کرو۔ تھوڑی تھوڑی دیر میں سونیا سے رابطہ قائم کرتی رہو۔ وہاں جمی اور آقا سبحانی پھر ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے والے ہیں۔ بس یہ خیال رہے کہ آقا سبحانی طیش میں آ کر سونیا کو نقصان نہ پہنچائے۔ باقی دونوں پاگل ہاتھیوں کو لڑنے دو۔ اس طرح دو تنظیمیں ٹکراتی رہیں گی۔ تو ہمیں فائدہ پہنچتا رہے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں سونیا کا خیال رکھوں گی۔"

میں نے سوچا۔ وہ سونیا سے باتیں کرے گی تو سونیا رومانہ کے سلسلے میں ضرور کچھ بولے گی۔ یہ سوچ کر میں نے رس ونتی کو بتایا کہ میں نے سونیا کو سمجھانے منانے کے لیے کیسے کیسے جھوٹ بولے ہیں۔ میری تمام باتیں سننے کے بعد رس ونتی نے کہا: "تم ہر طرح سے قابلِ پرستش ہو مگر تمہاری یہ بدحاشیاں تمہاری اچھائیوں پر پانی پھیر دیتی ہیں سونیا تمہیں دیوانگی کی حد سے گزر کر چاہتی ہے اور تم اسے فریب دیتے رہتے ہو۔"

"میں نے اسے نقصان پہنچانے والا فریب کبھی نہیں دیا۔"

"عورت کو صرف ایک ہی صورت سے نقصان پہنچتا ہے۔ وہ یہ کہ اس کا مرد اس سے دور رہے۔ تمہاری ذات سے سب سے زیادہ نقصان سونیا کو پہنچ رہا ہے۔"

"میں سونیا سے دور نہیں تھا ہم ہمیشہ ساتھ رہے مگر دشمن حالات بار بار ہمیں جدا کرتے رہے موجودہ جدائی طویل ہو گئی ہے ہم جلد ہی پھر ملیں گے اور پھر بچھڑ جائیں گے۔"

"تم جان بوجھ کر بچھڑ جاؤ گے۔"

"ہاں مجبوری ہے۔ سونیا مجھے آزاد نہیں رہنے دیتی۔"

"وہ آزادی نہیں دیتی یا عیاشی کی اجازت نہیں دیتی۔"

"یہ عیاشی ایک ہی صورت سے ختم ہو سکتی ہے۔"

"کیسے؟" رس ونتی نے پوچھا۔

"ایسے کہ تم میری بن جاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے بعد کوئی لڑکی میری زندگی میں نہیں آئے گی۔"

ادھر چپ لگ گئی۔ میں نے کہا: "تمہاری ماتا جی کا دیہانت (انتقال) ہو گیا ہے۔ ایسے وقت میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ مجھے ایک بار آزما لو۔"

جواب میں خاموشی رہی۔ میں نے آواز دی: "چپ کیوں ہو؟ میں سنبھلنا چاہتا ہوں تم سنبھالنا نہیں چاہتیں۔ یہی بات ہے نا؟"

بدستور خاموشی رہی۔ میں نے کہا: "پتہ نہیں تم شرما رہی ہو یا اس موضوع سے کترا رہی ہو۔ چلو موضوع بدل کر بات کریں گے۔ تم سونیا کے پاس جا رہی ہو نا؟"

کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے دو چار بار آوازیں دیں۔ پتہ چلا کہ وہ بھاگ گئی ہے۔ میں ایک سرد آہ بھرنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔ میرے ہاتھ میں سگریٹ بجھ گیا تھا۔ اسے ایش ٹرے میں ڈال کر میں نے دوسرا سگریٹ سلگایا۔ شرلاک کی وہ کوٹھی بہت ہی خوبصورت تھی۔ میں جس خوابگاہ میں بیٹھا ہوا تھا وہ بڑی خوبصورتی سے سجائی گئی تھی دوسرے کسی کمرے میں بے بی بوڑھی خاتون کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ تانیہ کچن میں رات کا کھانا تیار کر رہی تھی اور ماسٹر رومی ڈرائنگ روم میں کھیل رہا تھا۔ وہ ماحول بڑا ہی پرسکون تھا۔ ابھی کوئی دشمن وہاں نہیں پہنچ رہا تھا۔ یا پھر وہ ابھی مجھے چھیڑنا نہیں چاہتے تھے۔

میں شرلاک کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کھانے کی میز پر جولیا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ جولیا کے ماں باپ، اس کا ماموں اور دو بچے بھی وہاں کھانے میں مصروف تھے۔ میں شرلاک کے دماغ سے جولیا کی باتیں سننے لگا۔ اس کی آواز اور لہجے کو اپنی یادداشت میں محفوظ کرنے لگا۔ شرلاک نے کھانے کے دوران کہا: "مجھے کوالالمپور میں ایک خاتون کی فون کال موصول ہوئی تھی۔"

یہ بات سن کر جولیا اور اس کے والدین چونک گئے۔ شرلاک نے کہا۔ "وہ خاتون کہہ رہی تھیں کہ میری سوتیلی والدہ ہیں۔ میرے ڈیڈی نے آج سے سترہ برس پہلے اس خاتون سے شادی کی تھی۔"

جولیا کی ماں نے کہا: "وہ بکواس کرتی ہے۔ جولیا کے ڈیڈی ایک بار پیرس گئے تھے۔ وہاں بھی ایک خاتون دعویٰ کر رہی تھیں کہ وہ شرلاک سینئر کی بیوہ ہے اور اس کے دو بچے ہیں۔ بیٹے شرلاک! یہ سب تمہارے ڈیڈی کی دولت اور جائداد کا لالچ ہے۔ یہ بھی کوئی بات ہے کہ تمہارے ڈیڈی کے مرنے کے بعد انہیں بدنام کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے خاندان سے باہر دوسری شادی کی تھی۔"

شرلاک نے کہا: "مگر وہ خاتون دعویٰ کر رہی تھیں کہ ان کے پاس نکاح نامہ اور دوسرے ایسے دستاویزات موجود ہیں جن کے ذریعے وہ میرے ڈیڈی کی منکوحہ ثابت ہو جاتی ہیں اور وہ دونوں بچے ڈیڈی کی جائداد میں

میرے حصے دار بن جاتے ہیں۔"

میں جولیا کے دماغ میں تھا۔ وہ دل ہی دل میں مسکراتی ہوئی سوچ رہی تھی: "اونہہ! وہ بڑھیا یہاں پہنچ ہی نہیں سکے گی۔ ماموں کے آدمی نے اسے اور اس کے بچوں کو ٹرین میں ہی ہلاک کر دیا ہوگا۔"

اس کی سوچ سے معلوم ہو گیا کہ ٹرین میں تانیہ اور اس کی ماں پر حملہ کرنے والا وہ قاتل جولیا کے ماموں کا آدمی تھا اور اسے میں نے چلتی ٹرین سے باہر پھینک دیا تھا۔ انہیں خوش فہمی تھی کہ وہ خاتون اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے اب نہیں آئے گی۔ جولیا کے ماموں نے کہا: "بیٹا وہ نکاح نامہ اور دستاویزات جعلی ہوں گے۔ دیکھ لینا وہ عورت اپنے بچوں کے ساتھ نہیں آئے گی۔"

شرلاک نے سر ہلا کر کہا: "اچھا ہے کہ نہ آئے۔ اور اگر آئے گی اور اس کے پاس دستاویزات درست ہوں گی تو پھر یہاں کی ساری جائداد میں ان بچوں کو حصہ دینا ہی ہوگا۔"

جولیا ناراضی سے بولی: "شرلاک! اتنے انصاف پسند نہ بنو۔ میں تو انہیں دھکے دے کر یہاں سے نکالوں گی۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا: "تم تو شادی سے پہلے ہی اپنی ہونیوالی ساس پر زبانی حملے کر رہی ہو۔"

وہ بولی: "کیا تم اسے میری ساس اور اپنی ماں تسلیم کر رہے ہو؟"

"اس کا دعویٰ درست ہوگا تو تسلیم کر لوں گا۔"

جولیا کی ماں نے کہا: "بیٹی، تم خواہ مخواہ بحث کر رہی ہو۔ پہلے اس عورت کو بچوں سمیت یہاں آنے تو دو۔"

جولیا کو غلطی کا احساس ہوا کہ جو عورت بچوں سمیت ہلاک کر دی گئی ہے وہ اب نہیں آئے گی لہٰذا اسے شرلاک سے بحث نہیں کرنا چاہیے۔ وہ سب تھوڑی دیر تک خاموشی سے لقمے چباتے رہے۔ پھر شرلاک نے کہا: "پتہ نہیں یہ مائیک کہاں مر گیا ہے۔ میں نے اسے کہا تھا کہ وہ میری واپسی تک یہاں سے نہ جائے۔"

جولیا کے باپ نے کہا: "دوپہر کو مائیک نے ہمارے ساتھ کھانا کھایا تھا۔ اس کے بعد باہر چلا گیا۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ تمہارے استقبال کے لیے ایئرپورٹ گیا ہے۔"

میں جولیا کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ خیالات بتا رہے تھے کہ مائیک کو قتل کر دیا گیا ہے۔ کیوں قتل کر دیا گیا؟ میں راز کو آہستہ آہستہ کریدنے لگا۔

قصہ یوں تھا کہ مائیک اسی خاندان کا ایک نوجوان تھا۔ اس کے ماں باپ مر چکے تھے۔ وہ شرلاک کے کاروبار کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ شرلاک کا وفادار تھا۔ مگر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر جولیا کو پسند کرنے لگا تھا۔ جولیا کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ مائیک کے جذبات سے کھیلتی رہی تھی۔ اور اسے اپنی محبت کا جھوٹا بہلاوا دیتی رہی تھی کیونکہ کاروبار مائیک کے ہاتھ میں تھا۔

پچھلی رات ایسا ہوا کہ جولیا اپنی ماں باپ اور ماموں کے ساتھ اپنے بیڈ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کی گفتگو کا موضوع شرلاک کی سوتیلی ماں اور سوتیلے بھائی بہن تھے۔ ماموں انہیں یقین دلا رہا تھا کہ ان ماں بچوں کو ٹرین میں اب تک قتل کر دیا گیا ہوگا۔ یہ باتیں مائیک نے اس وقت سن لیں جب وہ جولیا سے ملنے اس کے بیڈروم میں داخل ہو رہا تھا۔ ماموں کی نظروں میں یہ بات ان کے منصوبے کے خلاف تھی۔ مائیک وفادار تھا اس بات کو شرلاک کے کانوں تک پہنچا سکتا تھا۔

جولیا نے تنہائی میں مائیک کو پیار و محبت سے سمجھایا۔ مائیک نے کہا: "اگرچہ میں شرلاک سے کوئی بات نہیں چھپاتا تاہم سوتیلے رشتہ داروں کے مر جانے سے شرلاک کو ہی فائدہ پہنچے گا۔ ساری جائیداد شرلاک ہی کو ملے گی اس لیے میں تمہارے راز کو راز ہی رکھوں گا۔"

آج صبح ماموں نے جولیا سے کہا: "بے شک تم مائیک کو بے وقوف بنا رہی ہو لیکن جس دن اسے معلوم ہوگا کہ تم محبت کے جھوٹے وعدے کر کے اسے بہلا رہی ہو اسی دن یہ شرلاک کے سامنے ہماری سازشوں کو بے نقاب کر دے گا۔ اپنے راز میں اس احمق کو شریک نہیں کرنا چاہیے۔"

قصہ مختصر مائیک دوپہر کے کھانے کے بعد باہر گیا تو ماموں صاحب بھی پیچھے گئے۔ شام کو واپس آکر بتایا کہ کرائے کے ایک قاتل نے مائیک کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ اس کی لاش بھی کسی کو نہیں ملے گی۔ جولیا کے یہ خیالات پڑھ کر میں ماموں کے دماغ میں پہنچا۔ وہ کھانا ختم کرنے کے بعد ایک پیالی میں اپنے لیے کافی انڈیل رہا تھا۔ اس کے مزاج میں سختی تھی۔ وہ زبردست قوتِ ارادی کا مالک تھا۔ جو منصوبے دماغ میں آتے تھے انہیں فولادی ارادوں سے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیتا تھا۔

ویسے دماغ کتنا ہی مستحکم ہو، اگر اس میں سوچ کی لہر ذرا بھی اِدھر اُدھر ہو جائے تو سارا استحکام دھرا کا دھرا رہ جاتا ہے۔ ماموں کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ میں نے سوچ کی ایک ہلکی سی پھونک ماری تو کیتلی سے انڈیلی جانے والی کافی اس کے لباس پر گر پڑی۔ وہ ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ سب ہی چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ اپنا سر سہلاتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اچانک اسے کیا ہو گیا تھا۔ اس کا دماغ کبھی بے قابو نہیں ہوتا تھا پھر اس کا ہاتھ کیسے بہک گیا؟

اس نے معذرت چاہی، پھر لباس بدلنے کے لیے اپنے کمرے میں جانے لگا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "شاید میں لاشعوری طور پر پریشان ہوں کہ مائیک کے قتل کا بھید نہ کھل جائے۔"

اسی کی سوچ نے کہا: "نہیں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے مائیک کو ہلاک کیا ہے۔ میں نے پیچھے سے اس کے سر پر ضرب لگائی میری انگلیوں میں فولادی نکل چڑھا ہوا تھا۔ ایک ہی فولادی ضرب کافی ہوتی ہے مگر وہ جوان ذرا جی دار تھا وہ لڑکھڑا کر گرا مگر اٹھنے لگا۔ میں نے اس کے چہرے پر دوسری ضرب لگائی وہ گرا تو پھر اٹھ نہ سکا۔ اسے ٹٹول کر دیکھنے پر اطمینان ہو گیا کہ وہ مر چکا ہے۔ میں نے اسے گھسیٹ کر گٹر میں پھینک دیا۔ پھر اس کے آہنی ڈھکن کو اوپر سے لگا دیا۔ وہاں کچرا کنڈی میں کوئی ہمیں دیکھنے والا نہیں تھا۔ پھر

پریشان ہونے والی کیا بات ہے؟"

وہ سوچتے سوچتے کمرے میں آیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "جولیا اور اس کی ممی ڈیڈی سمجھ رہے ہیں کہ مائیک کو کرائے کے قاتل نے ٹھکانے لگایا ہے۔"

"ہاں۔" اس کی سوچ نے کہا: "ان سے یہ جھوٹ کہہ کر میں نے کرائے کے قاتل کا معاوضہ دس ہزار ڈالر وصول کیے ہیں۔ شرلاک کی وہ سوتیلی ماں جو اپنے بچوں کے ساتھ یہاں آنا چاہتی تھی ان کے قتل کا معاوضہ پچیس ہزار ڈالر وصول کر چکا ہوں۔ کرائے کے قاتل کو صرف دو ہزار ایڈوانس دیئے تھے باقی تین ہزار اور دوں گا۔ مگر وہ کمبخت ابھی تک رقم لینے نہیں آیا۔"

ماموں لباس تبدیل کرنے لگا۔ اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ بہت مکار اور لالچی ہے۔ جولیا کے مفاد کے لیے کام کرتا ہے اور اس کے ماں باپ سے بھی جھوٹ بول بول کر بڑی بڑی رقمیں حاصل کرتا ہے۔ اچانک فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ اسی کوٹھی کے دوسرے فون کا ریسیور بھی ایک ملازم اٹھا کر کسی سے پوچھ رہا تھا: "آپ کس سے باتیں کرنا چاہتے ہیں؟"

دوسری طرف سے کسی نے کہا: "مسٹر ڈیوڈ کو بلاؤ۔"

ماموں کا نام ڈیوڈ تھا۔ اس نے ملازم سے ریسیور رکھنے کے لیے کہا پھر دوسری طرف سے فون کرنے والے سے بولا: "میں ڈیوڈ بول رہا ہوں۔ آپ کون ہیں؟"

"میں ایک سرحدی شہر کا ڈاکٹر ہوں میرے اسپتال میں ایک زخمی شخص آپ سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ ہولڈ آن کریں۔"

وہ انتظار کرنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد اس سر مونڈے قاتل کی آواز سنائی دی جو ٹرین میں تانیہ، اس کی ماں اور بھائی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ ڈیوڈ ماموں نے حیرانی سے پوچھا: "تم اسپتال میں زخمی ہو؟"

وہ بولا: "ہاں، شکر ہے کہ صرف زخمی ہوں مرتے مرتے بچ گیا— میں بھاگتی ہوئی ٹرین سے گر پڑا تھا۔"

ڈیوڈ نے غصے سے کہا: "او یونان سنس، کیسے گر پڑے تھے؟"

"میں فون پر نہیں بتا سکتا۔ چلنے پھرنے کے قابل ہو کر اسپتال سے آکر ساری باتیں بتاؤں گا۔ میں ایک طویل بے ہوشی کے بعد ہوش میں آیا ہوں اور اطلاع دے رہا ہوں کہ وہ عورت اور بچے بنکاک پہنچ رہے ہیں۔"

ڈیوڈ نے جھنجلا کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ سارے خواب چکنا چور ہو گئے۔ کامیابی سے بنایا ہوا منصوبہ درہم برہم ہو گیا۔ اس نے ملازم کو بلا کر کہا کہ وہ مسٹر جان اور مسز جان کو فوراً بلا کر لائے۔ جولیا کے ماں باپ جان اور مسز جان کہلاتے تھے۔ ڈیوڈ انہیں اپنے کمرے میں بلا کر وہ منحوس خبر سنانا چاہتا تھا۔ کہ شرلاک سینئر کی جائداد میں حصہ لینے وہ خاتون اپنے بچوں کے ساتھ بنکاک پہنچ گئی ہے۔

میں نے ڈیوڈ کو چھوڑ کر شرلاک سے رابطہ قائم کیا۔ وہ کھانے کی میز سے اٹھ کر اپنی خوابگاہ میں آگیا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ چونک کر بولا: "فرہاد! یہ تم ہو؟"

"ہاں۔ بہت دیر سے تمہارے رشتہ داروں کی کھوپڑیوں میں گھوم رہا تھا۔ جو معلومات حاصل ہوئیں۔ وہ یہ ہیں کہ جولیا کے ماموں ڈیوڈ نے تانیہ وغیرہ کو ٹرین میں قتل کرنے کے لیے اس کرائے کے قاتل کو بھیجا تھا جسے میں نے ٹرین سے باہر پھینک دیا تھا۔"

شرلاک نے کہا: "یہ تو بڑی کمینگی ہے۔ یہ لوگ دولت اور جائیداد کے لالچ میں خون خرابے پر اتر آئے ہیں۔"

میں نے کہا: "آگے تو سنو۔ مائیک کو ان کی سازش کا علم ہو گیا تھا۔ ڈیوڈ نے اسے بھی قتل کر دیا ہے۔"

شرلاک کو صدمہ پہنچا۔ وہ ایکدم سے صوفہ پر بیٹھ گیا۔ اس کے تصور میں مائیک نظر آ رہا تھا۔ وہ مائیک کو بہت پسند کرتا تھا کیونکہ وہ بڑی ایمانداری سے اس کا کاروبار سنبھال رہا تھا۔ اس نے مٹھیاں بھینچ کر کہا: "میں ڈیوڈ انکل کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں نے کہا: "غصہ تھوک دو۔ مرنے والا واپس نہیں آئے گا۔ مگر ہاں اب میں مائیک بن کر آؤں گا۔"

وہ چونک کر بولا: "تم؟ ہاں تم مائیک کا رول ادا کر سکتے ہو۔ میں ابھی میک اپ کے سامان کے ساتھ مائیک کی تصویر لیکر آؤں گا۔"

میں نے کہا: "کاش! میں اس کی آواز اور لہجے سے بھی واقف ہوتا۔ بہرحال انکل ڈیوڈ نے مائیک کے چہرے پر فولادی نکل سے حملہ کیا تھا۔ میں زخمی حالت میں وہاں آؤں گا۔ موت کے منہ سے نکل آنے والے کی آواز بدلی ہوئی ہو سکتی ہے۔"

"فرہاد! آواز اور لہجے کی پروا نہ کرو میرے ہاں کیسٹ لائبریری ہے۔ اس لائبریری میں میرے خاندان کے ہر فرد کی باتیں ریکارڈ ہیں۔ میری ممی اور ڈیڈی اب اس دنیا میں نہیں ہیں مگر میں ان کے کیسٹ کے ذریعے ان کی آوازیں سنتا ہوں۔ مائیک کا بھی ایک کیسٹ موجود ہے۔"

"بس ٹھیک ہے۔ تم میری ضرورت کا تمام سامان لے کر فوراً پہنچو۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ اچھا۔ بائی ...."

میں اپنی جگہ واپس آگیا۔ اب ارادہ تھا کہ ذرا آرام کروں۔ رومانہ کی طرف سے اطمینان تھا۔ سونیا کی نگرانی رس ونتی کر رہی تھی۔ دو بدن سے میں اس وقت رابطہ قائم کرتا جب وہ اپنے کمرے میں بالکل تنہا ہوتی۔ میں اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس کمرے کا دروازہ ڈرائنگ روم میں کھلتا تھا۔ وہاں ماسٹر رومی ٹیلیفون کا ریسیور اٹھائے کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے اپنے منہ پر انگلی رکھتے ہوئے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر دوبارہ ہاتھ کے اشارے سے مجھے قریب آنے کے لیے کہا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ یونہی اندازے سے کسی کے نمبر ڈائل کرنے کے بعد شرارتاً کسی سے باتیں کر رہا ہے۔

میں صوفے پر اس کے قریب بیٹھ کر اس کے کان کے پاس جھک گیا۔ جیسے ریسیور سے دُوسری طرف کی باتیں سن رہا ہوں حالانکہ ماسٹر رومی کی سوچ کے ذریعے مجھے سب کچھ معلوم ہو رہا تھا۔ فون پر کوئی عورت پوچھ رہی تھی۔ "بیٹے! آخر تم چاہتے کیا ہو؟ کبھی اپنی کو پوچھ رہے ہو۔ کبھی ویسی کی بات کر رہے ہو۔ اس نام کی لڑکیاں ہمارے پاس نہیں ہیں۔ پھر یہ کہ ہمارے مساج اینڈ باتھ کے دفتر میں نمبروں کے ذریعے لڑکیاں طلب کی جاتی ہیں۔ مگر تمہاری آواز سے پتہ چلتا ہے کہ تم کم سن ہو۔ کیا اپنے باپ کے لیے کوئی چھوکری مانگ رہے ہو؟"

بنکاک میں مساج اینڈ باتھ کا ایک بہت بڑا شو روم ہے۔ اتنا بڑا کہ وہاں تقریباً دو سو لڑکیاں سج دھج کے ساتھ شوکیس میں بٹھائی جاتی ہیں۔ ایک سے لے کر دو سو تک ہر شوکیس کا نمبر ہے جو لوگ حمام میں نہانے جاتے ہیں وہ پہلے گھوم پھر کر ان میں سے کوئی لڑکی پسند کر لیتے ہیں پھر کاؤنٹر پر اس شوکیس کا نمبر بتا دیتے ہیں۔ وہی لڑکی فوراً حاضر کر دی جاتی ہے۔ بنکاک زبردست عیاشی کا اڈہ ہے۔ وہاں ہر ملک اور ہر قوم کی لڑکیاں کسی بھی وقت دستیاب ہو سکتی ہیں۔

ماسٹر رومی نے اس عورت کو جواب دیا۔ "میرا باپ مر چکا ہے آپ مجھ سے بات کریں۔ مجھے ایک لڑکی کی ضرورت ہے۔ کیا آپ کے ہاں جو لڑکیاں ہیں وہ میری بہن بن سکتی ہیں؟"

"ایں؟" وہ عورت گڑبڑا گئی۔ اس کی زندگی میں پہلی بار ایک بارہ برس کا لڑکا گاہک بن کر فون کر رہا تھا۔ جہاں لڑکیوں کے جسم سے کپڑے اتارے جاتے ہیں وہاں وہ بہنیں بنانا چاہتا تھا۔ اس معصوم گاہک کے سامنے وہ بوڑھی گناہگار عورت پہلی بار اپنے اعمال سے کانپ گئی۔ اُس نے فوراً ہی ریسیور رکھ دیا۔ فون کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

ماسٹر رومی نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا مصیبت ہے دنیا میں اتنی عورتیں ہیں مگر کوئی اچھی سی بہن نہیں ہے۔"

میں نے کہا۔ "آدمی اگر بہنوں کے رشتے قائم کرنا چاہے تو یہ دنیا تمہاری طرح معصوم ہو جائے گی۔ آہ! مگر آدمی کسی کو بہن کے بجائے داشتہ کیوں بناتا ہے؟ یہ بات ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ ابھی تمہاری عمر بہنیں تلاش کرنے کی ہے۔ ویسے تانیہ اتنی اچھی اتنی خوبصورت بہن ہے۔ کیا اس سے جھگڑا ہو گیا ہے؟"

"وہ خود ہی جھگڑا کرتی ہے۔ پھر یہ کہ ایک دن اس کی شادی ہو گی وہ مجھے چھوڑ کر چلی جائے گی۔"

"ہاں، یہ تو ہے۔ بہنیں شادی کے بعد اپنا الگ گھر بنا لیتی ہیں۔"

وہ صوفے پر سے اٹھ کر بولا۔ "اسی لیے تانیہ پر غصہ آتا ہے۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلی جائے گی۔ شادی کرے گی۔ کیا میں باہر سے کسی بہن کو دلہن بنا کر نہیں لا سکتا؟"

میں اس کی معصومیت پر زور زور سے ہنسنے لگا۔ میری ہنسی کی آوازیں سن کر بے بی، تانیہ اور اس کی والدہ ڈرائینگ روم میں چلی آئیں۔ میں نے ماسٹر رومی کی باتیں انہیں بتائیں تو وہ بھی ہنسنے لگیں۔ تانیہ نے اعلان کیا۔ "ڈائیننگ ٹیبل پر کھانا تیار ہے رومی کے سوا سب کو کھانے کی دعوت دی جاتی ہے۔"

بے بی نے رومی کو بازوؤں میں لے کر کہا۔ "تانیہ پھر جھگڑے کی بات کر رہی ہے۔ رومی! آج سے میں تمہاری بہن ہوں۔ تمہارے بھائی نے مجھے دلہن بنایا ہے اس رشتے سے میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔" سب نے تائید کرتے ہوئے تالیاں بجائیں پھر کھانے کی میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئے۔ بے بی میرے پاس آ کر بیٹھنا چاہتی تھی مگر اس سے پہلے تانیہ میرے ساتھ والی کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس لڑکی کا دل چاہتا تھا کہ مجھے بار بار دیکھے میرے قریب رہے اور میرے ساتھ باتیں کرتی رہے اس کی ان خواہشات میں معصومیت تھی۔ ابھی وہ اپنے لاشعور کو ٹٹولنا نہیں جانتی تھی کہ وہ ایسا کیوں چاہتی ہے۔

میں دماغ کی چور کتاب کو پڑھتا ہوں مگر میں پہلے ہی فیصلہ کر چکا تھا کہ تانیہ سے دور رہوں گا۔ میری بہن بے بی شرلاک کی بیوی تھی۔ اس لیے میں شرلاک کی بہن سے دلچسپی لے کر اپنے لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں مجھ میں ایک برائی ہے اور ایک اچھائی ہے۔ برائی یہ کہ حسن و شباب پر مرتا ہوں۔ اچھائی یہ کہ دیوانگی سے توبہ کر لوں تو مونا جیسی قیامت خیز شباب والی حسینہ بھی میرے قدم ڈگمگا نہیں سکتی۔

بے چاری مونا کہاں ہو گی؟ کس حال میں ہو گی؟ میں اس کی خیریت نہیں معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں نے حتی الامکان اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ مجھ پر ہی مر مٹنے کی راہ پر چل رہی تھی میرے بعض قارئین شکایتاً کہتے ہیں کہ میں خود کو گلفام بنا کر پیش کرتا ہوں۔ میری زندگی میں جتنی حسین لڑکیاں آتی ہیں میں ان پر عاشق ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ بھائیو! ذرا غور کرو گلفام میں نہیں میری صلاحیتیں ہیں۔ لڑکیاں مجھ پر نہیں میری خیال خوانی پر مرتی ہیں۔ جب لڑکیاں آٹوگراف بکس لے کر کرکٹ کے کھلاڑیوں کے پیچھے بھاگتی ہیں کوئی فلمی اداکارہ کسی کھلاڑی کو میدان سے بھگا کر اپنے ساتھ لندن لے جاتی ہے تو آپ اندازہ کریں کہ مجھے کتنی لڑکیاں بھگا کر لے جانے کے لیے تیار بیٹھی رہی ہوں گی۔

مرد اپنی صورت سے کبھی خوبصورت نہیں ہوتا وہ اپنے کام سے اور بلندی پر جاتے ہوئے نام سے پوجا جاتا ہے جب تک میری خیال خوانی کی شہرت ہے اس وقت تک اس چڑھتے ہوئے سورج کی پرستش ہوتی رہے گی۔ رہ گئی میری عاشق مزاجی کی بات تو میں ہمیشہ تسلیم کرتا ہوں کہ میں ایسا ہوں۔ ہمارے ہاں اپنی داستانِ حیات لکھنے والے شرفا اخلاقی باتیں لکھتے ہیں اور اپنی غیر اخلاقی حرکتوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں میں قلم پکڑ کر ایسا

نہیں کر سکتا۔ میں جیسا ہوں ویسا ہی خود کو پیش کروں گا۔ میری اب تک شائع ہونے والی داستان گواہ ہے کہ رومانس اور سیکس کے باوجود میں اخلاقی اور سماجی شعور کو بیدار کرنے والی باتیں کرتا رہتا ہوں۔

بہرحال مونا کی بات ہو رہی تھی وہ اپنے حسن و شباب کو اپنے شوہر کی امانت سمجھتی تھی اور یہ بھی اچھی طرح سمجھتی تھی کہ میں شوہر نہیں بن سکتا۔ کوئی دوسرا اس کے من میں سماتا نہ تھا اور میں ہرجائی اس کے شباب میں سما سکتا تھا من میں نہیں۔ ان حالات کے پیش نظر میں اس کی خیریت معلوم کرتا اور اسے کسی مسئلے یا خطرے سے دوچار ہوتے دیکھتا تو اس کی مدد کے لیے پہنچنا پڑتا۔ وہ جو دوری کی عادی ہو رہی تھی اسے پھر قربت کا چسکا پڑ جاتا۔

دُنیا میں کتنی ہی حسین لڑکیاں اپنے مسائل اور ناگہانی خطرات کا سامنا کرتی رہتی ہیں۔ میں سب کے لیے خدائی فوجدار نہیں بن سکتا۔ یہی سوچ کر میں نے مونا سے رابطہ قائم نہیں کیا۔

کھانا ختم ہونے کے بعد قہوے کا دور چل رہا تھا۔ اسی وقت شرلاک ایک سوٹ کیس کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ تانیہ نے سوٹ کیس کو دیکھ کر پوچھا۔ "بھائی میرے لیے کچھ لائے ہو؟"

شرلاک نے قریب آ کر تانیہ کے رخسار پر بوسہ لیتے ہوئے کہا۔ "میری بہن کے لیے تو سارا بنکاک اور سارا پیرس ہے۔ کل تمہیں اور رومی کو اپنے ساتھ لے جا کر اتنی شاپنگ کراؤں گا۔ اتنی شاپنگ کراؤں گا کہ تھک جاؤ گی۔ اس سوٹ کیس میں انتونی کا سامان ہے۔"

تانیہ، رومی اور وہ خاتون مجھے انتونی کے نام سے جانتے تھے۔ قہوہ... پینے کے بعد تانیہ اور رومی اپنی خوابگاہ میں چلے گئے۔ خاتون ہمارے ساتھ دوسرے کمرے میں آ گئیں... وہاں شرلاک نے اپنی ممی کو اپنے موجودہ خاندانی حالات بتلائے۔ یہ بھی بتایا کہ انکل ڈیوڈ نے انہیں ٹرین میں قتل کرنے کے لیے اس سرمونڈے قاتل کو بھیجا تھا۔ اور اس نے مائیک کو بھی قتل کیا ہے۔ ممی نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "بیٹے! میں کہاں آ کر پھنس گئی ہوں۔ اگر ڈیوڈ کو ہمارا پتہ چلے گا تو میرے بچوں کو۔ نہیں نہیں بہتر ہے کہ میں بچوں کو لے کر پیرس واپس چلی جاؤں۔"

شرلاک نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔ "ممی! میں آپ کے ساتھ ہوں۔ بچوں پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا۔"

"بیٹے! تم دن رات نگرانی نہیں کر سکتے۔ دشمنوں کی ڈھکی چھپی چالوں کو نہیں سمجھ سکتے۔"

شرلاک نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "بھئی تم ہی سمجھاؤ کہ تم دشمنوں کی ہر چال کو سمجھ لیتے ہو۔"

میں نے سوٹ کیس سے میک اپ اتارنے کا سامان نکالتے ہوئے کہا۔ "ممی! آپ وعدہ کریں کہ میرا ایک راز آپ کے سینے میں محفوظ رہے گا تو ابھی میں آپ کو اپنا ایک راز بتاؤں گا۔"

ممی نے کہا۔ "بیٹا! تم نے مجھ پر اتنے احسانات کیے ہیں کہ تمہارا راز تو کیا میں تمہیں اپنے سینے میں چھپا کر رکھ سکتی ہوں۔"

"مجھے یقین ہے۔ یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تانیہ اور رومی بچے ہیں انہیں میرا راز معلوم ہو گا تو وہ نادانی میں کسی کے سامنے اگل دیں گے۔"

"میں اپنے بچوں سے بھی تمہیں چھپاؤں گی۔"

"تو پھر میرا اصلی چہرہ دیکھئے۔" یہ کہہ کر میں اپنا میک اپ اتارنے لگا۔ وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگیں میں نے پوچھا۔ "ممی! کیا آپ نے اخبارات میں فرہاد یا عازم کے متعلق پڑھا ہے؟"

انہوں نے جواب دیا۔ "فرہاد کو پڑھنے کے لیے ہی میں نے اخبار پڑھنا شروع کیا ہے۔ حالانکہ مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی ایسا پُراسرار آدمی ہو گا۔ جو مجرم نہ ہو اور مجرم کی طرح روپوش رہتا ہو۔ اس نے طیارے کے سینکڑوں مسافروں کی جانیں بچائیں اور کوئی مسافر اس کے اصلی رُوپ کو نہ جان سکا۔ دو دن پہلے اچانک ہی اخبارات میں اس کی تصویریں شائع ہو گئیں۔ یہ انکشاف کیا گیا کہ اسی کا نام فرہاد علی تیمور ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے بھلا یہ بھی کوئی یقین کرنے کی بات ہے کہ وہ دوسروں کی سوچ پڑھ لیتا ہے؟"

بے بی اور شرلاک مسکرانے لگے۔ شرلاک نے کہا۔ "ممی اگر یہ درست ہو کہ وہ سوچ پڑھ لیتا ہے تو آپ اور بچے اس کی پناہ میں محفوظ رہ سکتے ہیں نا؟"

ممی شرلاک اور بے بی کی طرف رخ کیے باتیں کر رہی تھیں۔ فرہاد اور ٹیلی پیتھی کا موضوع ان کے لیے ایسا دلچسپ تھا کہ میری طرف سے ان کی توجہ ہٹ گئی۔ وہ بولی۔ "انسان جھوٹی کہانیاں پڑھ کر بھی یہ سوچتا ہے کہ الہ دین کا چراغ ہمیں مل جاتا تو ہم جن کو بلا کر اپنی ہر ضرورت پوری کر لیتے۔ میرا بھی یہی حال ہے اپنے بچوں کی سلامتی کے لیے اکثر سوچتی ہوں کہ مجھے بھی ٹیلی پیتھی آتی یا فرہاد کہیں مل جاتا تو اپنے دشمنوں پر غالب آ جاتی۔"

بے بی نے فخریہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "ممی میرے بھائی کا نام فرہاد ہے یقین نہ ہو تو ادھر دیکھ لیں۔"

بے بی اٹھ کر میرے پاس آئی اور میرے بازو سے لگ کر بیٹھ گئی۔ میرا میک اپ اتر چکا تھا۔ ممی نے مجھے دیکھتے ہی "ہائیں" کہتی ہوئی صوفے کی پشت سے لگ گئیں صوفے کی پشت نہ ہوتی تو شاید وہ گر پڑتیں۔ وہ پلکیں جھپکانا بھول گئی تھیں۔ مجھے ایسے دیکھ رہی تھیں جیسے خواب میں الہ دین کا چراغ دیکھ رہی ہوں۔

بے بی نے کہا۔ "ممی! کیا دیکھ رہی ہیں آپ کی دعا قبول ہو گئی ہے۔"

شرلاک نے کہا۔ "آپ نے خواہش کی تھی۔ دیکھ لیجئے فرہاد آپ کے پاس آ گیا ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ممی سوچ رہی ہیں کہ انہوں نے اخبار میں فرہاد کی تصویر دیکھی تھی میں بالکل فرہاد لگ رہا ہوں اگر وہی ہوں تو میں ممی کی سوچ ضرور پڑھ رہا ہوں گا۔"

وہ ایکدم سے اٹھ کر کھڑی ہوگئیں۔ میں نے لفظ بہ لفظ وہی کہا تھا۔ جو وہ سوچ رہی تھیں۔ وہ تیزی سے میرے سامنے آئیں پھر قالین پر گھٹنے ٹیک کر میری گود میں منہ چھپا لیا اور زور زور سے بلکنے لگیں۔ "فرہاد! میرے بیٹے! میں اپنے بچوں کی سلامتی کے لیے اندر ہی اندر مر رہی ہوں۔ میں تم سے کیا بتاؤں تم اندر کی باتیں سمجھتے ہو میرے بیٹے! میں ماں ہوں۔ میرے پاؤں تلے کی جنت لے لو اور میرے بچوں کے محافظ بن جاؤ۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں۔ میں جیسے ایک باپ تھا۔ وہ بوڑھی خاتون ایک ننھی سی بچی تھیں اور میری گود میں اپنا منہ رگڑ رہی تھیں۔ یا میرے اللہ! میرے مالک و مختار! تو مجھے کیسی عزت و عظمت دیتا ہے۔ دشمن منہ کی کھاتے ہیں اور دوست دعائیں دیتے ہیں۔ وہ خاتون مجھ سے آنسو بھری التجائیں کر رہی تھیں اور مجھے دعائیں دے رہی تھیں۔ میں خاموشی سے ان کے سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ ایسے جذباتی لمحات میں زبان سے کچھ نہیں بولا جاتا۔ صرف خاموشی کا انداز اور سر پر یا پیٹھ پر ہاتھ پھیرنے والی حرکتیں یقین دلا دیتی ہیں کہ ہم آنسو پونچھنے والوں میں سے ہیں۔

میں نے ممی کی سوچ میں کہا۔ "فرہاد کا ہاتھ میرے سر پر ہے۔ یقیناً یہ میرے بچوں کا سرپرست بنے گا۔ اب مجھے مطمئن ہو جانا چاہیے۔"

انھوں نے سر اٹھا کر آنسو بھری آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے سر ہلا کر کہا۔ "آپ کی سوچ درست ہے اب آپ کو مطمئن ہو جانا چاہیے۔"

وہ آنسو پونچھتی ہوئی بولیں۔ "او گاڈ تم تو ذرا ذرا سی سوچ پڑھ لیتے ہو۔"

میں نے ان کے دونوں بازوؤں کو تھام کر اٹھایا۔ انھیں دوسرے صوفے تک لے گیا پھر ان کی پیشانی کو چوم کر بولا۔ "خدا نے چاہا تو تانیہ اور روبی پر ذرا آنچ نہیں آئے گی۔ آپ یہاں اطمینان سے بیٹھیں اور میرے پروگرام کو تفصیل سے سنیں۔"

وہ بیٹھ گئیں۔ میں نے بے نی کے پاس آ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ابھی میں مائیک کا میک اپ کرنے والا ہوں۔ وہ لوگ مطمئن ہیں کہ وہ قتل ہو چکا ہے اور اس کی لاش گٹر میں چھپا دی گئی ہے۔ میں کل صبح تک مائیک بن کر وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

اتنی دیر میں پہلی بار ممی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی۔ وہ بولیں۔ "تمھیں مائیک کے روپ میں دیکھ کر ان کی جان ہی نکل جائے گی۔"

"سخت جانوں کی جانیں اتنی آسانی سے نہیں نکلتیں۔ ویسے وہ سب بری طرح بوکھلا جائیں گے۔ ایک تو انھیں یہ اطلاع مل گئی ہے کہ آپ اپنے بچوں کے ساتھ محفوظ ہیں یعنی قتل کا ایک منصوبہ ادھورا ناکام ہوا۔ دوسرے مائیک کو قتل کرنے کے بعد بھی وہ قتل ناکام ثابت ہوگا۔ وہ لوگ بوکھلاہٹ میں وہاں آئندہ ہمارے خلاف جو کچھ کریں گے انشاء اللہ میں اسے بھی ناکام بناؤں گا۔ دیکھیے گا وہ تھک ہار کر گھٹنے ٹیک دیں گے اور جولیا شرلاک سے شادی کرنے کے خیال سے باز آ جائے گی۔

ممی مجھے کامیابی کی دعائیں دینے لگیں۔ میں نے شرلاک سے کہا کہ وہ مجھے مائیک کی آواز سنائے۔ اور بے نی سے کہا کہ وہ ڈرائنگ روم سے ٹیلیفون اٹھا کر لے آئے۔ اس تھوڑے سے وقفے میں میں نے جولیا کی سوچ پڑھی۔ وہ جھنجلا رہی تھی اپنے ڈیڈی سے کہہ رہی۔ "ڈیڈی! ہم نے بڑی حماقت کی۔ صرف انکل ڈیوڈ پر بھروسہ کرتے رہے یہ بھول گئے کہ انکل ڈیوڈ کو اس میں ناکامی بھی ہو سکتی ہے۔"

اس کے باپ نے کہا۔ "ہاں، غلطی کے بعد ہی غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ مجھے چاہیے تھا کہ میں بھی چپکے سے ایک کرائے کے قاتل کو اس بڑھیا کے پیچھے لگا دیتا۔ وہ تو پتہ نہیں بنکاک پہنچ کر اپنے بچوں کے ساتھ کہاں قیام کر رہی ہوگی۔ آج کل میں ضرور قانونی کارروائی کرے گی۔"

جولیا کی ماں نے کہا۔ "آپ بیٹھے کیا سوچ رہے ہیں اپنے آدمیوں کو یہاں کے ہر چھوٹے بڑے ہوٹلوں میں دوڑائیں۔ وہ کسی ہوٹل کے سوا کہاں قیام کر سکتے ہیں؟"

جولیا کا باپ جان اٹھ کر ٹیلیفون کی طرف گیا۔ جولیا سوچ رہی تھی "یہ شرلاک ڈنر کے بعد خلافِ معمول باہر گیا ہے معلوم ہوتا ہے بے نی بنکاک میں ہے۔ اسی سے ملنے گیا ہوگا۔ کوئی بات نہیں انکل ڈیوڈ اس کے پیچھے گئے ہیں تھوڑی دیر میں شرلاک کی مصروفیات کا پتہ چل جائے گا۔"

جولیا کی سوچ پڑھتے ہی خطرہ محسوس ہوا کہ ڈیوڈ کہیں شرلاک کا پیچھا کرتے ہوئے ہمارے بنگلے تک نہ آ گیا ہو۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ایک بار میں بیٹھا پی رہا تھا۔ اس کی سوچ کو کریدنے سے معلوم ہوا کہ وہ ایک کار میں شرلاک کا پیچھا کر رہا تھا اور شرلاک مختلف شاپنگ سینٹروں میں ضرورت کا سامان خریدتا پھر رہا تھا جب شرلاک ادھر آنے لگا تو ڈیوڈ بھی پیچھے آ رہا تھا۔ اس کی بدقسمتی کہ شرلاک نے جیسے ہی ایک چوراہے کو عبور کیا سرخ سگنل روشن ہو گیا۔ ڈیوڈ اس سے چار گاڑیوں کے پیچھے تھا۔ لیسے اوور ٹیک کر کے آگے بڑھنے اور ٹریفک کے اصولوں کے خلاف چوراہے کو پار کرنے کا موقع نہ ملا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شرلاک اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

میں نے شرلاک کو یہ بات بتائی۔ وہ بولا۔ "میں شروع ہی سے سمجھتا ہوں کہ میرے پیچھے جاسوس لگائے جاتے ہیں۔ میں گھر سے نکلتے وقت محتاط تھا۔ انکل ڈیوڈ کی کار بھی پہچانتا ہوں تعجب ہے کہ مجھے اس کے تعاقب کا علم نہ ہو سکا۔"

میں نے کہا "ہو سکتا ہے ڈیوڈ نے کوئی دوسری کار استعمال کی ہو۔ بہرحال آئندہ تم ادھر کا رخ کرو گے تو پہلے مجھے اس کا علم ہونا چاہیے۔ میں معلوم کر لوں گا کہ آئندہ بھی کس طرح تمھارا تعاقب کیا جاتا ہے۔"

شرلاک نے کیسٹ ریکارڈر میری جانب بڑھا کر اسے آن کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد مائیک کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہیلو اوری باڈی! مائیک آپ سے مخاطب ہے۔ جیسا کہ ہم آپ جانتے ہیں اس دنیا کی ہر چیز اپنی عمر پوری کر کے فنا ہو جاتی ہے۔ اس دنیا کی سب سے عظیم مخلوق جسے انسان کہتے ہیں، اور جس کی ذہانت چاند تاروں پر کمند پھینک رہی ہے جو موت سے پنجہ لڑا کر اسے شکست دینے کی تدبیر میں محو ہے وہ بھی ایک دن مٹ جاتا ہے۔"

میں مائیک کی آواز اور لہجے کو ذہن میں نقش کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "ہم انسان پھر بھی یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے بعد ہماری کچھ یادیں اس دنیا میں رہ جائیں اس لیے وہ اپنی تصویروں کا البم تیار کرتا ہے۔ اپنے نام کے اسکول اور شفا خانے تعمیر کراتا ہے۔ اب ہم سائنسی ترقی کے اس دور میں اپنے بعد اپنی آواز چھوڑ کر جاتے ہیں۔ میرے عزیزو! میرے دوستو! آج میں اسی لیے بول رہا ہوں کہ میں نہ رہوں تو میری آواز رہے کبھی آپ بھولی بسری یادوں کو تازہ کرنا چاہیں کبھی میری یاد آئے تو میری یہ آواز بتائے گی کہ مائیک کون تھا کیونکہ آواز اور لہجہ انسان کے مختلف مزاج کی عکاسی کرتے ہیں۔ اگر آپ گہرا مطالعہ کریں تو لہجے کا اتار چڑھاؤ اس آدمی کے مزاج کے اتار چڑھاؤ کی چغلی کھاتا ہوا ملے گا اور آواز کی ہلکی سی لرزش اس آدمی کے ڈگمگاتے ہوئے خیالات کی گواہی دے گی۔ انسان کے اپنے اندر معلومات کی اتنی وسیع کائنات ہے کہ وہ خود کو سمجھتے سمجھتے ہزاروں برس گزارتا چلا آ رہا ہے اور ابتک اتنی سی بات نہیں سمجھ سکا کہ وہ اس قدر مہذب ہونے کے باوجود اخلاق اور تہذیب سے دور کیوں ہے؟ ہم شاید کبھی نہ سمجھ سکیں کیونکہ ہماری ذہانت میں سمجھنے والی سچائی نہیں ہے۔۔۔"

مائیک خوب بولتا تھا اور بولتا جا رہا تھا۔ میں اس کی تصویر اٹھا کر دیکھنے لگا۔ میری نگاہوں کے سامنے وہ مسکرا رہا تھا۔ اس کی آواز میرے کانوں میں اتر رہی تھی۔ پھر پلک جھپکتے ہی اس کے دماغ تک پہنچ گیا۔

یہ کیا؟ مرنے والے کا دماغ تو مردہ ہو جاتا ہے اور ٹیلی پیتھی کی لہریں مرنے والے کی روح تک کبھی نہیں پہنچتیں۔ جب میں پہنچ گیا تو انکشاف ہوا کہ مائیک انکل ڈیوڈ کے سامنے مرنے اور گٹر میں دفن ہونے کے باوجود زندہ ہے سانس لے رہا ہے۔ اس کے دماغ میں کمزور سی سنسناہٹ تھی ایسی چوٹیں آئی تھیں کہ ذہن دھندلا رہا تھا۔ کمزور سی سوچیں بے ترتیب تھیں۔ شاید وہ اسی گٹر کی تہہ میں پڑا ہوا ہے۔

یہ مجھے معلوم تھا کہ وہ گٹر کچرا گلی میں ہے۔ میں شرلاک کے ساتھ وہاں بآسانی پہنچ سکتا تھا مگر یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ ابتک اسی جگہ ہے یا کہیں سے اسے مدد پہنچ گئی ہے اور وہ کسی دوسری جگہ پہنچا دیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لیے میری سوچ کی لہریں اس کی کمزور سی سوچوں کو توانائی پہنچانے لگیں۔ جہاں وہ سوچیں ٹوٹ جاتیں وہاں میری سوچ ایک کڑی بن کر ان سوچوں کے سلسلے کو جاری رکھتیں اس طرح اس کا دماغ اس قابل ہو گیا کہ وہ اپنے کانوں تک پہنچنے والی آوازوں کو سن سکے۔

کوئی کہہ رہا تھا۔ "میں ڈاکٹر ہوں کوئی گھسیارا نہیں ہوں۔ جب میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ زندہ رہے گا تو پھر اس کے باپ کو بھی زندہ رہنا پڑے گا۔"

دوسری آواز سنائی دی۔ "اس کے باپ کو تو زندہ رہنا ہی چاہیے۔ ورنہ ہم اس کی واپسی کی شرط پر ہزاروں ڈالر وصول نہیں کر سکیں گے۔"

سمجھ میں آ گیا کہ مائیک اغوا کرنے والے گروہ کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔ وہ لوگ اس کی سلامتی کے لیے پوری توجہ سے علاج کرائیں گے کیونکہ وہ زندہ رہے گا تب ہی اس کی واپسی کی شرط پر ہزاروں ڈالر حاصل کیے جا سکتے تھے۔ وہ ڈاکٹر بھی اس گروہ میں شریک تھا۔ میں نے ڈاکٹر کے ذہن کو کریدنا شروع کیا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک میں نے حیرت انگیز معلومات حاصل کیں۔ پھر شرلاک کو مخاطب کیا۔ "شرلاک! ایک چونکا دینے والی خوشخبری ہے۔"

شرلاک، بے نی اور ممی میرا منہ دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ "مائیک زندہ ہے۔"

شرلاک خوشی سے اچھل پڑا۔ "کیا واقعی؟"

میں نے کہا۔ "ہاں میرا خیال ہے کہ ڈیوڈ مائیک پر حملہ کرتے وقت بوکھلایا ہوا تھا۔ اسی لیے مائیک کی زندگی اور موت کے درمیانی لمحات کو نہ سمجھ سکا۔ کبھی دل کی حرکت اس قدر سست ہوتی ہے کہ عام آدمی زندہ کو مردہ سمجھ لیتا ہے پھر یہ کہ ڈیوڈ اسے گٹر میں پھینکنے کے بعد مطمئن ہو گیا ہوگا کہ مائیک میں تھوڑی سی جان رہی تو بھی گٹر کی گہرائی سے اوپر آ کر آہنی ڈھکن کو نہیں کھول سکے گا۔ مختصر یہ کہ وہ مائیک کو مردہ سمجھ کر ہی کچرا گلی سے واپس آیا تھا۔"

شرلاک نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! تم اتنے اطمینان سے باتیں کر رہے ہو۔ ہمیں فوراً ہی مائیک کے پاس پہنچنا چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ اس کا علاج پوری توجہ سے ہو رہا ہے۔"

"کون اس کا علاج کر رہا ہے؟"

"اغوا کرنے والے ایک گروہ کے دو بڑے آدمی مائیک کی سلامتی کے لیے دعائیں بھی مانگ رہے ہیں اور دوائیں بھی کر رہے ہیں۔ وہ اسے زندہ رکھ کر اس کے والدین یا سرپرستوں سے بہت بڑی رقم وصول کریں گے اور اس کے سرپرست تم ہو۔"

"میں انھیں بڑی سے بڑی رقم دوں گا۔ اور ان کا احسان مند بھی رہوں گا۔ وہ اغوا کرنے والے مجرم سہی مگر انھوں نے مائیک کو موت کے منہ سے بچایا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اغوا کرنا یقیناً جرم ہے مگر وہ اغوا کرنے والے بڑے معصوم اور مظلوم معلوم ہوتے ہیں۔"

ممی نے کہا۔ "یہ کیا بات ہوئی؟ مجرم بھی کبھی معصوم اور مظلوم ہوتے ہیں؟"

"بعض حالات میں ہوتے ہیں ممی! اور ہماری دنیا میں کیا نہیں ہوتا۔ جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے ہو جاتا ہے۔ ایک حیران کرنے والی بات بتا رہا ہوں۔ یہاں بنکاک میں ایک تنظیم ہے اس کا نام "گٹر پیپلز" ہے۔ اس تنظیم کے سربراہ ایک ڈاکٹر اور ایک پروفیسر ہیں۔ ڈاکٹر جب ایک نوزائیدہ بچہ تھا اسے گٹر میں پھینک دیا گیا تھا کسی نے اسے وہاں سے اٹھا کر اس کی پرورش کی۔

لکھایا پڑھایا اور بہت بڑا ڈاکٹر بنا دیا۔ پروفیسر کا بھی یہی قصہ ہے ——— زندگی کے ایک موڑ پر ڈاکٹر اور پروفیسر کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے عہد کیا کہ وہ گٹر کی دنیا میں جھانکتے رہیں گے انہوں نے ایسا کیا۔ بیس برس کے عرصے میں انہوں بے شمار ناجائز بچوں کو گٹر سے نکال کر ان کی پرورش کی جنہیں گٹر میں تھوک دیا گیا تھا۔ وہ دنیا میں پھر ایسے واپس آ گئے جیسے تھوک آسمان سے واپس آتا ہے۔"

بے نی نے کہا۔ "بھائی! یہ ڈاکٹر اور پروفیسر تو بہت نیک کام کر رہے ہیں، پھر اس طرح اغوا کرنے کا کیا مطلب ہوا؟"

میں نے جواب دیا۔ "یہ ان کی مجبوری ہے گٹر سے پائے جانے والے بچوں اور جوانوں کی تعداد اتنی ہے کہ ان کی پرورش تعلیم اور روزگار سے لگانے کے اخراجات ناقابلِ برداشت ہیں۔ پہلے انہوں نے بڑے بڑے سرمایہ داروں سے اپیل کی۔ کچھ سرمایہ داروں نے ناک بھوں چڑھا کر تھوڑی بہت خیرات دی پھر ہاتھ کھینچ لیا۔ مجبوراً وہ مجرمانہ حرکتوں پر اتر آئے۔ اگر کسی طرح یہ پتہ چل جاتا کہ فلاں بچہ فلاں دولت مند کے گھر سے لا کر پھینکا گیا ہے تو وہ اس دولت مند کو بلیک میل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مائیک کی قمیص میں سونے کے بٹن تھے ہاتھ میں قیمتی گھڑی تھی۔ انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ مائیک کسی دولتمند گھرانے کا چشم و چراغ ہے جب وہ ہوش میں آئے گا تو ڈاکٹر اور پروفیسر اس کا پتہ ٹھکانا معلوم کریں گے۔"

ممی نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "واقعی اس دنیا میں کیا نہیں ہوتا۔ کتنے ہی لوگ مجبوراً برائی کے راستے سے گزر کر نیکی کرتے ہیں۔ میں ڈاکٹر اور پروفیسر کی اس تنظیم کو مالی امداد دوں گی۔"

شرلاک نے کہا۔ "ممی! صرف امداد نہیں ہم باقاعدہ اس تنظیم کی سرپرستی کریں گے۔ تاکہ وہ جرائم کی راہ چھوڑ دیں۔ فرہاد ان کا پتہ بتاؤ۔"

میں نے ڈاکٹر کے دماغ کی ڈائری سے جو پتہ حاصل کیا تھا، وہ شرلاک کو بتا دیا۔ اس نے پوچھا کیا خیال ہے ساتھ چلو گے؟"

میں نے کہا۔ "صرف مجھے ہی جانا چاہیے۔ پتہ نہیں تمہاری نگرانی کے لیے ڈیوڈ نے کن لوگوں کو کہاں کہاں متعین کیا ہے کسی نے پیچھا کیا تو ڈیوڈ پھر مائیک تک پہنچ جائے گا۔"

"بنکاک بہت بڑا شہر ہے اور تم یہاں اجنبی ہو۔"

"میں سوچ کے ذریعے تم سے رہنمائی حاصل کرتا ہوا ڈاکٹر کے پتے پر پہنچ جاؤں گا۔ یہاں سے جانے کے لیے تمہاری گاڑی مناسب نہیں رہے گی۔"

"یہاں گیراج میں بے نی کی کار ہے۔ دشمن کو اس کار کا علم نہیں ہے۔ اس سوٹ کیس سے اپنا تمام سامان نکال کر دیکھو۔ اس کی نچلی تہہ میں تمہارے اخراجات کے لیے پچاس ہزار ڈالر لایا ہوں۔ تم چاہو تو اس تنظیم کی سرپرستی کے لیے ساری رقم دے سکتے ہو۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میری ٹیلی پیتھی سلامت رہے۔ مجھے آج تک کبھی سکۂ رائج الوقت کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ یہ ساری رقم اس تنظیم کی امانت ہے۔"

بے نی نے میری ہدایت کے مطابق وہ ساری رقم ایک بریف کیس میں رکھ دی۔ میں نے اوور کوٹ پہن کر کالر کھڑے کئے فلٹ ہیٹ کو پیشانی پر جھکایا تاکہ چہرہ چھپ جائے۔ میں اس وقت اپنے اصل روپ میں تھا اور اس روپ کو ساری دنیا نے جان لیا تھا فی الحال میں خود کو اسی طرح چھپا سکتا تھا۔ وہ پورا خاندان میرے ساتھ بنگلے کے باہر آیا۔ میرے لیے بے نی کی کار نکالی گئی پھر میں اس کا اسٹیئرنگ سنبھال کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ وہ میرے لیے بالکل اجنبی شہر تھا۔ اگر راستے جانے پہچانے ہوتے تو میں خیال خوانی کرتا ہوا ان راستوں سے گزر جاتا۔ مگر اس شہر کو جانتا پہچانتا نہیں تھا اس لیے پوری توجہ سے شرلاک کی راہنمائی حاصل کر رہا تھا تقریباً دو گھنٹے بعد میں بھٹکتا ہوا شہر سے دور ایک پرانے طرز کے مکان تک پہنچ گیا۔ ڈاکٹر اور پروفیسر کی رہائش گاہیں شہر میں تھیں مگر کالے کاروبار کے لیے وہ اڈہ بنایا گیا تھا۔

اس اڈے کے سامنے گاڑی رکتے ہی دو لمبے تڑنگے جوان باہر آئے۔ ایک نے گاڑی کے قریب آ کر پوچھا۔ "کون ہے؟ کس سے ملنا ہے؟"

میں نے کہا۔ "پچھلی سیٹ پر ایک بریف کیس ہے اسے لے جا کر ڈاکٹر آرتھر کو دے دو۔ کہنا ایک دوست ملنے آیا ہے۔"

اس نے پچھلی سیٹ کی جانب دیکھا ذرا سوچا پھر پچھلا دروازہ کھول کر بریف کیس اٹھانے لگا۔ میں چپ چاپ منہ چھپائے بیٹھا رہا۔ اس نے پوچھا۔ "تمہارا نام؟"

میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ "کام کرو۔ نام نہ پوچھو۔"

"میں اطمینان کئے بغیر یہ بریف کیس کہیں نہیں لے جاؤں گا۔ اس میں ہلاکت کا سامان ہو سکتا ہے۔"

"بریف کیس کھلا ہے۔ اطمینان کر لو۔"

اس نے کھلی ہوئی کھڑکی پر بریف کیس کو رکھ کر کھولا تو حیرانی سے اس کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ شاید اس نے زندگی میں پہلی بار اتنے سارے نوٹ دیکھے تھے۔ وہ بریف کیس کو بند کر کے اسے لیتا ہوا، بھاگتا ہوا مکان کے اندر چلا گیا۔ میں مسکراتے ہوئے دماغ کی اسکرین پر تماشہ دیکھنے لگا۔ ڈاکٹر اور پروفیسر ایک نوجوان لڑکی کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے لڑکی ایک رجسٹر میں گٹر پیپلز کی آمدنی اور اخراجات کی رقمیں درج کر رہی تھی۔ پروفیسر پریشان ہو کر کہہ رہا تھا۔ "غلط راہوں پر چل نکلنے سے آمدنی تو ہو رہی ہے مگر اخراجات دن بہ دن بڑھتے جا رہے ہیں۔ بچوں کی پرورش، کھانا کپڑا، جوان لڑکے لڑکیوں کے اخراجات اور زیادہ ہیں کسی کی شادی کرنا ہے کسی کو روزگار سے لگانا ہے۔ کسی کی رہائش کا مسئلہ۔۔۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی کمرے کا دروازہ ایک دھڑاکے سے کھلا۔ وہی جوان بریف کیس لیے ہانپتا کانپتا ہوا اندر آیا۔ "دولت بے شمار دولت۔ اس بریف کیس میں نوٹ ہی نوٹ ہیں فادر! آپ حیران رہ جائیں گے۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "یہ بریف کیس کہاں سے لاتے ہو؟"

نوجوان نے کہا۔ "فادر! باہر ایک شخص کار میں بیٹھا ہے۔ خود کو آپ کا دوست کہتا ہے اسی نے یہ بریف کیس دیا ہے۔"

ڈاکٹر نے حیرانی سے پوچھا۔ "اس کا نام کیا ہے؟ حلیہ بتاؤ۔"

"فادر! اس نے نام بتانے سے انکار کر دیا ہے۔ کار کے اندر اندھیرا ہے۔ اس کی صورت دکھائی نہیں دیتی۔"

پروفیسر نے پریشانی کا اظہار کیا۔ "کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوگی۔ ہو سکتا ہے وہ کوئی غلط آدمی ہو۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "ہم کیا کرتے ہیں، کوئی نہیں جانتا۔ ہمارے خلاف کوئی ثبوت بھی نہیں ہے۔"

"ہے۔" پروفیسر نے کہا۔ "وہ زخمی دوسرے کمرے میں پڑا ہے۔ ہمیں اس کے لیے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ ڈاکٹر! کوئی اتنی دولت یونہی نہیں بھیج دیتا۔ مجھے تو کسی گہری چال کا شبہ ہو رہا ہے۔"

ڈاکٹر نے کچھ سوچا میں جانتا تھا کہ کیا سوچ رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس کے کئی جوان مکان کے پچھلے دروازے سے نکل کر اندھیرے میں چھپتے ہوئے چاروں طرف پھیلنے لگے۔ مجھ کو گھیرا جا رہا تھا انہیں ہدایت دی گئی تھی کہ جب تک میں غلط آدمی ثابت نہ ہو جاؤں، اس وقت تک مجھے چھیڑا نہ جائے۔ دس منٹ کے بعد ڈاکٹر تنہا مکان سے باہر آیا۔ اس نے کار کی جانب دیکھا پھر قریب آ کر پوچھا۔ "میرے اجنبی دوست کون ہو تم؟"

کار کی تاریکی سے میری آواز ابھری۔ "ڈاکٹر آرتھر! میں تم سے اور پروفیسر سے تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے پہلے اپنا چہرہ نہیں دکھاؤں گا۔"

"اس کی وجہ؟"

"میں بہت بدصورت ہوں۔ تم دونوں کے سوا کسی کو اپنی صورت نہیں دکھانا چاہتا۔ میں نے بغیر کسی شرط یا معاہدے کے تمہیں پچاس ہزار ڈالر دیے ہیں تمہیں بے چون و چرا میری بات مان لینی چاہیے۔"

"اچھا۔ میں ابھی آتا ہوں۔" وہ واپس گیا۔ کمرے میں جو لڑکی تھی، اسے وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ میں کار سے نکل کر مکان میں داخل ہو گیا۔ اب وہاں مجھے کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ ڈاکٹر اپنے پروفیسر دوست سے کہہ رہا تھا۔ "تم اپنی جگہ بیٹھے رہو خطرہ محسوس ہوتے ہی کرسی کے نیچے سے خطرے کی گھنٹی بجا دینا۔ میں اسے بلا کر لا رہا ہوں۔"

اس وقت تک میں نے دروازے پر پہنچ کر کہا۔ "میں خود آ گیا ہوں۔"

وہ دونوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ اوور کوٹ کے کالروں اور فلٹ ہیٹ کے سائے میں میرا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔ "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے اچھی صورت دی ہے۔ میں نے اس کمرے تک پہنچنے کے لیے بدصورتی کا بہانہ کیا تھا۔"

میں نے اوور کوٹ کے کالر گرا دیئے۔ فلٹ ہیٹ کو اوپر اٹھا دیا۔ اب وہ دونوں حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہے تھے۔ ان کے ذہن چیخ رہے تھے۔ "فرہاد۔ یہ فرہاد ہے۔ یہ فرہاد علی تیمور ہے۔ نہیں، یہ فریبِ نظر ہے۔"

"میں نے کہا۔ "دوستو! یہ فریبِ نظر نہیں ہے۔"

وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ میں نے باری باری ان کے خیالات کو پڑھنے کے بعد کہا۔ "پروفیسر! تم سوچ رہے ہو کہ اگر میں فرہاد کے بجائے کوئی بہروپیا ثابت ہوا تو تم خطرے کی گھنٹی بجا دو گے۔"

وہ میری بات تسلیم کرتے ہوئے بدحواسی میں جلدی جلدی سر ہلانے لگے۔ میں نے کہا۔ "ڈاکٹر! تم درست سوچ رہے ہو ایسی خطیر رقم فرہاد ہی دے سکتا ہے۔ اب اپنی اپنی سوچ کے آئینے میں دیکھو کہ فرہاد ہی تمہارے سامنے ہے۔ کوئی بہروپیا خیال خوانی نہیں کر سکتا۔"

وہ دونوں تائید میں سر ہلانے لگے۔ ان کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی ——— سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ انہیں اس وقت کیا کہنا چاہیے۔ میں نے آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں آنے سے پہلے میں تمہارے دماغوں میں بیٹھ کر تمام معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ تم دونوں بدی کے راستے پر چل کر نیکیاں کر رہے ہو۔"

پروفیسر نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کو ہماری مجبوریاں بھی معلوم ہوں گی۔"

"ہاں، دولت کے بغیر تم اتنا بڑا مشن جاری نہیں رکھ سکتے۔ اب وہ دولت تمہیں مجھ سے ملا کرے گی۔"

وہ خوشی سے کھل اٹھے۔ انکی بتیسیاں یوں نکل گئی تھیں کہ منہ بند نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "تمہاری خوشیوں کا یہی حال رہا تو تم دونوں کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ اپنے جذبات کو قابو میں رکھو ورنہ تمہیں زندہ رکھنے کے لیے ذہنی اذیتیں پہنچاؤں گا پھر ساری خوشیاں کافور ہو جائیں گی۔"

وہ سہم گئے۔ انہیں قابو میں رکھنے والی دھمکی نے اثر دکھایا۔ میں نے کہا۔ "میں اس شرط پر اس تنظیم کی سرپرستی قبول کروں گا کہ آئندہ تم لوگ ناجائز ذرائع سے دولت حاصل نہیں کرو گے۔"

پروفیسر نے کان پکڑ کر کہا۔ "ہماری کیا مجال ہے۔ ہم خود پریشان تھے کہ ہمارے غلط اقدامات سے ہمارے بچوں پر غلط اثر پڑ رہا تھا۔"

"ہاں۔ جو بچے اور جوان تمہارے زیرِ سایہ پرورش پا رہے ہیں انہیں

یہی معلوم ہونا چاہیے کہ کوئی بڑا سرمایہ دار ان کی سرپرستی کر رہا ہے حالانکہ میں سرمایہ دار نہیں ہوں۔ جو لوگ ناجائز دولت کماتے ہیں میں ان کی ہی تجوریاں تمہارے لیے خالی کروں گا۔ یہ مجرمانہ حرکت سہی مگر مجھے یہی ایسا کرنا چاہیے۔ تم سب صاف ستھرے انداز میں اپنے نیک مقاصد پورے کرتے رہو گے۔"

ڈاکٹر نے کہا: "ہم یہی کریں گے مگر آپ خود کو چھپانا کیوں چاہتے ہیں؟"

میں نے جواب دیا: "کیا تم نے اخبارات میں نہیں پڑھا کہ ملایا میں میری ناکہ بندی کی گئی ہے۔ بڑے بڑے سراغرساں کیمرے نصب کیے گئے ہیں تاکہ میں کوالالمپور سے باہر چھپ کر نہ جا سکوں۔ انہیں خوش فہمی ہے کہ میں ابھی تک کوالالمپور میں کہیں چھپا ہوا ہوں۔ اگر میں یہاں پر ظاہر ہو جاؤں گا تو بات کھل جائے گی کہ میں بنکاک پہنچ گیا ہوں پھر یہاں بھی میرے لیے پابندیاں لگ جائیں گی۔"

پروفیسر نے کہا: "ہم آپ سے بحث تو نہیں کر سکتے مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ آپ کو بڑے بڑے ممالک ہاتھوں ہاتھ لے کر آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیں گے۔۔۔"

میں نے بات کاٹ کر کہا: "آسمان کی بلندیوں پر صرف خدا کو رہنا چاہیے۔ میں تمام ممالک کی حکومتوں سے صرف اس لیے چھپتا ہوں کہ سیاست میں پڑنا نہیں چاہتا۔ تم صرف اپنے مطلب کی باتیں کرو۔ میرا مشورہ ہے کہ شہر سے دور کئی میل کا ویران علاقہ خرید لو اور وہاں اپنے جیسے گٹر میں پائے جانے والے اور دنیا کے ٹھکرائے ہوئے انسانوں کی ایک کالونی بناؤ۔ انشاءاللہ کل تک تمہیں اور لاکھوں ڈالر مل جائیں گے۔"

وہ دونوں خوشی سے ڈگمگاتے ہوئے میرے سامنے فرش پر بیٹھ گئے۔ ایک نے میرے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "آپ ہمارے دیرینہ خواب پورے کر رہے ہیں۔"

دوسرے نے کہا: "ہم برسوں سے سوچ رہے تھے کہ ہمارا ایک وسیع کاروبار ہو اور ایک وسیع علاقہ میں ہماری آبادی ہو۔ آپ کی سرپرستی میں ہم یقیناً سب کچھ پالیں گے۔"

اسی وقت دروازے پر دستک ہونے لگی۔ پھر ایک رس بھری آواز سنائی دینے لگی۔ وہ ڈاکٹر اور پروفیسر کو آواز دے رہی تھی: "فلورا! انکل! ہم سب پریشان ہیں اگر آپ دونوں بخیریت ہیں تو دروازہ کھول دیں۔"

ڈاکٹر نے کہا: "ہم بخیریت ہیں۔ ہمارا اجنبی دوست رحمت کا فرشتہ بن کر آیا ہے۔ جوانوں سے کہو کہ محاصرہ چھوڑ دیں اور آرام سے بیٹھیں۔"

پروفیسر نے مجھ سے کہا: "جناب! یہ لڑکی جو ابھی بول رہی تھی اس کا دعویٰ ہے کہ یہ آپ کو جانتی ہے اور آپ سے مل چکی ہے۔"

ویسے تو اب مجھے دنیا جان رہی تھی مگر دیار غیر میں کوئی ایسی لڑکی بھی تھی جو مجھ سے مل چکی تھی۔ میں نے پوچھا: "وہ کون ہے؟ کیا نام ہے اس کا؟"

"وہ جاپانی لڑکی ہے۔ اس کا نام وومی کو ہے کسی نے اپنی دانست میں اسے ہلاک کر کے گٹر میں پھینک دیا تھا۔ یہ تقریباً دو برس پہلے کی بات ہے۔ ہم اسے گٹر سے نکال کر لے آئے تھے۔ دو برس میں ایسے دو واقعات ہمارے سامنے آئے ہیں۔ آج بھی کوئی قاتل ایک شخص کو مار کر گٹر میں ڈال کر چلا گیا تھا۔ وومی کو کی طرح وہ شخص بھی زندہ ہے اور ہم اس کا علاج کر رہے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں تم لوگ اس زخمی شخص کے سرپرستوں سے بڑی رقم وصول کرنا چاہتے تھے۔ اس کا نام مانک ہے اور میں اس کا سرپرست ہوں۔"

"او گاڈ! آپ اسی زخمی شخص کے ذریعے ہمارے دماغوں تک پہنچے تھے۔ آپ اطمینان رکھیں وہ بخیریت ہے صبح تک چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گا۔"

"مجھے اطمینان ہے تم اس لڑکی وومی کو کے بارے میں بتاؤ۔ چلو ایسا کرو تم اسے کسی بہانے مخاطب کرو۔ پہلے میں نے اس کی آواز اور لہجے پر توجہ نہیں دی تھی اب اس کے دماغ سے خود ہی پوچھ لوں گا۔"

اس نے وومی کو کو مخاطب کیا: "بیٹی! کیا تم موجود ہو؟"

"میں فادر! دروازے سے کان لگا کر سن رہی ہوں باتیں سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں مگر اس اجنبی کی آواز یوں لگ رہی ہے جیسے میں فرہاد کو سن رہی ہوں۔"

ڈاکٹر نے میری سوچ کے مطابق کہا: "وومی کو! فرسٹ کلاس کافی بنا کر لاؤ۔ شاید یہ اجنبی تم سے ملنا پسند کرے۔"

وہ چلی گئی۔ میں اس کی سوچ کے ساتھ چلنے لگا۔ اب میں قارئین کو بھی ماضی کے اس دور میں لے چلوں جب میں جاپان میں تھا۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ میں ایک بار جاپان میں ایک ایسے مکان کے کمرے میں قید کیا گیا تھا جس کے فرش پر گریس کی چکنائی تھی۔ ایسی چکنائی کہ توازن قائم نہ رکھنے سے اپنے پیروں پر کھڑے رہنا ناممکن ہو جاتا تھا۔ ایسی جگہ دشمن اسکیٹنگ کے پہیے پاؤں میں پہن کر اور ننگی تلواریں لے کر قتل کرنے آتے تھے۔

وہ گریس کا چکنائی والا مکان وہاں کی ایک حسین گیشا مس بٹر فلائی کا تھا۔ جو لوگ ننگی تلواریں لے کر قتل کرنے آئے تھے ان میں ایک مرد اور تین دوشیزائیں تھیں۔ ایک دوشیزہ کا نام سومی کو تھا۔ زندگی کے اس آزمائشی موڑ پر سومی کو نے میرا ساتھ دیا تھا میرے لیے قید و بند کی تکالیف برداشت کی تھیں۔ اس کے برعکس مس بٹر فلائی یوگا میں مہارت رکھتی تھی۔ تقریباً بیس منٹ تک سانس روک لیتی تھی۔ سپر ماسٹر کی یوگا آرمی میں ایک اہم رول ادا کر رہی تھی۔ وہ اور ماسٹر بین فان ان دنوں مجھے سپر ماسٹر کا دوست بنانے کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ایسے ہی وقت پتہ چلا کہ جاپان کے

ایک سنٹرل جیل میں فرہاد علی تیمور کو گولی مار دی گئی ہے میرے مقتول ہونے کے ثبوت کے طور پر ایک دستاویزی فلم بھی سپر ماسٹر تک پہنچ گئی تھی۔۔۔ قصہ مختصر یہ کہ اس کے بعد سومی کو اور مس بٹر فلائی کے ذکر کا باب میری داستان میں گم ہو گیا تھا۔

بند کمرے میں ڈاکٹر اور پروفیسر میرے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور میں اس لڑکی کی سوچ پڑھ رہا تھا جو ہمارے لیے کافی تیار کرنے گئی تھی۔ وہ سپر ماسٹر کے یوگا آرمی کی بے حد خطرناک حسینہ مس بٹر فلائی تھی۔ یہ بات حیران کن تھی کہ سپر ماسٹر کی تنظیم میں اہمیت رکھنے والی وہاں گٹر پیپلز کی تنظیم میں موجود تھی۔ مگر یہ کوئی سازش نہیں تھی وہ سچ مچ سپر ماسٹر سے بدظن ہو کر وہاں پہنچی تھی۔

ان دنوں جو سپر ماسٹر تھا۔ وہ مصلحت اندیش نہیں تھا۔ اپنے ماتحتوں کی ناکامی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ بٹر فلائی مجھے سپر ماسٹر کا دوست بنانے میں ناکام ہوئی تو سب سے پہلے اس کے ساتھی ماسٹر بین فان کو گولی مار دی گئی۔ یہ کہا گیا کہ جب فرہاد مر چکا ہے تو تم دونوں بھی مر جاؤ، لیکن بٹر فلائی فرار ہو کر بنکاک پہنچ گئی۔ کچھ روز تک چھپتی پھرتی رہی۔ پھر ایک دن اچانک کسی نے اس پر حملہ کیا۔ یقیناً وہ سپر ماسٹر کا آلۂ کار ہوگا۔ اس نے بٹر فلائی کو بری طرح زخمی کر کے گٹر میں پھینک دیا۔ شاید اس نے بھی یہی سمجھ لیا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔ اس کے نصیب میں زندگی تھی۔ اس لیے وہ ڈاکٹر اور پروفیسر کی پناہ میں آ گئی۔ اب وہ شاذ و نادر ہی باہر نکلتی تھی۔ اس مکان کی چار دیواری میں رہ کر گٹر پیپلز کی آمدنی اور اخراجات کا حساب کتاب سنبھالے ہوئے تھی۔ ڈر تھا کہ سپر ماسٹر کے کسی آدمی نے دیکھ لیا تو زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

زخموں سے چور ہو کر گٹر میں گرنے کے بعد وہ کمزور ہو گئی تھی۔ سانس روکنے کی صلاحیت ختم ہو چکی تھی۔ رفتہ رفتہ صحت مند ہونے کے بعد بھی اس نے یوگا کی مشقوں کو دوبارہ شروع نہیں کیا۔ بس اس پریشانی میں مبتلا رہی کہ دشمن اسے ہلاک کرنے کے لیے اس پناہ گاہ تک نہ پہنچ جائیں اور اب پھر اس کی پریشانی بڑھ گئی تھی۔ اس کے دماغ میں یہ خیال تھا کہ بریف کیس میں ہزاروں ڈالر لے کر آنے والا اجنبی سپر ماسٹر کا آلۂ کار ہو سکتا ہے کوئی قاتل اتنی بڑی رقم کا چارہ ڈال کر اس پناہ گاہ میں اس کی شہ رگ تک پہنچ سکتا ہے۔ وہ موت سے نہیں ڈرتی تھی مگر موت سے پہلے مرنا نہیں چاہتی تھی۔ لہٰذا پریشانی کی حالت میں اپنے تحفظ کی تدبیر کر رہی تھی۔

مجھے یاد تھا کہ وہ کس قدر حسین تھی۔ اس کی مخروطی انگلیاں بھی ایسی خوبصورت تھیں کہ سینے پر رکھ لو تو دل گرما جائے۔ وہ کافی تیار کرنے کے بعد اپنی ایک خوبصورت انگلی کے بڑھے ہوئے ناخن میں زہریلا سفوف جما کر رکھنے لگی۔ اگر میں دشمن ثابت ہوتا تو وہ میری پیالی میں چینی حل کرنے کے دوران وہ زہریلی انگلی کافی میں ڈبو دیتی۔

میں مسکرانے لگا۔ اپنی زندگی کے لیے لڑنے اور ذہانت کا ثبوت دینے والی لڑکیاں مجھے اچھی لگتی ہیں۔ وہ کافی کی ٹرے اٹھائے آ رہی تھی۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا: "ہمارے لیے کافی آ رہی ہے۔ دروازہ کھول دو صرف اس لڑکی کو اندر آنا چاہیے۔"

وہ دروازہ کھولنے گیا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ اچانک مجھے دیکھے اور اس کے ہاتھوں سے کافی کی ٹرے چھوٹ جائے۔ بٹر فلائی نے کمرے میں قدم رکھتے ہی مجھے دیکھا۔ میری صورت نظر نہیں آ رہی تھی اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس کا ذہن چیخ رہا تھا کہ سامنے دشمن ہے اس لیے منہ پھیر کر کھڑا ہوا ہے۔ اب وہ کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتی تھی۔ فوراً ہی ٹرے کو میز پر رکھ کر میرے حصے کی کافی میں زہر ملانا چاہتی تھی۔

اس نے ٹرے کو رکھا۔ میں نے کہا: "کسی کی پیالی میں انگلی ڈبونا گندی عادت ہے۔"

اس کا چونک جانا یقینی تھا کیونکہ اس نے صرف سوچا تھا۔ ابھی انگلی ڈبوئی نہیں تھی اور میں انکشاف کر رہا تھا۔ اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ میں بھی اس کی طرف گھوم گیا۔ وہ لمحہ ایسا تھا کہ وہ سانس لینا بھول گئی۔ اسے یقین تھا کہ سامنے میں ہوں۔ اسے شبہ تھا کہ سامنے کوئی بہروپیا بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے مسکرا کر کہا: "کوئی بہروپیا نہیں جان سکتا صرف فرہاد ہی تمہارے زہریلے ناخن کو سمجھ سکتا ہے۔"

وہ آہستہ آہستہ بڑھتی ہوئی مجھے دیکھتی ہوئی میرے بالکل قریب آ گئی۔ ہاتھ بڑھا کر میرے چہرے کو ٹٹولا۔ میری گردن پر ہاتھ لے گئی۔ کہ شاید ماسک کا جوڑ محسوس ہو جائے۔ ایسی کوئی بات نہ تھی۔ پھر جیسے ہی اسے اطمینان ہوا وہ چیخ مار کر مجھ سے لپٹ گئی۔ ڈوبتے ڈوبتے اگر زندگی مل جائے تو خوشی سے چیخ مار کر رونے کو جی چاہتا ہے۔ وہ رو رہی تھی۔ یہ وہی تھی جو سوچ کے ذریعے بھی قریب نہیں آنے دیتی تھی، فوراً ہی سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو بھگا دیتی تھی۔ وہ ریس زنی کی طرح نایاب اور اچھوتی تھی۔ میں اس کے خیالی بدن کو چھو سکتا تھا مگر اسے چھونا محال تھا۔ آج وہ خود ہی مجھ سے لپٹ گئی تھی۔ میرے وجود سے لگی جگہ جگہ سے دھڑک رہی تھی۔ جو نایاب ہو اور دستیاب ہو جائے تو جی چاہتا ہے دستیاب ہوتی چلی جائے۔ اسی لیے میں نے تھوڑی دیر اسے اسی حالت میں رونے دیا، پھر اسے تھپکتے ہوئے کہا: "تمہارے آنسو میری کافی ٹھنڈی کر رہے ہیں۔"

وہ الگ ہوئی۔ میں رومال نکال کر اس کے آنسو پونچھنے لگا۔ اچھی چیز کو کسی نہ کسی بہانے چھونے کا دل چاہتا ہے میں نے کہا: "پہلے تو تم بڑی شہ زور تھیں۔ شہ زور کی آنکھ میں آنسو عجیب لگتے ہیں۔"

وہ پیالی اٹھا کر میری طرف بڑھاتی ہوئی بولی: "کوئی تنہا شہ زور نہیں ہوتا۔ تمہارے پیچھے خیال خوانی کا لشکر ہے میرے پیچھے سپر ماسٹر کی

فوج تھی۔ آج میں سمجھتی ہوں۔ ہم اور تم ذہانت اور دلیری سے جی سکتے ہیں مگر حفاظتی فوج یا ٹیلی پیتھی کے بغیر ان دیکھے دشمنوں کے وار سے نہیں بچ سکتے۔"

"درست کہتی ہو۔" میں نے کافی کا ایک گھونٹ لیا۔

"معلوم ہوتا ہے تم میری سوچ کے ذریعے میرے حالات جان چکے ہو، اسی لیے یہ بات تسلیم کر رہے ہو۔"

"ہاں۔ سپر ماسٹر تمہیں سزائے موت دینا چاہتا تھا۔ اب تک تم اپنی ذہانت اور قوتِ ارادی سے محفوظ ہو۔ ابھی میری جگہ کوئی دشمن ہوتا تو تمہارے زہریلے وار سے ... بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔"

بٹر فلائی نے مسکرا کر کہا۔ "اس طویل روپوشی کے دوران میں نے سوتے جاگتے تمہیں یاد کیا ہے۔ میں دعا مانگتی تھی کہ ایک بار تمہارا سہارا مل جائے تو میں اس دشمن تنظیم کی کئی شاخوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دوں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔ "تمہیں سپر ماسٹر پر بہت غصہ آ رہا ہے؟"

"کیا مجھے غصہ نہیں آنا چاہیے؟"

"نہیں آنا چاہیے۔ غصے کی حالت میں کبھی کوئی اپنے دشمن پر غالب نہیں آ سکتا۔"

"واہ۔ واہ۔ یہ دانشمندی کی باتیں ہیں۔" ڈاکٹر اور پروفیسر میری تعریفیں کرنے لگے۔

میں نے کہا۔ "بٹر فلائی! تمہارا خیال ہے کہ تم جاپان میں سپر ماسٹر کے بہت سے اڈوں کو جانتی ہو اور انہیں میری مدد سے تباہ کر سکتی ہو مگر وہ لوگ احمق نہیں ہیں۔ اب تک تمام اڈے بدل گئے ہوں گے۔ پھر یہ کہ میں خیال خوانی کے ذریعے کتنے ہی ماسٹروں کو ٹریپ کر سکتا ہوں مگر نہیں کرتا کیونکہ کوئی خاص نتیجہ حاصل نہیں ہو گا۔ میں ایک ماسٹر کو ہلاک کروں گا۔ اس کی جگہ دوسرا ماسٹر آ جائے گا۔ ہماری جنگ اتنی سی ہے کہ سپر ماسٹر مجھے پھانسنا چاہتا ہے اور میں سپر ماسٹر تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ اس تنظیم کے مرکزی مقام تک پہنچ کر ان کا طریقۂ کار اور دوسری اہم معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ مایوس ہو کر بولی۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ میں سپر ماسٹر سے انتقام نہیں لے سکوں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں اور سپر ماسٹر ایک دوسرے سے انتقام لیتے چلے آ رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ دیکھ لو کہ اُدھر اس کا سکون برباد ہے اِدھر میں دوڑتی بھاگتی زندگی گزار رہا ہوں۔ ہم دونوں کو قرار نہیں ہے۔ لہٰذا تم اپنا سکون برباد نہ کرو۔ یہ سوچ کر صبر کرو کہ میں تمہارے دشمن کے لیے عذاب بنا ہوا ہوں۔"

"میں یہ روپوشی کی زندگی گزارتے گزارتے بیزار ہو گئی ہوں۔"

"تم بوقتِ ضرورت میک اپ میں باہر جا سکتی ہو۔"

"ایسا کب تک ہوتا رہے گا؟ یہ روپوشی تو ساری زندگی رہے گی۔"

"مجبوری ہے۔ میک اپ میں رہ کر کسی پلاسٹک سرجری کے ماہر سے رابطہ قائم کرو۔ سرجری کے تمام اخراجات میں برداشت کروں گا۔ بلکہ اس دوران تمہیں اس قابل بنا دوں گا کہ تم اپنے بنک بیلنس کی مدد سے اپنے چہرے کو ہمیشہ کے لیے تبدیل کرا لو گی۔"

وہ خوش ہو گئی۔ میرے پاس آ کر اس نے اپنی گداز بانہیں میری گردن میں ڈال دیں۔ پنجوں کے بل اٹھ کر میرے قد تک پہنچنے کی کوشش کی۔ وہ مجھے چومنا چاہتی تھی۔ جاپانی قد یار کے ٹارگٹ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ چونکہ وہاں سرِعام بوسہ لینا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا، اس لیے میں اُسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر اس کا چہرہ اپنے چہرے کے قریب لے آیا۔

ڈاکٹر اور پروفیسر مسکرا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے بٹر فلائی کو پھر فرش پر کھڑا کر دیا۔ وہ بولی۔ "مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔"

میں نے کہا۔ "میرے ساتھ چلو گی تو دشمن پلک جھپکتے ہی تمہیں پہچان لیں گے۔ میں تمہارے ساتھ وقت گزاروں گا لیکن تمہیں گڈ پیپلز کے لیے کام کرتے رہنا چاہیے۔"

"تم جو کہو گے، وہی کروں گی۔ بس تمہاری توجہ چاہیے۔"

میں نے ڈاکٹر اور پروفیسر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے ایسے سرمایہ داروں کی فہرست چاہیے جو عیاش ہوں۔ میں بٹر فلائی کے ذریعے ان کی تجوری خالی کروں گا۔"

وہ دونوں کاغذ قلم لے کر بیٹھ گئے اور سوچ سوچ کر سرمایہ داروں کے نام لکھنے لگے۔ میں نے بٹر فلائی سے کہا۔ "مجھے اس زخمی کے پاس لے چلو، جو یہاں کسی کمرے میں ہے۔ میں یہاں اور کسی کا سامنا نہیں کروں گا۔"

وہ بولی۔ "وہ زخمی یہ ساتھ والے کمرے میں ہے۔ دروازہ بھی تمہارے سامنے ہے۔ تمہیں اس کمرے سے باہر نہیں نکلنا پڑے گا۔"

بٹر فلائی میری ہدایت کے مطابق پہلے اس کمرے میں گئی تاکہ وہاں کوئی شخص ہو تو اسے وہاں سے ہٹا دیا جائے۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ میں اطمینان ہونے کے بعد وہاں گیا۔ مائیک بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ میں نے آواز دی۔ "مسٹر مائیک! کیسے ہو؟"

اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ نگاہوں کے سامنے فرہاد نظر آ رہا تھا۔ دماغ کہہ رہا تھا۔ "نہیں یہ فرہاد نہیں ہو سکتا۔ میں موت کے منہ سے نکل آیا ہوں مگر میرا دماغ کمزور ہو گیا ہے۔ چونکہ میں فرہاد کے کارناموں سے متاثر ہوں، اس لیے اسی کا روپ سامنے ہے۔"

یہ سوچتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

میں نے کہا۔ "وہی جس کے متعلق تم سوچ رہے ہو۔ تمہارا دماغ کمزور نہیں ہے۔ میں فرہاد ہوں اور میں نے شرلاک کو یہ خوشخبری سنا دی ہے کہ تم زندہ ہو۔"

"آپ؟ مگر آپ تو ملایا میں تھے۔ اخبارات یہی بتا رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "اخبارات اپنی ناقص معلومات کی بنا پر ایسا کہتے ہیں۔ ...سے یہاں میرے وجود پر تمہارا یقین کرنا ضروری نہیں ہے۔ اپنی خیریت ...ؤ۔ کب تک چلنے پھرنے کے قابل ہو سکتے ہو؟"

"میں آپ کو دیکھ کر اپنے آپ کو بھول گیا ہوں۔ آپ میرے آئیڈیل ...رو ہیں۔ بشرطیکہ یہ آپ ہی ہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اس وقت میں تمہارے دماغ میں بیٹھ کر ...مارے زخموں سے اٹھنے والی ٹیسیں محسوس کر رہا ہوں۔ تم سونا چاہتے ہو ...گر سو نہیں سکتے۔ ایسی حالت میں زیادہ باتیں کرنا مناسب نہیں ہے۔ میں ...اکٹر سے کہتا ہوں وہ تمہیں کوئی خواب آور دوا دے گا۔"

میں جانے لگا۔ اس نے کہا۔ "سنیے! اگر آپ ہی فرہاد ہیں تو بعد میں ...ھے یوں لگے گا جیسے آپ خواب میں آ کر چلے گئے ہیں۔"

"اطمینان رکھو۔ میں پھر تم سے ملوں گا۔"

میں بٹر فلائی کے ساتھ دوسرے کمرے میں آ گیا۔ ڈاکٹر میرے کہنے ...مائیک کو خواب آور دوا کھلانے چلا گیا۔ پروفیسر نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! ہم ...تنے سرمایہ داروں کو جانتے ہیں۔ یہ ان کی فہرست ہے۔"

بٹر فلائی میرے ساتھ وہ فہرست پڑھنے لگی۔ پھر اس نے ایک ...م پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میں اس دولت مند کو جانتی ہوں۔ میں ایک شام ...کو میک اپ میں چھپا کر اس کے پاس گئی تھی۔ گڈ پیپلز کے لیے امداد ...انگ رہی تھی۔ یہ مجھے ایک رات گزارنے کی قیمت دینا چاہتا تھا۔ میں ...ٹوک کر چلی آئی۔"

میں نے کہا کہ "ٹھیک ہے۔ کل تم اسی میک اپ میں پھر اس کے پاس ...اور یہ تاثر دو کہ تم ضرورت سے مجبور ہو کر رات گزارنے آئی ہو۔ میں ...اس کے دماغ میں موجود رہوں گا۔ اس کے بعد ہر روز ایک نئے شکار سے ...ملا جائے گا۔ رائٹ؟"

"رائٹ۔" وہ مسکرانے لگی۔ میں نے کہا۔ "اب میں جاؤں گا۔ پروفیسر! ...ے جوانوں سے کہو کہ میرے گزرنے کے راستے سے ہٹ جائیں۔"

ڈاکٹر مائیک کے پاس سے آ گیا تھا۔ پروفیسر تھوڑی دیر میں ...راستہ صاف کر کے واپس آیا تو میں دونوں سے مصافحہ کرنے کے بعد ...فلائی کے ساتھ باہر اپنی کار میں آیا۔ وہاں تاریکی تھی۔ میں نے اسے ...بازوؤں میں اٹھا لیا۔ وہ میری گرفت میں مر جانا چاہتی تھی اور میرے ...پاس اتنا وقت نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب جانے لگا تو وہ پھر گلے کا ہار ...بنی۔ اپنے رس بھرے لبوں کی سرگوشیوں سے میرے کان کو گدگداتے ...ہوئے بولی۔ "فرہاد! میں اب تک تمہارے لیے ایک کورا کاغذ ہوں۔ کیا اپنا نام ...نہیں لکھو گے؟"

میں نے کہا۔ "تم بے حد حسین ہو۔ میں جاپان میں ہی اپنا نام لکھنا ...چاہتا تھا۔ مگر وہاں تمہارا غرور تھا۔ یہاں میری مجبوری ہے۔ آج رات میں ...بہت مصروف ہوں۔ حالات نے اجازت دی تو کل میں تمہیں مائیک کے سوپ میں ملوں گا۔"

میں اسے تسلیاں دے کر اس سے رخصت ہو گیا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بھوک ہوتی ہے۔ کھانا سامنے ہوتا ہے اور آدمی کھا نہیں سکتا۔ میں کار آگے بڑھا کر تھوڑی دور تک گیا۔ راستے اچھی طرح ذہن نشین نہیں ہوئے تھے۔ ارادہ تھا کہ راہنمائی کے لیے شرلاک کو مخاطب کروں۔ اسی وقت رس دنتی نے مجھے مخاطب کیا۔ طنزیہ انداز میں پوچھا۔ "میرے بگلا بھگت! جاپانی گڑیا سے کھیل کر آ گئے؟"

میں نے کار کی رفتار کو سست کرتے ہوئے کہا۔ "طعنے نہ دو۔ تم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ میں اسے ٹال کر آیا ہوں۔"

"ہاں میں نے دیکھا ہے اور تمہاری نیت کو بھی پڑھ چکی ہوں کہ کل تم اس سے ملنے کا وقت ضرور نکالو گے۔"

میں نے جھینپ کر کہا۔ "بڑی مشکل ہے کہ تم نیت کو سمجھ لیتی ہو۔"

"فرہاد تم ایسے کیوں ہو؟ انسان کیوں نہیں بنتے؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ کسی بھی حسن شباب کے آگے مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ کیا اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ یہ حسین لڑکیاں خود ہی دعوت دیتی ہیں۔"

"میں مانتی ہوں کہ ایک وجہ یہ بھی ہے۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تم تالی بجانے کے لیے اپنا ہاتھ نہ بڑھاؤ۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا انسان فطری تقاضوں سے مجبور نہیں ہوتا؟"

اس نے جواب دیا۔ "سونیا اور رسوماتہ کی زندگی میں تم سے بھی زیادہ غلفام آتے جاتے رہتے ہیں۔ کیا وہ فطری تقاضوں سے مجبور نہیں ہو سکتیں؟ کیا عورتوں کے سینے میں بہکنے والا دل نہیں ہوتا؟"

"عورتیں بھی بہکتی ہیں۔"

"میں سونیا اور رسوماتہ جیسی عورتوں کی بات کر رہی ہوں۔ سونیا ذرا دیر کے لیے بالونک مین کی طرف مائل ہوئی تو تم پریشان ہو گئے۔ کیا تمہاری وجہ سے سونیا کو جو پریشانیاں ہوتی ہیں۔ تمہیں ان کا احساس نہیں ہے؟"

"مجھے احساس ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ اس کے باوجود بھی بہک جاتا ہوں۔ شاید اس لیے کہ مرد زیادہ جذباتی ہوتا ہے۔"

"یہ غلط ہے۔ عورتیں زیادہ جذباتی ہوتی ہیں مگر برداشت کرنا جانتی ہیں۔ مرد خود کو فولادی ارادوں کا مالک کہتا ہے پھر وہ فولاد پگھل کیوں جاتا ہے؟"

میں نے تھک ہار کر کہا۔ "ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ مرد بے لگام ہوتا ہے۔ بے چاری عورت حتی الامکان کوششیں کرتی ہے کہ اس کا آدمی صرف اس کا رہے۔ لیکن اس کی لاعلمی میں وہ آدمی کیا گل کھلاتا رہتا ہے۔ وہ نہیں جان سکتی۔"

"ہاں۔ اب تم اپنی مکاریوں کو تسلیم کر رہے ہو۔ افسوس کہ تسلیم

کرنے کے باوجود تمہیں شرم نہیں آرہی ہے۔"

"ارے کیوں میرے پیچھے پڑگئی ہو۔ یہ بھی تو سمجھو کہ کسی گناہگار کو شرم آتی تو وہ گناہ کے راستے پر کبھی نہ چلتا۔ ایسے کسی گناہگار کو تمہاری جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہی قابو کرسکتی ہے۔"

وہ ذرا چپ رہی۔ میں نے اس کی دکھتی رگ پر انگلی رکھی تھی۔

میں نے پوچھا "چپ کیوں ہوگئیں؟ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

اس نے کہا "ہاں۔ تم ٹیلی پیتھی کے سہارے سونیا کو دھوکا دیتے ہو۔ مجھے نہیں دے سکتے۔ صرف میں ہی خیال خوانی کے ذریعے تمہیں گناہوں کی دلدل سے نکال سکتی ہوں۔ اس لیے ایسے موقع پر تمہیں ٹوک دیتی ہوں۔"

"تمہارے ٹوکنے سے بات نہیں بنے گی۔ ہمارے درمیان ایک دوسرے کو ٹوکنے والا رشتہ بھی ہونا چاہیے۔"

وہ پھر چپ رہی۔ شاید جھجک رہی تھی۔ پھر اس نے پوچھا "یاد ہے چند گھنٹے پہلے تم نے کیا دعویٰ کیا تھا؟"

"ہاں۔ یاد ہے۔ میں نے دعویٰ کیا تھا کہ تمہیں پانے کے بعد پھر کسی کی آرزو نہیں کروں گا۔ مگر تم نے کوئی جواب نہیں دیا تھا میرے دماغ سے بھاگ گئیں تھیں۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر فیصلہ کن انداز میں بولنے لگی "فرہاد! میں جانتی ہوں کہ میرے لاکھ چھپانے کے باوجود تم میری چاہت کو سمجھتے ہو۔ مگر تمہیں اس چاہت کا اندازہ نہیں ہے۔ میں چاہت سے بھی آگے بڑھ کر تمہاری پوجا کرتی ہوں۔ لیکن جب یہ دیکھتی ہوں کہ تم گندی خواہشات کی دلدل میں دھنستے جارہے ہو تو میری پوجا اور عقیدت کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ میں تمہیں اپنا دیوتا کہنا چاہتی ہوں۔ مگر ایک ناپاک آدمی دیوتا نہیں ہو سکتا۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ وہ میرے کردار پر بے لاگ تبصرہ کررہی تھی۔ سچی اور کھری بات کررہی تھی۔ بے شک میں انسان ہوں مگر انسان نما فرشتہ نہیں ہوں۔ جو لوگ خواہشات کی دلدل میں فرشتہ بن کر رہنے کی جدوجہد نہیں کرتے۔ وہ عام انسانوں کی طرح مرجاتے ہیں۔ مرنے کے بعد اپنے نام سے زندہ نہیں رہتے۔ اور اپنی زندگی میں رس ونتی جیسی مہذب اور بااصول حسینہ کے دل پر حکومت نہیں کرسکتے۔ اس گھڑی میرے اعمال کا حساب ہورہا تھا۔

رس ونتی کہہ رہی تھی "میرا دل ایک ضدی بچے کی طرح صرف تمہارے لیے مچلتا ہے۔ میرے بس میں ہوتا تو میں سینے میں دل کی جگہ پتھر رکھ لیتی اور ہمیشہ کے لیے تم سے منہ موڑ لیتی۔ میری اس طویل عرصہ کی خاموشی اسی وجہ سے تھی کہ میں تم سے دور بھاگنے کی کوششوں میں معروف تھی مگر میں نفرت سے کہوں تو تم ایک ایسے مرض کی طرح لگ گئے جس سے مرنے کے بعد ہی پیچھا چھوٹتا ہے اور محبت سے کہوں تو تم میری ایسی عبادت ہو کہ میں سانس چھوڑ سکتی ہوں۔ تمہاری عبادت نہیں چھوڑ سکتی۔"

اس کی آواز بھرا گئی۔ میں نے سسکیوں کی آواز سنی۔ وہ آواز فوراً ہی ختم ہوگئی۔ یعنی وہ جلدی سے میرے دماغ سے نکل گئی تھی تاکہ سسکیوں کو روک سکے۔ آنسوؤں کو پونچھ سکے۔ اس وقت میں ایسا نادم ہوسا تھا کہ بیان نہیں کرسکتا۔ چند لمحوں کے بعد میری سوچ نے اس کی جانب پرواز کی۔ خیال تھا کہ ہمیشہ کی طرح وہ اپنے دماغ کا دروازہ بند رکھے گی مگر اب وہ در میرے لیے کھلا ہوا تھا۔

میں نے بڑی محبت اور نرمی سے پکارا۔ "رس ونتی۔"

وہ آنسو پونچھ رہی تھی۔ اپنے اندر سسکیوں کو دبا رہی تھی۔ میں نے کہا "رس ونتی! میں نے تمہارا دل دکھایا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں شرمندگی کا اظہار کیسے کروں؟"

وہ بولی "اگر یہ آخری شرمندگی ہے تو میں خود کو بھاگ وان (خوش نصیب) سمجھوں گی۔ میں کیا بتاؤں فرہاد۔ تمہیں صرف اپنا بنانے کے لیے میں نے سونیا اور رومانہ کو راستے سے ہٹانا چاہا مگر میرے اندر کی عورت نے سمجھایا کہ وہ دونوں عورتیں بھی میری طرح دل سے مجبور ہیں۔ میں نے بارہا آزمایا کہ تم ہی کسی طرح ان دونوں کو چھوڑ سکو۔ مگر تم بھی ہرجائی ہونے کے باوجود ان دونوں سے وفاداری کا ثبوت دیتے رہے۔ اس وفاداری نے بھی مجھے متاثر کیا۔ اگر تم کسی موڑ پر انہیں میری خاطر چھوڑ دیتے تو کبھی کسی دوسری کے لیے مجھے بھی چھوڑ سکتے تھے۔"

"خدا کا شکر ہے۔ تم کسی پہلو سے تو مجھے اچھا سمجھتی ہو۔"

"تم کسی پہلو سے بُرے نہیں ہو۔ اگر تم میں وہی ایک برائی نہ ہو۔"

"اب یہ برائی بھی نہیں رہے گی۔ آج تم نے پہلی بار اپنی زبان سے پیار کا تحفہ دیا ہے۔ میں بھی پہلی بار تمہیں وچن (وعدہ) دے رہا ہوں کہ میں محبت کی پاکیزگی کو اس طرح برقرار رکھوں گا کہ تم مجھے دیوتا کہنے پر مجبور ہوجاؤ گی۔ اب کسی حسینہ کے لیے میرے اندر گندی خواہش پیدا نہیں ہوگی۔"

"اگر ہو تو؟"

"تو مجھے ٹوک دینا۔ اب تو ٹوکنے کا رشتہ طے پاگیا ہے۔"

وہ مسکرانے لگی۔ میں نے کہا "تم محض میری محبت کو دل میں چھپائے رکھنے کے لیے اپنے دماغ کا دروازہ میرے لیے بند کردیتی تھیں۔ اب تو یہ دروازہ کھلا رہے گا نا؟"

اس نے اقرار میں سر ہلایا۔ اچانک میں نے کار کو روکتے ہوئے ادھر ادھر دیکھ کر کہا "ارے! میں تم سے باتیں کرنے کی دھن میں پتہ نہیں کہاں چلا آیا ہوں۔"

رس ونتی نے پوچھا "کیا ہوا؟ راستہ بھٹک گئے ہو؟"

"ہاں بھٹک گیا ہوں مگر شرلاک کے ذریعے منزل تک پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے کہا "تم سے باتیں کرنے کی دھن میں میں بھی بھول گئی کہ تمہارے دماغ میں کیوں آئی تھی۔ وہاں بابونک مین اور آقا سبحانی میں ٹکراؤ ہوگیا تھا۔"

"اچھا کہیے؟ وہاں کیا ہورہا ہے؟"

وہ کہنے لگی "سونیا اور جمی ایک ٹیکسی میں کراچی شہر کی سیر کررہے تھے۔ کسی ویران علاقہ میں آقا سبحانی کی گاڑی نے سامنے سے آکر راستہ روک لیا۔ پہلے تو ان کے درمیان سوال وجواب ہوتے رہے۔ میں جمی عرف بابونک مین کے دماغ میں رہ کر سب کچھ سمجھ رہی تھی۔"

میں نے کہا "ایک منٹ رس ونتی! میں ایک بار جمی کے دماغ میں پہنچا تھا۔ اسے پتہ چل جاتا ہے کہ اس کے دماغ میں پرائی سوچ موجود ہے۔ وہ تمہیں بھی یقیناً محسوس کرتا ہوگا۔"

"نہیں۔ جمی یوگا میں طفلِ مکتب ہے۔ جب میں سانس روکتی ہوں تو میری سوچ کی غیر مرئی لہروں کو وہ محسوس نہیں کرتا ہے۔ میں خاموشی سے ان کے لڑنے کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ اف! دو پاگل ہاتھیوں کی لڑائی میں نے پہلی بار دیکھی ہے۔ دونوں ایک دوسرے پر بھاری پڑ رہے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک انہیں مسلسل لڑتے دیکھ کر میں بیزار ہوگئی۔ آخری وقت جمی کا پلہ بھاری ہورہا تھا۔ اسے لڑکھڑاتے دیکھ کر اچانک سلومی نے فائر کردیا۔ ریوالور کی گولی جمی کے شانے پر لگی۔ دوسری گولی اس کی ران میں پیوست ہوگئی۔ تیسرے فائر سے پہلے ہی سونیا نے پتھر کھینچ کر مارا۔ سلومی سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ سونیا نے اس کے ریوالور پر قبضہ کرتے ہی آقا سبحانی کو مخاطب کیا۔

"آقا پہلے میں سمجھتی تھی کہ تم نے بحری جہاز میں میری حفاظت اور حمایت کے لیے بابونک مین سے مقابلہ کیا ہے۔ مگر یہ بھید کھل گیا کہ تم ماسک مین کے آلہ کار ہو اور اپنے مفاد کی خاطر ہمیں اعتماد میں لینے کے لیے بابونک مین کو مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ تم بے شک دلیر ہو مگر شیطان ہو۔ آیندہ کبھی فرہاد کے سامنے بھی شیطان بن کر آؤ گے۔ اس لیے میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

سونیا نے گولی چلادی ٹھیک سلومی کی طرح پہلے آقا کے شانے کو زخمی کیا۔ وہ درندے کی طرح غراتا ہوا آگے بڑھا تو دوسری گولی اس کی ران میں پیوست ہوگئی وہ لڑکھڑا کر گر پڑا دونوں شہ زور ایک ہی طرح زخمی ہوکر زمین پر پڑے غرا رہے تھے جمی نے ہاتھ اٹھا کر کہا "شکریہ سونیا! مگر اسے ہلاک نہ کرنا۔ اسے زندہ رہنے دو میرے زخم بھرنے دو یہ میرے ہاتھوں سے مرے گا۔"

"سوری جمی! مجھ کو فرہاد اور رسونتی کے دہلی تک پہنچنے کے لیے راستے کے کانٹوں کو صاف کرنا ہوگا۔ میں نہیں چاہتی کہ کوئی کانٹا فرہاد کے پاؤں میں چبھ جائے۔"

سونیا نے آقا سبحانی کا نشانہ لیا۔ جمی نے کہا "ٹھہرو سونیا! اگر فرہاد ابھی تمہارے دماغ میں موجود ہوتا تو کیا تمہیں اجازت دیتا کہ ایک دلیر آدمی کو اتنی آسانی سے گولی ماردو؟"

"نہیں فرہاد کبھی اجازت نہ دیتا۔ اچھا ہے کہ وہ موجود نہیں ہے آقا کو اس طرح ہلاک کرنا بزدلی اور کم ظرفی ہے تو یہ بدنامی میرے سر آئے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے آقا کے سینے میں گولی اتار دی۔ وہ اچھل کر پھر زمین پر گر پڑا۔ ذرا سا رینگتا ہوا سونیا کی طرف بڑھا لیکن آخری گولی نے اس کی پیشانی میں سوراخ بنادیا تھا۔ وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ دوسری طرف جمی زمین پر پڑا کراہتا ہوا جیبی ٹرانسمیٹر کے ذریعہ اپنے ماتحتوں کو حکم دے رہا تھا کہ وہ اب قریب آجائیں اور فوری طبی امداد پہنچائیں۔ مجھے اطمینان تھا کہ سونیا کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے اس لیے میں تمہیں اطلاع دینے آگئی۔"

رسونتی کی بات ختم ہوتے ہی میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ وہ ہولی کراس ہسپتال کے اسپیشل وارڈ میں جمی کے پاس تھی۔ وہ بیہوش ہوگیا تھا۔ مگر دو خوش لباس امریکی سونیا سے سوالات کررہے تھے۔ یہ ظاہر تھا کہ وہ سپر ماسٹر کے آدمی تھے۔ بظاہر انجان بن رہے تھے مگر سونیا کو خوب پہچانتے تھے۔ میں سونیا کو مخاطب کرکے ان کی اصلیت بتانا چاہتا تھا لیکن میری سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔

میں نے جس ویران راستے کے کنارے گاڑی کو روک رکھا تھا، اس گاڑی کے پیچھے ایک ٹارچ روشن ہوئی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا کوئی ٹارچ روشن کرتا ہوا میری طرف آرہا تھا۔ میں نے اوور کوٹ کے کالر کھڑے کیے۔ فلٹ ہیٹ چہرے پر جھکالی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ آنے والا کوئی ٹریفک پولیس کا آدمی ہوگا لیکن جب وہ قریب آیا تو اسے دیکھ کر بڑا غصہ آیا۔ وہ وہی گونگا تھا جو میرے اجنبی میزبان کے پیغامات میرے پاس لایا کرتا تھا۔

میں نے رسونتی کو مخاطب کیا "تم میری سوچ پڑھ رہی ہو نا؟"

وہ بولی "ہاں وہ اجنبی میزبان طلایلہ سے تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اس سے تمہیں جان کا خطرہ نہیں ہے۔ تم کہو تو میں سونیا کے پاس جاؤں؟"

"ہاں اسے بتادو کہ اس کے آس پاس سپر ماسٹر کے آدمی ہیں جمی کو صحت یاب ہونے میں ہفتوں لگیں گے۔ سونیا کو کراچی سے طیارے کے ذریعے جلد از جلد دہلی پہنچنا چاہیے۔"

رسونتی چلی گئی۔ میں نے کار کی کھڑکی کے شیشے کو نیچے سرکایا۔ گونگے نے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ بڑھا دیا۔ میں نے اسے لے کر کار کی اندرونی لائٹ کو آن کیا۔ پھر اس کاغذ کو کھول کر پڑھنے لگا۔ اس اجنبی میزبان نے لکھا تھا۔

"مسٹر فرہاد! میں بنکاک میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں میں سمجھ رہا تھا کہ شرلاک جیسے دوست کی موجودگی میں شاید آپ کو میری ضرورت نہیں پڑے گی مگر ابھی آپ

راستے سے بھٹک گئے ہیں اس لیے آپ کی راہنمائی کے لیے اپنے گونگے خادم کو بھیج رہا ہوں۔ یہ آپ کو شرلاک کے بنگلے تک پہنچا دے گا۔ فقط

——— آپ کا بے لوث خادم!

وہ کمبخت اجنبی خادم سائے کی طرح پیچھے لگا ہوا تھا۔ میں ساری دنیا سے چھپ رہا تھا مگر اس پُراسرار اجنبی کی آنکھیں مجھے شرلاک کے بنگلے سے گھورتی ہوئی کنگر پیپلز کے خفیہ اڈے تک پہنچی تھیں اور وہاں ویران راستے پر بھی وہ ایک آسیب کی طرح نظر نہ آنے کے باوجود موجود تھا۔

میں نے اشاروں کی زبان میں گونگے سے کاغذ اور قلم طلب کیا۔ اس نے جیب سے ایک قلم اور نوٹ بک نکال کر دی میں نے لکھا۔

"میرے آستین کے سانپ! تمہارا چھپنا فضول ہے تم ریڈ پاور کا ایک قابلِ قدر جاگتا ہوا ذہن ہو۔ تم نے اجنبی دوست بن کر بڑی سہولت سے چیانگ پلازہ کو دوبارہ حاصل کر لیا اور ملایا کے جنگل میں جس خفیہ زمین دوز اڈے پر میرا قبضہ تھا وہاں بھی تم نے ریڈ پاور کی ایک ٹیم کو بھیج کر میرے آدمیوں کو ہلاک کرایا اور ریڈ پاور کو ایک ایسے اڈے میں پہنچا دیا جہاں سپر ماسٹر کے فرشتے بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔

بہر حال تم نے دوست بن کر نقصان پہنچایا ہے، اور میں نقصان برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں مجھے فدا دہلی مشن سے واپس آنے دو، پھر میں تم سے سمجھ لوں گا ——— فقط۔ فرہاد!"

میں نے لکھنے کے بعد قلم اور نوٹ بک کو واپس کیا۔ اسے اشارے سے سمجھایا کہ مجھے راہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ میری نظروں سے دُور ہو جائے۔ اس کے بعد میں نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی پورا یقین تھا کہ اس پُراسرار آدمی کی گھورتی ہوئی آنکھیں میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔ میں نے شرلاک کو مخاطب کیا۔ اسے بتایا کہ میں ایسے راستے سے گزر رہا ہوں جس کے اطراف ناریل کے درخت ہیں اور کہیں کہیں بانس کی جھونپڑیاں نظر آ رہی ہیں۔

شرلاک نے کہا "ارے تم تو بنکاک شہر سے دور نکل گئے ہو گاڑی کو واپس موڑ دو۔ ایک آدھ گھنٹے کے بعد تم شہری حدود میں داخل ہو جاؤ گے۔"

میں نے گاڑی کو واپس موڑ دیا۔ شہر کی طرف جانے لگا۔ تقریباً ایک میل کا ویران راستہ طے کرنے کے بعد ایک کار اپنی طرف آتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ میری کار کو دیکھ کر رُک گئی تھی۔ جب میں اسے کراس کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا تو عقب نما آئینے میں اس کی ہیڈ لائٹس کی روشنی نظر آئی۔ وہ کار بھی گھوم کر پیچھے آ رہی تھی۔ سمجھ میں آ گیا کہ وہی گونگا میرا پیچھا کر رہا تھا۔

ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ ایک ڈیڑھ میل کا فاصلہ رکھ کر کیسے تعاقب کر رہا تھا۔ اتنے فاصلے سے میں کسی دوسرے راستے پر مڑ کر اسے ڈاج دے سکتا تھا۔ پہلے بھی دائیں بائیں کئی موڑ آئے تھے مگر وہ ایک میل دُور سے سمجھتا رہا تھا کہ میں ایک ہی راستے پر کار ڈرائیو کر رہا ہوں۔

میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ اب تعاقب کرنے والی کار کی روشنی نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں اچانک کار کی رفتار بڑھا کر اور زیادہ سے زیادہ فاصلہ قائم کرنے لگا۔ پندرہ منٹ بعد میں ایک راستے پر مڑ گیا کار کی تیز رفتاری برقرار رکھی۔ ایک جگہ سڑک کے کنارے درختوں کا جھنڈ نظر آیا۔ میں کار کو سڑک سے اتار کر اس جھنڈ میں جا کر چھپ گیا۔ اب اس سڑک سے کوئی بھی گزرنے والا میری کار کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

یا حیرت! میں نے ذرا دیر بعد اس تعاقب کرنے والی کار کو دیکھا۔ وہ سڑک کے اس حصے پر آ کر رُک گئی تھی جہاں سے اتر کر میری کار درختوں کے جھنڈ میں آ کر چھپی تھی۔ اس کار کے وہاں رکنے کا مطلب یہی تھا کہ اجنبی کی پُراسرار آنکھیں مجھے روپوش ہونے کے باوجود دیکھ رہی تھیں۔ وہ پُراسرار اجنبی کہاں ہے؟ کہاں سے وہ مجھے دیکھ رہا ہے؟

میں اپنی کار میں بیٹھا درختوں کے پیچھے سے دیکھ رہا تھا وہ سڑک زیادہ دور نہیں تھی۔ وہاں کھڑی ہوئی کار کے اندر روشنی تھی اور میں اس گونگے کے سائے کو پہچان سکتا تھا۔ وہ تنہا تھا۔ آس پاس اس کا کوئی ساتھی نہ تھا۔ اس گونگے کو تعاقب سے باز رکھنے کے لیے اسے مار کر پھینک دینا میرے لیے کوئی بڑی بات نہ تھی مگر اس طرح کوئی بات نہ بنتی۔ وہ پُراسرار اجنبی برابر میرے ساتھ سائے کی طرح لگا رہتا۔

سوال یہ تھا کہ وہ کس طرح دور ہونے کے باوجود میرے قریب پہنچ جاتا ہے؟ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا کہ میری طرح ایک جگہ بیٹھ کر میلوں دُور کے حالات معلوم کر لیتا۔ اس کے پاس کوئی ایسا سائنسی آلہ ہو سکتا تھا جس کے ذریعے وہ میرے قریب پہنچ جاتا تھا۔ میں نے رسٹ واچ میں وقت دیکھا۔ بارہ بج کر پچیس منٹ ہو رہے تھے۔ آج صبح سے پہلے مجھے مکمل روپوشی اختیار کرنا تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ پُراسرار اجنبی مجھے نئے رُوپ میں پہچان لے۔

میں نے کار اسٹارٹ کی۔ درختوں کے جھنڈ سے نکل آیا۔ ابھی پیچھا چھڑانے کی کوئی تدبیر ذہن میں نہیں تھی۔ میں نے تعاقب کرنے والے گونگے سے بھی کچھ نہیں کہا۔ اس کی کار کے پاس سے چپ چاپ گزر گیا وہ بھی اپنے کام سے کام رکھتا تھا۔ اس نے بھی مجھ سے چھپنے کی وجہ نہیں پوچھی۔ چپ چاپ اپنی کار میرے پیچھے بڑھا دی۔ عجیب مسخرا پن تھا۔

آگے بڑھ کر میں نے سوچا۔ خیال خوانی کے ذریعے شرلاک کی راہنمائی کرنے کے بجائے اسی گونگے کو راہنما بنانا چاہیے۔ ویسے بھی وہ پیچھے پیچھے آتا۔ لہٰذا آگے آگے چلے تو بہتر ہے۔ میں کار سے اتر کر اس کے پاس گیا۔ اس کی بھی گاڑی رُکی ہوئی تھی۔ وہ گاڑی سے باہر آ گیا۔ میں نے

اشاروں سے اسے سمجھایا کہ وہ کار آگے بڑھا کر میری راہنمائی کرے اور ذرا تیزی سے چلے۔ مجھے جلدی گھر پہنچنا ہے۔ وہ بڑی فرمانبرداری سے سر ہلا کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ میں اپنی کار میں آ گیا۔

پھر ہماری گاڑیاں آگے پیچھے دوڑنے لگیں۔ وہ آگے تیز رفتاری سے جا رہا تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ میں پیچھے چلا آ رہا ہوں۔ وہ پُراسرار اجنبی شاید کہیں بیٹھا ہوا اُس گونگے کو گائیڈ کر رہا تھا۔ اسے کسی طرح بتا رہا تھا کہ میں اب شرافت سے اس کے پیچھے آ رہا ہوں مگر وہ گونگے کو کیسے بتا رہا ہوگا؟ جبکہ وہ ٹرانسمیٹر کی آواز نہ سُن سکتا ہے نہ جواباً بول سکتا ہے۔ پھر اس پُراسرار اجنبی کو کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ پہلے میں کہاں چھُپ گیا تھا اور اب کیسے گونگے کے پیچھے چل رہا ہوں؟

ہماری گاڑیاں تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھیں۔ اس کمبخت نے مجھے بُری طرح الجھا دیا تھا۔ اگر یہی سلسلہ رہتا تو میں کسی دوسرے بہروپ میں بھی اس کی نظروں سے نہیں چھُپ سکتا تھا۔ میری خواہش تھی کہ سپر ماسٹر اور ماسک مین جس طرح رسونتی کو ڈھونڈ نکالنے میں ناکام ہو رہے ہیں اسی طرح آج رات کے بعد مجھے بھی کوئی تلاش نہ کر سکے۔ فی الحال یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہیں آ رہی تھی۔

جب میں مایوس ہوتا ہوں جب آگے کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا۔ تب میں نے اکثر اپنے خدا کو اپنے ساتھ دیکھا ہے۔ وہ کسی نہ کسی بہانے میری مشکل آسان کر دیتا ہے۔ ہم بڑی تیز رفتاری سے جا رہے تھے۔ پتہ نہیں اس گونگے کی ذہنی رو کیسے بہک گئی۔ ڈرائیونگ کے دوران اگر اسٹیئرنگ ذرا بھی ادھر سے ادھر ہو جائے تو تیز رفتاری گل کھلاتی ہے۔ اچانک ہی آگے والی گاڑی سڑک سے اتر کر ایک درخت سے ٹکرا گئی۔ اس حادثے سے اگر وہ گونگا مر جاتا اور میرا تعاقب جاری نہ رہتا۔ تب بھی اس پُراسرار اجنبی کے لیے کوئی فرق نہ پڑتا۔ مگر میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ حادثہ قدرت کی طرف سے میری بھلائی کے لیے ہوا تھا۔

میں نے قریب پہنچ کر گاڑی روکی۔ پھر اُدھر دوڑتا ہوا گیا۔ درخت سے ٹکرانے سے پہلے گونگے نے حاضر دماغی سے کام لے کر رفتار سُست کر دی تھی اس لیے دھماکہ خیز حادثہ نہیں ہوا۔ کار کے اگلے حصے کو ذرا نقصان پہنچا۔ گونگا زندہ تھا۔ مگر اسٹیئرنگ سے سر ٹکرانے کے باعث بیہوش ہو گیا تھا۔ پیشانی اور ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے اسے اگلی سیٹ پر لٹا دیا۔ سر کو ذرا نیچے ڈھلکا دیا تا کہ ناک سے خون بہنا بند ہو جائے۔

اس دوران میں نے ڈیش بورڈ میں مائلیج اور فیول میٹر کے قریب ایک دس انچ کا اسکرین دیکھا۔ وہ اسکرین نیم تاریک تھا مگر ایک ننھے سے نقطہ جیسی روشنی اسپارک کر رہی تھی جیسے کوئی انڈیکیٹر ہوتا ہے اور سمت کی نشاندہی کرتا ہے، ویسے ہی وہ نقطہ جل بجھ رہا تھا۔ جب میں گونگے کو اٹھانے کے لیے اسٹیئرنگ کی طرف گیا تو وہ نقطہ اسکرین کے دائیں سمت روشن تھا۔ پھر میں گونگے کو لٹانے کے لیے اگلی سیٹ کے ایک طرف سے دوسری طرف گیا تو وہ نقطہ بھی دائیں سے بائیں کھسک گیا۔

میں نے ذرا قریب جھک کر دیکھا تو دماغ روشن ہو گیا۔ اسکرین پر پورے بنکاک اور اس کے مضافاتی علاقوں کا نقشہ تھا اور وہ نقطہ یقیناً اس علاقے کی نشاندہی کر رہا تھا جہاں میں گونگے کے ساتھ موجود تھا یعنی راڈر سسٹم سے تعلق رکھنے والی کوئی ایسی چیز میرے پاس تھی۔ جو اس نقطہ کو روشن رکھتی تھی۔ میں جس راستے، جس موڑ سے گزرتا تھا وہ نقطہ اسکرین کے نقشہ پر اسی راستے، اسی موڑ سے اسپارک کرتا ہوا گزرتا تھا۔

مجھے کسی بات کو سمجھنے کے لیے ایک ہلکا سا اشارہ کافی ہوتا ہے اس کے بعد میرا ذہن کھلتا چلا جاتا ہے۔ میں سمجھ گیا۔ اس پُراسرار اجنبی نے میرے پاس کوئی ایسی چیز چھوڑی ہے جو اسے میرا پتہ بتاتی رہتی ہے میں نے اپنے لباس کو ٹٹولتے ہوئے دیکھا۔ اسکرین پر نقطہ ایک ہی جگہ تھرک رہا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ نیچے گرا دیے۔ نقطہ ذرا نیچے سرک کر ٹھہر گیا۔ میں نے بایاں ہاتھ اوپر اٹھایا، نقطہ ذرا اوپر اٹھ کر ٹھہر گیا۔

میرے بائیں ہاتھ کی ایک انگلی میں مقناطیسی انگوٹھی تھی۔

جب میں ملایا میں تھا اور پیک ٹرام اسٹیشن کی آبادی میں پہلی بار اس پُراسرار اجنبی نے اجنبی میزبان بن کر مجھے اور رُوحانہ کو ایک بنگلے میں پناہ دی تھی۔ اس بنگلے میں میں نے وہاں کی موٹی ملازمہ اشتیا سے وہ مقناطیسی انگوٹھی حاصل کی تھی۔ اس نے مقناطیسی انگوٹھی کے ذریعے ہماری خواب گاہ کے اس دروازے کو کھول لیا تھا جسے ہم نے اندر سے بند کیا تھا لہٰذا وہ انگوٹھی میں نے اس سے لے لی تھی۔ تب سے وہ میری انگلی میں تھی۔

میں نے اسے اتار کر ایک طرف رکھا۔ روشن نقطہ ایک طرف ٹھہر گیا۔ میں نے بایاں ہاتھ ادھر سے ادھر کیا۔ خود بھی کار کے اندر اس دروازے سے اُس دروازے تک گیا لیکن وہ روشن نقطہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ میں بے اختیار مسکرانے لگا۔ میرے دماغ سے ایک بوجھ اتر گیا تھا۔

اس پُراسرار اجنبی نے اشتیا کو اسی مقصد کے لیے انگوٹھی دی تھی کہ وہ میرے لیے دلچسپی کا باعث بنے اور واقعی میں نے دلچسپی لی۔ اسے پہن کر بنکاک تک چلا آیا۔ میں نے اسے دوبارہ اٹھا کر پہن لیا۔ ابھی اس سے نجات حاصل کرنا دانشمندی نہ ہوتی۔ میں نے اسے پہن کر غور سے دیکھا۔ بظاہر وہ ایک عام سی انگوٹھی تھی۔ اس کا اوپری حصہ دبیز اور پھولا ہوا تھا۔ اس کے اندر کوئی ایسی چیز ہوگی جو اپنا پتہ انڈیکیٹر اسکرین تک پہنچاتی ہوگی۔

گونگے کی سانسیں اعتدال پر آ رہی تھیں۔ وہ کسمسا رہا تھا۔ میں

کار سے باہر نکل کر اپنی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اپنے ماحول کو سمجھ رہا تھا۔ پھر اس نے میری جانب دیکھا۔ میں نے اپنی کار اسٹارٹ کی۔ اس کی جانب دیکھتا رہا۔ اگر وہ مجھے رکنے کا اشارہ کرتا تو میں رک جاتا۔ وہ خاموش رہا۔ میں کار کی رفتار بڑھا کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

ایک گھنٹے بعد شرلاک کی راہنمائی حاصل کر کے بنگلے تک پہنچ گیا۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ مگر ممی، بے بی اور شرلاک میرے لیے جاگ رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "ممی! آپ سفر کی تھکی ہوئی ہیں آپ کو سو جانا چاہیے تھا۔"

وہ سنجیدگی سے بولیں۔ "بیٹا گھر سے باہر ہو تو ماں کو نیند نہیں آتی۔"

میں نے مسکرا کر دیکھا پھر ایک بڑے سے آئینے کے سامنے میک اپ کا سامان لے کر بیٹھ گیا۔ میک اپ کے دوران میں نے انہیں گنر ہیلز اور پُراسرار اجنبی کی باتیں بتائیں۔ یہ بھی بتایا کہ میری انگلی میں جو انگوٹھی ہے وہی مصیبت کا سبب بنی ہوئی ہے۔

بے بی نے پوچھا۔ "بھائی! آپ اس انگوٹھی کو پھینک کیوں نہیں دیتے؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "پہلے یہ انگوٹھی باعث زحمت تھی اب باعث رحمت ہو گی۔ شرلاک یہاں سے جاتے وقت اسے پہن کر جائے گا۔"

شرلاک نے کہا۔ "ٹھیک ہے پہن کر چلا جاؤں گا۔ ابھی رات کے اندھیرے میں وہ مجھے فرہاد سمجھ کر میری کوٹھی تک پیچھا کریں گے، لیکن دن کے اجالے میں جب وہ دیکھیں گے کہ وہ انگوٹھی میری انگلی میں ہے تو وہ پھر اس بنگلے تک تمہاری تلاش میں آئیں گے۔"

میں نے کہا۔ "تم پُراسرار اجنبی کے نقطۂ نظر سے سوچو۔ وہ نہیں جانتا ہے کہ میں اس انگوٹھی کی خاصیت کو سمجھ گیا ہوں۔ وہ مجھے انجان سمجھ رہا ہے لہٰذا یہی سمجھتا رہے گا کہ میں شرلاک بن کر تمہاری کوٹھی میں رہتا ہوں۔"

"لیکن فرہاد! وہ اس بات کی تصدیق کریں گے کہ اصلی شرلاک یہاں موجود ہے یا نہیں۔"

میں نے آئینے میں اپنے نئے روپ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تصدیق ہو جائے گی۔ اس نئے روپ میں۔ میں اصلی شرلاک سمجھا جاؤں گا۔ پھر ان کے نقطۂ نظر سے سوچو کہ صرف یہ انگوٹھی فرہاد کی نشاندہی کرتی ہے۔ فرہاد کتنے ہی روپ بدل لے ان کی دانست میں یہ انگوٹھی اس کی انگلی میں رہے گی۔ تم اسے پہن کر جاؤ گے تو تم ہی فرہاد سمجھے جاؤ گے۔ یہاں میرے متعلق سوچا جائے گا کہ میں نے اصلی شرلاک کو چھپانے کے لیے تمہیں اس نئے روپ میں ڈھال دیا ہے۔"

شرلاک [illegible]ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "بڑی چکر بازیاں

یں۔ اب میں سمجھ رہا ہوں۔ لاؤ انگوٹھی۔۔۔"

میں نے انگوٹھی اس کے حوالے کر دی۔ وہ اسے پہنتے ہوئے بولا۔ "تم اس اجنبی کو چکرانے میں کامیاب ہو جاؤ گے مگر تمہاری بڑی پٹی کا مقصد پورا نہیں ہو گا۔ تمہیں نئے روپ میں شرلاک کے طور پر رہنا ہو گا۔ وہ تم پر بھی نظر رکھیں گے۔"

"بھئی میں خیال خوانی کے ذریعے تم سے ایسی حرکتیں کراؤں گا کہ وہ تمہیں فرہاد سمجھ کر مجھے بالکل نظر انداز کر دیں گے۔ ذرا دیکھتے جاؤ کہ آگے ہوتا ہے کیا؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "اچھا تو اب میں چلوں۔"

"ذرا ٹھہرو، وہ جولیا، اس کے والدین اور انکل ڈیوڈ آرام سے سو رہے ہوں گے۔ میں ذرا ان کی نیندیں حرام کر دوں اس کے بعد تم چلے جانا۔ چلو اپنی کوٹھی کا نمبر ڈائل کرو اور ریسیور مجھے دو۔"

شرلاک نے نمبر ڈائل کیے پھر ریسیور میرے ہاتھ میں دیا۔ ممی اور بے بی میرے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بجتی جا رہی تھی۔ سب سو رہے تھے۔ ایک ملازم کی آواز سنائی دی۔ میں نے کراہتے ہوئے کہا۔ "میں مائیک بول رہا ہوں۔ جولیا کو بلاؤ۔"

وہ ریسیور رکھ کر جولیا کی خواب گاہ کی طرف گیا۔ میں نے اپنے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "اب وہ لوگ نیند سے اٹھ کر سنیں گے کہ مردہ زندہ ہو گیا ہے۔"

بے بی قہقہہ لگانے لگی۔ ممی بھی ہنس رہی تھیں۔ شرلاک نے مسکرا کر کہا۔ "تم واقعی ان کے رونگٹے کھڑے کر دو گے۔ ذرا دیکھو وہاں کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے دماغ کی اسکرین پر دیکھتے ہوئے کہا۔ "جولیا جھلا رہی ہے کہ ملازم نے اسے نیند سے کیوں بیدار کیا۔ ملازم کہہ رہا ہے کہ مسٹر مائیک فون پر بلا رہے ہیں۔ جولیا ایک دم سے چونک گئی ہے۔ بے یقینی سے ملازم کو دیکھ کر بول رہی ہے۔ کیا وہ اپنی قبر سے فون کر رہا ہے؟

پھر جولیا کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ سوچ رہی ہے کہ مائیک کی موت ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی ہے اس لیے ملازم کے سامنے ایسی باتیں نہیں کرنا چاہیے۔ جب وہ جاگ ہی گئی ہے تو اسے فون اٹینڈ کر لینا چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ ٹیلی فون کی طرف آ رہی ہے۔ اچھا بے بی اپنی ہنسی بند کرو، میں جولیا سے بات کر رہا ہوں۔"

اسی وقت جولیا کی آواز ریسیور سے سنائی دی۔ "ہیلو! آپ کون ہیں۔ اتنی رات کو کسی کی نیند خراب کرنا کہاں کی شرافت ہے؟"

میں نے زخمی مائیک کی کراہتی ہوئی آواز میں کہا۔ "جولیا! اس دنیا میں شرافت کہاں رہی ہے۔ مجھے آواز سے پہچان سکتی ہو تو پہچان لو۔"

جولیا کے ہاتھ میں ریسیور کانپنے لگا۔ اس نے ایک ہاتھ بڑھا کر سینٹر ٹیبل کے نیچے رکھے ہوئے ریکارڈر کو آن کر دیا۔ وہ ریکارڈر ٹیلیفون

سے منسلک تھا۔ اب میری باتیں اس میں ریکارڈ ہو رہی تھیں۔ اس نے اپنے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر ملازم سے کہا۔ "جلدی جاؤ، ممی ڈیڈی اور انکل کو بلا کر لاؤ۔"

میں اپنے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر اپنے لوگوں کو بتلا رہا تھا کہ جولیا وہاں کیا کر رہی ہے۔ ملازم کے جانے کے بعد اس نے ریسیور سے ہاتھ ہٹایا تو میں نے بھی ادھر ہاتھ ہٹا لیا۔ وہ حیرانی سے بولی۔ "مائیک یہ... یہ تم ہو؟ میں تمہاری آواز پہچان رہی ہوں۔ تم اب تک گھر کیوں نہیں آئے؟ کہاں سے بول رہے ہو؟"

"جولیا! جب تم نے مجھے آواز سے پہچان ہی لیا ہے کہ میں مائیک ہوں تو پھر خود ہی سمجھ لو کہ میں گٹر سے بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے گھبرا گئی۔ گٹر کے حوالے سے پوری طرح ثابت ہو گیا کہ مائیک ہی بول رہا ہے۔ وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ "یہ... یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

پھر وہ جبراً مسکراتی ہوئی بولی۔ "اچھا سمجھ گئی۔ مذاق کر رہے ہو۔ بڑے شریر ہو۔ بس اب بتا دو کہاں ہو؟"

میں نے کہا۔ "میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہارے انکل ڈیوڈ نے تمہیں میری موت کی خوشخبری سنائی ہو گی۔ وہ تم لوگوں کی پہلی بدبختی تھی کہ شرلاک کی دوسری ممی اور ان کے بچے تم لوگوں کی سازشوں سے مر نہ سکے۔ یہ تمہاری دوسری بدبختی ہے کہ میں ڈیوڈ کے ہاتھوں مر گیا مگر میری روح ابھی تک اس دنیا میں موجود ہے۔ میں تنہا یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ تم سب کی روحیں میرے ساتھ جائیں گی۔"

وہ رونے کے انداز میں ہنستی ہوئی بولی۔ "کیوں بچوں کو ڈرانے والی باتیں کر رہے ہو۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہاری روح ٹیلی فون کے ذریعے باتیں کر رہی ہے؟"

"ہاں۔ مگر میرے پاس کوئی ٹیلیفون نہیں ہے۔ ریسیور تمہارے ہاتھ میں ہے اور میں تمہارے بالکل سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔ تم مجھے دیکھ نہیں سکو گی مگر میں اپنی موجودگی کا ثبوت دے سکتا ہوں۔"

وہ سہمی سہمی سی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامنے دیکھ رہی تھی۔ مائیک نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کے ممی ڈیڈی اور انکل وہاں پہنچ گئے تھے۔ میں نے کہا۔ "دیکھو میں موجود ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ یہ سالا ڈیوڈ تمہارے بائیں طرف آ کر تمہارے ریسیور سے کان لگا رہا ہے۔ تمہارے ڈیڈی سامنے سے چلے آ رہے ہیں۔ انہیں منع کرو ادھر نہ آئیں۔ میں تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔"

جولیا نے جلدی سے چیخ کر کہا۔ "ڈیڈی رک جائیے۔ آپ آگے نہ بڑھیں یہاں سامنے مائیک بیٹھا ہوا ہے۔"

اس کے باپ نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ "بیٹی! کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ یہ صوفہ تو خالی ہے۔"

"یہ خالی نہیں ہے۔ مائیک یہاں بیٹھا دیکھ رہا ہے کہ انکل ڈیوڈ نے میرے دائیں طرف آ کر اس ریسیور سے کان لگایا ہے۔ وہ آپ کو بھی اس صوفہ کی طرف بڑھتے دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں آپ کو وہاں بیٹھنے سے منع کروں۔"

"کیا بکواس ہے۔ یہاں کوئی نہیں ہے۔ دیکھو میں بیٹھ کر دکھاتا ہوں۔"

وہ صوفے کے سامنے آ کر بیٹھنے لگا۔ اس سے پہلے میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب میں اسے جہاں بٹھاتا وہ وہیں بیٹھتا۔ وہ صوفہ کے سامنے بیٹھتے بیٹھتے گر پڑا۔ سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ جھلا اٹھا۔ دوسری بار اسی صوفہ پر بیٹھنے کی کوشش کی مگر صوفے کے کنارے پر پھر قالین پر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔ "جولیا! میری روح کو باتیں کرنے کا کوئی وسیلہ چاہیے۔ ابھی میں نے اس ریسیور کو واسطہ بنایا ہے۔ اب تم لوگوں میں سے کسی کو واسطہ بنا کر باتیں کروں گا۔ ریسیور رکھ دو اور ریکارڈر میں ریکارڈ ہونے والی گفتگو اپنے بزرگوں کو سنا دو۔"

وہ حیران تھی۔ روح یا آسیب کے معاملات کو فراڈ سمجھتی تھی مگر آنکھوں کے سامنے ثبوت مل رہے تھے۔ اس کا باپ اس صوفہ پر نہیں بیٹھ پا رہا تھا جہاں میرے بیان کے مطابق مائیک کی روح بیٹھی تھی۔ پھر یہ کہ اگر کوئی کہیں سے ٹیلیفون کے ذریعے مائیک کی آواز میں باتیں کر رہا ہوتا تو اسے یہ نہ معلوم ہوتا کہ ٹیلیفون پر ہونے والی گفتگو ریکارڈ ہو رہی ہے۔

وہ بُری طرح سہمی ہوئی تھی۔ اس نے کیسٹ کو ری وائنڈ کرنے کے بعد اسے آن کیا۔ سب لوگ توجہ سے سننے لگے۔ وہ پہلے ہی جولیا کے باپ جان کا تماشہ دیکھ چکے تھے۔ ریکارڈر سے ابھرنے والی مائیک کی آواز بھی یہی کہہ رہی تھی کہ مائیک اس صوفہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ جولیا کی ماں کھڑی نہ رہ سکی۔ دہشت زدہ ہو کر قالین پر گر پڑی۔ خالی صوفہ کو دیکھتی ہوئی گڑگڑانے لگی۔ "بیٹے مائیک! خدا گواہ ہے ہم تمہاری موت کے ذمّے دار نہیں ہیں۔ تم خود جانتے ہو، ڈیوڈ نے تمہیں ہلاک کیا ہے۔"

جولیا نے بے اختیار میری سوچ کے مطابق ریکارڈنگ کے بٹن دبا دیئے۔ ان کی باتیں ریکارڈ ہونے لگیں۔ میں جولیا کے دماغ میں موجود رہا۔ اسے سوچنے کا موقع نہیں دیا کہ وہ بے خیالی میں ریکارڈنگ کی مرتکب ہو رہی ہے۔

ڈیوڈ نے جولیا کی ماں سے کہا۔ "سسٹر! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم نے اور جان نے مجھے اس بات کے لیے رقم نہیں دی تھی کہ میں کسی کرائے کے قاتل کے ذریعے مائیک کو قتل کرا دوں۔ ہم سب اس سازش میں شریک ہیں۔"

جولیا کی ماں نے کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ میں مائیک کو اپنے بیٹے کی طرح چاہتی تھی۔"

میں نے مسٹر جان کے دماغ کو کنٹرول میں لیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق مائیک کے لہجے میں بولنے لگا۔ "جھوٹ سے باز آجاؤ۔ میں مائیک ہوں اور مسٹر جان کے اندر سے بول رہا ہوں۔ تم میں سے کسی کی مکاریاں مجھ سے چھپی نہیں رہ سکتیں۔ اپنی اپنی سلامتی کے لیے سچ بولتے رہو۔۔۔"

جولیا کی ماں چیخیں مارتی ہوئی قالین پر سسکتی ہوئی اپنے شوہر سے دور چلی گئی کیونکہ وہ مائیک کے لہجے میں بول رہا تھا اور سب ہی کو دہشت زدہ ذہن کی آنکھ سے وہ مردہ مائیک نظر آرہا تھا۔ میں نے جان کی زبان سے کہا۔ "چیخنے چلانے سے نجات نہیں ملے گی۔ تم سب کی بھلائی اسی میں ہے کہ خاموش رہ کر سکون سے سوچو کہ صبح سے پہلے مرنا چاہتے ہو؟ یا میں تمہیں زندگی کی بھیک دیدوں؟"

جولیا اور اس کے ماں باپ ایک ساتھ گڑگڑانے لگے۔ "ہمیں معاف کردو۔ آئندہ ہم کسی کے خلاف کوئی سازش نہیں کریں گے۔"

انکل ڈیوڈ مضبوط اعصاب کا آدمی تھا۔ اس نے پیشانی پر بل ڈال کر کہا۔ "یہ سب ناقابلِ یقین ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ ہمیں کالے جادو سے ڈرایا جارہا ہے۔"

میں ڈیوڈ کے دماغ میں گھس گیا۔ وہ اچانک قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ "کالا جادو۔ ہاہاہا۔ اگر میری روح کے اس عمل کو جادو سمجھتے ہو تو اس جادو سے بھی نجات نہیں ملے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے سینٹر ٹیبل پر رکھے ہوئے گلدان کو اٹھا کر اپنے سر پر دے مارا۔ شیشے کا گلدان چکنا چور ہوگیا۔ پھول اور پتے بکھر گئے۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اب وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سوچ رہا تھا کہ یہ اس سے کیسی حرکت سرزد ہوئی تھی۔ اس کے سر سے لہو بہتا ہوا چہرے پر پھیل رہا تھا۔ جولیا اور اس کی ماں مارے دہشت کے ایک دوسرے سے لپٹ گئی تھیں۔ مائیک کی روح سے معافیاں مانگ رہی تھیں۔

میں نے ڈیوڈ کی زبان سے کہا۔ "تم سب جانتے ہو کہ میں اپنی زندگی میں شرلاک کا وفادار رہا۔ مرنے کے بعد بھی میری وفاداری قائم ہے۔ تمہارے لیے اب دو راستے ہیں۔ اس گھر میں رہ کر موت قبول کرو یا شرلاک سے ہمیشہ کے لیے تعلقات ختم کردو۔ میں تم لوگوں کو زندہ چھوڑ دوں گا۔"

سب ہی باری باری یقین دلانے لگے کہ صبح ہوتے ہی وہ کوٹھی چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ میں نے کہا۔ "شرلاک کو وصیت کی رو سے جولیا سے شادی کرنے کا پابند بنایا گیا ہے۔ لہٰذا جولیا! مسٹر اور مسز جان تم تینوں کو پکے کاغذ پر یہ لکھنا ہوگا کہ جولیا اپنی مرضی سے شرلاک سے شادی نہیں کرنا چاہتی ہے۔ مسٹر اور مسز جان بھی تائید کرتے ہیں اور شرلاک برادری سے باہر شادی کرے تو اب وہ اعتراض نہیں کریں گے۔"

جان اپنے بریف کیس سے پکا کاغذ لانے کے لیے وہاں سے دوڑتا چلا گیا۔ میں نے کہا۔ "یاد رکھو جولیا! جب تک اس پکے کاغذ پر قانونی کارروائی مکمل نہیں ہوگی، اس وقت تک میں تمہارے ساتھ سائے کی طرح لگا رہوں گا۔ تم سمجھ رہی ہو نا؟"

وہ سمجھنے کے انداز میں زور زور سے سر ہلانے لگی۔ میں نے ڈیوڈ کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس کے منہ سے عجیب عجیب سی آوازیں نکل رہی تھیں۔ کچھ تو وہ زخم کی تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ کچھ نہ سمجھ میں آنے والی مصیبت کے زیر اثر اس کے منہ سے آوازیں خارج ہو رہی تھیں۔ وہ شکست خوردہ انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا۔

میں نے وہاں سے واپس آکر شرلاک، ممی اور بے بی کو تمام واقعہ سنایا۔ وہ سب ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ ان کے خوش ہونے کے دوران میں جولیا کے دماغ میں بھی وقفے وقفے سے جھانکتا رہا۔ ایکبار اس نے مائیک کی روح کو مخاطب کرکے پوچھا۔ "مائیک! ہمیں بتاؤ کہ ہم اس پکے کاغذ پر کیا لکھیں؟"

میں نے کہا۔ "تھوڑی دیر انتظار کرو۔ میں شرلاک کو تلاش کرتا ہوں اسے یہاں بھیجوں گا۔ پھر وہ جو کچھ بولے وہی لکھ دینا۔ اچھا میں جا رہا ہوں مگر یہ نہ سمجھنا کہ واپسی کا راستہ بھول جاؤں گا۔"

یہ محض اتفاق ہے کہ اسی وقت ایک پلا جو کمرے میں کہیں تھا وہ اچھل کر روشن دان پر پہنچ گیا۔ جولیا کی ماں نے کہا۔ "وہ دیکھو، وہ جا رہا ہے۔"

وہ بلے کو مائیک سمجھ رہے تھے۔ اس نے حادثتاً روشن دان سے سر گھما کر انہیں دیکھا۔ ہولے سے غرایا۔ وہ سب سہم کر پیچھے ہٹ گئے جیسے مائیک وارننگ دے رہا ہو۔ وہ سر گھما کر روشندان سے باہر چلا گیا۔ جولیا اطمینان کا سانس لے کر بولی۔ "وہ چلا گیا۔۔۔"

میں نے ہنستے ہوئے بے بی کو یہ بات بتائی تو پھر قہقہے بلند ہو گئے۔ وہ بولی۔ "بھائی! آپ نے تو وہاں ایسی دہشت طاری کردی ہے کہ وہ کئی راتوں تک سو نہیں سکیں گے۔"

میں نے کہا۔ "تم کئی راتوں کی بات کر رہی ہو۔ وہ لوگ صبح تک وہ کوٹھی چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ مائیک کی روح نے ان سے کہا ہے کہ ایک پکے کاغذ پر وہ ماں باپ اور بیٹی یہ لکھ دیں کہ جولیا شرلاک سے شادی نہیں کرنا چاہتی ہے اور شرلاک نے برادری سے باہر شادی کی تو وہ لوگ اعتراض نہیں کریں گے۔ اب وہ لوگ پکا کاغذ لیے بیٹھے ہیں کہ تم وہاں جاکر ان سے جو لکھواؤ گے وہ وہی لکھیں گے۔"

شرلاک خوشی سے اچھل پڑا۔ وہ مجھ سے آکر لپٹ گیا۔ "فرہاد! تم نے تو کمال کردیا۔ جولیا کے اس اعتراف نامے کے بعد اب ساری دولت اور جائداد مجھ کو، تانیہ کو اور رومی کو ملے گی۔"

ممی نے آکر میری پیشانی کو چومتے ہوئے کہا۔ "بیٹے! میں سوچ [نہیں] سکتی تھی کہ تم ایک جگہ بیٹھے بیٹھے اتنا بڑا مسئلہ حل کردو گے۔ [...] ماں نے جنم دیا ہے بیٹے! وہ بہت عظیم ہوگی۔"

[...]بے بی میرے سینے سے لگ کر خوشی سے روتی ہوئی بولی۔ "بھائی! [...]بھائی کا حق ادا کردیا۔ مجھے یقین تھا کہ تمہاری موجودگی میں میری [...]ن نہیں آئے گی۔ آج تم اسے میرے شوہر کے گھر سے بھگا رہے [...]ب وہ میرا گھر ہوگا۔"

اس وقت میں کتنا مسرور تھا۔ یہ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں، جو [...]وں کی مشکلیں آسان کرکے نیکی سے حاصل ہونے والی مسرت حیات [...]ں۔ شرلاک ہم سے رخصت ہو کر جانے لگا، میں نے کہا۔ [...] پُراسرار اجنبی کے لیے اب تم فرہاد ہو۔ اگر اس کے [...]ہاتھوں سے ملاقات ہو اور وہ کوئی پیغام لے کر آئیں تو پہلے [...]ظاہر کرنا۔ پھر یوں شکست تسلیم کرلینا جیسے اس پُراسرار اجنبی سے [...]وں ناکام رہے ہو۔"

شرلاک نے پوچھا۔ "میں اس کے پیغام کا جواب تمہارے [...]ذریعے کیسے دے سکوں گا؟"

"جب میں تمہارے دماغ میں رہوں گا تو وہاں صرف میری [...] میرا لہجہ اور میری حرکتیں ہوں گی۔ تمہارے ہاتھ میرا اندازِ تحریر [...]اریں گے کیونکہ ہاتھ صرف تمہارا ہوگا مگر میرا دماغ اس ہاتھ [...]ان کے مطابق لکھائے گا۔ اگر کسی وقت رابطہ قائم نہ رکھ [...]تو پیغام کے جواب میں خط ٹائپ کرکے بھیجنا۔ اب جاؤ۔"

[...]وہ [...]گیا۔ بنگلے سے باہر نکل کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر اپنی [...] ہوگیا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "شرلاک! یہ بھی [...]ک کی زندگی اور موت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے [...] کے سامنے انجان بنے رہنا۔ دیکھو کہ وہ لوگ اپنے [...] کرتے ہیں یا نہیں؟"

"ٹھیک ہے۔ میں سہولت سے تعلقات ختم کروں گا۔"

[میں] نے کہا۔ "اچھا اب ذرا آئینے میں دیکھو۔"

[اس] نے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہاں دیکھ رہا [ہوں۔ ایک] گاڑی میرے پیچھے آرہی ہے۔ تمہارا خیال درست تھا۔ [...] کے باعث وہ مجھے فرہاد سمجھ رہے ہیں۔"

"[...] اب ان کے لیے فرہاد ہی بنے رہو۔ میں جولیا کے پاس [جا رہا ہ]وں۔"

[میں] نے رسٹ واچ دیکھتے ہوئے ممی سے کہا۔ "جاب بجنے والے [ہیں۔] اب آپ کو آرام کرنا چاہیے۔"

"بیٹا! آج نیند نہیں آئے گی۔ اب تم سامنے ہو تو شرلاک [...]وں میں گیا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ تم اس کے دماغ میں [...] ہوگے۔ ہمیں کامیابی ہوگی مگر میں کامیابی کا چہرہ دیکھ کر سونا چاہتی ہوں۔"

"ہاں بھائی! مجھے بھی نیند نہیں آئے گی۔ اگر آپ تنہائی چاہتے ہوں تو ہم اپنے کمرے میں چلے جائیں۔"

"بالکل نہیں۔ میرے ہی پاس رہو۔ بلکہ ایسا کرو کہ کافی کا ایک دور چلا دو۔ جاگنے کا مزہ آئے گا۔"

ممی اور بے بی کچن کی طرف چلی گئیں۔ شرلاک ابھی اپنی کار میں سفر کر رہا تھا۔ میں نے رومانہ کی خبر لی۔ اس نے لکھنؤ شہر پہنچ کر کسی ہوٹل میں قیام کیا تھا اور اب گہری نیند سو رہی تھی۔ پھر میں نے سونیا کو دیکھا۔ وہ ہسپتال میں جمی کے بستر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اسی وقت رسونتی نے مجھ سے کہا۔ "میں نے سونیا سے کہا تھا کہ وہ پہلی فلائٹ سے دہلی پہنچے مگر وہ جمی کو اس حال میں چھوڑ کر جانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ یہ جمی کے سلسلے میں بڑی جذباتی ہو رہی ہے۔ تم ہی اسے سمجھا سکتے ہو۔"

میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ "ہیلو سونیا! جمی اب کیسا ہے؟"

وہ ناگواری سے بولی۔ "اتنی دیر بعد تمہیں ہمارا خیال آیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "خیال ہمیشہ رہتا ہے۔ اب تک میں اور رسونتی باری باری تمہارے ساتھ رہے ہیں۔"

"جب تم ساتھ رہے ہو تو جمی کی حالت کیوں پوچھ رہے ہو؟ بتاؤ اسے کتنی گولیاں لگی ہیں؟"

"ایک ران میں اور ایک شانہ میں لگی ہے۔ شانے سے گولی پار ہوگئی ہے۔ ران میں پیوست ہوگئی تھی۔ وہ گولی نکال دی گئی ہے اور کوئی سوال کرو۔ جب امتحان میں پاس ہوجاؤں تو مجھے کچھ باتیں کرنے کا موقع دینا۔"

"تم صرف اپنے مطلب کی باتیں کرو گے۔ وہ میں رسونتی سے سُن چکی ہوں اور تم بھی میرا جواب سُن چکے ہو گے۔"

"ہاں سُن لیا ہے، تم جمی کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتیں مگر کیوں؟ وہ بے یار و مددگار نہیں ہے۔ اس کا علاج کرنے اس پر توجہ دیتے رہنے کے لیے سپر ماسٹر کے تجربہ کار ڈاکٹر اور خدمت گار موجود ہیں۔"

وہ بولی۔ "کسی بھی بیمار کو ڈاکٹر اور خدمت گار سے زیادہ اپنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسروں سے دوا ملتی ہے۔ اپنوں سے محبت اور دعا ملتی ہے اور جمی اتنی بڑی دنیا میں صرف مجھے ہی اپنا سمجھتا ہے۔"

"سونیا! تم دہلی جاؤ ہم خیال خوانی کے ذریعے جمی سے رابطہ رکھیں گے۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ جمی کو صرف میری ضرورت ہے۔"

"اور مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

"وہ ضرورت رسونتی سے پوری ہوجائے گی۔"

میں اس کے طنز کو سمجھ رہا تھا مگر انجان بن کر بولا۔ "رسونتی دہلی

نہیں جائے گی۔ میں وہاں تم سے کام لینا چاہتا ہوں۔"

"میں ضرور تمہارے کام آؤں گی لیکن ابھی جمی کی ضرورت اہم ہے۔ رسونتی کا خاندان اگر وہاں قید ہے تو وہ لوگ دو چار روز اور قید میں رہ کر گزار سکتے ہیں لیکن جمی میرے بغیر ہسپتال میں نہیں رہ سکے گا۔ میں اسے تنہا نہیں چھوڑوں گی۔"

"کیا تم میری بات نہیں مانو گی؟"

"فرہاد! کیا تم مجھے انسان نہیں سمجھتے؟ کیا تم سوچ نہیں سکتے کہ یہاں میرے سامنے ہسپتال کے بستر پر ایک فرہاد موت سے لڑ رہا ہے یہ سر سے پیر تک تم ہی تم ہو۔ اس کا نام جمی ہے مگر صورت اور شخصیت فرہاد کی ہے۔ مجھے خدا نہیں ملا مگر میں پتھر کو بھگوان بنا کر تو اس کی پوجا کر سکتی ہوں۔ یہ میری پوجا ہے۔ یہی میرا دوتا ہے۔ جب تک یہ صحت یاب نہ ہوگا تب تک میری زندگی کی ایک ایک سانس اس کے لیے ہے۔ میری خدمت میری عبادت اس کے لیے ہے۔ چلے جاؤ یہاں سے، تم میرے جذبات کو کبھی نہیں سمجھ سکو گے۔"

میں نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ چپ چاپ سوچنے لگا۔ سونیا کے مزاج کو میں خوب سمجھتا تھا۔ بلاشبہ وہ ہسپتال کے بستر پر مجھ کو زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا دیکھ رہی تھی اور مجھ بیمار کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھی۔

رسونتی نے کہا۔ "تم ٹھیک سوچ رہے ہو فرہاد! میں ہندو ہوں میں سمجھتی ہوں۔ ہم دیکھنا چاہیں تو پتھر میں بھی بھگوان نظر آتا ہے۔ سونیا کے دل میں تمہاری عبادت ہے اور اس عبادت سے گزرنے کے لیے وہ جمی کی خدمت سے گزر رہی ہے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔"

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ اب سونیا کے بغیر ہی دہلی کی مہم سر کی جائے گی۔ اب سے چھ یا سات گھنٹے بعد ہم دونوں دماغی طور سے تمہاری بہن اور پتاجی کے پاس موجود رہیں گے۔ بہتر ہے کہ اب تم سو جاؤ۔ تھوڑی دیر بعد میں بھی نیند پوری کروں گا۔"

"تم تو ابھی شرلاک کے سلسلے میں جاگتے رہو گے۔"

"ہاں۔ زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹے کا جاگنا ہے۔"

"تو پھر میں بھی جاگتی رہوں گی۔ اب میرا یہ کرتوّر فرض ہے کہ تمہارے آرام کا خیال رکھوں۔ میں تمہیں سُلانے کے بعد سوؤں گی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "کیا ہی اچھا ہو تم کہ پاس آ کر سُلا سکتیں۔"

"بس زیادہ پاؤں نہ پھیلاؤ۔ چلو شرلاک کے پاس چلیں۔"

بے بی اور ممی کچن سے کافی لے آئی تھیں۔ میں نے اپنی پیالی اٹھاتے ہوئے بے بی سے کہا۔ "تم ممی سے باتیں کرو۔ میں شرلاک کے پاس جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں وہاں پہنچ گیا۔ رسونتی میرے ساتھ موجود تھی شرلاک

اپنے گھر پہنچ گیا تھا اور ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھا ہوا جولیا اور اس کے والدین کی باتیں سن رہا تھا۔ اس وقت جان کہہ رہا تھا۔ "شرلاک! تمہارے باپ نے اپنی زندگی میں کہا تھا کہ تم سے اور جولیا سے ہمارا خاندان بڑھے اور پھیلے گا مگر، ہم سمجھ گئے ہیں کہ یہ شادی خانہ بربادی ہوگی۔ تم جولیا سے دلچسپی نہیں لے رہے ہو اور جولیا بھی اب شادی کے لئے راضی نہیں ہے۔"

شرلاک نے حیرانی کا اظہار کیا۔ "میں آپ لوگوں کے فیصلے سے خوش ہوں مگر حیران ہوں کہ اچانک آپ لوگوں کو خانہ بربادی کا احساس کیسے ہو گیا؟"

جولیا نے جھوٹ کہا۔ "بس یونہی میں نے دوسرا جیون ساتھی ڈھونڈ لیا ہے۔"

وہ لوگ مائیک کی موت اور دوسری سازشوں کو چھپا رہے تھے۔ رسونتی نے کہا۔ "فرہاد! مجھے بھی بتاؤ وہاں کیا ہو رہا ہے؟"

وہاں انگریزی زبان چل رہی تھی۔ میں ان کی باتیں اردو زبان میں سوچنے لگا۔ تاکہ رسونتی وہاں کے معاملات سمجھتی رہے۔

شرلاک کہہ رہا تھا۔ "جولیا! میں تمہیں نئے ساتھی کی مبارکباد دیتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم جلد از جلد اس سے شادی کر لو تاکہ میں اپنے ڈیڈی کے وصیت نامہ کی اس پابندی سے آزاد ہو جاؤں۔"

"میں شادی میں جلدی نہیں کر سکتی مگر ہاں ابھی پکے کاغذ پر لکھ کر دوں گی کہ میں خود بھی تم سے شادی سے انکار کر رہی ہوں۔ ڈیڈی اور انکل ڈیوڈ بھی اس پر دستخط کریں گے۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "مجھے منظور ہے۔ نیک کام میں دیر نہیں کرنا چاہیے۔ چلو لکھ دو۔"

وہ کاغذ سامنے رکھ کر لکھنے لگی۔ اس کی ماں نے کہا۔ "شرلاک ابھی ہم یہ گھر چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

شرلاک نے بے نیازی سے کہا۔ "آپ کی مرضی ہے۔ آپ گھر چھوڑنے کی فوراً تیاری کر لیں۔ میں رات بھر کا جاگا ہوا ہوں۔ سونا چاہتا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کال بیل کی آواز سنائی دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک ملازم نے آ کر شرلاک سے کہا۔ "سر! ایک گونگا آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔"

شرلاک فوراً ہی اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ پھر اس گونگے کو دیکھ کر چونک گیا۔ اس نے یہ ظاہر کیا جیسے میک اپ کے باوجود فرہاد پہچانا گیا ہو۔ گونگے نے ادب سے ایک لفافہ اس کی جانب بڑھایا۔ اس نے اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا، لکھا تھا۔

"صد احترام فرہاد صاحب!

آپ میرے گونگے ماتحت کے ہوش میں آنے تک

اس کے پاس موجود ہے۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں آپ اتنی عظیم شخصیت ہو کر بھی ایک معمولی سے ماتحت کی نگرانی کرتے رہے۔ یہ آپ کی عظمت کی دلیل ہے۔"

میں نے شرلاک کے دماغ میں کہا۔ "یہ بیٹا مکھن لگا رہا ہے۔ میں نے اسے بڑی سختی سے لکھا تھا کہ میں اس کی اصلیت پہچان گیا ہوں۔ یہ میری تعریفوں کے ذریعے خوشامد پر اتر آیا ہے۔"

شرلاک مسکرا کر آگے پڑھنے لگا۔ مسکابانہ نے لکھا تھا۔ "جناب! پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ان دو بڑی تنظیموں سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ میں ان کا ایسا دشمن ہوں کہ ان کے خلاف آپ کا ساتھ دیتا آ رہا ہوں۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ آپ مجھ پر شبہ کر رہے ہیں۔ بے شک یہ دنیا مکر و فریب سے بھری ہے۔ میرے خلوص پر بھی شبہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر آپ نے جو الزام مجھ پر لگایا ہے میں اس سے بہت پریشان ہوں۔ کئی بار سوچا کہ آپ کے سامنے خود کو پیش کر دوں تاکہ آپ میرے ذہن کو پڑھ کر میرے خلوص پر ایمان لے آئیں۔ مگر افسوس کہ میں گمنام ہوں۔ آپ شاید یقین نہ کریں میرا کوئی نام، وجود بھی نہیں ہے۔ میں ابھی مرد ہوں نہ عورت، انسان ہوں اور فی الحال میں ایسی پابندی میں ہوں کہ اپنی حقیقت بتا نہیں سکتا۔ میری خاموشی کی ایک میعاد ہے۔ وہ میعاد پوری ہو جائے گی تو میری زندگی آپ کے سامنے کھلی کتاب ہوگی۔ آپ حیران رہ جائیں گے۔

مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہیے مگر آپ کے عائد کردہ الزام نے مجھے اتنا لکھنے پر مجبور کر دیا۔ یاد رہے کہ لاالیسوس میں پہلی بار جو خط تمہارے پاس آیا تھا، وہ اردو زبان میں تھا۔ مجھے ایک پراسرار شخصیت نے ٹوک دیا کہ آئندہ اردو زبان میں خط نہ لکھوں ورنہ تم مجھے پہچان لو گے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ فی الحال آپ مجھے پہچاننے کی کوشش نہ کریں اور نہ ہی مجھ پر شبہ کریں۔

یقیناً آپ الجھ گئے ہوں گے۔ میں کیا کروں۔ اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے میرے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا۔ وہ جو جیانگ بلانہ اور چاکر جنگل کا زمین دوز اڈہ آپ کے ہاتھ سے گیا ہے تو اس کا مجھے افسوس نہیں ہے۔ آپ کے پاس نہ دولت کی نہ پناہ گاہوں کی کمی ہے وہ اڈہ آپ کو بہت پسند ہے تو مجھے ملا یا واپس جانا ہوگا۔ دشمنوں کو وہاں سے بھگانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ویسے اب وہ اڈہ راز نہیں رہا۔ وہاں دوبارہ آپ کا قبضہ ہونے کے بعد ریڈ پاور والے اکثر چھاپے مارتے رہیں گے۔ بہرحال جیسا آپ کہیں۔ فقط

——— آپ کا اور صرف آپ کا!"

خط پڑھنے کے بعد شرلاک نے کہا۔ "فرہاد! یہ سب تمہیں الجھانے کی کوشش ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی یقین کرنے والی بات ہے کہ یہ خط لکھنے والے کا کوئی خاص وجود نہ ہو۔"

میں نے کہا۔ "میں اس بکواس پر سنجیدگی سے غور کر رہا ہوں۔ تم جواب لکھو۔"

وہ کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھا ہوا تھا۔ لہٰذا اس کے ہاتھ کا قلم میرے ہی انداز میں لکھنے لگا۔

"میرے اجنبی دوست!

تم نے اپنی طرف سے جو الجھا دینے والی صفائی پیش کی ہے، میں اس پر شبہ نہیں کروں گا بشرطیکہ تم میرے صرف ایک سوال کا جواب دے دو، اور سوال یہ ہے کہ تم اپنی پیدائش کے وقت مرد تھے یا عورت؟

باقی باتیں آئندہ ہوں گی۔ میرا دعویٰ ہے کہ تمہارے جواب میں جھوٹ اور فریب ہوا تو میں اسے سمجھ لوں گا ——— فقط فرہاد!"

شرلاک نے وہ خط تہہ کر کے گونگے کے حوالے کیا۔ گونگے کے جانے کے بعد اس نے کہا۔ "فرہاد! تمہارا یہ جوابی خط سمجھ میں نہیں آیا۔"

میں نے کہا۔ "اس الجھن کو میرے لیے چھوڑ دو۔ جولیا کے پاس جاؤ۔ اس معاملے سے نمٹ کر تم سونے جاؤ گے تو یہاں ہم بھی مطمئن ہو کر سو سکیں گے۔"

وہ جولیا اور اس کے والدین کے پاس چلا گیا۔ رسونتی نے مجھ سے کہا۔ "تمہاری اردو زبان کی سوچ بتا رہی ہے کہ تمہارے ذہن میں ایک بچھڑے ہوئے ساتھی کا نام ہے۔ اس سوال کا جواب آتے ہی تم اس پراسرار اجنبی کو پہچان لو گے۔"

"ہاں پہچاننے کے باوجود بھی بہت سے الجھے ہوئے سوالات جواب طلب رہیں گے۔ میرا دماغ تھک گیا ہے۔ میں سوچنا نہیں سونا چاہتا ہوں۔"

ہم دونوں شرلاک کے پاس پہنچے۔ وہاں پکے کاغذ پر دستخط ہو رہے تھے۔ شرلاک جولیا کی علیحدگی والے اعتراف نامے کو پڑھ کر مطمئن ہو گیا تھا۔ اور اس کاغذ کو لے کر اپنی خواب گاہ میں یہ کہہ کر چلا گیا کہ جولیا یہاں سے جتنا سامان لے جانا چاہے لے جا سکتی ہے۔ اب وہ سونے جا رہا ہے۔

اس کے جانے کے بعد میں نے مائیک بن کر انکل ڈیوڈ کے ذریعے کہا۔ "جولیا! میں ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔"

وہ سب پھر ایک بار سہم کر ڈیوڈ کو دیکھنے لگے۔ ڈیوڈ کے ہلتے ہوئے ہونٹوں اور چلتی ہوئی زبان نے کہا۔ "تم لوگوں کو اب مجھ سے ڈرنا نہیں چاہیے کیونکہ تم میری شرط پر عمل کر رہے ہو۔ میں جولیا کے اعتراف نامے پر قانونی کارروائی ہونے تک تم لوگوں کی نگرانی خاموشی سے کرتا رہوں گا۔ چلو اب اس گھر سے رخصت ہو جاؤ۔"

یہ کہہ کر میں واپس چلا آیا۔ ممی اور بے بی کو بتایا کہ تحریری کارروائی

مکمل ہو چکی ہے اور شرلاک اپنی خواب گاہ میں سونے کے لیے چلا گیا ہے۔

ممی نے پوچھا "کیا وہ بلائیں وہاں سے ٹل گئی ہیں؟"

"ہاں وہ لوگ جا رہے ہیں۔ ان کے دلوں میں دہشت ہے کہ مائیک کی روح ان کی نگرانی کر رہی ہے لہٰذا وہ جاتے جاتے وہاں کوئی تخریبی کارروائی نہیں کریں گے۔ اب آپ کو بھی اطمینان سے سو جانا چاہیے۔"

وہ دونوں میرے پاس آئیں۔ پھر باری باری میری پیشانی کو چوم کر چلی گئیں۔ اس کے بعد میں بستر پر آکر بیٹھ گیا۔ جوتے اتار کر سونے کا ارادہ تھا۔ اسی وقت رسونتی نے کہا "ٹھہرو فرہاد! تمہاری سیوا میرا دھرم (خدمت میرا ایمان) ہے۔ میں جوتے اتاروں گی۔ اپنا دماغ میرے حوالے کر دو۔"

دوسرے ہی لمحے میں دماغی طور پر گم ہو گیا۔ اب سے پہلے میں دوسروں کے دماغ پر قابض ہوتا رہا تھا۔ پہلی بار ذاتی تجربہ ہوا کہ اس عمل سے وقتی طور پر ہم اس دنیا سے فنا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ دماغ اپنا نہ ہو تو اپنا جسمانی وجود جہاں بھی رہے وہ اپنا نہیں رہتا۔ رسونتی میری ذات میں سما کر میرے ہاتھوں سے میرے جوتے کھول رہی تھی۔ میری جرابیں اتار رہی تھی۔

جب میں اپنے آپ میں آیا تو دیکھا، جوتے اور موزے اترے ہوئے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی "میں دس منٹ کے لیے جا رہی ہوں لباس بدل لو گے تو آ جاؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ رسونتی کے پیار کی ابتدا انتہائی دلچسپ تھی۔ وہ میرا خواب تھی، تعبیر بن رہی تھی۔ ایسی تعبیر جو سیدھے راستے پر رہ جاتی ہے۔ وہ موجود نہیں تھی مگر میری خدمت کر رہی تھی۔ دنیا میں رومانی واقعات ہوتے رہے اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے مگر ہماری مثال کہیں نہیں کبھی نہیں ملے گی۔ دوسرے محبت کرنے والے ایک دوسرے سے دور رہ کر ایک دوسرے کے تصور سے بہلتے ہیں مگر وہ میرے اندر رہ سکتی تھی اور میں اس کے اندر سما سکتا تھا۔ وہ میرے جوتے اتار سکتی تھی میں اس کا جوڑا کھول سکتا تھا۔

میں لباس بدل کر بستر پر لیٹ گیا۔ اپنی تنہا سیج پر جیسے دلہن کی آمد کا انتظار تھا۔ پورے دس منٹ کے بعد اس کے لہجے کی نازک سی لچک سنائی دی۔ وہ میٹھی سرگوشی میں بولی "میں آ گئی ہوں۔ میرے دے۔ و۔ تا۔۔۔"

میں نے آنکھیں بند کر کے دیکھا۔ وہ میرے اندر تھی۔ میری رگوں میں لہو کی طرح بہہ رہی تھی۔ وہ بولی "بڑی بات ہے۔ اتنی گہرائی سے مجھے محسوس نہ کرو۔ یہ سونے کا وقت ہے۔"

"کیا تم میرے ساتھ سو رہی ہو؟"

"میرے دماغ کا دروازہ تو اب تمہارے لیے کھلا رہتا ہے۔ خود ہی دیکھ لو۔"

میں نے دیکھا، وہ اپنے بستر پر لیٹی شرما رہی تھی۔ ہمارے درمیان میلوں فاصلے تھے مگر ہم پاس پاس تھے۔ ایسی حالت میں اس کنواری کو شرمانا ہی چاہیے تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر بولی "بس اب جاؤ میں تمہارے پاس آ رہی ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ وہ میرے پاس آ کر دھیمے سوچ کے لہجے میں گنگنانے لگی۔ بڑی رس بھری آواز تھی۔ گیتا کا پاٹھ کرنے والی، بھجن کے دھارمک بول گانے والی کی آواز میں درد بھی تھا مٹھاس بھی تھی اور ایسا سحر تھا کہ میں سنتے سنتے نیند کی وادیوں میں پہنچ گیا۔

زندگی کے ایسے حسین لمحات حافظے کی کتاب میں نقش ہو جاتے ہیں۔ ایک بار میری بہن بے بی نے مجھے لوری سنا کر سلایا تھا۔ دوسری بار رسونتی نے محبوبانہ انداز میں اپنی مترنم آواز سے نیند کا سحر پھونکا تھا۔ بڑی گہری نیند آئی۔ شاید پہلی بار میں نے اپنے دماغ کو ہدایت نہیں دی کہ مجھے فلاں وقت بیدار کیا جائے۔ میں بڑی بے احتیاطی سے سوتا رہا۔ اگر یہ درست ہے کہ حسین عورت کی آغوش میں بڑے پیار سے موت آ جاتی ہے تو میں رسونتی کے سائے میں مر چکا تھا۔

بعد میں پتہ چلا کہ رسونتی نے میرے دماغ کو ہدایت دی تھی اور نے میری نیند کے لیے پانچ گھنٹے وقف کیے تھے۔ اس دوران اگر دروازے پر دستک ہوتی یا کوئی خاموشی سے کمرے میں گھس آتا تو میری آنکھ کھل جاتی۔ اور یہی ہوا۔ وقت سے پہلے چار گھنٹے بیتالیس منٹ کے بعد اچانک ہی میری آنکھ کھل گئی۔ کوئی کمرے میں داخل ہوا تھا حالانکہ دروازہ اندر سے بند تھا۔

میں نے کھڑکیوں کی جانب دیکھا۔ پھر روشندان پر نظر گئی۔ وہاں بیٹھی ہوئی تھی، مجھے دیکھ رہی تھی۔ شاید اس علاقے میں بلیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ وہ روشندان سے کود کر صوفہ پر آئی۔ وہاں سے قالین پر پہنچی، پھر بستر کے پاس میرے سامنے آ کر ٹھہر گئی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ وہ اچھل کر میری گود میں آ گئی۔ اس کے بال ریشم کی طرح ملائم تھے۔ ایسی سفید اور اجلی سی تھی جیسے خود کو حسین اور جاذب نظر بنا رکھنے کا سلیقہ جانتی ہو۔

میں نے اسے ایک بازو میں لے کر سینے سے لگایا۔ دوسرے ہاتھ سے اسے سہلانے لگا۔ میرا دل دھڑک رہا تھا۔ بہت سی یادوں نے مجھے گھیر لیا تھا۔ وہ بھی مجھ سے لگی ہوئی تھی جیسے چپ چاپ کلیجے سے لگا رہی ہو۔ عجیب سے تاثرات تھے۔ نگاہوں کے سامنے خواب خواب کا سا سماں تھا۔ مجھے رسونتی نے مخاطب کیا "بس اب خواب کی دنیا سے واپس آ جاؤ۔"

میں نے مسکرا کر کہا "تم نے مجھے خوب سلایا۔ اب تو تمہارے

رس بھرے گیت سنے بغیر نیند نہیں آیا کرے گی۔"

"میں یہی چاہتی ہوں کہ تمہاری راتوں میں میرے گیت رہیں اور میرے نام سے تمہاری صبح ہوا کرے۔ چلو اب غسل کرنے جاؤ۔ اس وقت میں مریم سے انگریزی بولنا سیکھ رہی ہوں۔ یو آئی گو ناؤ۔۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "تمہاری زبان سے انگریزی کتنی میٹھی لگ رہی ہے۔ جی چاہتا ہے تمہاری زبان کو چوم لوں۔"

وہ اپنے سر کو ہولے سے خم دے کر بولی "اونہہ! تعریف بھی کرتے ہو تو اپنے مطلب کی بات ضرور کرتے ہو۔ اچھا میں پھر آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے بلی کو سہلاتے ہوئے کہا "تم بہت پیاری ہو بہت خوبصورت ہو۔ اب آ گئی ہو تو مجھے چھوڑ کر نہ جانا۔"

اس نے سر کو اٹھا کر "میاؤں" کہا۔ جیسے وعدہ کر رہی ہو۔ میں اسے کمرے میں چھوڑ کر باتھ روم میں چلا گیا۔ گھر کے دوسرے افراد بیدار ہو گئے تھے۔ ممی تانیہ اور ماسٹر رومی کو بتا رہی تھیں کہ مسٹر انتونی کل رات یہاں سے چلے گئے ہیں اور اب اس کمرے میں شرلاک کا ایک دوست قیام کر رہا ہے۔ اب میں انتونی کے بجائے ایک اجنبی روپ میں تھا۔ اس لیے ممی ۔۔۔ اپنے بچوں کو اس انداز میں سمجھا رہی تھیں۔

میں نے بے بی کو مخاطب کیا "میری بہنا! میں بیدار ہو گیا ہوں۔ آدھ گھنٹے بعد کمرے سے باہر آؤں گا۔ میرے لیے ناشتہ تیار کرو۔ ابھی میں شرلاک کے پاس جا رہا ہوں۔"

میں نے شرلاک کو دیکھا۔ وہ جولیا اور اس کے والدین کے خالی کمروں میں جا کر دیکھ رہا تھا کہ وہ لوگ کتنا سامان سمیٹ کر لے گئے ہیں وہ مطمئن تھا کیونکہ دشمنوں کا بوجھ دماغ سے اتر گیا تھا۔ میں نے مخاطب کیا "ہیلو شرلاک مارننگ! کیا اس پُراسرار اجنبی کا جواب موصول ہوا تھا؟"

اس نے کہا "میں سو رہا تھا۔ شاید وہ اجنبی بھی سو رہا ہو گا۔ اب تک کوئی جواب نہیں ملا۔"

"اچھا، بے بی کو فون کر کے خوشخبری سناؤ کہ بلائیں ٹل گئی ہیں۔"

"فرہاد! اب تو کوئی خطرہ نہ رہا کیوں نہ ممی وغیرہ کو یہاں بلا لیا جائے؟"

"ایسی غلطی نہ کرنا۔ جولیا وغیرہ کو شبہ ہو جائے گا کہ بے بی کو اور ممی اور بچوں کو گھر میں لانے کیلئے ہم نے انہیں بھگایا ہے۔ جب تک جولیا کے اعتراف نامے پر قانونی کارروائی مکمل نہ ہو جائے تب تک کسی بھی دشمن کے دل میں شبہ کی گنجائش پیدا نہ کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں بے بی سے فون پر بات کرتا ہوں۔"

وہ ٹیلیفون کی طرف گیا۔ میں روما نہ کے پاس چلا گیا۔ وہ اسی ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ میں نے پوچھا "ہیلو خیریت تو ہے؟"

"نہیں ہے۔ میں ہوٹل کے اس کمرے میں نظر بند رکھی گئی ہوں۔ کمرے کے باہر دو مسلح فوجی پہرہ دے رہے ہیں۔"

"اچھا تو انہوں نے تمہیں لکھنؤ میں ہی روک لیا ہے؟"

"ہاں۔ ایک گونگے فوجی افسر نے تحریر کے ذریعے مجھ سے گفتگو کی تھی۔ اس کا حکم ہے کہ میں اس شہر سے آگے نہ بڑھوں۔ دہلی شہر میں میرا داخلہ ممنوع ہے۔"

"بڑی مشکل ہے۔ سونیا بھی ہندوستان نہیں آ رہی ہے۔ تم بھی دہلی نہیں پہنچ سکو گی۔ مجھے پھر سے کوئی دوسرا منصوبہ بنانا پڑے گا۔"

"فرہاد! ان لوگوں کے رویے سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ مجھے بطور یرغمال رکھیں گے۔ تم رسونتی کے عزیزوں کو ان کی قید سے نکال کر لے جانا چاہو گے تو وہ مجھے نقصان پہنچائیں گے۔"

"فکر نہ کرو، خاموشی سے قیدی بنی رہو۔ میں ان سے نمٹ لوں گا۔"

تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ رسونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ مریم کے پاس بیٹھی انگریزی پڑھ رہی تھی۔ اچانک مسکرانے لگی کیونکہ میری موجودگی کا علم ہو گیا تھا۔ میں نے کہا "ٹھیک ہے پڑھتی رہو۔ ہم ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر ایک گھنٹہ بعد ہندوستان جائیں گے۔"

اس نے پوچھا "ابھی کیا کر رہے ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں۔ تم ناشتہ سے فارغ ہو کر چلی آنا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ ہندوستان کی مہم شروع کرنے سے پہلے اب صرف دو بدن کی خیریت معلوم کرنے کا فرض رہ گیا تھا۔ میں وہاں پہنچا تو وہ مجھے بیہوشی کی حالت میں نظر آئیں۔ ان کے دماغ میں عجیب سا سناٹا تھا۔ ان کی کوئی سوچ لفظوں میں نہیں ڈھل رہی تھی۔ میں نے ان کی سوچ میں کچھ کہنا چاہا تو وہ بہوشی سے کراہ کر رہ گئیں۔ میں نے فوراً ہی ڈاکٹر فینی کے دماغ سے رابطہ قائم کیا۔

وہ دو بدن کے لیے بے حد پریشان تھا۔ بڑے بڑے ڈاکٹروں کے ساتھ بیٹھا ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ میں نے اسے کریدنا شروع کیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ ضد میں آ گئی تھیں۔ ان کے اطراف جو پہرہ لگایا گیا تھا وہ ان کے مزاج کے خلاف تھا۔ انہوں نے تفریح کے لیے باہر جانے کا بہانہ کیا۔ ان کی خواہش پوری کرنے کے لیے ان کی کار کے آگے پیچھے مسلح فوجیوں کی دو گاڑیاں لگا دی گئیں۔ راستے میں انہوں نے کار روکنے کے لیے کہا۔ پھر کار سے اتر کر بھاگنے لگیں۔ یہ دو بدن کی حماقت تھی انہوں نے یہ نہ سوچا کہ فرار ہونے کے باوجود اس ملک سے باہر نہیں جا سکیں گی۔ سپاہیوں نے پہلے نرمی سے روکنے کی کوشش کی مگر دو بدن نے ان کی پٹائی شروع کر دی۔ سپاہیوں کو حکم دیا گیا تھا کہ دو بدن کو نقصان نہ پہنچایا جائے مگر وہ کسی کے قابو میں نہیں آ رہی تھیں۔ انہوں نے ایک سپاہی کو لپسے

ہاتھ جاتے کہ وہ زمین پر گر کر دم توڑنے لگا۔

اسی دم توڑنے والے نے انتقاماً اپنے ریوالور سے گولی چلادی وہ گولی دو بدن کے ایک بدن کو لگی مگر دونوں ہی فرش پر گر کر تڑپنے لگیں۔ انہیں فوراً اٹھا کر ہسپتال پہنچایا گیا۔ ہسپتال پہنچتے ہی دو بدن کا ایک بدن ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گیا۔ دوسرے بدن میں زندگی کی حرارت تھی مگر اس پر سکتہ طاری تھا۔ تقریباً چار گھنٹے سے ڈاکٹر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس کا ایک بدن ہمیشہ کے لیے بچھڑ گیا تھا دوسرا بدن زندہ تھا مگر زندگی قبول نہیں کر رہا تھا۔

میں نے اپنی سوچ کی لہروں سے اسے پکارا۔ مگر اس کے دماغ پر اثر نہ ہوا۔ ایسا لگتا تھا جیسے دماغ آدھا رہ گیا ہے۔ اس دنیا کی باتوں کو بھول گیا ہے۔ لفظوں کی زیادہ پہچان نہیں رہی۔ جیسے کسی جانور کا دماغ ہوتا ہے۔ جانور دیکھتا ہے مگر نظاروں کی شعریت کو نہیں سمجھتا سنتا ہے مگر بات پلے نہیں پڑتی۔ اس بے چاری کا دماغ بھی کورا کاغذ بن گیا تھا اور ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ اس سادہ دماغ کے ساتھ زندہ رہ سکے گی یا نہیں ؟ یہ پتہ چل گیا کہ اب وہ میرے بچے کی حامل نہیں رہی تھی۔

میں وہاں سے واپس آ گیا۔ وہ ڈاکٹروں کی کوششوں سے ہی شاید زندہ رہ سکتی تھی۔ میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ بچوں کے لیے مجھے افسوس تھا مگر ایک طرح سے دماغ کا بوجھ اتر گیا۔ پھر ماسٹرا ب مجھے ٹریپ نہیں کر سکتا تھا۔ میں باتھ روم سے باہر آ گیا " میاؤں " کی آواز سنائی دی۔ وہ میرے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے منہ پھیر لیا۔ میں باتھ روم سے بے لباس نکلا تھا۔ مجھے حیرانی ہوئی اس کے منہ پھیرنے کی کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی تھی یا پھر وہ میری بے لباسی کو سمجھ رہی تھی۔

میں نے لباس پہننے کے بعد کنگھی کرتے ہوئے آئینے میں دیکھا۔ وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ مجھے پُراسرار اجنبی کا خیال آیا۔ اس نے ابھی تک میرے سوال کا جواب نہیں دیا تھا۔ اسی وقت دروازے پر دستک کے ساتھ بے بی کی آواز سنائی دی " بھائی! شرلاک کا فون آیا ہے آپ بات کر لیں۔"

میں نے سوچ کے ذریعہ کہا " اچھا وہ ریسیور کریڈل پر رکھ دو، میں بات کر رہا ہوں۔"

میں دوسرے ہی لمحے شرلاک کے پاس تھا۔ اس نے بتایا کہ گونگا ڈرائنگ روم میں ہے۔ وہ جواب لے کر آیا ہے۔ میں نے کہا " پڑھو میں سن رہا ہوں۔"

وہ کاغذ کھول کر پڑھنے لگا۔ لکھا تھا " فرہاد صاحب! میں سمجھ نہیں سکا کہ آپ اپنے سوال کے جواب سے کس نتیجے پر پہنچنا چاہتے ہیں۔ آپ یقین کریں میں خود اپنے اس اسرار کو نہیں سمجھ پاتا کہ میں ابتدا میں مرد تھا یا عورت ؟ ویسے ابتدا ہی سے میرا انداز مردانہ ہے۔ آپ مجھے تلاش کرتے رہیں گے آپ کی مایوسی بڑھتی جائے گی۔ دیکھئے میں نے آج تک آپ کو ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچایا۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میری ذات سے جب تک آپ کو فائدہ پہنچ رہا ہے تب تک آپ میرے متعلق مجھ سے کوئی سوال نہ کریں۔ کوالالمپور میں جس نقصان کی بات آپ کر رہے ہیں اس کے لیے بتائیے کہ میں کیسے تلافی کروں ؟ فقط آپ کا خادم!"

میں نے شرلاک سے کہا " یہ شخص خود کو پُراسرار بنا کر مجھے الجھانا چاہتا ہے۔ کل رات میں واقعی الجھ گیا تھا کیونکہ بہت پہلے میری زندگی میں ایک بہت ہی پُراسرار لڑکی آئی تھی۔ شاید وہ پُراسرار اجنبی میرے اور اس لڑکی کے تعلقات کو جانتا ہے۔ یہ بھی جانتا ہے کہ وہ لڑکی میری داستانِ زندگی سے کہیں گم ہو گئی ہے۔ ان معلومات کی بنا پر وہ وجود اور عدم وجود کا قصہ چھیڑ رہا ہے تاکہ میں یہ سوچوں کہ وہ لڑکی جو جسم بدل لیا کرتی تھی اور جس کا کوئی خاص وجود نہ تھا، وہ پُراسرار اجنبی بن کر مجھے غائبانہ امداد پہنچاتی رہتی ہے۔"

شرلاک نے کہا " بے شک یہی بات ہے۔ اس الو کے پٹھے کو بتا دو کہ تم اس کے چکر میں نہیں آؤ گے۔"

" نہیں اسے خوش فہمی میں مبتلا رہنے دو۔" پھر میں نے ہنستے ہوئے کہا " اس کمبخت بے وجود اجنبی کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ فرہاد وہاں ہے یا یہاں ہے اس انگوٹھی سے وہ خود دھوکا کھا رہا ہے۔ اچھا اب لکھو۔"

وہ کاغذ قلم لے کر لکھنے لگا " میرے مجبور اجنبی دوست! میں تم سے تمہارے متعلق کبھی کوئی سوال نہیں کروں گا۔ مجھے چیانگ پلانہ اور جنگل کے زمین دوز اڈے پر قابض رہنے کا شوق نہیں ہے مگر ہاں اس زمین دوز اڈے کے ایک خفیہ خانہ میں دنیا کے نایاب ہیرے اور جواہرات کا ذخیرہ ہے۔ وہ سب کچھ میں اپنی بہن کو دینا چاہتا ہوں۔ کیا تم اپنے پُراسرار ذرائع استعمال کر کے وہ ذخیرہ مجھ تک پہنچا سکتے ہو ؟ دوسری بات یہ کہ کل رات جس ویران علاقے کے مکان میں میں گیا تھا، وہاں آج شام تک ایک لاکھ ڈالر نقد کی ضرورت ہے۔ کیا یہ ضرورت پوری کر سکتے ہو ؟ آج میں بہت مصروف رہوں گا اس لیے اپنے گونگے کو رات سے پہلے نہ بھیجنا۔ فقط فرہاد!"

شرلاک نے وہ خط گونگے کے حوالے کر دیا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے کہا " میں جو لیا کے اعتراف نامے کے سلسلے میں ابھی ڈیل سے ملنے جا رہا ہوں۔ میں نے بے بی سے کہہ دیا ہے۔ ہم ساتھ ہی لنچ کریں گے۔"

" شرلاک! تم میری نگرانی میں ہی یہاں کا رُخ کرنا۔ میں شاید تمام دن مصروف رہوں۔ اس لیے ہم سب لنچ کے وقت نہیں ڈنر کے وقت ملیں گے۔ میں ابھی بے بی سے یہ بات کہہ دوں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو گیا۔ وہ سنگار میز پر بیٹھی سر کا ٹھاتے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی سبز آنکھوں میں بڑی کشش تھی۔ اگر وہ محبوبہ ہوتی تو میں ان آنکھوں کو سبز جھیل سے تشبیہہ دیتا۔ میں اسے بازوؤں میں لے کر پیار کرتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ ممی اور بے بی مجھے دیکھ کر خوشی سے مسکرانے لگیں۔ تانیہ جلدی سے میرے پاس آئی۔ پھر بلی کو مجھ سے لے کر اسے سہلاتی ہوئی بولی " ہائے کتنی پیاری بلی ہے۔ تم میرے شرلاک بھائی کے دوست ہو نا ؟"

میں نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔ پھر ناشتے کے لیے بیٹھ گیا۔

وہ بولی " تمہارا نام کیا ہے ؟"

تانیہ نے الجھا دینے والا سوال کیا تھا۔ کیونکہ میں نے روپ تو بدل لیا تھا مگر اپنا کوئی نام نہیں سوچا تھا۔ مگر کچھ تو کہنا تھا۔ اس لیے بزرگانہ انداز میں مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا " میرا نام مسٹر بے نام ہے۔"

رومی اور تانیہ نے ایک ساتھ کہا " ہائیں یہ کیسا نام ہے ؟"

" بھئی تانیہ! میں نے سوچ رکھا تھا کہ جب تک تمہارے جیسی خوبصورت سی بچی میرا کوئی نام نہیں رکھے گی تب تک میں بے نام رہوں گا۔"

وہ ناراضگی سے بولی " اے مسٹر! کیا میں تمہیں بچی لگتی ہوں۔ ممی! آپ گواہی دیں میں جوان ہو گئی ہوں نا ؟"

ممی نے کہا " خواہ مخواہ! عقل نام کو نہیں ہے۔ جوان کیسے ہو جاؤ گی ؟"

وہ معصومیت سے بولی " واہ! آپ خود کہتی ہیں کہ جب پہلے آپ کی شادی ہوئی تو آپ نادان تھیں مگر جوان تو تھیں نا ؟"

میں نے اور بے بی نے زور کا قہقہہ لگایا۔ ممی نے جھینپ کر کہا۔ " بیٹی! ذرا کم بولا کرو۔"

میں نے کہا " تانیہ! میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں اور یہ تسلیم کرتا ہوں کہ تم جوان ہو اور اپنی عقل سے میرا کوئی اچھا سا نام رکھو گی۔"

بے بی نے کہا " اب بولو تانیہ! تمہاری عقل کا امتحان ہے۔ دیکھیں ان کی شخصیت کی مناسبت سے کیا نام رکھتی ہو۔"

" اوُں وُوں۔۔۔" وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگی۔

ماسٹر رومی نے کہا " اوُں وُوں تو کوئی نام نہ ہوا۔"

سب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ رسونتی کی سوچ نے کہا " میں بہت دیر سے سن رہی ہوں۔ کسی حد تک ان کی باتیں سمجھ رہی ہوں۔ بڑا اچھا گھریلو ماحول ہے فرہاد!"

" ہاں، زندگی کی دھوپ میں دوڑتے دوڑتے گھنی چھاؤں مل گئی ہے۔ دماغ تازگی اور فرحت محسوس کر رہا ہے۔ تم موجود رہو۔ ابھی ہم اپنی مہم پر روانہ ہوں گے۔"

اتنے میں تانیہ نے چٹکی بجا کر کہا " سوچ لیا۔ ونڈر فل نیم یعنی ایسا نام جو دنیا میں کسی کا نہ ہو۔ میری عقل میں ایسا ہی ایک نام آیا ہے۔"

" بھئی اتنی لمبی تمہید ختم کرو، نام بتاؤ۔"

وہ بولی " ان کا نام مسٹر بے نام ہونا چاہیے۔ ایسا نام دنیا میں کسی کا نہ ہوگا۔"

ماسٹر رومی نے پوچھا " تم نے دنیا دیکھی کتنی ہے ؟ کیا یہ بلی بے نام نہیں ہے ؟"

سب نے بے اختیار قہقہہ لگایا۔ رسونتی بھی ہنس رہی تھی کیونکہ میں یہ باتیں اب اس کی زبان میں سوچا جا رہا تھا۔ ناشتے کے بعد میں نے کافی سے لطف اٹھایا۔ اس دوران میں سوچ کے ذریعے بے بی سے کہہ دیا کہ شرلاک سے ڈنر کے وقت ملاقات ہوگی۔ اب میں اپنے کمرے میں جاؤں گا۔ بچوں کو اس کمرے سے دُور رکھا جائے۔ یہ کہہ کر میں جانے کے لیے اٹھ گیا۔ اچانک وہ بلی تانیہ کی گود سے اچھل کر میرے قدموں کے پاس آ گئی۔ تانیہ نے جھک کر اسے پچکارتے ہوئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو اس نے غرا کر پنجہ مارا۔ تانیہ چیخ کر پیچھے ہٹ گئی " اسے یہ تو بڑی خونخوار ہے۔ مسٹر بے نام! اسے سمجھاؤ کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔"

میں نے بلی کو بازوؤں میں اٹھایا۔ بڑی حیرانی کی بات تھی کہ یہ تھوڑی سی دیر میں مجھ سے مانوس ہو گئی تھی۔ مجھے چھوڑ کر کسی اور کے پاس جانا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے اس کے ملائم بالوں پر ہاتھ پھیر کر پچکارتے ہوئے کہا " بُری بات ہے اس طرح کسی کو پنجے نہیں مارنا چاہیے۔ تانیہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ تم اس کے پاس رہو۔ اب میں اپنے کمرے میں سونے جا رہا ہوں۔"

تانیہ نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے۔ بلی اس کی آغوش میں چلی گئی۔ جیسے میری بات اس کی سمجھ میں آ گئی ہو۔ کمال ہے یہ کمبخت تو رہ رہ کر مجھے سامی کی یاد دلا رہی تھی۔

میں نے اپنے کمرے میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ رسونتی نے پوچھا " سامی بہت یاد آ رہی ہے ؟"

میں نے کہا " ماضی کا قصہ ہے کوئی یاد دلائے تو ضرور یاد آتا ہے۔ اس بلی کی حرکتیں سامی کی یاد دلا رہی ہیں۔"

" کیا بہت پہلے تم نے سامی کے دماغ کو نہیں پڑھا تھا ؟ کیا اب نہیں پڑھ سکتے ہو ؟"

" نہیں، بہت عرصہ گزر چکا ہے۔ اس دوران سینکڑوں لوگوں کے خیالات پڑھے۔ تم خود سمجھ سکتی ہو کہ اتنی ریڈنگ کے بعد تمام لوگوں کے لب و لہجے مستقل یاد نہیں رہتے۔ کبھی فرصت کے وقت میں توجہ سے اس بلی کی اسٹڈی کروں گا۔ بہرحال آؤ اب ہم چلیں۔"

میں چلنے کے لیے فوم کے ملائم بستر پر پالتھی مار کر بیٹھ گیا۔ دوسری طرف رسونتی فرش پر چٹائی بچھا کر پالتی مارے بیٹھی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ پوجا کے انداز میں جوڑ کر آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا " اوم شری اوم۔"

میں نے آنکھیں بند کر کے کہا۔ "خدایا! میری خیال خوانی میری ذہانت کی لاج تیرے ہاتھ ہے۔ ہم تین ممالک کی فوجی قوتوں سے ٹکرا کر اپنی مراد حاصل کرنے والے ہیں۔ ہم ذہانت کام میں لاتے ہیں، تو کامیابی عطا کر۔ آمین!"

میں اور رسونتی اس کے باپ تن سنگ کے دماغ میں پہنچ گئے وہ پوجا میں مصروف تھا مگر سمجھ گیا کہ ہم اس کے پاس آ گئے ہیں۔ میں اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ رسونتی نے کہا "ابھی رُک جاؤ۔ دیکھتے نہیں پتاجی پوجا میں مصروف ہیں۔"

میں نے کہا۔ "کیا تم نہیں دیکھ رہی ہو کہ پوجا کے دوران وہ اپنی قید کے متعلق بھی سوچ رہے ہیں۔ رسونتی! خواہ وہ کسی مذہب کی پوجا یا عبادت ہو فکر اور پریشانیوں میں گھِر کر عبادت کرنے والا بے شک خدا کے حضور مؤدب ہوتا ہے مگر اپنی پریشانیوں کے متعلق ہی سوچتا رہتا ہے۔"

وہ قائل ہو گئی اس لیے کہ ہر انسان کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس کا باپ بھی پوجا کر رہا تھا اور اپنی جوان بیٹی دسنتی کے لیے پریشان ہو رہا تھا۔ ہم دونوں چپ چاپ خیالات پڑھتے رہے۔ کچھ تو پہلے سے معلوم تھا وہاں ایسا سخت پہرہ لگایا گیا تھا کہ وہاں خیال خوانی کا پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ انہوں نے ہماری خیال خوانی کو صرف تن سنگ اور دسنتی تک محدود کر دیا تھا۔ ان دونوں کے سامنے کھانے پینے اور دوسری ضرورت کی چیزیں پہنچانے جو خدمت گار آتے تھے وہ گونگے بہرے بن جاتے تھے تاکہ ہم ان کے دماغ تک نہ پہنچ سکیں۔

تن سنگ اور دسنتی نے بارہا کوششیں کی تھیں کہ کسی طرح کوئی خدمت گار بے اختیار بول پڑے مگر ناکامی ہوئی تھی۔ انہیں فوجی چھاؤنی کی ایک عمارت کی دوسری منزل پر نظر بند رکھا گیا تھا۔ میں نے دسنتی کے دماغ کو کریدتے ہوئے معلومات حاصل کیں۔ پتہ چلا کہ اوپری منزل میں چار کمرے ہیں۔ نیچے سے اوپر جانے کے لیے جو زینہ تھا۔ اس زینے کے اوپر پہلے کمرے میں دو مسلح سپاہی رہتے تھے۔ اس کے بعد دو کمروں میں تن سنگ اور دسنتی کی رہائش تھی۔ وہاں کھڑکیوں میں آہنی جالیاں لگی ہوئی تھیں تاکہ وہ کھڑکی کے راستے فرار نہ ہو سکیں۔ وہاں کوئی چاقو یا کیل کانٹا نہیں رکھا گیا تھا۔ کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔

مگر میں نے خدا کی مدد مانگی تھی۔ ایسے وقت وہاں پہنچا تھا، جب تن سنگ پوجا کر رہا تھا۔ بھگوان کی مورتی کے سامنے ایک دیا روشن تھا۔ پوجا ختم ہوتے ہی میں نے رسونتی سے کہا۔ "اپنے پتاجی سے کہو کہ اس کمرے کے دروازے کھڑکیوں کے پردوں، بستر کی چادروں اور صوفوں میں آگ لگا دیں۔ اس دیئے کی آگ سے فائدہ اٹھائیں۔ پھر دسنتی کو لے کر سامنے والے کمرے میں جا کر صرف ایک بار ناپتے ہوئے "آگ" کہیں اور گھبراہٹ کا مظاہرہ کریں۔"

رسونتی نے کہا۔ "بڑی خطرناک چال ہے مگر کوئی تو چال چلنا ہی ہے۔ میں پتاجی کو سمجھاتی ہوں کہ آگ لگاتے ہی پہلے دسنتی کو زینے کی طرف بھگا دیں اور ایک ہی بار "آگ" کا لفظ استعمال کریں۔"

رسونتی نے باپ کو سمجھایا۔ وہ تو پہلے ہی جان سے بیزار بیٹھا تھا۔ اس نے دسنتی کو بُلا کر اسے حوصلے اور حواس سے کام لینے کی نصیحت کی۔ پھر ایک دیئے سے دوسرا دیا جلایا گیا۔ پھر دونوں دیوں کی آگ پردوں اور بستروں تک پہنچائی گئی۔ اس کے بعد دونوں باپ بیٹی وہاں سے بھاگنا چاہتے تھے۔ اس سے پہلے ہی بڑھتی ہوئی آگ کو کسی نے نیچے سے دیکھ کر چیخ ماری۔ "آگ۔ اوپر آگ لگی ہے۔"

میں نے رسونتی سے کہا۔ "اوپر سے جو سپاہی بوتے پیچھے جائیں تم ان کے دماغ سے دماغ تک پہنچو۔ میں دوسری طرف جا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں اس چیخنے والے کے دماغ تک پہنچ گیا۔ اب وہ بھاگتا ہوا نیچے میجر دشوانا تھ کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس سے کہہ رہا تھا۔ "بندیوں رقیدیوں کے کمروں میں آگ بھڑک رہی ہے میں نے یہاں نیچے سے دیکھا ہے۔"

میجر نے اپنے اطمینان کے لیے پوچھا۔ "یعنی تن سنگ اور دسنتی نے تمہاری آواز نہیں سنی ہو گی؟"

"بالکل نہیں جناب! میں تو نیچے تھا۔ وہ بھلا کیسے سُن سکتے ہیں؟"

میجر دشوانا تھ نے فوراً ہی فائر بریگیڈ والوں سے فون پر رابطہ قائم کرتے ہوئے انہیں وہاں پہنچنے کے لیے کہا۔ ساتھ ہی ساتھ سختی سے کہا کہ سب گونگے بنے رہیں لیکن میں فائر بریگیڈ کے شعبے تک پہنچ گیا۔ وہاں ایک خاکروب فرش پر جھاڑو دے رہا تھا۔ اس نے پوچھا "کہاں آگ لگی ہے بادجی؟"

میں نے خاکروب کے لب و لہجے کو خاص طور پر یاد کیا۔ تھوڑی دیر بعد جب آگ بجھے گی اور وہ لوگ محتاط انداز میں ایسے سپاہیوں اور افسروں کو اس علاقے سے باہر نکالیں گے جن کے منہ سے کوئی نہ کوئی بات نکل گئی تھی۔ تب بھی ان کا دھیان اس خاکروب کی طرف نہیں جائے گا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ فائر بریگیڈ کے شعبہ میں ایک مہتر نے بھی کچھ بے اختیار پوچھا ہو گا اور رسونتی یا فرہاد اس ہنگامہ میں بڑے افسران کو ٹریپ کرنے کے دوران ایک ذلیل مہتر کے دماغ کو اپنا محاذ بنا سکتے ہیں۔

لوگو! تم اپنی ذہانت کو آزماؤ، میں تمہاری نفسیات سے اب کھیلنے آ رہا ہوں!

وہ

بڑے مستعد اور چاق و چوبند تھے۔ انہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے اوپری منزل کی آگ پر قابو پا لیا۔ اب آگ نہیں تھی، صرف دھواں اُٹھ رہا تھا۔ چند نقاب پوش فوجیوں نے دسنتی اور تن سنگ کو دُور ایک عمارت کے کمرے میں بند کر دیا تھا۔ آگ بجھاتے اور افراتفری میں آتے جاتے وقت بے نقاب سپاہیوں سے ان کا سامنا نہ ہوا اور نہ ہی وہ کسی کی آواز سُننے پائیں۔ بڑی احتیاط بڑی خاموشی سے آگ بجھائی گئی تھی۔ انہیں کسی حد تک یقین تھا کہ ان کے اندر ٹیلی پیتھی کی آگ نہیں پھیل رہی ہے۔ اس کے باوجود وہ پوری طرح مطمئن ہونا چاہتے تھے۔ میجر دشوانا تھ نے سب سے پہلے اسی سپاہی کو بُلایا جس نے آگ کی اطلاع دی تھی۔ اس نے سپاہی سے کہا۔ "تم آگ دیکھتے ہی چیختے ہوئے میرے پاس آئے تھے۔ تمہاری آواز تن سنگ اور دسنتی تک نہیں پہنچی ہو گی؟"

اس نے جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے سر! میری آواز اوپری منزل تک نہیں پہنچی تھی۔"

میجر نے اس سپاہی کو بُلایا جس کی ڈیوٹی اوپری منزل پر تھی۔ اس سپاہی نے کہا۔ "سر! میں نے اس کی آواز سُنی تھی۔ اس کی آواز سُن کر ہی مجھے پتہ چلا کہ پوجا کے کمرے میں آگ لگی ہے اس کے بعد دسنتی بھاگتی ہوئی آئی تھی۔"

میجر نے پہلے سپاہی کو گھور کر کہا۔ "اُلّو کے پٹھے! تمہاری بیوقوفی سے رسونتی اور فرہاد ضرور ہمارے دماغوں تک پہنچ گئے ہوں گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر ٹرانسمیٹر پر کسی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "میجر اسپیکنگ ایمپ۔ جواب میں کچھ نہ کہا جائے صرف آرڈر نوٹ کرو۔ ہمیں شبہ ہے کہ آگ لگنے کے بعد وہ دونوں ہمارے دماغوں تک پہنچ گئے ہیں لہٰذا مجھے اور فائر بریگیڈ کے اسٹاف کو یہاں سے نکال دیا جائے۔ یہاں سے نکالے جانے والوں کی لسٹ ابھی میں تیار کر رہا ہوں۔ فوراً ہی نئے اسٹاف متعین کیے جائیں۔"

یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ ان سب کو دہلی شہر سے باہر بھیج دیا جائے گا۔ میں رسونتی کے پاس آیا۔ وہ اپنے باپ سے باتیں کر رہی تھی۔ اپنے دماغ میں مجھے محسوس کرتے ہی اس نے کہا۔ "ہیلو فرہاد! کیا خبر ہے؟"

میں نے کہا۔ "یہاں کا تمام اسٹاف تبدیل ہو رہا ہے۔ اب نئے لوگ گونگے بن کر آئیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "اب کیا ہو گا؟ میں ایک کیپٹن اور چار افسروں کے دماغ تک پہنچ چکی ہوں۔ یہ لوگ یہاں سے چلے جائیں تو ہماری کوششیں ناکام ہو سکتی ہیں۔"

"یعنی خواہ مخواہ تم نے اتنے ہنگامے کرائے؟"

"خواہ مخواہ نہیں، ایک طرح ناکامی ہوئی۔ دوسری طرح انشاءاللہ کامیابی ہو گی۔ میں نے خاص طور پر ایک مہتر کے دماغ کو ٹریپ کیا ہے اس حقیر آدمی کی طرف کسی کا دھیان نہیں جائے گا۔ کیونکہ وہ آگ لگنے والے مقام سے بہت دور تھا۔ اس نے کسی سے پوچھا تھا کہ کہاں آگ لگی ہے؟ اس کے سوال پر کسی نے دھیان نہیں دیا۔ تب ہی تو میں نے سوچا کہ جو توجہ کے قابل نہیں ہے اسی پر مجھے توجہ دینا چاہیے۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "اوہ فرہاد! تم واقعی ذہین ہو۔ بے شک ٹیلی پیتھی کے لیے حاضر دماغی بہت ضروری ہے۔ تم نہ ہوتے تو میں اندھیروں میں بھٹکنے لگتی۔"

"اچھا میں ذرا جا کر دیکھوں کہ یہاں سے جانے والوں کی فہرست میں کتنے نام لکھے گئے ہیں۔ تم کسی کے دماغ کو غصے کی حالت میں بھی نہ چھیڑنا میں ابھی واپس آتا ہوں۔"

پھر میں میجر دشوانا تھ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ابھی تک سوچ سوچ کر نام لکھتا جا رہا تھا۔ فائر بریگیڈ کا ایک افسر بتا رہا تھا کہ اس کے شعبے میں کتنے لوگوں نے باتیں کی ہوں گی، کتنے لوگ ٹیلی پیتھی کا شکار ہو سکتے ہیں۔ وہ میجر کی فہرست میں بہت سے نام شامل کر رہا تھا، مگر وہ مہتر اسے یاد نہ رہا۔ میں اس افسر کے دماغ میں موجود رہا تاکہ۔۔۔ وہ مہتر اسے یاد آئے تو میں اس کی یاد ذہن سے مٹا دوں۔ نقار خانے میں طوطی کی آواز کوئی نہیں سُنتا۔ آگ لگنے کے ہنگاموں اور چیخ و پکار میں مہتر کی آواز کسی نے نہیں سنی تھی۔

وہاں سے مطمئن ہونے کے بعد میں اس مہتر کے پاس پہنچا۔ اس کا نام چمن داس تھا وہ اپنے کوارٹر میں بیٹھا تمباکو کے پتے کو ہتھیلی پر رگڑ کر کھینی بنا رہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ چھاؤنی کے اس حصے میں تمام لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ سب اپنے بیرک میں رہیں اور ایک دوسرے سے باتیں نہ کریں ورنہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دماغ سے دوسرے دماغ تک پہنچ جائیں گے۔ چمن داس بھی اپنے کوارٹر کا دروازہ بند کیے بیٹھا تھا۔

رسونتی میرے پاس آ گئی تھی۔ اس نے کہا۔ "میں بھی تمہاری سوچ کے ذریعے چمن داس کے خیالات پڑھ رہی ہوں۔"

"ابھی یہاں تبادلے والی کارروائی میں بڑی دیر لگے گی۔ جب نئے فوجی اور افسران وہاں آئیں گے تو ہم چمن داس کے ذریعے ان کے دماغ میں پہنچیں گے۔"

"اس کے بعد کیا کرو گے؟"

"اس کے بعد ان کے دماغوں : تمام فوجی اڈوں تک پہنچیں گے۔ ان کی بڑی بڑی کمزوریاں ہمارے ہاتھوں میں لے لی جائیں گی۔ اس کے بعد ہم سودا کریں گے کہ آؤ ایک بہن اور ایک باپ کو آزاد کر دو ورنہ ٹیلی پیتھی کی بارود سے تمام فوجی اڈے تباہ کر دیئے جائیں گے، لاکھوں فوجی ہلاک ہوں گے اور کروڑوں روپے کا جنگی سامان خاک ہو جائے گا۔"

"بہت اچھے۔ واقعی یہ پلاننگ انہیں دہلا کر رکھ دے گی۔ ابھی تو

ہیں فرصت ہے اگر کہو تو میں تھوڑا وقت وسنتی کے ساتھ گزار دوں۔"

"ہائے میں بھی تو وقت گزارنا چاہتا ہوں مگر ان حالات میں وسنتی کی دلجوئی بہت ضروری ہے ٹھیک ہے آپ تشریف لے جائیں۔"

"تم بہت اچھے ہو۔ ہاؤ سویٹ یو آر۔ بتاؤ انگریزی لفظوں کی ادائیگی درست ہے نا؟"

"ایک دم پرفیکٹ ہے۔ تم مجھے حیران کر رہی ہو۔"

وہ خوش ہو کر چلی گئی میں شرلاک کی پرائیویٹ کوٹھی میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا میرے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ مجھے ماسٹر رُومی کی دھیمی سی آواز سنائی دی۔ میں نے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ تانیہ کے ساتھ دروازے کے دوسری طرف کھڑا سرگوشی میں کہہ رہا تھا۔ "میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ بلی مسٹر بے نام کے کمرے میں ہے۔"

تانیہ نے کہا۔ "ہاں ہم نے تو سارے گھر میں تلاش کر لیا۔ اب وہ اسی کمرے میں ہو سکتی ہے مگر ممی نے منع کیا ہے کہ ہم اس دروازے پر دستک دیں۔"

رُومی نے کہا "دستک دینے کی کیا ضرورت ہے۔ میں اس دروازے سے ٹکرا جاتا ہوں۔ پوچھا جائے گا تو کہوں گا کہ تم سے جھگڑا ہو رہا تھا۔ تم نے مجھے دھکا دیا تو میں دروازے سے ٹکرا گیا۔"

"ارے واہ! مجھے ڈانٹ پڑے گی کہ میں نے تمہیں دھکا کیوں دیا۔"

"میری بہن! جھگڑے میں ایک دوسرے کو دھکے لگتے ہی ہیں۔"

"رومی! زیادہ چالاک نہ بنو۔ اگر ایسا ہے تو میں دروازے سے ٹکرا جاتی ہوں۔ پوچھا جائے تو کہوں گی کہ تم نے مجھے دھکا دیا ہے۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے پاس آیا۔ رومی کچھ سوچ کر بولا "کوئی بات نہیں، میں اپنے سر الزام لے لوں گا۔ بلی تو مل جائے گی نا! چلو ٹکرا جاؤ۔"

وہ ذرا سنبھل کر دروازے سے ٹکرا گئی۔ ہلکی سی دھپ سنائی دی۔ ماسٹر رُومی نے کہا "مسٹر بے نام کو کچھ پتہ نہیں چلے گا بھئی زور سے ٹکراؤ۔"

وہ دو چار قدم پیچھے ہٹ گئی۔ پھر دوڑتی ہوئی زور سے ٹکرانے کی کوشش کی۔ اسی وقت میں نے دروازہ کھول دیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی وہ چیختی ہوئی لڑکھڑاتی ہوئی کمرے کے اندر آ کر قالین پر اوندھے منہ گر پڑی۔ ماسٹر رُومی قہقہے لگانے لگا۔ اچھل اچھل کر تالیاں بجانے لگا۔ میں لپک کر تانیہ کے پاس پہنچ گیا۔ اسے سہارا دے کر فرش پر سے اٹھاتے ہوئے بولا۔ "ارے یہ کیا۔ تم دوڑتی آ رہی تھیں؟"

وہ جھنجلا کر بولی "میں سب جانتی ہوں مسٹر بے نام! تم نے رُومی سے مل کر مجھے بے وقوف بنایا ہے۔"

"بھئی خواہ مخواہ الزام نہ دو۔ میں تو کمرے کے اندر تھا رومی کے ساتھ تمہارے خلاف کیسے سازش کر سکتا تھا۔ یہ تو محض اتفاق ہے کہ جیسے ہی میں نے دروازہ کھولا تم دوڑتی ہوئی اندر آ گریں۔"

اُس کی چیخ اور رُومی کے قہقہے سن کر بے بی اور ممی آ گئیں۔ ممی نے کہا۔ "بیٹا ان دونوں نے تمہیں ڈسٹرب کیا ہے۔ یہ بہت بدتمیز ہو گئے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "نہیں ممی! انھوں نے کچھ نہیں کیا ہے۔ میں نے سوچا کمرے سے نکل کر ایک کپ کافی پیوں گا۔ یہ سوچ کر میں نے جیسے ہی دروازہ کھولا۔ یہ تانیہ اندر آ گریں۔"

بے بی نے پوچھا "تعجب ہے۔ تانیہ تم اندر کیسے جا گریں؟"

رُومی نے کہا۔ "یہ بلی کو ڈھونڈنے کے لیے اس کمرے کا دروازہ [illegible] چاہتی تھیں۔"

تانیہ اسے مارنے کے لیے دوڑی۔ رُومی بھاگا۔ وہ اس کے پیچھے [illegible] چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے ممی اور بے بی کو بتایا کہ تانیہ اور رُومی کس طرح یہ دروازہ کھلوانا چاہتے تھے اور میں نے ان کے ساتھ کیا کیا۔ یہ واقعہ سن کر وہ دونوں ہنسنے لگیں۔ میں اُن کے ساتھ کچن میں کافی پینے چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد جب میں کافی پی رہا تھا تب تانیہ اور رُومی میرے پاس آ گئے۔ ماسٹر رُومی نے کہا "مسٹر بے نام! تانیہ سے صلح ہو گئی ہے مگر ایک پرابلم ہے۔"

میں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ تانیہ بولی۔ "وہ تمہاری بلی ہاتھ نہیں آ رہی ہے۔"

میں نے کہا۔ "میرے پاس آئے گی تو میں اسے تمہیں دے دوں گا۔"

"وہ تو تمہارے ہی کمرے میں چھپی ہوئی تھی۔ ہمیں دیکھتے ہی روشندان پر چڑھ گئی۔"

میں کافی کا آخری گھونٹ پینے کے بعد اُن کے ساتھ کمرے میں آیا۔ وہاں بلی نہیں تھی۔ روشندان بھی خالی پڑا تھا۔ تانیہ اور ماسٹر رومی نے پلنگ کے نیچے اور الماری وغیرہ کے پیچھے تلاش کیا مگر وہ نظر نہیں آئی۔ میں نے کہا۔ "بچو! انھیں پریشان نہ کرو، جاؤ یہاں سے۔"

وہ دونوں مایوس ہو کر چلے گئے۔ ممی اور بے بی بھی یہ کہہ کر چلی گئیں کہ میرے لیے لنچ تیار رہے گا۔ میں جب چاہوں کھانا طلب کر سکتا ہوں۔ ان کے جانے کے بعد میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی میاؤں کی آواز سنائی دی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ مجھے روشندان سے دیکھ رہی تھی۔ میں مسکرایا تو وہ کود کر فرش پر آ گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ "یہ کیا شرارت ہے، تم تانیہ اور رومی کو پریشان کر رہی ہو؟"

"میاؤں" اس نے جیسے کوئی جواب دیا۔ اپنی سنہری آنکھوں سے دیکھنے لگی جیسے آنکھوں سے کہہ رہی تھی کہ میرے پاس ہی رہنا چاہتی ہے۔

میں نے کہا۔ "دیکھو میں بالکل تنہائی چاہتا ہوں۔ تم تانیہ کے پاس چلی جاؤ۔"

"میاؤں"۔ وہ میرے ایک بازو پر سر رگڑنے لگی۔ وہ ایسی لگاوٹ کا اظہار کرتی تھی۔ ایسی ادائیں دکھاتی تھی کہ میرا دل کھنچا جاتا تھا۔ جی چاہتا تھا کہ اسے سینے سے لگا کر سہلاتا رہوں لیکن اس وقت مجھے تنہائی کی ضرورت

میں نے اسے فرش پر چھوڑ دیا۔ وہ میرے قدموں کے پاس آ کر اچھلنے لگی کہ میں پھر بازوؤں میں اٹھا لوں۔

میں نے اسے اٹھا کر پچکارتے ہوئے کہا۔ "ضد اچھی نہیں ہوتی۔ اچھا میں تمہارا ایک خوبصورت سا نام رکھتا ہوں۔ تم چلی جانا۔ جب میں تمہیں اسے پکاروں تو چلی آنا۔ ٹھیک ہے؟ آج سے تمہارا نام سامی ہے۔"

وہ میاؤں کر کے ایک بار پھر ادائیں دکھانے لگی۔ میں نے کہا۔ "اب جاؤ۔"

اُس نے ایک بار مجھے دیکھا پھر میرے بازوؤں سے نکل کر چلی گئی وہاں سے صوفے پر پہنچ کر پھر ایک بار دیکھا، اس کے بعد روشندان پر پہنچ گئی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "اطمینان رکھو۔ میں پھر بلاؤں گا سامی!"

وہ جیسے مطمئن ہو کر چلی گئی۔ عجیب چیز تھی۔ جانے کیوں مجھے اچھی لگ رہی تھی۔

میں نے اطمینان سے ایک سگریٹ سلگایا۔ پھر اس کے دو چار کش لگانے کے بعد رومانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اب وہ لکھنؤ کے اُس کمرے میں نہیں تھی کسی حویلی نما مکان میں تھی اور ایک آئینے کے سامنے بیٹھی میک اپ کے ذریعے اپنا چہرہ بدل رہی تھی۔ میں نے کہا "ہیلو۔ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ چونک کر بولی "اوہ فرہاد! تم کہاں رہ گئے تھے؟ میں تو تمہیں کال کر رہی ہوں۔"

"رومانہ! میں بہت تھکا ہوا تھا۔ تقریباً پانچ گھنٹے تک سوتا رہا۔ سونے کے بعد تم سے رابطہ قائم کیا تھا۔ مجھے اطمینان تھا کہ وہ لوگ حراست میں رکھیں گے فی الحال کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

وہ بولی۔ "تم نے اپنے طور پر سوچ لیا تھا۔ یہاں سب گونگے بنے ہوئے ہیں۔ تم ان کی سوچ نہیں پڑھ سکتے، ان کے چھپے ارادوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ یہ تو میری قسمت اچھی تھی کہ صوبائی گورنمنٹ کا ایک چیف سیکریٹری میرا دوست بن گیا۔"

"یہ تو بڑے کام کی بات ہو گئی۔"

"ہاں وہ دیوانگی کی حد تک حسن و نتی کا پرستار ہے اور تم سے ملنے کا بھی خواہش مند ہے۔"

"اور تم نے وعدہ کیا ہوگا کہ مجھ سے ملاقات کراؤ گی؟"

"ہاں۔ اس کا نام راجیش مترا ہے۔ وہ ابھی گورنر سے ملاقات کر رہا ہے میں اس کی آواز سناتی ہوں فوراً اس کے دماغ تک پہنچو۔"

وہ اٹھ کر ٹیپ ریکارڈر کی طرف جانے لگی۔ میں نے پوچھا "کیا یہ اس کا مکان ہے؟"

"نہیں راجیش کی سسرال ہے یعنی اس کی بیوی کا مکان ہے۔ میں ابھی اس کی بیوی کا میک اپ کر رہی ہوں، میں یہاں کیسے پہنچی، یہ بعد میں معلوم کرتے رہنا۔ لو آواز سنو۔"

اس نے ریکارڈر کو آن کیا تھوڑی دیر بعد آواز سنائی دی۔ راجیش مجھے مخاطب کر رہا تھا۔ "مسٹر یان فرہاد صاحب! نمستے۔ ایسے سمے جب کہ اس دیس کے اہم لوگ اپنے آپ کو چھپا رہے ہیں۔ میں آپ کے سامنے خود اپنی آواز سنا کر بے نقاب ہو رہا ہوں۔ میں نے رومانہ دیوی سے پرارتھنا کی ہے کہ آپ کو میری آواز سنانے کے بعد اس ٹیپ سے میری آواز مٹا دیں۔ ورنہ میں کسی وقت پکڑا جا سکتا ہوں میرا خیال ہے مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرنے کے لیے اتنی باتیں کافی ہوں گی۔"

میں نے رومانہ سے کہا۔ "یہ آواز فوراً مٹا دو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں راجیش کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ گورنر کے ساتھ ایک لنچ پارٹی میں شریک تھا۔ وہاں صوبائی حکومت کے بڑے بڑے عہدیدار موجود تھے۔ اور ان کی گفتگو کا موضوع رومانہ تھی۔ پولیس سپرنٹنڈنٹ کہہ رہا تھا۔ "لکھنؤ اور مضافات کے تھانے سرگرم عمل ہیں۔ ایک ایک گھر کی تلاشی لی جا رہی ہے جلد ہی [illegible] کو گرفتار کر لیا جائے گا۔"

گورنر صاحب کی آواز سنائی دی۔ "چار گھنٹے گزر چکے ہیں رومانہ اپنے دیس کی کوئی گنوار عورت نہیں ہے کہ چھپنے کے لیے اسی شہر میں ٹھہر گئی ہوگی۔ جو اتنے سخت پہرے کے باوجود ہوٹل کے کمرے سے نکل سکتی ہے وہ دیکھتے ہی دیکھتے اس شہر سے باہر بھی جا سکتی ہے۔ اس

وقت تمام تھانیدار محتاط نہیں تھے ؟ اس وقت اسے شہر سے نکلنے کا اچھا موقع ملا ہوگا۔"

ڈی آئی جی نے کہا۔ "یہ ساری باتیں ہمارے ذہن میں ہیں۔ ان چار گھنٹوں میں ہم نے تمام فضائی اور خشکی کے راستوں کی ناکہ بندی کرادی ہے۔"

"سمجھ میں نہیں آتا اتنے حفاظتی انتظامات کے باوجود یہ لوگ ہاتھ کیوں نہیں آتے ؟ آتے بھی ہیں تو گیلے صابن کی طرح پھسل جاتے ہیں۔"

ایک فوجی افسر نے کہا۔ "رومانہ کے ساتھ دو باتیں ہیں۔ ایک تو اس کے پیچھے ٹیلی پیتھی کام کرتی ہے' دوسرے وہ خود ایک اچھی فائٹر ہے۔ ہم نے سنا تھا فرہاد کے ساتھ رہنے والی سونیا اور رومانہ لاجواب فائٹر ہیں مگر ایسی لاجواب ہوسکتی ہیں' یہ تو ہم نے سوچا بھی نہ تھا۔ اس کے ہوٹل کے کمرے والے دروازے پر دو ہٹے کٹے فوجی جوان اسٹین گن لیے کھڑے تھے ان میں سے ایک مارا گیا دوسرا بے ہوش پایا گیا۔"

"اس نے ہوش میں آنے کے بعد کیا بیان دیا ؟"

"اس کا بیان ہے کہ رومانہ نے کسی ضرورت کے لیے دروازے کو اندر سے پیٹنا شروع کر دیا تھا۔ ایک فوجی جوان اندر گیا۔ جب دس منٹ گزر گئے اور وہ واپس نہ آیا تو دوسرا محتاط انداز میں اندر گیا۔ کمرے میں اس کے ساتھی کی لاش پڑی تھی۔ رومانہ نظر نہیں آئی۔ وہ دروازے کے پیچھے بھی نہیں تھی۔ اس نے سوچا کہ وہ باتھ روم میں چھپی ہوگی مگر وہ دروازے کی چوکھٹ کے اوپر بنی ہوئی محراب میں نہ جانے کیسے پہنچی ہوئی تھی۔ وہاں سے اس نے اس جوان پر چھلانگ لگائی اور اس کے ہاتھوں سے اسٹین گن لیتی ہوئی جمناسٹک کے کرتب کھاتی ہوئی دور جا کر کھڑی ہوگئی۔ فوجی جوان کا بیان ہے کہ ایسی پھرتی اس نے آسمان کی بجلیوں میں دیکھی ہے۔ اس کے سنبھلنے اور شور مچانے سے پہلے ہی اسٹین گن کا دستہ سر پر لگا۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔"

"یقین نہیں آتا کہ کوئی عورت اتنی پھرتیلی ہوسکتی ہے۔"

"جنابِ عالی! سونیا اور رومانہ اپنے فائٹنگ کے انداز میں عالمی شہرت رکھتی ہیں۔"

"کیا سونیا بھی ہمارے دیس میں پہنچ گئی ہے ؟"

"نہیں۔ حالیہ رپورٹ کے مطابق وہ ابھی کراچی میں ہے۔"

"بات رومانہ کی ہو رہی تھی۔ وہ ہوٹل سے باہر کیسے گئی ؟ جبکہ باہر فوجیوں کی تعداد زیادہ تھی ۔"

فوجی افسر نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ فرہاد یا رس وتی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے بتایا ہوگا کہ ہوٹل کے پچھلے دروازے پر صرف ایک مسلح جوان ہے۔ باقی پہریدار کچن میں کھانے گئے ہیں۔ رومانہ نے اس تنہا سپاہی کو سائلنسر لگے ہوئے ریوالور کی گولی سے ہلاک کیا۔ اس کے بعد پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں غائب ہوگئی۔"

"آخر وہ سائلنسر لگا ہوا ریوالور رومانہ کو کہاں سے ملا ؟ کس نے دیا ؟"

"جنابِ عالی! صرف معتبر لوگوں کو رومانہ کے سامنے جانے کی اجازت دی گئی تھی۔ چیف سیکریٹری راجیش مترا صاحب بھی آپ کے حکم سے وہاں معائنہ کرنے گئے تھے۔ ہمیں اپنے کسی آدمی پر شبہ نہیں ہے یہ بھی دراصل ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جس کے دماغ کو ٹریپ کیا جاتا ہے اسے اپنی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کون ہے اور کیا کر رہا ہے۔ اس کے دماغ سے فرہاد یا رسونتی اپنا کام لیتے ہیں۔ ہمارے ایسے ہی کسی ٹریپ کیے جانے والے آدمی نے لاعلمی میں وہ ریوالور رومانہ کے پاس پہنچایا ہوگا۔"

"تو پھر معلوم کیا جاسکتا ہے کہ رومانہ کے پاس جانے والا کون آدمی تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر غیر حاضر ہو گیا تھا۔"

"ہم نے پوچھ گچھ کی ہے مگر سب ہی کہتے ہیں کہ وہ دماغی طور پر حاضر رہے تھے۔"

"تعجب ہے۔" وہاں کتنے ہی لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا۔

ایک نے کہا۔ "تعجب تو اس بات پر بھی ہے کہ وہ ہوٹل سے نکلتے ہی کہاں غائب ہوگئی۔ یقیناً ٹیلی پیتھی کے ذریعے فرار ہونے کے لیے کسی کا انتظام کیا گیا ہوگا۔"

میں راجیش مترا کے دماغ میں بیٹھا ساری باتیں سن رہا تھا۔

میں نے راجیش کو مخاطب نہیں کیا کیونکہ پہلی بار سوچ کے ذریعے گفتگو کرنے سے وہ چونک جاتا۔ کچھ گڑبڑا جاتا لہٰذا میں اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ کریدنے لگا۔ اس کے ذریعے پتہ چلا کہ وہ بچپن میں رس وتی کے باپ تن سنگ کا شاگرد رہ چکا ہے۔ تن سنگ جڑی بوٹیوں سے دوائیں بنانے کا بھی ماہر تھا۔ اس نے ایک بار اپنی دواؤں کے ذریعے راجیش کے باپ کی جان بچائی تھی۔ دوسری بار خود راجیش کو ایک زہریلے سانپ نے کاٹا تھا۔ تن سنگ نے اسے بھی زہر کے اثرات سے بچا کر نئی زندگی دی تھی۔ گویا راجیش کا پورا خاندان تن سنگ کا احسان مند تھا۔ یہ کوئی بیس برس پہلے کی بات تھی۔ تن سنگ نیکیاں کر کے بھول گیا تھا۔ آدمی نیکی بھول جاتا ہے مگر نیکیاں آدمی کو نہیں بھولتیں۔ وہ بیس برس کے بعد بھی اپنا انعام دیتی ہیں۔ آج راجیش چوری چھپے ان تمام لوگوں کے کام آنا چاہتا تھا جو تن سنگ یا رسونتی کو آزاد کرانا چاہتے تھے اسی لیے وہ رومانہ کے کام آ رہا تھا۔

راجیش اپنی حکومت کے اس خفیہ حکم سے باخبر تھا کہ رومانہ کو قتل کیا جائے گا۔ اس طرح فرہاد اور رسونتی کے دلوں میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ رس وتی نے اگر خود کو ہند سرکار کے حوالے نہ کیا تو تن سنگ اور رسونتی کو بھی چھوٹ نہیں دی جائے گی۔ ان دونوں کو بھی بے دریغ قتل کر دیا جائے گا۔ یہ معلوم ہونے کے بعد ہی وہ ایک ریوالور اور سائلنسر چھپا کر رومانہ سے ملنے گیا تھا۔ فوجی افسران کے سامنے اس نے ایک کاغذ

پر چند سوالات لکھے تھے، جن کے جواب رُومانہ سے حاصل کرنے تھے۔ رُومانہ کے سامنے کوئی زبان نہیں کھولتا تھا۔ تحریری سوالات ہوتے تھے، رُومانہ زبانی جوابات دیتی تھی۔

بہرحال جب وہ رومانہ کے کمرے میں گیا تو باڈی گارڈ کے طور پر ایک فوجی جوان ساتھ تھا۔ دونوں نے سیاہ چشمے پہن رکھے تھے۔ راجیش نے ایک نظر رُومانہ پر ڈالی۔ پھر کمرے کی تلاشی لینے لگا۔ وہ یہ تاثر دے رہا تھا کہ ایک چیف سیکرٹری کی حیثیت سے وہ مطمئن ہونا چاہتا ہے کہ وہاں کوئی آلہ یا ایسی چیز نہ ہو جس کی مدد سے وہ قیدی عورت فرار ہو سکے وہ اپنے فرض کی نمائش کرتا ہوا باتھ رُوم میں گیا۔ باڈی گارڈ اسٹین گن اٹھائے رومانہ کے پاس کھڑا تھا۔

راجیش نے باتھ رُوم کے ایک کیبنٹ میں ریوالور اور سائیلنسر کے ساتھ ایک تہہ کیا ہوا خط رکھا۔ کیبنٹ کو بند کیا، پھر باتھ رُوم سے نکل کر رُومانہ کے سامنے تحریری سوالات پیش کرنے لگا۔ اس دوران راجیش کے ہاتھوں میں اسٹین گن تھی کیونکہ باڈی گارڈ سر جھکائے رومانہ کے جوابات نوٹ کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت جب وہ لکھنے میں مصروف تھا۔ راجیش نے چپکے سے کاغذ کی ایک چھوٹی سی گولی رومانہ کی طرف رازدارانہ انداز میں بڑھائی۔ رُومانہ نے اسے چھپا لیا۔

میں نے راجیش کے دماغ سے اتنی باتیں اگلوانے کے بعد رُومانہ کو مخاطب کیا۔ اس کا میک اپ مکمل ہو چکا تھا۔ راجیش کی ساس اُسے مارواڑی عورتوں جیسا لباس پہنا رہی تھی۔ اشاروں کی زبان سے سمجھا رہی تھی کہ ان کی قوم میں عورتیں کس طرح لانبا سا گھونگٹ نکال کر چلتی ہیں میرے سوال کرنے پر رُومانہ سوچ کے ذریعے کہنے لگی "جب راجیش اس باڈی گارڈ کے ساتھ میرے کمرے سے چلا گیا، تو میں نے کاغذ کی اس گولی کو کھول کر پڑھا، لکھا تھا کہ میں باتھ رُوم کا کیبنٹ کھول کر دیکھوں۔ میں نے فوراً ہی باتھ روم میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کیا کیبنٹ کو کھول کر دیکھا۔ ریوالور اور سائیلنسر کے ساتھ ایک خط لکھا ہوا تھا۔ اس میں لکھا تھا۔

"رومانہ! میں رسونتی کے باپ تن سنگ کا شاگرد ہوں۔ فرہاد اور رسونتی یہ نہ جان سکیں گے کہ تمہیں آج شام تک قتل کر دیا جائے گا۔ لہٰذا اس ریوالور کی مدد سے فرار ہونے کی کوشش کرو۔ ہوٹل کے پچھلے دروازے کے باہر میرے پالتو غنڈے محاذ بنا چکے ہیں۔ تمہارا راستہ روکنے والوں سے وہ لوگ نمٹ لیں گے۔ یہ لنچ کا وقت ہے اور یہی وقت فرار ہونے کے لیے مناسب ہے۔ ہوٹل کے پیچھے ایک سُرخ قمیص والا جدھر بھاگتا ہوا جا کر جس گاڑی میں بیٹھے، تم اسی گاڑی میں بیٹھ جانا، وقت ضائع نہ کرو۔ اگر میرے منصوبے سے اختلاف ہو تو میری دونوں تحریروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے باتھ رُوم کے گٹر میں بہا دینا۔ اتنی مہربانی ضرور کرنا، ورنہ میں پکڑا جاؤں گا۔"

یہ خط پڑھ کر میں ذرا دیر کے لیے اُلجھ گئی۔ میں چاہتی تھی کہ تم سے رابطہ پیدا ہو اور میں کوئی مشورہ لوں لیکن امید نہیں تھی کہ تم مجھ سے جلد ہی رابطہ قائم کرو گے اور یہاں جلد ہی کسی فیصلے پر پہنچنا تھا۔ آخر میں نے اپنی خود اعتمادی سے راجیش کے مشورے پر عمل کیا اور یہاں پہنچ گئی۔"

میں نے رُومانہ سے پُوچھا "تم وہاں کی زبان نہیں جانتی ہو۔ کیا گونگی بن کر رہو گی؟"

"ہاں" وہ بولی۔ "راجیش کی بیوی پیدائشی گونگی ہے۔ اس چیف سیکرٹری نے بڑی ذہانت سے پلاننگ کی ہے جیسے ہی اُسے پتہ چلا کہ مجھے کسی وقت قتل کر دیا جائے گا تو اس نے سب سے پہلے اپنی بیوی کو چھوٹے بھائی کے ہمراہ کلکتہ بھیج دیا۔ وہاں راجیش کے والدین رہتے ہیں۔ آج رات راجیش گورنر صاحب کے ساتھ کلکتہ جائے گا۔ میں راجیش کے ساتھ جاؤں گی۔ دوسرے لفظوں میں یہاں کے گورنر کے ساتھ اسپیشل کلاس میں سفر کروں گی تو کوئی مجھے چیک نہیں کرے گا۔"

میں نے مسکرا کر کہا "بڑی عمدہ پلاننگ ہے۔ جو سرکار تم پر پابندیاں عائد کر رہی ہے اسی کے سائے میں رہو گی تو کوئی شبہ نہیں کرے گا کیا راجیش نے بتایا ہے کہ کلکتہ پہنچنے کے بعد وہ کیا کرے گا، کیونکہ وہاں دو گونگی بیویاں ہو جائیں گی۔"

"میں راجیش کی کوٹھی میں پہنچ کر میک اَپ اُتار دوں گی۔ وہاں رُوپوش رہوں گی۔ اس دوران راجیش غیر ملکی سفارتخانوں کے اہم افراد سے گاہے گاہے ملاقات کرتا رہے گا۔ تم ان افراد کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرو گے کہ کس کی بیوی یا بیٹی ہندوستان سے باہر جانے والی ہے پھر میں اس کی جگہ سفر کروں گی۔"

"ٹھیک ہے میں راجیش کے دماغ میں رہوں گا۔ تم وہاں کے لباس میں چلنے پھرنے اور اُٹھنے بیٹھنے کے طریقے سیکھو۔ میں پھر ملوں گا۔"

اب میں پھر راجیش کے پاس جانا چاہتا تھا۔ رس ونتی نے مجھے مخاطب کیا "ہیلو۔ میں ابھی فوجی چھاؤنی سے آ رہی ہوں۔ اس مہتر چرن داس کے دماغ نے بتایا ہے کہ وہاں کا اسٹاف بدل گیا ہے۔ میں اس کے ذریعے ایک فوجی جوان کے دماغ تک پہنچی پھر دُوسرے تیسرے دماغوں سے ہو کر فوجی افسر تک پہنچنا چاہا مگر اس کا انگریزی لہجہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اتنا معلوم ہو گیا ہے کہ وہ کوئی روسی فوجی افسر ہے۔"

میں نے کہا "ان فوجی جوانوں تک چلو میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

یہ کہہ کر میں رس ونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ دُوسرے ہی لمحہ ہم ایک فوجی جوان کے پاس تھے وہ اپنے افسر اور چند ساتھیوں کے ساتھ تن سنگ کی طرف جا رہا تھا۔ افسر اس جوان کو سمجھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "بہت ہوشیار اور محتاط رہنا۔ اُن سے سوالات کرتے وقت دونوں باپ بیٹی کی حرکات و سکنات کا خاص خیال رکھنا۔ اُن کے چہرے کے

تاثرات سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغ میں موجود ہیں یا نہیں؟"

"یس سر! ہم سب محتاط رہیں گے۔"

تن سنگ اور ونتی کو پھر اسی جگہ اوپری منزل پر پہنچا دیا گیا تھا جہاں آگ لگی تھی۔ اتنی دیر میں اس کمرے کا فرنیچر اور پردے وغیرہ بدل دیئے گئے تھے۔ رس ونتی نے درست کہا تھا کہ فوجی افسر روسی باشندہ ہے۔ وہ اوپری منزل پر پہنچ کر زینے کے پاس پہلے کمرے میں ٹھہر گیا۔ دو نقاب پوش نوجوان آگے بڑھتے ہوئے تن سنگ کے کمرے میں چلے گئے۔ وہ فوجی افسر ایک میز پر چڑھ کر ایک روشندان سے دوسرے کمرے میں جھانکنے لگا۔

دوسرے کمرے میں تن سنگ اور ونتی ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نقاب پوش نے تن سنگ کی طرف ایک کاغذ بڑھایا میں تن سنگ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ رس ونتی وہاں پہلے سے موجود تھی اس کاغذ پر پہلا سوال یہ تھا "مسٹر تن سنگ! تم نے جان بوجھ کر پُوجا کے کمرے میں آگ لگائی تھی تاکہ ہم اچانک شور مچائیں اور وہ ٹیلی پیتھی والے ہم کو ٹریپ کریں۔ جواب دو کہ تمہیں اس حماقت کی کیا سزا دی جائے؟"

تن سنگ نے کہا "پوجا کے دوران ونتی کی چنری ہوا سے اُڑ کر دیئے تک پہنچ گئی تھی۔ اس نے گھبرا کر چنری کو ایک طرف پھینکا تو وہ کھڑکی کے پردے سے جا لگی۔ میں کئی بار کہہ چکا ہوں کہ رس ونتی نے ابتک مجھ سے بات نہیں کی ہے۔ مجھے اس کا آسرا ہوتا تو شاید میں وہی کرتا، جس کا شبہ مجھ پر کیا جا رہا ہے۔ ابھی میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔ مجھے سزا دوں کی دھمکی نہ دو۔"

ایک ٹیپ ریکارڈر میں اس کا جواب ریکارڈ کیا جا رہا تھا۔ دُوسرا سوال تھا۔ "ہمارے دیش میں فرہاد علی تیمور کی موجودگی ظاہر ہو چکی ہے۔ وہ لکھنؤ میں اپنی ایک ساتھی کو قید سے نکال کر لے گیا ہے۔ ہم نہیں مان سکتے کہ فرہاد کے ساتھ رس ونتی موجود نہ ہوگی۔ تم برابر جھوٹ بولتے آ رہے ہو ہم ایک بار پھر یقین دلا رہے ہیں کہ ہم رس ونتی کے دشمن نہیں ہیں۔ اسے اور اس کے خاندان کو دوست بنانا چاہتے ہیں۔ اس سے صرف اتنا کہو کہ وہ ہمارے کسی نمائندے سے بات کرے۔ ہم ایسی دوستانہ شرائط پیش کریں گے کہ ساری مخالفتیں ختم ہو جائیں گی۔"

تن سنگ نے جواب دیا "میں خود یہی چاہتا ہوں کہ ہم دوست رہیں اور اپنے دیش کے کام آئیں۔ میں حیران ہوں کہ رس ونتی ہم سے دُور کیوں ہے؟ اگر فرہاد اس دیش میں موجود ہے تو مجھ سے بات کرا دیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ اپنی جوان بیٹی کے ساتھ قیدیوں جیسی زندگی نہیں گزار سکتا۔"

اس کاغذ کا آخری سوال تھا، بلکہ دھمکی تھی۔ "اب تمہیں چوبیس گھنٹے کی مُہلت دی جاتی ہے۔ یہ آخری مُہلت ہے۔ کل اسی وقت تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہاری بیٹی کو اذیتیں دے کر ہلاک کیا جائے گا۔"

تن سنگ نے گھبراہٹ کا مظاہرہ کیا۔ "یہ سراسر ظلم ہوگا۔ میں کہتا ہوں ایک بار مجھے رس ونتی یا فرہاد سے بات کر لینے دو، وہ ضرور دوست بنیں گے نہیں دوستی کی پیشکش کیے بغیر ہماری ہلاکت کا سامان کرنا دانشمندی نہیں ہوگی۔ اگر میری بیٹی کو کسی نے ہاتھ لگایا تو میں آتما ہتیا کر لوں گا۔"

اُس کے جوابات ریکارڈ کرنے کے بعد وہ نقاب پوش جانے لگے، میں نے تن سنگ کی سوچ میں کہا "آپ اسی طرح گھبراتے اور پریشان ہوتے رہیں۔ آپ کو چھپ کر دیکھا جا رہا ہے۔"

اس بوڑھے نے عمدہ اداکاری کا مظاہرہ کیا۔ اپنی بیٹی ونتی سے لپٹ کر رونے لگا۔ "ہائے بیٹی! ہم پر یہ بپتا آ پڑی ہے۔ پتہ نہیں رسونتی کب ہماری خبر لے گی۔ میں تمھیں ان ظالموں کے ہاتھوں میں نہیں جانے دوں گا۔ اس سے پہلے ہی تمہارا گلا گھونٹ کر مار ڈالوں گا۔"

ونتی بھی باپ کے ساتھ رونے اور دہائی دینے لگی۔ وہ فوجی افسر میز پر کھڑا روشندان سے انھیں دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ میز سے اُتر کر اُس کمرے سے باہر آ گیا۔ اب وہ اپنے دفتری کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ اور تن سنگ کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اپنے دفتر میں پہنچنے کے بعد وہ ایک بڑی سی میز کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اُس کے ماتحت... ریکارڈ کیے ہوئے جوابات کا انگریزی ترجمہ اُسے سُنانے لگے۔ وہ خاموشی سے سُنتا رہا اور غور کرتا رہا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ ٹرانسمٹر کے ذریعے کس سے باتیں کرنے والا ہے۔

میں نے رس ونتی سے کہا "ٹرانسمٹر کے دُوسری طرف جو باتیں وہ کریگا، میں اس کے لاشعور میں پہنچ کر اردو ترجمہ کرتا رہوں گا۔ اگر وہ ہندوستانی افسر ہوگا تو تم میرے ذریعے اسے ٹریپ کر سکو گی؟"

"ہاں کر لوں گی۔"

تھوڑی دیر بعد اس رُوسی افسر نے ٹرانسمٹر آن کیا۔ پھر کوڈ ورڈز میں اپنا تعارف کرانے کے بعد خاموش ہوا تو دُوسری طرف سے آواز سُنائی دی۔ وہ اپنے کوڈ ورڈز بتانے کے بعد پُوچھ رہا تھا "کیا تن سنگ سے جوابات موصول ہو گئے؟ اوور۔"

"ہاں۔ وہی پرانے جوابات ہیں کہ رس ونتی نے ابھی تک اس سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے باپ کے دماغ میں موجود رہتی ہے۔ اوور۔"

"ہمیں بھی شبہ ہے اور تمھیں یقین ہے۔ پلیز اپنے یقین کی وضاحت کریں۔ اوور۔"

رُوسی افسر نے جواب دیا "جب سے تن سنگ کو قید کیا گیا ہے، میں اس کے جوابات کی اسٹڈی کر رہا ہوں۔ اب سے دو دن پہلے وہ انگریزی میں جواب دیا کرتا تھا۔ پرسوں سے وہ ہندی میں جواب دیتا ہے تاکہ

رس ونتی وہ جوابات سُنتی رہے اور اُسے مشورے دیتی رہے۔ کیا یہ بات رس ونتی کے ریکارڈ میں نہیں ہے کہ وہ انگریزی نہیں جانتی ہے؟ اوور۔"

واقعی وہ روسی افسر بڑی ذہانت کا ثبوت دے رہا تھا۔ دوسری طرف سے باتیں کرنے والا افسر اپنی عادت کے مطابق ہندی زبان میں سوچنے لگا۔ "ہاں۔ یہ سوچنے کی بات ہے کہ پہلے تن سنگ انگریزی میں جواب دیتا تھا، اب ہندی بولتا ہے کیوں؟ اس نکتے پر غور کرنا چاہیے۔"

میں نے رس ونتی سے پوچھا۔ "کیا اس کی سوچ پڑھ رہی ہو؟"

"ہاں اب یہ میری گرفت میں رہے گا۔"

میں روسی افسر کے پاس آ گیا۔ ہندوستانی افسر کہہ رہا تھا۔ "اچھی بات ہے۔ میں اس نکتے کو بورڈ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

ٹرانسمٹر کی گفتگو ختم ہو گئی۔ میں نے رس ونتی سے کہا۔ "وہ افسر شاید فوجی افسران کے بورڈ ممبران کو کال کرے گا۔ تم اس کے ساتھ رہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ روسی افسر تھوڑی دیر تک بیٹھا سوچتا رہا۔ اس کی سوچ پڑھ کر میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں ایک بڑا [illegible] کہ سر کرنے والا تھا۔ اسی لیے میں اس کے ذہن سے چپک کر رہ گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر باتھ روم میں آیا۔ اس کا دروازہ بند کرنے کے بعد وہ آئینہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی وردی کے سینے پر فوجی تمغے سجے ہوئے تھے اس نے گریبان میں ہاتھ ڈال کر دو عدد پتلے تار نکالے۔ ان میں سے ایک ایئر فون تھا۔ اس نے اسے ایک کان سے لگا لیا

وہ اپنے دُوسرے جیب کو ڈوبڈوز میں کسی کو مخاطب کرنے لگا۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ کوئی کوڈ ورڈز بتلانے کے بعد کہہ رہا تھا۔ "میں نمائندہ بول رہا ہوں۔ کیا تم مطمئن ہو کہ تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ نہیں کیا گیا ہے؟ اوور۔"

اس روسی افسر نے جواب دیا۔ "میں بتا چکا ہوں کہ یہاں کا تمام اسٹاف تبدیل ہو چکا ہے۔ انہوں نے جتنے دماغوں کو ٹریپ کیا ہو گا وہ سب اس علاقے سے دُور جا چکے ہیں۔ رس ونتی اور فرہاد مجھ تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ میں نے تن سنگ اور اس کی بیٹی کا بھی سامنا نہیں کیا ہے صرف نئے اسٹاف کے۔۔۔ وہ خاص ماتحتوں سے میں نے گفتگو کی ہے میں پوری ذمے داری سے کہتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی والے میرے دماغ تک نہیں پہنچ پائے ہیں۔ اوور۔"

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد میری خوشی کی انتہا نہ رہی کیونکہ دُوسری طرف سے اب ماسک مین بول رہا تھا۔

نعوذ باللہ کیا کوئی خدا بن سکتا ہے؟ کیا فرعون اور شداد اپنی خدائی منوا سکے؟ [illegible] خدا کے لیے ہے۔ کوئی دوسرا پُراسرار بن کر رہنا چاہے تو اس کی نقاب کُشائی کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے حقیر بندوں سے کام لیتا ہے۔ اب مجھ جیسا حقیر بندہ اس ماسک مین تک پہنچ گیا تھا جس نے خود کو پُراسرار ———— بنانے کے لیے ایسی مشینیں ایجاد کی تھیں جن کے کمپیوٹر کے ذریعے وہ دوسروں کی سوچ کو گراف لائنوں سے سمجھ لیتا تھا مگر اپنی سوچ اور اپنے سائے تک کسی کو نہیں پہنچنے دیتا تھا۔ اس کے ملک کی انٹیلی جنس کے ذہین سراغرساں اُسے نہیں جانتے تھے۔ حتیٰ کہ مجھ جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اب تک بے بس رہا تھا۔

میں اب تک بے بس کیوں رہا؟ اور اب وہ اچانک کیسے ظاہر ہو گیا؟ ان سوالوں کے جوابات کے لیے خداوند کریم کی قدرت کا شعور یہ سمجھ کر رکھنا ضروری ہے۔ اس معبود کی قدرت یہ ہے کہ مجھ جیسے دماغوں کو پڑھنے والے کو بھی وہ جب تک چاہتا ہے بے بس بنا کر رکھتا ہے یہ بلا شک و شبہ درست ہے کہ دلوں کے راز صرف خدا جانتا ہے۔ اس نے تھوڑی سی یہ صلاحیت مجھے دی اور اب وقتاً فوقتاً میری بے بسی سے یہ سمجھا دیا کہ میں حقیر ذرہ ہوں، ذرہ ہی رہوں گا۔ ایسی ہی پُراسرار بننے کی تھوڑی سی صلاحیت ماسک مین کو دی۔ اب اُسے معلوم ہونے والا تھا کہ قیامت تک صرف خدا کی ذات ہی اسرار کے پردوں میں رہ سکتی ہے۔

ایک اور سوال یہ کہ انسان اچانک ہی اپنی تمام صلاحیتوں کو بھول کر کس طرح محض ایک خاک کا بے سُدھ پتلا بن کر رہ جاتا ہے؟

محض اسی طرح انسان کائنات کو تسخیر کر سکتا ہے لیکن اپنے دماغ پر کسی طور بھی قابو نہیں پا سکتا۔ قدرت جب چاہتی ہے اسے بے قابو کر دیتی ہے کبھی اُسے اس کے اصولوں سے ہٹا دیتی ہے کبھی اُس کے مزاج کے خلاف اس سے کوئی حرکت کراتی ہے۔ بعد میں وہ اپنی غلط حرکت پر سوچتا ہے اور پچھتاتا ہے۔ زندگی اپنی ہی بھول کی غلطیوں سے گزرتی ہے۔ ایک دن وہ ماسک مین بھی اپنی غلطی پر پچھتائے گا۔

اس وقت ماسک مین روسی افسر سے کہہ رہا تھا۔ "یہ نکتہ۔۔۔ واقعی اہم ہے۔ اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ رس ونتی اپنے باپ کے دماغ میں موجود رہتی ہے۔ ایک اور بات ظاہر ہوتی ہے کہ فرہاد نے تن سنگ سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔ اگر کرتا تو تن سنگ بدستور انگریزی میں جوابات دیتا پھر فرہاد ان جوابات کا ترجمہ رس ونتی کو سُنا دیتا۔ اینسلو ہم سب تمہاری ذہانت پر فخر کرتے ہیں۔ اپنا خیال بتاؤ کہ فرہاد تن سنگ سے دُور کیوں ہے؟ اوور۔"

"میرا خیال ہے کہ فرہاد اور رس ونتی الگ الگ محاذ بنا کر تن سنگ اور رس ونتی کو یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں یعنی رس ونتی اپنے باپ کے ساتھ لگی رہتی ہے اور فرہاد، سونیا اور رومانہ کی پشت پر کام کر رہا ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ کھٹمنڈو میں رومانہ کو گرفتار کیا گیا تھا۔ میں نے یہاں کی سرکار پر دباؤ ڈالا تھا کہ رومانہ کو قتل کر دیا جائے۔ فرہاد کی ایک ساتھی قتل ہو گی تو رس ونتی پر بھی یہ دہشت طاری رہے گی کہ اس کے باپ اور بہن کو بھی بے دریغ قتل کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال رومانہ وہاں سے فرار

ہو گئی ہے اسے سخت پہرے سے نکالنے والا فرہاد ہی ہو سکتا ہے۔ اب آپ میری بات سمجھ گئے ہوں گے۔ اوور۔"

"ہاں۔ وہ دونوں مختلف محاذوں سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اور کوئی رپورٹ؟ اوور۔"

"ہم نے تن سنگ کو چوبیس گھنٹے کی آخری مُہلت دی ہے۔ اس مُہلت کے بعد پہلے وسنتی کو شوٹ کیا جائے گا۔ اوور۔"

"ٹھیک ہے۔ اوور اینڈ آل۔"

ماسک مین نے ٹرانسمٹر کا مائیک اپنے نمائندے کو دیا۔ پھر ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھ کر اپنے لیے واڈکا کا ایک پیگ بناتے ہوئے سوچنے لگا۔ "فرہاد نے رومانہ کے فرار ہونے میں مدد کیسے کی؟ جبکہ وہ آج صبح سے خیال خوانی میں مصروف نہیں ہے۔"

اس کی سوچ نے مجھے سوچنے پر مجبور کیا کہ وہ میرے متعلق کیسے کہہ رہا ہے کہ میں نے صبح سے خیال خوانی نہیں کی ہے؟

ماسک مین نے ایک گھونٹ پینے کے بعد سوچا۔ "کیا بنکاک میں ہمارا ایجنٹ دھوکا کھا رہا ہے؟"

میں نے ماسک مین کی سوچ میں کہا۔ "ہاں۔ ہو سکتا ہے۔ مجھے بنکاک کے ایجنٹ سے پھر تصدیق کرنا چاہیے۔"

اس خیال کے ساتھ ہی ماسک مین نے اپنے ماتحت سے کہا۔ "بنکاک زیرو نائن بھری سے رابطہ قائم کرو۔"

اب مجھے معلوم ہونے والا تھا کہ بنکاک میں ایسا کون ایجنٹ ہے جو میری مصروفیات کا علم رکھتا ہے اور غلط معلومات رکھتا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ میں نے صبح سے خیال خوانی نہیں کی جبکہ میں برابر خیال خوانی میں مصروف رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد مجھے ماسک مین کے نمائندے کی آواز سنائی دی۔ وہ ٹرانسمٹر پر کہہ رہا تھا۔ "ہیلو۔ اٹ از نمبر ون مین فار ماسک مین۔ یور کوڈز پلیز۔ اوور۔"

میں نے نمائندے کے دماغ میں پہنچ کر سُنا۔ کوئی دوسری طرف سے کہہ رہا تھا۔ "ہیلو۔ اٹ از زیرو نائن بھری۔ ماسک مین سے کہو میں حاضر ہوں۔ اوور۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم ٹریپ نہیں کیے جا رہے؟ اوور۔"

"مجھے پورا یقین ہے فرہاد میرے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ میں مکمل اعتماد سے بول رہا ہوں۔ اوور۔"

نمائندے نے وہ باتیں ماسک مین تک پہنچائیں۔ ماسک مین اپنی جگہ سے اُٹھ کر آیا پھر مائیک ہاتھ میں لیتے ہوئے بولا۔ "ہیلو زیرو نائن بھری! تمہاری رپورٹ کے مطابق فرہاد خیال خوانی نہیں کر رہا ہے ——— ہندوستانی اطلاعات کے مطابق وہ خیال خوانی کے ذریعے رومانہ کی مدد کر رہا ہے۔ زیرو نائن بھری! مجھے یقین ہے کہ تم دھوکا کھا رہے ہو۔ اپنی صفائی پیش کرو۔ اوور۔"

"آنریبل ماسک مین! میں دھوکا نہیں کھا سکتا۔ فرہاد اپنے دوست شرلاک کے میک اپ میں ہے۔ اس نے روپ بدل لیا ہے مگر وہ انڈیکیٹر انگوٹھی اس کی انگلی میں ہے۔ میرا گونگا ملازم دو بار پیغام لے کر اس کے پاس گیا۔ دو بار اسی گونگے ملازم کے سامنے بیٹھ کر اس نے جواب لکھا اور وہ تحریر بلاشبہ فرہاد کی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں تحریر شناخت کرنے کا ماہر ہوں۔ اوور۔"

ماسک مین نے کہا۔ "پھر تمہارے جاسوس دھوکا کھا رہے ہیں۔ وہ کہیں تنہائی میں بیٹھا خیال خوانی کر رہا ہے۔ اوور۔"

"آنریبل ماسک مین! فرہاد نے میرے آخری خط کے جواب میں لکھا تھا کہ وہ شام تک مصروف رہے گا لیکن اس کی اب تک کی مصروفیات یہی ہیں کہ وہ شرلاک کے خاندانی وکیل کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ اس کے ساتھ کچہری میں دوپہر تک رہا۔ شرلاک کے کاروبار سے تعلق رکھنے والے اہم افراد سے ملتا رہا۔ پہلے مجھے شبہ ہوا کہ یہ شرلاک بن کر شرلاک کے کاروباری معاملات کیسے نمٹا رہا ہے۔ پھر خیال آیا کہ اصل شرلاک سے خیال خوانی کے ذریعے کاروباری معلومات حاصل کر رہا ہے۔ اوور۔"

"ایک بات کا جواب دو۔ کیا وہ شرلاک بن کر شرلاک کے چیک یا اہم دستاویزات پر دستخط کر رہا ہے؟ اوور۔"

"جناب عالی! وہ ابھی تک کاروباری لوگوں کے ساتھ آؤٹ ڈور میں ہے۔ ابھی تک دفتر میں اسے بیٹھنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ شام تک اگر اس نے آفس ورک کیا تو اس کے دستخط کے بارے میں آپ کو اطلاع دوں گا اوور۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر محتاط رہ کر اس نکتہ پر غور کرو کہ فرہاد کے ساتھ سونیا، رومانہ اور رس ونتی کے اہم مسائل ہیں۔ وہ ان تمام مسائل سے غافل ہو کر صرف شرلاک کے معاملات میں مصروف نہیں رہ سکتا۔ ضرور کوئی چال چلی جا رہی ہے۔ مجھے ایک گھنٹے کے اندر صحیح حالات کا علم ہونا چاہیے۔"

ماسک مین نے اوور اینڈ آل کہہ کر اپنے نمائندے کو مائیک دے دیا۔ پھر اپنی جگہ آ کر واڈکا پیتے ہوئے اسی نکتہ پر غور کرنے لگا کہ فرہاد صرف شرلاک کے کاروباری معاملات میں کیوں اُلجھا ہوا ہے۔ پھر اس نے چونک کر سوچا۔ "ہمیں اصل شرلاک کے بارے میں بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کس میک اپ میں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

اس نے اپنے ماتحت کو حکم دیا کہ دوبارہ زیرو نائن بھری سے رابطہ قائم کرے۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ماسک مین نے ٹرانسمٹر کے پاس آ کے کہا۔ "ہیلو۔ تم نے یہ نہیں بتایا کہ اپنی فیملی میں رہ کر اصلی شرلاک کیا کر رہا ہے؟ اوور۔"

"وہ کوٹھی کے اندر اپنی فیملی کے ساتھ ہے کبھی کبھی ایک دُبلی پتلی سی جوان لڑکی ایک دس بارہ برس کے لڑکے کے ساتھ کھیلتی ہوئی کوٹھی کے لان میں آتی ہے۔ باقی افراد اندر ہی رہتے ہیں۔ میں نے نگرانی کرنے والے سے کہا

ہے کہ اصلی شرلاک باہر جانے کے لیے نکلے تو اس کا تعاقب کیا جائے۔ اوور۔"

"مجھے اس کے باہر جانے سے دل چسپی نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ وہ کوٹھی کے اندر کیا کر رہا ہے؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ مقناطیسی انگوٹھی شرلاک کو پسند آگئی ہو اور وہ اُسے پہن کر اپنے کاروباری معاملات میں مصروف ہو؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ فیملی کے ساتھ صبح سے کوٹھی کے اندر رہنے والا شخص فرہاد ہو؟ اوور۔"

"آنریبل ماسک مین! فرہاد کو اس انگوٹھی کی اصلیت معلوم نہیں ہو سکتی۔ ہاں، یہ ہو سکتا ہے شرلاک کو وہ انگوٹھی پسند آگئی ہو اور وہ اسے پہن کر اپنی نادانستگی میں ہمیں فریب دے رہا ہو مگر اس انگوٹھی والے شرلاک نے میرے دو خطوط کے جواب دیئے ہیں اور وہ تحریر بلاشبہ فرہاد کی تھی۔ آپ مجھے تھوڑا وقت دیں۔ میں ابھی اس الجھاؤ کو آپ کے سامنے سلجھا کر پیش کر دوں گا۔ اوور۔"

ماسک مین نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب میں اس بنکاک کے ایجنٹ کے دماغ میں تھا۔ دُوسرے لفظوں میں میں اپنے چینی مہربان تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے کوالالمپور سے بنکاک تک مجھے بڑے چکر دیئے تھے۔ اپنے ماسک مین سے بھی زیادہ پُراسرار بن گیا تھا۔ مگر نقاب والوں کو کہیں نہ کہیں بے نقاب ہونا پڑتا ہے۔ وہ میرا اجنبی مہربان اور وہ ہندستان کا رُوسی افسر دونوں ریڈ پاور کے بہت ہی اہم افراد تھے۔ اتنے اہم کہ ماسک مین ان سے ٹرانسمٹر کے ذریعے گفتگو کرتا تھا ورنہ ماسک مین کی آواز اب تک کسی اور نے نہیں سُنی تھی۔ ٹرانسمٹر کے ذریعے گفتگو کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ماسک مین ہر ملک میں ہر جگہ کمپیوٹر مشین استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

اب جتنی بھی وجوہات ہوں، ان کی رابطہ قائم کرنے والی مجبوریوں نے مجھے بڑے بڑے اہم دماغوں تک پہنچا دیا تھا۔ اس اجنبی مہربان کا نام پروفیسر واسکو ورچ تھا۔ اس وقت واسکو ورچ سوچ رہا تھا کہ شرلاک نے وہ انگوٹھی پہنی ہے تو پھر وہ فرہاد کا رول کیسے ادا کر رہا ہے؟ کیا ٹیلی پیتھی کا یہ کمال ہو سکتا ہے کہ کسی کے دماغ میں بیٹھ کر اس کے ہاتھ سے اپنی طرزِ تحریر میں خط لکھایا جاسکے؟ اگر یہ ممکن ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ فرہاد انگوٹھی کی اصلیت کو سمجھ گیا ہے۔ اس نے جان بوجھ کر شرلاک کو وہ انگوٹھی پہنائی ہے اور... دماغی رابطے کے ذریعے شرلاک فرہاد کا رول ادا کر رہا ہے۔

پروفیسر واسکو ورچ آرام سے بیٹھا سوچ رہا تھا۔ اچانک گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ دماغ میں یہ بات آئی کہ اس کا گونگا ماتحت شرلاک کی نگرانی کر رہا ہے اور اصلی فرہاد اس گونگے کی نگرانی کرتا ہوا کسی بھی وقت پروفیسر واسکو ورچ تک پہنچ سکتا ہے۔ پروفیسر کو اب تک مجھ سے خطرہ نہیں تھا کیونکہ انگوٹھی بتا دیتی تھی کہ میں کہاں ہوں؟ اب انگوٹھی میرے پاس نہیں تھی۔ میں اس کے قریب پہنچ جاتا تب بھی وہ مجھ سے بے خبر رہتا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ گھبرا رہا تھا۔

وہ فوراً ہی ٹرانسمٹر اور کچھ ضروری سامان اپنے اٹیچی کیس میں رکھ کر اس کوٹھی سے باہر آگیا۔ پھر کار میں بیٹھ کر دوسرے خفیہ اڈے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کو اس گونگا ملازم اور دوسرے ماتحت نہیں جانتے تھے اور اب اسے اطمینان تھا کہ میں بھی کسی کے سہارے وہاں تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ یہ اس کی خوش فہمی تھی۔ وہ مکار شاطر اجنبی میزبان مجھے اپنے دماغ میں بٹھا کر اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔ تمام راستے وہ عقب نما آئینے میں دیکھتا رہا۔ شہر سے دُور ایک چھوٹے سے کاٹیج میں پہنچ کر اس نے آنکھوں سے دُوربین لگائی۔ دُور دُور تک دیکھتا رہا۔ پھر اسے اطمینان ہو گیا کہ فرہاد ابھی اس کے تعاقب میں نہیں ہے۔

اس نے کاٹیج کے اندر آکر ٹرانسمٹر کو آن کیا مگر منہ سے کوئی آواز نہ نکالی۔ مائیک کے سامنے چند بٹن لگے ہوئے تھے۔ انہیں مخصوص انداز میں انگلیوں سے دبانے لگا۔ ٹلیسے ٹنکا۔ ٹک ٹک ٹکا ٹلیسے جیسی اشاروں کی پیغام رسانی تھی۔ وہ کسی خاص ماتحت سے کہہ رہا تھا کہ وہ پروفیسر واسکو ورچ کی کوٹھی میں جا کر اس کی جگہ کام کرے۔ فرہاد سے محتاط رہے۔ اندیشہ ہے کہ وہ کسی وقت وہاں پہنچ سکتا ہے۔ یہ خطرہ مول لیا جائے۔ دیکھا جائے کہ فرہاد کیسی چالیں چل رہا ہے۔

پروفیسر کا طریقہ کار بتا رہا تھا کہ وہ بھی ماسک مین کی طرح کسی سے براہِ راست گفتگو نہیں کرتا ہے۔ بہر حال ان محتاط اقدامات کے بعد اس نے ماسک مین سے رابطہ قائم کیا۔ "آنریبل ماسک مین! میں نے یہ فرض کیا ہے کہ فرہاد کو انگوٹھی کی حقیقت معلوم ہو گئی ہے اور وہ شرلاک کو انگوٹھی پہنا کر مجھے دھوکہ دے رہا ہے۔ یہ باتیں فرض کر لینے سے یہ الجھاؤ سُلجھ جاتا ہے۔ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی دوسرے کے ہاتھ سے اپنی طرزِ تحریر پیش کی جا سکتی ہے۔ بہر حال اس فریب کا شبہ ہوتے ہی میں نے جگہ بدل دی ہے۔ اب میں انتظار کروں گا کہ فرہاد میرے گونگے ملازم کا تعاقب کرتا ہوا میرے سابقہ اڈے تک پہنچتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ نہیں پہنچے گا تو پھر یہ اطمینان ہو جائے گا کہ وہ انگوٹھی فرہاد کی ہی انگلی میں ہے اور وہ شرلاک کے رُوپ میں ہے۔ اوور۔"

ماسک مین نے کہا: "زیرو نائن تھری! تم فرہاد کے چینی دوست بن کر بڑے بڑے کارنامے انجام دے رہے ہو۔ تم نے چیانگ پلازہ کو دوبارہ حاصل کیا۔ ملایا کے جنگل کے خفیہ اڈے کو ہماری ملکیت بنا دیا۔ فرہاد دیدہ و دانستہ ہمارا دوست کبھی نہیں بنے گا۔ صرف تم ہی چینی دوست بن کر اس کے ذریعے ریڈ پاور کو فائدے پہنچاتے رہو گے۔ تمہیں بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ فرہاد کو کسی طرح بھی اپنی مٹھی سے نکلنے نہ دو۔ اوور۔"

پروفیسر واسکو ورچ عرف زیرو نائن تھری نے کہا: "فرہاد نے ایک لاکھ ڈالر کا مطالبہ کیا تھا۔ میں نے اسے خوش کرنے کے لیے دو لاکھ ڈالر گنز ہیلز تک پہنچا دیئے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ جنگل کے خفیہ اڈے کے ایک تہہ خانے میں بقول فرہاد دنیا کے نایاب ہیرے جواہرات موجود ہیں۔ یہ ساری چیزیں وہ اپنی بہن کو دینا چاہتا ہے۔ اگر ہیرے جواہرات اس کی بہن تک پہنچائے گئے تو فرہاد کا شبہ تقویت حاصل کرے گا۔ کہ میرا تعلق ریڈ پاور سے ہے۔ میں نے فی الحال یہ کہہ کر ٹال دیا ہے کہ ملایا واپس جاؤں گا تو اس کے لیے وہ خزانہ حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ آپ اس سلسلے میں کوئی مشورہ دیں گے؟ اوور۔"

"ابھی فرہاد کو ٹالتے ہی رہو۔ بعد میں سوچا جائے گا۔ اوور اینڈ آل۔"

رس ونتی نے مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد! میں تمہارے لاشعور میں ان کی باتوں کا ترجمہ سن رہی ہوں۔ آج کا دن ہمیشہ یاد رہے گا۔ آج میں اس دیس کے بڑے بڑے فوجی افسروں کے دماغوں تک سُرنگ بنا چکی ہوں۔ تم ماسک مین تک پہنچ گئے ہو، اس اجنبی میزبان تک بھی پہنچ چکے ہو، جو تمہارے لیے دردِ سر بنا ہوا تھا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ لوگ ہماری زندگی کے ایک ایک واقعہ کو ریکارڈ بنا کر رکھتے ہیں۔ یہ لوگ جانتے ہیں کہ کبھی سامی نامی ایک پُراسرار لڑکی سے میری دوستی تھی۔ سامی کا کوئی خاص وجود نہ تھا۔ مرد، عورت یا کسی بھی جانور کے جسم میں اس کی رُوح سما جاتی تھی اکثر وہ بلی کے رُوپ میں رہی۔ وہ اجنبی مہربان جس کا نام پروفیسر واسکو ورچ ہے اس نے اسی سامی کے واقعات کی آڑ لے کر پُراسرار بننے کی کوشش کی تھی۔ سب سے پہلے خط میں لکھا تھا کہ اس کا یعنی پروفیسر کا کوئی خاص وجود نہیں ہے وہ کسی پُراسرار قوت کا پابند ہے لہٰذا مجھے اپنی اصلیت نہیں بتا سکے گا۔"

رس ونتی نے کہا۔ "اور اس کا خط پڑھ کر تم نے پروفیسر کو سامی سمجھ لیا تھا۔"

"ہاں۔ وہ خط ایسا معنی خیز تھا کہ میرا دھیان سامی کی طرف ہی جا سکتا تھا۔"

"اب بھی ایک بلی تمہارے ساتھ لگی ہوئی ہے اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میں خیال کیا ظاہر کروں؟ یہ بلی کبھی کبھی سامی جیسے نخرے دکھاتی ہے، میں اسے فرصت میں آزماؤں گا۔ تمہارے پتا جی اور وسنتی کا کیا حال ہے؟"

"آخری مہلت دی گئی ہے اس لیے وہ بہت پریشان ہیں۔"

"اچھا۔ اب تم بڑے بڑے افسروں کے دماغ تک پہنچو۔ میں انہیں پڑھوں گا۔ ابھی شام ہو چکی ہے انشاء اللہ رات تک ہم انہیں قید سے چھڑا لیں گے۔"

"میں تمہیں ان کے دماغوں تک پہنچاؤں گی پہلے کچھ کھا لو۔ تم نے دوپہر کے کھانے کا وقت یونہی گزار دیا۔"

"تم نے کھا لیا ہے؟"

"ہمارے دھرم میں عورت مرد سے پہلے نہیں کھاتی۔"

میں نے مُسکرا کر کہا۔ "میرا ایمان یہ ہے کہ خود کھاتے وقت عورت کو بھوکا نہ رکھو۔ لہٰذا ہم ایک ساتھ کھانا شروع کریں گے چلو میں کھانے کے لیے جا رہا ہوں۔"

میں نے خیال خوانی ختم کر دی۔ آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سامنے صوفے پر سامی بیٹھی ہوئی مجھے دیکھ رہی تھی۔ آنکھیں کھولتے ہی وہ دوڑتی ہوئی آئی۔ پھر اچھل کر میری گود میں پہنچ گئی۔ میں نے اسے پیار کیا۔ پھر اپنے بازوؤں میں اٹھا کر کمرے سے باہر آگیا۔ رات کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ بے بی اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے بیٹھی سنگھار کر رہی تھی۔ کیونکہ شرلاک رات کے کھانے کے وقت یہاں آنے والا تھا۔ ممی تانیہ اور رومی ایک کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "ممی! مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

وہ فوراً ہی اٹھ گئیں۔ میں ان کے ساتھ کچن کی طرف جانے لگا۔ تانیہ اور رومی میری گود میں سامی کو دیکھ کر مچل گئے۔ دونوں اس بلی کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا۔ "دیکھو، آج سے اس کا نام سامی ہے۔ یہ سامی ابھی میرے پاس آئی ہے۔ تھوڑی دیر اسے میرے پاس رہنے دو۔ پھر میں سامی سے درخواست کروں گا کہ یہ تم لوگوں کے ساتھ کھیلے۔"

ماسٹر رومی نے مجھ سے پوچھا۔ "مسٹر بے نام! یہ سامی صرف تمہیں کیوں پسند کرتی ہے؟"

"یہ راز کی بات ہے کسی کو بتاؤ گے تو نہیں؟"

رومی اور تانیہ نے وعدہ کیا کہ یہ راز کسی کو نہیں بتائیں گے۔ میں نے کہا۔ "یہ سامی دراصل میری بیوی ہے۔"

"ہائیں، بیوی؟" وہ دونوں تعجب سے کبھی مجھے اور کبھی سامی کو دیکھنے لگے۔

ہم کچن میں پہنچ کر باتیں کر رہے تھے۔ ممی نے میری فرمائش پر تھوڑا ابلا ہوا گوشت اور ایک پیالہ دُودھ سامی کے سامنے رکھ دیا۔ وہ کھانے پینے میں مصروف ہو گئی۔ رومی نے مجھ سے پوچھا۔ "یہ تمہاری بیوی تم سے باتیں کرتی ہے؟"

"نہیں، بیچاری گونگی بیوی ہے مگر فرمانبردار ہے جو کہتا ہوں وہ کرتی ہے۔"

میں نے سامی کو مخاطب کیا۔ "سامی اِدھر دیکھو۔" سامی نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ میں نے کہا۔ "رومی کو ہیلو کہو۔"

وہ رومی کی جانب سر جھکا کر بولی۔ "میاؤں..."

رومی خوش ہو کر تالیاں بجانے لگا۔ میں سنجیدگی سے سامی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کمبخت سامی کی طرح میری ہر بات سمجھتی تھی۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ رومی کون ہے تبھی اس کی طرف دیکھ کر اس نے

میاؤں کہا تھا۔

تانیہ بے یقینی سے بولی "مسٹر بے نام! میں نادان بچی نہیں ہوں۔ یہ تمہاری بیوی کیسے ہو سکتی ہے؟ کیا یہ تمہارے ساتھ بیوی کی طرح سوتی ہے؟"

میں جھینپ گیا۔ ممی نے پیار سے کہا "بیوقوف لڑکی! ایسی باتیں نہیں پوچھنا چاہیے۔"

اتنے میں بے بی آ گئی۔ اس نے بڑی خوبصورتی سے سنگھار کیا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چوم لی۔ وہ میری گردن میں باہیں ڈال کر بولی "بھائی! اب آپ کو کھانے کی فرصت ملی ہے۔ ایسے تو آپ کی صحت خراب ہو جائے گی۔"

میں نے کہا "مجبوری ہے۔ آج کل مجھے نیند زیادہ آتی ہے — کھانے کے بعد پھر سونے کے کمرے میں جاؤں گا۔"

میں تانیہ اور ممی کے سامنے خیال خوانی کی بات نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے نیند کا بہانہ کیا۔ تانیہ نے کہا "میں سمجھ گئی۔ نیند کا بہانہ ہے تم اپنی بیوی کے ساتھ کمرے میں چھپ کر رہتے ہو مگر وہ تمہارے ساتھ کیسے ہو گی؟"

"تانیہ!" ممی نے سخت لہجے میں کہا "چلو ادھر آؤ۔ بھائی کے لیے میز پر کھانا رکھو۔"

میں بے بی کے ساتھ باتیں کرتا ہوا ڈرائینگ روم میں آ گیا — بے بی نے کہا "یہ تانیہ کیا بکواس کر رہی تھی؟"

میں نے اسے بلی کے بارے میں بتایا تو وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی "بھائی! شرلاک کا فون آیا تھا۔ اب اسے فرصت ہے۔ وہ یہاں آنا چاہتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی اپنی نگرانی میں اسے یہاں بلاتا ہوں۔"

پہلے میں نے رس ونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنے کھانے کی میز پر بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھی کہ ادھر میں کھانا شروع کروں تو اُدھر وہ بھی لقمہ اٹھائے۔ میں نے کہا "میں بسم اللہ کر رہا ہوں۔"

اس نے کھانے کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بھگوان کا شکر ادا کیا پھر کھانے لگی۔ میں نے لقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے شرلاک کو دیکھا۔ وہ یہاں آنے کے لیے میرا منتظر تھا۔ جولیا، اس کے والدین اور انکل ڈبوڈ پر شبہ... تھا کہ وہ بدترین شکست کے باوجود شرلاک کی ٹوہ میں رہ سکتے ہیں — میں نے باری باری تمام دشمنوں کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سب ہارے ہوئے جواری کی طرح اپنے گھر بیٹھے سوچ رہے تھے کہ وہ اچانک اتنی جلدی بازی کیسے ہار گئے؟ اور کیا وہ آئندہ کبھی بازی جیت سکیں گے؟

میں نے شرلاک سے کہا "شرلاک! کوئی تمہارا تعاقب نہیں کریگا یہاں چلے آؤ۔"

وہ فوراً ہی اپنی کوٹھی سے نکل کر کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا "کیا آج تم نے کسی چیک پر یا کاغذات پر دستخط کیے ہیں؟ اس اجنبی دوست کا خیال ہے کہ تم فرہاد ہو تو شرلاک کے دستخط نہیں کر سکو گے۔"

شرلاک نے جواب دیا "آج اتفاق سے میں نے کسی کاغذ پر دستخط نہیں کیے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، اب وہ انگوٹھی میں پہنوں گا جب تم یہاں سے واپس جا کر کاروباری کاغذات پر دستخط کرو گے تو اصلی شرلاک ہی سمجھے جاؤ گے۔"

"سمجھ گیا۔ وہ سمجھیں گے کہ فرہاد اب بے بی اور ممی وغیرہ کے ساتھ کوٹھی میں رہتا ہے۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کرنے کے بعد بے بی کو بتایا کہ وہ آ رہا ہے۔ وہ خوش ہو گئی۔ میں نے رومانہ کی خیریت معلوم کی۔ اس وقت وہ راجیش کا ہاتھ تھامے طیارے کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی ہندوستانی گھاگھرا اور برقعے سے گھونگھٹ میں اس کے لیے چلنا اور سیڑھیاں چڑھنا دوبھر ہو گیا تھا۔ جب وہ فرسٹ کلاس کی آرام دہ سیٹ پر سمٹ کر بیٹھ گئی تو میں نے پوچھا "کیا حال ہے؟"

وہ بولی "اُف مائی گاڈ نس۔ اس گھونگھٹ سے تو میرا دم گھٹ رہا ہے۔ پتہ نہیں یہاں کی عورتیں اس لباس میں کیسے زندگی گزارتی ہیں؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "چند گھنٹوں کی بات ہے۔ کلکتہ پہنچنے کے بعد اس میک اپ اور لباس سے نجات مل جائیگی۔"

اُس نے کچھ باتیں کیں۔ پھر میں اس سے رخصت ہو گیا۔ سامی اپنا پیٹ بھرنے کے بعد کچن سے آ کر پھر میرے پاس بیٹھ گئی۔ میرا کھانا ختم ہوا تو کافی آ گئی، اس کے ساتھ ہی شرلاک بھی آ گیا۔ بے بی نے اُس سے کہا "دیکھو۔ ابھی تھوڑی دیر بعد ہم رات کا کھانا کھائیں گے اور بھائی نے دوپہر کا کھانا کھایا ہے۔ آخر یہ کب تک ایسی بے ترتیب زندگی گزارتے رہیں گے؟"

شرلاک نے کہا "ہاں فرہاد! تم نے میری، بے بی کی، ممی اور بچوں کی زندگیاں سنوار دیں۔ ہم بھی تمہارے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں بشرطیکہ تم فرمانبردار بچے کی طرح ہمارے مشوروں پر عمل کرو۔"

"وہ مشورے کیا ہیں؟"

"پہلے میں، ممی اور بے بی سے آج رات اس موضوع پر گفتگو کروں گا پھر ہم سب تم جیسے بگڑے بچے کو سدھاریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر ابھی میری شادی کی بات نہ سوچنا۔"

"کیوں؟" بے بی نے کہا "میں سب سے پہلے شادی کی ضد کروں گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا "میں تمہاری ہر ضد پوری کروں گا۔ میری زندگی میں ایک بہت ہی حسین لڑکی آ رہی ہے۔"

بے بی اور شرلاک نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ میں پہلے سوچ کے ذریعہ معلوم کر چکا تھا کہ وہ دونوں تانیہ کو میری دلہن بنانا چاہتے تھے۔ شرلاک نے جلدی سے کہا "بے بی! ابھی اس سلسلے میں کچھ نہ سوچنا ورنہ تمہارا بھائی ہمارے ارادوں کو سمجھ لے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "میں سر لحمہ خیال خوانی نہیں کرتا ہوں۔ بھائی بہن کا رشتہ مقدس ہوتا ہے۔ اس لیے میں کم از کم بے بی کی سوچ کبھی نہیں پڑھتا۔ پھر ضرورت بھی کیا ہے۔ بے بی کے جو دل میں ہوتا ہے، وہ زبان پر ہوتا ہے۔ میں تو جھوٹوں اور فریبیوں کے خیالات پڑھتا ہوں۔"

کافی پینے کے بعد میں اٹھ گیا۔ سامی کو گود میں لے کر کہا "آج بڑی مصروفیت ہے۔ ذرا بھی فرصت ملی تو میں کافی پینے آؤں گا۔"

بے بی نے پوچھا "بھائی! آپ کی زندگی میں آنیوالی وہ حسین لڑکی کون ہے؟"

میں نے سامی کے ملائم ریشمی بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "رس ونتی۔"

"رس ونتی؟" بے بی اور شرلاک نے تعجب سے مجھے دیکھا۔ پھر بے بی نے کہا "مگر آپ کہہ رہے تھے کہ وہ سونیا اور رومانہ سے نفرت کرتی ہے۔"

"ہاں کبھی کبھی نفرت کرتے کرتے محبت کرنا آ جاتا ہے۔ میری محبت نے اسے دوسروں سے محبت کرنا سکھا دیا ہے۔"

یہ کہہ کر میں ان کے پاس سے چلا آیا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ رس ونتی نے کہا "اچھا تو تم میری چاہت کا اعلان کر رہے ہو۔"

"یوں کہو۔ میں اپنی چاہت کا اعلان کر رہا ہوں۔ دنیا کو معلوم ہونا چاہیے کہ تم نے میرے جملہ حقوق اپنے نام محفوظ کر لیے ہیں۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، وہ شرما رہی تھی، مسکرا رہی تھی۔ دماغ کی اسکرین پر میری صورت دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے فوراً ہی جھینپ کر منہ چھپا لیا۔ دماغ کے دروازے بند کر دیئے کیوں کہ ایسے وقت ایک کنواری جو کچھ سوچتی ہے۔ اُسے اپنے ہونیوالے مرد کو بتانا نہیں چاہتی۔

میری زندگی میں کتنی ہی کنواریاں آئیں، وہ میری خیال خوانی کو سمجھتے ہوئے بھی جذبات کی روانی میں بھول جاتی تھیں کہ میں ان کی بلائے ہائے کرنیوالی کھٹی میٹھی سوچیں پڑھ رہا ہوں۔ اگر انہیں ایسے وقت خیال خوانی کا علم ہو جاتا تو وہ مارے شرم کے، مارے گھبراہٹ کے مجھ سے دور بھاگ جاتیں۔ کیوں کہ عورت اپنا پیرس جیسا بدن دے دیتی ہے مگر سونے والی سوچ کا پتہ نہیں دیتی۔

پتہ نہیں، میں تو پتہ کے بغیر پہنچ جاتا ہوں۔ صرف رس ونتی ایسی تھی کہ اُس کے چور خیالات پڑھنے سے پہلے ہی وہ دماغ کے دروازے بند کر دیتی تھی۔ میں بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ سامی میرے پاس تھی، میں نے اسے سہلاتے ہوئے کہا "میری جان! رس ونتی کا پیار بڑا پُراسرار رہے گا۔ وہ تو خوب ترسائے گی، پھر پیار کی منزل تک پہنچائے گی، آؤ تم ہی مجھے پیار کرو۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ میرے شانے کے پاس تکیہ پر آئی۔ پھر ہولے ہولے بڑے پیار سے اپنا منہ میرے چہرے پر رگڑنے لگی۔ یا حیرت! یہ تو پیار کو اور پیار کے والہانہ انداز کو بھی سمجھتی تھی۔ میں بستر پر کہنی کے بل اٹھ کر اسے حیرانی سے دیکھنے لگا۔ اچانک نسوانی ہنسی سنائی دی۔ پہلے تو یوں لگا۔ سامی ہنس رہی ہے مگر رس ونتی ہنستے ہوئے بول رہی تھی۔ "میں نے ایک بلی سے عشق کرنیوالا عاشق آج ہی دیکھا ہے۔"

میں نے مظلومیت سے کہا "کیا کروں؟ تم جب چاہتی ہو اپنے گھر کے دروازے بند کر دیتی ہو۔ اپنے نہ عادے کے مطابق میں کسی دوسری کا دروازہ نہیں دیکھ سکتا۔ مجبوراً بلی سے عشق کر رہا ہوں۔"

"یہ کمبخت تم سے کیسے لگی ہوئی ہے، جیسے برسوں بعد مل رہی ہو۔"

میں نے پھر سامی کو دیکھا۔ اس کی سبز نیلی آنکھیں مجھے حسرت سے دیکھ رہی تھیں جیسے وہ مجھ سے مل کر بھی ملنے کی حسرت میں جل رہی ہو — رس ونتی سے پوچھا "کیا وہ واقعی ایسی ہی حسرت سے تمہیں دیکھتی ہے؟"

"ہاں۔ کاش ہم اس بلی کی سوچ پڑھ سکتے۔ کیا یہ ممکن ہے؟"

"ممکن نہیں لگتا۔ میں پتا جی سے پوچھوں گی۔"

جیسا کہ میں نے سُنا تھا۔ رس ونتی کا باپ تن سنگ یوگا کے عمل میں گھنٹوں سانس روک لیتا تھا۔ سانس روکنے کے بعد اُس کا جسم بالکل بے جان لگتا تھا — رس ونتی نے کہا "پتا جی کہتے ہیں اس عمل کے دوران جیسے روح جسم سے آزاد ہو جاتی ہے۔ آنکھیں بند ہوتی ہیں مگر روح ہزار آنکھوں سے کائنات کے جلوے دکھاتی ہے۔ وہ بھگوان کی ایسی رنگارنگ وسیع کائنات کو دیکھتے ہیں، جسے انسانی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ وہ کسی کی روح سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔"

"کیا جانور کی روح سے بھی؟"

"پتہ نہیں، میں پتا جی سے پوچھوں گی۔ ویسے مجھے یقین نہیں ہے کہ تمہاری سامی بلی کے روپ میں ہو گی؟"

"یقین کیوں نہیں ہے؟ تمہارے دھرم میں تو انسان مرنے کے بعد دوبارہ انسان یا حیوان کے روپ میں جنم لیتا ہے۔"

"ہاں آواگون نظریہ کے مطابق آدمی مرنے کے بعد پھر جنم لیتا ہے مگر تمہارے بیان کے مطابق سامی مری نہیں تھی۔ وہ سب کچھ کالے جادو کا چکر تھا اور میں اسے نہیں مانتی۔"

میں نے کہا "بہرحال یہ بعد کی باتیں ہیں، دیکھا جائیگا۔ ابھی تو مجھے تم سے شکایت ہے۔"

"کیسی شکایت؟"

"یہی کہ تم نے وعدہ کیا تھا میرے لیے کبھی دماغ کا دروازہ بند نہیں کرو گی، مگر تم نے شرما کر مجھے بھگا دیا تھا۔"

"ٹھیک کیا میں نے۔ کسی کی شرمیلی سوچ کو پڑھنا کہاں کی شرافت ہے؟"

"دیکھو مرد عورت کے درمیان شریفانہ بدمعاشی کا رشتہ ہوتا ہے اس لیے ہمارے درمیان شرافت کی بات نہ کرو۔"

"اے غنڈے مجھ سے غنڈوں جیسی باتیں نہ کرو۔ تمہارے یہی خیالات ہیں تو میں تم سے دور ہی رہوں گی۔"

"دور رہ کے بھی چین نہ آیا تو کیا کرو گی؟"

"مرجاؤں گی، پر تمہیں پاس نہیں آنے دُوں گی۔"
"شادی سے پہلے لڑکیاں ایسے ہی دعوے کرتی ہیں۔"
"میں شادی ہی نہیں کروں گی!"

"اچھا تو کیا شادی کے بغیر ہی میری عزت سے کھیلو گی؟ یہ کہاں کی شرافت ہے؟"

"تم سے بھگوان بچائے۔ چلو میرے دماغ میں آؤ میں تمہیں ان فوجی افسروں کے دماغوں تک پہنچاؤں گی۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ہماری اہم معروفیات شروع ہوگئیں۔ میں رس وتی کے ساتھ باری باری ایسے دماغوں تک پہنچ رہا تھا جو اس دیس کے اہم شعبوں کی کنجیاں تھے۔ ایک ایک دماغ کو کھنگالنے کے دوران ہم ایک ایسے سرکاری افسر تک پہنچ گئے جو ٹرنک کال کے ذریعہ برما میں ہندوستانی سفارت کار سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے رس وتی سے کہا۔

"ہم اتنے سارے لوگوں کے لہجوں کو اپنے ذہنوں میں محفوظ نہیں رکھ سکیں گے۔ بہتر ہے کہ تم ٹیپ ریکارڈر میں باری باری تمام لہجوں کو ریکارڈ کرو جسے ہم بھولیں گے اس کے لہجے کو ٹیپ پر سن کر دوبارہ یاد کرلیں گے۔"

رس وتی نے مریم کو ٹیپ ریکارڈر لانے کے لئے کہا۔ پھر مجھ سے بولی۔ "تم بھی وہاں ریکارڈنگ کرو۔"

میں نے کہا۔ "ریڈ پاور والے میرا ٹھکانہ جانتے ہیں۔ یہاں کبھی اچانک حملہ کریں گے تو ہوسکتا ہے کہ وہ ٹیپ ریکارڈ ان کے ہاتھ لگ جائے تم ساری دنیا کے لئے لاپتہ ہو، ایسی اہم چیز تمہارے پاس محفوظ رہے گی۔"

مریم نے رس وتی کے سامنے ٹیپ ریکارڈر سیٹ کردیا۔ رس وتی ہاتھ میں مائیک لے کر مختلف لہجوں کو ریکارڈ کرنے لگی۔ جس کا لہجہ ریکارڈ ہوتا اس کے ساتھ اس کا نام اور عہدہ بھی ریکارڈ کیا جاتا جب اس کی معلومات کے مطابق ریکارڈنگ ہوگئی تو میں نے کہا۔ "رس وتی! اب تم اپنے دماغ کو پوری طرح میرے کنٹرول میں دو میں تمہاری سوچ میں جو کہوں گا، وہی تمہاری زبان کہے گی۔ اور یہ ریکارڈنگ بھی ہوتی رہے گی۔"

رس وتی نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہوکر ماسک مین کے لہجے میں بولنے لگا۔ رس وتی کی زبان وہ لہجہ ادا کر رہی تھی۔ اور ٹیپ میں وہ سب کچھ محفوظ ہوتا جارہا تھا۔ اس کے بعد میں نے اجنبی میزبان پروفیسر اسکووچ کے لہجہ کو بھی ریکارڈ کیا ہم دونوں تقریباً دو گھنٹے تک مصروف رہے۔ پھر میں نے رس وتی سے کہا۔ "اب تم برما میں ہندوستانی سفیر تک پہنچ کر اس کے ذریعہ دوسرے ممالک میں ہندوستانی سفیروں کو ٹریپ کرو۔ وہ سب لوگ اپنی نجی زندگی میں ہندی بولتے ہوں گے۔ یہ کام تم کرو گی میں انگریزی بولنے والے افسروں کی خبر لیتا ہوں۔"

میں اس سے رخصت ہوکر تمام اہم شعبوں کے افسران کے دماغوں کو پھر ایک بار باری باری ٹٹولنے لگا۔ ان میں سے ایک افسر ائرپورٹ کے ایک طیارے کو چیک کر رہا تھا۔ اس طیارے کے فرسٹ پائلٹ سے باتیں بھی کر رہا تھا معلوم ہوا کہ صبح پانچ بجے دیسی فوج کے چار بڑے افسران، ریڈ پاور کے ملک کا ایک فوجی جنرل، ایک انجینئر اور ایک معروف سیاسی لیڈر اس طیارے میں سفر کرنے والے تھے، وہ سب ایک خفیہ اجلاس میں شریک ہونے جارہے تھے، دنیا کے دوسرے بڑے ممالک سے اجلاس کو پوشیدہ رکھا گیا تھا۔ ائرپورٹ کے اس حصے میں جگہ جگہ خفیہ سراغرساں آلات لگائے گئے تھے تاکہ کسی دشمن ملک کے ٹیلی پیتھی ایجنٹ وہاں سے گزرنا چاہیں تو آلات ان کی نشاندہی کرسکیں۔ غرض یہ کہ بڑی رازداری برتی جارہی تھی لیکن میں ان کا رازدار بن چکا تھا۔

یوں تو میں دن رات خیال خوانی میں مصروف رہتا آیا ہوں۔ مگر وہ رات ہمارے لئے بڑی آزمائش کی تھی اور وہ رات دشمنوں کے لئے قیامت کی صبح لانے والی تھی۔ میں نے رس وتی کے پاس پہنچ کر دیکھا اس وقت وہ ایران کے ایک ہندوستانی سفیر کے لہجے کی ریکارڈنگ کر رہی تھی جب ریکارڈنگ ہوگئی تو میں نے کہا۔

"سفارتخانوں کے صرف اہم لوگوں کو اہمیت نہ دو۔ وہاں کے عملے کے کسی معمولی ملازم کے لہجے کو بھی ریکارڈ کرو۔ کیونکہ بعض اوقات کہیں کا سفیر بدل جاتا ہے مگر عملہ وہی رہتا ہے۔"

اس نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ اہم لوگوں سے نمٹنے کے بعد معمولی ملازموں کو بھی ٹریپ کروں گی۔"

میں نے اس کے ریکارڈر میں طیارہ چیک کرنے والے فوجی افسر اور فرسٹ پائلٹ کے لہجوں کو ریکارڈ کیا۔ رس وتی نے ایک ملک کے سفیر کے دماغ میں بیٹھ کر اس کی سوچ میں یہ ضرورت پیدا کی تھی کہ وہ دوسرے ملک کے سفیر سے ٹیلیفون پر ضروری گفتگو کرے۔ اس طرح وہ دوسرے ملک کے سفیر تک پہنچ گئی تھی۔ میں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ ایران اور ترکی کے ہندوستانی سفیروں کے درمیان رشتہ داری تھی۔ ایک سفیر نے رشتہ دار کی حیثیت سے فون پر دوسرے کی خیریت دریافت کی اس طرح وہ دوسرا بھی ہمارے دام میں آگیا۔

ہم نے رات کے دو بجے تک چھ ممالک کے سفیروں کو ٹریپ کیا۔ انہیں ٹیپ میں ریکارڈ کیا پھر رس وتی نے کہا۔ "اف میں تو تھک گئی ہوں۔ چائے پیوں گی۔"

وہ انگڑائی لینے لگی میں نے کہا۔ "ہائے کیسی ظالم انگڑائی ہے۔"

وہ انگڑائی کے دوران گڑبڑا گئی۔ فوراً ہی مجھے دماغ سے نکال دیا۔ پھر میرے دماغ میں پہنچ کر غصہ سے بولی۔ "تم کیسے آدمی ہو۔ اتنی مصروفیات کے باوجود شرارت سے باز نہیں آتے۔ میں تھک کر چور ہوگئی ہوں۔ تمہارے ساتھ رہ کر انگڑائی لینا بھی مشکل ہے۔"

"بھئی تم انگڑائی لے کر تھکن اتارتی ہو اور انگڑائی دیکھ کر میری تھکن دور ہوتی ہے۔ مگر تم چاہتی ہو کہ تمہاری ذات سے مجھے ذرا بھی فائدہ نہ پہنچے۔"

"فرہاد، تمہارے لئے یہ سزا ہے کہ میں چائے پینے تک تم سے بات نہیں کروں گی، اب اکیلے رہو۔"

"اکیلے میں بہت یاد آؤں گا۔ خدا حافظ۔"

وہ چلی گئی۔ میں دماغی طور پر اپنے کمرے میں حاضر ہوگیا۔ سامی میرے بستر پر سو رہی تھی۔ بیچاری جانے کب تک انتظار کرتی رہی تھی کہ میں آنکھیں کھول کر اسے دیکھوں گا۔ پھر شاید مجھے سوتا ہوا سمجھ کر خود بھی سو گئی تھی۔ میں نے گھڑی دیکھی دو بجکر دس منٹ ہوئے تھے۔ مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ میں چپ چاپ بستر سے اٹھ گیا تاکہ سامی سوتی رہے لیکن جب میں نے باہر جانے کے لئے دروازہ کھولا تو وہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔ میں نے آگے بڑھ کر گود میں لیتے ہوئے کہا۔

"میری جان، تم تو بیوی کی طرح بیدار ہوگئی ہو، اب بالکل آواز نہ کرنا۔ ہم چپ چاپ کچن میں جاکر کچھ کھائیں پئیں گے پھر یہاں آکر سو جائیں گے۔"

"میاؤں۔" اس نے میرے بازو میں منہ چھپالیا۔ میں دبے قدموں سے چلتا ہوا کاریڈور سے گزرتا ہوا کچن کے دروازے پر رک گیا۔ وہاں تانیہ نظر آئی۔ وہ دروازے کی طرف پشت کئے فریج سے جیلی نکال کر سلائس کے ساتھ کھا رہی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ممی اسے زیادہ میٹھا کھانے سے روکتی ہیں اس لئے وہ چوروں کی طرح آدھی رات کو کچن میں آکر اپنا شوق پورا کر رہی تھی۔

میں خاموشی سے اس کی چوری کا تماشا دیکھنا چاہتا تھا لیکن سامی نے "میاؤں" کہا تو وہ ہلکی سی چیخ مار کر ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کا ایک کان پکڑتے ہوئے کہا۔ "اچھا تو چوری کی جارہی ہے۔"

"چھوڑو میرا کان۔ یہ میرا گھر ہے۔ میں کچھ بھی کروں تم کون ہوتے ہو بولنے والے۔"

"ہاں مجھے تم سے کچھ نہیں بولنا چاہیئے۔ ممی کو رپورٹ دینا چاہیئے۔"
میں اس کا کان چھوڑ کر جانے لگا اس نے لپک کر میرا بازو

تھام لیا۔" پلیز ممی کو نہ بتانا۔ ورنہ وہ ساری میٹھی چیزوں کو لاک کر دیں گی۔"

"ابھی تو تم مجھ پر رعب جما رہی تھیں۔"

"سوری۔ مجھے معاف کر دو۔"

وہ التجا آمیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ بڑی پیاری پیاری گڑیا سی لگ رہی تھی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔" دراصل میں بھی چوری کرنے آیا ہوں۔"

"سچ ؟" وہ خوش ہو گئی۔ پھر تعجب سے بولی۔" مگر تمہیں چوری کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ گھر میں سب ہی تمہاری تعریفیں کرتے ہیں۔ جیسے تمہاری پوجا کرتے ہوں۔ تم جو مانگو گے مل جائے گا۔ پھر چوری کرنے کیوں آئے ہو ؟"

"میں دراصل نفسیاتی مریض ہوں۔ تمہاری طرح بچپن سے آدھی رات کے بعد اٹھ کر کھانے کا عادی ہوں۔ اپنے ہی گھر میں چوری کر کے کھانے سے بڑا مزہ آتا ہے۔"

وہ مزے لے کر بولی۔" سچی بڑا مزہ آتا ہے۔ بولو کیا کھاؤ گے ؟"

"اپنے ہاتھوں سے چوری کا لطف آتا ہے۔ میں خود نکال کر کھاؤں گا۔ ہاں تم میرے لئے کافی تیار کر سکتی ہو۔"

میں نے ایک پیالے میں سامی کے لئے دودھ نکالا۔ پھر ایک پلیٹ میں کھانا فریج سے نکالنے لگا۔ وہ چولہا جلاتے ہوئے بولی۔

"مسٹر بے نام ! یہ بتاؤ کہ یہ سارے گھر والے تمہاری تعریفیں کیوں کرتے ہیں ؟"

"تم اسی طرح باتیں کرتی رہو گی تو ہماری چوری پکڑی جائے گی۔"

"ممی آئیں گی تو میں کہہ دوں گی تمہارے لئے کافی بنا رہی ہوں۔ میں بہت چالاک ہوں۔ ہاں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔" ہاں بہت چالاک ہو۔"

"ارے تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ یہ ممی، بے بی اور شرلاک بھیا تمہیں اتنا چاہتے کیوں ہیں۔ تم میں ایسی کوئی خاص بات تو نہیں ہے۔"

میں نے کہا۔" دراصل میں بہت خوبصورت ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔" تم اور خوبصورت ؟ معلوم ہوتا ہے آئینہ نہیں دیکھتے ہو۔ بھونڈی سی شکل ہے۔ میں تو تم سے کبھی شادی نہ کروں۔"

"تم آئینہ دیکھتی ہو ؟"

"ہاں آئینہ بھی دیکھتی ہوں۔ ممی بھی کہتی ہیں کہ کوئی لڑکی میرے جیسی حسین نہیں ہے۔"

"ہر ماں اپنی بیٹی کی تعریف کرتی ہے۔"

"ارے کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں خوبصورت نہیں ہوں تم کیا جانو کہ میں کیا چیز ہوں۔ جب غسل کرتے وقت باتھ روم کے آئینے میں دیکھتی ہوں نا تو میں کیا بتاؤں ؟ ممی کہتی ہیں غیر مردوں کے سامنے ایسی باتیں نہیں کرنا چاہئیں۔"

میں نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔" بس آگے نہ بولو۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم بے حد حسین ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔" میرے لئے تو کوئی شہزادہ ہونا چاہئے نا۔"

"ہاں۔ تم نے کسی کو پسند کیا ہے ؟"

"ہائے پسند تو کیا تھا۔ انتونی ہمارے ساتھ بنکاک آیا تھا۔ پھر اچانک جانے کہاں چلا گیا۔"

وہ میری ہی بات کر رہی تھی جب میں انتھونی کے میک اپ میں تھا تو وہ مجھے اکثر چاہت سے دیکھتی تھی۔ وہ مایوس ہو کر بولی۔

"مگر یہ گھر والے سازش کر رہے ہیں۔ میں نے چھپ کر سنا ہے۔ یہ تمہارے ساتھ میری شادی کرنا چاہتے ہیں اور تم مجھے بالکل پسند نہیں ہو۔"

میں نے کھانا ختم کیا۔ اس نے کافی کی پیالی بڑھاتے ہوئے کہا۔" اسے تم یہاں سے بھاگ جاؤ تو بہتر ہے، ورنہ میں کسی دن کافی میں زہر ملا کر تمہیں پلا دوں گی۔"

میں نے سہم کر کہا۔" فار گاڈ سیک، ایسا نہ کرنا۔ میں کل تک یہ گھر چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

"تم کتنے اچھے آدمی ہو۔ مجھے بزدل آدمی بالکل پسند نہیں ہیں مگر تم چلے جاؤ گے تو میں تمہیں پسند کروں گی۔"

میں مسکرا کر کافی پیتے ہوئے سوچنے لگا کہ میں نے جو چہرہ بدل رکھا ہے، اب اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ماسک مین اور پروفیسر واسکو وچ جانتے تھے کہ میرا قیام بنکاک کی کس کوٹھی میں ہے۔ ہیڈ ماسٹر کو شاید میری موجودہ رہائش کا علم نہ ہو مگر وہ بھی اتنا جانتا تھا کہ میں کوالالمپور یا بنکاک میں ہوں۔

اگرچہ میں میک اپ میں چھپے رہنے کا عادی ہو گیا تھا تاہم ہر شخص کو اپنے چہرے سے محبت ہوتی ہے۔ میں بھی آئینے کے سامنے اپنا ہی چہرہ دیکھنا پسند کرتا ہوں۔ اپنے اصلی روپ میں رہنے سے صرف یہ دشواری پیش آتی کہ میں اس چار دیواری سے باہر آزادی سے تفریح نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں پہچان لیا جاتا تو سارا بنکاک مجھے دیکھنے کے لئے امنڈ آتا ــ یہ خبر اخبارات میں شائع ہوتی۔ اس کے بعد دوسرے تمام ممالک سے دولتمند سیاح صرف میرے دیدار کے لئے یہاں آنے لگتے۔ کوئی بین الاقوامی شہرت یافتہ فلمی ہیرو ہو یا کرکٹ کا کھلاڑی ہو، یا فرہاد علی تیمور ہو، ان کے پیچھے حسین لڑکیوں کا سیلاب آتا ہے۔ دنیا میں دو ہی چیزیں ہیں، عورت اور موت، یہ آدمی کا

پیچھا کبھی نہیں چھوڑتے۔

ان دشواریوں سے بچنے کے لئے میں گھر سے باہر نکلتے وقت اپنے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلی لا سکتا تھا۔ تانیا اور ماسٹر رومی کو ڈانٹ ڈپٹ کر سمجھایا جا سکتا تھا کہ وہ باہر کسی سے میرا ذکر نہ کریں۔ میں سوچنے کے دوران اپنے آپ کو قائل کر رہا تھا کہ اب میک اپ ضروری نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں میک اپ سے اکتا گیا تھا۔

رس وتی کا لہجہ سنائی دیا۔" جب اکتا گئے ہو تو میک اپ ختم کر دو۔ کوئی مصیبت آئے گی تو دیکھا جائے گا۔ اور مصیبت کیا آتا ہے۔ تمہارے اصلی روپ کو دیکھ کر یہ لڑکیاں ہی مصیبت بن جاتی ہیں۔ پتہ نہیں یہ حرامزادیاں تم پر کیوں مرتی ہیں ؟"

میں نے کہا۔" ارے ارے۔ تم خود کو گالی کیوں دے رہی ہو۔"

میرے دماغ میں خاموشی رہی۔ یقیناً وہ جھینپ گئی تھی۔ میں نے کافی کا آخری گھونٹ پی کر پیالی رکھی۔ پھر سامی کو اٹھا کر تانیہ سے کہا۔ "اچھا، یہ ہماری آخری ملاقات تھی۔ صبح تم مجھے یہاں نہیں دیکھو گی۔ بائی۔"

"بائی۔" وہ ناگواری سے بولی۔ میں اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے سوچنے لگا۔" کیا ہی اچھا ہوتا کہ تانیہ کی طرح دوسری لڑکیاں بھی مجھ سے پیچھا چھڑایا کرتیں۔ صرف سونیا، رومانہ اور رس وتی تین حرامزادیاں رہ جاتیں۔"

اچانک رس وتی نے میرے دماغ میں چیخ مار کر کہا۔" اسے میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ میری چاہت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں تمہارے منہ سے گالیاں سنوں۔"

میں نے معصومیت سے کہا۔" اچھا۔ یہ گالی ہے۔ دراصل میں تمہارے منہ سے یہ سن کر سمجھ رہا تھا کہ محبت کرنے والیوں کو حرامزادی کہا جاتا ہے۔"

"زیادہ معصوم نہ بنو، میں نے تمہارے جیسا بدمعاش کہیں نہیں دیکھا ہے۔"

"یعنی محبت کرنے والا مرد بدمعاش کہلاتا ہے۔"

"تم سے کچھ بولنا اپنا دماغ خراب کرنا ہے۔ ہاتھ جوڑ کر کہتی ہوں کہ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ معاف کرو اور بحث کو ختم کر دو۔"

میں نے سامی کو قالین پر چھوڑ کر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر ایک ایزی چیئر پر آرام سے بیٹھ کر ایک سگریٹ سلگایا۔ اس کے بعد ایک طویل کش لے کر دھواں چھوڑتے ہوئے بولا۔" رس وتی ! ابھی تین بج کر تیس منٹ ہوئے ہیں۔ خفیہ اجلاس میں شریک ہونے والے بڑے بڑے لوگ تھوڑی دیر بعد اس طیارے میں سوار ہوں گے۔ طیارے کا نمبر ہے ایس آر فور ٹو۔ میں تھوڑی دیر بعد اس طیارے میں پہنچوں گا۔ اور تم اپنے پتا جی کے ذریعہ اعلان کراؤ کہ تم ان کی رہائی کے لئے متعلقہ افسران سے مذاکرات کرنا چاہتی ہو۔"

"میں تنہا مذاکرات نہیں کر سکوں گی۔ تمہیں گائیڈ کرنا ہو گا۔"

"ابھی میں تمہارے ساتھ ہوں۔ بعد میں میرا کچھ وقت ایس آر فور ٹو میں صرف ہو گا۔ پھر ہم جگہ بدلتے رہیں گے۔ جب میں مذاکرات کی جگہ آؤں گا تو تم طیارے کو کنٹرول کرو گی۔ ٹھیک ہے۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔" وہ اپنے پتا جی کے دماغ میں پہنچ کر بولی۔ "پتا جی ! اب آپ اعلان کر دیں کہ میں نے آپ سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اور میں ان لوگوں سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

تن سنگ خوش ہو گیا۔ میں اس چھاؤنی کے روسی افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ کیونکہ وہ اطلاع اس کے سامنے پہنچنے والی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک سپاہی نے آکر سیلوٹ کیا اور رس وتی کی آمد کی خوشخبری سنائی۔ افسر نے فوراً ہی ٹیلیفون کے ذریعہ وزارت خارجہ کے سیکریٹری سے رابطہ قائم کیا۔ تن سنگ نے گونگے سپاہیوں سے جو کچھ کہا تھا وہ ایک کاغذ پر لکھا ہوا تھا۔ اس نے فون پر کہا۔

"رس وتی باتیں کرنا چاہتی ہے۔ مذاکرات کے لئے فوراً ہی کسی ذہین افسر کو مقرر کیا جائے۔ مشاورتی ٹیم میں میں بھی شریک رہوں گا۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔" کیا رس وتی ہمارے مقرر کردہ افسر کے دماغ میں پہنچ کر باتیں کرے گی ؟"

"ہاں۔ کسی ایک افسر کو ٹیلی پیتھی کا شکار ہونے دیا جائے۔ باقی مشاورتی ٹیم کے افراد سیاہ چشمہ پہنے گونگے بنے رہیں گے اور تحریر کے ذریعہ اس افسر کو مشورہ دیتے رہیں گے۔ بعد میں اس افسر کو نظر بند کر دیا جائے گا۔ تاکہ رس وتی اس کے ذریعہ دوسروں تک نہ پہنچ سکے۔"

بڑی زبردست احتیاطی تدابیر کی جا رہی تھیں۔ رس وتی اپنے باپ کے پاس تھی۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر بتایا کہ مذاکرات کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اب کوئی مزید سوالات کرنے آئے تو ان سے کہنا کہ تم اپنی بہن وسنتی کے دماغ میں رہ کر باتیں کرو گی۔ جہاں مذاکرات ہوں گے، وہاں وسنتی کو عزت و احترام سے پہنچایا جائے۔ جب وسنتی جانے لگے تو مجھے اطلاع دینا۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں اس سے رخصت ہو کر طیارے کے ذمہ دار افسر کے پاس پہنچ گیا۔ اب وہاں اہم فوجی افسران، انجینئر اور سیاستداں تھوڑی دیر میں پہنچ رہے تھے۔ وہ افسران کا استقبال کر رہا تھا اور ان سے باتیں کرتا ہوا ان کی مخصوص سیٹوں تک انہیں پہنچا رہا تھا اور میں باری باری ان کے دماغوں تک پہنچتا جا رہا تھا۔ وہ سب خفیہ مہم پر جانے کے لئے احتیاطی تدابیر سے مطمئن تھے۔ لوگ زندگی کی سانسیں لیتے وقت سمجھ نہیں سکتے کہ موت ان کے برابر بیٹھی ہے۔

میں نے رس وتی سے کہا۔" تم اپنے پتا جی سے تھوڑی دیر کے لئے رخصت ہو کر طیارے کے اہم افراد کی آوازیں ریکارڈ کرو۔ میں ان

کے لہجے میں بول رہا ہوں۔ رس ونتی نے وہاں سے رخصت ہو کر مریم سے ٹیپ ریکارڈ طلب کیا۔ پھر ہم ایک ایک کر کے ان اہم افراد کو ٹیپ میں ریکارڈ کرنے لگے۔ آدھ گھنٹے کے بعد جب ہم تن سنگ کے پاس پہنچے تو وسنتی وہاں سے رخصت ہونے والی تھی۔ رس ونتی نے اسے سمجھایا "ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اطمینان سے جاؤ۔"

وسنتی اوپری منزل سے اتر کر نیچے ایک کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ وہ روسی افسر بھی سیاہ چشمہ پہنے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ طیارے کی روانگی کے لئے ابھی آدھ گھنٹہ باقی تھا۔ پندرہ منٹ بعد وسنتی کو ایک عمارت کی چوتھی منزل پر پہنچایا گیا۔ ایک ہال نما کمرے میں لانبی سی میز کے اطراف بارہ آدمی سیاہ چشمے پہنے بیٹھے تھے۔ روسی افسر ان میں شامل ہو گیا۔ میز کی تیسری طرف وسنتی بیٹھ گئی۔ چوتھی طرف ایک نمائندہ بیٹھا ہوا تھا جو رس ونتی سے براہ راست بات کرنے والا تھا۔

رس ونتی نے اپنی بہن کے دماغ کو مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں لے کر کہا: "اب میں وسنتی نہیں ہوں، رس ونتی آپ سے مخاطب ہوں۔ میں اپنی سرکار سے پوچھتی ہوں کہ میرے پتا جی اور میری بہن کو کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے؟"

نمائندہ افسر نے جواب دیا "کوئی جرم نہیں ہے اور نہ ہی ہم انہیں قیدی سمجھتے ہیں۔ ہم نے آپ سے رابطہ قائم کرنے کے لئے انہیں محض ایک ذریعہ بنایا ہے۔"

"مجھ سے رابطہ قائم ہو گیا ہے۔ اب فرمائیے۔"

وہ بولا۔ "میں عرض کرتا ہوں۔ آپ ہمارے دیس کی سب سے اہم اور قابل فخر ناری ہیں۔ ایسا سرمایہ ہیں، جس کے ذریعہ ہمارا دیس دنیا کے بڑے بڑے ملکوں اور بڑی طاقتوں میں شمار ہو سکتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ کے دل میں بھی دیس بھگتی لازمی ہو گی۔"

"جی ہاں۔ میں چاہتی ہوں کہ میرے ذریعہ میرا دیس ترقی کرے مگر جہاں سیاست آڑے آئے گی وہاں میں اپنی سرکار کا ساتھ نہیں دوں گی۔"

"کیا میں انکار کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟"

"ہاں۔ فرہاد علی تیمور میرا ساتھی ہے۔ وہ پاکستانی ہے اور میں ہندوستانی۔ جب تک دونوں ملکوں کے سیاسی مفادات ایک نہ ہوں گے، ہم دونوں سیاست سے الگ رہیں۔"

"فرہاد علی تیمور سے کس حد تک آپ کی وابستگی ہے، کیا آپ ایک دوسرے کے جیون ساتھی بن گئے ہو؟"

"ابھی نہیں، مگر ہاں بن جائیں گے۔"

"ہم نے پڑوسی ملک کے ساتھ ہمیشہ دوست بن کر رہنا چاہا، مگر وہ ایسا نہیں چاہتے۔"

"پاکستان کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ ہماری سرکار ایسا نہیں چاہتی۔ مجھ سے آپ سیاسی بحث نہ کریں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ جب دونوں ملک ہم خیال ہو جائیں گے تو میں اپنی سرکار کی ہم خیال بن جاؤں گی۔"

مشاورتی ٹیم کے ایک سیاہ چشمے والے نے کچھ لکھ کر نمائندہ افسر کی طرف کاغذ بڑھایا۔ افسر نے اسے پڑھتے ہوئے کہا: "رس ونتی! ہم آپ کے وعدے پر یقین کرتے ہیں اور آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنے دیس میں آ کر رہائش اختیار کریں۔ آپ یہاں جس شہر میں جس انداز میں رہنا چاہیں گی آپ کو شخصی آزادی حاصل ہو گی۔"

"میں شخصی آزادی کے مطابق ملک سے باہر آرام سے ہوں۔ کبھی ضرورت ہوئی تو اپنے دیس کی دھرتی کو چومنے ضرور آؤں گی۔"

روسی افسر نے کچھ لکھ کر دیا۔ نمائندے نے اسے پڑھ کر سنایا "دوسرے بڑے ممالک کو آپ سے اور فرہاد سے خطرہ ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ آپ دونوں کسی ایک جگہ رہیں تاکہ آپ سے بآسانی رابطہ قائم ہوتا رہے۔"

میں نے رس ونتی کو مشورہ دیا۔ وہ بولی: "ہاں ہم دونوں رہائش کے لئے کوئی ایک جگہ مقرر کریں گے۔ اس سلسلے میں ہم تمام بڑے ممالک سے معاملات طے کریں گے۔"

"یہ معاملات کب تک طے ہو سکتے ہیں؟"

"جب میرے پتا جی اور بہن کو اس دیس سے باہر بھیج دیا جائے گا۔ اور ہم میں سے کسی کی نگرانی نہیں کی جائے گی۔"

"یہ مناسب نہیں ہے، یہاں تن سنگھ اور وسنتی کی موجودگی میں ہمارے درمیان معاہدہ ہونا چاہیے۔"

"میرے باپ اور بہن کو یرغمال بنا کر دوستی نہیں کی جا سکے گی۔"

"ہماری سرکار اسی انداز میں دوستی کرنا چاہتی ہے۔ اس سلسلے میں پہلی شرط یہ ہے کہ تم فرہاد کے ساتھ اپنے دیس میں آ کر رہو گی۔"

میں نے فرسٹ پائلٹ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ طیارہ پرواز کے لئے رن وے پر دوڑ رہا تھا۔

نمائندہ افسر نے کہا: "دوسری شرط یہ ہے کہ تم دونوں ہمارے دیس کے سیاسی مفادات کے خلاف کبھی کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔"

طیارے نے زمین چھوڑ دی۔ پرواز کرتے ہوئے فضا میں بلند ہونے لگا۔

نمائندہ افسر نے کہا: "تیسری شرط یہ ہے کہ تم بچپن سے ہی دیوتاؤں کی داسی بنائی گئی ہو۔ ایک مسلمان سے شادی نہیں کرو گی۔ اگر فرہاد ہمارا دھرم اختیار کر لے تو ہمیں اعتراض نہیں ہو گا۔"

رس ونتی نے میرے مشورے کے مطابق کہا: "میں ان تینوں شرائط پر غور کرنے کے لئے پندرہ منٹ کا وقت چاہتی ہوں۔"

اسے وقت دیا گیا۔ نمائندہ افسر کے سامنے ایک فون رکھا ہوا تھا میں نے اس کی سوچ کے ذریعہ اس فون کا نمبر معلوم کیا۔ پھر طیارے میں فرسٹ پائلٹ کے پاس پہنچ گیا۔ طیارہ اب کئی ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ تمام لوگ اپنے اپنے سیفٹی بیلٹ کھول کر آرام سے بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے، سگریٹ، سگار اور شراب سے شغل کر رہے تھے۔ میں نے فرسٹ پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔

میں کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کرنے کے بعد بولنے لگا۔ "ہیلو آفیسر انچارج میں ایس آر فورٹی ٹو سے فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں ہیلو ..... ہیلو میری باتوں کا جواب دو ورنہ یہ طیارہ اغوا ہو جائے گا۔"

آفیسر انچارج نے حیرانی سے پوچھا "فرسٹ پائلٹ مسٹر مہتہ آپ یہ کیا مذاق کر رہے ہیں۔ میں آپ کی آواز پہچانتا ہوں۔"

"بے شک پہچانتے ہو۔ میں تمہارے مسٹر مہتہ کی آواز اور لہجہ میں بات کر رہا ہوں۔ اس وقت مہتہ کا دماغ اور طیارہ میرے کنٹرول میں ہے۔ میں ایک فون نمبر بتا رہا ہوں۔ اس نمبر پر اطلاع دو کہ خفیہ مہم کا راز فاش ہو گیا ہے اور یہ طیارہ میری مٹھی میں ہے۔"

اس نے پہلے ایک اعلیٰ افسر کو اطلاع دی۔ اعلیٰ افسر کو پسینہ چھوٹ گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ رس ونتی سے مذاکرات جاری ہیں۔ اس نے فوراً ہی میرے بتائے ہوئے نمبر پر رنگ کیا۔ میں نے ذرا سی دیر کے لئے فرسٹ پائلٹ کے دماغ کو آزاد کیا۔ وہ چونک کر سوچنے لگا کہ ابھی وہ دماغی طور پر کیسے غیر حاضر ہو گیا تھا۔ میں نے رس ونتی سے کہا۔ "تم فرسٹ پائلٹ کے دماغ میں رہو، میں وسنتی کے پاس رہوں گا۔"

ہم نے اپنی جگہ بدل لی۔ میں نے وسنتی کے دماغ میں بیٹھ کر دیکھا نمائندہ افسر حیرانی سے فون کال سن رہا تھا اور پریشانی سے کبھی وسنتی کو اور کبھی مشاورتی ٹیم کے ممبران کو دیکھ رہا تھا۔ میری سوچ کے مطابق وسنتی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اپنے لوگوں کو بتا دو کہ طیارے ایس آر فورٹی ٹو پر فرہاد کا قبضہ ہے۔"

سب لوگ چونک کر وسنتی کو دیکھنے لگے۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "اس بات کا یقین دلانے کے لیے کہ واقعی فرہاد وہاں موجود ہے۔ میں طیارے میں سفر کرنے والی اہم شخصیتوں کے نام بتا رہی ہوں۔ تم تصدیق کر لو۔"

وہ سب کے نام بتانے لگی۔ روسی افسر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اضطراب کی حالت میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ پھر عقل آ گئی کہ ٹیلی پیتھی کا شکار ہو جائے گا۔ ادھر نمائندہ افسر نے تصدیق کر لی تھی کہ طیارے میں دو ممالک کی دو اہم شخصیات ہیں اور کوئی بھی ملک ان میں سے کسی کی موت برداشت نہیں کر سکے گا۔ روسی افسر ایک کاغذ پر یہ لکھ کر چلا گیا کہ وہ باتھ روم میں جا رہا ہے۔ اس کی سوچ نے مجھے بتایا کہ وہ خفیہ طور پر باس کو اطلاع دینے جا رہا ہے۔

نمائندہ افسر نے وسنتی سے کہا۔ "وسنتی! فوراً ہی فرہاد کو اس حماقت سے باز رہنے کو کہو ورنہ تمہارے باپ اور بہن یہاں سسک سسک کر مر جائیں گے۔"

وسنتی نے جواب دیا۔ "میرے پتا جی اور وسنتی کی زندگیاں ویسے ہی داؤ پر لگی ہوئی تھیں۔ اب تم لوگوں کے سوچنے کی باری ہے کہ تم لوگ کتنی اہم شخصیتوں کی زندگیاں داؤ پر لگا سکتے ہو۔ اس وقت طیارہ تین ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا ہے۔ جب تک فرہاد نہیں چاہے گا، وہ طیارہ دنیا کے نقشے میں کہیں لینڈ نہیں کرے گا تم سب جتنی تدبیریں آزما سکتے ہو آزما لو۔"

ہماری دھمکی زوردار تھی۔ اب وہ تن سنگ اور وسنتی کو ہاتھ لگانے کی جرأت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وسنتی نے کہا۔ "مسٹر! متعلقہ افسران سے رابطہ قائم کر کے معلوم کرو کہ طیارے میں کتنا ایندھن ہے جتنی دیر کا ایندھن ہو گا اتنی دیر میں فیصلہ کرو گے تو اس طیارے کا انجام کیا ہو گا، خود سمجھ لو۔"

وہ ٹیلی فون کے ذریعے متعلقہ افسران سے باتیں کرنے لگا۔ ذرا سی دیر میں اعلیٰ حکام تک کھلبلی مچ گئی۔ میں نے وسنتی سے کہا۔ تم خاموش

خواب سب دیکھتے ہیں۔
لیکن یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم خواب کیوں دیکھتے ہیں؟
سچے خواب کیا ہوتے ہیں؟ خوابوں کی تشریحات کیسے کی جا سکتی ہیں؟ ان کی تعبیریں کیا ہیں؟ خواب آدمی کی زندگی میں کیا اہمیت رکھتے ہیں؟ ان کی راہنمائی سے مستقبل کی تعمیر میں کیا مدد لی جا سکتی ہے؟ کیا وہ ہماری الجھنوں کے عکاس ہوتے ہیں؟
یا وہ ہماری الجھنوں کا حل بھی پیش کرتے ہیں؟
خوابوں کے بارے میں ماہرین کی کیا رائے ہے؟
خوابوں کے بارے میں مذاہب عالم کیا کہتے ہیں؟ یہ اور ایسے لاتعداد سوالوں کے مکمل جواب کے لئے ——— پڑھیئے!
خوابوں کے اسرار
قیمت ۱۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
اے ایس صدیقی کے قلم سے
اردو میں پہلی بار ——— ایک بھرپور اور منفرد کتاب
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

بیٹھی رہو۔ تم سے کوئی سوال کیا جائے تو کہنا کہ تمہاری بہن فرہاد سے مشورے کر رہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد جواب ملے گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر ماسک مین کے پاس پہنچ گیا۔ اسے طیارے کے اغوا کی اطلاع مل چکی تھی۔ شاید وہ زندگی میں کبھی اتنا پریشان نہ ہوا ہوگا۔ جیسا کہ اس وقت ہو رہا تھا بے چینی سے اِدھر اُدھر ٹہلتا ہوا سوچ رہا تھا۔ "طیارے کی ایک ایک اہم شخصیت کو بچانا بے حد ضروری ہے۔ تعجب ہے کہ فرہاد وہاں تک کیسے پہنچ گیا؟ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اور رس ونتی اتنی دور پہنچ کر بازی جیت لیں گے۔"

ماسک مین کے دماغ میں سوال پیدا ہوا۔ "کیوں نہ فرہاد کو گھیر لیا جائے۔ وہ بنکاک کی اس کوٹھی میں موجود ہے۔"

"نہیں۔" اس نے خود ہی تردید کی۔ "کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اسے ہلاک کرنے سے پہلے وہ ایک داخلی جھٹکے سے طیارے کو تباہ کر دے گا۔ پھر یہ کہ پروفیسر داسکو دیو بہت خوبصورتی سے اس کی ناوابستگی میں اسے دوست بنا رہا ہے۔ اُسے دوست بنانے کی پالیسی پر ہی عمل کرنا چاہیے۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہند سرکار سے رابطہ قائم کیا۔ اپنے مُلک کی طرف سے پیغام پہنچایا کہ فرہاد اور رس ونتی سے فوراً سمجھوتہ کر کے طیارے کو زمین پر اتارا جائے۔ میں نے مطمئن ہو کر رسونتی سے کہا۔ "تم وسنتی کے پاس جاؤ۔ انہیں ابھی یہ نہ بتانا کہ ہم طیارے کو اغوا کرنے کے علاوہ اس دیس کے اندر اور دوسرے ممالک کے سفارتخانوں میں کیسی تباہیاں مچا سکتے ہیں۔ صرف طیارے کے معاملے میں فیصلہ ہو جائے تو باقی باتیں ہم راز میں رکھیں گے۔"

وہ وسنتی کے پاس چلی گئی۔ فرسٹ پائلٹ بہت پریشان تھا۔ رسونتی اُسے بتا چکی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی کا شکار ہو چکا ہے لہٰذا خاموشی سے اپنی ڈیوٹی انجام دیتا رہے۔ میں نے طیارے میں بیٹھے ہوئے ایک اہم شخص داس دیو کے دماغ میں پہنچ کر اسے سیٹ پر سے اُٹھایا۔ وہ اٹھ کر بولنے لگا۔ "جنٹلمین! میرا خیال ہے کہ آپ سب فرہاد علی تیمور کے نام سے واقف ہیں۔"

کتنے ہی افراد نے "ہاں" کے انداز میں سر ہلایا۔ ایک بڑے مُلک کے فوجی جنرل نے کہا۔ "اس شیطان کو کون نہیں جانتا۔"

میں نے داس دیو کی زبان سے کہا۔ "وہ شیطان اس وقت آپ کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ میں فرہاد علی تیمور داس دیو کو ٹریپ کرنے کے بعد بول رہا ہوں۔"

چند لمحوں کے لیے ایکدم سے سناٹا چھا گیا۔ میں نے کہا۔ "آپ لوگوں کو یقین نہیں آ رہا ہے۔ میں اپنی موجودگی کا ثبوت دے رہا ہوں۔ یہ جنرل جس نے مجھے شیطان کہا ہے یہ کچھ شیطانی حرکتیں کرے گا۔"

میں جنرل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے اچانک اٹھ کر اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک شخص کو طمانچہ رسید کر دیا۔ پھر اپنے سر کے بال نوچتا ہوا اس جگہ آیا جو سیٹوں کے درمیان گزرگاہ تھی۔ اس کے بعد وہ اپنے کپڑے اتارنے لگا۔ کچھ لوگ اسے اس حرکت سے روکنے لگے مگر اس نے سب کو جھڑک دیا۔ جب وہ بالکل ننگا ہو گیا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

اس نے بوکھلا کر اپنے آپ کو دیکھا پھر جلدی سے اپنا لباس اٹھا کر پہننے لگا۔ جسے طمانچہ پڑا تھا، اس نے اٹھ کر جنرل کے منہ پر طمانچہ مارتے ہوئے کہا۔ "اب میں فرہاد ہوں۔ میں تم میں سے ہر ایک کے دماغ میں گھس کر تم لوگوں کو پاگل بنا سکتا ہوں لہٰذا خاموشی سے اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ کوئی اپنی جگہ سے اٹھ کر فرسٹ پائلٹ سے ملنے نہ جائے ورنہ اس طیارے سے اس کی لاش باہر جائے گی۔"

مجھے فرسٹ پائلٹ کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مسٹر فرہاد! کنٹرول ٹاور کے افسران آپ سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

میں مہتہ کے دماغ میں پہنچ کر بولنے لگا۔ "ہیلو۔ میں فرسٹ پائلٹ کی زبان سے بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "مسٹر فرہاد! ہم آپ سے مذاکرات کے لیے تیار ہیں۔ آپ طیارے کو واپس دہلی ایئرپورٹ میں آ کر اترنے دیں۔"

میں نے کہا۔ "رس ونتی سے مذاکرات ہو رہے ہیں۔ وہاں رسونتی کے ساتھ جو فیصلہ ہوگا وہ مجھے منظور ہوگا۔"

"آپ طیارے کو لینڈ کرنے دیں۔"

"سوری۔ اس میں اتنا ایندھن ہے کہ یہ تقریباً آٹھ گھنٹے پرواز کر سکتا ہے۔ ابھی تو صرف ایک گھنٹہ گزرا ہے۔ ان اہم شخصیتوں کی سلامتی چاہتے ہو تو رس ونتی سے جلد از جلد فیصلہ کر لو۔"

"ہم وعدہ کرتے ہیں کہ رس ونتی کی شرائط کے مطابق فیصلہ ہوگا آپ طیارے کو اُترنے کا موقع دیں۔"

"نہیں۔ یہ زمین اور آسمان کے بیچ میں رہے گا مجھ سے بحث کرنا فضول ہے آپ فوراً رس ونتی سے فیصلہ کر لیں۔"

وہ لوگ مجبور ہو کر نمائندہ افسر سے رابطہ قائم کرنے لگے میں نے رس ونتی سے کہا۔ "اب میری جگہ آ جاؤ میں اُن سے شرائط منواؤں گا۔"

وہ میری جگہ چلی گئی میں وسنتی کے دماغ میں آ کر بیٹھ گیا۔ نمائندہ افسر بار بار ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر اعلیٰ حکام کے مشورے قبول کر رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "رسونتی ہمیں بتاؤ کہ کن شرائط پر تم جہاز کو اترنے کا موقع دو گی؟"

میں نے وسنتی کی زبان سے کہا۔ "میری پہلی شرط یہ ہے کہ تن سنگ اور وسنتی کو فوراً ہی ایک خصوصی طیارے کے ذریعے پہلے کلکتہ بھیجا جائے وہاں ڈم ڈم ایئرپورٹ پر روما نہ اس طیارے میں سوار ہوگی۔ پھر وہ طیارہ انہیں بنکاک پہنچائے گا۔"

نمائندہ افسر نے کہا۔ "اپنی شرائط میں ذرا سی لچک پیدا کرو۔ ہم تن سنگ اور وسنتی کو رہا کر رہے ہیں۔ تم اس دیس کے جس شہر میں ہو گی وہاں انہیں عزت اور احترام سے رکھا جائے گا۔"

"اس شرط میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی، تم لوگ بحث میں وقت ضائع کرو گے تو تمہیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔"

اس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کیا، ان سے باتیں کرتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "ٹھیک ہے آدھ گھنٹے بعد ایک خصوصی طیارہ تن سنگ اور وسنتی کو لے کر یہاں سے روانہ ہو جائے گا تن وسنتی یہاں سے چلی جائے گی پھر تم کس کے ذریعے ہم سے گفتگو کرو گی؟"

"میں تمہارے دماغ میں بیٹھ کر بھی تم سے باتیں کر سکتی ہوں ان میری شرط پر فوراً عمل کرو۔"

نمائندہ افسر نے نمبر ڈائل کیے پھر کسی کو حکم دیا کہ تن سنگ کو ڈرا ایئرپورٹ پہنچاؤ۔ ہمارا ایک آدمی خصوصی اجازت نامہ لے کر وسنتی کے ساتھ آ رہا ہے دونوں باپ بیٹی کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔

اُس نے دوسری طرف کی کچھ باتیں سنیں پھر ریسیور رکھ کر اپنے خاص آدمیوں کو حکم دیا کہ وسنتی کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ وسنتی ان کے ساتھ چلی گئی۔ میں نے نمائندہ افسر کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "اب میں تمہارے اندر موجود ہوں بولو کیا بولتے ہو۔"

اس نے کہا۔ "رس ونتی جب فریقین آپس میں سمجھوتے کے لیے بیٹھتے ہیں تو صرف یکطرفہ شرائط تسلیم نہیں کی جاتیں۔"

"مسٹر۔ تھوڑی دیر پہلے تم یکطرفہ شرائط منوا رہے تھے اس وقت تمہارے خواب و خیال میں بھی یہ نہ تھا کہ ہم تمہاری اتنی بڑی کمزوریوں سے کھیل سکتے ہیں، اس دنیا میں جس کی لاٹھی ہوتی ہے اُسی کی بھینس ہوتی ہے۔ پہلے تم بلیک میل کرنا چاہتے تھے، اب ہم کر رہے ہیں۔"

"رس ونتی جو کچھ ہم نے کیا وہ یقیناً غلط تھا لیکن بعض حالات میں غلط قدم اُٹھا کر صحیح راستے تک پہنچا جاتا ہے۔ ہماری نیت بُری نہیں تھی۔ ہم بلیک میل کر کے سہی مگر بہر حال تمہیں اپنا دوست بنانا چاہتے ہیں۔ آؤ ہم سمجھوتے کا ایسا راستہ اختیار کریں کہ ہم میں سے کوئی غلط انداز سے ایک دوسرے پر حاوی نہ ہو۔"

میں نے کہا۔ "ہاں، ایسا دوستانہ سمجھوتہ ہو سکتا ہے مگر اس کے لیے اس وقت تک انتظار کرنا ہوگا جب تک تن سنگ، وسنتی اور روما نہ خیریت سے بنکاک نہیں پہنچ جائیں گی۔"

نمائندہ افسر نے کہا۔ "ہم تمہاری شرائط مان کر تمہارے لوگوں کو یہاں سے روانہ کر رہے ہیں، اب تو اس طیارے کو اترنے کا موقع دیا جائے۔"

میں نے کہا جب تن سنگ وسنتی اور روما نہ کلکتے سے روانہ ہو جائیں گے تو تمہارے طیارے کو اترنے کی اجازت مل جائے گی۔"

وہ پھر اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ وہ ہماری ہر بات ماننے پر مجبور تھا اس لیے جلد از جلد انہوں نے تن سنگ اور وسنتی کو ایئرپورٹ پہنچایا۔ آدھ گھنٹے بعد طیارہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ میں نے نمائندہ افسر سے کہا۔ "اب ہم طیارے میں تمہاری اہم شخصیتوں کے ساتھ رہیں گے جب تمہارا خصوصی طیارہ روما نہ کو لے کر روانہ ہوگا تو ہم ایس آر فورٹی ٹو کو اُترنے کی اجازت دے دیں گے۔"

ان لوگوں کو خاموش ہونا پڑا وہ مجبور تھے۔ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت سے پہلے ایس آر فورٹی ٹو کو ہم سے نجات نہیں مل سکتی تھی اور نہ ہی ہم مذاکرات پر آمادہ ہو سکتے تھے۔ میں نے رس ونتی سے کہا۔ "تم اپنی بہن اور پتا جی کے پاس رہو۔ میں یہاں فرسٹ پائلٹ کے دماغ میں رہوں گا۔"

وہ بہت خوش تھی، کہنے لگی۔ "میرے سر سے ایک بہت بڑا بوجھ اُتر گیا ہے بھگوان سے پرارتھنا ہے کہ پتا جی، وسنتی اور روما نہ خیریت سے تمہارے پاس پہنچ جائیں۔ واقعی تم نے بہت عمدہ چال چلی ہے اب یہ لوگ تلملاتے رہیں گے۔"

وہ چلی گئی۔ میں ایس آر فورٹی ٹو کے اندر کبھی اس کے اور کبھی اُس کے دماغ میں گھومتا رہا۔ سب لوگ پریشان بیٹھے ہوئے تھے۔ اگر طیارہ زمین پر ہوتا تو انہیں اتنی پریشانی نہ ہوتی مگر اب ہر لمحہ اُن کے دلوں میں یہ اندیشہ تھا کہ فرہاد کے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو گی تو طیارہ ہزاروں فٹ کی بلندی سے نیچے گرے گا اور سب طیارے کی چتا میں راکھ ہو جائیں گے۔

دو گھنٹے بعد کنٹرول ٹاور سے مجھے مخاطب کیا گیا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "ایس آر فورٹی ٹو میں کوئی فنی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ اسے اُترنے کی اجازت دی جائے ورنہ اہم شخصیتوں کو نقصان پہنچے گا تو پھر سمجھوتے کی راہیں مسدود ہو جائیں گی۔"

میں فرسٹ پائلٹ کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ پتہ چلا کہ جب میں اس کے دماغ سے غیر حاضر تھا تو اس وقت کنٹرول ٹاور والوں نے چالاکی سکھائی تھی کہ وہ جہاز میں فنی خرابی کا بہانہ پیش کرے۔ میں نے اسی پائلٹ کی زبان سے جواب دیا۔ "ہیلو! میں تم لوگوں سے مخاطب ہوں اور تم لوگوں کو آخری وارننگ دیتا ہوں کہ میرے سامنے چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ شاید تم لوگ ٹیلی پیتھی کی اس خصوصیت کو نہیں سمجھتے ہو کہ خیال خوانی کے ذریعے لاشعور میں چھپی ہوئی باتیں بھی پڑھ لی جاتی ہیں۔ تمہارا فرسٹ پائلٹ مہتہ تمہاری سکھائی ہوئی چالاکی کے مطابق شعوری طور پر فنی خرابی کے متعلق سوچ رہا ہے مگر اس کا لاشعور چغلی کھا رہا ہے کہ کوئی خرابی نہیں ہے۔"

اُن لوگوں کو پھر ایک بار چپ سی لگ گئی۔ چار گھنٹے بعد وہ خصوصی طیارہ تن سنگ اور وسنتی کو لے کر کلکتہ پہنچ گیا۔ روما نہ اپنے اصلی روپ میں تھی۔ مگر راجیش کی کوٹھی کی چار دیواری میں چھپی ہوئی

تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو! رومانہ وہ راجیش کہاں ہے؟"
اس نے جواب دیا۔ "صبح اٹھ کر کہیں گیا ہے۔"
میں نے کہا۔ "اپنا بیگ اٹھا کر گھر سے نکل پڑو۔ راجیش کی ماں سے کہدو تم جا رہی ہو، انھیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ تم باہر جا کر راجیش سے ملاقات کرو گی۔ اُن سے کہو کہ وہ تمہیں کوٹھی کے پچھلے حصّے سے باہر پہنچا دیں۔"
وہ اپنا بیگ سنبھالتی ہوئی بولی۔ "مجھے یہاں سے نکل کر کہاں جانا ہوگا؟"
"تم میرے پاس آ رہی ہو۔"
وہ خوشی سے کِھل اُٹھی۔ "سچ! میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اچانک اتنی جلدی تم سے ملاقات ہو سکے گی۔"
وہ بیگ اٹھا کر دوسرے کمرے میں راجیش کی ماں کے پاس آئی۔ اسے اپنی روانگی سے متعلق بتایا تو بوڑھی عورت پریشان ہو گئی۔ وہ انگریزی نہیں سمجھتی تھی۔ راجیش کا چھوٹا بھائی رومانہ کی ترجمانی کر رہا تھا۔ اپنی ماں کو سمجھا رہا تھا۔ "ماں جی گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں رومانہ کے ساتھ جا رہا ہوں ہو سکا تو بھیّا سے باہر ملاقات کر لیں گے۔"
راجیش کا بھائی باہر جا کر ٹیکسی لے آیا۔ حالانکہ کوٹھی میں دو کاریں کھڑی تھیں لیکن سرکاری گاڑیوں میں رومانہ سفر کرتی تو راجیش پر شبہ ہوتا۔ میں نے رومانہ کو بتا دیا کہ سیدھی ایئرپورٹ پر پہنچے۔
اس سے رخصت ہو کر میں راجیش کے پاس آیا۔ وہ اپنے دفتر میں بیٹھا ایک فائل کا مطالعہ کر رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک پڑا۔ اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "راجیش! میں فرہاد علی تیمور ہوں، میں اب تک بہت مصروف رہا اس لیے تم سے رابطہ قائم نہ کر سکا۔"
وہ حیرانی سے بولا "میرے اپنے دماغ میں آپ کا لہجہ عجیب سا لگ رہا ہے۔ رومانہ نے مجھے بتایا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسی طرح ہم کلام ہوا جاتا ہے۔"
میں نے کہا۔ "میں تمہیں ایک خوشخبری سُنا رہا ہوں۔ تمہارے گرو تن سنگ اور وسنتی آزاد ہو گئے ہیں اور ایک خصوصی طیارے سے کلکتہ پہنچ گئے ہیں۔ رومانہ بھی اب اسی طیارے میں سفر کرے گی۔ تمہارا بھائی اسے ٹیکسی میں ایئرپورٹ پہنچا رہا ہے وہ لوگ میرے پاس بنکاک پہنچنے والے ہیں۔"
وہ خوش ہو کر بولا۔ "واقعی اس سے بڑی خوشخبری میرے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتی میرے گرو کو میرا پرنام کہہ دیجئے۔"
"کہہ دوں گا۔ تم نے جتنی دلیری اور خلوص سے ہمارا ساتھ دیا ہے اسے ہم کبھی نہیں بھولیں گے۔ میں اور رس ونتی کتنے ہی لوگوں کے کام آتے رہتے ہیں تمہیں یہ فخر حاصل ہے کہ تم ہمارے کام آئے۔"
"شکریہ فرہاد! آئندہ بھی میری ضرورت پڑے گی تو میں آپ لوگوں کے لیے بڑے سے بڑے خطرات مول لوں گا۔ میرا دل تڑپ رہا ہے کہ میں ایئرپورٹ جا کر اپنے گرو سے ملاقات کروں مگر سمجھتا ہوں کہ اس طرح سرکار میرے گلے میں پھانسی کا پھندا... ڈال دے گی۔"
"کوئی بات نہیں راجیش ابھی صبر کرو۔ زندگی رہی تو تمہارے گرو سے تمہیں ضرور ملاؤں گا۔ اچھا مجھے اجازت دو۔ انشاء اللہ، پھر ملاقات ہوگی۔"
میں اس سے رخصت ہو گیا۔ رومانہ ٹیکسی میں بیٹھی ایئرپورٹ پہنچنے والی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔ "ٹیکسی روک کر راجیش کے بھائی کو رخصت کر دو۔ ایئرپورٹ کے حدود میں جاسوس ہوں گے۔ راجیش کا بھائی پہچان لیا جائے گا۔"
اس نے ٹیکسی روک کر راجیش کے بھائی کو سمجھایا کہ اس کا آگے جانا مناسب نہیں ہے۔ وہ ابھی دفتر جا کر اپنے بھائی سے ملاقات کرے۔ وہ ٹیکسی سے اُتر کر چلا گیا۔ رومانہ کی ٹیکسی آگے بڑھی۔ آگے واقعی فوجیوں کا سخت پہرہ تھا۔ رومانہ کی ٹیکسی کو روکا گیا۔ رومانہ ٹیکسی سے اُتر گئی۔ چند فوجی اسے اپنی گاڑی میں بٹھا کر طیارے تک لے گئے۔ رومانہ کو گرفتار کرنے کے لیے اس دیس کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی تھی۔ اب رومانہ خود ان کے ہاتھ آئی تھی مگر وہ اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے تھے۔
وہ طیارے کے اندر پہنچ گئی۔ میں نے تن سنگ اور وسنتی سے اس کا تعارف کرایا۔ وہ تینوں بہت خوش تھے۔ اس کے باوجود دلوں میں تھوڑا سا خوف بھی تھا کہ کہیں بازی پلٹ گئی تو وہ پھر مصائب میں گھر جائیں گے۔ میں نے اور رس ونتی نے انہیں تسلیاں دیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہونے لگا۔ اب اس کی منزل بنکاک تھی۔
میں ایس آر فورٹی ٹو میں واپس آ گیا کنٹرول ٹاور سے مجھے بار بار پکارا جا رہا تھا میں نے جواب دیا۔ "میں حاضر ہوں اور یہ دیکھ چکا ہوں کہ ہمارے تینوں ساتھی کلکتے سے روانہ ہو چکے ہیں۔"
دوسری طرف سے کہا گیا کہ اب آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔ سات گھنٹے گزر چکے ہیں۔ ایس آر فورٹی ٹو کو اب لینڈ کرنا چاہیے۔
میں نے کہا۔ "میں اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں مگر اب ہماری دوسری شرط سُن لو کہ طیارہ جس رن وے پر پہنچے گا وہاں تمہارا کوئی بندہ نہ ہو جب تک ہم نہ کہیں تب تک اس طیارے کا دروازہ کھولا نہیں جائے گا۔ اور نہ ہی کوئی اس طیارے کے قریب جائے گا۔

ٹاور سے کہا گیا۔ "یہ بے تکی شرط ہے آپ کے تینوں ساتھی پہنچ رہے ہیں اب ہمارے ساتھیوں کو بھی رہائی ملنی چاہیے۔"
"رہائی مل جائے گی مگر ذرا صبر کرو۔ جب تک میں اجازت ایس آر فورٹی ٹو کے قریب کوئی نہ جائے ورنہ نتیجے کے تم خود ہو گے۔ اب تم فرسٹ پائلٹ سے رابطہ قائم وہ طیارے کو نیچے لائے گا۔"
میں نے ان لوگوں سے رابطہ ختم کرنے کے بعد رس ونتی سے "آؤ ہم اب تھائی لینڈ میں ہندوستانی سفیر کے پاس چلیں۔ ان نے وہاں بنکاک کے ایئرپورٹ میں ضرور اپنے جاسوس ہوں گے۔"
یہ تو کوئی نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مجبوراً آزادی دینے والے کسی طرح غلام... بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ لوگ نگرانی کرنا چاہتے تن سنگ، وسنتی اور رومانہ کہاں قیام کریں گے۔ شاید اس طرح تک پہنچنا چاہتے تھے۔ حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ ماسک مین تھا کہ میرا قیام کہاں ہے؟ اور وہ سارے دشمن ماسک مین کے رہتے تھے۔ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ مگر بنکاک میں رہنے والے دستانی سفیر نے وہاں کے ایئرپورٹ پر جاسوسوں کا جال بچھا دیا

رس ونتی وہاں کے ایک ایک جاسوس کو تاکنے لگی۔ میں ایس آر ٹو میں واپس آ گیا۔ وہ دہلی ایئرپورٹ کے دور افتادہ گوشے کھڑا ہوا تھا۔ طیارے کے تمام اہم افراد اپنی جگہ گم صم بیٹھے ہوئے فرسٹ پائلٹ ٹھہر ٹھہر کر مجھے کال کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔ رہو۔ پہلے میں مطمئن ہونا چاہتا ہوں۔"
وہ خاموش ہو گیا۔ میں کنٹرول ٹاور کے افسروں کو ٹٹولنے لگا۔ حکم کی تعمیل کر رہے تھے۔ کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ کا دروازہ کھول کر مسافروں کو باہر نکال سکتا۔ میں نے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "چور چوری سے جاتا ہے مگر ہیرا پھیری نہیں جاتا۔ اب تم لوگ بنکاک میں جال بچھا رہے ہو۔ میں وارننگ دوں اگر آدھ گھنٹے کے اندر بنکاک کے ایئرپورٹ سے جاسوسوں نہ گیا تو ان میں سے کوئی زندہ نہیں بچے گا۔"
آفیسر نے گھبرا کر کہا۔ "ہم نہیں جانتے ہیں کہ وہاں کیا ہو رہا اگر آپ کی باتیں درست ہیں تو سرکار کی طرف سے ابھی وہاں کو ایسی حرکتوں سے روکا جا سکتا ہے۔"
میں نے کہا۔ "اور سنو۔ بنکاک کے سفیر سے کہدو کہ وہ چوبیس اپنی رہائش گاہ سے باہر نہ نکلے کسی سے ملاقات نہ کرے فون، کال یا اشاراتی پیغام ارسال نہ کرے اور نہ وصول کرے۔
میں ہر طرف سے مطمئن ہونے کے بعد ایس آر فورٹی ٹو کا دروازہ کھولنے کی اجازت دوں گا۔"
وہاں کی پوری سرکاری مشینری حرکت میں آ گئی تھی۔ کتنی ہی جگہ فون کالیں ہو رہی تھیں اور کتنی ہی جگہ ٹرانسمیٹر سے پیغامات پہنچائے جا رہے تھے۔ میں نے ماسک مین کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ اپنے ملک کے چند اہم افراد کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ وہ لوگ اپنے فوجی جنرل اور ایک اہم سیاسی شخصیت کے لیے پریشان تھے کیونکہ میں نے ان دونوں کو بھی ایس آر فورٹی ٹو میں یرغمالی بنا رکھا تھا۔
ماسک مین نے کہا۔ "ایس آر فورٹی ٹو کے فرسٹ پائلٹ کو ٹریپ کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ فرہاد ہمارے فوجی جنرل اور سیاسی شخصیت تک پہنچ گیا ہے، ہمیں ان دونوں کی سلامتی عزیز ہے میں نے ہند سرکار تک پیغام پہنچا دیا ہے کہ بنکاک میں رس ونتی کے رشتے داروں کی نگرانی کی جائے۔ وہاں فرہاد ہماری نظروں میں رہتا ہے لیکن ایک بات ہے جب ہماری دونوں اہم شخصیتیں زندہ سلامت

آنکھیں بڑی نعمت ہیں

* کیا آپ کی آنکھیں کمزور ہیں۔
* کیا آپ کی آنکھیں بھینگی ہیں۔
* کیا آپ چشمہ لگاتے ہیں۔
* یا آنکھوں کے کسی مرض کا شکار ہیں؟

تو کتاب

کم نظری اور اس کا سدِّباب

قیمت ۱۵ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے

آپ کو بتائے گی کہ

عینک سے چھٹکارا کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بغیر دواؤں کے اپنی آنکھیں کس طرح صحت مند بنائی جا سکتی ہیں۔ اگر آپ کی آنکھیں صحت مند ہیں تو انہیں ہمیشہ کس طرح صحت مند رکھا جا سکتا ہے

ہر شخص کے لئے یکساں طور پر مفید کتاب

پوسٹ بکس ۹۲۳ کراچی

واپس آجائیں گی تو دونوں کو فوج اور ستیلا سے علیحدہ رکھنا ہوگا ورنہ فرہاد ان کے ذریعے ہمارے ملک کے اہم افراد تک پہنچے گا اور بہت سے رازوں تک پہنچتا رہے گا۔"

ایک نے ماسک مین سے کہا۔ "آپ خواہ مخواہ فرہاد کو چھوٹ دے رہے ہیں اُسے ختم کر دیا جائے سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔"

ماسک مین نے جواب دیا۔ "ابھی حال ہی میں ہم نے فرہاد سے دو بڑے فائدے حاصل کیے ہیں۔ آئندہ بھی ہم اسے دوسری بڑی طاقت کے خلاف استعمال کرنے والے ہیں۔ وہ ہمارے لیے اس قدر اہم ہے کہ اسے دوست بنائے رکھنے کے لیے ہمیں اپنے ملک کے بڑے بڑے لوگوں کی قربانیاں دینے کا حوصلہ رکھنا چاہیے۔"

میں نے رس وتی سے کہا۔ "ٹیپ ریکارڈر نکالو۔ ماسک مین کے ملک کے اہم شعبوں کے اہم افراد کی گفتگو ریکارڈ کی جائے گی۔"

وہ ٹیپ ریکارڈر لے کر بیٹھ گئی۔ میں اس کی زبان سے باری باری ایک ایک شخص کے لہجے کو ریکارڈ کرنے لگا۔ ریکارڈنگ کے بعد رس وتی نے کہا۔ "پچھلی رات سے اب تک ہم نے ایک سو پانچ افراد کے لہجوں کو ریکارڈ کیا ہے اور ان کا تعلق بارہ ممالک کے اہم شعبوں سے ہے۔ اب کوئی ہمیں ٹریپ کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

میں نے کہا۔ "ہاں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح ہم نے ریکارڈنگ کر کے صحیح معنوں میں ایک کارنامہ انجام دیا ہے۔ ہمارا دوسرا بڑا کارنامہ یہ ہوگا کہ ہم سپر ماسٹر تک بھی پہنچ جائیں۔"

وہ بولی۔ "ایک دن سپر ماسٹر کی شہ رگ تک بھی پہنچیں گے اب یہ بتاؤ کہ میں اپنے دیس کی سرکار سے کس قسم کا سمجھوتہ کروں گی؟"

"تمھاری باتیں صرف تمہارے دیس والوں سے نہیں ہوں گی، کیونکہ اس دیس کی آڑ میں ریڈیا ور والوں سے مذاکرات ہوں گے۔ ماسک مین چاہتا ہے کہ ہم سے دوستی کر کے ہمیں اپنا آلہ کار بنا کر رکھے۔ دوسری طرف سپر ماسٹر کی بھی یہی خواہش ہے کہ ہم یا تو ان کے آلہ کار بن جائیں یا پھر دنیا سے مٹا دیئے جائیں۔"

"ہاں۔ وہ دونوں بڑی تنظیمیں دوست نما دشمن ہیں — یہ لوگ ہمیں چین سے رہنے نہیں دیں گے۔"

"ہوں۔" میں نے ایک سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ "ہم مذاکرت میں اپنے تحفظ کا مطالبہ کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی ہم جو چاہیں ان سے منوا سکتے ہیں۔"

میں نے سگریٹ کا کش لگا کر دھواں چھوڑتے ہوئے کہا "ایک کام کرو۔ ذرا خصوصی طیارے کے پائلٹ سے معلوم کرو، وہ لوگ بنکاک کب پہنچیں گے؟"

میں نے گھڑی دیکھی۔ دن کے گیارہ بجے تھے۔ شرلاک وہ مقناطیسی انگوٹھی بے بی کو دے کر چلا گیا تھا کیونکہ اسے وکیل کے ساتھ کچہری حاضر ہونا تھا۔ جولیلک کے تحریری انکار کے بعد اب وہ اپنے باپ کی دولت اور جائیداد کا مالک بننے والا تھا۔ رس وتی نے مجھے بتایا کہ وہ طیارہ ڈیڑھ یا دو بجے تک بنکاک پہنچے گا۔ میں نے اس سے کہا کہ "اب تم بنکاک کے سفیر کے پاس جاؤ۔ اس کی معروفیت کا خیال رکھو۔ ایئرپورٹ کی طرف کوئی جاسوس نہ ہو۔ میں تمہارے پتا جی اور وسنتی کے لیے یہاں رہائش کا انتظام کرتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہی ہوں۔ رومانہ کی آمد پر بڑے خوش ہو رہے ہو۔ یوں لگتا ہے تمہیں بہت بڑی دولت ملنے والی ہو۔"

میں نے پوچھا۔ "میں تمہارے دماغ میں جھانک کر دیکھوں؟ یا خود ہی بتا دو۔ کیا میرے اور رومانہ کے ملاپ سے تمہیں دکھ ہوگا؟"

"ہاں۔ میں اپنے دل کو سمجھا نہیں سکتی۔ میں تمہیں کسی عورت کے قریب نہیں دیکھ سکتی لیکن مجبور ہوں کہ تم سونیا اور رومانہ سے وفا کر رہے ہو۔ میں تمہیں بے وفائی کے لیے نہیں کہہ سکتی۔ تمہیں یہ سبق پڑھاؤں گی تو تم یہ سبق مجھ پر بھی دُہرا سکتے ہو۔ اور میں — اُف! میں کیا کہوں؟ کبھی اپنے آپ کو کوستی ہوں کہ تمہاری محبت میں گرفتار کیوں ہو گئی؟ فرہاد! یہ اچھا ہی ہے کہ میں تم سے دُور ہوں۔ دل تمہاری محبت میں تڑپتا ہے۔ تڑپتا ہی رہے۔ میں دُور ہی رہوں گی کیونکہ میں کسی سوکن کو برداشت نہیں کر سکوں گی۔"

میں نے پوچھا۔ "تم ناراض ہو؟"

"میں کون ہوتی ہوں ناراض ہونے والی؟ جب تک رومانہ تمہارے ساتھ رہے گی میں تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گی۔ کوئی بہت ضروری کام ہو تو تم مجھے مخاطب کر لیا کرنا۔ میں سفیر کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ — یہ درست ہے کہ کوئی مرد اپنے رقیب کو، اور کوئی عورت اپنی سوکن کو برداشت نہیں کر سکتی۔ رس وتی میری شریکِ حیات بننے کی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ کبھی دل سے مجبور ہو کر میری طرف بڑھتی تھی۔ پھر رومانہ وغیرہ کو میرے قریب پا کر دُور ہو جاتی تھی۔ میں رومانہ جیسی محبت کرنے والی لڑکی کو چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ وہ اپنی قربت اور اداؤں سے مجھے ایسے جہانوں میں لے جاتی تھی کہ میں انہیں بھول نہیں سکتا تھا۔ رومانہ ایسی چیز تھی کہ کیف و سرور کے لیے کسی شراب کا نام لیا جاتا تو اس شراب دو آتشہ کا نام رومانہ ہوتا۔

میں نے سوچا۔ ابھی رس وتی کو سوچنے اور سمجھنے کا موقع دیا جائے۔ رومانہ اور سونیا سے جو دلی لگاؤ ہے وہی لگاؤ رس وتی کو متاثر کر کے میرے قریب لائے گا۔ میں نے شرلاک سے رابطہ قائم کر کے پوچھا۔ "کیا تمہارے کاروباری اداروں میں کوئی ہندو ملازم ہے؟"

"ہاں۔ کئی ملازم ہیں۔"

"ان میں سے ایک ملازم اور ایک ملازمہ کو تن سنگ اور وسنتی

کی خدمات کے لیے مامور کر دو۔ وہ ایک خصوصی فلائٹ میں یہاں پہنچ رہے ہیں۔ مجھے بتاؤ ان کی رہائش کا کیا انتظام ہو سکتا ہے؟"

اس نے کہا۔ "کوئی پرابلم نہیں ہے۔ اس شہر میں یہ ہی کئی کوٹھیاں ہیں۔ میں اپنے وکیل سے ایک ضروری بات کر لوں، پھر ملازموں کو لے کر ان کوٹھی کی صفائی کراؤں گا۔ مہمانوں کے استقبال کے لیے ایئرپورٹ چلا جاؤں گا۔"

میں نے کہا۔ "ایک خوشخبری یہ بھی ہے کہ ان کے ساتھ رومانہ بھی آ رہی ہے۔"

وہ شرارت سے مسکرا کر بولا۔ "ہلیٔے۔ تمہارے لیے تو عید ہو گئی۔ میں بہت سمجھ دار ہوں۔ رومانہ کو تمہارے ہی پاس پہنچاؤں گا۔"

میں بے اختیار ہنسنے لگا۔ واقعی میرے دل میں مسرتیں بھر گئی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے رومانہ میری جوانی کی پہلی رات کی طرح آ رہی ہو یعنی اب سے پہلے وہ رات نہ آئی ہو۔ اب وہ دُلہن رات آ رہی ہو میں نے خیالات سے چونک کر پھر شرلاک کو مخاطب کیا۔ وہ بولا۔ "فرہاد میں سوچ رہا تھا کہ تمہیں حسین تصورات سے چونکانے کے لیے فون کروں گا۔ ابھی پہلے مجھے بتا دو کہ میں بے بی کو اپنے ساتھ ایئرپورٹ لے جا سکتا ہوں یا نہیں؟ پھر تم رومانہ کو تصور میں دیکھتے رہنا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بے بی کو ساتھ لے جانا۔ ان ملازموں سے کہہ دو کہ وہ تن سنگ اور وسنتی کے لیے ہندوستانی پکوان کا سامان خرید کر لے آئیں۔"

میں شرلاک سے رخصت ہو کر رس وتی کے پاس پہنچا۔ اس نے کہا۔ "ایئرپورٹ کے تمام جاسوس ہٹا لیے گئے ہیں۔ بنکاک کا سفیر اپنی رہائش گاہ تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اب تم خود ہی معلومات حاصل کر لو کہ وہ لوگ اور کس طرح ہمیں فریب دے سکتے ہیں۔"

"میں خود ہی معلوم کر لوں یعنی تم میرے دماغ میں رہ کر معلومات حاصل نہیں کرو گی۔ دیکھو تم خواہ مخواہ اپنا موڈ خراب کر رہی ہو۔"

"میرا موڈ ٹھیک ہے۔ اگر تمہیں فرصت ہو تو ایس آر فورٹی ٹو کے یرغمالیوں کی بھی ذرا خبر لے لو۔"

"طنز کر لو مگر تم دل سے جانتی ہو کہ تمہارے لیے مجھے ہمیشہ فرصت مل جاتی ہے۔ تم ناراض رہو گی تب بھی دن رات تمہارے کام آتا رہوں گا۔"

میں یہ کہہ کر فرسٹ پائلٹ کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں کے ذمے دار افراد سوچ رہے تھے کہ فرہاد بہت دیر سے خاموش ہے۔ شاید وہ اس وقت تک رابطہ قائم نہیں کرے گا جب تک طیارہ بنکاک نہ پہنچ جائے۔

میں نے کہا۔ "ہاں۔ پہلے تن سنگ، وسنتی اور رومانہ کو محفوظ مقام تک پہنچایا جائے گا۔ میں اور رس وتی اچھی طرح اطمینان کریں گے جب یقین ہو جائے گا کہ ہمارے لوگوں کی نگرانی نہیں ہو رہی ہے، تو تمام یرغمالی آزاد کر دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد تین بجے مذاکرات کا دور شروع ہوگا۔"

یہ کہنے کے بعد میں دماغی طور پر اپنے بیڈ روم میں حاضر ہو گیا۔ مجھے اپنے اندر سرسراہٹ سی محسوس ہوئی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ سامی میرے ایک پاؤں کا تلوا چاٹ رہی تھی۔ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا اُسے گود میں لے کر بولا۔ "ادھر۔ مجھے تو پتہ ہی نہ تھا کہ تم کب سوئیں اور کب جاگیں۔ اب تو آدھا دن گزرنے والا ہے شاید تم ابھی تک میرے انتظار میں بھوکی ہو۔ جاؤ میری بہن بے بی کے پاس جاؤ وہ تمہیں کچھ کھانے کے لیے دے گی۔"

وہ "میاؤں" کہہ کر بیٹھ رہی۔ میں نے کہا۔ "دیکھو سامی! میں کھانا نہیں سونا چاہتا ہوں، کل سے جاگ رہا ہوں۔"

مجھ سے رس وتی نے کہا۔ "تمھیں کم از کم دو تین گھنٹے کے لیے سو جانا چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "تم بھی تو کل سے جاگ رہی ہو۔ تمہیں بھی سونا چاہیے"

وہ کہنے لگی۔ "پتہ نہیں یہ مذاکرات وغیرہ کا سلسلہ کب چلے گا۔ یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ [illegible] حالات پیش آنے والے ہیں۔ ہمیں باری باری نیند پوری کرنا چاہیے۔"

"اچھی بات ہے تم پہلے سو جاؤ۔ میں جاگتا رہوں گا۔"

میں بستر سے اٹھ کر آئینے کے سامنے آیا اور چہرے کا میک اپ اتارنے لگا۔ رس وتی نے کہا۔ "نہیں پہلے تم سو جاؤ۔"

میں نے چھیڑتے ہوئے کہا۔ "اچھا یاد آیا۔ تمہارے دھرم میں عورت پہلے اپنے مرد کو کھلاتی پلاتی اور سُلاتی ہے۔"

"نہیں۔ خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی۔ میں تمہیں اس لیے پہلے سونے کے لیے کہتی ہوں کہ ابھی اِدھر اُدھر دشمنوں کی نگرانی کرنا ہے کہ وہ کوئی چال نہ چلیں۔ یہ میں کر لوں گی لیکن مذاکرات کے لیے تمہیں تازہ دم ہو کر دماغی طور پر حاضر رہنا ہے لہٰذا تم سو جاؤ۔"

"ہاں۔ یہ اچھی دلیل ہے۔ ٹھیک ہے میں سو جاتا ہوں۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد بیدار ہو جاؤں گا۔"

میں نے سامی سے کہا۔ "سامی! میری بات مان لو۔ روشندان سے باہر جاؤ اور کچھ کھا پی کر واپس آ جاؤ۔ اب میں سونے جا رہا ہوں۔"

وہ آئینے کے سامنے سے اُٹھ کر چلی گئی۔ میں نے میک اپ صاف کرنے کے بعد منہ ہاتھ دھویا۔ پھر بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ ابھی دشمنوں سے جنگ جاری تھی۔ ہمیں اِدھر سے اُدھر کتنے ہی محاذوں پر پہنچ کر لڑنا پڑا تھا۔ اب تک ہماری جیت ہو رہی تھی مگر میں اور رس وتی اس دُنیا میں سانس لے رہے تھے جہاں زمینوں اور سمندروں پر دو خطرناک تنظیموں کی حکمرانی تھی۔ وہ لوگ ہماری جیت کو کسی بھی وقت ہار میں تبدیل کر سکتے تھے۔ ایسے وقت آرام حرام تھا مگر میں سو گیا۔

پھر ایسی نیند آئی کہ میں سوتا ہی رہ گیا حالانکہ میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ ٹھیک ڈیڑھ گھنٹے بعد میری آنکھ کھل جائے۔ مگر میں نے خواب میں رسونتی کو دیکھا وہ مجھ پر جھکی ہوئی گنگنا رہی تھی۔ میرے سر کو اپنی مخروطی انگلیوں سے سہلا رہی تھی۔ اس کی قربت نے مجھے مدہوش کر رکھا تھا اس لیے میں بیدار ہونا بھول گیا۔

ٹھیک چار گھنٹے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ رس ونتی کہہ رہی تھی۔ "اب اُٹھ جاؤ، میں نے مذاکرات کے لیے پانچ بجے کا وقت مقرر کیا ہے تم ایک گھنٹے کے اندر غسل کرنے اور کھانے سے فارغ ہو جاؤ۔"

میں نے بستر سے اُٹھ کر غسل خانے کی طرف جاتے ہوئے پوچھا۔ "رس ونتی! آج میرے دماغ نے میری ہدایت پر عمل نہیں کیا۔ کیا تم نے کوئی شرارت کی تھی؟"

"میں نے کوئی شرارت نہیں کی۔ میں نے سوچا۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے کی نیند سے تمہاری تھکن دور نہیں ہو گی اس لیے میں تمہارے خوابیدہ ذہن پر حاوی رہی جو تمہارے بیدار ہونے کا وقت تھا۔ اس وقت میں نے پھر تمہارے دماغ کو تھپک کر سُلا دیا۔"

"میں بہت خوش نصیب ہوں کہ تم میرے آرام کا اتنا خیال رکھتی ہو۔"

"تمہاری خوش نصیبی کے کیا کہنے ہیں۔ کتنی ہی خیال رکھنے والیاں ہیں۔ میں جا رہی ہوں ٹھیک پانچ بجے آؤں گی۔"

"جانے سے پہلے یہ تو بتاؤ کہ میری نیند کے دوران کیا ہوتا رہا؟"

مجھے جواب نہیں ملا۔ وہ جا چکی تھی۔ اس کا اتنا ہی جواب کافی تھا کہ مذاکرات کے لیے پانچ بجے کا وقت مقرر ہے یعنی مجھے اور کسی بات کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا، واقعی فی الحال فکر یا پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی۔ تن سنگ اور دسنتی ایک آرام دہ کوٹھی میں محفوظ تھے۔ اور رُومانہ بے بی اور ممی کے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "خوش آمدید رُومانہ!"

وہ ایک دم سے خوش ہو کر مُسکرانے لگی۔ اسے خوش دیکھ کر بے بی نے پوچھا۔ "کیا بھائی بیدار ہو گئے ہیں؟"

میں نے بے بی سے کہا۔ "ہاں۔ میں ٹھیک ساڑھے چار بجے کمرے سے باہر آؤں گا میرے لیے کھانا تیار رکھو۔ پھر چار بجکر پچپن منٹ میں واپس کمرے میں چلا آؤں گا۔"

میں نے غسل خانے سے نکل کر سوچ کے ذریعے رومانہ کو بلایا۔ اور دروازے کو کھول دیا۔ رُومانہ آ گئی۔ ہائے، وہ کیسا کھلا ہوا گلاب تھی۔ رخساروں پر قدرتی سُرخی تھی۔ باقی چہرہ گلابی گلابی تھا۔ جمناسٹک کی انگلیوں سے تراشا ہوا بدن میرے سامنے آ کر ٹھہر گیا۔ میں اس کے ناز و انداز کے بارے میں پہلے بتا چکا ہوں کہ وہ بڑے پیار سے ہاتھ آتی تھی اور بڑی اداؤں سے گیلے صابن کی طرح ہاتھ سے پھسل جاتی تھی۔ اپنے حُسن و شباب کی اہمیت کا احساس دلاتی تھی۔

لیکن جدائی کے بعد ملن کی گھڑی ایسی تھی کہ وہ بے اختیار میری گردن میں بانہیں ڈال کر لپٹ گئی۔ ہم سانسوں کی ہلچل میں بولنے لگے۔ جذبوں کی برسات ایسی ہوتی ہے، کہ بھیگتے رہو، پیاس بڑھتی رہتی ہے۔ دُوری کے بعد ہم گلے لگ گئے تھے، گلے لگنے کے بعد بھی دُوری لگ رہی تھی۔ اب ایک دوسرے میں گم ہو جانے کو جی چاہتا تھا۔

لیکن وہ فوراً ہی میری قربت سے پھسل گئی۔ کہنے لگی۔ "بس، اب میں کہیں بھاگی تو نہیں جا رہی ہوں۔ بے بی کہہ رہی تھی کہ کل سے تم نے کچھ نہیں کھایا ہے۔ اب کمرے سے باہر نکلو۔"

رُومانہ کے الگ ہوتے ہی جیسے میں خالی سا ہو گیا۔ وہ حسینہ میرے اندر زندگی کی طرح بھر جاتی تھی۔ سامی میرے قدموں کے پاس اُچھلنے لگی۔ مُطالبہ تھا کہ اُسے بھی آغوش میں لیا جائے۔ میں نے اُسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ رُومانہ اس پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔ "آہا۔ کتنی خوبصورت بلّی ہے۔ کہاں سے مِل گئی؟"

"اس کا نام سامی ہے۔ خود ہی مجھے تلاش کرتی ہوئی آ گئی۔"

ہم کمرے سے باہر آ گئے۔ بے بی میرے بازو سے آ کر لگ گئی۔ میں نے ممّی کو سلام کیا۔ وہ دعائیں دینے لگیں۔ ماسٹر رومی نے حیرت سے کہا۔ "آپ کون ہیں؟ میں نے پہلے بھی آپ کو کہیں دیکھا ہے۔"

تانیہ حیرانی سے چیخ کر بولی۔ "ارے آپ، آپ تو فرہاد علی تیمور ہیں۔ ممّی میں نے اخبار کی تصویر کاٹ کر رکھی تھی، وہ ابھی تک میرے پاس ہے۔"

میں نے کہا۔ "ہاں میں فرہاد ہوں۔ ماسٹر رومی اور تانیہ میری بات کو اچھی طرح سن کر یاد رکھو۔ باہر کسی سے نہ کہنا کہ تمہارے گھر میں فرہاد رہتا ہے ورنہ یہاں لوگوں کی بھیڑ لگ جائے گی۔"

ماسٹر رُومی نے کہا۔ "بھیڑ ہونے دو۔ بڑا مزہ آئیگا۔ ہم ٹکٹ لگا دیں گے، بڑی آمدنی ہو گی۔"

ممّی نے ڈانٹ کر کہا۔ فضول باتیں نہ کرو۔ اگر تم دونوں میں سے کسی نے کسی سے فرہاد کا ذکر کیا تو میں تمہاری ممّی نہیں بنوں گی۔ تم لوگوں کو چھوڑ کر کہیں چلی جاؤں گی۔"

ماسٹر رومی ممّی سے لپٹ کر وعدہ کرنے لگا کہ وہ کسی کے سامنے میرا ذکر نہیں کرے گا۔ میں کھانے کے لیے بیٹھ گیا۔ تانیہ مجھے ایک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔ میں نے اسے دیکھا تو کہنے لگی "مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم فرہاد ہو۔ اخبار میں لکھا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے خیالات پڑھ لیتا ہے۔ کیا تم پڑھ سکتے ہو؟"

"ہاں مگر تمہارے خیالات پڑھوں گا تو تم شرمندہ ہو جاؤ گی۔"

"میں نے شرمندہ ہونے کا کوئی کام ہی نہیں کیا ہے۔"

ایسا کہتے وقت اُسے یاد آیا کہ پچھلی رات وہ چوری چھپے فریج سے میٹھی ڈش نکال کر کھا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "دیکھو تم سوچ رہی ہو کہ کل رات تم نے ممّی کی نیند سے فائدہ اٹھایا۔ فریج سے میٹھی ڈش نکالی اور۔۔۔"

تانیہ چیخ کر بولی۔ "اے خبردار! جھُوٹ نہ بولنا۔ میں بھلا اپنے گھر میں کیوں چوری کروں گی۔"

بے بی اور رُومانہ ہنس رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ "کل رات یہاں کوئی اجنبی مسٹر بے نام تھا۔ وہ بھی تمہارے ساتھ کھانا چُرا کر کھا رہا تھا۔ تم نے اس سے کہا تھا کہ وہ اس گھر سے چلا جائے ورنہ تم کسی دن کھانے میں زہر ملا کر اسے کھلا دو گی۔"

"ہائے ہائے کتنا جھُوٹ بول رہے ہو آخر تمہیں مجھ سے دشمنی کیا ہے؟"

ممی نے اُس کا کان پکڑتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر نے تمہیں میٹھا کھانے سے منع کیا ہے اور رات کو اُٹھ کر چوری کرنے لگی ہو۔ یہ فرہاد میرا بیٹا ہے سمجھیں۔ یہ بالکل درست کہہ رہا ہے۔ کمبخت تمہیں جو پسند نہ آئے، اُسے کیا زہر دے کر مار ڈالا کرو گی؟"

"ممّی کان چھوڑ دیجئے۔ میں نے تو جھوٹ موٹ دھمکی دی تھی۔ وہ سچ مچ بھاگ گیا۔ اپنی جگہ اپنے سے بڑے دشمن کو یہاں بھیج دیا۔ یہ تو میرے دماغ میں چھپی ہوئی ساری باتیں پڑھ لے گا۔"

"اری کمبخت! فرہاد کو دشمن کہہ رہی ہے۔ چل میرے ساتھ چل میں تجھے بتاؤں کہ فرہاد کیا ہے۔۔۔"

وہ اسے کھینچتی ہوئی اپنے کمرے میں لے گئیں۔ ماسٹر رُومی بھی چلا گیا۔ ممی اپنے بچوں کو بتانا چاہتی تھیں کہ میں نے ان بچوں کے لیے اور ان کے خاندان کے لیے کیسے کیسے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ میں نے سوچا اچھا ہے کہ بچے احسان مند ہو کر ہی اپنی زبانیں بند رکھیں۔ کھانے کے دوران میں رومانہ اور بے بی خوب باتیں کرتے رہے۔ کافی پینے کے بعد میں رومانہ کے ساتھ اپنے کمرے میں آ گیا۔

پانچ بجنے والے تھے۔ رومانہ نے کہا۔ "تم آرام سے خیال خوانی میں مصروف رہو۔ میں تھکی ہوئی ہوں ذرا سونا چاہتی ہوں۔"

وہ جانے لگی میں نے اسے ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ "کہاں جا رہی ہو؟ کیا یہاں آرام دہ بستر نہیں ہے؟"

"ہے مگر تمہاری نیت کے کانٹے چبھیں گے۔ طیارے میں رسونتی نے اپنے باپ کو بتایا تھا کہ پانچ بجے اہم مذاکرات ہونے والے ہیں ایسے وقت تمہیں بالکل تنہا رہنا چاہیے۔"

یہ کہہ کر وہ فوراً ہی خود کو چھڑا کر بھاگ گئی۔ میں نے دروازے کو بند کیا۔ سامی مجھے حسرت سے دیکھ رہی تھی۔ میں اسے گود میں لے کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ سگریٹ کا کش لیتے ہی رسونتی پہنچ گئی۔ "ہیلو فرہاد! پانچ بج گئے ہیں۔"

دُوسرے ہی لمحے ہم دہلی کی اس عمارت کی چوتھی منزل پر تھے۔ جہاں ایک کمرے میں مذاکرات کا پہلا دور ختم ہوا تھا۔ وہاں اہم لوگ سیاہ چشمہ پہنے بیٹھے ہوئے تھے۔ نمائندہ افسر کے مقابل میز کے دُوسری طرف ایک لڑکی کو بٹھا دیا گیا تھا تاکہ رسونتی اسے اپنی گفتگو کا ذریعہ بنا سکے حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ بہر حال رسونتی نے اُس لڑکی کی زبان سے کہا۔ "ہیلو جنٹلمین! رس ونتی اور فرہاد موجود ہیں۔"

سب لوگ اپنی اپنی کرسی پر سنبھل کر بیٹھ گئے۔ نمائندہ افسر نے کہا۔ "ہم آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ لوگوں نے وعدے کے مطابق ایس آر فورٹی ٹو کے مسافروں کو آزاد کر دیا ہے۔ ہم دوستی اور انسانی برادری کے نئے جذبے کے ساتھ تمہیں اور فرہاد علی تیمور صاحب کو خوش آمدید کہتے ہیں۔"

رس ونتی نے کہا۔ "ہم آپ کے نیک اور برادرانہ جذبات کی قدر کرتے ہیں۔ در اصل جب تک ایک دوسرے سے ہمیں تحفظ کا یقین نہ ہو، اس وقت تک بے یقینی کی فضا میں دوستی مشکوک رہے گی۔"

نمائندہ افسر نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "بے شک! آپ دونوں اپنے تحفظ کے لیے جو شرائط پیش کریں گے، وہ ہمارے لیے قابل قبول ہوں گی۔"

رسونتی خاموش رہی۔ میں نے کہنا شروع کیا۔ "ہم چاہتے ہیں کہ سیاست سے ہمیشہ دور رہیں اور کوئی ملک اپنے سیاسی مفاد کے لیے ہم سے دوستی نہ کرے۔"

وہ لوگ ہماری باتوں کو دستاویز کی صورت میں لکھ رہے تھے۔ نمائندہ افسر نے کہا۔ "ہمیں منظور ہے، ہم جانتے ہیں کہ آپ لوگوں نے اب تک کسی دوسری طاقت کا ساتھ بھی نہیں دیا ہے آپکی یہ شرط ہم اس شرط پر منظور کر رہے ہیں کہ آپ دونوں اسی طرح غیر جانبدار رہیں گے۔"

میں نے کہا۔ "دوسری شرط یہ ہے کہ ہمیں اپنی رہائش کے لیے ایک ایسا علاقہ چاہیے جہاں صرف ہمارے اپنے اعتماد کے لوگ رہیں جہاں ہمارا قانون ہو اور ہمارے عدالتی فیصلے ہوں۔ دوسرے لفظوں میں — فرہاد علی تیمور اور رسونتی کا ایک علیحدہ ملک ہو گا۔ ایک علیحدہ حکومت ہو گی۔ آپ لوگوں سے محض سفارتی تعلقات قائم رہیں گے۔"

نمائندہ افسر اور دُوسرے لوگ بوکھلا گئے۔ وہ اس ناقابل تسلیم شرط کو تسلیم نہیں کر سکتے تھے۔ اور میں عہد کر چکا تھا کہ اس دُنیا کے نقشے میں فرہاد اور رسونتی کی ایک علیحدہ مملکت ہو گی۔

اب ایک نئی چونکا دینے والی اور بڑی بڑی طاقتوں کو دہلا دینے والی مملکت کے قیام کا جھگڑا شروع ہو چکا تھا۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات
پانچویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں